اِزَالَۃُ الخفاء

عن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

مقامِ خلافت، خلفاء راشدینؓ کے فضائل و مناقب، تفضیل حضرات شیخینؓ، صحابہ کرامؓ کے مراتب، خلفاء راشدینؓ کے کارنامے، نیز امورِ خلافت سے متعلق تمام اہم اور معرکۃ الآراء مسائل پر مدلل بحث

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

قارئینِ "ازالۃ الخفاء" کے لئے خوشخبری

"ازالۃ الخفاء" کا اصل فارسی متن سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں منشی جمال الدین خان صاحب مدار المہام ریاست بھوپال نے شائع فرمایا تھا، اور اس کی تصحیح حضرت محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ نے تین قلمی نسخوں کی مدد سے فرمائی تھی لیکن یہ تینوں نسخے ایک جگہ سے نامکمل تھے یعنی حصہ اوّل کی آٹھویں فصل کا مقصدِ دوم غائب تھا جس میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تفضیلِ شیخین رضی اللہ عنہما پر دلائلِ عقلیہ تجویز فرمائے تھے۔ چنانچہ حصہ دوم کے آخر میں مولانا نانوتوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"خاتمۃ الطبع :۔ احقر محمد احسن عرض کرتا ہے کہ بوقتِ طباعت جو کتابیں (مخطوطے) موجود تھیں ان میں سے صرف ایک کتاب میں مقصدِ اوّل کی عبارت یہاں تک دستیاب ہوئی، اور باقی کتابوں (قلمی نسخوں) میں اس سے بھی تین ورق کم تھے۔ سیاقِ عبارت اور مصنف رحمہ اللہ کی عادت سے کہ خاتمۂ رسائل کے موقع پر جابجا لکھتے ہیں "ہذا آخر ما اردنا ایرادہ" وغیر ذلک، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقصد کچھ ناتمام رہ گیا ہے۔ فقیر کو بہت تلاش کے باوجود یہ تتمہ دستیاب نہ ہوا۔ ناظرین سے امید ہے کہ اگر کہیں اس کا نشان مل جائے تو اس میں اضافہ فرمادیں اور فقیر کو بھی اطلاع کردیں...."

گویا تقریباً سَو سال سے "ازالۃ الخفا فارسی" کے تمام مطبوعہ نسخوں اور اس کے تراجم میں یہ حصہ ناتمام چلا آرہا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کتاب کے ناشر کو عرصۂ دراز سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف سے گہرا شغف رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مطالعہ کے دوران راقم کو یہ گمشدہ حصہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بعض تصانیف میں پورا کا پورا مل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس حصہ پر نظرِ ثانی کر کے یا اس کا اختصار کر کے "ازالۃ الخفا" میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا موقع نہ مل سکا۔

اب ہم اس گمشدہ حصہ کا فارسی متن مع اردو ترجمہ "ازالۃ الخفا" جلد دوم کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔ اس طرح انشاء اللہ تعالیٰ "ازالۃ الخفا" کا وہ حصہ جو تقریباً سَو سال سے ناتمام چلا آرہا تھا اب مکمل ہوجائے گا اور قارئین و محققین کی تشنگی دور ہوگی۔

اس مقصد کے لئے "ازالۃ الخفا" جلد دوم کا دوسرا ایڈیشن ملاحظہ فرمایئے جس کو "قدیمی کتب خانہ" بعد نظرِ ثانی و اضافہ شائع کر رہا ہے۔

معراج محمد

مہتمم، قدیمی کتب خانہ ــــ کراچی

اِزَالَۃُ الخَفَاء

عَن خلافۃ الخلفاء

مترجم

تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ

مترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی

جلد سوم

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

فہرست مضامین

ازالۃ الخفاء (مترجم)

جلد سوم

ازالۃ الخفاء

عن

خلافۃ الخلفاء

جلد سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقصدِ دوم

در ذکر جملۂ صالحہ از آثر و مناقب خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ بہ نقل مستفیض ثابت شدہ و قدر مشترک در ہر بابے بتواتر رسیدہ و در صدرِ مقالہ باید دانست کہ مقصود بایراد مجرد سرد قصص ایشان نیست بلکہ استقراء جزئیاتِ قصص وانتقال ازاں بکلیات فضائلے کہ بآں تشبہ بالانبیاء علیہم السلام من حیث نبوتہم بظہور رسد یا لوازمِ خلافتِ خاصہ کہ اقصے سعادتے کہ امتیاں را میسر می شود ہماں تواند بود بآں خصال متحقق گردد ایاً ماشئت فقل و تقریب ایں قصص باصل مقصد موقوف است بر تقدیم سہ نکتہ۔

نکتۂ اولیٰ در بیان صفاتے کہ پیغامبر را از جہت پیغامبری حاصل می شود باید دانست کہ اصل نبوت پیغامبرانِ اولی العزم ارادہ حق ست تبارک و تعالیٰ لطف بر بندگانِ خود و تقریب ایشان بخیر و تبعید ایشاں از شرور رفع ظلماتِ مظالم از ایشان

محاسن و مناقب خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق ایسی صاف و دلنشین باتوں کے بیان میں جو کہ نقل مستفیض سے ثابت ہیں اور ہر باب میں جو قدر مشترک ہے وہ تواتر کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ ابتداء کلام میں ہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمارا مقصود صرف ان حضرات کے قصے بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جزئیات قصص کو زیر غور و فکر لانا اور اُن سے منتقل ہونا ہے اُن کلیات فضائل کی جانب کہ جن سے ان کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان صفات میں تشبہ عیاں ہوجاتے جو اُن کی نبوت کی حیثیت سے تعلق رکھتی ہیں یا (یوں کہہ لیجیے کہ) لوازم خلافتِ خاصہ کا جن خصال سے تحقق ہوتا ہے جو اس سعادت کا منتہا ہو سکتی ہیں جو کسی نبی کے اُمتیوں کو میسر ہو جائیں جو کچھ دل چاہے کہہ لیجیے (بات ایک ہی ہے) اور ان قصص کو اصل مقصد سے قریب لانا اس پر موقوف ہے کہ پہلے تین نکتے بیان کر دیئے جائیں۔

پہلا نکتہ اُن صفات کے بیان میں جو پیغمبر کو پیغمبری کی حیثیت سے حاصل ہوتی ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی نبوت کے لئے جو بنیادی چیز ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف کرنے کا ارادہ ہے کہ ان کو خیر سے قریب اور شر سے بعید کر دے اور جو مظالم ان سے

بواسطہ بعث پیغامبرے از میان ایشان و اعلاء کلمۃ او و اظہار حجج او شایع گردانیدن علم او کما قال سبحانہ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ الآیۃ وکما ورد فی الحدیث[1] القدسی اَنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب وانما بعثتک لابتلیک وابتلی بک الحدیث وآز لوازم نبوت و بمنزلہ اجزاء او تمیز ایں شخص ست کہ پیغامبری او خواستہ اند از سائر افراد بشر در ہر دو قوت نفس ناطقہ اعنی قوتِ عاقلہ وقوتِ عاملہ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ پس خدائے تعالیٰ پیغامبر را بفضل ونعمتِ خود بے سابقہ عملی در قوتِ عاقلہ زیادتی عطا می فرماید کہ بسبب آں وحی از جانبِ غیب برو نازل مے شود وجنت ونار وملائکہ را مشاھدہ مے نماید وواقعاتِ عجیبہ بصورِ مثالیہ مے بیند و بسوئے ایں قوت اشارت واقع شدہ است۔

[1] شرح ایں حدیث در جلد اول ذیل تفسیر آیت ... گزشت ۱۲

سرزد ہوتے رہیں ان کی تاریکیوں کو رفع کر دے ایک ایسے پیغمبر کے ذریعہ سے جس کو ان ہی میں سے منتخب کر کے مبعوث کرے اور اس کی بات کو اونچی کرے اور اس کی حجتوں کو غلبہ عطا فرمائے اور اس کے علوم کو (عوام میں) شائع کر دے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ الخ

(۶۲:۲) وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں الخ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف دیکھا تو سب کو ناپسند کیا ان میں کے عرب کو بھی اور عجم کو بھی بجز کچھ اہلِ کتاب کے جو اپنے اصل دین پر باقی رہ گئے تھے اور میں نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ ان سے تیری اور تجھ سے اُن کی آزمائش کراؤں، آخر حدیث تک: اور نبوت کے لوازم میں سے اور بمنزلہ اس کے اجزاء کے ہے اس شخص کا جس کو پیغمبر بنانا مقدر ہو چکا ہے تمام افرادِ بشر سے ممتاز ہونا نفسِ ناطقہ کی دونوں قوتوں میں یعنی قوتِ عاقلہ میں بھی اور قوتِ عاملہ میں بھی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حق تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰہُ اَعْلَمُ الخ

(۶:۱۲۴) میں "یعنی اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنا پیغام بھیجتا ہے" تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و نعمت سے پیغمبر کو کسی سابقہ عمل کے بغیر قوتِ عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے کہ جس کے سبب سے جانبِ غیب سے اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ جنت و دوزخ اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور عجیب واقعات کو مثالی صورتوں میں دیکھتا ہے اور اسی قوت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

در حدیث الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءًا من النبوۃ وہمچنین در قوتِ عاملہ او مددے می دہند کہ بسبب آں سَمْتِ صالح نصیب او شود [بینۃ الخیر] واجتناب از معاصی در رعایتِ آداب مراعات* وتدبیر منازل وسیاستِ مدینہ بوجہے کہ ازاں خوب تر صورت نہ بندد وبر روئے کار آید وخُلق شجاعت وسخاوت وکفایت وعدالت وشناختنِ مصلحت ہر وقتے از استقامت قوتِ عاملہ حاصل مے شود وکمال ایں قوت مُفضی مے گردد بہ عصمت وبسُوئے ایں قوت اشارہ واقع شدہ است در حدیث السمتُ الصّالح جزءٌ من خمسۃٍ وعشرین جزءً من اجزاء النبوۃ۔ وچوں ہر دو قوۃ علی الوجہ الّذی ینبغی مہذّب شوند واز جانب غیب برائے ہر یکے مددے فرود آید در مجاری امور شخص برکات بسیار بظہور می آید کہ احصائے آں متعذر است۔ آما نکتۂ[ف] سہل التناول کہ جامع آں برکات باشد بگوئیم اگر خواہی کہ بشناسی صفاتِ نبی را فرض کن کہ چہار شخص را در یک تن جمع کردہ اند ونام آں مجموع نبی گزاشتہ اند[۱] بادشاہی کہ بالطبع والمرتبہ بادشاہِ عالم شدہ باشد نہ بہ رسم یعنی بادشاہے کہ ظِلِ نفسِ ناطقہ او بر مردمان مے افتد وبسببِ آں ظلِ التیامی وانتظامے درمیان افراد بشر حادث مے شود

اس حدیث میں کہ رؤیا صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس[۴۶] اجزاء میں سے۔ اور اسی طرح اس کی قوتِ عاملہ کو مدد دیتے ہیں کہ جس کے سبب اس کو خیر کی سنجیدہ وضع وقطع نصیب ہو جاتی ہے اور معاصی سے بچے رہنا اور عبادات میں آداب کی کامل مراعات اور تدبیر منازل اور سیاستِ مدنیہ کا ظہور اُس سے ایسی بہترین صورت کے ساتھ ہوتا ہے جس سے کوئی اُونچا درجہ نہیں ہوتا۔ اور شجاعت وسخاوت اور کفایت (امور مہمّہ) وعدالت اور ہر وقت کے مناسب مصلحت کا پہچاننا یہ سب اخلاقِ (عالیہ) قوتِ عاملہ کی استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور اس قوت کا کمال پہنچ جاتا ہے عصمت پر اور اسی قوت کی طرف اس حدیث میں اشارہ واقع ہوا ہے کہ سنجیدہ وضع ایک جزو ہے نبوّت کے پچیس[۲۵] اجزاء میں سے۔ اور جب دونوں قوتیں ایسی صورت کے ساتھ جو مناسب ہے مہذّب ہو جاتی ہیں اور غیب کی جانب سے ہر ایک قوت کے لئے مدد نازل ہو جاتی ہے تو اس شخصِ (مقدس) کے تمام امور کے اجراء میں اتنی زیادہ برکتیں ظہور میں آتی ہیں کہ ان کا احاطہ دشوار ہے۔ اب ہم ایک نکتہ جو آسانی سے ذہن نشین کر دینے والا اور جو کہ ان برکات کا جامع ہے کہدینا چاہتے ہیں۔ اگر تم نبی کی صفات کو پہچاننا چاہتے ہو تو یہ فرض کر لو کہ چار شخصوں کو ایک تن میں جمع کر دیا اور اس مجموعہ کا نام نبی رکھ چھوڑا ہے۔ ایک[۱] ایسا بادشاہ ہے جو طبیعت اور مرتبہ کے اثر سے عالم کا بادشاہ بن گیا ہو رسمی طور پر نہیں (کہ وہ کسی بادشاہ کا مثلاً بیٹا تھا جس کے مرنے کے بعد تخت نشین بنا دیا گیا) یعنی ایسا بادشاہ ہو کہ اس کے نفسِ ناطقہ کا ظِل لوگوں پر پڑتا ہے اور ظِل کے سبب سے افرادِ بشر کے درمیان

ف نکتہ شناخت نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

* در عبادات

دہر یکے بر جائے خود قرار گرفتہ درمیانِ ایشان ترتیبے مناسب پدید مے آید کہ بسببِ آن ترتیب وحدتے بظہور انجامد و بآں وحدت مدینہ نام ایشان گردد از انواع اہلِ قلم و سپاہیان و مدبّرانِ جیوش و سیاست کنندگانِ مُدن و مزارعان و تجّار وغیرہم پس اگر اجتماع و ترتیب درمیان ایں فرق متحقق نہ بود بسبب ظلِ نفسِ ناطقہ او کہ برایشان اُفتادہ در ضمن افعال و اقوال او از سرِنو مدینہ متحقق گردد اگر متحقق بود بکمالِ خود رسد و ہرنا بایستے کہ در وے ہست زائل گردد قصہ کوتاہ ہرچہ درین بادشاہ بالمرتبہ مے باید از بخت و حکمت و عدالت و شجاعت و کفایت و سخاوت وغیرآن ہمہ در نبی مشاہدہ کن قال اللہ تعالیٰ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ط لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ و حکیمے کہ در حکمتِ عملی فائق شدہ

ایک خانہ پُری اور ایک تنظیم پیدا ہو جاتی ہے اور ہر ایک کے اپنی جگہ پر متمکن ہونے سے ان کے درمیان ایک مناسب ترتیب ظہور میں آجاتی ہے کہ اس ترتیب کے سبب سے ایک خاص وحدت انواع (مختلفہ) اہلِ قلم و سپاہیوں اور افواج کی تنظیم قائم رکھنے والوں اور شہروں میں ضبط و نظم قائم رکھنے والے حکام اور مزارعین و تاجرین وغیرہم سے مل کر وجود میں آجاتی ہے اور اس وحدت کے اعتبار سے اس پر مدینہ (یا شہر) کا اطلاق ہونے لگتا ہے تو اگر ان (مذکورہ بالا جماعتوں) میں اجتماع و ترتیب پہلے موجود نہیں تھی تو اب بسبب اُس بادشاہ کے نفسِ ناطقہ کے ظِل کے جو اُن پر اُس کے افعال و اقوال کے ضمن میں پڑا ہے تو (اس کے اثر سے بہ ترتیب موجود ہو کر) مدینہ (یا شہر) از سرِنو وجود میں آجائے گا۔ اور اگر (یہ اجتماع و ترتیب بادشاہ سے پہلے) موجود تھی تو اب اپنے کمال کو پہنچ جائے گی اور جو غیر مناسب چیزیں اس میں آچکی تھیں وہ زائل ہو جائیں گی۔ قصہ مختصر (جس طرح اس بادشاہ کی طبیعت کے اثر سے ایک خاص تنظیم اور حُسنِ انتظام وجود میں آیا اسی طرح) مرتبہ کے لحاظ سے بخت اور حکمت و عدالت اور شجاعت و کفایت (امور مہمہ) و سخاوت وغیرہ (اوصاف کا ظہور ہوگا) ان سب اوصاف کو نبی میں مشاہدہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ الخ (۸:۶۳) اور (اللہ) نے ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔" (دوسرا شخص) ایک دانشور (صاحبِ حکمت) ہے جو کہ حکمتِ عملی میں سب سے بلند

علم اخلاق و تدبیر منازل و سیاستِ مُدن
نیک شناختہ و بر علم آنہا اکتفا نہ نمودہ بلکہ
ہمہ ایں صفات تحققًا و تخلقًا در وے نمایان
شدہ و آثارِ آں صفات حِینًا فَحِینًا از وے
می تراود و درمیانِ مردم شائع می شود کہ
کُلُّ اِنَاءٍ یترشح بما فیہ قال اللہ تعالےٰ
یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ
الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ط و در
قرآنِ عظیم ہر جا ذکر پیغامبرے آمدہ اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ
مقرونِ اوست۔

و۳ صوفی مرشدے کہ در زمرۂ صوفیان نشستہ
مصدرِ کراماتِ عجیبہ و خوارقِ غریبہ گشتہ و
بقوتِ ارشادِ خود و تاثیرِ صحبتِ خود بادیہ پیمایانِ
بادیہ ضلال را راہِ نجات نمودہ بعد ازاں
کہ سالہا تہذیبِ نفسِ خود بطاعات و ریاضات
کردہ و از اشباح آنہا پے بارواح آنہا
بردہ و مقاماتِ عُلیہ و احوالِ سنیہ کسب
فرمودہ چنانکہ در مقاماتِ مشائخ ما قدس
اللہ اسرارہم خواندہ باشی قال اللہ تعالےٰ
وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ
وَالْحِکْمَۃَ۔

و۴ جبرئیلے کہ جارحہ از جوارح تدبیر الٰہی
شدہ و واسطہ اخذ علوم حقہ از
منبع العلوم گشتہ لَا یَعْصُوْنَ اللہَ
مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مرتبہ ہو کر علم اخلاق اور گھریلو تدابیر اور شہری سیاست کو
خوب پہچان چکا ہے اور صرف ان کے علم پر اکتفار کئے ہوئے
نہیں ہے بلکہ یہ تمام صفات اس سے متحقق اور اس کی جبلت
سے نمایاں ہوتی رہتی ہیں اور ان صفات کے آثار وقتاً فوقتاً
اس سے مترشح ہوتے اور لوگوں کے درمیان شائع ہوتے رہتے ہیں۔ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس
سے چھلکتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ الخ (۲:
۲۶۹) وہ جس کو چاہتے ہیں حکمت عطا فرما دیتے ہیں اور
جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو درحقیقت بڑی خیر کی چیز مل گئی"
اور قرآن عظیم میں جس جگہ کسی پیغمبر کا ذکر آیا ہے اٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ
(کہ ہم نے اس کو حکمت عطا کی) بھی ساتھ ساتھ موجود ہے۔

(تیسرا شخص) ایک ایسا صوفی اور مرشد ہے جو صوفیوں کی
جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اس سے عجیب و غریب کرامتوں
اور خوارقِ عادت کا صدور ہو رہا ہے اور اپنی قوتِ ارشاد
اور تاثیر صحبت سے گمراہی کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو
نجات کا راستہ دکھا رہا ہے بعد اس کے کہ وہ برسوں تک
اپنے نفس کی تہذیب عبادات اور ریاضات سے کر کے اور ان
عبادات کی ظاہری صورت سے ان کی ارواح کا کھوج لگا چکا
ہے اور بلند مقامات اور عمدہ احوال حاصل کر چکا ہے جیسے کہ
تم نے ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے مقامات میں پڑھے ہوں گے
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَیُزَکِّیْہِمْ الخ (۲:۶۲) اور ان کے نفوس
کا تزکیہ کرتا اور کتاب اور اصولِ دانشوری سکھاتا ہے۔

(چوتھا شخص) ایک جبرئیل ہے جو کہ تدبیر الٰہی کے جوارح
(آلات) میں سے ایک جارحہ (آلہ) بنا ہوا ہے اور سرچشمۂ علوم
(یعنی علم الٰہی) سے علوم حقہ کے اخذ کرنے کا واسطہ بن گیا
ہے اِلَّا یَعْصُوْنَ اللہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ

مَا یُؤْمَرُوْنَ نقد حالِ اوست از جذر جبلّتِ او راہے بحظیرۃ القدس کشادہ است و ازاں راہ علوم مجردۂ عالیہ بر عقل و قلبِ او فرو ریختہ و خفایائے عالمِ ملک و خبایائے عالم ملکوت پیشِ او مُتشبّح گشتہ۔

باز تامل باید کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوں مبعوث شدند در ایام خود بکدام چیز اعتنا تمام فرمودند و از آثارِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چہ چیز در عالم باقی ماند دریں باب کار فرمائی حدس ذہن باید شد و از جزئیات بکلیات و از مقدمات بمقاصد انتقال باید نمود۔

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در زمانے مبعوث شدند کہ شرک در عبادات و استعانت شیوع تمام پیدا کردہ بود اثباتِ معاد نمی کردند و عبادات را فراموش ساختہ بودند و تحریفہا در دینِ حنیفی کہ منسوب است بحضرت ابراہیم علیہ السلام داخل شدہ بود و مانند سباع بایکدیگر می جنگیدند و مثل بہائم بر یک دیگر می جہیدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر ابطال شرک فرمودند و اثبات مجازات نمودند و تحریفات را برانداختند و شعاعے از نفس قدسیہ

مَا یُؤْمَرُوْنَ (۶۶:۶) اس کا حال بن چکا ہے (یعنی وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو بجالاتے ہیں) اور اس کی اصل جبلّت (مراد خلقی بصیرت) سے حظیرۃ القدس تک (یعنی ایوان مقدس ملائکہ مقربین تک) ایک راہ کشادہ ہو چکی ہے اور اس راہ سے علوم مجردہ عالیہ (یعنی ذات و صفاتِ حق کے علوم) کا فیضان اُس کی عقل اور قلب پر نازل ہو رہا ہے اور عالمِ مُلک کی پوشیدہ باتیں اور عالم ملکوت کے اسرار اس کے سامنے صورت پکڑ کر آرہے ہیں۔

بعد ازیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپؐ نے اپنے زمانہ میں کس چیز پر پوری توجہ فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار میں سے کیا چیز عالم میں باقی رہی۔ اس بارے میں کام کرنے والی ذکاوتِ ذہن ہونی چاہیئے اور جزئیات سے کلیات کی اور مقدمات سے مقاصد کی طرف منتقل ہونا چاہیئے۔

جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے کہ عبادت و استعانت میں شرک پورے طور پر شائع ہو چکا تھا اور لوگ عالم آخرت کو نہیں مانتے تھے اور عباداتِ (الٰہیہ) کو فراموش کر چکے تھے اور دینِ حنیفی میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے بہت سی تحریفیں داخل ہو چکی تھیں اور لوگ درندوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے اور جانوروں کی طرح اُچھل کر ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا کام یہ کیا کہ شرک کو باطل کیا اور مجازات کو ثابت کیا (یعنی اعمال کی جزاء آخرت میں ضرور ملیگی) اور تحریفات کو (جو دینِ حنیفی میں داخل کر دی گئی تھیں) نکال پھینکا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر اذکیاء قوم افتاد
آنجماعۃ دینِ حق را بفہم درست تلقی نمودند و
بہ ہمتِ کارکشا نصرت دادند تا آنکہ راہ رشد
واضح شد واسلام از کفر ممتاز گشت ومردمان
در دینِ حق آمدن شروع کردند آنگاہ عرب
عامۃً وقریش خاصۃً بہ تعصب برخاستند
ودرپے ایذاہا افتادند آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم بقوتِ خدا دادِ خود درمقابلہ
مجادلہ ایشان استقامت فرمود ویارانِ
وے خودرا سپرِ وے ساختہ از مشربِ عشق
چہ بادہا کہ نخوردند وچہ مستی ہاکہ نہ کردند۔
بعد ازاں مامور شدند بہ ہجرت وجہاد بتائیدِ
الٰہی دراں باب مساعیی کہ زیادہ ازاں
مقدور بشر نباشد بجا آوردند یارانِ ہمہ
بحرکتِ ایشان متحرک وبعزیمتِ ایشان
عازم تا آنکہ فتحہا واقع شدہ ہزیمت ہا
برکفار افتاد وجاہلیت ازہم پاشید و
مظالم پامال شد وعلمی کہ بآں آشنا نبودند
درمیانِ ایشان شائع گشت وحسد و
حقدے کہ درمیانِ خودہا داشتند
نابود شد ہمہ یک دل ویک زباں بر
کلمۂ حق متفق وبر اضدادِ آں منکر
قال اللہ تعالیٰ :-
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

قدسیہ سے جو شعاعیں قوم کے ذی فراست لوگوں پر پڑیں اس
جماعت نے دینِ حق کو صحیح اور درست صورت میں پالیا
اور انھوں نے نتیجہ خیز ہمّت کے ساتھ مدد پہنچائی یہاں تک
کہ بھلائی کی راہ واضح ہوگئی اور اسلام کفر سے ممتاز ہوگیا
اور لوگوں نے دینِ حق میں آنا شروع کردیا۔ ایسے وقت میں
عرب عام طور پر اور قریش خاص طور پر تعصّب سے مقابلہ پر آگئے
اور ایذاؤں کے درپے ہوگئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی قوتِ خداداد سے ان سب کے مقابلہ اور مجادلہ پر ڈٹ
گئے اور آپ کے محبّین اپنی ذوات کو آپ کے لئے ڈھال بناکر
عشق ومحبّت کا کونسا جام تھا جو نوش نہ کیا اور کونسی ایسی مستی
تھی جس کا ظہور اُن سے نہ ہوا... اس کے بعد ہجرت وجہاد پر
مامور ہوئے تو اللہ کی مدد سے اس باب میں اس قدر مساعی
بجالائے کہ اس سے زیادہ سعی انسان کی طاقت سے باہر
ہے، تمام ساتھی اُن کی حرکت سے متحرک اور اُن کی ہمّت
سے مستعد ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت سی فتح حاصل
ہوئیں اور کفّار پر بہت سی شکستیں پڑیں اور جاہلیت
پاش پاش ہوگئی اور جو ظلم کے طور طریقے جاری تھے مسل ڈالے
گئے اور وہ علم کہ جس سے لوگ آشنا نہ تھے ان کے درمیان
خوب پھیل گیا اور وہ حسد اور کینے جو ایک دوسرے کے متعلق
وہ لوگ اپنے باطن میں لئے ہوئے تھے بالکل مٹ گئے۔
سب کے سب ایک دل، ایک زبان ہوکر کلمۂ حق پر متفق،
اور جو باتیں حق کے خلاف ہوتی تھیں ان کے منکر ہوئے
اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ

(۳: ۱۰۳) اور تم پر جو اللہ تعالےٰ کا انعام ہے اس
کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالےٰ نے تمھارے

قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا روز و شب کار ایشان ترویج علم قرآن بود و علم ایمان یعنی ارکانِ خمسہ اسلام و علم احسان یعنی از صور طاعات پے بارواحِ آں بردن و علم شرائع از اصلاح تدبیر منازل وسیاست مدن و آداب معاش وہر یکے را باوضاعِ معینہ مقید ساختن و علم رقائق و علم اخلاقِ صالحہ و علم فضائل اعمال و علم مناقب کبرائِ امت و علم معاد و علم فتن تا آنکہ باقاصی وادانی رسید و ذکی و غبی ہمہ فائدہ یاب شدند الّا ہر بے نصیبے کہ شقاوتِ ازلیہ او را از مراتبِ خیر مؤخر ساختہ باشد و تربیتِ افرادِ بشر فرمودند و یاران دریں باب کوشش ہا بکار بردند تا آنکہ اہلِ بدو و سکّانِ صحرا محسنان و مقربان گشتند جزے اللہ عزّ وجلّ ہٰذا النبیّ الکریم و اعوانہ احسن الجزاء وحشرنا معھم وادخلنا الجنّۃ فی تضاعیفھم ورزقنا رؤیتہ

دلوں میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔" رات دن ان کا کام تھا رواج دینا علمِ قرآن کو اور علمِ ایمان کو یعنی اسلام کے پانچوں ارکان کو اور علمِ احسان کو یعنی عبادات کی صورتوں سے عبادات کی ارواح کا کھوج لگالینا اور علمِ شرائع کو یعنی امورِ خانہ داری کی اصلاح (حسبِ رضاء حق جلّ شانہٗ) اور شہری سیاست اور آدابِ معاش اور (ان میں سے) ہر ایک کو اوضاعِ معینہ کے ساتھ مقید کرنا اور علمِ رقائق کو (یعنی ان چیزوں کا علم جن سے قلب میں رقت پیدا ہو) اور علمِ اخلاقِ صالحہ (یعنی جو اسوۂ نبویہؐ کے مطابق ہوں) اور علمِ فضائلِ اعمال کو اور علمِ فضائلِ بزرگانِ امت کو اور علمِ معاد کو کہ اس حیاتِ دنیویہ کے بعد کن مراحل سے گزرنا ہے) اور علمِ فتن کو (یعنی جن آنے والے فتنوں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا ہے)۔ یہاں تک (ان علوم کی عام ترویج فرمائی) کہ اعلیٰ و ادنیٰ سب کو پہنچ گئے اور ذکی اور غبی سب نے فوائد حاصل کئے۔ بجز ایسے بے نصیب لوگوں کے جن کو ازلی بدبختی نے مراتبِ خیر سے پیچھے ہٹا دیا ہو۔ اور یہ حضرات افرادِ بشر کی تربیت فرماتے رہے اور ان کے احباب نے اس باب میں نہایت درجہ مساعی جاری رکھیں یہاں تک کہ دیہات کے باشندے اور جنگلوں کے رہنے والے بھی محسنین اور مقربین بن گئے۔ اللہ تعالیٰ ان نبی کریمؐ اور ان کے مددگاروں کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ہمارا حشر اُن ہی کے ساتھ کرے اور ہم کو بھی ان میں شامل کرکے جنّت میں داخل کرے اور ان کی جماعت میں شامل کرکے اپنے دیدار سے مشرف فرمائے اپنے فضل وکرم سے داس بارگاہِ مقدس میں جسکے بارے

فی زمرتھم بفضلہ وکرمہ فی مقعد صدق عند ملیکٍ مُّقتدرٍ -

نکتۂ دوم دربیان آنکہ تشبہ غیر نبی را با نبی چگونہ حاصل شود و اعانتِ پیغامبر در تحمل اعباء (اثقال) نبوت و اتمام انچہ نصیب پیغامبر ست از تقاسیم رحمتِ الٰہی چہ قسم صورت بندد اما تشبہ غیر نبی بانبی در خصلتِ اُولیٰ کہ ارادہ بعثت است بآں تواند بود کہ ارادۂ الٰہی متعلق گردد بآنکہ اتمام کارے کہ نصیب پیغامبر ست دمی باید کہ در جریدۂ اعمال پیغامبر ثبت شود بدست شخصے از اُمتِ او کنند و ایں معنیٰ را پیغامبر ارشاد فرماید و آں مرد دانا بگوشِ باطن استماع کند نہ بگوشِ ظاہر گویا ہماں ارادہ دیگر بار در خاطرِ ایں عزیز گُل کردہ است و الٰے ہٰذا وقعت الاشارۃُ فی قولہ تعالیٰ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ و قولہ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَہٗ فَاٰزَرَہٗ عہ قصّۂ استخلافِ حضرت موسیٰ یوشع را علیہما السّلام و اتمام مواعیدِ الٰہی بر دستِ وے شنیدہ باشی

میں فرمایا گیا ہے) فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی اہلِ جنت مجلس حق میں ہوں گے شہنشاہ ذی اقتدار کے حضور میں)۔

دوسرا نکتہ اس امر کے بیان میں کہ غیر نبی کو نبی کے ساتھ تشبہ کیونکر حاصل ہو۔ اور پیغمبر کی اعانت کی کیا صورت ہوگی، نبوت کے بوجھ کے تحمل اور اس امر کے پورا کرنے میں جو پیغمبر کا حصہ ہے یعنی اللہ کی رحمت کی تقسیمات؛ اب سمجھئے کہ غیر نبی کا تشبہ نبی کے ساتھ اس بنیادی امر میں یعنی بعثتِ نبی کے متعلق ارادۂ خداوندی میں (جس کا بیان پہلے نکتہ کے شروع میں ہو چکا ہے) اس طرح ہو سکتا ہے کہ ارادۂ الٰہی (کسی شخص کے ساتھ) اس بات کے لئے متعلق ہو کہ اس کام کا پورا کرنا جو پیغمبر کا حصہ ہے اور جس کو پیغمبر کے نامۂ اعمال میں درج ہونا چاہئے اس کی امت میں سے کسی شخص کے ہاتھ سے متعلق کر دیں اور اس حقیقت کو پیغمبر ارشاد فرماتے اور وہ مرد دانا (اس ارشاد کو) باطنی کان سے سُن لے ظاہری کان سے نہیں گویا وہی ارادہ دوسری مرتبہ اس عزیز کُل کے دل میں اُتر گیا ہے اور اسی کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (۵۵:۲۴) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا الخ اور اس ارشاد میں کَزَرْعٍ اَخْرَجَ الخ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اُس کو قوی کیا الخ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا حضرت یوشع علیہ السّلام کو خلیفہ بنانے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ان کے ہاتھ پر پورے ہونے کا

عہ الشطأ فراخ النخل اور ورق وازرہ اے قوی الزرع بعضہ بعضًا ۱۲

واما تشبہ در زیادت قوت علمیہ نفس ناطقہ آں وجہ تواند بود کہ کسی را از اُمت محدَّث و ملہم فرمایند تا بعض بروق غیب شعاع خود را در دلِ وے اندازد و ایں معنی بدو وجہ صورت پذیرد۔ یکے[1] آنکہ بمجرد استماع سخن پیغامبر باصل کار متنبہ شود گویا بے واسطہ می بیند بمثال آنکہ آئینہ از آفتاب اثر پذیر گردد و نُور خالص برآید و نام ایں مقام صدیقیت است و از لوازم او تصدیق پیغامبر ست بے اکتراث و بدون طلب معجزہ و صحبت دائمہ بوصفِ فنا و فدا و تسلیم و رضا و اختیارِ موافقت و ترک مخالفت اگرچہ در ادنےٰ شئ باشد اعنی حالتے کہ در عُرف آں را عشق مُفرِط گویند و نیز از لوازم او تعبیر رؤیا ست و موافقتِ رائے پیغامبر قبل از آنکہ پیغامبر تصریح کردہ باشد دوم[2] آنکہ فراستِ صادقہ نصیب او کنند و عقلِ او را از حظیرۃ القدس تائیدے دہند تا آنکہ غالباً اصابت کند در تحرّے خود در آنچہ ہنوز حکم آں فرود نیامدہ است طفیلے پیغامبر ست امّا در مخادع[1] قُرب راہی دارد بمثال آنکہ بادشاہ با وزیر خود مشورہ مے نماید و خادم وزیر از دُور اشارت دست شاہ می بیند و بر عرض وے اطلاع می یابد قبل از آنکہ وزیر بیانِ آں نماید و نام ایں

قصہ تو سُن ہی لیا ہوگا۔ رہا تشبہ دینی کے ساتھ) نفسِ ناطقہ کی قوتِ علمیہ کی زیادتی میں تو وہ اس صورت سے ہو سکتا ہے کہ اُمت میں سے کسی کو محدَّث و مُلہَم فرما دیں تاکہ غیب کی کچھ بجلیاں (یعنی تجلّیات) اپنی شعاع اس کے دل میں ڈال دیں اور یہ معنی دو صورتوں کے ساتھ ظہور میں آتے ہیں۔ ایک[1] یہ کہ پیغمبر کا کلام سُنتے ہی فوراً اس کی اصل حقیقت پر متنبہ ہو جاتے گویا کہ وہ خود اس کو (براہِ راست) بے واسطہ دیکھ رہا ہے جیسا کہ آئینہ آفتاب سے اثر قبول کرے اور نور خالص کا ظہور اپنے جسم میں ہی پائے اور اس مقام کا نام صدیقیت ہے اور اس کے لوازم میں سے ہے۔ پیغمبر کی تصدیق کرنا بلا توقف اور بغیر طلب معجزہ اور صحبتِ دائمی فنا اور فدائیت و تسلیم و رضا کے اوصاف کے ساتھ اور موافقت کا اختیار اور مخالفت کا ترک اگرچہ ادنیٰ شے میں ہو یعنی وہ حالت جس کو عرف میں عشقِ مُفرط کہتے ہیں۔ اور نیز اس کے لوازم میں سے ہے تعبیر رؤیا اور پیغمبر کی رائے سے (اس کی رائے کی) موافقت قبل اس کے کہ پیغمبر نے تصریح کی ہو۔ دوسری[2] صورت یہ ہے کہ فراستِ صادقہ اس کو بخشی جائے اور اُس کی عقل کو حظیرۃ القدس سے مدد عطا فرمائیں یہاں تک کہ وہ زیادہ تر ایسے امور میں جن کے بارے میں ابھی تک حکم نازل نہیں ہوا اپنی جستجو میں اکثر مُصیب ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر کا طفیلی ہے مگر نہاں خانۂ قُرب میں ایک گونہ راہ رکھتا ہے جیسا کہ ایک بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور وزیر کا خادم دُور سے بادشاہ کے ہاتھ کے اشارے دیکھ رہا ہے اور وزیر کی گزارش پر مطلع ہو جاتا ہے قبل اس کے کہ وزیر اُس کی صراحت کرے اور اس مقام

[1] جمع مخدع بالکسر او الضم بمعنی الخزانۃ والمراد منہا ہنا المنازل ۱۲

مقام محدثیت ست واز لوازم او آنست کہ وحی برحسبِ اجتہادِ او چندین مرتبہ نازل شود ومیان ابنای جنسِ خود ممتاز باشد بآنکہ ہر چیزے راکہ ظن نماید موافق واقع اُفتد وبعد ازین مرتبہ مراتب دیگر است فرود تر مثل آنکہ حفظ کند قولِ پیغامبر را وفہم نماید وباستنباطِ درست احکام راز آنجا استخراج کند واورا راسخ فی العلم گویند اما تشبہ در زیادت قوتِ عملیہ بآں نحو تواند بود کہ عزیمتِ اعلاء کلمۃ اللہ در نفسِ شخص باثر نفس مبارک پیغامبر چنداں بالیدہ است کہ بر مقتضائے آں بے اختیار مندفع مے شود ونامِ این عزیز شہید وحواری ست یا امانت وصدق وحیا چنداں بردلِ وے پرتو افگندہ کہ از ابنائے جنسِ خود تمیزے ظاہر حاصلش شد ونامِ این عزیز امین است باز چوں تہذیبِ قوتِ عاقلہ وعاملہ بایکدیگر مجتمع شدہ مزاج معتدل پیدا کرد و وحدتے بہم رسانید بادشاہ بالطبع گردد وحکیم بالجبلۃ ومرشد مکمل واین مراتب سہ گانہ غیر نبی را ممتنع نیست الا آنکہ پیغامبر دریں باب اصیل است وغیر پیغامبر شاگردِ رشید وے اما تشبہ در جبر تیلیۃ ہمان ست کہ در صدیقیت ومحدثیت وغیر آں گفتہ شد پس

کا نام محدثیت ہے اور اس کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وحی متعدد بار اُس کے اجتہاد کے مطابق نازل ہو اور وہ اپنے ساتھیوں میں اس بات میں ممتاز ہو کہ جس چیز کے بارے میں وہ کوئی گمان کرے وہ واقعہ کے مطابق نکلے۔ اور اس مرتبہ کے بعد اس کے نیچے کے درجے میں دوسرے مراتب بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ قولِ پیغمبر کو یاد رکھے اور اس کو سمجھے اور صحیح استنباط کے ساتھ اس کے احکام کا استخراج کرے اور اس کو راسخ فی العلم کہتے ہیں۔ رہا قوتِ عملیہ میں زیادتی کا تشبہ تو وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے نفس میں پیغمبر کے نفسِ مبارک کے اثر سے عزیمت اعلاءِ کلمۃ اللہ کی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے مقتضٰے پر (عمل کرنے کے لئے) بے اختیار ڈھل جاتا ہے اور اس عزیز کا نام شہید اور حواری ہے۔ یا امانت اور صدق وحیا نے اتنا پرتو اُس کے دل پر ڈالا کہ (ان اوصاف میں) اپنے ساتھیوں سے اُس کو کھلا ہوا امتیاز حاصل ہو گیا ہے۔ اس عزیز کا نام امین ہے۔ پھر جب (دونوں قسم کی یعنی) قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ کی تہذیب ایک دوسرے کے ساتھ معتدل مزاج پیدا کر کے ایک وحدت بن جائے گی تو وہ بالطبع بادشاہ بن جائے گا اور جبلّت یعنی خصلت کے لحاظ سے حکیم اور مرشدِ مکمل ہوگا۔ اور یہ تینوں قسم کے مراتب غیر نبی کے لئے ممتنع نہیں ہیں مگر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ پیغمبر اس بارے میں اصل ہوتا ہے اور غیر پیغمبر اس کے شاگردِ رشید۔

رہا تشبہ جبر تیلیت میں تو وہ وہی ہے جو کہ صدیقیت اور محدثیت وغیرہ میں بیان کیا گیا۔

مردِ کامل صاحب سمتِ صالح است و عدالتِ
کاملہ دارد و در اخلاق و تدبیر منازل و سیاست
مُدن استاد خلق اللہ باآفراد بنی آدم بوجہے
معاملہ می کند کہ ہمہ بسبب او مجتمع برخیر میشوند
و بروے مختلف نمی گردند و کارہائے بس بزرگ
درمیانِ مسلمین بدون سَلِّ (کشیدن) سیف سر
انجام میدہد و جہاد طوائفِ اُمم برائے
اعلاء کلمۃ اللہ بدستورے کہ بہتر ازاں متصوَّر
نباشد بجامے آرد در ہر کوشش زیادہ از سعی
او فتح باب میسّر می آید گویا صفت اُغْزُهُمْ
نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقْ عَلَيْكَ وَ
ابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ۔ نقدِ حال
اوست ہر شخصے را از ہزاران ہزار کہ در امرِ ملت
سعی کُنند جُدا جُدا می شناسد و از ہر یکے
کارے کہ مناسبِ اوست میگیرد علماً و
عملاً نُصرۃِ دین و اعلاء کلمۃ اللہ باقصٰے
ہمت مطمحِ نظر خود ساختہ است گویا برائے
ہمیں کار مخلوق شدہ ردّ و قبول خلق را
برطاق نہادہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ
نقدِ حالِ اوست با اصابتِ رائے و فطانت
المعیہ[1] تواں گفت کہ رائے او مرآۃ ارادۃ الٰہی
است امر بمعروف و نہی از منکر می نماید در
ہر حالے بقدرِ آں حالت تفقّد نزدیکان مجلس
و دور ماندگان از صحبت مے فرماید و

تو یہ مردِ کامل ہیئت صالحہ والا ہے اور عدالتِ کاملہ رکھتا ہے اور
اخلاق اور گھریلو تدابیر اور سیاستِ شہری میں خلق اللہ کا
اُستاد ہوگا۔ افرادِ بنی آدم کے ساتھ اس صورت سے معاملہ کریگا
کہ اس کے سبب سے سب لوگ خیر پر جمع ہو جائیں اور وہ اُس (امرِ
خیر پر) مختلف نہ رہیں گے۔ اور یہ شخص بہت بڑے کام مسلمانوں
کے درمیان تلوار کھینچے بغیر انجام دیدیتا ہے اور مختلف اُمتوں
پر اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے ایسے عمدہ طور پر جہاد کرتا ہے کہ اس سے بہتر
کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہر کوشش میں اُس کی سعی سے زیادہ
فتوحات میں کامیابی میسّر ہوتی ہے گویا کہ اُغْزُهُمْ نُغْزِكَ الخ کا مصداق
اُسی کا حال ہے (یعنی وہ وعدہ) جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالےٰ
نے فرمایا تھا کہ تو اُن سے جہاد کر ہم تیری مدد کریں گے اور تو ان پر
خرچ کر ہم تجھ کو دیتے رہیں گے اور تو لشکر بھیج ہم اس سے پانچ گنا
(ملائکہ کا لشکر) بھیجدیں گے وہ ہر شخص کو لاکھوں ساتھیوں میں سے جو
مِلّت کے کام میں سعی کرنے والے ہیں الگ الگ پہچانتا ہے اور ہر ایک
سے وہ کام لیتا ہے جو کام علم و عمل کے اعتبار سے اس کے مناسب
ہوتا ہے۔ اُس نے دین کی مدد اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کو انتہائی ہمت
کے ساتھ اپنا مطمحِ نظر بنا رکھا ہے گویا وہ اسی کام کے لئے پیدا
ہوا ہے لوگوں کے ردّ و قبول کو اُس نے طاق (نسیاں) میں
ڈال دیا ہے۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (وہ کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اس کا حال لازم ہو چکا ہے اصابتِ
رائے اور بیدار مغزی کے ساتھ۔ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے ارادۂ الٰہی
کا آئینہ ہے، نیک کام کا حکم کرتا اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور قریب
رہنے والوں کے اور اس کی صحبت سے دُور رہنے والوں کے سب کے
ہر حال کی نگرانی اس کی حالت کے بقدر فرماتا رہتا ہے۔

[1] المعیہ والمعی بمعنے ذکی متوقد ۱۲

مواعظ وخطبِ او بردل می زند دانایانِ روزگار درحق وے می گویند کہ یک ساعت صحبت با او از عبادتِ یک سال بہتر است اَمّا تشبہ او با پیغامبر در تحمل اعباءِ نبوت بداں وجہ تواند بود کہ مرد جلیل القدرے کہ در مردمان عزتے و حُرمتے دارد و در حلّ و عقدِ خویش ازوے حساب می گیرند باقصے مرتبہ ہمت اعلاءِ کلمۃ اللہ نماید بمجرّد دخولِ او در اسلام جماعہ با او مسلمان شوند ودستِ تعرض مُتعصّبان از مسلمین بسبب دخولِ او کوتاہ گردد و توقع غلبہ از خاطرِ کُفّار بجہتِ رسوخ قدم او ازہم پاشد وچوں کافراں کمر بایذائے پیغامبر بندند در ہر حادثہ جانِ خود را سپر جانِ پیغامبر سازد ہر سنگے کہ بطرف پیغامبر آید بروئے خود مے گیرد. در ہر منشط و مکرہ (خوشی و ناخوشی[2]) رفیق پیغامبر است و سہیم او تا آنکہ نوبتِ ہجرت و جہاد رسید نصیب ایں عزیز در نصرت زیادہ از انصباءِ کافّہ باشد در حل و عقد و جمع رجال و نصب قتال مشورتِ اورا پذیرائی تمام شود و از روئے مداخلتِ نمایاں در ہر باب و ہر واقعہ محسوس گردد یا در کارزار از ہمہ پیش قدم

اور اس کے وعظ اور خطبے دلوں میں اُترتے چلے جاتے ہیں دنیا کے دانا لوگوں کا اس کے حق میں یہ قول ہے کہ ایک گھڑی اس کی صحبت میں گزار دینا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

رہا اُس کا تشبّہ پیغمبر کے ساتھ نبوت کے بھاری وزنوں کے برداشت کرنے میں تو اس کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ایک ایسا بلند مرتبہ شخص ہے جو لوگوں میں خاص عزت و حُرمت رکھتا ہے جو اپنے امور کی گرہ کُشائی اور معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں ایسا شخص اپنے مرتبہ کے مطابق پوری ہمت کے ساتھ اعلاءِ کلمۃ اللہ کرے اور اس کے اسلام میں داخل ہوتے ہی بہت سے لوگ اس کے ساتھ مسلمان ہو جائیں اور اُس کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بہت سے متعصّب مخالفین کے ہاتھ مسلمانوں کی طرف بڑھنے سے رُک جائیں اور کُفّار کے دلوں سے مسلمانوں پر غلبہ کی توقع اس شخص کے مضبوطی کے ساتھ اسلام پر جماؤ کی وجہ سے درہم برہم ہو جائے اور جب کفار پیغمبر کو ایذا دینے کے لئے کمربستہ ہوں تو ہر حادثہ میں یہ شخص اپنی ذات کو پیغمبر کی ذات کے لئے ڈھال بنا دے، جو پتھر بھی پیغمبر کی طرف آئے وہ اس کو اپنے سر پر روکے اور ہر خوشی و ناخوشی کے موقع پر پیغمبر کا رفیق اور حصہ دار ہو۔ یہاں تک کہ جب نوبت ہجرت اور جہاد کی پہنچے تو پیغمبر کی نصرت و مدد کے سلسلہ میں اس عزیز کا حصہ سب کے حصوں سے بڑھا ہے اور امور کو سلجھانے اور لوگوں کو جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کے بارے میں اُس کا مشورہ سب کے لئے قبول کرنے کے قابل ہو اور ہر باب اور ہر واقعہ میں اس کی نمایاں مداخلت محسوس ہو کہ میدانِ کارزار میں

باشد یا انفاقِ اموال را وسیلۂ احراز (فراہمی ۱۲) اعلاء کلمۃ اللہ سازد والعشق فنونٌ وچوں نوبت نشر علوم آید طریقۂ روایت آموزد و مردماں را براقراء قرآن و روایتِ حدیث حمل نماید و اگر در مسئلہ اشتباہ واقع شود از جماعہ صحابہؓ سوال کردہ استخراج نصِّ صاحبِ شریعت فرماید و اگر اختلافے رُوے دہد از مضیق اختلاف بفضائے اجماع رساند ارشاد کند طریق اجتہاد را مسدود کند طرق تحریف راو بہر سبیل ممکن واسطہ شود درمیان پیغامبر و اُمّتِ او بفہم اگر مے توانی فہمید کہ آیۃ استخلاف وآیۃ تمکین وآیۃ قتال مُرتدین و آیتِ وَالّذین معہٗ اشدّاءُ بمنزلۂ آئینہ است اگر نیک تأمل کُنی ایں ہمہ اوصاف کہ دریں صفحہ نوشتہ مشاہدہ گردد۔

نکتۂ سوم در بیانِ کیفیت توسطِ خلفائے راشدینؓ درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اُمّتِ او باید دانست کہ مارا بالقطع معلوم است کہ انچہ

دیکھو تو اس کے قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں، مال خرچ کرنے کے موقع پر دیکھو تو وہ اس کو اعلاء کلمۃ اللہ اور اس کے تحفظ کا مال کو وسیلہ بنارہا ہے غرض "العشق فنون" (عشق کے بہت سے فن ہیں) اور جب نوبت علوم کے پھیلانے کی آئی تو طریقۂ روایت سکھاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھانے اور حدیث کی روایت پر آمادہ کرے اور اگر کسی مسئلہ میں اشتباہ واقع ہوجاتے تو صحابہؓ کی جماعت سے سوال کرکے صاحبِ شریعت کی طرف سے حکم صریح نکالنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجاتے تو اختلاف کی تنگ جگہ سے اس کو فضائے اجماع میں پہنچادے طریقِ اجتہاد کی رہنمائی کرے اور طریقِ تحریف کو مسدود کرے اور ہر ممکن طریق سے پیغمبرؐ اور اُس کی اُمّت کے درمیان واسطہ بنے۔ سمجھ! اگر تُو سمجھ سکتا ہے کہ آیتِ استخلاف (یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ) (۲۴: ۵۵) اور آیتِ تمکین (یعنی اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ) (۲۲: ۴۱) اور آیت قتالِ مُرتدین (یعنی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ الخ) (۵: ۵۴) اور آیت وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ الخ (۴۸: ۲۹) بمنزلہ آئینہ کے ہے اگر تُو اچھی طرح غور کرے گا تو یہ تمام اوصاف جو اس صفحہ میں لکھے گئے ہیں مشاہدہ ہوجائیں گے۔

تیسرا نکتہ خلفائے راشدینؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان واسطہ بننے کی کیفیت کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ یہ بات ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ جو کچھ

ما می کنیم از وضو و غسل و نماز و روزه و زکوٰۃ و حج و تلاوتِ قرآن و درود و ادعیہ وغیر آں از باب عبادات و ہمچنیں طریق مناکحات و مبایعات و اقامتِ حدود و قضا در خصومات ہمہ ماخوذ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اوّل سلسلہ و آخر آں معلوم الثبت و این قدر نیز معلوم است بالقطع کہ ما این معانی را بے واسطہ از آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اخذ نہ کردہ ایم و قرآن و حدیث بے واسطہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ شنیدہ پس درمیانِ ما و آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وسایطے متحقق است سخن دراں می گزرد کہ این وسایط کدام مردم بودہ اند و نیز این قدر معلوم است کہ در اوّلِ امر عالم بکفر و جاہلیت مشحون بود ابتداء ترویج اسلام از آنحضرت بودہ است جہاداً و تالیفاً للقلوب رفتہ رفتہ حالتے کہ مشاہدہ مے کنیم از انتشارِ مسلمین در آفاق و غلبہ بادشاہانِ اسلام کہ در ہر قطرے بروئے کار آمد اوّل این سلسلہ و آخر او معلوم است سخن دراں است کہ وسایط حصول این امر فخیم کہ در زمانِ آنحضرت بنود والحال ہست کدام عزیزاں بودند ساعتے خاطر را در تفحص این وسائط باید گماشت و اوّل

ہم از قسم عبادات کرتے ہیں وضو اور غسل اور نماز و روزہ اور زکوٰۃ و حج و تلاوتِ قرآن و درود اور ادعیہ وغیرہ اور اسی طرح طریق نکاح مرد و عورت اور خرید و فروخت اور حدود کا قائم کرنا اور آپس کے جھگڑوں کے فیصلوں کے طریقے یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہیں۔ تو اس کے شروع اور آخر کا سلسلہ ہم کو معلوم ہے اور اتنی بات بھی ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ ہم نے ان معانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر واسطہ اخذ نہیں کیا اور ہم نے قرآن و حدیث بلا واسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تو ہمارے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے متحقق ہیں۔ اب بات یہ رہ جاتی ہے کہ وہ واسطے کون لوگ تھے۔ اور نیز یہ بھی ہم کو معلوم ہے کہ اوّل امر میں دنیا کفر و جہالت سے بھری ہوئی تھی، دینِ اسلام کو مروّج کرنے کی ابتداء آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئی بذریعہ جہاد اور تالیف قلوب کے، رفتہ رفتہ یہ حالت جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یعنی دنیا میں چاروں طرف مسلمانوں کا پھیل جانا اور بادشاہانِ اسلام کا غلبہ جو کہ اطرافِ عالم میں موجود ہے ظہور میں آگئی اس سلسلہ کا اوّل اور آخر معلوم ہے اب گفتگو اس میں ہے کہ اس شاندار امر کے حصول میں جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا کون بزرگ ہستیاں واسطہ بنیں ایک ساعت کے لئے ان واسطوں کی جستجو میں اپنی قوتِ مفکرہ کو لگانا چاہئے اور سب سے پہلے واسطوں کو اور بہت

وسائط واکثر ایشاں در توسط واعظم ایشان
درمنت باید شناخت امر ملت مشابہت
تمام دارد بدیوارے کہ ہر خشتِ فوقانی
متفرع بر خشتِ تحتانی است و معتمد است بر
وے تا آنکہ تفحص بأساس رسد ہمچناں ہر
قرنِ متاخر مستمد است از قرنِ متقدم و
منت قرنِ متقدم در گردنِ اوست کہ سبب
وصولِ سعادتِ دنیا و آخرت گشتہ در
فکرِ اوّل ہر یکے شیخ خود را مے داند و
کتابے میخواند بعد ازاں سرگروہ خود را مثل
ابوحنیفہؒ بہ نسبتِ حنفیاں و شافعیؒ بہ نسبتِ
شافعیان می نامد و ہمچنین سیّدی عبدالقادرؒ
بہ نسبتِ قادریان و خواجہ نقشبندؒ بہ نسبتِ
نقشبندیاں وخواجہ معین الدّینؒ چشتی
بہ نسبتِ چشتیاں باز سلاسلِ این
بزرگان منتہی مے شود بجُنید بغدادیؒ
ومعاصرانِ وے و ہمچنین قرّاء سبعہ
در قرارت و شیخ ابوالحسن اشعریؒ در
علمِ کلام و ثعلبیؒ و واحدیؒ وامثالِ ایشان
در تفسیر و محمد بن اسحٰقؒ در علمِ سیرت و علیٰ
ہٰذا القیاس آزیں مقام اندکے بیشتر باید رفت
وتأمل دراں باید کرد کہ ایں جماعہ ہر چند بجمعِ
علم و بہم آوردنِ انچہ پراگندہ بود از جماعہ
کثیر اخذ نمودہ بودند متصف اند اما ہر چہ
آوردہ اند از سلف آوردہ اند انچہ ماخوذ از سلف

ہے درمیانی واسطوں کو اور (ملت کو صاحب نعمت بنانے میں)
سب سے بڑا احسان جن واسطوں کا ہے ان کو پہچاننا چاہیے۔
(سمجھ لو) کہ امرِ ملت اس دیوار کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا
ہے جس کی ہر اوپر والی اینٹ متفرع ہے نیچے والی اینٹ
پر اور اسی پر سہارا لینے والی ہے۔ اسی طرح نوبت بنیاد تک
پہنچ جائے گی۔ اسی طرح ہر بعد والے قرن کو اُس سے پہلے
قرن سے مدد پہنچتی رہی ہے اور اس پہلے قرن کا احسان اُس
کی گردن میں پڑا ہوا ہے جو کہ دنیا و آخرت کی سعادت کے
ملنے کا سبب بنا ہے۔ فکر کے پہلے مرحلہ میں ہر ایک اپنے
شیخ (یعنی اُستاد) کو اور اس کتاب کو جو اُس سے پڑھتا
تھا جانتا ہے۔ اس کے بعد اپنے سرگروہ (مقتدا) کا جیسے
ابوحنیفہؒ بہ نسبت حنفیوں کے اور شافعیؒ بہ نسبت شافعیوں
کے، نام لیتا ہے۔ اور اسی طرح سیّدی عبدالقادر (جیلانیؒ)
بہ نسبت قادریوں کے اور خواجہ (بہاءالدّین) نقشبندؒ بہ نسبت
نقشبندیوں کے اور خواجہ معین الدّین چشتیؒ بہ نسبت
چشتیوں کے۔ پھر ان بزرگوں کے سلسلے منتہی ہوتے
ہیں جُنید بغدادیؒ اور ان کے معاصرین پر۔ اور اسی
طرح قرارت میں قرّاء سبعہ اور علم کلام میں شیخ ابوالحسن
اشعریؒ اور تفسیر میں ثعلبیؒ اور واحدیؒ اور ان جیسے حضرات
اور علم سیرت میں محمد بن اسحٰقؒ اسی پر دیگر علوم کے ائمہ کو
قیاس کر لیا جائے۔ اب اس مقام سے ذرا اور آگے چلنا چاہیے اور
اس میں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس جماعت کے حضرات اگرچہ
علم کے جمع کرنے اور بکھرے ہوئے علم کو جماعتِ کثیر سے حاصل
کر کے اکٹھا کرنے سے متصف ہیں مگر جو کچھ بھی لاتے ہیں سلف
ہی سے لاتے ہیں۔ سلف سے جو کچھ ماخوذ ہے وہ بمنزلہ

است بمنزلہ لوح است و تحقیقاتِ خود ایشاں از قبیلِ تفسیر مجمل و الحاق الشیٔ بالشیٔ لامرٍ جامعٍ و جمع آنچہ پراگندہ بود و بمنزلہ نقش بر لوح است و طبقۂ اُولیٰ را از وسایط می باید شناخت و منّتِ ایشاں برگردن تمام اُمت اعتقاد باید کرد. باز توسط بانواع بسیار می باشد بروایت کردن از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و بنصب علماء در ہر شہرے تا روایتِ حدیث کنند و ترغیب قوم براں و تہیہ اُمورے کہ باآں گرفتنِ علم سہل گردد مثل بنائے مدارس و تعہد حالِ طلبہ و توقیر ایں جماعۂ و مانندِ آں ہر حرکتے را ازیں حرکات در نشرِ علم و شیوع اسلام در اقطار ارض دخلی ہست چوں ایں کلام مجمل بخاطر نشست اندکی مفصل تر نگاریم تا معرفتِ وسائط علمِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسان گردد و آنچہ گفتہ شود دستورے باشد برای شناختنِ آنچہ نگفتہ باشم۔

اعظم میراثے کہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ اُمتِ مرحومہ رسید قرآنِ عظیم است و آں تا آخر زماں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجموع در مصاحف نبود مثل آنکہ امروز منشی منشآتِ خود را یا شاعرے قصائد و مقطعاتِ خود را در بیاضہا وسفینہا در دستِ جماعہ متفرقہ گزاشتہ از

تختی کے ہے اور ان کی خود اپنی تحقیقات بطور تفسیر مجمل کے ہے اور ایسی ہے جیساکہ ایک امر جامع کے لئے ایک شئ کا دوسری شئ کے ساتھ الحاق کر دیا جاتا ہے اور منتشر چیزوں کو ایک جگہ کر دیا جاتا ہے اور یہ سب اس لوح پر نقوش کے مرتبہ میں ہیں۔ اور طبقۂ اُولیٰ کو درمیانی طبقات سے پہچان لینا چاہیئے اور ان کے احسان کا تمام اُمّت کی گردن پر ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ واسطہ بننے کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے سے اور ہر شہر میں علماء کے تقرر سے تاکہ حدیث کی روایت کریں اور قوم کو اُس کی جانب رغبت دلائیں اور ایسے امور کی تیاری کہ جن کے ذریعہ سے علم کا حاصل کرنا آسان ہو جائے جیسے مدرسوں کا قائم کرنا اور طلبہ کے حال کی خبرگیری کرتے رہنا اور اس جماعت کی عزت کرنا اور اس کے مانند ان حرکات میں سے ہر ایک حرکت کا زمین کے تمام اطراف میں علم کے پھیلانے اور اسلام کی اشاعت میں خاص دخل ہے۔ جب یہ اجمالی کلام دل میں بیٹھ گیا تو اب ہم چاہتے ہیں کہ اس سے کچھ زیادہ مفصل لکھ دیں تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے واسطوں کی معرفت آسان ہو جائے اور جو کچھ کہا جاتے وہ ایک معیار بن جائے اُن چیزوں کی شناخت کے لئے جو ہم نے ذکر نہ کی ہوں۔

سب سے بڑی میراث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمّت مرحومہ کو پہنچی ہے قرآن عظیم ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ تک مصاحف میں یک جائی نہ ہوتا تھا جیساکہ آج کوئی انشاء پرداز اپنے اعلیٰ مضامین کو یا کوئی شاعر اپنے قصائد اور قطعات کو بیاضوں میں اور مکتوبات کو متفرق لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر دُنیا سے چلا جائے

عالم رود بمنزلۂ عصافیر اگر اندک بادی بجنبد شذر مذر از ہم متفرق شوند ہمچنیں ایں منشآت وقصاید برشرف تلف باشند اگر آں کاغذہا را آب برسد یا دروے آتش بگیرد یا حاملِ آں بمیرد ومانندِ اَمسِ ذاہب نابود گردد شاگردے رشید از میانِ یارانِ آں عزیز کمرِ ہمت بر بندد وآں ہمہ را بہ ترتیبے مناسب جمع کند ونسخہائے بسیار سازد و تصحیح کامل بکار برد ودر عالم متفرق گرداند پس منّت ایں شاگردِ رشید بر گردنِ آنانکہ ازاں منشآت واشعار مستفید شوند ثابت است۔ بہمیں دستور از محمد بن الحسن بر ہر کہ حنفی است منّتے ثابت است و از بُوَیطی بر ہر کہ شافعی است منّتے در گردن وآیں جمع در مصاحف ہماں است کہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ بروے منطبق شد و اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ مُبَشِّر باوست اوّل حرکت دریں امر از صدیقِ اکبرؓ بالتماسِ حضرت فاروقؓ بحکم شرح صدرے کہ وے راآں مخصوص ساختہ بودند واقع شد بعد ازاں فاروقِ اعظمؓ سعیہا بکار برد و در مواضع مشکلہ مباشرِ کشفِ شبہ گشت و حمل کرد مردم را بر اخذِ آں بعد ازاں ذی النّورین

جو کہ اُن چڑیوں کے مانند ہوں گی کہ اگر تھوڑی تیز ہَوا چل جائے تو سب اِدھر اُدھر متفرق ہوجائیں۔ اسی طرح وہ مضامین اور قصائد بربادی کے کنارے پر ہوں گے کہ اگر اُن کاغذوں پر پانی پہنچ جائے یا اُن میں آگ لگ جائے یا جس کے قبضہ میں ہیں وہ مرجائے تو گزشتہ کل کی طرح نابود اور غائب ہوجائیں۔ اگر ایک شاگردِ رشید اس عزیز (ادیب اور شاعر) کے مصاحبوں میں سے کمرِ ہمت باندھے اور اُن سب کو ایک مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کرے اور اس کی نقلیں کراکر بہت سے نسخے تیار کرکے اور کامل تصحیح کا اہتمام کرے اور ان کو عالم میں شائع کردے تو اس شاگردِ رشید کا احسان اُن سب لوگوں کی گردن پر ہوگا جو ان مضامین واشعار سے استفادہ کریں گے۔ اسی دستور کے مطابق محمد بن حسنؒ کا احسان ہر اس شخص پر جو حنفی ہے اور بُوَیطی کا احسان ہر اس شخص پر جو شافعی ہے ثابت ہے اور اُن کی گردنوں پر ہے۔ اور یہ قرآن کا مصاحف میں جمع کرنا وہی ہے جس پر اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (ہم یقیناً اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) منطبق ہے اور اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ (اور یقیناً ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کرنا اور اس کو پڑھوانا) اسی کی بشارت دینے والا ارشاد ہے۔ اس بارے میں پہلی سعی صدیقِ اکبرؓ سے واقع ہوئی جو حضرت فاروقؓ کے عرض کرنے سے جس پر اُن کو اسی درجہ کا شرحِ صدر (یعنی اطمینانِ قلب) ہوا تھا جو ان کے ساتھ مخصوص تھا انھوں نے شروع کردی تھی۔ اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ بڑی کوششوں کو کام میں لائے اور جن مقامات میں کچھ اشکال پیدا ہوتا تھا اُن شبہات کو حل کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور اُس کی نقول لینے پر لوگوں کو اُبھارا۔ اس کے بعد

نسخہا نویسانیدہ در آفاق فرستاد وغیر آں را محو ساخت بعد ازاں اُبیّ بن کعبؓ و عبداللہ بن مسعودؓ و علی مرتضےٰؓ و ابنِ عباسؓ در اقراءِ آں سعی بلیغ بکار بردند و ایں قرآن مجموع در مصاحف متلوٌ بر السنہ کہ الحال در مشرق و مغرب منتشر ست ثمرہ مساعی جمیلۂ ایشان است باز قرآن در بعض مواضع کہ اجمال داشت ایں بزرگواران آہستہ آہستہ بتقریباتِ شتّیٰ متصدّی کشفِ آں اجمال گشتند بعدِ ایشان ابنِ عباسؓ متوجہ حلِّ لغتِ قرآن شد و ذکر اسباب نزول نمود دیگراں قدم بر قدم او رفتند تا آنکہ تعددِ نسخہا بہم رسید ثعلبی وغیر او آں ہمہ را جمع ساختہ تفسیرہا تصنیف کردند ہیچ میدانی کہ بہترین خدمتِ قرآن کدام است آنکہ در اوّلِ نزولِ قرآن از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال ما یتعلق بہ کردہ باشند تا بر حسبِ آں وحی دیگر فرود آمد چنانکہ صدیقِ اکبرؓ در آیۃ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ سوالے آورد علمِ شریفے را سر داد کہ اَمَّا اَنْتَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِی الدُّنْيَا حَتّٰی تَلْقَوُا اللهَ وَلَيْسَ لَكُمْ ذُنُوْبٌ وَاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَيُجْتَمَعُ ذٰلِكَ لَهُمْ حَتّٰی يُجْزَوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اخرجہ الترمذی و فاروقِ اعظمؓ در آیتِ مجملہ تحریم خمر گفت

ذی النورینؓ نے بہت سے نسخے لکھوائے اور اطراف میں بھیجے اور اُن کے خلاف جو لکھے ہوئے تھے اُن کو محو کرادیا۔ اُس کے بعد اُبیّ بن کعبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور علی مرتضیٰؓ اور ابنِ عباسؓ نے اُس کو پڑھانے میں بڑی بڑی کوششیں فرمائیں اور یہ قرآن جو مصاحف میں جمع ہے جس کی زبانوں سے تلاوت کی جاتی ہے جو آج مشرق اور مغرب میں نشر ہو رہا ہے، یہ ان ہی اکابر کی قابلِ قدر مساعی کا ثمرہ ہے۔ پھر قرآن کے جو بعض مواقع ایسے تھے کہ وہ اجمال رکھتے تھے ان بزرگوں نے مختلف تقریبات پر اُس اجمال کو کھول دینے کا اہتمام کیا اُن کے بعد ابنِ عباسؓ حلِّ لغاتِ قرآن کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے اسبابِ نزول کا ذکر کیا، دوسرے لوگ بھی ان کے قدم بقدم چلے یہاں تک کہ (تفسیر کے) متعدد نسخے بہم پہنچ گئے، ثعلبیؒ اور دوسرے لوگوں نے ان سب کو جمع کرکے تفسیریں تصنیف کردیں، کیا تم جانتے ہو کہ قرآن کی بہترین خدمت کونسی ہے؟ وہ یہ ہے کہ اوّل نزولِ قرآن کے بارے میں (یعنی نازل شدہ آیات کے پیشِ نظر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُن باتوں کا سوال کیا جائے جو اُن سے متعلق ہوں تاکہ اس کے مناسب دوسری وحی نازل ہو جیسا کہ صدیقِ اکبرؓ اس آیت مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (جو شخص بُرا کام کرے گا اُس کا بدلہ اُس کو دیا جائے گا) کے متعلق سوال لیکر آئے (جسکے نتیجہ میں) ایک علمِ شریف ظاہر ہو گیا (آپؐ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا) کہ ہے تم اور سب مومنین تو تم کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائیگا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملوگے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ رہے دوسرے لوگ تو ان کے گناہ جمع کئے جاتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا بدلہ اُن کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے۔ اور فاروقِ اعظمؓ نے تحریمِ خمر کی مجمل آیت کے بارے میں دُعا کی

اللہم بَیِّنْ لنا بیانً شفاءً تارفتہ رفتہ
اجمال بہ تفصیل انجامید و پردہ برانداختہ
شد و بعد قرآنِ عظیم اصل دین و سرمایۂ
یقین علمِ حدیث است و توسط کبراء امت
درمیانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
و امتِ او در علمِ حدیث بچند وجہ تواند بود
یکے آنکہ روایت کنند حدیث را و بآفاق فرستند
مضمونِ آن را دیگر آنکہ استخراج نمایند آں را
از حاملِ آں یعنی در مسئلۂ نازلہ خلیفہ وقت جمع
کند صحابہ رض را و بگوید کسے ہست درمیانِ شما کہ
در فلاں مسئلہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
حدیثے یاد داشتہ باشد و تکرارِ این سوال بحدے
رساند کہ حاضران بگوشِ خود شنوند و غائباں
را خبر رسد تا حاملِ حدیث مشخص شود
و اگر متفرد شدہ باشد استبراء کنند از
شبہ تا حدیث محلِ اعتماد گردد چنانکہ صدیق
اکبر رض درمیراث جدّہ و فاروقِ اعظم رض درباب
غرّہ تحقیق فرمودند سوم آنکہ علماءِ صحابہ رض
را در آفاق فرستند و ایشاں را امر نمایند
بہ روایتِ حدیث و مردماں را حمل کنند براخذِ
ایشاں چنانکہ فاروقِ اعظم رض عبداللہ بن مسعود رض
را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقِل بن یسار و
عبداللہ بن مغفّل و عمران بن حصین را
بہ بصرہ و عبادۃ بن صامت و ابودرداء
را بہ شام و معاویۃ بن ابی سفیان کہ

کہ اے اللہ بیان کر دیجئے ہمارے لئے (اس حکم کے بارے میں)
شافی یعنی مفصّل بات۔ تاآنکہ رفتہ رفتہ اُس اجمال کی تفصیل
نازل ہوگئی اور پردہ ہٹا دیا گیا۔

اور بعد قرآنِ عظیم کے جو دین کی اصل اور ایمان کا بڑا سرمایہ
ہے وہ علمِ حدیث ہے اور بزرگانِ اُمّت کا واسطہ بننا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت کے درمیان چند
صورت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ پہلی یہ کہ حدیث کو روایت کریں
اور اس کے مضمون کو چاروں طرف بھیجیں۔ دوسری صورت
یہ ہے کہ جس کے پاس حدیث موجود ہو اُس سے نکلوائیں یعنی
کسی پیش آمدہ مسئلہ کے موقع پر خلیفۂ وقت صحابہ رض کو جمع
کرے اور کہے کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ فلاں مسئلہ کے
بارے میں اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث
یاد ہو۔ اور اس سوال کو بار بار کرکے اس تک پہنچا دے
کہ جس قدر لوگ موجود ہوں وہ اپنے کانوں سے سُن لیں
اور جو موجود نہیں ہیں اُن کو خبر پہنچ جائے تاکہ جس کے
پاس ایسی حدیث موجود ہو وہ پہچانا جائے اور اگر وہ متفرّد
(یعنی اکیلا) ہو تو شبہ کی صفائی بھی پیش کرے تاکہ حدیث
قابلِ اعتماد ہو جائے جیساکہ صدیقِ اکبر رض نے دادی کی میراث
کے بارے میں اور فاروقِ اعظم رض نے ایک بَردے کے بارے
میں تحقیق کی تھی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ علماءِ صحابہ رض کو چاروں
طرف بھیجیں اور ان کو روایتِ حدیث کا حکم دیں اور لوگوں کو
اُن سے حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دیں جیساکہ فاروقِ
اعظم رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ
میں بھیجا اور معقِل رض بن یسار اور عبداللہ رض بن مغفّل اور عمران رض بن
حصین کو بصرہ میں اور عُبادہ رض بن صامت اور ابو درداء رض کو

امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیثِ ایشاں تجاوز نکنند چہارم آنکہ طریق روایت آموزند و احتیاط دراں باب فرمایند پنجم آنکہ عمل کنند بر حدیثے علانیہ تا آں حدیث مجمع علیہ گردد و عملِ خلفاء مصحح آں روایت باشد در بسیارے از احادیث خواندہ باشی فَعَلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر ششم آنکہ حدیثے کہ زیادہ است بر کتاب اللہ مثلِ حدیثِ ایمان بالقدر و حدیثِ معراج و حدیث عذابِ قبر وغیر آں بر سر منابر اشارہ بآں حدیث فرماید کہ فلاں حدیث و فلاں حدیث از انجملہ ست کہ ایمان براں واجب است ہرچند آں را در کتاب اللہ نیابند ایں روایت آں ہمہ احادیث است اجمالاً و تصحیح و تقویتِ آنست و افادہ آنکہ از قبیلِ ضروریاتِ دین شدہ است ہفتم آنکہ مضمون احادیث در خطب خود ارشاد فرمایند تا اصل حدیث بآں موقوف خلیفہ قوت یابد یاراں کہ بغورِ سخن نمی رسند در بند آنکہ در متفق علیہ از حضرتِ صدیق رض صحیح نہ شد مگر شش حدیث واز فاروقِ اعظم رض بصحت نہ رسید مگر قریب ہفتاد حدیث ایں را نمی فہمند و نمی دانند کہ حضرت فاروق رض تمام علم حدیث را

شام میں۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو جو کہ امیر شام تھے ایک بلیغ تنبیہ نامہ بھیجا کہ ان حدیثوں سے کبھی تجاوز نہ کریں۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ طریقِ روایت سکھائیں اور اس بارے میں احتیاط کی ہدایت فرمائیں۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ کسی حدیث پر علانیہ عمل نہ کریں تا آنکہ وہ حدیث متفق علیہ ہو جائے اور اُس روایت کا مصحح خلفاء کا عمل بنے۔ تم نے بہت سی احادیث میں یہ پڑھا ہوگا فعل ذٰلک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور ابوبکر رض و عمر رض نے) چھٹی صورت یہ ہے کہ ایسی حدیث جو کتاب اللہ پر اضافہ کرتی ہے جیسے ایمان بالقدر کی حدیث اور معراج کی حدیث اور عذابِ قبر کی حدیث وغیرہ ایسی حدیثوں کی طرف منبروں پر بیٹھ کر اشارہ فرمائیں کہ فلاں حدیث اور فلاں حدیث ان احادیث میں سے ہیں جن پر ایمان لانا واجب ہے اگرچہ ان کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ یہ ان سب احادیث کی اجمالی روایت ہے اور اُن کی تصحیح اور تقویت اور اس امر کا افادہ کرنے کے لئے کہ (ان احادیث میں جو باتیں مذکور ہیں) وہ سب ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ ساتویں صورت یہ ہے کہ احادیث کے مضمون کو اپنے خطبوں میں ارشاد فرمائیں تاکہ اصل حدیث خلیفہ کی اس حدیث موقوف سے قوت پائے۔ جو دوست کہ بات کی گہرائی تک نہیں پہنچتے وہ اس قید میں ہیں کہ حدیث کی متفق علیہ کتابوں (بخاری اور مسلم) میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف چھ حدیثیں بروایت صحیح ثابت ہوتی ہیں اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے تقریباً ستر احادیث سے زیادہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ اس کو یہ لوگ نہیں سمجھتے اور نہ جانتے ہیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رض نے تو تمام

اجمالاً تقویت داده و اعلان نموده بود قرآن
عظیم و سنتِ اعظمِ علوم و اشدّ آنہا در
احتیاج علم فقہ است و اعظم توسط
کُبرائے اُمّت در میان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم و سائر اُمتِ او در فقہ آنست کہ
طرق اجتہاد را تعلیم فرماید مثلاً بیان کند
ترتیبِ اَدلّہ اربعہ و ترتیب سنّت بر کتاب
و تخصیص عام کتاب بخاص سُنّت و
حلّ مجمل کتاب بہ مفصّلِ سنّت چنانکہ
صدّیق اکبرؓ و عمر فاروقؓ باتم وجہ در بیان
آوردند باز اعظم توسط آنست کہ مسائل
مجتہد فیہ را بسرحد اجماع رساند تا اختلاف
از اُمّت برانداختہ شود و جمیع اُمّت را
بآں مسائل حجت قائم گردد باز اعظم
توسط آنست کہ در مسائل عبادات و مناکحات
و مبایعات، و قضایا و سِیَر در مسائل نازلہ اجتہاد فرماید
و جواب مسئلہ دہے در آفاق مشہور شود و اقاصی و
ادانی بآں راہے ادراک نمایند۔

و بعد فقہ اعظمِ علوم علمِ احسان است
یعنی آنچہ امروز باسم علمِ سلوک مسمّی مے
شود و قوت القلوب و احیاء العلوم در آں
مصنّف شدہ است و اعظم توسط کبرائے
امّت در میان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
و سائر اُمتِ او آنست کہ بزبانِ حال و بزبانِ
قال ہر دو آں علوم را و آں مقامات و احوال را

علمِ حدیث کو اجمالاً قوت پہنچائی ہے اور اعلان کیا ہے۔ قرآنِ
عظیم اور حدیث کے بعد سب علوم سے بڑا اور جس کی طرف لوگوں
کو سخت احتیاج ہے علمِ فقہ ہے اور فقہ میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے درمیان، بزرگانِ اُمّت کے ۔۔۔۔۔
واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ طریقِ اجتہاد کو تعلیم فرمائیں مثلاً
ادلّۂ اربعہ کی ترتیب بیان کریں اور کتاب اللہ پر سُنّت کا مرتّب
ہونا اور کتاب اللہ کے عام کی تخصیص سُنّتِ خاص سے اور
کتاب اللہ کے مجمل کا حل تفصیل بیان کرنے والی حدیث سے
جیسا کہ صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ نے مکمّل صورت کے ساتھ
بیان فرمایا ہے۔ پھر واسطہ بننے کی بڑی صورت یہ ہے کہ جو مسائل
اجتہاد سے حل کرنے کے قابل ہیں اُن کو اجماع کی سرحد میں
پہنچا دیں تاکہ اُمّت سے اختلاف اُٹھ جائے اور تمام
اُمت کے لئے ان مسائل میں حجّت قائم ہو جائے۔ پھر واسطہ بننے
کی بڑی صورت یہ ہے کہ عبادات اور نکاح و طلاق اور خرید
و فروخت کے اور مقدّمات کے فیصلوں اور سیَر کے پیش آمدہ
مسائل میں اجتہاد فرمائیں اور مسئلہ کا جو کچھ وہ جواب دیں وہ
آفاق میں مشہور ہو جائے اور دُور اور نزدیک والے سب لوگ
اس سے راہِ ہدایت حاصل کریں۔

اور فقہ کے بعد سب سے بزرگ تر علم علمِ احسان ہے یعنی وہ
جس کو آج علمِ سلوک کہا جاتا ہے اور قوت القلوب اور احیاء العلوم
جس کے بارے میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تمام اُمّت کے
درمیان ان اکابر کے واسطہ بننے کی یہ صورت ہے کہ زبانِ
حال اور زبانِ قال دونوں سے اُن علوم کی اور ان مقامات
واحوال کی لوگوں کو تعلیم فرمائیں اور ان احباب کو بھی دونوں

بردمان تعلیم فرماید و ترتیب کند یاران را بهر دو زبان دازدے آں علوم در آفاق شہرت گیرند و اقاصی و ادانی ازاں مستفید شوند چنانکہ دریں کتاب باشیاء کثیرہ از حضرت شیخین رض معلوم کردہ باشی و بعد ازیں مراتب علم حکمت است و بیان اخلاق فاضلہ و اضداد آں و تدبیر منازل و سیاست مدن و قواعد کلیہ این فنون بمقتضائے تجربہ و عقل چون این تفصیل را شناختی اکنوں فکر را دراں خوض فرما کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلاد عرب مفتوح شدہ بود نہ بلاد عجم باز در آخر حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی برخاست و صفائی اسلام را مکدر ساخت و بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ آں کدورت متزاید شدن گرفت قیام بقتال مرتدین کہ کرد و فتح فارس و روم راکہ بنیاد نہاد بعد ازاں توغل در فتح فارس و روم از کہ وجود گرفت و اتمام آں در عہد کدام کس واقع شد بحقیقت تمام زمین بمنزلہ مرغے بود کہ سرش عراق و دو جناحش فارس و روم و دو پایش ہند و فرنگ یا ہند و ترکستان چنانکہ ہرمزان پیش حضرت

زبان (یعنی زبان حال و زبان قال) سے تعلیم و افاضہ کے لئے تیار کردیں اور اُن سے وہ علوم دنیا کے سب اطراف میں مشہور ہوں اور سب دُور نزدیک کے لوگ اُن سے فائدہ حاصل کریں جیسا کہ ان کا بڑا حصہ حضرات شیخین رض کے بارے میں جو لکھا جاچکا ہے تم معلوم کرچکے ہو گے۔

اس کے بعد علم حکمت (دانشوری) کے مراتب ہیں اور اخلاق فاضلہ اور ان کے اضداد (اخلاق سیئہ) کا بیان اور گھریلو معاشرت کی درستی اور شہری سیاست کا بیان ہے اور فنون کے قواعد کلیہ بمقتضائے تجربہ و عقل۔ جب تم نے اس تفصیل کو پہچان لیا اب اس میں غور و فکر کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ بلاد عرب مفتوح ہوئے تھے نہ کہ بلاد عجم۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر حیات میں مسیلمہ[1] کذاب اور اسود عنسی (مدعیان نبوت) کا فتنہ اُٹھا اور اس نے اسلام کی صفائی کو مکدر کردیا (یعنی حق کے مقابلہ پر باطل نے ابھرنا شروع کردیا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کہ وہ کدورت اور بڑھنا شروع ہوگئی تو مرتدین سے قتال کے لئے کون کھڑا ہوا اور فارس اور روم کی فتح کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس کے بعد فارس اور روم کی فتح میں پوری جد و جہد کس سے وجود میں آئی اور اس کا اتمام کس شخص کے عہد میں ہوا۔ درحقیقت تمام زمین بمنزلہ ایک مرغ کے تھی جس کا سر عراق اور اُس کے دو بازو فارس اور روم اور دو پاؤں ہند اور فرنگ یا ہند اور ترکستان تھے جیسا کہ ہرمزان نے حضرت

لہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ اس کا بڑا قبیلہ بنو حنیفہ تھا جو مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر رض نے اقدام کرکے اس پر حملہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد مسیلمہ کذاب ہلاک کردیا گیا اور اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ اسود عنسی اسی شب میں مارا گیا جس کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپ نے اسکے قتل کا حال بحوالہ جبرئیل ؑ اصحاب رض کو بتادیا۔ قاصدوں کے ذریعہ سے مدینہ میں تین دن بعد اطلاع پہنچی ۱۲ مترجم

فاروق رض بیان نمود سرِ آں مرغ کہ کوفت و دو بازوئے اورا کہ شکست ہمیں دو پاکہ از دستِ تصرّف ایشاں باقی ماندہ بود تا حال کوفتہ نہ شد و اگر بر تو امرے مشتبہ شود و نہ دانی کہ واسطہ اوّل بلوغ او کدام شخص بودہ است از سہ کس میزانے بدست تو دہیم و آں میزان آنست کہ نظر کنی بجمعے کہ از یک شخص روایت ندارند و اصلاً ہمت خود براخذ علم از وے نگماشتہ اند اگر آں علم درمیانِ ایشان کما ینبغی بیابی بداں کہ واسطہ اوّل مردے دیگر است مثل آنکہ اہلِ شام و اہلِ مصر از حضرت مرتضیٰ رض روایت ندارند باز زہدیات و علمِ سلوک درمیانِ ایشان یافتہ می شود بہ وفور پس بتحقیق مبلغ ایں معانی پیش از حضرت مرتضیٰ رض دیگرے بودہ است فتأمّل پس چوں ایں سہ نکتہ مبین شد نوبتِ آں رسید کہ در مناقبِ خلفاء رض شروع کنیم گوش بآواز باید بود تا در ضمن سردِ قصہ بکدام خصلت اشارہ نمائیم۔

فاروق رض کے سامنے بیان کیا تھا۔ اُس مرغ کا سر کس نے کوٹا اور اُس کے دونوں بازوؤں کو کس نے توڑا۔ صرف یہ دو پاؤں اُن کے دستِ تصرّف سے باقی رہ گئے تھے یہ آج تک نہیں توڑے جا سکے۔ اگر تم پر حقیقت الامر مشتبہ ہو جاتے اور تم کو پتہ نہ چلے کہ سب سے پہلا واسطہ (علمِ احسان وغیرہ کے اُمّت تک) پہنچنے کا ان دو تین شخصوں میں سے کون تھا تو ہم ایک میزان تمہارے ہاتھ میں دیتے ہیں (جس سے تم خود معلوم کرسکو گے) اور وہ میزان یہ ہے کہ تم ایک ایسی جماعت پر نظر کرو جس کے پاس ایک شخص کی کوئی روایت نہیں اور اس جماعت کے لوگوں نے کبھی کوئی کوشش اور قصد نہیں کیا اُس شخص سے علم حاصل کرنے کا۔ اگر تم اُس علم کو اُن لوگوں کے درمیان (کامل طور پر) جیسا کہ ہونا چاہیئے پاؤ تو سمجھ لو کہ واسطۂ اوّل (اس شخص کے علاوہ) کوئی دوسرا ہی شخص تھا مثلاً یہ بات کہ اہلِ شام اور اہلِ مصر حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں رکھتے اور پھر زہد کے اوصاف اور علم سلوک کامل طور پر اُن کے درمیان پایا جاتا ہے تو (تم اس سے یہ سمجھ سکتے ہو کہ) درحقیقت ان معانی کا ان تک پہنچانے والا حضرت مرتضیٰ رض سے پہلے کوئی اور ہی تھا۔ اس پر غور کرو۔ اب کہ یہ تین نکتے واضح کردیئے گئے اب اس بات کی نوبت آپہنچی کہ ہم حضرات خلفاء رض کے مناقب شروع کردیں۔ آپ کو گوش برآواز رہنا چاہیئے کہ کسی قصہ کے بیان کرنے میں ہم کس خصلت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مناقبِ جمیلہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

أمّا ماٰثر جمیلہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پس ازانجملہ براعتِ نسب اوست مصعب
زبیری نسّابہ گفتہ است اِنما سمّی ابوبکر عتیقًا
لانہ لم یکن فی نسبہ شیٔ یعاب بہ کذا فی الاستیعاب (علم نسب)
و آنکہ از اشرافِ قریش بود و اصحاب وجاہت
میانِ ایشاں زُبیر بن بکّار گفتہ است
ان ابابکر احدُ عشرۃٍ من قریشٍ اتّصل بہم
شرفُ الجاہلیۃ بشرفِ الاسلام وکان الیہ
امرالدّیات والغُرم (تاوان) و فی الاستیعاب کان
فی الجاہلیۃ وجیہًا رئیسًا من رؤساء قریش
والیہ کانت الِاشْنَاقُ فی الجاہلیۃ و
معنی اِشناق آنست کہ چوں قتلے واقع
می شد و فتنہ درمیان قبیلہ قاتل و
قبیلہ مقتول برمی خاست ابوبکر صدیق رضؓ کفیلِ
دیت می شد و آں فتنہ را فرد می نشاند
اگر دیگرے کفیل می شد اعتداد نمی کردند
و فتنہ تسکین نمی یافت محمد بن اسحٰق
گفتہ وکان ابوبکر رجلًا مآلفًا
لقومہ محبّبًا سہلًا وکان انسبَ
قریش لقریشٍ و اعلمَ
قریش بہا و بما کان

ان میں ایک آپ کے نسب کا بے داغ ہونا ہے۔ مصعب زبیری نسّابہ (ماہرِ انساب) کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ کو "عتیق" کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ ان کے نسب میں ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے۔ ایسا ہی استیعاب میں ہے۔ اور یہ کہ وہ اشرافِ قریش میں سے اور اُن کے درمیان صاحبِ وجاہت تھے۔ زبیر بن بکّار کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ قریش میں کے اُن دس آدمیوں میں سے ایک تھے جن کا شرفِ جاہلیت (یعنی شرف زمانہ قبل از اسلام) شرفِ اسلام سے متصل ہو گیا (یعنی جاہلیّت سے اسلام تک اُن کو برابر شرف حاصل رہا) اور (جاہلیت میں) خونبہا اور تاوانوں کا معاملہ ان ہی کی طرف رجوع ہوا کرتا تھا۔ اور استیعاب میں لکھا ہے کہ جاہلیت میں ذی اثر تھے اور رؤساءِ قریش میں کے ایک رئیس تھے اور اِشناق کا معاملہ دَورِ جاہلیت میں اُن ہی سے متعلّق تھا۔ اور اِشناق کے معنے یہ ہیں کہ جب کوئی قتل واقع ہوتا تھا اور قاتل کے قبیلہ اور مقتول کے قبیلے کے درمیان کوئی فتنہ اُٹھتا تھا تو ابوبکر صدّیق رضؓ خونبہا کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے اور اس فتنہ کو دبا دیا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص کفالت کرتا تو لوگ اس کو کسی شمار میں نہیں سمجھتے تھے اور فتنہ فرو نہیں ہوتا تھا۔ محمد بن اسحٰق رحؒ کا قول ہے کہ ابوبکر رضؓ ایک ایسے شخص تھے جن کی ذات پر قوم جمع ہو جاتی تھی قوم کے محبوب تھے باوقار تھے اور قریش کے نزدیک قریش میں کے عالی نسب اور قریش میں ... سب سے زیادہ نسب کے جاننے والے

فیہا من خیر و شر وکان رجلاً تاجراً ذا خلق و
معروف وکان رجال قومہ یأتونہ و یألفونہ
لغیر واحد من الامر لعلمہ و تجارتہ وحسن مجالستہ
الحدیث تا آنجا کہ انس رض گفت در قصہ ہجرت
و ابو بکر شیخ معروف و رسول اللہ صلے
اللہ علیہ و سلم شاب لایعرف اخرج
البخاری۔ و از انجملہ آنست کہ قوتِ
عاقلہ و عاملہ او پیش از اسلام
بمقدار متیسر دراں زمان کارہائے
خویش کردہ بودہ اند الحال آنچہ
در دستِ مردم است از انساب قریش
مأخوذ از زبیر بن بکار است و
وے آں را از مصعب زبیری اخذ
کردہ است و وے بواسطہ از جبیر بن
مطعم و وے از صدیق اکبر رض
و آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم
در قصہ حسان بن ثابت و جواب وے
ہجائے قریش را تقریر این علم برائے
حضرت صدیق رض فرمود قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لحسان کیف تہجوہم و
انا منہم و کیف تہجوا باسفیان و ہو
ابن عمی فقال واللہ لاسلنک منہم کما
تسل الشعرۃ من العجین فقال لہ ایت
ابا بکر فانہ اعلم بانساب القوم منک
فکان یمضی الی ابی بکر لیقفہ علی انسابہم

تھے اور نسب کی اچھائی اور برائی سے خوب واقف تھے اور
وہ ایک تاجر تھے صاحب خلق اور صاحب خیر اور ان کی
قوم کے لوگ ان کے پاس آتے تھے اور ان سے الفت کرتے
تھے کسی ایک آدھ خوبی کی وجہ سے نہیں (بلکہ ان کی جامعیت
کی بنا پر یعنی) ان کے (ہر قسم کے) علم کی وجہ سے اور تجارت
کی وجہ سے اور ان کے بہترین مجلسی اخلاق کی وجہ سے۔ آخر
حدیث تک۔ یہاں تک کہ انس رض نے قصہ ہجرت میں یہ کہا کہ" اور
ابو بکر رض ایک ایسے شیخ تھے جو عام طور پر جانے پہچانے تھے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے جوان تھے جن کو (عام طور سے)
نہیں پہچانا جاتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ ان کی قوتِ عاقلہ و قوتِ عاملہ اسلام سے پہلے
بھی جس قدر آسانی سے کر سکتی تھی اس زمانہ میں اپنے کام کرتی
رہی ہے۔ اب جو کچھ انساب قریش کا علم لوگوں کے ہاتھ میں ہے
وہ ماخوذ ہے زبیر بن بکار سے اور انھوں نے یہ علم مصعب زبیری
سے لیا اور انھوں نے ایک واسطہ سے جبیر بن مطعم سے اخذ کیا
اور انھوں نے صدیق اکبر رض سے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے حسان بن ثابت رض کے قصہ میں اور قریش کی ہجو کا جواب
دینے کے لئے ان کے تیار ہونے کے موقع پر حضرت صدیق رض کے
حق میں اس علم (انساب میں) پختگی کا ذکر فرمایا (یعنی) رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسان رض سے فرمایا کہ تم ان کی ہجو کیسے کروگے
جب کہ میں بھی ان میں سے ہوں اور تم کیسے ہجو کروگے ابو سفیان
کی جب کہ وہ میرے چچا کا بیٹا ہے تو حسان رض نے کہا کہ واللہ میں آپ کو
ان میں سے اس طرح صاف نکال لیجاؤں گا جس طرح گندھے ہوئے
آٹے میں سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔ تو آپ نے حسان رض سے فرمایا کہ تم
ابو بکر رض سے بل لینا وہ قوم کے انساب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں تو وہ

الحدیث اخرجہ ابو عمر فی الاستیعاب۔
و در شعر ید طولے داشت لیکن بعد
اسلام ترک آں کرد کذا فی الاستیعاب۔
و در فصاحت پایہ بلند قال ابو ذویب
شاعر ہذلی فی قصۃ سقیفۃ بنی ساعدۃ
تکلمت الانصار فاطالوا الخطاب
واکثروا الصواب و تکلم ابوبکر فللہ درہ
من رجل لایطیل الکلام و یعلم
مواضع فصل الخطاب واللہ لقد
تکلم بکلام لایسمعہ سامع الا
انقاد لہ ومال الیہ ثم تکلم عمر بعدہ
بدون کلامہ ومد یدہ فبایعہ و
بایعوہ خمر را در جاہلیت برخود حرام کردہ
بود کذا فی الاستیعاب و بت را
گاہے سجدہ نہ کردہ عن الزہری
انہ قال من فضل ابی بکر انہ لم
یشک فی اللہ ساعۃ قط مذکور فی
الصواعق و ابن الدغنہ درمیان
اشراف قریش گفت ان ابابکر
لا یَخرُجُ مثلُہ ولا یُخرَجُ
أ تُخرِجُون رجلاً یَکسِبُ
المعدوم و یصل الرحم
و یحمل الکلّ و یقری الضیف

ابوبکرؓ کے پاس جانے لگے تاکہ وہ قوم کے انساب سے اُن کو واقف کردیں۔ آخر حدیث تک۔ اس کو ابو عمرؓ نے استیعاب میں روایت کیا۔ اور آپ شاعری میں بڑی قدرت رکھتے تھے لیکن اِسلام کے بعد اس کو ترک کردیا۔ استیعاب میں ایسا ہی لکھا ہے اور فصاحتِ کلام میں بلند مرتبہ تھے۔ ابو ذویب شاعر ہذلی نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قصہ میں بیان کیا کہ انصار نے کلام کیا اور انھوں نے تقریر کو طول دیا اور بہت کچھ (اپنی) بھلائیاں ذکر کردیں اور ابوبکرؓ نے تقریر کی تو سبحان اللہ کیا کہنے اس شخص کے حُسنِ بیان کے کہ وہ کلام کو طول نہیں دے رہے تھے اور کلام کے فیصلہ کُن مواقع پر رُکنے کو خوب جانتے تھے۔ واللہ اُنھوں نے ایسے کلام کے ساتھ تکلم کیا کہ اس کو جو سُننے والا سُنے اُن کی اطاعت پر تیار اور ان کی طرف راغب ہوجاتے پھر اُن کے بعد عمرؓ نے کلام کیا جو اُن کے کلام سے کمتر تھا اور اُن کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اُن سے بیعت کی اور سب لوگوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ آپ نے جاہلیت کے دَور میں ہی شراب کو اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا (استیعاب)، اور آپ نے بتوں کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ اور زُہریؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انھیں اللہ (کی ذات و صفات کمال) کے بارے میں کبھی کسی ساعت میں بھی شک نہیں ہوا۔ یہ مذکور ہے صواعق میں اور ابن الدُّغنہ نے اشرافِ قریش کے درمیان کہا کہ ابوبکرؓ جیسا شخص نہیں نکلے گا اور نہیں نکالا جاسکے گا کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو ناداروں کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے اور

؎ دغنہ انکی ماں کا نام تھا دال کے پیش اور غین کے سکون کے ساتھ یہ اسی نسبت سے مشہور ہوئے۔ ان کا نام ربیعہ بن رفیع ہے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنے امن میں لیا تھا۔ جب کہ قریش انکو مکہ سے نکالنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

ویعین علی نوائب الحق بمثل آنچہ
حضرت خدیجہ رض در وصف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بیان نمود ہیچکس از قریش
دم انکار نتوانست زد وازانجملہ آنست کہ
پیش از اسلام بہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم طریق محبت و فدائے ورزید در قصہ
توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بجانب شام ہمراہ عم خود ابوطالب باز
رجوع آنحضرت بموجب تاکید راہب
مذکور است وبعث معہ ابوبکر بلالاً وزودہ
الراھب من الکعک والزیت رواہ الترمذی
وحسنہا والحاکم وصححہا بعض یاران کہ بفہم سخن
نمی رسند بملاحظہ صغر سن صدیق اکبر رض دراں
وقت وآنکہ اشترائے بلال رض جز این
نیست کہ بعد اسلام بودہ است در
تردد افتادہ اند فقیر میگوید گویا
ایشاں قصہ بجمع از اذکیاء کہ مصدر
حرکات عجیبہ شدہ اند در ایام صغر سن
نشنیدہ اند واز کجا کہ دراں وقت بلال رض
مملوک حضرت صدیق رض نہ بود جائز است کہ
بلال رض را بطریق اجارہ یا عاریت ہمراہ
گرفتہ باشد بلکہ این احتمال قریب
است زیرا کہ بلال رض مملوک بنی جمح بود
وایشان ہمسایگان حضرت صدیق رض بودند
وبا ایشان معاملہا ومواساۃ ہا داشت

رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے اور تھکے ماندوں کو
سواری پر بٹھاتا ہے اور مہمانوں کی مہمانداری کرتا ہے اور حادثوں
(یعنی معاملات) میں جو حق پر ہوتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔" جیسا
کہ حضرت خدیجہ رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بیان
کیا تھا۔ تو کوئی شخص قریش میں سے انکار کی جرأت نہ کر سکا۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قبل از اسلام ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ طریق محبت و فدائیت اختیار کئے ہوئے تھے۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ
سفر شام کی روانگی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بموجب
تاکید راہب واپسی کے قصہ میں مذکور ہے۔" اور ان کے ساتھ ابوبکر رض
نے بلال رض کو بھیجا اور راہب نے بطور زاد راہ کلچے اور زیت
دیا۔ اس کو روایت کیا ترمذی نے اور حسن کہا اور حاکم نے روایت
کیا اور صحیح کہا۔ بعض دوست جو بات کی حقیقت کو نہیں سمجھتے
اُس زمانہ میں حضرت صدیق رض کی کم عمری کے پیش نظر اور اس بات
سے کہ بلال رض کو خریدنے کا واقعہ اسلام کے بعد ہی کا ہے تردد
میں پڑ گئے۔ فقیر کہتا ہے کہ گویا اُن لوگوں نے کوئی قصہ بہت سے
اذکیاء کی کم سنی کے قصوں میں سے نہیں سُنا جن سے عجیب حرکات
کا صدور ہوا ہے (تو اگر کم عمری کے زمانہ میں حضرت ابوبکر رض نے
آپ کے ساتھ محبت و ہمدردی کا معاملہ کیا تو کیا استبعاد
لازم آگیا) اور اس شبہ کا کیا موقع ہے کہ اس وقت...
حضرت بلال رض حضرت صدیق رض کے مملوک نہیں تھے۔ ہو سکتا ہے کہ
حضرت بلال رض کو بطریق اجارے کے یا (ان کے آقا سے) مانگ کر
یعنی بطور عاریت ساتھ کر دیا ہو۔ بلکہ یہ احتمال قریب ہے کیونکہ حضرت
بلال رض بنی جمح کے مملوک تھے اور وہ حضرت صدیق رض کے ہمسایہ
تھے اور اُن کے ساتھ اُن کے اچھے معاملات اور ہمدردانہ

ومواساتِ حضرت صدیق رض با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیش از نبوت در چندیں قصہ مذکور شدہ یکے ازانکہ صحیح ترین قصص است ذکر کردیم عن میمون بن مہران قال اختلف ابوبکر فیما بینہ و بین خدیجۃ حتے انکحہا ایاہ مذکور نے الصواعق معزوًّ لابی نعیم و ازآں جملہ آنست کہ دراوّل بعثت مسلمان شد و سبقت کرد برہمہ در اسلام و علمائے سیرت دراوّلُ مَنْ اسلم ابوبکرٍ اوعلیٌّ اوخدیجۃُ اختلاف دارند از ہر جانب دلائل قائم کردہ اند و اتفاقِ جمیع حاصل است برآنکہ از احرارِ بالغین کسے بر حضرت صدیق رض سبقت نکردہ و پیش از وے کسے اظہار دینِ خود در قریش نہ نمودہ۔ فقیر اینجا نکتہ دارد و آں این است کہ اوّلیتِ اسلام بجہت آں از مآثر معدود شدہ است کہ حامل شد بر اسلام مردمان و جاذب شد قلوبِ مردم را بسوئے اسلام و بحکم الدالُّ علے الخیر کفاعلہٖ اجرِ جمیع آنانکہ بعد ازوے باسلام درآیند درجریدۂ اعمالِ وے نوشتہ شود و ایں معنی بجز حرٍّ بالغٍ مشہور فی الناس مطاع درمیانِ ایشاں کہ اظہار دینِ خود کند و بجِدِ تمام مردماں را برقبولِ آں آرد میسّر نیست پس از مآثر خاصہ حضرتِ صدیق رض است گو در اولیتِ حقیقیہ اختلاف واقع

تعلقات تھے۔ اور حضرت صدیق اکبر رض کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے زمانہ کے بہت سے ہمدردی کے واقعات مذکور ہوتے ہیں ان میں سے ایک صحیح ترین قصے کا تو ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور میمون بن مہران سے مروی ہے کہا ہے کہ ابوبکر رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خدیجہ رض کے درمیان آمدورفت کرتے رہے یہاں تک کہ انہی کا نکاح آپ سے کرادیا۔ یہ قصہ صواعق میں بحوالہ ابی نُعیم مذکور ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعثت کے شروع میں ہی مسلمان ہوگئے تھے اور اسلام میں آپ نے سب پر سبقت کی تھی اور علماء سیرت اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام ابوبکر رض لاتے یا علی رض یا خدیجہ رض اور ہر جانب سے دلائل قائم کئے گئے ہیں اور سب کا اتفاق اس پر ہوگیا ہے کہ احرار بالغین میں سے کسی نے حضرت صدیق رض پر سبقت نہیں کی اور اُن سے پہلے کسی نے اپنے دین کا اظہار قریش پر نہیں کیا۔ فقیر یہاں ایک نکتہ رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اولیتِ اسلام کو اس وجہ سے محاسن میں شمار کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو اسلام پر اُبھارنے والی ہوتی اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی طرف کشش پیدا کرنے والی ہوتی اور بحکم الدّالُ علے الخیر کفاعلہٖ (خیر کیطرف رہنمائی کرنے والا خیر پر عمل کرنے والے کی مانند ہے) ان تمام لوگوں کا اجر جو اس کے بعد اسلام میں داخل ہونے والے ہیں اس کے نامۂ اعمال لکھا جائے گا اور یہ بات بجز ایسے شخص کے جو آزاد ہو، بالغ ہو، لوگوں میں مشہور ہو اور ذی اثر ہو کہ لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں کہ وہ اپنے دین کا اظہار کرے اور پوری کوشش کے ساتھ لوگوں کو اُس کے قبول کرنے پر آمادہ کرے کسی دوسرے کو میسّر نہیں ہو سکتی، تو اولیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے

شدہ باشد تو ازاں جملہ آنست کہ سبب اسلام
حضرت صدیق رض تنبیہ غیبی بودہ است چند
دفعہ یکے آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
روزے در ایّام جاہلیت زیر سایہ درختے
نشستہ بودم ناگاہ دیدم کہ شاخے ازاں
درخت میل بجانب من کرد چنانکہ بسر
من رسید من دراں می نگریستم و می گفتم این
چہ خواہد بود آوازے ازاں درخت بگوشِ من
رسید کہ پیغمبرے در فلاں وقت بروں خواہد آمد
می باید کہ تو سعادتمند ترین مردمان باشی بوی
گفتم کہ روشن تر بگوے کہ آں پیغمبر کیست و
نام وے چیست گفت محمد بن عبداللہ بن
عبدالمطلب بن ہاشم گفتم وے صاحب و
الیف و حبیبِ من است ازاں درخت عہد
بستدم کہ ہرگاہ وے مبعوث شود مرا بشارت دہی
چوں وے مبعوث شد ازاں درخت آواز آمد
کہ بجدّ باش و اہتمام کن ای پسر ابو قحافہ کہ وحی
بروے آمد سوگند برب موسیٰ ع کہ ہیچکس بر تو در اسلام
سبقت نخواہد گرفت چوں بامداد کردم بسوی رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم رفتم چوں مرا دید گفت اے ابوبکر
ترا بخدای تعالیٰ و رسولِ وے میخوانم گفتم اشھد
انّکَ رسولُ اللہ بعثکَ بالحقِّ سراجاً منیرا۔
پس بوے ایمان آوردم۔

قصہ دیگر آنکہ وے رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ
بسے پیش از بعثتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در

مناقب خاصہ میں سے ہے اگرچہ اولیتِ حقیقیہ میں اختلاف واقع
ہوگیا ہو۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض کے
اسلام کا سبب تنبیہ غیبی ہوئی ہے چند مرتبہ۔ ایک یہ کہ ابوبکر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایّام جاہلیت میں ایک دن میں ایک
درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اُس
درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکنے لگی اتنی کہ میرے سر سے
آگئی اور میں دیکھ رہا تھا میں نے (دل میں) کہا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک آواز اُس
درخت میں سے میرے کان میں پہنچی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت
ظاہر ہوگا تجھے چاہیئے کہ تو سب لوگوں سے زیادہ سعادتمند بنے
(اُس کا ساتھی ہوکر) میں نے اس سے کہا کہ زیادہ واضح بتا کہ وہ
پیغمبر کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ محمد بن
عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا کہ وہ میرا
ساتھی اور دوست اور حبیب ہے۔ میں نے اُس درخت سے
یہ عہد لیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوجائے تو مجھ کو بشارت
دیدینا۔ جب آپ مبعوث ہوگئے تو اُس درخت میں سے آواز
آئی کہ کوشش میں لگ جا اور اہتمام کر لے ابو قحافہ کے
بیٹے کہ اس پر وحی آگئی ہے۔ قسم ہے موسیٰ ع کے رب کی کہ
اسلام میں کوئی تجھ پر سبقت نہ کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچا۔ جب آپ نے
مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے ابوبکر رض! میں تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے
رسول ع کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ " میں گواہی دیتا ہوں
کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق دے کر اور روشن
چراغ بنا کر بھیجا ہے۔" تو میں آپ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا
قصہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ

خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد و بر بام کعبہ اُفتاد و در مکہ ہیچ خانہ نماند کہ ازاں نور چیزے باں در نیامد پس آں انوار ہمہ جمع شدند و یک نور گشتند ہمچنانکہ اوّل بود بخانہ من در آمد و من در خانہ خود را بستم بامداد آنخواب را بیکے از احبار یہود گفتم و تعبیر آں خواستم گفت این از قبیل اَضغاثِ اَحلام (پریشان) است و اعتبارے ندارد چوں روزگارے گزشت در بعضے تجارات بدیر بحورا کہ مسکن بحیرا راہب بود رسیدم و تعبیر آں خواب خود ازوے پرسیدم گفت تو چہ کسے گفتم من مردے ام از قریش گفت خدا تعالےٰ درمیان شما پیغمبرے خواہد برانگیخت و در ایام حیاتِ وے وزیرِ وے خواہی بود و بعد از وفاتِ وے خلیفۂ وے پس چوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث شد مرا باسلام خواند گفتم ہر پیغمبرے را دلیلے بودہ است بر نبوّتِ او و دلیلِ تو چیست گفت دلیلِ نبوّتِ من آں خوابے کہ دیدی و آں حَبر در جوابِ تو گفت کہ آں را اعتبارے نیست و بحیرا گفت تعبیر آں چنین است و چنین من گفتم تُرا کہ خبر کرد گفت جبرئیلؑ گفتم من از تو ہیچ دلیلے دیگر نمی طلبم زیادہ ازین اشہدُ انْ لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد انّک عبدہٗ و رسولہٗ بعد ازاں رسول فرمود صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہیچکس را باسلام دعوت نہ کردم کہ در اوّل توقف و

ایک عظیم نور آسمان سے اُتر کر کعبہ کی چھت پر آپڑا اور مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ باقی رہا کہ اس نور میں سے کچھ اُس میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ پھر وہ انوار سب جمع ہو کر اُن کا ایک نور بن گیا جیسا کہ پہلے تھا اور میرے گھر میں آگیا۔ میں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کو مَیں نے یہ خواب ایک یہودی عالم سے بیان کیا اور تعبیر مانگی۔ اس نے کہا کہ یہ خواب پریشان خیالات کی قسم میں سے ہے اور کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ جب ایک زمانہ گزر گیا تو ایک تجارت کے سلسلہ میں دَیرِ بحورا میں جو بُحیرا راہب کا مسکن تھا، میرا جانا ہوا تو میں نے اس خواب کی تعبیر اُس سے پوچھی۔ بُحیرا نے کہا کہ تو کون شخص ہے؟ میں نے کہا کہ میں قریش میں کا ایک مرد ہوں۔ کہا کہ خدا تعالےٰ تم میں سے ایک پیغمبر مبعوث کرے گا اور تو اُس کے ایامِ حیات تک اُس کا وزیر رہے گا اور اُس کی وفات کے بعد اُس کا خلیفہ ہوگا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپؐ نے مجھے اسلام کی طرف بُلایا تو میں نے کہا کہ ہر پیغمبر کے پاس اُس کی نبوت پر کوئی دلیل ہوئی ہے آپؐ کی دلیل کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میری نبوّت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور وہ حبرؔ (عالم یہود) جس نے تمہارے جواب میں یہ کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور بُحیرا نے کہا کہ تعبیر اُس کی یہ اور یہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپؐ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا کہ جبرئیلؑ نے، میں نے کہا کہ میں آپؐ سے اس سے زیادہ کوئی دلیل اور بُرہان نہیں چاہتا۔ اشہدُ ان لا الٰہ الّا اللہ الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ

تردد نہ کرد مگر ابوبکر کہ چوں وے را دعوت
کردم تصدیق نمود وگفت تو رسولِ خدائی
وے صدیقِ اکبر است رضی اللہ عنہ و ایں
قصہا در کتبِ خصائص مذکور شد و ایں ہمہ
دلالت می کند بر تشبہ جزو عقلی او با جزوِ
عقلی انبیاء ؑ و ازآ نجملہ آنست کہ قریب باسلام
صدیق رضؓ جمعے از نجبائے قریش اسلام آوردند
بدلالتِ حضرت صدیق رضؓ وترغیب او قال ابن
اسحٰق فلما اَسْلَمَ ابوبکرؓ اظھر اسلامہٗ
ودعا الی اللہ عزّ وجلّ والی رسولہٖ صلی
اللہ علیہ وسلم وکان ابوبکرؓ رجلاً مألفا
لقومہٖ مُحَبَّبًا سَھلاً فجعل یدعوا الی الاسلامُ
من وَثِق بہ من قومہٖ ممّن یَغْشَاہ و
یجلس الیہ فاَسلم بدُعائہ فیما بَلَغَنِی[۱۲]
عثمانُ بن عفان والزُّبیرُ بن العَوَّام وعبدالرحمٰن
ابن عوف وسعدُ بن ابی وقاص وطلحۃُ بن
عبید اللہ فجاء بھم الی رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم حین استجابوا
لہٗ و اَسْلَمُوْا وَ صَلُّوْا۔ درینجا
نکتہ باید دانست کہ ایں جماعۃ
نُجباء قریش بودند و ہر یکے اوسطِ
بطنی از بطونِ قریش و در بطنِ
خود تمکن بتمام داشت پس
اسلامِ ایشاں بحقیقت کسر
سَورۃِ کُفر است و برہم زدنِ

سلم نے فرمایا کہ " میں نے کسی شخص کو اسلام کی دعوت نہیں دی کہ اس نے اوّل توقّف و تردّد نہ کیا ہو بجز ابوبکر رضؓ کے کہ جب میں نے اس کو دعوت دی اُس نے تصدیق کی اور کہا آپؐ اللہ کے رسول ہیں، وہ صدیقِ اکبر ہے " (رضی اللہ عنہ)۔ اور یہ قصّے کُتب خصائص دسیَر) میں مذکور ہوتے ہیں اور یہ سب دلالت کرتے ہیں اُن کے جُزوِ عقلی کے تشبّہ پر انبیاءؑ کے جزوِ عقلی کے ساتھ۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کے اِسلام کے قریب بہت سے لوگ شرفاء قریش میں سے حضرت صدیق رضؓ کی رہنمائی اور ترغیب سے اسلام لائے۔ ابنِ اسحاقؒ نے کہا کہ جب ابوبکر رضؓ اسلام لے آئے اور اُنھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا اور اللہ عزّ و جلّ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو دعوت دی، اور ابوبکر رضؓ ایک ایسے شخص تھے جن پر اُن کی قوم جمع ہوتی تھی، ہردل عزیز، نرم خُو تھے تو اُنھوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو دعوت دینا شروع کر دی جو ان سے پُورے طور پر مرتبط تھے اور ان کے گرد و پیش رہنے والے اور ہم مجلس تھے تو اُن کی دعوت سے جن لوگوں کے بارے میں مجھے روایت پہنچی اسلام لائے عثمان بن عفان رضؓ اور زبیر ابن العوّام رضؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ وسعد بن ابی وقّاص رضؓ اور طلحہ بن عبید اللہ رضؓ۔ پھر جب ان لوگوں نے اُن کی دعوت قبول کر لی تو ان لوگوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور نماز پڑھی۔ یہاں ایک نکتہ جان لینا چاہیئے کہ یہ سب لوگ شُرفاء قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک خاندانِ قریش کی شاخوں میں سے کسی شاخ میں مرکزیت رکھنے والا اپنی شاخ میں پورے طور پر با اثر تھا تو ان کا اسلام

حدتِ شرک واوّلِ صورۃ شیوعِ اسلام
اما عثمانؓ اوسط بنی امیہ بود و زبیرؓ
اوسطِ بنی اسد و سعدؓ و عبدالرحمنؓ
اوسطِ بنی زہرہ و طلحہؓ اوسطِ بنی تیم ابن
مرّہ و محمد بن اسحٰق بر ذکرِ ایں جماعۃ
اکتفا کردہ است والّا دیگران ذکر جمعے کثیر
مے نمایند واز انجملہ آنست کہ در
ابتدائے اسلام وغربتِ او چہل
ہزار درہم برائے تقویتِ اسلام و ترفیہِ
مسلمین و خدمتِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم صرف کرد عن ہشام بن عُروۃ
عن ابیہ قال اسلم ابوبکر ولہٗ اربعون
الفًا انفقہا کلّہا علےٰ رسولِ اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم و فی سبیل اللہ اخرجہٗ
ابو عمر والحاکم وایں قصہ را شاہدے است
صحیح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در آخر
ایام خود فرمودہ است اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ
عَلَیَّ فِی مالہ وصحبتہ ابابکر اخرجہ البخاری
وقال ما لِاَحدٍ عندنا یدٌ اِلّا قد کافیناہ ما
خلا ابابکر فانّ لہ عندنا یدًا یکافیہ اللہُ بہا
یوم القیٰمۃ وَمَا نَفَعَنِیْ مالُ اَحدٍ قطُّ ما نفعنی
مالُ ابی بکر اخرجہ الترمذی واز انجملہ آنست کہ
ہفت کس را از غلامانِ قریش کہ در تصدیق و
توحید قدم راسخ داشتند وموالیِ ایشان ایشان
را تعذیب می نمودند خرید کردہ آزاد ساخت

قبول کر لینا درحقیقت کفر کے جوش کا توڑ اور شرک کی تیزی کا
خاتمہ تھا اور اشاعتِ اسلام کی پہلی صورت تھی۔ ان میں سے عثمانؓ
بنی اُمیہ کے مرکز تھے اور زُبیرؓ بنی اسد کے اور سعدؓ اور عبدالرحمنؓ
بنی زہرہ کے، اور طلحہؓ بنی تیم بن مُرّہ کے سربرآوردہ تھے۔ اور محمد بن
اسحٰقؒ نے اس جماعت کے ذکر پر اکتفا کیا ہے ورنہ دوسرے لوگ ایک
بڑی جماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء اسلام
میں اُس کی غربت کے زمانہ میں تقویتِ اسلام اور مسلمانوں کی فائدہ
رسانی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر ابوبکرؓ نے چالیس
ہزار درہم خرچ کئے۔ ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا اس وقت اُن کے پاس
چالیس ہزار تھے جو سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیئے اس کو ابو عمر اور حاکم نے روایت
کیا اور ایک (حدیث) صحیح شاہد ہے اس قصہ کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے آخر ایام میں فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ الخ یعنی
سب لوگوں سے زیادہ احسان مجھ پر مال میں اور صحبت میں ابوبکرؓ
کا ہے۔" اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور فرمایا کہ ہم پر کسی کا
کوئی احسان نہیں جس کی ہم نے مکافات نہ کر دی ہو بجز ابوبکرؓ
کے کیونکہ اس کا ہم پر بڑا احسان ہے جس کا بدلہ قیامت کے
دن اس کو اللہ تعالیٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے کبھی اتنا
نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا۔ اس کو ترمذی
نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ایسے
سات آدمیوں کو خرید کر آزاد کیا جو قریش کے غلاموں میں سے
تھے جو کہ تصدیقِ (رسالت) و توحید پر مضبوطی سے جمے ہوتے
تھے اور جو لوگ اُن کے آقا تھے وہ ان کو سخت تکلیفیں پہنچا رہے
تھے۔" استیعاب" میں ہے اور ابوبکرؓ نے ایسے سات لوگوں کو

۳/۲

در الاستیعاب و اعتق ابوبکر سبعةً کانوا
یعذّبون فی اللہ منہم بلالؓ و عامر بن فہیرہ۔
محمد بن اسحٰق نیز ایں را روایت کرد بازیادۃ
وآں آنست کہ ابوقحافہ بر آزاد کردن ایں
ضعفاء ملامت نمود فقال ابوبکرؓ یا ابتِ
اِنّما ارید ما ارید للہ عزّ وجلّ فیتحدّث
الناسُ ما نزل ھٰؤلاء الاٰیاتُ الّا فیہ و
فیما قال لہ ابوہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَ
صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی الاٰیۃ۔ و محمد بن اسحٰق در
قصۂ عدوان المشرکین علی المستضعفین ایں را
واضح تر نوشت واسماء فریق بیان کرد وازانجملہ
آنست کہ چوں نازل شد فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواستند کہ در
جماعۃ قریش اظہارِ توحید و ابطالِ شرک
فرمایند حضرت صدیقؓ التماس نمود کہ
تعصب قریش بمرتبہ ایست کہ
بمجرد سماع ایں کلمات بایذا
خواہند برخاست ایں خطبہ را
بمن باید گزاشت بعد ازاں بامر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ
عجیبہ بر خواند و کفّار بایں سبب
چہ ایذاہا کہ ندادند و آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم از دستِ آنہا
خلاصی یافت وایں قصہ در ریاض نضرہ
بطولِ ہرچہ خوب تر مذکور است

آزاد کیا جن کو اللہ (پر ایمان لانے) کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا
تھا ان میں سے بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ تھے۔ محمد بن اسحٰقؒ نے
بھی اس کو روایت کیا ایک اضافہ کے ساتھ اور وہ یہ ہے کہ ابوقحافہ
نے ان کمزوروں کے آزاد کرنے پر ملامت کی (اور کہا کہ اگر
تو قوی اور زور آور غلام خرید کر آزاد کرتا تو اُن سے تجھے یہ
فائدہ پہنچتا کہ وہ کسی دشمن کے مقابلہ پر تیری مؤثر طور پر مدد
کرتے۔ یہ کمزور و ناتوان کیا مدد دے سکتے ہیں) تو ابوبکرؓ
نے کہا کہ اے ابّا! میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں صرف اللہ عزّ و
جلّ (کی رضا) کے لئے کرتا ہوں۔ تو لوگ یہ بات آپس میں کہا کرتے
تھے کہ یہ آیتیں صرف ابوبکرؓ ہی کے بارے میں اور اس گفتگو
کے متعلق نازل ہوتی ہیں جو انھوں نے اپنے باپ سے کی تھی
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی الخ (۹۲: ۶) سو جس نے (اللہ کی راہ میں
مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملّتِ اسلام)
کو سچّا سمجھا الخ۔ اور محمد اسحٰقؒ نے کمزور مؤمنین پر مشرکین کے
ظلم اور زیادتی کے قصہ میں اس کو زیادہ واضح لکھا ہے اور
اس فریق کے نام بیان کئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ الخ (۱۵: ۹۴) غرض آپ کو
جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف سُنا دیجئے اور
ان مشرکین کی پروا نہ کیجئے" نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے چاہا کہ جماعتِ قریش کے سامنے توحید کا اظہار اور شرک کا
ابطال فرمائیں۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ قریش کا تعصب
اس درجہ میں ہے کہ جیسے ہی یہ کلمات سُنیں گے ایذا دینے کے لئے
اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لئے اس خطبہ دینے کو آپؐ مجھ پر چھوڑ دیں
اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ
نے ایک عجیب خطبہ پڑھا اور کفّار نے اس سبب سے کونسی

واین اوّل خطبہ بود کہ در اسلام خواندہ
شد و خواندن این قصہ ماجریاتِ عشق
را شرح میدہد وازانجملہ آنست کہ چندین
دفعہ قریش بایذائے آنحضرت مبادرت
کردند حضرت صدیق رض ہر دفعہ جانِ خود
را وقایۂ جانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم ساخت ازاں قصص دو سہ روایت
بنویسم عن عروۃ بن الزبیر قال سألتُ
عبداللہ بن عُمر عن اشدّ ما صنع المشرکون
برسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم قال
رأیتُ عقبۃ بن ابی مُعیط جآء الی النبیّ
صلے اللہ علیہ وسلم و ہو یصلّی فوضع
ردآءہٗ فی عنقہ فخنقہ بہ خنقاً شدیدًا فجآء
ابوبکر حتّٰی دفعہٗ عنہ فقال اَتَقۡتُلُوۡنَ
رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدۡ جَآءَکُمۡ
بِالۡبَیِّنٰتِ مِنۡ رَّبِّکُمۡ اخرجہ البخاری و
عن انس قال لقد ضربوا رسولَ اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم حتّٰی غُشِیَ علیہ
فقام ابوبکر فجعل ینادی ویقول
وَیۡلَکُمۡ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ
اللّٰہُ قالوا مَنۡ ھٰذَا قالوا ھٰذَا ابنُ
ابی قحافۃ المجنون اخرجہ الحاکم
وعن اسماء بنت ابی بکر انّھم قالوا
لھا ما اشدّ ما رایتِ المشرکین
بلغوا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ و

ایذا ہے جو نہ دی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہاتھ
سے رہائی پائی اور یہ قصہ "ریاض نضرہ" میں بہت عمدہ تفصیل کے ساتھ
مذکور ہے۔ اور یہ پہلا خطبہ تھا جو اسلام میں پڑھا گیا اور اس قصہ کا
پڑھنا عشق کی سرگزشتوں کو مشرّح کر دیتا ہے۔ اور ان میں سے
ایک یہ ہے کہ کتنی ہی مرتبہ قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا
دینے کے لئے ٹوٹ پڑے اور ہر مرتبہ حضرت صدّیق اکبر رض نے اپنی جان کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ڈھال بنا دیا۔
اُن قصّوں میں سے دو تین روایتیں لکھتا ہوں۔ مروی ہے عروہ
ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رض سے شدید ترین ایذا
کے بارے میں جو مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی
سوال کیا۔ فرمایا کہ میں نے دیکھا عقبہ بن ابی مُعیط کو کہ وہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے تو
اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں (پھندا بنا کر) ڈالی اور بہت
سختی کے ساتھ گلا گھونٹنا شروع کر دیا تو ابوبکر رض نے آکر اس کو
آپ کے پاس سے دھکیلا اور فرمایا اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا الخ (۴۰: ۲۸)
کیا تم ایسے شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے
کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے
پاس (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لے کر آیا ہے۔" اس کو
بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رض سے کہا کہ (مشرکین
نے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپ بیہوش
ہو گئے تو ابوبکر رض کھڑے ہوتے اور بلند آواز سے یہ
کہنے لگے وَیۡلَکُمۡ اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا الخ۔ لوگوں نے ایک دوسرے
سے کہا کہ یہ کون ہے؟ تو کہنے لگے کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے
جو پاگل ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اسماء بنت ابی بکر رض
سے مروی ہے کہ لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ مشرکین

سلم قالت كان المشركون قعوداً
في المسجد فتذاكروا رسول الله صلى
الله عليه وسلم وما يقول في
آلهتهم فبينما هم كذلك اذ دخل
رسول الله صلى الله عليه وسلم
المسجد فقاموا اليه وكان اذا
سألوه عن شيء صدقهم فقالوا
ألست تقول في آلهتنا كذا وكذا
قال بلى فتشبثوا به باجمعهم فاتى
الصريخ الى ابي بكر فقيل له ادرك
صاحبك فخرج ابوبكر حتى
دخل المسجد فوجد رسول
الله صلى الله عليه وسلم و
الناس مجتمعون عليه فقال
ويلكم اتقتلون رجلاً ان
يقول ربي الله وقد جاءكم
بالبينات من ربكم قالت
فلهوا عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم واقبلوا على
ابي بكر يضربونه قالت فرجع
الينا فجعل لا يمس شيئاً من
غدائره الا جاء معه وهو
يقول تباركت يا ذا الجلال
والاكرام رواه ابوعمر في
الاستيعاب حاصل كلام آنست كه

کی بہت بڑی سختی آپ نے کونسی دیکھی ہے جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ تو انھوں نے بیان کیا کہ مشرکین مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے پھر آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی اُن باتوں کا جو آپ اُن کے معبودوں کے حق میں کہتے تھے تذکرہ کرنے لگے۔ ابھی وہ ان باتوں میں لگے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو سب آپ کے پاس پہنچ گئے۔ اور جب وہ آپؐ سے کسی آپؐ کی بات کے بارے میں سوال کرتے تھے تو آپؐ اس کی تصدیق کر دیتے تھے یعنی انھوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور ایسا نہیں کہہ رہا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! تو آپؐ کو یہ سب کے سب لپٹ گئے۔ تو ایک چیخنے والے نے آکر ابوبکرؓ سے کہا کہ اپنے ساتھی کے پاس جلد پہنچو۔ تو ابوبکرؓ نکل کھڑے ہوئے اور مسجد میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا کہ لوگ آپ کو لپٹ رہے تھے تو انھوں نے کہا "وَيْلَكُمْ الخ یعنی تم پر افسوس ہے کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمھارے رب کی طرف سے (اس دعوای پر) تمھارے پاس دلیلیں بھی لے کر آیا ہے"۔ اسماءؓ نے کہا کہ پھر وہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کے مقابل ہو گئے اور ان کو مارنے لگے۔ اسماءؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے پاس اس حالت میں واپس ہوئے کہ جب اپنے سر کے بالوں میں سے کسی حصّہ کو بھی چھوتے تھے تو وہ ہاتھ کے ساتھ ہی چلا آتا تھا اور وہ (اُس کو دیکھ کر) کہتے تھے تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے ذوالجلال والاکرام تو بڑی برکت والا ہے) اس کو ابوعمرؓ نے روایت کیا استیعاب میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس حال میں کہ رسول اللہ

عقبہ بن ابی معیط آمد حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
می گزاردند چادرِ خود را در گردنِ مبارک آنحضرتؐ
پیچید و خفا کرد آنحضرتؐ را خفا کردنِ سخت
متعاقبِ ایں حال ابوبکر صدیقؓ رسید و آیۃ
اَتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ برخواند در
روایتِ دیگر آنکہ زدند آنحضرت را صلے اللہ علیہ
وسلم تا آنکہ بیہوش شد پس ابوبکرؓ استاد
و ایں آیۃ برخواند و حاصلِ حدیث اسماءؓ آن
است کہ مشرکان نشستہ بودند در مسجدِ حرام
پس بایک دیگر مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کردند و ذکر آنچہ آنحضرتؐ می فرماید در
حقِ بُتانِ ایشاں بمیان آوردند دریں ہنگام
آنحضرتؐ بمسجد درآمدند مشرکان بطرفِ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم برخاستند حالانکہ آنحضرتؐ چوں
کفّار سوال میکردند راست میگفت بایشاں و تقیہ
را کار فرما نمی شد گفتند ایا تُو می گوئی در باب آلہۃ ما
چناں و چناں فرمود آرے میگویم پس درآویختند با
آنحضرتؐ ہمہ ایشاں پس آمد فریاد کنندہ بسوئے ابوبکر صدیقؓ
و گفت دریاب صاحبِ خود را پس برآمد حضرت صدیق
تا آنکہ داخل شد بمسجدِ حرام و یافت آنحضرت
را صلے اللہ علیہ وسلم دراں حال کہ
جمع آمدہ بودند بروے پس گفت ویلکم الخ
پس غافل شدند کفار از آنحضرتؐ
و متوجہ گشتند با ابوبکر صدیقؓ و زدند
او را و اسماءؓ گفت پس باز گشت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی مُعیط آیا اور اُس نے
اپنی چادر کو آنحضرتؐ کی گردن مبارک میں لپیٹ کر سختی کے ساتھ آپؐ
کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اس حال کے پیش آتے ہی صدیق اکبرؓ
پہنچ گئے اور انھوں نے آیت اتقتلون رجلاً ان یقول ربی
اللہ پڑھی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مشرکین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا مارا کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے تو
ابوبکرؓ (آکر) کھڑے ہوتے اور اُنھوں نے یہ آیت پڑھی۔
اور حدیث اسماءؓ کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مسجدِ حرام میں بیٹھے
ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
تذکرہ کر رہے تھے اور اُن باتوں کا ذکر بھی درمیان میں لے آئے
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بُتوں کے حق میں فرماتے
تھے۔ اُسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آگئے۔ مشرکین
آپؐ کی طرف جھپٹ پڑے (اور سوالات کرنے لگے) آپؐ کا یہ
حال تھا کہ جب کُفّار آپؐ سے سوال کرتے تھے آپؐ صحیح اور
سچّا جواب دیتے تھے۔ آپؐ اُن کے ساتھ تقیہ کا استعمال نہیں
فرما رہے تھے چنانچہ انھوں نے کہا کہ کیا تُو ہمارے معبودوں
کے حق میں ایسا اور ایسا نہیں کہتا؟ آپؐ نے فرمایا کہ
ہاں کہتا ہوں۔ تو یہ جس قدر تھے سب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو لپٹ گئے۔ اب ایک فریاد کرنے والا ابوبکر صدیقؓ
کے پاس پہنچا اور کہا کہ اپنے صاحب کے پاس جلد پہنچو تو
حضرت صدیقؓ فوراً روانہ ہوتے یہاں تک کہ مسجدِ حرام
میں داخل ہوتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال
میں پایا کہ مشرکین آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے تو آپؓ نے اُن سے
کہا کہ ویلکم الخ تو کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غافل ہو گئے
اور ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان کو مارنے لگے۔

صدیق رض بایں صفت کہ دست مے سایند بچیزے از گیسوہائے خود مگر کہ مے آمد ہمراہ دستِ او می گفت تبارکتَ یا ذا الجلال والاکرام وازانجملہ آنست کہ چندیں دفعہ اذٰی کفار را از آنحضرت ؐ بازداشت بتوریہ وکنایہ۔ درقصہ ہجرت آمدہ است کہ ہرکہ آنحضرت ؐ را می پرسید صدیق رض مے گفت ھادٍ یھدینی السّبیلَ اخرجہ البخاری و درقصہ امرأۃ ابی لہب آمدہ است کہ بعد نزول سورۃ تبّت بقصد ایذا آمد وگفت اِنَّ صاحبکَ ھجانی، قال مایقول الشعر اخرجہ ابویعلے وازانجملہ آنست کہ چوں قریش بر ایذائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمع شدند وصحیفہ نوشتند حضرت صدّیق رض دریں مضیق شریک آنحضرت ؐ بود لہذا دریں واقعہ ابوطالب گفتہ است ؎

وھم رجعوا سھل بن بیضاء راضیاً
فسُرَّ ابوبکر بھا ومحمّدٌ

اسماء رض نے کہا کہ پھر حضرت صدیق رض اس حال کے ساتھ واپس ہوتے کہ اپنے گیسوؤں کے کسی حصّہ پر ہاتھ نہیں پہنچاتے تھے مگر وہ اُن کے ہاتھ کے ساتھ ہی آلپٹتا تھا اور یہ کہتے تھے تبارکتَ یا ذا الجلال والاکرام۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کئی مرتبہ آپ نے توریہ اور کنایہ سے کام لے کر کفار کی ایذاؤں کو آپ ؐ تک پہنچنے سے روک دیا۔ ہجرت کے قصّہ میں آیا ہے کہ جو کوئی (مکّہ سے مدینہ کے سفر پر جاتے وقت) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتا تھا تو حضرت صدّیق رض کہتے تھے ھادٍ یھدینی السّبیلَ (یہ رہ نُما ہیں جو مجھے راہ دکھانے والے ہیں) اس کو بخاری نے روایت کیا اور ابولہب کی بیوی کے قصّہ میں آیا ہے کہ سُورۃ تبّت نازل ہونے کے بعد وہ آپ ؐ کو ایذاء دینے کے ارادے سے آئی اور اس نے (حضرت صدیق رض سے) کہاکہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کہی ہے۔ تو آپ ؐ نے جواب دیا کہ وہ شعر نہیں کہتے۔ اس کو ابویعلی نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی پر متفق ہوگئے اور انھوں نے ایک دستاویز لکھی تو حضرت صدیق رض اس تنگی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ حال رہے ہیں۔ لہٰذا اس واقعہ کے بارے میں ابوطالب نے یہ شعر کہاہے ؎

شعر:۔ وَھم رَجَعُوا۔ الخ

(ترجمہ) اور انھوں نے (اس دستاویز کو

كذا فى سيرة ابنِ اسحٰق وازانجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق رضؓ اول کسے است کہ مسجد بنا کرد و اعلام اسلام نمود کُفّار قریش بایذا برخاستند تا آنکہ مضطر شد بہجرت ابن الدُّغنہ میانجی گشت میانِ وے ومیانِ قریش و عہد گرفت برائے او تا آنکہ غلبۂ دیگر (ازدیگر) بر دلِ او وارد شد وجوار ابن دُغنہ رارد کرد اِنّی اَرُدُّ الیك جوارك و اَرْضٰی بجوار الله آنگاہ باعلان اسلام و جہر قراءتِ قرآن مشغول شد اخرجہ البخاریؒ فی حدیث طویلٍ عن عائشۃ۔ وازانجملہ آنست کہ حضرت صدیق رضؓ بجہتِ اعلاءِ کلمۃ اللہ درقصہ غلبہ فارس بر روم مُراہنہ کرد عن ابنِ عباسؓ قال کان المسلمون یُحِبُّوْن ان تظهر الرُّومُ علٰى فارس لانّهم اهلُ الكتاب وكان المشركون

بلند آواز سے یا بار بار پڑھا سہیل بن بیضاء کے سامنے خوش ہو کر۔ تو اس پر راز کے ساتھ مطلع کر دیئے گئے ابو بکر رضؓ اور محمدؐ۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے (مکہ میں) مسجد بنائی اور اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کیا۔ کُفّارِ قریش ایذاء کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہونے لگے تو ابن دُغنہ ان کے اور مُشرکین کے درمیان میں پڑے (ان کا مقولہ اور ان کا تعارف حاشیہ پر چند صفحات قبل گزر چکا ہے) اور انھوں نے ان کے بارے میں تعرّض نہ کرنے کا مشرکین سے عہد لیا (اور حضرت ابو بکر رضؓ سے یہ کہا کہ آپ قرآن آواز سے نہ پڑھیں) یہاں تک کہ دوسرا غلبہ آپ کے قلب پر وارد ہوا (یعنی اللہ تعؓ پر توکّل کا) اور آپ نے ابنِ دُغنہ کے امن کو ردّ کر دیا۔ فرمایا کہ میں تمہارے امن کو تمہاری طرف واپس کرتا ہوں اور اللہ تعؓ کے امن پر راضی ہوں۔ اس وقت سے آپ رضؓ اپنے اسلام کا اعلان بھی کرنے لگے اور قرآن کی قرارت آواز کے ساتھ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس کو بخاری نے حضرت عائشہ رضؓ سے ایک

۵ سہل بن بیضاء۔ آپؐ پر ایمان لا چکے تھے مگر اس وقت تک اپنا ایمان چھپاتے ہوتے تھے۔ انھوں نے اس بائیکاٹ کی دستاویز لکھے جانے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضؓ کے پاس خفیہ طور پر بھیجدی۔ اس کے بعد انھوں نے مکہ میں اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آخر تک چھپاتے رہے حتے کہ مشرکین کے ساتھی بن کر بدر میں بھی پہنچے اور ایک دن گرفتار کر لئے گئے تو عبد اللہ ابن مسعود رضؓ نے ان کے اسلام کی گواہی دی کہ میں نے ان کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا ہے تو چھوڑ دیئے گئے۔ مدینہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۲

يحبون ان تظهر فارس
على الروم لانهم اهل
الاوثان فذكر ذلك
المسلمون لابي بكر
رضي الله عنه فذكر
ذلك ابوبكر للنبي صلى
الله عليه وسلم فقال
له النبي صلى الله عليه
وسلم أما انهم سيهزمون
فذكر ذلك ابوبكر
لهم فقال اجعل بيننا
وبينك اجلا فان
ظهروا كان لنا كذا
وكذا وان ظهرنا كان لك
كذا وكذا فجعل بينهم
اجل خمس سنين فلم يظهروا
فذكر ابوبكر للنبي صلى
الله عليه وسلم فقال الا جعلته
دون العشرة فظهرت الروم
بعد ذلك فذلك قوله
الٓمٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّومُ ٥ فِيٓ اَدْنَى
الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

حدیثِ طویل میں روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے فارس کے روم پر غالب آجانے کے قصہ میں مُراہنہ کیا۔ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے کہا کہ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ روم والے فارس پر غالب آئیں کیونکہ وہ اہلِ کتاب ہیں اور مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اہلِ فارس روم پر غالب آئیں کیونکہ وہ بُتوں والے ہیں۔ مسلمانوں نے اس کا ذکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو اُن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان (اہلِ فارس کو) آئندہ شکست دی جائے گی۔ اس کا ذکر ابوبکر رضؓ نے اُن (مشرکین) سے کردیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدّت معیّن کرو کہ اگر وہ (یعنی اہل روم) غالب آگئے تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اتنے اور اتنے (اونٹ) دیں اور اگر ہم غالب آگئے تو تمھارے لئے ضروری ہوگا اتنا اور اتنا دینا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ نے ان سے پانچ سال کی مدت معیّن کردی۔ (اس مدّت میں) اہلِ روم غالب نہیں ہوئے تو ابوبکر رضؓ نے اس کا ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مدّت "دون العشرہ" یعنی دس برس سے کم کیوں نہ مقرر کی (ابنِ عباس رضؓ نے) کہا کہ پھر اس کے بعد رُوم والے غالب آگئے۔ یہ قصّہ ہے ان آیات کا۔

الٓمّٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ٥ الخ (۳۰: ۱ تا ۵) الٓمّٓ۔ اہلِ روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے

عہ رِہان کے معنے شرط کے بھی آتے ہیں جیسے فرسی رِہان (شرط کے دونوں گھوڑے) مُراہنہ کے معنے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ شرط لگانا۔ اس قصہ میں جو وجہ فضیلت ہے وہ حضرت صدیق رضؓ کا ارشادِ نبوی ؐ پر ایمان ویقین کامل ہے۔ لیکن تعینِ مدّت میں بے احتیاطی کر گئے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

سَيَغْلِبُونَ قال فغلبت الروم ثم
غلبت بعد لِلّٰهِ الامر من قبل ومن بعد
ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله
قال سفيان وسمعت انهم ظهروا
يوم بدر اخرجه الحاكم وازانجملہ
آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تا در مکہ بود صبح و شام ہر روز بخانۂ
حضرت صدیق رض آمد و رفت می فرمود
عن عائشة قالت لم اعقل ابوی
قط الا وهما يدينان الدين ولم
يمر علينا يوم الا ياتينا فيه رسول
الله صلى الله عليه وسلم طرفي النهار
بكرة وعشية اخرجه البخاري
في قصة الهجرة وازانجملہ آنست چوں حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا متوفی شد حضرت
صدیق رض عائشہ رض را در عقد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم آورد و در
آں باب ادبے کہ بہتر ازاں صورت نہ
بندد رعایت نمود عن حبيب مولى عروة قال لما
ماتت خديجة حزن عليها النبي صلى الله عليه
وسلم فاتاه ابوبكر بعائشة فقال يا رسول الله
هذه تذهب ببعض حزنك وان في هذه
خلقا من خديجة ثم ردها فكان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يختلف الى ابي بكر الحديث اخرجه
الحاكم وعن عائشة قالت قدمنا المدينة

مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال تک کے اندر
اندر غالب آجائیں گے،" کہا کہ روم مغلوب ہوئے تھے پھر بعد
میں غالب آگئے پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی
اور اُس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہونگے۔
سفیان رح نے کہا اور میں نے سنا ہے وہ یوم بدر میں غالب
آئے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں رہے حضرت
صدیق رض کے مکان میں صبح و شام روزانہ آمد و رفت فرماتے
رہتے تھے۔ مروی ہے عائشہ رض سے فرمایا کہ میں نے اپنے
ماں باپ کو کبھی کسی شغل میں نہیں پایا بجز اسکے کہ وہ دونوں
دین کے کاموں میں لگے رہتے تھے اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرتا
تھا مگر ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کی دونوں
جانبوں یعنی صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے۔ اس کو بخاری نے
روایت کیا ہجرت کے قصہ میں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ
جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی اور حضرت
صدیق رض عائشہ رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں
لائے تو اس بارے میں اس قدر ادب کی رعایت کی کہ اس سے
زیادہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ مروی ہے حبیب رض سے جو
عروہ رض کے مولیٰ ہیں کہا کہ جب حضرت خدیجہ رض کا انتقال ہوا تو اُن پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے تو ان کے پاس حضرت
ابوبکر رض عائشہ رض کو لے کر آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کا کچھ غم
یہ دفع کردے گی اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں خدیجہ رض کی خصلتیں موجود
ہیں۔ پھر اُن کو واپس لے آئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ابوبکر رض کے پاس آتے جاتے رہے۔ آخر حدیث تک۔ روایت کیا اس
کو حاکم نے۔ اور عائشہ رض سے روایت ہے کہا کہ ہم مدینہ

الی ان قالت قال ابوبکر یارسول اللّٰہ
مایمنعک ان تبنیَ باهلك فقال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیه وسلم الصداقُ فاعطاہ ابوبکر
اثنی عشر اُوقِیَۃً ونشًّا فبعث بها رسولَ
اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم الینا وبَنٰی بی
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی بیتی
هٰذا الّذی انا فیه اخرجه الحاکم وابوعمر
فی الاستیعاب مثله۔ وازانجملہ
آنست کہ چوں معراج متحقق شد اوّل کسے کہ
باں تصدیق نمود صدیقِ اکبرؓ بود عن
عائشة قالت لمّا اُسْرِی النّبی صلی
اللّٰہ علیه وسلّم الی المسجد الاقصی
اصبح یتحدثُ الناس بذٰلک فارتدّ
ناسٌ مِمّن کان اٰمنوا به وصدّقوہ
وسَعَوا بذٰلك الی ابی بکر فذکرتِ
الحدیثَ الی ان قالت فقال ابوبکر
انّی لاصدق فیما هو ابعد من ذٰلك
اُصدِّقه بخبر السّماءِ فی غدوۃ اوروحة
فلذٰلك سُمّی ابوبکر الصّدیقَ اخرجه
الحاکم وفی الاستیعاب نحو من ذٰلك
وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلے
اللّٰہ علیہ وسلم درموسمِ حج خودرا بر
احیاءِ عرب عرض کردند تاکدام یک
ازیشاں بسعادتِ نصرت فائز شود
صدیق اکبرؓ درہر عرضہ رفیق آنحضرت ومتولّی

میں پہنچے (راوی نے) کہا کہ آپ نے قصّہ بیان کرتے ہوئے
یہ فرمایا کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! آپؐ کو اپنی اہلیہ سے
خلوت میں کیا بات روک رہی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ادائگی)، مہر۔ تو آپؐ کو ابوبکرؓ نے دیئے
بارہ[۱۲] اوقیہ اور نصف (ساڑھے بیالیس تولہ) تو اس کو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے یہاں بھیجدیا اور مجھ سے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلیہ کیا میرے اسی گھر میں جس میں کہ اب
میں موجود ہوں، روایت کیا اس کو حاکم نے اور ابو عمر نے استیعاب
میں ایسا ہی روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب معراج
واقع ہوئی تو سب سے پہلے جس نے آپؐ کی تصدیق کی وہ
صدیق اکبرؓ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رات
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصےٰ کی طرف لیجایا گیا۔ صبح کو
لوگوں نے اس پر باتیں کرنا شروع کیں تو بہت سے ایسے لوگ جو
آپؐ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کرچکے تھے مُرتد ہوگئے اور
اس قصّہ کو لیکر پہنچے ابوبکرؓ کے پاس، اس حدیث کو بیان کرتے
ہوئے عائشہؓ کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تو ان کی تصدیق
ایسی بات میں کررہا ہوں جو اس سے بھی زیادہ بعید ہے میں انکی
تصدیق کرتا ہوں آسمان کی خبریں جو ایک صبح اور ایک شام میں
اُن کے پاس آجاتی ہیں۔ تو اسی بناء پر ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا
گیا۔ اس کو روایت کیا حاکم نے اور استیعاب میں بھی اسی طرح لکھا
ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے حج کے موسم میں اپنے کو عرب قبائل کے سامنے پیش
کیا تاکہ کوئی ان میں سے نصرتِ اسلام کی سعادت سے
بہرہ اندوز ہو۔ ہر ملاقات کے موقع پر صدیق اکبرؓ آنحضرت
کے رفیق اور جواب وسوال کے متولّی رہے ہیں۔ ریاض نضرہ

جواب وسوال بوده است در ریاض نضره
این قصہا بروایت حضرت مرتضیٰ رض مذکور
است وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرمود بسوئے
مدینہ حضرت صدیق رض رفیق آنحضرت ؐ
بود و این خدمت بنوعے از دست وے
سرانجام یافت کہ خدائے تعالےٰ بآں
تنویہ فرمود ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی
الْغَارِ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدیں وجہ
بستود کہ حملنی الی دار الہجرۃ وثنائی وے
در السنۂ مسلمین شائع گشت واین قصہ
بطولہا در بخاری مذکوراست وازانجملہ آنست
کہ چوں غزوۂ بدر واقع شد وآں اوّل فتح
اسلام بود و فضیلت او بر جمیع مشاہد فائق
است حضرت صدیق رض را دراں مشہد مآثر
نمایاں حاصل گشت و فضائلِ او دوبالا
شد بچند جہت یکے آنکہ ثانی آنحضرت
بود در عریش دیگر آنکہ الہام عظیم
از جانبِ غیب قبول نمود و آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم تصویب آں فرمودند
عن ابن عباسٍ قال قال النبیّ صلے اللہ
علیہ وسلم یوم بدرٍ اللّٰہم انی
انشدك عهدك و وعدك اللّٰہم ان
شئت لم تعبد فاخذ ابوبکر
بیدہ فقال حسبك فخرج وهو

میں یہ قصے حضرت مرتضےٰ رض کی روایت سے مذکور ہیں۔ اوران میں
سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی
طرف ہجرت فرمائی تو حضرت صدیق رض آنحضرت ؐ کے رفیق تھے اور
یہ خدمت ایسی نوع (والہانہ عشق) کے ساتھ آپؓ کے ہاتھ سے
پوری ہوئی کہ خدا تعالےٰ نے اس پر آپ کی بڑائی کا اظہار کیا۔
فرمایا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ (یعنی دو میں دوسرا
جب کہ وہ دونوں غار میں تھے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس وجہ کے پیش نظر آپ کی مدح میں یہ فرمایا کہ (ابوبکر رض)
مجھے سوار کرکے دارالہجرت کی طرف لایا اور ان کی مدح وثنا
مسلمانوں کی زبانوں پر شائع ہو گئی۔ اور یہ قصہ اپنی تفصیلات
کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ اوران میں سے ایک یہ ہے کہ
جب غزوۂ بدر واقع ہوا اور وہ اسلام کی پہلی فتح تھی اور
اس کی فضیلت تمام غزوات سے بڑھی ہوئی ہے حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ کو اس غزوہ میں نمایاں اعزاز حاصل ہوئے
اوران کے فضائل دوبالا ہوئے چند وجوہ سے۔ پہلی یہ کہ عریش
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی تھے (یعنی اس عارضی
مسقف منڈوے میں جو آپؐ کے لئے بنایا گیا تھا آپؐ کے ساتھ
ابوبکر رض مقیم ہوئے تھے) دوسری یہ کہ جانب غیب سے (آپ کے
قلب پر) ایک عظیم الہام کو قبول کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے اس کی تصویب فرمائی۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم بدر میں یہ دعا کی کہ اے اللہ
میں آپ کو واسطہ دیتا ہوں آپ کے عہد اور وعدے کا۔
اے اللہ! اگر آپ چاہیں کہ آپ کی عبادت نہ کی جائے، تو
ابوبکر رض نے آپ ؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بس کافی ہے تو آپؐ
یہ کہتے ہوئے نکلے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ الخ (۵۴ : ۴۵)۔

يقول سيهزم الجمع ويولون الدبر
اخرجہ البخاری۔ و معنے ایں کلام نزدیک فقیر
آنست کہ ابوبکر صدیق رضؓ ملہم شد بآنکہ
دعا، باجابت مقرون گشت وایں صورت از
جملہ آں واقعہا است کہ الہام صحابہ سبقت
نمود دراں بر وحی انگاہ وحی بر حسب
الہام ایشاں فرود آمد بلکہ بحقیقت
ہمیں الہام وحی است بسوئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بآں وجہ کہ چوں ایشاں
ملہم شدند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
بفراستِ سادقہ خویش دریافت کہ ایں
خاطر از جانب مُدبّر السموات والارض است و
ایں فراست وحی باطنی است چنانکہ در قصّہ
اذان رؤیا عبداللہ بن زید و قیاس فاروق رضؓ
راتصویب فرمود و در لیلۃ القدر بر رؤیائے جمعے
از صحابہ رضؓ اعتماد نمود الی غیر ذلک من الوقائع
دیگر آنکہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عریش
برآمدہ متوجہ کارزار شد میمنہ لشکر بصدیق رضؓ دادند
و میکائیلؑ ہمراہ او بود و میسرۂ لشکر بحضرت مرتضےٰ رضؓ
و اسرافیلؑ ہمراہ او بود و عن علی رضی اللہ عنہ
قال بینما انا امیح من قلیب بدر اذا جاءت ریح
شدیدۃ لم ار مثلھا قط ثم ذھبت ثم جاءت
ریح شدیدۃ لم ار مثلھا قط الا التی کانت
قبلھا وکانت الریح الاولی جبرئیل نزل فی
الف من الملئکۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ

عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے معنے فقیر کے
نزدیک یہ ہیں کہ ابوبکر صدیق رضؓ کو الہام ہوگیا کہ آپ کی دعاء
مقرون باجابت ہوچکی ہے اور یہ ان واقعات میں کی ایک
صورت ہے جن میں کہ صحابہ رضؓ کا الہام کسی واقعہ میں وحی پر سبقت
کرگیا اور پھر وحی ان کے الہام کے مطابق نازل ہوئی بلکہ درحقیقت
وہی الہام وحی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف، اس
وجہ سے کہ جب وہ مُلہَم ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اپنی فراستِ صادقہ سے سمجھ لیا کہ (ان کے قلب پر) یہ اُترنے والا
خیال مدبّر السموٰات والارض (یعنی اللہ جل شانہٗ) کی جانب
سے ہے اور یہ فراست وحی باطنی ہے جیساکہ اذان کے قصّہ میں
عبداللہ بن زید رضؓ کے خواب اور فاروق رضؓ کے قیاس کی تصویب فرمائی
اور لیلۃ القدر میں صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے خواب پر اعتماد کیا
اور ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم عریش سے نکل کر جنگ کی طرف متوجہ ہوئے تو
آپؐ نے لشکر کا میمنہ صدیق رضؓ کو دیا اور میکائیلؑ ان کے ساتھ
تھے اور لشکر کا میسرہ حضرت مرتضےٰ رضؓ کو اور اسرافیلؑ ان کے ہمراہ
تھے۔ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہا اس دوران میں کہ میں
بدر کے کنویں سے چلّو بھر بھر کر پانی ڈول میں ڈال رہا تھا کہ ایسی تیز
ہوا آئی کہ میں نے کبھی ایسی ہوا نہ دیکھی تھی پھر گزر گئی۔ پھر
ایک تیز ہوا آئی کہ میں نے اتنی تیز ہوا کبھی نہ دیکھی تھی بجز اس
ہوا کے جو اس سے پہلے آئی تھی اور پہلی ہوا جبرئیلؑ تھے جو ایک
ہزار فرشتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے
کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اور دوسری ہوا میکائیلؑ تھے جو ہزار
فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم وكانت الريح الثانية ميكائيل نزل في الف من الملائكة عن يمين رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان ابوبكر عن يمينه وكانت الريح الثالثة اسرافيل نزل في الف من الملائكة عن ميسرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا في الميسرة فلما هزم الله تعالى اعداءه حملني رسول الله صلى الله عليه وسلم على فرس فجرت بي فوقعت على عقبي فدعوت الله عزوجل فامسكني فلما استويت عليها طعنت بيدي هذه في القوم حتى اختضب هذا مني دما و اشار الى ابطه اخرجه الحاكم۔ دیگر آنکہ چوں اسیران بدر آمدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشاورہ کردند با صحابہؓ و مشورت حضرت صدیقؓ را اختیار فرمودہ او را با حضرت عیسیٰؑ تشبیہ داد ہر چند در آخر فضیلت حضرت فاروقؓ غالب تر برآمد عن عبد اللہ بن مسعود قال لما كان يوم بدر قال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تقولون في هؤلاء الاسارى فقال عبد الله بن رواحة انت في واد كثير الحطب فاضرم نارا ثم القهم فيها فقال العباس رضي الله عنه قطع الله رحمك فقال عمر رضي الله عنه قادتهم ورؤساءهم قاتلوك وكذبوك فاضرب اعناقهم فقال ابوبكر رضي الله عنه عشيرتك و قومك ثم دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقا

کی دائیں جانب کے لئے اور آپ کی دائیں جانب ابو بکرؓ تھے۔ اور تیسری ہوا اسرافیلؑ تھے جو ہزار فرشتوں کے ساتھ نازل ہوتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مَیْسَرَہ (یعنی بائیں جانب) کیلئے اور میں مَیْسَرَہ میں تھا تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو بھگا دیا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھوڑے پر سوار کیا وہ مجھے لے کر دوڑ پڑا اور میں اپنی پشت پر گرا تو میں نے اللہ عزّ وجلّ سے دعاء کی تو اس نے مجھے روک لیا۔ پھر جب میں اچھی طرح جم گیا تو میں نے اپنے اس ہاتھ سے قوم پر تلوار بجانا شروع کر دی یہاں تک کہ خون سے یہ بھی رنگین ہو گئی اور اپنی بغل کی طرف اشارہ کیا۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ چوتھی یہ کہ جب اسیرانِ بدر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے بارے میں) اصحابؓ سے مشورہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے مشورے کو اختیار فرمایا اور ان کو حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تشبیہ دی اگرچہ آخر میں (اس واقعہ میں) حضرت فاروقؓ کی فضیلت بہت بڑھی ہوئی نکلی۔ روایت ہے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جب یوم بدر تھا تو اصحابؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ تو عبد اللہ بن رواحہؓ نے کہا آپؐ ایسی وادی میں جہاں بہت سوکھی لکڑیاں موجود ہیں (ان کو جمع کر کے) آگ سلگا دیجئے پھر ان سب کو اس میں ڈال دیجئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا رحم قطع کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کو اور ان کے سرداروں کو جو آپؐ سے لڑتے اور آپؐ کو جھٹلاتے رہے قریب قریب کر دیجئے میں ان کی گردنیں مار دوں گا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تمھارے خاندان کے اور تمھاری قوم کے ہیں۔ پھر داخل ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا جو کچھ تم ان لوگوں کے بارے میں کہہ رہے ہو وہ (سب درست ہے) مثال ان لوگوں کی ان لوگوں کے بھائیوں

ماتقولون فی هؤلاء ان مثل هؤلاء کمثل
اخوة لهم کانوا من قبلهم قال نوح
رب لا تذر على الارض من الکافرین
دیارا وقال موسى ربنا اطمس على اموالهم
واشدد على قلوبهم الآیة وقال ابراهیم
فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک
غفور رحیم ۝ وقال عیسى ان تعذبهم
فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت
العزیز الحکیم ۝ وانتم قوم بکم عیلة
فلا ینفلتن احد منکم الا بفداء او
بضربة عنق اخرجه الحاکم [رواه الحاکم و نحوه احمد و رواه ابن کثیر][12] وازانجملہ
آنست کہ چوں غزوۂ اُحد واقع شد نصیب
حضرت صدیقؓ دراں مشہد فضائلِ عظیمہ
گشت بچند جہت یکے[1] آنکہ حضرت صدیقؓ
نہایت سعی در کشفِ بلاۓ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم بجا آورد قال ابن اسحٰق
فلما عرفوا المسلمون رسول اللہ صلى
اللہ علیہ وسلم نهضوا به ونهض
معهم نحو الشعب معه ابوبکر الصدیق
وعمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب
وطلحة بن عبید اللہ والزبیر
ابن العوام والحارث بن الصمة
رضوان اللہ علیهم ورهط
من المسلمین عن عائشة قالت
قال ابوبکر الصدیق لما جال [تفریق][12]

جیسی ہے جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ نوحؑ نے کہا تھا رب لا تذر الخ (۷۱: ۲۶) اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی نہ چھوڑ۔" اور موسیٰؑ نے کہا تھا ربنا اطمس الخ (۱۰: ۸۸) اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست ونابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے الخ" اور ابراہیمؑ نے کہا فمن تبعنی الخ (۱۴: ۳۶) پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں) میرا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں۔" اور عیسیٰؑ نے کہا تھا ان تعذبھم الخ (۵: ۱۱۸) اگر آپ ان کو سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔" اور تم ایسی قوم ہو کہ تم پر افلاس ہے (لہذا اُساریٰ کو واضح ہونا چاہیئے کہ) تم میں سے کوئی رہا نہ ہوگا مگر فدیہ سے یا گردن ماری جانے سے۔ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ اُحد واقع ہوا تو اس موقع پر حضرت صدیقؓ کو فضائل عظیمہ حاصل ہوئے چند صورتوں سے۔ ایک[1] یہ کہ حضرت صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صعوبتوں سے بچانے کے لئے نہایت سعی کی۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ کو جلد اُٹھا لے گئے اور آپؐ اُن کے ساتھ گھاٹیوں کی طرف روانہ ہوئے آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ تھے اور عمر بن الخطابؓ اور علی ابن ابی طالبؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوامؓ اور حارثؓ بن الصمہ رضوان اللہ علیہم اور مسلمانوں کی ایک جماعت۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ فرمایا ابوبکر صدیقؓ

الناسُ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
یومَ اُحدٍ کنتُ اوّل من فاءَ فبصرتُ بہ
من بُعدٍ فاذا انا برجلٍ قد اعتنقنی من
خلفی یُرید رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم فاذا ھُو ابوعبیدۃ بن الجراح
الحدیث اخرجہ الحاکم۔ ومراد از جولان
دریں جا فرار نیست بلکہ متفرق شدن از
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسبب در
آمدن فوج کفار در فوج آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ۔ دیگر آنکہ معلوم شد کہ کفار
قریش اگر بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
از کسے حساب می گرفتند از حضرت
صدیق رض می گرفتند لہذا چون ابوسفیان
تفحص مے کرد احوالِ فوج آنحضرت صلعم را ہمیں
سہ کس را نام می برد زیرا کہ از ہمیں سہ کس مے
ترسید ومن حدیث البراء اَشرفَ ابوسفیان
فقال أفی القوم محمدٌ فقال لا تجیبوہ
فقال أفی القوم ابن ابی قحافۃ فقال
لا تجیبوہ قال أفی القوم ابن الخطاب
فقال انّ ھٰؤلاء قُتِلوا فلو کانوا
احیاءً لَاَجابُوا فلم یملک عمر نفسہ
فقال کذبتَ یا عدوَّ اللہ اَبقی اللہ لک
ما یُخزیک اخرجہ البخاری۔
دیگر آنکہ چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتعاقب
کفار بعد اُحد متوجہ شدند حضرت صدیق رض از حاضران

نے کہ جب لوگ یوم اُحد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متفرق
ہو گئے تو میں پہلا شخص تھا جو لوٹا اور میں نے آپؐ کو دور سے
دیکھ لیا اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میری کولی بھرلی وہ
بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں تھا۔ دیکھا ہوں
کہ وہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ ہیں الخ۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور مراد جولان سے (جس سے لفظ جَالَ مشتق ہے) اس جگہ
فرار نہیں ہے بلکہ کفار کی فوج کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے فوج کے اندر گھس جانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے اصحابؓ کا متفرق ہو جانا مراد ہے۔ دوسری یہ کہ
(اس واقعہ سے) یہ بات واضح ہوئی کہ کفارِ قریش اگر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو (سب سے) نمایاں محسوب کرتے
تھے تو صدیق اکبرؓ کو کرتے تھے۔ اسی بناء پر جب ابوسفیان آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج کے احوال کی جانچ کر رہا تھا تو
ان ہی تین آدمیوں کا نام لے رہا تھا، کیونکہ وہ ان ہی تین سے
ڈرتا تھا، حدیث براءؓ میں مذکور ہے کہ ابوسفیان اوپر چڑھا
اور (زور سے) بولا کہ کیا قوم میں محمدؐ ہے؟ تو (رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ اس کو جواب نہ دو۔ پھر اس نے کہا کہ کیا
قوم میں ابن ابی قحافہؓ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جواب نہ دو۔
پھر اُس نے کہا کہ کیا قوم میں ابن الخطابؓ ہے؟ (جب جواب
نہ ملا) تو بولا کہ اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ اب
عمرؓ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے اور بولے تو جھوٹ بول رہا ہے
او دشمن خدا! تجھے ذلیل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا ہے۔
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ جب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم اُحد (کی لڑائی بند ہونے) کے بعد کفار کے تعاقب
کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت صدیقؓ اس واقعہ کے

آں واقعہ بود عن عائشۃ فی قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الآیۃ قالت لعروۃ یا ابن
اُختی کان اَبَواکَ مِنْھُمْ الزبیر وابوبکر لما
اصابَ نبیَّ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب
یوم اُحد فانصرف عنہ المشرکون خاف ان
یرجعوا فقال من یذھبُ اِثرَھُمْ فانتدب
منھم سبعون رجلاً کان فیھم ابوبکر و
الزبیر اخرجہ البخاری۔ و از انجملہ آنست کہ
در غزوۂ خندق جانبے از لشکر بدست حضرت
صدیق رضی دادند و محافظتِ آں جانب باو مفوض
گشت والآن مسجدِ صدیق نزدیک خندق
موجود است و آں مسجد بحقیقت موضع نزول
حضرت صدیق رضی بود در غزوۂ خندق و از انجملہ
آنست کہ در غزوۂ مُریسیع حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا مُتّہم شد و منافقان آنچہ نمی بایست گفتند
و گرفتار اَسْوَءِ حالات گشتند و بعض مسلمین کہ از
براءۃِ صدیقہ رضی توقف کردند مُعاتب شدند
حضرت صدیق رضی دراں واقعہ فضائل نمایاں
نصیب شد بچند جہت یکی آنکہ دراں
واقعۂ ہوش رُبا از ایشاں کمال انقیاد و
تسلیم و فدا بظہور آمد عن عائشۃ فی قصۃ
الافک فتشہّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ثم قال اما بعد یا عائشۃ انہ

حاضرین میں سے تھے۔ مروی ہے عائشہ رضی سے ارشادِ حق تعالیٰ اَلَّذِیْنَ
اسْتَجَابُوْا الخ کے بارے میں (۳: ۱۷۲) جن لوگوں نے اللہ و رسول ﷺ
کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ ان کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں
جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے" کہ انہوں نے عروہ
سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! تیرے ابوین یعنی زبیر رضی اور ابوبکر رضی
ان میں سے تھے۔ جب یوم اُحد میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ
افتاد پڑی تھی پڑ چکی اور مشرکین آپ کی طرف سے واپس ہو گئے
تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا
کہ ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ستر آدمیوں نے (پورے جوش
کے ساتھ) آمادگی ظاہر کی: اُن میں ابوبکر رضی اور زبیر رضی بھی تھے۔ اور ان
میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں لشکر کا ایک بازو حضرت
صدیق رضی کے سپرد فرمایا اور اس جانب کی حفاظت آپ کے
سپرد ہوئی اور اب بھی خندق کے قریب مسجدِ صدیق موجود ہے
اور وہ مسجد در حقیقت غزوۂ خندق میں حضرت صدیق رضی کے اُترنے
کی جگہ ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ مُریسیع[1] میں حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور منافقین نے ناشائستہ
باتیں کہیں اور بدترین حالات میں گرفتار ہوتے۔ اور بعض ایسے
مسلمان بھی موردِ عتاب ہوئے جنھوں نے صدیقہ رضی کی بے گناہی
کے اظہار میں توقف کیا تھا۔ اس واقعہ میں حضرت صدیق رضی کو
نمایاں فضائل نصیب ہوتے چند جہت سے۔ ایک یہ کہ اس واقعہ
ہوش ربا میں اُن سے انتہائی فرمانبرداری اور تسلیم و فدائیت
ظہور میں آئی۔ حضرت عائشہ رضی سے اِفک (تہمت) کے قصہ میں
مروی ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت پڑھا

[1] مُریسیع حجاز میں ایک مشہور چشمہ کا نام ہے۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں ۱۲

بلغني عنكِ كذا و كذا فان كنتِ بَرِيئةً
فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وان كنتِ ألمَمتِ بذنبٍ (ارتکبت ۱۲)
فاستغفري اللهَ وتوبي اليه فانّ العبدَ اذا
اعترف (اذنب ۱۲) ثم تاب تابَ اللهُ عليه قالت فلمّا
قضى رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مقالتَه
قَلَصَ دمعي حتى ما اُحِسُّ منه قطرةً فقلتُ
لِاَبي اَجِبْ عَنّي رسولَ اللهِ صلى الله عليه
وسلم فقال انّي واللهِ ما ادري ما اقول لِرسولِ
اللهِ صلى الله عليه وسلم اخرجه البخاري دیگر
آنکہ چوں براءۃ صدیقہ رضؓ نازل شد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم و صدیق اکبر رضؓ شریک آں براءۃ گشتند
اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ زیرا کہ معاذ اللہ
اگر ایں اِفک تحققے میداشت آں لوث دامن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و دامن صدیق رضؓ را مکدر
میکرد کہ در مثل ایں امور صاحب فراش و والد المرأۃ
ہدف ملامت و مسبۃ می شوند دیگر آنکہ حضرت
صدیق رضؓ بر مِسطح بن اُثاثہ انفاقے مے
کرد چوں از وے شرکتے در افک ظاہر
شد از انفاق دست باز داشت دریں
باب نازل شد وَلَا يَأْتَلِ
اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ
اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى آہ
عن عائشۃ قالت قال ابوبکر الصدیق
وکان يُنفق على مِسطح بن

پھر اسکے بعد فرمایا اما بعد اے عائشہ رضؓ! مجھے تیرے متعلق یہ اور یہ باتیں پہنچی ہیں اب اگر تو بری (یعنی پاکدامن) ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برارت ظاہر کردے گا اور اگر تو گناہ کی مرتکب ہوگئی ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کے سامنے توبہ کر کیونکہ بندہ جب گناہ کرے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ عائشہ رضؓ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا کلام پورا کرچکے تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے یہاں تک کہ میں ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے تو انھوں نے کہا کہ میں تو خدا کی قسم نہیں جانتا کہ کیا کہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوسری[2] جہت یہ ہے کہ جب صدیقہ رضؓ کی برارت نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضؓ (بھی) اس براءۃ میں شریک بن گئے۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ (۲۴: ۲۶) یہ

اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں" کیونکہ معاذ اللہ اگر یہ بہتان کچھ بھی سچائی رکھتا ہوتا تو وہ گندگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضؓ دونوں کے دامنوں کو آلودہ کرتی کہ اس قسم کے امور میں صاحب فراش یعنی شوہر اور عورت کا باپ دونوں ہی ملامت اور دشنام کا نشانہ بنتے ہیں۔ تیسری[3] یہ کہ حضرت صدیق رضؓ مِسطح[ع] بن اُثاثہ پر خرچ کیا کرتے تھے (یعنی ان کی مالی امداد کرتے رہتے تھے) جب اس اِفک میں اُن کا شریک ہونا ظاہر ہوا تو آپ نے ان کو دینے سے ہاتھ روک لیا، اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ الخ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی

ع مِسطح حضرت صدیق رضؓ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ اہل بدر اور مساکین میں سے تھے ۱۲

أثاثة لقرابته منه وفقره لا والله لا
أنفق علیٰ مسطح شیئاً ابداً بعد الذی
قال لعائشة ما قال فانزل الله عزّوجلّ
ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة
الی غفور رحیم ۰ قالت قال ابوبکر
الصدیق بلیٰ والله انی لاحبّ ان
یغفر الله لی فرجع الی مسطح النفقة
التی کان ینفق علیه قال والله لا انزعها
منه ابداً اخرجه البخاری قال ابن عبّاس
قال الله تعالیٰ لابی بکر قد جعلت
فیك یا ابابکر الفضل والمعرفة بالله
وصلة الرحم وجعلت عندك السعة
فتعطّف علیٰ مسطح فله قرابة وله هجرة
وله مسکنة ذکره الواحدی فی الوسیط

وازاں جملہ آنست کہ چوں صلح حدیبیہ
پیش آمد از صدیق اکبرؓ آثارِ
جمیلہ ظاہر گشت و فضلِ او بآں
آثار دو بالا شد یکے آنکہ صدیق اکبرؓ
در مذاکرۂ عروۃ بن مسعود کافر ملاے
جلادت شد و دشنامِ غلیظ داد تا قوّتِ
مسلمین در جہاد ظاہر گردد در آخر فائدہ
ایں اغلاظ فی القول واضح گشت کہ
عروہ پیش قریش تمکن اصحاب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در نصرتِ آنحضرت

اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہلِ قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ
کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں
الخ۔ مروی ہے عائشہؓ سے بیان کیا کہ ابوبکر صدیقؓ نے
کہا اور وہ خرچ کیا کرتے تھے مسطح بن اثاثہ پر اُس سے قرابت
کی بنار پر اور اُس کے فقر کی وجہ سے کہ واللہ اب میں مسطح پر
کبھی کچھ خرچ نہ کروں گا۔ یہ اُس بات کے بعد فرمایا تھا جو اُس نے
عائشہؓ کے متعلق کہی تھی تو اللہ عزّوجلّ نے نازل فرمایا ولا
یأتل اولوا الفضل منکم والسعة سے غفور رحیم ۰
تک۔ عائشہؓ نے کہا کہ ابوبکرؓ تے (آیت سن کر) کہا کہ بیشک واللہ
میں اس بات کو ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت کرے
پھر لوٹایا مسطح کی طرف اُس نفقہ کو جو اُن پر خرچ کیا کرتے تھے
اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اس کو اُس سے کبھی نہ روکوں گا
اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میں نے تجھ میں فضیلت رکھی
ہے اور اللہ کی معرفت اور صلہ رحمی اور میں نے تجھے مالی وسعت
دی تو مسطح پر مہربانی کر اس کی قرابت کی وجہ سے اور اس کی
ناداری کی وجہ سے۔ اس کو واحدی نے ذکر کیا وسیط میں۔

اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ پیش آئی تو حضرت
صدیقؓ کے مناقب جمیلہ کا ظہور ہوا اور اُن مناقب سے اُن کی
فضیلت دوچند ہوگئی۔ ایک یہ کہ صدیق اکبرؓ سے عروہ[۵] بن مسعود
کے ساتھ مکالمہ کے وقت بڑی بہادری کا ظہور ہوا اور (جوش
میں آکر) اُس کو سخت گالی دی تا کہ جہاد میں مسلمانوں کی قوت
ظاہر ہو اور آخر میں گفتگو کے اس کھرے پن کا فائدہ
بھی واضح ہوگیا کہ عروہ نے جاکر قریش کے سامنے آنحضرت

۵ یہ اس وقت کافر تھا جو مشرکین مکہ کا نمائندہ بن کر گفتگوئے صلح کیلئے آیا تھا ۱۲

بیان نمود و آں سبب صلح شد فی قصۃ الحدیبیۃ
قال عروۃ عند ذلک ای محمد ارایتَ إن استأصلتَ
امر قومك هل سمعتَ باحدٍ من العرب
اِجتاح اَصْلَه قبلكَ و ان تكنِ الاُخریٰ فانی
واللهِ لَاَرٰی وجوهًا وانی لَاَرٰی اَشْوَابًا من
الناس خليقًا ان يَفِرّوا ويَدَعُوكَ فقال له
ابوبکر اِمْصَصْ بَظْرَ اللّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عنه
ونَدَعُهُ فقال مَنْ ذَا قالوا ابوبکر فقال
اما والذی نفسی بیده لولا یدٌ كانت لكَ
عندی ولم اَجْزِكَ بها لَاَجَبْتُك۔
دیگر چوں حضرتِ فاروق رض را عرقِ
غیرت بحرکت آمد حضرت صدیق رض
در جواب سوالِ او قدم بر قدم
آں حضرت ص رفت ازیں جا دانستہ
شد کہ حضرتِ صدیق رض را با پیغامبر
چہ نسبت بود و علوم پیغامبر
در نفسِ وے رضی اللہ چگونہ منطبع
می شد قال عمر بن الخطّاب
فَاَتَيْتُ نبیَّ الله صلے الله علیه
وسلم فقلتُ الستَ نبیَّ
اللهِ حقًّا قال بلٰی قلتُ اَلَسْنَا
علی الحقِ و عدوُّنا علی
الباطل قال بلٰی قلتُ

صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کی پوری استقامت کا آنحضرت ص کا ساتھ دینے میں ذکر کیا (جس سے قریش مرعوب ہوئے) اور قصہ حدیبیہ میں صلح کا وہی سبب بھی بنا۔ عروہ نے اس گفتگو کے وقت کہا تھا کہ اے محمد ص! کیا تو نے اپنی قوم کے معاملہ پر غور کیا کہ تو نے اس کی جڑ کاٹنا چاہی، کیا تو نے عرب میں سے کسی کو سنا ہے کہ اس نے اپنی اصل (یعنی خاندان) کو ہلاک کیا ہو تجھ سے پہلے۔ اور تو نے دوبارہ ایسا ہی کیا تو میں واللہ بہت سے چہرے دیکھ رہا ہوں اور مختلف قسم کے ملے جلے خون والے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جن کی طبعی صفت یہ ہوگی کہ وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابوبکر رض نے اس کو کہا اُمْصُصْ بَظْرَ اللّاتِ الخ یعنی تو لات کا بَظر چوس[ع] ! کیا ہم اُن کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ ابوبکر رض۔ تو اس نے کہا کیا کہوں قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے اوپر تیرا ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ ابتک میں نے نہیں دیا تو میں تجھے جواب ضرور دیتا۔ دوسری یہ کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) جب حضرت فاروق رض کی رگِ غیرت حرکت میں آئی تو حضرت صدیق رض اُن کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلے۔ یہاں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت صدیق رض کو پیغمبر ص کے ساتھ کیا نسبت تھی اور پیغمبر ص کے علوم صدیق رض کے (آئینہ) نفس میں کیونکر جلوہ گر ہوتے تھے۔ عمر بن الخطاب رض نے بیان کیا کہ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہوں۔ میں نے

[ع] بَظر: با کے فتح کے ساتھ گوشت کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو فرج کے اوپر ہوتا ہے جس کو ہندی میں ٹنہ کہتے ہیں۔ لات ایک بت کا نام تھا جو بشکل عورت تھا جس کی قریش پوجا کرتے تھے۔ عرب کے نزدیک یہ سخت گالی ہے ۱۲

فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا
إِذًا قَالَ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ وَ
لَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي
قُلْتُ أَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا
أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ
قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيهِ
الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ
آتِيهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُ
ابكر قُلْتُ أَلَيْسَ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ حَقًّا
قَالَ بَلَى قُلْتُ أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا

کہاکہ کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایاکہ بیشک. میں نے کہاکہ پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں عیب[1] لگائیں. فرمایاکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں[2] اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد کرنے والا ہے۔ میں نے کہاکہ آپ ہم سے نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے پھر اس کا طواف کریں گے. فرمایاکہ بیشک. کیا پھر میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم بیت اللہ میں اسی سال پہنچیں گے؟ میں نے کہا "نہیں" فرمایاکہ تو اس میں تم (آئندہ) پہنچنے والے ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو. عمرؓ نے بیان کیاکہ پھر میں ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے کہا اے ابوبکرؓ! کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے

[1] دین میں عیب پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ہم عمرہ کرنے کی نیت سے آتے تھے لیکن مشرکین کی اس ضد اور ہٹ کو کہ ہم اپنی عبادت کی تکمیل کئے بغیر ہی واپس ہو جائیں مان لینا ہمارے دین پر دھبہ ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اپنی عبادت کی تکمیل کے لئے جان کی پروانہ کریں اور عمرہ ادا کر کے جائیں ۱۲

[2] یعنی حق تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کی بناء پر ہم نے مشرکین کی شرطوں کو قبول کیا تاکہ بیت اللہ کا احترام قائم رکھیں اور ہم نے اُن کی ایسی شرطوں کو بھی مان لیا صرف احترام بیت اللہ کے لئے جو بظاہر ذلیل اور رُسوا کرنے والی معلوم ہوتی ہیں جو نفسوں پر شاق گزریں۔ اور عبادت کی حقیقت اس کے سوا اور کیا ہے کہ اپنے معبود کی رضاجوئی کے لئے اپنے عجز و افتقار کا مظاہرہ کیا جائے اس لئے اگر عبادت عمرہ کی تکمیل نہ ہو سکی تو کیا ہوا. ہم نے اتنی بڑی عبادت کی جو کہ بہت سے عمروں کے برابر ہے. کیونکہ اس کا جو نتیجہ یعنی رضاء الٰہی ہم کو ملا ہے کہ احترام حق کے پیشِ نظر ہم نے اپنا پہلو جتنا زیادہ سے زیادہ رحمت وحمایتِ باری تعالیٰ اور "نصر عزیز" ہماری طرف متوجہ ہو چکی ہے جسکا اثر تم آئندہ دیکھو گے۔ اس لئے یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے اور اسی کی طرف سورۃ انّا فتحنا جو واپسی کے دوران میں راستہ ہی نازل ہوئی تھی کہ ہم نے تم کو اس دقت بڑے تحمل کی توفیق دی تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہماری حمایت اور نصر عزیز تمہارے ساتھ ہو گئی ہے کہ تم امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو کہ جو لغزش تم سے سرزد ہو گئی تھی کہ تم نے مالی ضرورتوں اور اقارب کو بچانے کا خیال کرتے ہوئے فدیہ قبول کر لیا تھا وہ بھی معاف ہے (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) اور اگر کوئی لغزش آئندہ اسی طرح کی تم سے سرزد ہوئی تو وہ بھی معاف (وما تأخر) یاد رکھنا چاہیئے کہ "لیغفر لک" اور "ذنبک" میں اگرچہ خطاب خاص ہے مگر اس کا مفہوم عام ہے۔ یہاں ذنوب کا مفہوم عام معاصی نہیں ہے بلکہ ایسی لغزشیں ہیں جو حصولِ مقصد میں سدِّ راہ ہوتی ہیں جن کا وقوع مستقبل میں بھی مسلمانوں سے ہوا مگر اسی وعدہ خداوندی نے اپنی نصر عزیز کے ذریعہ سے بُرے انجام سے ہمیشہ انکو محفوظ رکھا اور فتوحات کاملہ کیلئے بالآخر سیدھا راستہ اُن کے سامنے کر دیا جس کیطرف (ویہدیک صراطاً مستقیماً) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور (وینصرک اللہ نصراً عزیزاً) کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا رہا. ان جملہ الطاف واکرامات کی بنیاد یہی معاہدہ بنا۔ اسی لئے اس کو فتح مبین فرمایا گیا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ فتح کا مقدمہ یہی معاہدہ بنا تھا، قریش نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی جسکی بناء پر سورۃ براءت کے ذریعہ سے معاہدے کے فسخ کا اعلان کر دیا گیا اور پھر حملہ کر کے مکہ فتح کر لیا گیا. اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی اصل تعبیر کا ظہور ہوا کہ ہم بیت اللہ میں پہنچیں گے چنانچہ پہنچے اس طرح کہ ہمیشہ کیلئے کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہو سکی. الغرض آپ کے خواب کی تعبیر یعنی فتح مکہ کا ظہور تدریجاً اسی معاہدے سے شروع ہوا. بصیرتِ محمدی اس راز کو بخوبی سمجھ رہی تھی مگر ابتک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ سمجھے تھے ۱۲ اشتیاق احمد

على الباطل قال بلى قلت فلم نعطى
الدنية فى ديننا اذا قال يا ايها الرجل
انه رسول الله صلى الله عليه وسلم
وليس يعصى ربه وهو ناصره
فاستمسك بغرزه (رکاب) فوالله انه على الحق
قلت اليس كان يحدثنا انا سنأتى
البيت فنطوف به قال بلى أفأخبرك
انك تأتيه العام قلت لا قال
فانك اتيه ومطوف به قال
عمر فعملت لذالك اعمالاً اخرجه
البخارى ؎ ديگر آنكه دراختيار صلح و
جنگ سخنها مى رفت ومشورها بميان
مے آمد آخرها تقرير امر بمشورت حضرت
صديق رض واقع شد فى قصة الحديبية
انه صلى الله عليه وسلم بعث عيناً له (جاسوس)
من خزاعة وسار النبى صلى الله عليه وسلم
حتى كان بغدير الاشطاط اتاه
عينه قال ان قريشاً جمعوا جموعاً وقد
جمعوا لك الاحابيش وهم مقاتلوك و
صادوك عن البيت ومانعوك فقال
اشيروا ايها الناس على أترون ان
اميل الى عيالهم وذرارى هؤلاء
الذين يريدون ان يصدونا عن

نبی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ بیشک ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ کیا ہم حق پر اور ہمارے
دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا بیشک. میں نے کہا کہ ہم کس وجہ سے
اپنے دین میں عیب لگائیں۔ فرمایا کہ اے شخص وہ اللہ کے
رسول ؐ ہیں اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کو مدد
دینے والا ہے۔ بس تو اُن کے رکاب پکڑے رکھ، واللہ وہ حق پر ہیں۔
مَیں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ؐ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم
عنقریب بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔
کہا کہ بیشک! تو کیا تم کو یہ خبر دی تھی کہ تم بیت اللہ اسی سال
پہنچو گے۔ مَیں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ بیشک تم (آئندہ) پہنچنے والے
ہو اور اس کا طواف بھی کرنے والے ہو۔ عمر رض نے کہا کہ میں نے
اس کی وجہ سے (یعنی اپنی اس جرأت گستاخانہ کی وجہ سے)
بہت سے عمل خیر (بطور کفارہ) کئے۔ اس کو بخاری نے روایت
کیا۔ تیسرے یہ کہ صلح اور جنگ کے اختیار کرنے میں گفتگوئیں
جاری تھیں اور مشورے ہوئے۔ آخر کار جو بات قرار پائی وہ حضرت
صدیق رض کے مشورے کے مطابق تھی۔ قصہ حدیبیہ (بخاری) میں
مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک جاسوس (بسر
ابن سفیان) جو قبیلہ خزاعہ کا تھا بھیجا (کہ قریش کے حالات معلوم
کرکے آئے) اور آپ چل پڑے۔ جب (مقام) غدیر الاشطاط میں
پہنچے وہاں آپ کا جاسوس آپ کے پاس آیا۔ اس نے بتایا کہ
قریش کے لوگوں نے تو فوجیں اکٹھا کی ہیں اور یہ فوجیں متفرق
قبیلوں میں سے لی ہیں۔ اور وہ آپ سے لڑیں گے اور بیت اللہ
جانے سے آپ کو روکیں گے اور مانع ہوں گے تو آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رض سے فرمایا کہ اے لوگو! مجھے مشورہ دو

ع۵ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور اپنے سوال وجواب کو حضرت ابوبکر رض پر ظاہر کیا تھا مگر حضرت ابوبکر رض نے بھی انکو
وہی جواب دیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے الفاظ بھی نہ بدلے۔ اس حدیث کے ایراد سے یہی غرض ہے ۲ مترجم

البیتِ فان یأتونا کان اللہ قد قطع عیناً من المشرکین والاّ ترکناھم محرومین (ای مسلوبین منہوبین ۱۲) قال ابوبکر یارسول اللہ خرجتَ عامِداً لھٰذا البیتِ لا تُرید قتلَ احدٍ ولا حربَ احدٍ فتوجّہ لہٗ فمن صدّنا عنہ قاتلناہ قال امضُوا علیٰ اسمِ اللہ اخرجہ البخاری۔

ازانجملہ آنست کہ چوں غزوۂ خیبر واقع شد حضرت صدّیق رضہ حاضر آں واقعہ بود و بمقتضائے سیرت آنحضرتِ صلے اللہ علیہ وسلّم در خلفاء کہ بمنزلہ منتظر الامارت معاملہ میکردند حضرتِ صدیق رض امیر لشکر شد ہرچند در آخرِ واقعہ فضیلتِ علی مرتضیٰ غالب تر آمد عن سلمۃ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابابکر الیٰ بعض حصون خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح اخرجہ الحاکم و ازانجملہ آنست کہ بر سریۂ بنی فزارۃ حضرت صدیق رض را امیر ساخت عن سلمۃ بن الاکوع قال اَمّر رسول اللہ

کیا تم یہ رائے پسند کرو گے کہ میں ان کافروں کے متعلقین اور ان کے بال بچوں پر جھک پڑوں (یعنی بڑھ کر ان کو قید کرلوں) جو اس ارادے سے پہنچے ہیں کہ ہم کو بیت اللہ سے روک دیں۔ پھر اگر وہ (اپنے بال بچوں کو بچانے کی غرض سے) ہم سے لڑنے آئیں گے تو اللہ عہ مشرکوں کے جاسوسوں کو (یا انکی ایک آنکھ کو) ختم کردے گا (یعنی ہمارے ہاتھ سے ان کو ہلاک کردے گا)۔ ورنہ ہم اُن کو لُٹا پٹا چھوڑ دیں گے۔ ابوبکر رض نے کہا کہ یارسول اللہ ؐ! آپ تو بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہیں۔ کسی کو قتل اور کسی سے جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ بس اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف رکھیے جو ہم کو اس سے روکے گا اس سے ہم قتال کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا چلو بسم اللہ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب غزوۂ خیبر واقع ہوا تو اس میں حضرت صدّیق رض حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلفاءؓ کے ساتھ سیرت مبارکہ کے مطابق کہ آپ بمنزلۂ ولی عہد کے معاملہ کرتے تھے حضرت صدیق رض امیر لشکر ہوئے ہرچند کہ آخر جنگ میں علی مرتضیٰ رض کی فضیلت غالب تر ظاہر ہوئی۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا تو انھوں نے قتال کیا اور کوشش کی اور فتح نہ ہوئی، روایت کیا اس کو حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ سریۂ بنی فزارہ پر حضرت صدیق رض کو امیر بنایا۔ مروی ہے سلمہ بن الاکوع سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض کو امیر

عہ یعنی جب باہر والے لوگ اپنے بال بچوں کو بچانے کے لئے آئیں گے تو قریش کے لوگ تو مکہ میں رہ جائیں گے وہ ان کے ساتھ آنے والے نہیں اس صورت میں کافروں کی جماعت کم ہوجائے گی بہ نسبت اسکے کہ ہم مکہ میں جاکر مقابلہ کریں کیونکہ یہ باہر والے اور قریش سب مجتمع ہیں مل کر ہمارا سخت مقابلہ کرسکتے ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ مطلب ہے کہ اگر یہ باہر والے اپنے بال بچوں کو بچانے آتے تو مارے جائیں گے اور ان کے مارے جانے سے قریش کے جاسوسوں میں کمی ہوگی کیونکہ یہی باہر والے ہماری خبریں قریش کو پہنچایا کرتے ہیں گویا ان کے جاسوس ہیں۔ بنا بریں یہ ترجمہ ہوگا ” تو جدا کردیا اللہ تعالیٰ نے جاسوس (جماعت) کو جو مشرکین کی تھی ہم سے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر رضی اللہ عنہ فغزونا
ناسًا من بنی فزارة فلما دنونا من الماء
امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فعرّسنا فلما
صلینا الصبح امرنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فشننا
الغارة قال فوردنا الماء فقتلنا به من
قتلنا فانصرف عُنُق من الناس وفیھم
الذراری والنساء قد کادوا یسبقون
الی الجبل فطرحنا سھمًا بینھم و
بین الجبل فلما رأوا السھم وقفوا
فجئت بھم اسوقھم الی ابی بکر
رضی اللہ عنہ وفیھم امرأة من
بنی فزارة علیھا قشع من الادم
معھا ابنة لھا من احسن العرب
قال فنفلنی ابوبکر رضی اللہ عنہ ابنتھا
قال فقدمت المدینة فلقینی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت واللہ یا
رسول اللہ ما کشفت لھا ثوبًا وھی لک یا
رسول اللہ فبعث بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی مکة ففادی بھا اساری من المسلمین
کانوا فی ایدی المشرکین اخرجہ الحاکم وازانجملہ
آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے
ملوکِ آفاق نامہا نوشتند وجمعے را برائے تبلیغ آں
نامہا فرستادند سائلے سوال کرد کہ حضرت
صدیق رض و فاروق رض چرا فرستادہ نمی شوند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم رتبہ ایں دو بزرگ ونسبتِ

بنایا تو ہم نے بنی فزارہ کے لوگوں سے جہاد کیا تو جب ہم پانی کے (یعنی قبیلہ کے) قریب پہنچ گئے تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو ہم نے آرام کیا۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھ لی تو ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا پھر ہم نے ہر جانب سے ان پر لوٹ ڈالی۔ کہا کہ ہم قبیلہ پر جا پہنچے تو وہاں جن لوگوں کو قتل کرنا تھا قتل کیا۔ پھر ان لوگوں کے بعض ممتاز لوگوں کی جماعت اور ان میں اُن کے بال بچے اور عورتیں بھی تھیں لوٹے اور پہاڑ کی طرف پہنچنے کے قریب ہوگئے تو ہم نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان تیر پھینکے۔ پھر جب انھوں نے تیروں کو دیکھا تو ٹھہر گئے اور میں ان کے پاس پہنچا اور ان کو ہنکاتا ہوا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا اور اُن میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جو چمڑے کا ایک پوستین اوڑھے ہوئے تھی اسکے ساتھ اُس کی ایک بیٹی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکی تھی۔ کہا کہ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کو غنیمت میں سے مجھے دیدیا۔ کہا کہ پھر میں مدینہ آگیا تو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملے۔ تو میں نے کہا واللہ یا رسول اللہ! میں نے اسکے اوپر سے کپڑا بھی نہیں ہٹایا اور یا رسول اللہ! اب یہ آپ کی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکہ بھیجدیا اُس سے فدیہ (بدلہ) کرلیا مسلمانوں میں کے اُن قیدیوں کا جو مشرکین کے قبضہ میں تھے۔

اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چہار جانب کے بادشاہوں (کے پاس بھیجنے) کے لئے خطوط تحریر فرمائے اور ایک جماعت کو ان خطوط کے پہنچانے کے لئے روانہ کیا تو ایک سائل نے سوال کیا کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض کو کیوں نہیں بھیجا جاتا؟

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بزرگوں کے مرتبہ کی عظمت اور اُن کے ساتھ اپنے اتحاد کی نسبت کا اظہار فرمایا

اتحاد ایشاں باخود بیان فرمود و این معنی
فضیلتِ ایشاں را دو بالا ساخت عن حذیفۃ
ابن الیمان رضی اللہ عنہما قال سمعتُ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لقد
ھَمَمتُ ان ابعثَ الی الآفاق رجالا
یُعَلِّمون الناس السُّنَن والفرائضَ کما
بعثَ عیسی بن مریم الحواریین قیل لہ
فأینَ انتَ عن ابی بکر وعمر قال انہ لا غنی
لی عنہما انہما من الدین کالسمع والبصر
رواہ الحاکم۔ از انجملہ آنست کہ حضرت صدیق رض
در مصالح مسلمین شبانگاہ با آنحضرت مشاورت
می کردند و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برحسب
مشورہ ایشاں عمل میفرمود قال ابن عباس
فی قولہ تعالی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنے ابابکر
وعمر وعن عمر رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یسمرُ عند ابی بکر اللیلۃ
فی الامر من امور المسلمین (یتکلم) وانا معہ رواہ
احمد وعن عبد الرحمٰن بن غَنم ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وعمر لو اجتمعتما
فی مشورۃٍ ماخالفتکما اخرجہ احمد۔
وازاں جملہ آنست کہ چوں ازواج طاہرات
غیرت کردند و سورۃ تحریم نازل شد حضرت
صدیق رض و فاروق رض مشار الیہ بکلمہ وصالح
المومنین گشتند عن ابی اُمامۃ قال فی قولہ
تعالی فَاِنَّ اللہَ ھُوَ مَولٰہُ وَجِبرِیلُ

اور اس ارشاد نے ان کی فضیلت کو دو چند کر دیا۔ مروی ہے حذیفہ رض ابن الیمان رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ میں نے عزم کر لیا ہے کہ چاروں طرف ایسے لوگوں کو بھیجوں جو لوگوں کو امور شرعیہ اور فرائض کی تعلیم دیں جیسا کہ عیسیٰ بن مریم ؑ نے حواریین کو بھیجا تھا۔ تو آپ سے کہا گیا کہ کیا بات ہے آپ ابوبکر رض و عمر رض سے ایسے کام نہیں لیتے۔ فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں سے میں مُستغنی نہیں ہوتا۔ یہ دونوں دین کے حق میں ایسے ہیں جیسے سمع اور بصر (انسان کے لئے) اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رض مسلمانوں کی مصلحتوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاورت کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کے مشوروں کے مطابق عمل فرمایا کرتے تھے۔ ابن عباس رض نے ذکر کیا حق تعالیٰ کے قول وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کے بارے میں (کہ ان سے کاموں میں مشورہ کیا کرو) "یعنی ابوبکر رض و عمر رض سے" اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو گفتگو فرمایا کرتے تھے ابوبکر رض کے نزدیک (لیٹ کر) امورِ مسلمین میں سے کسی امر کے متعلق اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور عبد الرحمٰن بن غنم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رض و عمر رض سے فرمایا جب تم دونوں کسی مشورے میں متفق ہو جاتے ہو تو میں تمہارے خلاف نہیں کرتا، اس کو احمد نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ: جب ازواج طاہرات رض نے غیرت کی اور سورۃ تحریم نازل ہوئی تو حضرت صدیق رض و فاروق رض کلمہ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ کے مشار الیہ بنے۔ مروی ہے ابو امامہ رض سے انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فَاِنَّ اللہَ ھُوَ مَوْلٰہُ الخ (۶۶:۴) اور اگر (اسی طرح)

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ابوبکرؓ وعمرؓ اخرجه الحاکم و شاهدہٗ حدیث نعمان بن بَشیر استأذنَ ابوبکرؓ علی النّبیّ صلے اللہ علیہ وسلم وسَمِعَ صوتَ عائشۃَ عالیًا فلما دخل تناولها لِیَلْطِمَهَا (تاکہ طمانچہ زند ۱۲) وقال لا اراكِ ترفعین صوتكِ علی رسُولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخرجه ابوداؤد ازانجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق رضؓ غایت سعی در کتمانِ اسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم می فرمود در قصۂ عرض حفصہؓ بر عثمان رضؓ و حضرت صدیق اکبر رضؓ مذکور است قال ابوبکرؓ لم یمنعنی ان ارجعَ الیكَ اِلّا انّی کنتُ علمتُ انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذَکَرَهَا ولم اکن لِاُفْشِیَ سِرَّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری وازانجملہ آنست کہ حضرتِ صدیق در ہر خیر سبقت میکرد در قصہ بشارت عبداللہ بن مسعودؓ حضرتِ فاروق رضؓ گفتہ است ان فعلتَ اِنّكَ لسابقٌ بالخیر و فی قصصٍ کثیرٍ نحوٌ من ذٰلک تا آنکہ سَبَّاق الی الخیر لقب او شد درمیان صحابہؓ وازانجملہ آنست کہ چوں روز جمعہ کاروانِ شام در رسید مردمان از مسجد متفرق شدہ درپے کاروان رفتند حضرت صدیق رضؓ از ثابتانِ آں جمع بود عن جابر قال بینما النّبیّ صلے اللہ

پیغمبرؐ کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں) تو (یاد رکھو کہ) پیغمبرؐ کا رفیق اللہ ہے اور جبرئیل عؑ ہے اور نیک مسلمان ہیں الخ. یعنی ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ. اس کو روایت کیا حاکم نے اور اس کی شاہد نعمان بن بشیر رضؓ کی حدیث ہے کہ ابوبکر رضؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی اور اُنھوں نے عائشہ رضؓ کی آواز کو سُن لیا جو اُونچی ہو رہی تھی، جب گھر میں داخل ہوتے تو اُن کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اُن کے طمانچہ ماریں اور فرمایا کہ میں آئندہ نہ دیکھوں کہ تو اپنی آواز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی کرے. اس کو روایت کیا ابوداؤد نے. اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسرار کے چھپانے میں انتہائی کوشش فرماتے تھے. حضرت حفصہ رضؓ کے لئے (حضرت عمر رضؓ) کا حضرت عثمان رضؓ کو اور پھر صدیق اکبر رضؓ کو پیغام دینے کے قصہ میں مذکور ہے کہ ابوبکر رضؓ نے (حضرت عمر رضؓ سے جواب نہ دینے کی معذرت کرتے ہوتے) کہا کہ مجھے کسی بات نے آپ کی طرف رجوع ہونے (یعنی آپ کی بات کا جواب دینے) سے نہیں روکا بجز اس کے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضؓ کا ذکر کیا اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنے والا نہ تھا. اس کو بخاری نے روایت کیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ ہر خیر میں سبقت کرتے تھے. عبداللہ بن مسعود رضؓ کی بشارت، کے قصہ میں حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا اگر تو نے یہ کیا تو بیشک، تو ہی (ہم سب سے زیادہ) خیر پر سبقت کرنے والا ہے اور بہت سے قصوں میں اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں. یہاں تک کہ صحابہ رضؓ کے درمیان اُن کا لقب سَبَّاق الی الخیر (نیک کام کی طرف بڑھنے والا) مشہور ہو گیا. اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب جمعہ کے روز شام سے (تجارتی) قافلہ آپہنچا تو لوگ مسجد سے نکل کر قافلہ کے پیچھے چلے گئے

علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ قائماً اذا
قدمت عیر المدینۃ فابتدرھا اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق منھم
الا اثنا عشر رجلاً فیھم ابو بکر و عمر اخرجہ
الترمذیؒ وازاں جملہ آنست کہ چوں غزوۂ
فتح مہیا شد حضرت صدیق رضؓ را دراں واقعہ
فضائلِ نمایاں حاصل گردید بچند وجہ یکے آنکہ
پیش از واقعہ ابو سفیان پیش صدیق اکبر رضؓ آمد
طلب اعادہ صلح نمود و ایں نبود مگر از جہتِ وجاہت
عظمیٰ کہ حضرت صدیق رضؓ را درمیانِ مسلمین حاصل
بود واز وے حساب می گرفتند قال
محمد بن اسحٰق ثم خرج ابو سفیان
حتی اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکلمہ فلم یرد علیہ شیئاً ثم ذھب الی
ابی بکر رضی اللہ عنہ فکلمہ ان یکلم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما انا
بفاعلٍ ثم اتی عمر بن الخطاب رضی اللہ
عنہ فکلمہ فقال انا اشفع لکم عند رسولِ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فواللہ لو لم اجد
الا الذر لجاھدتکم بہ دیگر آنکہ
چوں بمکہ داخل شدند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بجانب
حضرت صدیق رضؓ متوجہ شدہ فرمودند
کیف قال حسانؓ۔ عن ابن عمر
رضی اللہ عنھما قال لما دخل

حضرت صدیق رضؓ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔
مروی ہے جابر رضؓ سے کہا اس دوران میں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے
دن کھڑے ہوتے خطبہ فرما رہے تھے کہ مدینہ کا قافلہ آپہنچا تو اصحاب رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اس کی طرف جھپٹ گئے یہاں تک کہ کوئی
اُن میں سے باقی نہ رہا بجز بارہ آدمیوں کے جن میں ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ
بھی تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ فتح مکہ کی تیاری ہوئی تو حضرت صدیق رضؓ کو اس
واقعہ میں نمایاں فضیلت حاصل ہوئی چند وجوہ سے ایک یہ کہ واقعہ
فتح سے پہلے ابو سفیان صدیق اکبر رضؓ کے پاس آیا اور آپ سے (سابقہ)
صلح کے اعادہ کرنے کی درخواست کی اور آپ سے ایسا کہنا صرف
اسی بنا پر تھا کہ حضرت صدیق رضؓ کو مسلمانوں میں بڑی وجاہت
حاصل تھی اور آپ کی شخصیت کا اثر قبول کرتے تھے۔ محمد بن اسحٰق
نے بیان کیا کہ پھر نکلا ابو سفیان یہاں تک کہ (مدینہ پہنچکر) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کے سامنے گفتگو کی مگر آپؐ نے اسکی
کسی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اُن سے
یہ گفتگو کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (اس بارے میں)
کلام کریں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں۔
پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُن سے کلام کیا تو
انھوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تمھاری سفارش مَیں کروں؛ خدا کی قسم اگر میں (اپنے اندر) طاقت نہ
پاؤں مگر ایک چیونٹی کے برابر تو مَیں تم سے اس سے بھی جہاد کروں گا۔
دوسری یہ کہ جب مکہ میں داخل ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت صدیق رضؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حسان رضؓ نے کس طرح
کہا تھا؛ مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فتح کے سال میں (مکہ میں) داخل ہوتے تو آپؐ نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام الفتح رأی
النساء یلطمن وجوہ الخیل بالخمر فتبسم الی
ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال یا ابابکر کیف قال
حسان بن ثابت فانشدہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ؎
عدمت بنیتی ان لم تروھا ÷ تثیر النقع من کنفی
کداء ÷ ینازعن الاعنۃ مسرعات ÷ یلطمھن
بالخمر النساء ÷ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم ادخلوا من حیث قال حسان اخرجہ الحاکم۔
و دیگر آنکہ پدر صدیق اکبر رض آں روز بشرف اسلام
تشریف یافت وفضیلت آنکہ چہار پشت آنحضرت ص
را دیدہ باشد و مسلمان شدہ غیر صدیق رض را میسر نہ شد
قال محمد بن اسحٰق فلما دخل رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم مکۃ دخل المسجد فاتی
ابوبکر رضی اللہ عنہ بابیہ یقودہ فلما
راٰہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
قال ھلا ترکت الشیخ فی بیتہ حتے اکون
انا اٰتیہ فیہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ
یا رسول اللہ ھو احق بمشیہ الیک من ان
تمشی انت الیہ فاجلسہ بین یدیہ ثم مسح
صدرہ ثم قال اسلم فاسلم الحدیث وقال
علی بن ابی طالب ھذہ الاٰیۃ فی ابی بکر یعنی
قولہ تعالیٰ حتے اذا بلغ اشدہ و

عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی اوڑھنیاں گھوڑوں کے منہ پر مار رہی ہیں۔ (یعنی مالش کر رہی تھیں) تو آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابوبکر رض کیسے کہا تھا حسان بن ثابت نے؟ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اُن کے یہ اشعار سُنائے ؎

عدمت بنیتی ان لم تروھا ÷ الخ۔ میں اپنی پیاری بیٹی سے محروم ہو جاؤں اگر تم اُن کو (یعنی گھوڑوں کو) اس حالت میں نہ دیکھ لو کہ وہ کداءؔ کی دونوں جانب سے غبار اُٹھا رہے ہوں گے۔ جھگڑتی ہوئی ہوں گی عورتیں جلدی کرتی ہوئی چھینے والی لونڈیوں سے۔ اُن گھوڑوں کے منہ پر اپنی اوڑھنیاں مارتی ہوں گی۔" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جدھر سے حسان رض نے کہا اُدھر سے ہی داخل ہو جاؤ اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور تیسری یہ کہ صدیق اکبر رض کے والد اُس روز اسلام سے مشرف ہوئے اور یہ فضیلت کہ چار پُشت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور سب مسلمان بھی ہوں حضرت صدیق رض کے سوا کسی کو میسّر نہیں ہوئی۔ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو مسجد میں پہنچے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے باپ کو رہنمائی کرتے ہوئے لائے جب اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ تم نے ان شیخ کو گھر میں ہی کیوں نہ چھوڑا۔ میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ص! بہ نسبت اس کے کہ آپ ص چل کر ان کے پاس پہنچیں ان کے لئے چل کر آپ ص کے پاس آنا زیادہ بہتر تھا۔ تو آپ ص نے ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیرا پھر فرمایا اسلام لاؤ تو وہ اسلام لے آئے، آخر حدیث تک۔

ع۵ کدا کاف کے زبر کے ساتھ ایک بلند چوٹی کا نام ہے جو مقابر معلےٰ سے متصل ہے اور کدیٰ ضمہ وکسر کے ساتھ باب عمرہ کی جانب ایک پست چوٹی کا نام ہے۔ کدا کے نیچے سے شہر میں داخل ہونے کا ایک راستہ تھا۔ اشعار کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ وقت آکر رہے گا کہ لشکر اہلِ اسلام اس طرح مکہ فتح کرے گا کہ اسکے سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے کداء کے دونوں جانب سے داخل ہو رہے ہوں گے اور آزاد عورتیں تمہارے گھوڑے کے چہروں کو اپنی اوڑھنیوں سے صاف کرتی ہوں گی یا ان کی مالش کرتی ہوئی ہوں گی ۱۲

بلغ اربعين سنة اسلم ابواه جميعا فلم يجتمع لاحد من الصحابة المهاجرين ابواه غيره اوصاه الله بهما ولزم ذلك من بعده اخرجه الواحدي وعن موسى ابن عقبة لم يدرك اربعة من النسل النبي صلى الله عليه وسلم الا هؤلاء ابو قحافة و ابوبكر وابنه عبد الرحمن وابو عتيق ابن عبد الرحمن بن ابي بكر اخرجه الواحدي

وازا نجملہ آنست کہ در قصہ حنین و قضیہ ابی قتادہ مشورت ابوبکر بشرف تصویب رسید۔ عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اقام بينة على قتيل قتله فله سلبه فقمت لالتمس بينة على قتيلى فلم ار احدا يشهد لى فجلست ثم بدا لى فذكرت امره لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رجل من جلسائه سلاح هذا القتيل الذى يذكره عندى فارضه منى فقال ابوبكر كلا لا تعطيه اصيبغ من قريش وتدع اسدا من اسد الله يقاتل عن الله ورسوله قال فقام

اور علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ آیت ابوبکرؓ کے بارے میں ہے۔ یعنی ارشادِ باری تعالیٰ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ الخ (۴۶ : ۱۵)

یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا۔" الخ ان کے ماں اور باپ دونوں اسلام لائے اور صحابہ مہاجرین میں سے کسی کے ماں اور باپ بجز اُن کے (اسلام پر) مجتمع نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (والدین) کے ساتھ (بہتر سلوک کی) ان کو وصیت کی اور اُن کے بعد والوں پر بھی اس کو لازم کردیا۔ اس کو واحدی نے روایت کیا۔ اور موسیٰ ابن عقبہؓ سے روایت ہے کہ (ایک نسل کے) چار آدمیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا بجز ان لوگوں کے ابوقحافہ اور ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور ابوعتیق بن عبدالرحمٰن ابن ابی بکر، روایت کیا اس کو واحدی نے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے

واقعۂ حنین میں ابوقتادہ کے تصفیہ میں ابوبکرؓ ہی کا مشورہ مشرف بہ صواب ہوا۔ مروی ہے ابوقتادہؓ سے کہا کہ فرمایا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی مقتول کے بارے میں گواہی پیش کرے گا کہ اس نے اس کو قتل کیا تو مقتول کا سامان اُس کو دیا جائے گا۔ تو میں اُٹھا تاکہ اپنے مقتول پر کوئی گواہ تلاش کروں مگر کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا جو میری گواہی دیتا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور قتیل کے واقعہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کردیا کہ اس کے ساتھ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا، تو آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار جس کا یہ ذکر کر رہا ہے میرے پاس ہیں تو آپ اسکو رضامند کردیجئے میری جانب سے (کہ وہ میرے حق میں دستبردار ہوجائے) تو ابوبکرؓ نے کہا ہرگز نہیں (یا رسول اللہ) آپ اس کو نہ دیجئے۔ قریش میں کی ایک کمزور چڑیا (لیجائے) اور آپ اللہ کے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاداہ
الیّ فاشتریت منہ خرافاً فکان اول مالٍ
تأثلتہ اخرجہ البخاری وازانجملہ آنست کہ
درغزوۂ طائف فضائلِ جلیلہ نصیب حضرت
صدیق رض آمد بجہاتِ متعددہ یکے آنکہ پسر
حضرتِ صدیق رض بزخم تیر مجروح شد و
آخر حال بہماں جراحت شہادت یافت فی
الاستیعاب عبد اللہ بن ابی بکر شہد
الطائف مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرمی بسہم فدمل جرحہ فانتقض علیہ
فمات منہ فی خلافۃ ابیہ دیگر آنکہ بازگشتن
از محاصرۂ حصن طائف بغیر فتح باشارہ وے
وتعبیر وے بود رضی اللہ عنہ قال محمد بن اسحٰق
وقد بلغنی ان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال لابی بکر الصدیق رضی
اللہ عنہ وھو محاصر ثقیفاً یا ابابکر انی
رأیت انی اُھدیت الیّ قعبۃ مملوّۃ زبداً
فنقرھا دیک فھراق ما فیھا فقال ابوبکر
ما اظن ان تدرک منھم یومک ھذا
ما ترید فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
وانا لا اری ذلک وازانجملہ آنست کہ
چوں غزوۂ تبوک واقع شد حضرت
صدیق رض را دراں مشہد فضائل بسیار
نمایاں گشت یکے آنکہ در انفاق گوئے
سعادت از ہمہ در ربود عن اسلم

شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں (یعنی محروم کردیں) جو اللہ اور اسکے
رسول ص کی طرف سے قتال کرے۔ ابو قتادہ رض نے کہا تو اُٹھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ آپ نے مجھے دلوائے۔ تو مَیں نے اس سے
ایک باغ خریدا۔ تو یہ پہلا مال تھا کہ جو مَیں نے جمع کیا۔ اور ان میں
سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ طائف میں حضرت صدیق رض کے حصہ میں
بہت سی شاندار فضیلتیں آئیں متعدد جہات سے ایک یہ کہ حضرت
صدیق رض کا بیٹا ایک تیر کے لگنے سے مجروح ہوا بالآخر اسی زخم
سے اُس نے شہادت پائی۔ استیعاب میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں موجود تھے
اُن کے ایک تیر مارا گیا تھا۔ اس زخم میں فساد پیدا ہوگیا اس کے
بعد پھٹ گیا، اُسی سے انتقال کرگئے۔ اپنے باپ کی خلافت کے
زمانہ میں۔ دوسری یہ کہ آپ کا طائف کے قلعہ سے محاصرہ اُٹھا
بغیر فتح کئے ہوئے واپس ہوجانا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے اشارے اور ان کی تعبیر سے ہوا تھا۔ محمد بن اسحٰق رح نے
کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب آپ ثقیف کا محاصرہ کئے
ہوئے تھے کہ اے ابوبکر! میں نے دیکھا کہ میرے پاس بطور ہدیہ ایک
رکابی بھیجی گئی جو مکھن سے بھری ہوئی تھی۔ ایک مرغ نے اُس
میں چونچ ماری تو جو اس میں تھا وہ بہہ گیا۔ تو ابوبکر رض نے یہ کہا کہ
میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو کچھ آپ ارادہ کررہے ہیں اس جنگ
میں اُن سے حاصل کرلیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اور میں بھی درحقیقت یہی سمجھ رہا ہوں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ جب غزوۂ تبوک واقع ہوا اُس موقع پر حضرت صدیق رض کے
بہت سے فضائل نمایاں ہوئے۔ ایک یہ کہ مال خرچ کرنے میں
آپ نے سب سے بڑھ چڑھ کر سعادت حاصل کی۔ اسلم سے مروی ہے

قال سمعتُ عمر بن الخطاب يقول امرنا
رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ان نتصدّق
ووافق ذٰلک عندی مالاً فقلتُ الیوم
اَسبِقُ ابابکرٍ اِن سَبقتُہ یوماً فقال فجئتُ
بنصفِ مالی فقال رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلّم ما اَبقیتَ لاَھلِکَ قلتُ مثلہ و
اتی ابوبکرٍ بکل ما عندہٗ فقال یا ابابکرٍ ما ابقیتَ
لاَھلک فقال ابقیتُ لھم اللّٰہ ورسولہ
قلتُ لا اسبقہ الی شیءٍ ابداً اخرجہ الترمذی
دیگر آنکہ عرضۂ ایں لشکر بصدیقِ اکبر رضؓ
حوالہ شد و امامتِ لشکر بوے رضی اللّٰہ
عنہ تسلیم یافت۔ دیگر آنکہ در اثنارِ راہ
آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم با چندکس تعریس (تعریس نزول آرام در آخر شب)
فرمود واز لشکر دُور افتاد دراں حالت بر زبانِ
مبارک آنحضرت گزشت کہ اگر لشکر فرمانبرداری
صدّیق رضؓ و فاروق رضؓ کنند راہ یاب
شوند اخرجہ مسلم وقصۂ آں طولے دارد۔
وازانجملہ آنست کہ در سالِ نہم آنحضرت
صلے اللّٰہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضؓ را
امیرِ حج فرمود و اوّل کسے است کہ در
اسلام امیر الحج شد و اینجا غلطیِ عظیم
افتادہ است جمعی می دانند کہ فرستادنِ
حضرت مرتضٰے رضی اللّٰہ عنہ عزلِ ابوبکر
صدیق رضؓ بود تحقیق آنست کہ امیرِ حج ابوبکر صدیق رضؓ
بود وابلاغِ براءۃ تحویل علی مرتضیٰ رضؓ عن

کہا کہ میں نے سُنا عمر بن الخطاب رضؓ سے فرماتے تھے کہ ہم کو حکم دیا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم صدقہ دیں (یعنی چندہ لے کر
آئیں) اور یہ بات میرے لئے (موجودہ احوال کے) موافق پڑی کہ
میرے پاس مال موجود تھا۔ مَیں نے سوچا کہ اگر کسی دن میں ابوبکر رضؓ
سے (نیک کام میں) سبقت لیجا سکا تو آج سبقت لیجاؤں گا عمر رضؓ
نے فرمایا کہ پھر میں جو کچھ میرے پاس تھا اس کا نصف لے آیا۔ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل کے لئے کتنا باقی چھوڑا؟
میں نے عرض کیا کہ اسی کے برابر۔ اور ابوبکر رضؓ لے کر آئے جو کچھ اُن
کے پاس تھا سب کا سب۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اپنے
اہل کے لئے کیا باقی چھوڑا؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ میں نے
ان کے لئے اللہ کو اور اُس کے رسول کو باقی چھوڑا تو میں نے (اپنے
دل میں) کہا کہ میں ان سے کبھی کسی بات میں آگے نہیں بڑھ سکتا، روایت
کیا اس کو ترمذی نے۔ دوسری یہ کہ اس لشکر کی تنظیم صدیق اکبر رضؓ کے
حوالہ ہوئی اور اس لشکر کی امامت بھی آپ ہی کے سپرد ہوئی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ تیسری یہ کہ اثناءِ راہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند
لوگوں کے ساتھ آخر شب میں اُتر کر آرام فرمایا اور آپ لشکر سے دُور
رہ گئے۔ اُس حالت میں آپؐ کی زبان مبارک پر یہ بات آئی کہ اگر
لشکر کے لوگ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ کی فرمانبرداری کریں تو راہ
پالیں گے، اس کو مسلم نے روایت کیا اور یہ قصہ طول رکھتا ہے۔
اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ نویں سال ہجرت میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضؓ کو امیرِ حج بنایا اور وہ پہلے
شخص ہیں جو کہ اسلام میں امیر الحج ہوتے۔ اور یہاں ایک بڑا مغالطہ
واقع ہوا ہے۔ ایک جماعت یہ سمجھتی ہے کہ حضرت مرتضےٰ رضی اللہ عنہ
کو (آپ کے بعد) بھیجنا، ابوبکر صدیق رضؓ کو معزول کرنا تھا۔ تحقیق
یہ ہے کہ امیرِ حج ابوبکر صدیق رضؓ تھے اور سورۃ براءۃ کو پہنچانا

محمد بن علی انه لما انزلت براءة علی رسول
الله صلی الله علیه وسلم وقد کان بعث ابابکر
الصدیق رضی الله عنه لیقیم للناس الحج
قیل له یا رسول الله لو بعثت بها الی
ابی بکر فقال یؤدی عنی رجل من
اهل بیتی ثم دعا علی بن ابی طالب
رضی الله عنه فقال اخرج بهذه القصة
من صدر براءة واذن فی الناس یوم
النحر اذا اجتمعوا بمنی انه لا یدخل الجنة
کافر ولا یحج بعد العام مشرک ولا
یطوف بالبیت عریان ومن کان له عند
رسول الله صلی الله علیه وسلم عهد
فهو له الی مدته فخرج علی بن ابی طالب
رضی الله عنه علی ناقة رسول الله
صلی الله علیه وسلم حتی ادرک ابابکر رضی
الله عنه فلما راه ابوبکر قال امیر او
مأمور قال بل مأمور ثم مضیا فاقام
ابوبکر رضی الله عنه للناس الحج و
العرب اذ ذاک فی تلک الساعة علی
منازلهم من الحج التی کانوا علیها فی الجاهلیة
حتی اذا کان یوم النحر قام علی بن ابی طالب
رضی الله عنه فاذن فی الناس بالذی
امره به رسول الله صلی الله علیه وسلم
فقال ایها الناس انه لا یدخل الجنة کافر
ولا یحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت

(تمام سفر کارِ حج تک) علی مرتضیٰ رضہ کی سپردگی میں تھا۔ مروی ہے محمد بن علی
سے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۃ برارت نازل ہوئی
اور آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے تھے تاکہ آپ لوگوں کو حج پر
قائم کریں (احکام شریعت کے مطابق) تو آپؐ سے کہا گیا کہ یا رسول
اللہ! اگر آپؐ اس کو ابوبکرؓ کے پاس بھیجدیں تو مناسب ہوگا۔
تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو میری جانب سے میرے اہل بیت میں
سے کسی شخص کو پہنچانا چاہیئے۔ پھر آپؐ نے علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اس قصہ کو آغاز سورۃ برارت سے
لیکر چلے جاؤ اور یوم النحر میں جب کہ لوگ منیٰ میں جمع ہوں اعلان
کردو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے اور
جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد ہو تو وہ اس کا حقدار
ہوگا عہد کی مدت تک۔ تو نکلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ (عضباء) پر یہاں تک کہ ابوبکر رضی
اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ جب ان کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
دیکھا تو فرمایا کہ امیر بن کر آئے ہو یا ماتحت بن کر۔ حضرت علیؓ نے
کہا کہ ماتحت بن کر۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ
لوگوں کو حج کرانے پر قائم رہے اور عرب جب یہ حکم بھیجا گیا اس ساعت
میں اپنی اُن ہی منازلِ حج پر تھے جن پر جاہلیت میں عمل پیرا ہوتے
تھے۔ یہاں تک کہ جب یوم النحر آگیا تو علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ کھڑے ہوگئے اور انھوں نے لوگوں میں جس چیز کا ان کو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اعلان کیا۔ یعنی کہا کہ اے لوگو!
بالیقین جنت میں کوئی کافر داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے۔
اور جس (قبیلہ) کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی خاص

عُرْيَانٌ ومن كان له عند رسول الله صلى
الله عليه وسلم عهدٌ الى مدةٍ فهو له الى مدته
فلم يحج بعد ذلك العام مشركٌ ولم يطف
بالبيت عريان ثم قدما على رسول الله صلى
الله عليه وسلم وكان هذا من براءة فيمن
كان من اهل الشرك ومن اهل العهد
العام واهل المدة الى الاجل المسمى رواه
ابن اسحق وعن ابن عباس انّ رسول
الله صلى الله عليه وسلم بعث ابا بكر رضى
الله عنه وامره ان ينادى بهؤلاء الكلمات
فاتبعه عليا فبينا ابو بكر ببعض الطريق
اذ سمع رغاء ناقة رسول الله صلى الله
عليه وسلم فخرج ابو بكر فزعا فظن انه رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاذا علىٌّ فدفع
اليه كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
قد امّره على الموسم وامر عليا ان ينادى
بهؤلاء الكلمات فقام علىٌّ فى ايام التشريق
فنادى انّ الله برىءٌ من المشركين ورسولُهٗ
فسيحوا فى الارض اربعة اشهرٍ
ولا يحجنّ بعد العام مشركٌ ولا يطوفنّ
بالبيت عريان ولا يدخل الجنة
الا مؤمنٌ فكان ينادى علىٌّ بها فاذا صحل
قام ابو بكر فنادى اخرجه الحاكم و تطع
این شبہ بداں وجہ می شود کہ خطب حج را تفحص
باید نمود کہ کہ کرام خواند نسائی بعض خطب

مدت تک کے لئے عہد ہے تو اس مدت تک کیلئے اُن کو اجازت ہے
پھر اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ بیت اللہ کا ننگا
ہو کر طواف کرے۔ پھر دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آ گئے۔ اور یہ سب سورۃ براءت سے اخذ کیا تھا جو ان لوگوں
کے بارے میں تھا جو اہلِ شرک ہیں اور جو ایسے ہیں کہ اُن سے عام
عہد تھا اور ایسے لوگوں کے بارے میں بھی جن سے ایک مدتِ معینہ
تک کے لئے عہد تھا، اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ اور ابنِ
عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی
اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ان کلمات کے ساتھ اعلان
کردیں۔ پھر ان کے پیچھے پیچھے علیؓ کو بھیجا۔ تو ابوبکرؓ ابھی راستہ ہی
میں تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے
بلبلانے کی آواز سُنی تو ابوبکرؓ گھبرا کر نکلے اور انھوں نے گمان کیا
کہ وہ (آنے والا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر وہ علیؓ نکلے
اور انھوں نے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط دیا جس میں
ان کو امیر قرار دیا تھا موسم کے امور (یعنی حج) پر اور علیؓ کو مامور
فرمایا تھا ان کلمات کے ساتھ اعلان کرنے پر۔ تو علیؓ ایامِ تشریق میں
کھڑے ہوتے اور انھوں نے ندا کی کہ اللہ اور اس کا رسولؐ
دونوں دستبردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے
سو تم اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو۔ اس سال کے بعد کوئی
مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا ہو کر بیت کا طواف کرے۔
اور جنت میں نہ داخل ہوگا مگر صرف مومن۔ تو علیؓ بلند آواز
سے اعلان کرتے رہے۔ جب اُن کی آواز بیٹھ گئی تو ابوبکرؓ کھڑے
ہوتے اور وہ ندا کرتے رہے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔
اور اس شبہ کا دفعیہ اس صورت سے بھی ہو جاتا ہے کہ
حج کے خطبوں کی جانچ کی جائے کہ کس نے پڑھے۔ نسائی نے

٥/١٠

حضرت صدیق رض را در موسم حج ذکر کردہ است

از انجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود و اثقال آنحضرت را برزاملۃ خود بار نمود عن اسماء بنت ابی بکر قالت خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجاجا وان زمالۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزمالۃ ابی بکر واحدۃ فنزلنا العرج وکانت زمالتنا (زادنا) مع غلام ابی بکر قالت فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجلست عائشۃ الی جنبہ وجلس ابو بکر الی جنب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشق الآخر وجلست الی جنب ابی ننتظر غلامہ وزمالتہ متی یاتینا فاطلع الغلام یمشی الحدیث اخرجہ الحاکم وغیرہ وازانجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض شدند در بارۂ صدیق اکبر رض عنایتہا تیکہ زیادہ براں متصور نباشد بعمل آوردند و بامامت نماز تشریف دادند تا آنکہ حاضران بہ یقین فہمیدند کہ وے خلیفۃ آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو عمر فی الاستیعاب واستخلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ بعدہ بما اظہرہ من الدلائل البینۃ علی محبتہ فی ذلک وبالتعریض الذی

حضرت صدیق رض کے بعض ایسے خطبوں کا ذکر کیا ہے جو آپ نے حج کے موسم میں دیتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامان کو آپ نے اپنے بار بردار پر لدوایا۔ مروی ہے اسماء بنت ابی بکر رض سے۔ بیان کیا کہ ہم سب حج کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بار بردار اور ابو بکر رض کا بار بردار ایک ہی تھا، ہم نے عرج میں (جو مکہ کے راستہ میں ایک پہاڑ ہے) پڑاؤ کیا اور ہمارا زادراہ ابو بکر رض کے غلام کے ساتھ تھا۔ اسماء رض نے کہا پھر بیٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رض آپ کے برابر بیٹھیں اور ابو بکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر دوسری کروٹ کیجانب بیٹھے اور میں اپنے باپ کے برابر بیٹھی۔ ہم انتظار کرتے رہے ابو بکر رض کے غلام اور زادراہ کے آنے کا کہ وہ کب ہمارے پاس پہنچتا ہے تو غلام پیدل آتا ہوا دکھائی دیا۔ آخر حدیث تک اس کو حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو صدیق اکبر رض کے بارے میں آپ نے اتنی عنایات فرمائیں کہ اُن سے زیادہ کا تصور بھی نہیں ہوتا اور امامت نماز سے مشرف فرمایا یہاں تک کہ حاضرین یقین کے ساتھ سمجھ گئے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ ابو عمر نے استیعاب میں کہا اور اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت پر اپنے بعد خلیفہ بنایا اُن دلائل صریحہ کے ساتھ جو آپ نے اس بارے میں ان سے اپنی محبت کے اظہار کے ساتھ قائم فرمائیں اور ایسی تعریض کے ساتھ بھی جو تصریح کے قائم مقام ہو جاتے اور بہت بڑی فضیلت

يقوم مقام النصر تحكم وبآثرہ عظیمہ کہ حضرت صدیق رض رابعد وفات ظاہر شد دفن اوست ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ قرین ساختن ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باذکر خدائے عزّ وجلّ مآثرہ عظیمہ است ذکر ذٰلک ابن عباس فی تفسیر قولہ تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دفن باآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مآثرہ الیست کہ صدیق رض وفاروق رض بآن از میان اصحاب ممتاز گشتند این است شرح اعانت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم در تحمل اعباء نبوت در اینجا دو نکتہ باید فہمید یکے آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد بعثت قریب بدو قرن در دنیا بودہ اند سیزدہ سال در مکہ ودہ سال در مدینہ سیزدہ سال کہ در مکہ بودند باکفار خصومت میفرمودند واعلان اسلام وتحمل ایذاء کفار می نمودند ودہ سال کہ در مدینہ اقامت فرمود تعلیم علم واعلاء کلمہ اسلام بصلح تارۃً وبحرب اُخریٰ مینمود چنانکہ ہر کہ باآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحبت داشتہ وبسعادت مجالست ومخاطبہ او فائز گشتہ افضل است از کسی کہ صحبت نداشتہ است ہمان دستور کسے کہ در قرن اول اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کردہ است وآں واقعات رادیدہ ودراں واقعات ہمراہ آنحضرت بودہ واثر پذیر آں برکات گشتہ افضل است از ہر کہ آں اعانتہا ازوے صادر نہ گردید وآں صحبتہا ندید لہٰذا در قرآن وسنت

حضرت صدیق رض کی جو بعد وفات ظاہر ہوتی وہ اُن کا دفن ہونا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ملا ہوا رکھنا خدائے عزّ وجلّ کے ذکر کے ساتھ عظیم الشان بزرگی ہے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) اس کا ذکر کیا ابن عباس رض نے قول باری تعالیٰ ورفعنا لك ذكرك کی تفسیر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر دفن ہونا اس قدر باعظمت بزرگی ہے جس سے کہ صدیق رض وفاروق رض تمام اصحاب میں ممتاز ہیں۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اُس اعانت کی شرح ہے جو تحمل بارِ نبوت کے سلسلہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے رہے ہیں۔ یہاں دو نکتے سمجھنے چاہئیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے بعد دو قرن کے قریب دنیا میں رہے ہیں۔ تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں۔ مکہ میں جو تیرہ سال گزرے اُن میں کفار سے آپ جھگڑتے رہے اور اسلام کا اعلان اور کفار کی ایذاؤں کا آپ تحمل کرتے رہے۔ اور دس سال تک جو آپ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تعلیم علم میں گزرے اور ان میں سے آپ کلمۂ اسلام کا اعلاء کبھی صلح کے ساتھ اور کبھی جنگ کے ساتھ کرتے رہے جس طرح وہ شخص کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت رکھی اور آپ کے ساتھ ہم نشینی اور ہم کلامی سے مشرف ہوا افضل ہے اُس شخص سے جس کو آپ کی صحبت میسر نہیں ہوئی۔ اسی طرح جس شخص نے کہ قرن اول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کی ہے اور اُن واقعات کو دیکھا اور اُن واقعات میں آپ کے ساتھ رہا اور اُن برکات سے اثر قبول کرتا رہا وہ افضل ہے ہر اُس شخص سے جس سے کہ وہ اعانتیں صادر نہ ہوئی ہوں اور اس نے وہ صحبتیں نہ دیکھی ہوں۔ اسی وجہ سے قرآن اور حدیث میں ہر جگہ مہاجرین اولین کی شان میں تعظیم وتکریم وارد

ہر جا تنویہ بشانِ مہاجرینِ اوّلین وارد شدہ است قال اللہ تعالیٰ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا الآیۃ و لہٰذا مہاجرین اوّلین مستحق خلافت شدند دُونِ غیرہم و صدّیقِ اکبرؓ دریں امر منفرد است و فضیلتِ او بر ہمہ ثابت ابودرداءؓ در قصۂ مغاضبہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ روایت می کند قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل انتم تارِکون لی صاحبی انی قلتُ یا ایّھا النّاسُ انّی رسولُ اللہ الیکم جمیعًا فقلتم کَذَبْتَ وقال ابوبکر صدقتَ اخرج البخاری نکتۂ دیگر آنکہ شاہدِ عدلِ ایں اعانت ہا و خدمت ہا کلام شریف آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم کہ در آخر ہا فرمودہ بروایتِ مُستفیضہ از طریق ابوہریرۃؓ و ابو سعیدؓ و ابنِ عباسؓ و ابنِ مسعودؓ و جندبؓ وغیر ایشاں ثابت شدہ ما لِاَحدٍ عندنا یدٌ اِلّا قد کافیناہ ماخلا ابابکر فان لہٗ عندنا یدًا یکافیہ اللہُ بہٖ یومَ القیٰمۃ وما نفعنی مالُ احدٍ قطُّ ما نفعنی مالُ ابی بکر ولو کنتُ متخذًا خلیلًا من النّاس لاتّخذتُ ابا بکر خلیلًا الا انّ صاحبکم خلیلُ اللہ و فی لفظ آخر انّ من اَمَنّ النّاسِ علیّ فی صحبتہٖ ومالِہٖ ابابکر و جندب گفتہ است من ایں خطبہ را پیش از وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی ہے لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ الخ (۵۷: ۱۰) جو لوگ تم میں سے فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے وہ لوگ مرتبہ میں برابر نہیں ہیں وہ اُن لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنھوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ آخر تک۔ اور یہی وجہ ہے کہ مہاجرینِ اوّلین خلافت کے مستحق ہوتے اُن کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں۔ اور صدّیقِ اکبرؓ اس امر میں منفرد ہیں اور اُن کی فضیلت سب پر ثابت ہے۔ ابو درداءؓ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے مابین رنجش پیدا ہو جانے کے قصّہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میری وجہ سے میرے ساتھی (کی ایذارسانی) کو چھوڑ دو گے؟ اے لوگو! میں نے کہا کہ میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں تو تم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور ابوبکرؓ نے کہا کہ تم سچے ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ **دوسرا نکتہ** یہ ہے کہ ان اعانتوں اور خدمتوں کا شاہد عدل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک ہے جو آپؐ نے آخر زمانہ میں فرمایا اور بروایتِ مستفیضہ ابوہریرہ و ابوسعید (خدری) و ابن عباس و ابن مسعود و جندب وغیرہم رضی اللہ عنہم کی سندوں سے ثابت ہے کہ ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہوا جس کا بدلہ ہم نے نہ دیدیا ہو بجز ابوبکرؓ کے کہ اُن کا ہم پر بہت احسان ہے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اُن کو قیامت کے دن دے گا اور کسی کے مال نے مجھے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل (دوست جانی) بناتا تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ساتھی (یعنی خود رسولؐ) اللہ کا خلیل ہے۔ اور دوسرے الفاظ میں یوں ہے کہ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا ساتھ دینے اور مال خرچ کرنے میں ابوبکرؓ ہے۔ اور جندبؓ نے کہا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

بہ پنج شب شنیدہ ام و ابوسعیدؓ گفتہ است کہ
ایں کلام بعد انذار آنحضرت بود بوفاتِ خود
(خبر دادن) ان اللہ خیّر عبداً بین الدّنیا و بین ما عندہٗ
فاختار ذٰلک العبد ما عند اللہ و ایں کلماتِ
مبارکات اجمال آں واقعات است و تصحیح آں
واقعات است و تصحیح آں قصص مفصّلہ و تصریح
بقبول آں ہمہ اعمال پیش خدا تعالیٰ اینجا لطیفہ باید
شناخت کہ مدارِ مدح تنہا نہ وجود ایں اعمال است
بلکہ فی الحقیقت مدح دائر است بر آنکہ حضرت
صدیقؓ بایں اعمال باقصے مقاصدِ خود
فائز گشت و آنچہ میخواست یافت ذٰلک
فضل اللہ یؤتیہ من یّشاء۔ امّا صحبتِ دائمہ
حضرتِ صدیقؓ با آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم و مصافاتِ او و درخلوت و جلوت
حاضر ماندن و در ہر منشط و مکرہ (خوشی، ناخوشی) شریک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بودن و اعتنار و توقیر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نسبت بحضرت
صدیقؓ پس زیادہ از انست کہ دریں اوراق
بگنجد لیکن نکتہ ما لا یُدْرَکُ کُلُّہٗ
لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ منظورِ نظر است حضرت
علی مرتضےٰؓ در وقتِ دفن حضرت فاروقؓ گفتہ
است و ایمُ اللہِ اِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ
ان یجعلک اللہ مَعَ صَاحِبَیْکَ (عمرؓ) و ذاک
انّی کنتُ کثیراً اسمع رسول اللہ صلّے
اللہ علیہ وسلم یقول جئتُ انا و ابوبکر

سے پانچ رات پہلے سنا ہے۔ اور ابوسعید (خدری) نے یہ کہا
ہے کہ یہ کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی وفات
کی خبر دینے کے بعد کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا
درمیان دنیا کے اور درمیان اُس (عالم آخرت یا
نعمتوں) کے جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اس چیز
کو اختیار کرلیا جو اللہ کے پاس ہے۔ اور یہ کلماتِ مبارکہ
(یعنی اِنَّ امنَّ النّاس الخ) ان واقعات کا اجمال اور ان
مفصّل قصوں کی تصدیق اور ان تمام اعمال کی حق تعالےٰ
کے حضور میں مقبول ہونے کی تصریح ہے۔ یہاں ایک باریک
نکتہ ہے جس کو پہچاننا چاہیئے کہ مدح کا مدار صرف ان اعمال کا
وجود نہیں ہے بلکہ درحقیقت مدح کا مدار اس بات پر ہے کہ
حضرت صدیقؓ ان اعمال سے اپنے بلند ترین مقاصد پر کامیاب
ہوگئے اور جو چاہتے تھے مل گیا۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو
وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔

رہی حضرت صدیقؓ کی صحبتِ دائمی اور آپ کا اخلاص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور تنہائی ہو یا مجمع ہر حال میں
حاضر رہنا اور ہر خوشی اور ناخوشی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ شریک رہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقؓ
کی دلداری اور ان کی توقیر کا خیال رکھنا تو ایسے واقعات ان
اوراق کی گنجائش سے زیادہ ہیں لیکن نکتہ مشہور مَا لَا یُدْرَکُ
کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ (جس چیز کا کُل ادراک نہ کیا جا سکے اُس کا
کُل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیئے) منظورِ نظر ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرّم
اللہ وجہہ نے حضرت فاروقؓ کے دفن کے موقع پر فرمایا تھا،
و ایمُ اللہ الخ یعنی اور خدا کی قسم میں تو یہی گمان کر رہا تھا کہ اللہ
تعالےٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور یہ

وعمر ودخلت انا وابوبکر وعمر وخرجت انا وابوبکر وعمر فان کنت لارجو ولاظن ان یجعلک اللہ معہما اخرجہ البخاری ومسلم وابوہریرۃ در قصۂ تکلم ذئب وتکلم بقرہ از آنحضرت صلعم روایت کردہ انی اومن بہ انا وابوبکر وعمر وماہما ثمّ اخرجہ الشیخان وانس رضؓ گفتہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین والانصار وہم جلوس وفیہم ابوبکر وعمر فلا یرفع الیہ احد منہم بصرہ الا ابوبکر وعمر فانہما کانا ینظران الیہ وینظر الیہما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیہما وابن عمر رضؓ گفتہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکر وعمر احدہما عن یمینہ والاخر عن شمالہ وہو اٰخذ بایدیہما وقال ہکذا نبعث یوم القیمۃ اخرجہ الترمذی وقیل لعایشۃ رضؓ ایّ اصحاب رسول اللہ کان احبّ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت ابوبکر وعمر وعمرو بن العاص رضؓ مثل آں روایت کردہ وسعید بن المسیّب رضؓ گفتہ کان ابوبکر الصدّیق من النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم مکان الوزیر فکان یشاورہ فی جمیع امورہ وکان ثانیہ فی الاسلام وکان

اس لئے کہ میں بکثرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنتا رہا ہوں کہ آپؐ فرماتے ہیں جئت انا وابو بکر وعمر الخ یعنی میں آیا اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ اور میں داخل ہوا اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ اور میں نکلا اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ۔ تو میں اسی کی پوری امید رکھتا تھا اور قوی گمان کرتا تھا کہ (اب بھی) اللہ تعالےٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا، اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضؓ نے بھیڑیئے کے کلام کرنے اور گائے کے بات کرنے کے قصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ میں اس پر ایمان (یقین) رکھتا ہوں میں بھی اور ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ بھی۔ اور وہ دونوں وہاں موجود بھی نہ تھے۔ شیخین رحؒ نے اس روایت کو لیا۔ اور انس رضؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضؓ مہاجرین اور انصار کے پاس تشریف لے جاتے جب کہ وہ بیٹھے ہوتے اور ان میں ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ موجود ہوتے تھے تو کوئی ان میں سے آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا سوائے ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ کے۔ بس وہ دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپؐ ان دونوں کی طرف دیکھتے تھے۔ اور یہ دونوں آپکو دیکھتے ہوئے مسکرایا کرتے تھے اور آپؐ انکو دیکھ کر مسکراتے تھے اور ابن عمر رضؓ نے ذکر کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح نکل کر مسجد میں داخل ہوئے کہ ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ دونوں میں سے ایک آپؐ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف اور آپؐ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھیں گے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ سے پوچھا گیا کہ اصحاب رسول اللہؐ میں سے کون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے تو انھوں نے کہا کہ ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ۔ اور عمرو بن العاص رضؓ نے بھی اسکے مانند روایت کی ہے۔ اور سعید بن المسیّب رضؓ کا قول ہے کہ ابو بکر رضؓ کا تعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وزیر کے مرتبہ کا تھا کہ آپؐ اپنے تمام امور

ثانیہ فی الغار وکان ثانیہ فی العریش (سایہ دار چپر زیر سقف)
یوم بدر وکان ثانیہ فی القبر ولم یک رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقدم علیہ احدًا
اخرجہ الحاکم و محمد بن سیرین گفتہ لو حلفت (سوگند اگر) حلفت (بودم)
صادقًا بارًّا غیر شاک ولا مستثنٍ ان
اللہ تعالیٰ ما خلق محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم
ولا ابابکر ولا عمر الا من طینۃ واحدۃ
ثم ردھم الی تلک الطینۃ، شمنهودی ایں سخن
ابن سیرین را بر محملے دیگر فرود آورد یعنی مدفن
ہماں جامی باشد کہ ازانجا خاک با نطفہ سرشتہ
باشند و فقیر میگوید کان اللہ تعالیٰ لہٗ
فی الدنیا والاٰخرۃ بلکہ محل صحیح ایں کلمہ آنست
کہ طینت مستعار است برائے اصل و معنے ایں
ایں اثر بہماں میماند کہ در حدیث آمدہ الارواح
جنود مجندۃ فما تعارف منها ائتلف
یعنی قبل از وجود خارجی ارواح ایشاں در یک
محل بود و بعد از انتقال نیز در یک محل قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبعض اصحابہ
وقد راٰہ یمشی بین یدی ابی بکر
تمشی بین یدی من ھو خیر منک اخرجہ
ابو عمر فی الاستیعاب ولما تلقی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بریدۃ الاسلمی
فی سبعین راکبًا من اھل المدینۃ
من بنی سھم قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من انت قال انا بریدۃ فالتفت

میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور وہ آپؐ کے ثانی (دوسرے)
تھے اسلام میں اور آپؐ کے ثانی تھے غار میں اور آپؐ کے ثانی تھے
یوم بدر والے عریش (منڈوے) میں اور آپؐ کے ثانی ہیں قبر میں۔
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو اُن پر مقدم نہیں کیا کرتے
تھے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ اگر
میں قسم کھاؤں تو میری قسم سچی ہوگی بالکل یقینی جس میں شک
کرنے والے کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور نہ استثنار کی ضرورت (یعنی
انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کی) کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو اور نہ ابوبکرؓ کو اور نہ عمرؓ کو مگر ایک مٹی سے پھر اُسی مٹی کی
طرف اُن سب کو لوٹا دیا۔ شمنهودی نے ابن سیرینؒ کے اس کلام کو
دوسرے محل پر اُتارا یعنی مدفن اسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کی خاک نطفہ
کے ساتھ گندھی ہوتی ہے۔ اور فقیر کہتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور
آخرت میں اُن کا (مربّی) رہے، بلکہ اس کلمہ کا محل صحیح یہ ہے کہ
طینت میں (یعنی اس مٹی میں جس میں دفن کیا گیا) مستعار طور پر اصل
کی (یعنی ارواح کی) صفت پیدا ہوگئی۔ اور اس اثر کے معنے اسی کے
مشابہ ہیں جو کہ حدیث میں آیا ہے کہ (ابتداءِ خلقت میں) ارواح
فوجوں کی ٹکڑیاں تھیں (یعنی جھنڈ کے جھنڈ) تو جو روحیں آپس میں
اس وقت باہم جان پہچان رکھتی تھیں وہ (دنیا میں آکر) ایک
دوسرے سے میل ملاپ رکھنے لگیں۔ یعنی وجودِ خارجی سے پہلے انکی
ارواح ایک محل میں تھیں اور بعد انتقال کے بھی ایک ہی محل میں
رہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضؓ سے فرمایا
جس کو آپؐ نے ابوبکرؓ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تھا کہ تو اس کے
آگے چل رہا ہے جو تجھ سے بہتر ہے اس کو روایت کیا ابو عمر نے
استیعاب میں۔ اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بریدہ اسلمی ملے
اہلِ مدینہ میں سے بنی سہم کے ستّر سواروں کے ساتھ۔ تو رسول اللہ

الی ابی بکر فقال یا ابا بکر بَرَدَ امرُنا و
صَلَحَ ثم قال مِمَّنْ انتَ قال من اسلم
قال لابی بکر سَلِمْنا قال ثم قال لی من
بنی من قلتُ من بنی سہم قال
خرج سہمکَ رواہ فی الاستیعاب
قال یوم اُحدٍ اوجبَ طلحۃُ یا ابا بکر
و ازیں جنس ازمیانِ قوم بمخاطبہ مخصوص ساختن
حضرت صدیق رض را و مباسطہ و ملاطفہ فرمودن
با او زیادہ ازان است کہ بہ تحریر آید اما تشبّہ
قوّتِ عقلیّہ صدیقِ اکبر رض با قوّتِ عقلیّہ انبیاء
صلوات اللہ علیہم پس باید دانست کہ چوں
فیضِ الٰہی درنفسِ ناطقہ کسے درمے آید اثرِ
آں فیض درچندیں ہیاکل ظاہر می شود واز
صدیقِ اکبر رض اکثر آں ہیاکل شناختہ شدہ یکے
ازانجملہ خوابہائے صادق است کہ سبب
وصول راہے بسوئے سعادت باشد یاسبب
حصولِ نفعِ عام بخلق اللہ وہمین است شانِ
انبیاء ع والاانطباع وقائع آتیہ بغیر اقتران
یکے ازیں دووجہ درباب تشبّہ بانبیاء ع نتواں
شمرد بلکہ کاہنان نیز دراں مشارک اند مانند خوابہائے
حضرتِ صدّیق رض کہ حامل شد اورا براسلام
و خوابے کہ باعث برفرستادن چہار امیر
برچہار حصّہ شام شد وخواب دیگر کہ حامل بر
استخلافِ حضرت فاروق رض گشت وبیانِ آں
طولے دارد درروضۃ الاحباب مذکور است کہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں
بُریدہ ہوں۔ تو آپ حضرت ابوبکر رض کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا
کہ اے ابوبکر رض بَرد اَمرُنا (ہمارا کام ٹھنڈا یعنی آرام وراحت کا ہوگیا)
پھر آپ نے فرمایا کہ تم کن میں سے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اسلم میں سے۔
تو آپ نے ابوبکر رض سے فرمایا سَلِمنا (ہم سلامتی میں آگئے) بریدہ رض
نے بیان کیا کہ پھر مجھ سے فرمایا کہ کس کی اولاد میں سے ہو؟ میں نے
کہا بنی سہم کی تو فرمایا خرج سہمک (تیرا تیر نکل آیا) یہ روایت
استیعاب میں ہے۔ آپ نے یوم اُحد میں فرمایا اے ابوبکر! طلحہ رض
نے (جنّت کو) واجب کرلیا۔ اور اس قسم کے مخاطبات سے قوم میں
سے ابوبکر صدیق رض کو مخصوص کرنے اور آپ کے ساتھ خوش طبعی
اور ملاطفت کی مثالیں اس سے زیادہ ہیں کہ وہ تحریر میں آئیں۔ اب
لیجیے صدیقِ اکبر رض کی قوّتِ عقلیّہ کا مشابہ ہونا انبیاء صلوات اللہ
علیہم کی قوّتِ عقلیّہ کے ساتھ تو جاننا چاہیے کہ جب کسی کے نفسِ ناطقہ
میں فیضِ الٰہی داخل ہوجاتا ہے تو اس فیض کا اثر کتنی ہی مختلف الانواع
کے مناظر میں ظاہر ہوتا ہے اور صدیقِ اکبر رض سے اکثر وہ مناظر پہچانے
جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ایسے سچّے خواب ہیں جو سعادت
کی کسی راہ پر پہنچنے کا سبب ہوں۔ یا خلق اللہ کو کوئی عام
نفع حاصل ہونے کا سبب ہوں۔ اور انبیاء ع کی یہی شان
ہوتی ہے ورنہ آنے والے واقعات کے (نفس میں) منعکس ہوجانے
کو ان دو وجہوں میں سے ایک وجہ کے بغیر انبیاء ع کے ساتھ
تشبّہ کے باب میں شمار نہیں کرسکتے بلکہ کاہن لوگ بھی اس میں
شرکت رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت صدّیق رض کے وہ خواب جنھوں نے
اُن کو اسلام پر آمادہ کیا اور وہ خواب جو کہ شام کے چار حصوں
پر چار امیر (عمرو بن العاص۔ ابوعبیدہ۔ یزید بن ابی سفیان۔
شرجیل بن حسنہ) مقرر کرنے کا باعث ہوا تھا۔ اور دوسرا خواب

نزدیک بایّام ہجرت صدیقِ اکبرؓ بخواب دید کہ ماہ از آسمان بر بطحاء مکہ نازل شد و بشہر مکہ درآمد و صحرا و دشت بہ نورِ آں منوّر گشت باز آں ماہ بطرفِ آسمان میل نمود و بمدینہ فرود آمد و بسیارے از ستارگان بموافقتِ او حرکت کردند باز آں ماہ باستارگان بمکہ رجوع نمود و زمین مدینہ ہمچناں روشن بود مگر سہ صد و شصت خانہ و بسببِ ورود آں ماہ اطرافِ حرم باز منوّر گشت بعد ازاں آں ماہ بہ سمتِ مدینہ رواں شد و بمنزلِ عائشہؓ درآمد پس ازاں زمین بشگافت و ماہ دراں ناپدید گشت و صورتِ حال موافق ہمیں رؤیا بظہور رسید [2] دیگر تعبیر دے خوابہا مردم را و اصابتِ عجیبہ درآں تا آں حد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوابہاء خود را بر صدیق اکبرؓ عرض میفرمود و درخواستِ تعبیر می نمود قال ابن اسحٰق فی قصۃ الطائف بلغنی انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر وھو محاصر ثقیفًا یا ابا بکر انی رأیت انی اُھدیت الیّ قعبۃ الحدیث وقد ذکرناہ من قبلُ وفی قصۃ رُؤیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنمًا سودًا دخلت فیھا غنمٌ کثیرۃ بیض قال یا ابا بکر اعبُرھا فقال ابو بکر یا رسول اللہ ھی العرب تتبعک ثم تتبعھا العجمُ حتی یغمرھا فقال النبیّ

جس نے آپ کو حضرت فاروقؓ کے خلیفہ بنانے پر آمادہ کیا اور اس کا بیان طویل ہے۔ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ ایّام ہجرت کے قریب صدّیقِ اکبرؓ نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے بطحاء مکّہ پر نازل ہوا اور شہر مکّہ میں آیا اور جنگل اور میدان اُس کے نور سے منوّر ہو گئے۔ پھر وہ چاند آسمان کی طرف رجوع ہوا اور مدینہ میں آیا اور بہت سے ستاروں نے اُس کی موافقت میں حرکت کی۔ پھر اُس چاند نے ستاروں کے ساتھ مکّہ میں رجوع کیا اور مدینہ کی زمین اُسی طرح روشن رہی بجز تین سو ساٹھ ؏ گھروں کے اور اس چاند کے اُتر آنے کے سبب سے حرم کے اطراف پھر منوّر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا اور منزلِ عائشہؓ میں اُتر آیا۔ اس کے بعد زمین پھٹی اور وہ چاند اس میں غائب ہو گیا اور صورتِ حال اسی خواب کے مطابق ظہور میں آگئی۔ دوسری [2] نوع ہے اُن کا لوگوں کے خوابوں کی تعبیر دینا اور عجیب طور پر اُس میں مُصیب ہونا اس حد تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خوابوں کو صدیقِ اکبرؓ سے بیان فرمایا کرتے اور تعبیر پوچھا کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے ذکر کیا طائف کے قصّہ میں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ سے فرمایا جب کہ آپ ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ اے ابو بکرؓ! میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک پلیٹ بطور ہدیہ بھیجی گئی، آخر حدیث تک، اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب میں کالے رنگ کی بکریاں دیکھنے کے قصّہ میں جن میں بہت سی سفید رنگ کی بکریاں داخل ہو گئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ! اس کی تعبیر دو۔

؏ یہ منافقین کے گھر تھے جن میں تاریکی رہی ۱۲ مترجم

صلے اللہ علیہ وسلم ھٰکذا اعبّرھا الملکُ سحراً رواہ الحاکم وقال ابن ھشام فی زوائد السّیرۃ حدّثنی بعض اھل العلم عن ابراھیم بن جعفر المحمودی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رایتُ انی لقمتُ لقمۃً من حَیس فالتذذتُ طعمھا فاعترَضَ فی حلقی منھا شئ حین ابتلعتُھا فادخل علیٌّ یدَہ ونزعہ فقال ابوبکر الصّدیق رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ ھٰذہ سریّۃ من سرایاک تبعثُھا فیاتیک بعضُ ما تُحبّ ویکون فی بعضھا اعتراض فتبعثُ علیاً فیسھّلہ وعن عائشۃ قالت رأیتُ ثلثۃ اقمارٍ سقطن فی حُجرتی فقصصتُ رؤیای علٰی ابی بکر الصّدیق قالت فلمّا تُوفی رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ودفن فی بیتھا قال لھا ابوبکر ھٰذا احدُ اقمارِکِ وھو خیرھا اخرجہ مالک فی المؤطا و فی قصّۃ اسلام خالد بن سعیدٍ انّہ رأی فی المنام انّہ وُقِفَ بہ علی شفیر النّار فذکر من سَعَتِھا ما اللہُ اعلم بہ وکانّ اباہ یدفعہ فیھا ورأی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخذاً بحقویہ لا یقع فیھا فذکر ذلک لابی بکر فقال ابوبکر

تو ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ (کالی بکریاں) عرب ہیں جو آپؐ کا اتباع کررہے ہیں۔ پھر اُن کے پیچھے عجم کے لوگ آجائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ ان پر چھا جائیں گے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی یہی تعبیر فرشتہ نے دی تھی صبح کے وقت۔ اور ابنِ ہشامؒ نے "زوائد السّیرۃ" میں کہا ہے کہ مجھ سے روایت کی بعض اہلِ علم نے ابراہیم بن جعفر محمودی سے۔ انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے حَیسؑ کا ایک لقمہ مُنہ میں لیا۔ پھر میں اس کے ذائقہ سے لذّت اندوز ہوا۔ اس کے بعد جب میں نے اس کو نگلا میرے حلق میں اُس میں سے کوئی چیز اٹک گئی۔ علیؓ نے اپنا ہاتھ داخل کرکے اس کو نکالا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ ایک سریّہ ہے آپؐ کے سریّوں میں سے جس کو آپؐ بھیجیں گے تو اس کے نتیجہ میں بعض ایسی چیزیں آپ کے پاس پہنچیں گی جن کو آپؐ پسند کریں گے اور بعض میں کچھ رُکاوٹ پیش آئے گی۔ پھر آپؐ علیؓ کو بھیجیں گے تو وہ اس کو سہل کردیں گے۔ اور مروی ہے عائشہؓ سے انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں گرے۔ تو میں نے اپنا یہ خواب ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاچکے اور وہ اُن کے حُجرے میں دفن ہوئے تو (اُس وقت) اُن سے ابوبکرؓ نے کہا تیرے چاندوں میں سے یہ پہلا چاند ہے اور وہ اُن سب سے فضل ہے۔ اس کو امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا۔ اور خالد بن سعیدؓ کے اسلام کے قصّہ میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کو آگ کے کنارے پر کھڑا کیا گیا ہے پھر

ع یہ ایک کھانا ہے جو کھجور اور گھی اور دہی سے مل کر بنایا جاتا ہے ۱۲

أُرِيدَ بِكَ خَيْرًا هٰذَا رسول الله
صلى الله عليه وسلم فاتَّبِعْهُ و
انّك ستتّبِعُه فى الاسلام الذى
يحجزك مِنْ اَنْ تقع فيها وابوك داخل فيها
فلقى رسولَ الله صلى الله عليه وسلم وحسُنَ
اسلامه اخرجه فى الاستيعاب سوم
توافق فراست او با فراست آنحضرت
صلى الله عليه وسلم و قدم بر
قدم او رفتن در بيان حكم مسئله عن سعيد
ابن المسيّب انّ رجلاً من اسلم
جاء الى ابى بكر الصّديق فقال له
انّ الآخِرَ زَنٰى فقال له ابوبكر
(اسمہ ماعز ۱۲)
هل ذكرتَ هٰذَا لاحدٍ غيرى
فقالَ لا فقال له ابوبكر فتُبْ الى
الله واستَتِرْ بِسَتْرِ الله فانّ الله
يقبل التّوبة عن عباده فلم تقرّ
نفسه حتّى اتى عمر بن الخطاب
فقال لهٗ مثل ما قال لابى بكر
فقال لهٗ عمر مثلَ ما قال له ابوبكر
قال فلم تقرّ نفسه حتّى
جاء الى رسول الله صلى الله عليه
وسلم حتّى اذا اكثر بعث
رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى اهله فقال أيشتكى (امرایش ۱۲) ام
به جنّة (جنون ۱۲) فقالوا يا رسولَ الله

اُس کے پھیلاؤ کا ذکر کیا کہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا حال اللہ ہی جانتا ہے اور گویا اُن کا باپ اُن کو اُس آگ میں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اُن کی دونوں کو کھیں پکڑے ہوتے ہیں کہ یہ اُس میں نہ گریں۔ انھوں نے اس خواب کا ذکر ابوبکرؓ سے کیا۔ تو ابوبکرؓ نے کہا تمھارے لئے خیر کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں بس ان کا اتباع کرو اور تم یقیناً ان کے اتباع کی خواہش کرنے والے ہو اسلام میں جو تم کو اس آگ میں گرنے سے روکے گا جب کہ تمھارا باپ تمھیں اس میں دھکیلنے والا ہے۔ پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور اُن کا اسلام بہت اچھا رہا۔ اس کو استیعاب میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسری نوع ہے آپ کی فراست کا موافق ہونا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فراست کے ساتھ اور کسی مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں آپ کے قدم بقدم چلنا۔ مروی ہے سعید بن المسیبؒ سے کہ ایک شخص قبیلۂ اسلم کا (جس کا نام ماعز تھا) ابوبکر صدیقؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ایک آخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا (اس سے اُس نے خود اپنی ذات مُراد لی) تو اس سے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے میرے سوا کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو اس سے ابوبکرؓ نے کہا تو اللہ سے توبہ کر اور اس کو چھپا اللہ اس کو چھپالے گا اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے مگر اُس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ عمر بن الخطابؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے بھی وہی کہا جو ابوبکرؓ سے کہا تھا تو اس سے عمرؓ نے بھی ویسی ہی بات کہی جیسی اُس سے ابوبکرؓ نے کہی تھی۔ راوی نے کہا پھر بھی اس کے نفس نے قرار نہ پکڑا یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا پھر آپؐ سے کہا کہ آخر (یعنی کمینہ) نے زنا کیا۔ سعیدؒ نے بیان کیا تو اُس سے رسول اللہ صلے اللہ

والله انه لصحيحٌ فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم
أبكر ام ثيبٌ قالوا بل
ثيبٌ يا رسول الله فرجم اخرجه
مالك وفى قصة الحديبية
وقد ذكرناها۔ چہارم
شناختن او مقصود آنحضرت صلى الله
عليه وسلم وغرض اورا از كلام مرموز
آنحضرت صلى الله عليه وسلم تا آنكہ
که در صحابہ رض مشهور گشت هو اعلمنا
برسول الله صلى الله عليه وسلم
چنانکہ ابو سعید خدری رض در کلام
آخر آنحضرت صلى الله عليه
وسلم انّ عبدًا خيّره الله
الحديث۔ بیان کرد عن ابن عباس
قال لمّا اخرج اهل مكة النبيّ صلى
الله عليه وسلم قال ابوبكر الصدّيق
رضى الله عنه اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ
اخرجوا نبيّهم ليهلكوا قال
فنزلت اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ
بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللهَ
عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۵
قال ابوبكر الصدّيق
فعلمت انها قتال۔
اخرجه الحاكم۔

علیہ وسلم نے تین مرتبہ مُنہ پھیرا ہر مرتبہ (جب وہ کہتا تھا) اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُنہ پھیر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اس نے بہت مرتبہ ایسا کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے گھر والوں کو بُلوا کر دریافت کیا کہ کیا وہ بیمار ہے یا اس کو جنون ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ! واللہ یہ یقیناً تندرست ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کنوارا ہے یا بیاہا ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ بیاہا ہے یارسول اللہؐ۔ پھر اس کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور قصہ حدیبیہ میں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں (ابوبکر رض کی فراست آپؐ کی فراست کے مطابق رہی) چوتھی نوع ہے اُن کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقصود کو پہچاننا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رمز و اشارات والے کلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض کو سمجھ لینا، اس حد تک کہ صحابہ رض میں یہ قول زیادہ کہا جانے لگا کہ وہ (یعنی ابوبکر رض) ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے والے ہیں۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلام اِنَّ عَبْدًا خیّرہ اللہ الحدیث (کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا الخ) کے بارے میں بیان کیا گیا۔ ابن عباس رض سے مروی ہے کہ جب اہلِ مکہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نکالا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۵ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا تاکہ ہلاک ہوں۔ کہا کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ الخ۔ (۲۲: ۳۹) (اب) لڑنے کی اُن لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔" تو ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ میں جان گیا

پنجم مکاشفۂ او حوادثِ خفیہ را چنانکہ در قصۂ بدر التماس کرد حَسْبُكَ مُنَاشَدَتُكَ عَلٰى رَبِّكَ ناشدہ مناشدۃ حلفہ ۱۲ وے رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رض را زمینے دادہ بود ہنوز حضرت عائشہ رض قبض آں نہ کردہ بود کہ وقتِ حیات حضرت صدیق رض بآخر رسید و دراں حال بحضرتِ صدیقہ رض فرمود کہ اگر آں زمین را قبض کردی ازآنِ تو شد والّا فَاِنَّمَا هُوَ مَالُ وَارِثٍ وَاِنَّمَا هُوَ اَخَوَاكِ وَاُخْتَاكِ صدیقہ رض گفت هٰذِهٖ لا اسماء فَمَنِ الْاُخْرٰى قَالَ اُرٰى ذَاتَ بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ اُنْثٰى بعد ازاں اُمّ کلثوم متولد شد اخرجہ مالک فی الموطا

اما تشبہ صدیقِ اکبر در قوتِ عملیہ بانبیاء پس از شواہد آنست حدیث ابوہریرہ رض

کہ وہ (ہلاکت جس میں یہ نبی کو نکالنے والے مبتلا ہوں گے) قتال ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا۔ پانچویں نوع آپ کا مکاشفہ ہے حوادثِ خفیہ کے بارے میں جیسا کہ قصہ بدر میں آپ نے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا آپ کا اپنے رب کو قسمیں دینا آپ کے لئے کافی ہو چکا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رض کو ایک زمین دی تھی۔ ابھی حضرت عائشہ رض نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ حضرت صدیق رض کی زندگی کا آخری وقت آگیا اور اس حال میں آپ نے حضرت صدیقہ رض سے فرمایا کہ اگر تو نے اس زمین پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ تیری ہو گئی ورنہ وہ سب وارثوں کا مال ہو گی اور وہ تیرے دونوں بھائی ہیں اور تیری دونوں بہنیں ہیں۔ صدیقہ رض نے کہا۔ یہ (ایک بہن) اسماء ہی تو ہیں دوسری کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ "بنتِ خارجہ" کے بطن میں جو ہے وہ لڑکی ہے۔ اس کے بعد اُمّ کلثوم رض پیدا ہوئیں۔ اس کو روایت کیا امام مالک رح نے مؤطا میں۔

اب لیجئے صدیقِ اکبر رض کا تشبہ قوتِ عملیہ میں انبیاء کے ساتھ۔ تو اس کے شواہد میں سے ہے حدیث ابوہریرہ رض کی، کہا

ف کتب شیعہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رض نے فدک فاطمہ رض کو نہیں دیا حالانکہ پیغمبر علیہ السّلام نے ان کو ہبہ کر دیا تھا اور ان کے دعوٰی کو نہ مانا گواہ اور شاہد کا مطالبہ کیا جب وہ حضرت علی رض اور اُمّ ایمن کو لائیں تو ان کی شہادت کو رد کر دیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت کافی نہیں۔ اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب رح تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ اس دعوٰیٔ ہبہ اور ان شہادتوں کا کتبِ اہلسنت میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ یہ اس گروہ کی محض افترا پردازی ہے الخ اس موقع پر اس روایت اور اس کے جواب کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ اگر مان لیا جائے کہ ہبہ کا دعوٰی حضرت فاطمہ رض نے کیا تھا تو موہوب لہٗ کا قبضہ جب تک موہوب شئی پر نہ ہو جاتے اس وقت تک اس کی ملک میں داخل نہ ہو گی اور ظاہر ہے کہ فدک پر حضرت فاطمہ رض کا قبضہ نہیں تھا اگر ہوتا تو دعوٰی ہی کیوں کرتیں تو باوجود ہبہ کے وہ ان کی ملک میں داخل نہیں ہوا تھا۔ پھر شہادتوں کا طلب کرنا ایک بے معنی فعل ہے۔ شہادت کا مفاد یہی تو ہو سکتا تھا کہ ہبہ ثابت ہو جائے اور جب تک قبضہ نہ ہو ملک موہوب لہٗ میں داخل ہی نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت صدیقہ رض سے آپ رض نے فرمایا کہ اگر تو نے اس زمین پر قبضہ نہیں کیا تو اب وہ سب وارثوں کے حصّہ میں آئے گی۔ اس روایت سے حضرت مصنّف رح نے شیعہ کی اس افترا پردازی کے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس کہانی کا یہ جز وکہ ابوبکر رض نے ہبہ کا ثبوت طلب کیا اور فلاں و فلاں شہادت میں پیش ہوئے اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ یہ کہانی فرضی ہے اور کسی ایسے شخص نے اس کو گھڑا ہے جو اصولِ شرعیہ سے جاہل تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح
منکم الیوم صائما قال ابوبکر انا قال
فمن تبع منکم الیوم جنازۃ قال ابوبکر انا
قال فمن اطعم الیوم مسکینا قال ابوبکر انا
قال فمن عاد منکم الیوم مریضا قال ابوبکر
انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما اجتمعن فی امرء الا دخل الجنۃ اخرجہ
الشیخان وایضا حدیث ابوھریرۃ ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من انفق
زوجین فی سبیل اللہ نودی من
ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر
فمن کان من اھل الصلوۃ دعی من
باب الصلوۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی
من باب الجھاد ومن کان من اھل الصیام
دعی من باب الریان ومن کان من اھل
الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ فقال ابوبکر
بابی انت وامی یا رسول اللہ ما علی من دعی من
تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من
تلک الابواب کلھا قال نعم وارجو ان
تکون منھم اخرجہ الشیخان والترمذی۔
و یکبار بمقتضاء بشریت در حضور اضیاف (مہمانان) حضرت
صدیق رض را با اہل خانہ خود ملالے واقع شد
و قسم خورد کہ ایں طعام را نہ خورد و اہل خانہ و
اضیاف ہمہ متوحش شدند و قسم خوردند کہ
ما ہم نخواہیم خورد تا وقتیکہ تو نخوری دریں

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا آج تم میں
کون روزے سے ہے؟ ابوبکر رض نے کہا کہ میں۔ پھر فرمایا کہ آج تم
میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکر رض نے کہا کہ میں گیا
تھا، پھر آپ نے پوچھا کہ کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ تو
ابوبکر رض نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کس نے تم میں سے
آج مریض کی عیادت کی؟ تو ابوبکر رض نے کہا کہ میں نے۔ تو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں گی
وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا، اس کو روایت کیا شیخین نے۔ اور نیز ابوہریرہ رض
کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے
دو جوڑے خرچ کئے اللہ کی راہ میں اس کو جنت کے دروازوں
سے پکارا جائیگا کہ اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے (یعنی باب خیر) تو جو
اہل صلوٰۃ میں سے ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور
جو اہل جہاد میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔
اور جو اہل صیام میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے پکارا جائیگا
اور جو اہل صدقہ میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا
جائے گا۔ تو ابوبکر رض نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان
یا رسول اللہ جو شخص ان ابواب سے پکارا جائے گا اس کے اوپر
ضروری تو نہ ہوگا (کہ وہ اس دروازے میں داخل ہو) تو کیا
کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔
فرمایا کہ ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ تم ان ہی میں سے ہوگے۔
اس کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا۔ ایک دن بمقتضائے
بشریت مہمانوں کی موجودگی میں حضرت صدیق رض کی اہل خانہ
کے ساتھ کچھ رنجش واقع ہوگئی اور انھوں نے قسم کھالی کہ وہ یہ
کھانا نہ کھائیں گے اور گھر والے اور مہمان سب پریشان ہوگئے اور
انھوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک آپ

ہنگام عنایتِ الٰہی دررسید و داعیۂ نقضِ قسم دردلش پدید آمد وبشناخت کہ ایں داعیہ از کدام منبع جوشیدہ دست در طعام کرد و دو سہ لقمہ تناول نمود وخدائے عزّ وجلّ بزیادت برکت درطعام تنبیہ فرمود بر آنکہ شکستن ایں قسم مرضیِ الٰہی بود وریزشِ ایں داعیہ از منبعِ فیض واز عجائب صنعِ حق است با دوستانِ خود اخرج القصۃ بطولہا البخاری فی الاستیعاب انّ ثابت ابن قیس بن شمّاس استُشہِد فراٰہ بعضُ الصّحابۃِ فی النّوم فاَوصٰی بان تؤخَذ درعہ ممّن کانت عندہ وتُباع، الیٰ اٰخر القصّۃ وفی اٰخرہا اذا قدِمتَ المدینۃ علیٰ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقل لہ ان علیّ من الدَّینِ کذا وکذا وفلان من رقیقی عتیق وفلانٌ فاَجازَ ابوبکر وصیّتہٗ ولانعلمُ اَحَدًا اُجیزت وصیّتُہٗ بعد موتہ غیر ثابت بن قیس اَمّا اتصاف حضرت صدّیق رضؓ بصفت صفائی قلب آں را درعرفِ زمانِ ما طریقت گویند درکشف المحجوب مذکور است کہ شیخ جُنَید بغدادی گفتہ است اَشرفُ کلمۃٍ فی التّوحید قول ابی بکر الصّدیق سُبحانَ من لم یجعل لخلقِہ سبیلاً الّا بالعجز عن معرفتہ وصاحب کشف المحجوب درمدحِ صدیقِ اکبر رضؓ کلمۃ دارد انّ الصفاءِ صفۃ الصّدیق اِن اردتَ

نہ کھائیں گے۔ اس وقت میں عنایتِ الٰہی آپہنچی اور قسم توڑ دینے کا داعیہ ان کے دل میں ظاہر ہوگیا اور انھوں نے پہچان لیا کہ کس منبع سے اس داعیہ نے جوش مارا ہے تو آپ نے کھانے پر ہاتھ پہنچادیا اور دو تین لقمے تناول فرمالئے اور اللہ عزّ وجلّ نے کھانے میں برکت کی زیادتی فرماکر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ اس قسم کا توڑنا مرضیِ الٰہی تھا اور اس داعیہ کا قلب پر واقع ہونا منبعِ فیض کی جانب سے اور حق تعالےٰ کے عجیب معاملات میں سے تھا جو وہ اپنے دوستوں کے ساتھ فرماتے ہیں۔ اس قصّہ کو تفصیل کے ساتھ بخاری نے ذکر کیا ہے۔ استیعاب میں ہے کہ ثابت بن قیس ابن شمّاس (جنگِ یمامہ میں) شہید ہوتے تو ان کو بعض صحابہ رضؓ نے خواب میں دیکھا کہ اُنھوں نے وصیّت کی کہ اُن کی زِرہ اس شخص سے لی جائے جس کے پاس ہے اور فروخت کی جائے، آخر قصّہ تک۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ جب تم خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں پہنچو تو اُن سے یہ کہنا کہ مجھ پر اتنا اور اتنا قرض ہے اور میرے غلاموں میں سے فلاں آزاد اور فلاں (کے ساتھ ایسا کیا جائے) تو ابوبکر رضؓ نے اُن کی وصیّت کو پورا کیا اور ہم کسی کو نہیں جانتے کہ اُس کی ایسی وصیّت کو پورا کیا گیا ہو موت کے بعد کی گئی بجز ثابت بن قیس رضؓ کے۔ رہا حضرت صدیق رضؓ کا متّصف ہونا صفائی قلب کی صفت کے ساتھ جس کو ہمارے زمانہ کے عُرف میں طریقت کہتے ہیں۔ کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ شیخ جُنَید بغدادی رحؒ نے کہا ہے کہ توحید میں سب سے زیادہ بلند کلام ابوبکر صدیق رضؓ کا یہ قول ہے سُبْحٰنَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ الخ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی مخلوق کے لئے کوئی راہ (اپنی معرفت کی) نہیں بنائی مگر اپنی معرفت سے عاجز ہونے کی۔" (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

صوفیاً علی التحقیق از انچہ صفا را اصلے ہست وفرعی اصلش انقطاع دل است از اغیار وفرعش خلو دل است از دنیاء غدار و ایں ہردو صفت صدیق رض اکبر است پس امام اہل ایں طریقہ اوست انتہٰے کلامہ بعد ازاں برائے صفت اوّل شاہدے ذکر کرد وآں خطبۂ او الا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَانَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ الی اٰخرہا وبرائے صفت دیگر شاہدے وآں قصہ مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ قال الله ورسوله (چہ گزاشتی ۱۲) در احیاء آوردہ قَالَ الصِّدِّيقُ مَنْ ذَاقَ خَالِصَ مَحَبَّةِ اللهِ يُشْغِلُه ذٰلِكَ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا وَاَوْحَشَهُ عَنْ جَمِيعِ الْبَشَرِ وایں غایت تحقیق است در لوازم محبت خاصہ واز توکل وے رضی اللہ عنہ آنست کہ یاران برائے عیادت وے آمدند وگفتند یا خلیفۃ رسول اللہ الا ندعو لک طبیبًا ینظر الیک قال

اور صاحب کشف المحجوب[1] نے صدیق اکبر رض کی مدح میں بہت اونچی بات لکھی ہے یعنی اِنَّ الصَّفَا الخ کہ اگر تیرا ارادہ ایسی صوفیت کا ہے جو علی التحقیق ہو (یعنی حقیقی صوفی بننا چاہتا ہے) تو صدیق رض کے نقش قدم پر چل) کہ صفا صدیق رض کی صفت ہے، کیونکہ صفا کی ایک اصل ہے اور ایک فرع۔ اس کی اصل ہے دل کا منقطع ہوجانا اغیار[2] سے اور اُس کی فرع ہے دل کا خالی ہونا دنیاء غدار سے اور دونوں صفتیں صدیق اکبر رض کی ہیں تو جو اس طریقہ والے ہیں ان کے امام وہ ہیں۔" اُن کا کلام ختم ہوا۔ اس کے بعد انھوں نے صفتِ اوّل کے ایک شاہد کا ذکر کیا اور وہ آپ کا خطبہ ہے۔ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا الخ یعنی سن لو جو شخص محمدؐ کی عبادت کیا کرتا تھا تو محمدؐ یقیناً مرچکے، آخر تک۔ اور صفتِ دوم کی شہادت میں (تمام مال لانے کا) وہ قصہ ذکر کیا۔ جس میں ہے، مَا خَلَّفْتَ لِعِيَالِكَ الخ یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ) گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ۔ اور احیاء العلوم میں (امام غزالیؒ) نے لکھا ہے کہ صدیق رض کا قول ہے کہ جس نے خالص محبت الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ اس کو دنیا کی طلب سے متنفر کردے گی اور تمام انسانوں سے متوحش کردے گی اور لوازم محبت خاصہ کے بارے میں یہ انتہائی تحقیق ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے توکل کا یہ حال ہے کہ (مرض وفات کے زمانہ میں) دوست اُن کی مزاج پرسی

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۹)

ع یہ ارشاد معرفتِ ذات سے متعلق ہے کہ اس کی معرفت سے عجز ہی عین معرفت ہے۔ یہاں ان لوگوں کا عجز مراد ہے جو اس ذات کو صفات وافعال کے واسطے سے پہچان چکے ہوں اور آگے بڑھ کر ذات بحت کی طلب میں سرگرداں ہوں ان کا منتہائے معرفت یہی قول ہوگا۔ مطلقاً عجز مراد نہیں ورنہ منکرینِ خدا دہریئے اور کمیونسٹ سب سے بڑے عارف قرار پائیں گے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

[1] یعنی حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری قدس اللہ سرہٗ ۱۲ مترجم [2] یعنی ہر غیر اللہ سے صوفی کا مقصود آخرت سے بھی جنت کے حور و قصور نہیں ہوتے بلکہ مشاہدہ جمالِ یار مقصد ہوتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۱۲ مترجم

قد نظر اِلیّ قالوا فماذا قال لک قال
قال انی فعّالٌ لما اُرید اخرجہ
ابن ابی شیبۃ و از توکّل اوست آنچہ
گذشت کہ جمیع مالِ خود را فی سبیل اللہ
انفاق کرد و گفت اَبقیتُ لعیالی اللہ و
رسولہ و از وَرَع وے رضی اللہ عنہ آنست
کہ از دستِ غلام خود شیر خوردہ بود چوں
تفحّص نمود از وجہ شبہ ظاہر گشت انگشت
در دہان انداخت و آں ہمہ را قے کرد۔
کذا فی الاحیاء وغیرہ و از احتیاطِ وے
در بیت المال آنکہ چیزے کہ پیشِ او
باقی ماندہ بود از عطاءِ او رَد کرد بہ
بیت المال روے ذٰلک عن عائشۃ
والحسن بن علی وغیرہما بالفاظٍ متغایرۃ
و از احتیاطِ او در عبادات عن ابی
قتادۃ ان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم قال لابی بکر متٰی
تُوتِرُ قال اُوتِرُ من اوّلِ
اللیل و قال لعمر متٰی تُوتِرُ
قال اٰخرُ اللیل فقال لابی بکر
اخذ ھٰذا بالحذر و قال لعمر
اَخذ ھٰذا بالقوۃِ اخرجہ
ابوداؤد و مالک و ھٰذا
لفظ ابی داؤد۔
و از دعاء حضرت صدیق رضہ

کے لئے آئے اور کہنے لگے اے خلیفۂ رسول اللہ! کیا ہم آپ کے
لئے طبیب کو بُلا کر نہ لائیں جو آپ کو دیکھ لے تو آپ نے فرمایا
قَدْ نَظَرَ اِلَیَّ یعنی طبیب تو مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے
کہا پھر اُس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا کہ یہ کہا اِنِّی فَعَّالٌ
لِّمَا اُرِیْدُ یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں، اس کو
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور ان کے توکّل میں سے وہ واقعہ
ہے جو گزر چکا کہ اپنا تمام مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور
فرمایا کہ میں نے اپنے اہل و عیال کے لئے اللہ اور اُس کے رسول
کو باقی چھوڑا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے تقوٰی کی دلیل
یہ واقعہ ہے کہ آپ نے (ایک دن) اپنے غلام کا لایا ہوا دودھ
پی لیا تھا۔ جب تحقیق کی اور وہ مالِ مُشتبہ میں سے ظاہر ہوا تو
آپ نے اُنگلی مُنہ میں ڈال کر اُس کو قے کر کے نکال دیا، احیاء العلوم
وغیرہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور بیت المال میں آپ کی احتیاط
کا یہ حال تھا کہ آپ کے حصّہ میں جو چیز آتی ہوتی تھی اور
وہ ابھی آپ کے پاس باقی رہی ہوتی تھی اس کو بیت المال میں
واپس کرا دیا، یہ مروی ہے عائشہ رضہ سے اور حسن رضہ بن علی رضہ
وغیرہما سے کچھ بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ۔ اور عبادات
میں احتیاط کا یہ حال تھا کہ ابو قتادہ رضہ سے مروی ہے کہ نبی صلے
اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے
ہو؟ تو اُنھوں نے کہا کہ میں رات کے اوّل حصّہ میں پڑھ لیتا ہوں۔
اور عمر رضہ سے پوچھا کہ تم کس وقت وتر پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ
آخر شب میں تو آپ نے ابو بکر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے یہ طریقہ
اختیار کیا احتیاط کی بناء پر اور عمر رضہ کے لئے فرمایا کہ انھوں نے
یہ اختیار کیا قوت کی بناء پر، اس کو ابوداؤد رح اور مالک رح نے روایت
کیا اور یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضہ کی

اللّٰھمّ ارنی الحقّ حقًّا وارزقنی اتباعہ وارنی الباطل باطلاً وارزقنی اجتنابہ ولا تجعل مشتبھًا علیّ فاتّبع الھوٰی کذا فی الاحیاء۔ واز کف اللسان وے کان ابوبکر یضع حصاۃً فی فمہ لیمنع بھا نفسہ من الکلام کذا فی الاحیاء۔ ودخل عمر علی ابوبکر وھو یجبذ لسانہ فقال لہ عمر غفر اللّٰہ لک فقال ابوبکر ھٰذا اوردنی الموارد اخرجہ مالک۔ در احیاء اینجا قصہ عجیبہ ذکر کردہ است رُؤی ابوبکر الصّدیق فی النوم فقیل لہ انّک کنت تقول فی لسانک ھٰذا الّذی اوردنی الموارد فما فعل اللّٰہ بک فقال قلت لا الٰہ الّا اللّٰہ فاوردنی الجنّۃ۔ واز تواضع وے رضی اللّٰہ عنہ آنست کہ چون یزید ابن ابی سفیان را امیر چہار یک شام ساخت پیادہ بمشایعت او برآمد یزید بن ابی سفیان گفت امّا ان ترکب وامّا ان انزل فقال ابوبکر ما انت بنازلٍ وما انا براکبٍ احتسبتُ خُطایَ ھٰذہ فی سبیل اللّٰہ اخرجہ مالک۔ واز شفقتِ او بر خلق اللّٰہ وتخلّی از حظوظِ نفسِ خود قال ابوبکر لو اخذتُ شاربًا احببتُ ان یسترہ اللّٰہ ولو اخذتُ سارقًا احببتُ ان یسترہ اللّٰہ

یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ الخ اے اللہ! مجھے حق کا حق ہونا دکھا دیجئے اور مجھے اُس کے اتباع کی توفیق بخشدیجئے اور مجھے باطل کا باطل ہونا دکھا دیجئے اور اس سے بچنے کی توفیق بخشدیجئے اور حق کو مجھ پر مشتبہ نہ کیجئے کہ میں خواہش نفسانی کا اتباع کرنے لگوں، احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور زبان کو روکے رکھنا اس درجہ تھا کہ ابوبکر رضؓ اپنے مُنہ میں سنگریزہ رکھ لیا کرتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے نفس کو کلام سے روکیں، احیاء العلوم میں ایسا ہی ہے۔ اور عمر رضؓ پہنچے ابوبکر رضؓ کے پاس اور وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ اللہ آپ کو معاف کرے اس سے رُک جاؤ تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ اسی نے تو مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ احیاء العلوم میں اس موقع پر ایک عجیب قصہ بیان کیا ہے: (کسی بزرگ کو) ابوبکر صدیق رضؓ خواب میں دکھاتے گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ اپنی زبان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ وہ ہے جس نے مجھے ہلاکت کے مقامات میں ڈالا۔ تو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے کہا لا الٰہ الّا اللہ تو اس نے جنت میں داخل کر دیا۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کی تواضع کا یہ حال ہے کہ جب آپ نے یزید بن ابی سفیان کو چوتھائی حصہ شام کا امیر بنایا تو ان کی مشایعت یعنی ساتھ ساتھ چلنے کے لئے پیدل (شہر سے) باہر نکل آئے۔ یزید بن ابی سفیان نے کہا یا تو آپ سوار ہو جائیں اور یا میں نیچے اُتروں تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نہ آپ اُتریں اور نہ میں سوار ہوں۔ میں تو بہ نیت عبادت اپنے یہ قدم اللہ کے راستہ میں اٹھا رہا ہوں، اس کو امام مالکؒ نے روایت کیا۔ اور خلق اللہ پر آپ کی شفقت اور لذاتِ نفس سے خالی ہونے کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا اگر میں کسی شراب پینے والے کو پکڑتا ہوں (یعنی اقدام کرتا ہوں) تو چاہتا ہوں کہ خدا اُس کی پردہ پوشی کرے اور اگر کسی سارق

كذا فى الاحياء واز رضا او آنكه
روزے پیش آنحضرتؐ آمد و با آنحضرتؐ
جبرئیلؑ نشستہ بود فقال جبرئیل یا
محمد مالی اری ابابکر علیه عباءۃ
قد خللها فی صدرہ فقال یا
جبرئیل انفق ماله علیّ قبل
الفتح قال فان الله تعالی
یقرأ علیه السلام و یقول
قل له اراض انت عنی فی
فقرک هذا ام ساخط فقال
ابو بکر أ أسخط علی ربی انا عن
ربی راض انا عن ربی راض انا
عن ربی راض اخرجه الواحدی
والبغوی بسند غریب جدًا
واز نفی ارادہ او واللّٰہ ما کنت
حریصًا علی الامارۃ قط ولا طلبتها من
الله سرًا و علانیةً اخرجه جماعة
واز زہد وے رضی اللہ عنہ عن رافع
ابن ابی رافع قال رافقت ابابکر وکان
له کساءٌ فدکیٌّ یخلله علیه اذا رکب
و نلبسه انا و هو اذا انزلنا وهو الکساء
الذی عیرته به هوازن فقالوا
أ ذا الخلال نبایع بعد رسول الله صلی
الله علیه وسلم اخرجه ابن ابی شیبة

(چغہ) کو پکڑتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اس کی پردہ پوشی کرے،
احیاء العلوم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور آپ کی رضا (یعنی
راضی برضاءِ الٰہی ہونے) کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دن آپؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپؐ کے
پاس جبرئیلؑ بیٹھے ہوئے تھے تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ! کیا بات
ہے میں ابوبکرؓ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایسا چوغہ پہنے ہوتے ہے
جس کو اپنے سینہ پر اس نے کانٹوں سے جوڑ رکھا ہے تو آپؐ نے
فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! اس نے مجھ پر فتح سے قبل اپنا سب مال خرچ
کر دیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سلام بھیج رہے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اس سے پوچھو کہ کیا تو اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی
ہے یا ناراض ہے تو ابوبکرؓ نے کہا میں اپنے رب سے ناراض ہوں گا؟
میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ اس کو
واحدی اور بغوی نے روایت کیا بہت غریب سند کے ساتھ۔
اور آپ کے نفی ارادہ کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ (آپ نے فرمایا)
کہ میں امارت کا حریص کبھی نہیں ہوا اور نہ میں نے اس کو کبھی اللہ
سے پوشیدہ یا کھلے طور پر مانگا، اس کی روایت ایک جماعت نے
کی۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ قصہ ہے۔ رافع بن
ابی رافعؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکرؓ کا رفیق
رہا ہوں اور ان کے پاس ایک فدکی کپڑا تھا جس (کے سروں کو)
کانٹوں سے جوڑ کر اوڑھ لیا کرتے تھے جب سوار ہوتے تھے اور
میں اور وہ دونوں اس کو پہنتے رہتے تھے جب اترتے تھے۔ اور یہی
وہ کپڑا تھا جس سے ہوازن والوں نے ان پر عیب لگایا تھا اور کہا
تھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم ذوالخلال (کانٹوں
والے) سے بیعت کریں گے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

ع طالب خدا کا ایک بلند حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ فنا ہو جائے ارادۂ حق میں۔ یہ حال بھی صدیق اکبرؓ میں موجود تھا ۱۲ مترجم

وقال ابوبکر عند موته خذوا هذا الثوب لثوب
علیه اصابه مشق اوزعفران فاغسلوه ثم
کفنونی مع ثوبین اٰخرین قالت عائشة وما
هذا فقال ابوبکر الحیّ احوج الی الجدید
من المیّت وانما هذا للمهلة اخرجه
مالك واز خوف وے رضی اللہ عنہ عن
الضحاك قال رأی ابوبکر طیرًا واقعًا علی
شجرة فقال طوبی لك یا طیر
والله انی لوددت انی مثلك تقع
علی الشجر و تأکل من الثمر ثم
تطیر ولیس علیك حساب ولا عذاب
والله لوددت انی کنت شجرة الی
جانب الطریق فمرّ علیّ جمل فاخذنی
فادخلنی فاه ولاکنی ثم ازدردنی ثم
اخرجنی بعرًا ولم اکن بشرًا اخرجه
ابن ابی شیبة واز عبرت وے رضی اللہ عنہ
عن میمون قال اُتی ابوبکر بوافر الجناحین
فقال ما صید من صید ولا عضد من
شجر الا بما ضیّعت من التسبیح اخرجه
ابن ابی شیبة۔ واز تبری او رضی اللہ عنہ از
عجب چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من جرّ ثوبه خیلاء لم ینظر الله الیه یوم القیامة
فقال ابوبکر ان احد شقی ثوبی یسترخی الا
ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم انك لست تصنع ذلك خیلاء اخرجه البخاری

اور ابوبکر رضؓ نے اپنی موت کے قریب فرمایا کہ یہ کپڑا اُتار لو۔ کہ وہ ایسا کپڑا تھا جس پر گل سرخ یا زعفران کا اثر تھا۔ اور اس کو دھو لینا۔ پھر اس کے ساتھ دوسرے دو کپڑے شامل کر کے مجھے کفنا دینا۔ عائشہ رضؓ نے کہا کہ اور یہ ہے کیسا! (یعنی پرانا کپڑا اس کو کفن میں کیا استعمال کیا جاتے ؟) تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے نئے کپڑے کا بہ نسبت میّت کے کہ وہ (میت کے کپڑے) بدن کی رطوبت کے لئے ہیں، اس کو مالکؒ نے روایت کیا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خوف کا یہ قصہ ہے۔ مروی ہے ضحاکؒ سے بیان کیا کہ ابوبکر رضؓ نے ایک پرندے کو دیکھا جو ایک درخت پر آکر گرا تو آپ کہنے لگے کہ اے پرندے تجھے مبارکباد! واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں تجھ جیسا ہوتا۔ تو درخت پر آگرتا ہے اس کے پھل میں سے کھاتا ہے۔ پھر اڑ جاتا ہے اور تیرے اوپر کوئی حساب ہے نہ عذاب۔ واللہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راہ کی ایک جانب میں کھڑا ہوا ایک درخت ہوتا پھر مجھ پر کسی اونٹ کا گزر ہوتا اور وہ مجھے اپنے منہ میں داخل کرتا اور چباتا پھر مجھے حلق میں اتار لیتا پھر مینگنی بنا کر مجھے خارج کر دیتا اور میں بشر نہ ہوتا، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عبرت کا یہ واقعہ ہے۔ مروی ہے میمون سے کہ ابوبکر رضؓ کے سامنے (ایک پرندہ) وافر الجناحین لایا گیا۔ تو آپؓ نے کہا کہ جب کوئی شکار (جانور) شکار کیا جاتا ہے یا کسی درخت کی کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ اپنی تسبیح کو ضائع کر دیتا ہے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عجب سے آپؓ کے مبرّا ہونے کا شاہد یہ واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کپڑے کو کھینچا فخر و نمود کے ساتھ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

وفی لفظ ابی داؤد ان اللہ نزع
الخیلاء منک واز بکاء او رضی اللہ عنہ
قول عائشۃ وکان ابوبکر رجلاً
بکاءً اذا قرء القرآن
لا یملک عینیہ اخرجہ
البخاریؒ فی قصۃ طویلۃ
وقال ابراھیم النخعی کان ابوبکر
سمی الاواہ رافۃ ورحمۃ واز نفع
او خلق اللہ را مکتوب فی الکتاب الاول
مثل ابی بکر مثل القطر اینما وقع
نفع کلاھما مذکور فی الصواعق
واز ترک سوال او عن ابن ابی ملیکۃ
قال کان ربما سقط الخطام
من ید ابی بکر الصدیق قال فیضرب
بذراع ناقتہ فینیخھا فیاخذہ قال
فقالوا لہ افلا امرتنا نناولکہ
فقال ان حبیبی صلی اللہ علیہ وسلم
امرنی ان لا اسأل الناس شیئاً
رواہ احمد واز صدق نیت او عن ابی
قتادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لابی بکر مررت بک وانت تقرأ وانت
تخفض من صوتک فقال انی اسمعت من
ناجیت الحدیث اخرجہ الترمذی
اینست آنچہ احوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
حافظۂ بندۂ ضعیف درحالت راہنہ کفایت نمود

مہار ۱۲
موجودہ ۱۲

کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلّا لٹک جایا کرتا ہے۔ اب میں اس سے بچنے کا اہتمام رکھوں گا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یقیناً ایسا از راہ فخر و نمود نہیں کرتے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تجھ میں سے خُیَلاء یعنی فخر و نمود کو نکال دیا ہے۔ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا گریہ ثابت ہے قول عائشہ رضؓ سے کہ ابوبکر رضؓ ایک بہت رونے والے شخص تھے جب قرآن کی قرارت کیا کرتے تھے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھتے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے ایک طویل قصہ میں اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ابوبکر رضؓ کا لقب اوّاہ پڑ گیا ان کی شفقت و رحم دلی کی بناء پر۔ اور خلق خدا کو ان سے نفع کے بارے میں الکتاب الاوّل میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضؓ کی مثال بارش کی بوند کی مانند ہے جہاں گرے نفع پہنچاتے، دونوں روایتیں صواعق " میں مذکور ہیں۔ اور آپؓ کا ترک سوال اس روایت سے۔ مروی ہے ابن ابی ملیکہ سے کہ بسا اوقات ابوبکر صدیق رضؓ کے ہاتھ سے اُونٹ کی مہار چھوٹ کر گر جاتی تو اپنی ناقہ کے ذراع پر ہاتھ مار کر اس کو بٹھاتے اور مہار کو اُٹھاتے۔ راوی نے ذکر کیا کہ لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں نہ حکم دیا ہم اُٹھا کر آپ کو دیدیتے۔ تو فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں، روایت کیا اس کو احمد نے۔ اور ان کے صدقِ نیت کا حال یہ ہے۔ مروی ہے قتادہ رضؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضؓ سے فرمایا کہ میرا گزر تمہاری طرف ہوا اور تم قرارت کر رہے تھے اور تم اپنی آواز پست رکھتے ہو۔ تو فرمایا کہ میں اس کی طرف کان لگاتے رکھتا ہوں جس سے سرگوشی کرتا ہوں، آخر حدیث تک۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ جو کچھ احوال حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا اس بندۂ ضعیف کا حافظہ اس موجودہ حالت میں

والقلیل نموذج الکثیر والغرافۃ تشبئ

عن البحر الکبیر اما تحمل وے رضی اللہ عنہ اعباء نشر قرآن عظیم را پس بچند وجہ واقع شد یکے آنکہ در وقتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از جملہ کاتبان وحی بود فی الاستیعاب وممن کتب الوحی ابو بکر وعمر وعثمان وعلیؓ دیگر آنکہ جمع کردہ بود قرآن را یعنی حفظ کردہ بود تمام آں را امام نوویؒ در تہذیب باں تصریح کردہ وایں معنی را شاہد یست قوی وآں آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امر کرد بامامتِ صدیق رضؓ حالانکہ در شریعت مقرر شد لیؤمکم اقرءکم و فی لفظ اکثرکم قرآنا و شاہدے دیگر آنکہ در واقعہ ہوش ربا جانکاہ انتقال سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اکثر صحابہ رضؓ در محفوظاتِ خود ذہول ورزیدہ بودند وَمَا مُحَمَّدٌ و اِنَّکَ مَیِّتٌ تلاوت فرمود و مردم باجمعہم از وے تلقی آں کردند ایں دلالت دارد بر قوتِ حافظۂ او وکذا علمہ بالانساب وتواریخ العرب وروایۃ الحدیث دفن الانبیاء فی ذلک الوقت الفظیع و شاہدے دیگر است کہ حضرتِ صدیق رضؓ سورتہائے طویلہ در نمازے خواند مثل سورۃ بقرہ وایں صریح دلالت میکند بر حفظ جمیع کتاب واگر فرض کنیم کہ وے رضی اللہ عنہ تمام قرآن یاد نداشتہ باشد

کفایت کر سکا ہے وہ یہ ہے اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو خبر دیدیتی ہے بڑے دریا کی۔ اب سنیئے حضرت صدّیق رضی اللہ عنہ کے نشر قرآن عظیم کے بار کے تحمّل کا حال تو یہ چند صورتوں سے واقع ہوا۔ ایکؔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ بھی وحی کے کاتبوں میں سے تھے۔ استیعاب میں ہے اور جن لوگوں نے وحی کی کتابت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ تھے۔ دوؔسری یہ کہ انہوں نے قرآن کو جمع کیا تھا یعنی تمام قرآن کو حفظ کیا تھا۔ امام نوویؒ نے تہذیب میں اس کی تصریح کی ہے اور اس معنی کا ایک قوی شاہد ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامتِ صدیق رضؓ کا حکم دیا اور اس قاعدہ کو شریعت میں مقرر کیا گیا ہے لیؤمکم اقرأکم یعنی تمہاری امامت وہ شخص کرے جو سب سے زیادہ قاری ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں بکثرت قرآن پڑھنے والا ہو۔ اور ایک شاہد اور بھی ہے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ ہوش ربا، جانکاہ (انتقال) کے وقت جب کہ اکثر صحابہ رضؓ جو کچھ ان کے حافظہ میں تھا وہ سب کھوتے ہوئے تھے آپؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اور اِنَّکَ مَیِّتٌ کی تلاوت فرمائی اور سب کے سب لوگوں نے یہ آیات آپ سے لیںؔ۔ اور یہ واقعہ دلالت رکھتا ہے آپ کی قوتِ حافظہ پر اور ایسا ہی ان کا علم انساب اور تواریخ عرب کے متعلق اور روایتِ حدیث دفن انبیاء کے متعلق ایسے شدید وقت میں۔ اور ایک شاہد اور ہے کہ حضرتِ صدیق رضؓ نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے مثل سورۂ بقرہ کے اور یہ صریح دلالت کرتا ہے تمام کتاب اللہ کے حفظ پر۔ اور اگر ہم فرض کر لیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا قرآن حفظ نہیں تھا اس سے آپؓ کے اجتہاد

عہ یعنی یہ آیات اذہان سے گویا محو ہو چکی تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلاوت کے بعد ہی سب کو یاد آئیں ۱۲ مترجم

در صحتِ اجتہادِ او قدح نیکند زیراکہ حفظِ
قرآن عن ظہر القلب شرطِ اجتہاد نیست
سوم آنکہ اوّل کسیکہ سعی کرد در جمع قرآن بین
اللوحین صدیق اکبر رضہ بود کہ بالتماس فاروقِ
اعظم رضہ اہتمام ایں امرِ عظیم فرمود و ثمرہ سعی او
ظاہر شد کہ بسببِ آں قرآن در مشرق و مغرب
شائع گشت چہارم آنکہ در بعض مواضع مشکلہ حل
اشکال فرمود وایں وجہ در خُطب حضرت
صدیق رضہ مبیّن خواہد شد اما تحمّلِ وے رضی اللہ
عنہ نشر علم حدیث را بچندیں وجہ بودہ است
یکے آنکہ استمطارِ علم کردہ است از منبع العلم
قال لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علّمنی
دُعاءً اَدعو بہٖ فی صلوٰتی قال قل اللّٰھمّ
انّی ظلمتُ نفسی ظُلماً کثیرًا ولا یغفر الذّنوب
الّا انت فاغفِر لی مغفرۃً من عندک و
ارحمنی انک انت الغفورُ الرحیم اخرجہ
احمد وابو یعلےٰ وغیرھما وعن ابی ہریرۃ
قال قال ابو بکر یا رسول اللہ مُرنی
بشیءٍ اقولہ اذا اَصبحتُ واذا
اَمسَیتُ قال قل اللّٰھمّ عالم الغیبِ
والشھادۃِ فاطرَ السمٰوٰت والارض
ربّ کل شیءٍ وملیکہ اشھد ان لا الٰہ
الّا انت اعوذ بک من شرّ نفسی

کی صحت میں کوئی نقص نہیں واقع ہوتا کیونکہ لوحِ قلب میں
قرآن حفظ کرنا اجتہاد کی شرط نہیں ہے۔ تیسری یہ کہ سب سے
پہلے قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتوں) کے درمیان جمع کرنے
کی جس نے کوشش کی وہ صدیقِ اکبر رضہ تھے جنھوں نے فاروقِ
اعظم رضہ کے التماس سے یہ عظیم کام کیا۔ اور آپ کی کوشش
کا نتیجہ ظاہر ہوگیا کہ اس کے سبب سے قرآن مشرق اور مغرب
میں شائع ہوگیا۔ چوتھی یہ کہ بعض مشکل مواقع میں آپ نے اشکال
حل فرمائے اور یہ بات حضرت صدیق رضہ کے خطبات میں خوب واضح
ہوجائے گی۔ اب لیجئے آپ کا اشاعت علمِ حدیث کے بار کا تحمّل تو
وہ چند صورتوں کے ساتھ ہوا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے فیضانِ علم
لینے کی کوشش براہِ راست منبع علم سے کی ہے۔ آپ نے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے ایسے کلمات
دُعاء سکھا دیجئے جن سے میں اپنی نماز میں دعاء کیا کروں۔ فرمایا
کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ (ترجمہ: یا اللہ میں نے تو گناہوں
کا مرتکب ہوکر) اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور گناہوں کو آپ
کے سوا کوئی نہیں بخشتا آپ اپنی طرف سے درگزر فرماتے ہوئے
میرے گناہ بخش دیں اور مجھ پر رحم فرمائیں بیشک آپ
ہی بہت مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں)،
اس کو احمد اور ابو یعلےٰ وغیرہما نے روایت کیا۔ مروی ہے ابوہریرہ رضہ
سے، کہا کہ ابوبکر رضہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز
بتا دیجئے جس کو میں روزانہ جب صبح اور شام آیا کرے تو پڑھ
لیا کروں۔ فرمایا کہ کہو اَللّٰھُمَّ عالم الغیب والشّھادۃ الخ (یا اللہ!
ہر غائب اور حاضر کا علم رکھنے والے، آسمانوں اور

عہ کس خوبی کے ساتھ عیسائیت کے اعتقادِ باطل سے بچایا گیا ہے کہ جو گناہ کرو پادری صاحب سے کہدو وہ معافی دیدیں گے تو گناہ سے پاک ہوگئے ۱۲
اشتیاق احمد عفی عنہ

ومن شر الشيطان وشركه قال
قله اذا اصبحت واذا امسيت و
اذا اخذت مضجعك اخرجه
الترمذى ت وعن ابى بكر الصديق
قال كنت عند رسول الله صلى
الله عليه وسلم فانزلت هذه الاٰية
مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ہ
فقال النبى صلى الله عليه وسلم يا ابا بكر
الا اقرئك اٰية انزلت على
قلت بلى يا رسول الله فاقرانيها
فلا اعلم الا انى وجدت انقصاما (شکستگی)
فى ظهرى حتى تمطأت لها فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اما
انت يا ابا بكر واصحابك
المؤمنون فيجزون بذلك
فى الدنيا حتى تلقوا الله
وليست لكم ذنوب
واما الاٰخرون فيجمع
ذلك لهم حتى يجزوا يوم
القيمة اخرجه ابو يعلى
عن حذيفة عن ابى بكر
اما حضر ذلك حذيفة
من النبى صلى الله عليه
وسلم واما اخبره

زمین کے پیدا کرنے والے، ہر چیز کے پروردگار اور پوری ملکیت رکھنے والے! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ سے پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اُس کے شرک سے (جس کی اس کو اجازت بخشی گئی ہے وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الخ فرما کر (۱۷: ۶۴) کہ تو اُن کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا) فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو جب تم پر صبح آئے اور جب شام آئے اور جب تم اپنے آرام کی جگہ (یعنی بستر پر سونے کے لئے) پہنچ جاؤ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا الخ (۴: ۱۲۳) جو شخص کوئی بُرا کام کرے گا وہ اُس کے عوض میں سزا دیا جائے گا اور اس شخص کو خدا کے سوا نہ کوئی یار ملے گا نہ مددگار ملے گا۔" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضؓ! کیا میں تم کو وہ آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا بیشک یا رسول اللہؐ! تو یہ آیت مجھے پڑھائی۔ تو میں نہیں جانتا بجز اس کے کہ میں نے اپنی کمر میں ہڈی پھوٹتی محسوس کی یہاں تک کہ اُس کی وجہ سے انگڑائی لی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (گھبراؤ نہیں) اے ابوبکر رضؓ! تم اور تمہارے ساتھی مومنین کو اس کا بدلہ دنیا میں دیدیا جائے گا (جسمانی تکالیف اور مالی نقصانات وغیرہ پہنچا کر) یہاں تک کہ تم اللہ سے ایسی حالت میں ملو گے کہ تم پر گناہ نہیں ہوں گے۔ رہے دوسرے لوگ تو اُن کے یہ گناہ جمع ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو قیامت کے دن اُن کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کو ابو یعلےٰ نے روایت کیا۔ مروی ہے حذیفہ رضؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکر رضؓ سے یا اس موقع پر حذیفہ رضؓ خود ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

ابو بکر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الشرك فیکم اخفٰی من دبیب النمل قال قلت یارسول اللہ وھل الشرك الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتك امك یا صدیق الشرك فیکم اخفٰی من دبیب النمل الا اخبرك بقول یذھب صغیرہ وکبیرہ قال قلت بلٰی یارسول اللہ قال تقول کل یوم ثلث مرات اللھم انی اعوذ بك من ان اشرك بك وانا اعلم واستغفرك لما لا اعلم والشرك ان تقول اعطانی اللہ وفلان والند ان یقول الانسان لولا فلان لقتلنی فلان اخرجہ ابو یعلٰی بسند غریب

دوم آنکہ نزدیک بصد و پنجاہ حدیث از مرویات او در دست محدثین باقیماندہ است وایں معنی نسبت صحبت دائمہ حضرت صدیقؓ وکثرت حضور او در مشاہد خیر قلیل است بہ بسیارے لیکن دو سہ سبب از کثرت روایت باز داشت سببی کہ راجع بحال حضرت صدیقؓ است وآں آنست کہ وی رضی اللہ عنہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو سال وچند ماہ در قید حیات بود ومشغول ماند بقتال مرتدین ومانعان زکوٰۃ وباز بتجہیز جیوش برائے جہاد فارس وروم اگر ایں را شاہدے صریح میخواہی تامل کن درحال جمعے از فضلاء صحابہؓ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور یا اُن کو ابو بکرؓ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک تم میں زیادہ پوشیدہ (آتا) ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ میں نے کہا کہ یارسول اللہ اور شرک یہی تو ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیجائے۔ فرمایا کہ تجھے تیری ماں روتے اے صدیقؓ! شرک (اتنی ہی بات میں محدود نہیں وہ) تم میں زیادہ پوشیدہ آتا ہے چیونٹی کی رفتار سے۔ کیا میں تم کو ایسا کلام نہ بتادوں جو اس کے چھوٹے اور بڑے دونوں کو زائل کردے۔ میں نے کہا ضرور یارسول اللہ فرمایا کہ ہر دن میں تین مرتبہ یہ کہا کرو اللھم انی اعوذ بك الخ یعنی اے اللہ میں آپ سے پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں آپ کے ساتھ شرک کروں اور میں (اُس کے شرک ہونے کو) جانتا بھی ہوں اور آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اُس سے جو (میں کر گزرا اور) میں نہیں جانتا تھا۔ اور "شرک" یہ ہے کہ تو یوں کہے کہ (فلاں شے) مجھے اللہ نے اور فلاں شخص نے عطا کی اور "ند" یہ ہے کہ انسان یوں کہے کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل کر دیتا، اس کو ابو یعلیٰ نے بسندِ غریب روایت کیا۔ دوسری یہ کہ ڈیڑھ سو احادیث کے قریب انکی مرویات محدثین کے ہاتھوں میں باقی رہ گئی ہیں اور یہ مقدار حضرت صدیقؓ کی دائمی صحبت اور خیر کے مواقع پر ان کے بکثرت حاضر ہونے کے لحاظ سے بہت ہی قلیل ہے۔ لیکن دو تین سبب نے اُن کو کثرتِ روایت سے باز رکھا۔ ایک سبب تو ایسا ہے جو راجع ہے حضرت صدیقؓ کے حال کی طرف اور وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو سال اور چند مہینے بقیدِ حیات رہے اور مشغول رہے مُرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے میں اور جہاد فارس و رُوم کے لئے لشکروں کی تیاری میں۔ اگر تم اس کا کوئی شاہد صریح چاہتے ہو تو تامل کرو فضلاء صحابہؓ کی ایک جماعت کے حال میں کہ جن کی تعظیم شان آنحضرت

تنویہ شانِ ایشاں با علمیت فرمودہ چوں مدتِ
دراز باقی نماند ازیشاں روایتِ حدیث چندانے در
دستِ محدثین نماند مثل معاذ بن جبل دیگر سببے حاصل
در سامعانِ حدیث از وے وآں آنست کہ حاضرانِ
مجلسِ حضرت صدیق غالباً صحابہؓ بودند و محتاج
نشدند در بسیارے از احادیث بتوسیط وے بلکہ اکثر
آں احادیث از زبانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
شنیدہ بودند وہنوز مخضرمین وارد نشدہ بودند
الا قلیلے مثل قیس بن ابی حازم سوم سببے در
تقلیلِ روایت وآں قلت وقائع است وآنچہ بسبب
وقائع بیان کردہ است اکثر در خطب اما مرفوعاً
واما موقوفاً مع ہذا احادیث وے چند طبقہ
است بعض صحیح مثل حدیثِ مقادیر زکوٰۃ
کہ بخاری آں را نقل کرد و او اصح احادیث
زکوٰۃ است ومعمول بہ ومعتمد علیہ
وحدیث ہجرت وآں را حدیث الرحل
گویند وحدیث نحن معاشر الانبیاء
لا نرث ولا نورث اخرج احمد عن
عبد الرزاق قال اھل مکۃ یقولون اخذ
ابن جریج الصلوٰۃ من عطاء واخذھا
عطاء من ابن الزبیر واخذھا ابن
الزبیر من ابی بکر واخذھا ابوبکر
من النبی صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلمیت کے ساتھ فرمائی (کہ ان کو "بڑا عالم"
فرمایا) جب وہ مدت دراز تک باقی نہ رہے تو اُن سے جو حدیث روایت
ہوتیں وہ بھی محدثین کے ہاتھوں میں اتنی باقی نہ رہیں (کہ معتد بہ
کہا جا سکے) جیسے معاذ بن جبلؓ (ان کا انتقال ۱۸ھ میں ہوا)
دوسرا سبب ایسا ہے جو اُن سے حدیث سُننے والوں کی جانب سے
آتا ہے اور وہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مجلس کے
حاضرین زیادہ تر صحابہؓ ہوتے تھے اور وہ بہت سی احادیث
میں آپ کے واسطہ روایت کے محتاج نہ تھے بلکہ ان میں سے اکثر
احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے خود سُنے
ہوتے تھے اور ابھی تک مخضرمینؒ وارد نہیں ہوتے تھے مگر
بہت کم مثل قیس بن ابی حازم کے۔ تیسرا ایک خاص سبب ہے
قلتِ روایت کا اور وہ ہے وقائع کی قلت اور جو کچھ آپ نے
وقائع کے سبب سے بیان کیا ہے وہ اکثر خطبات میں مذکور ہے بطریق
مرفوع یا بطریق موقوف۔ اس کے باوجود ان کی احادیث کئی
طبقہ کی ہیں بعض صحیح ہیں جیسی مقادیر زکوٰۃ کی حدیث کہ بخاری
نے اس کو نقل کیا ہے اور وہ احادیث زکوٰۃ میں سب سے زیادہ صحیح
ہے اور معمول بہ اور معتمد علیہ اور ہجرت کی حدیث جس کو حدیث الرحل
کہتے ہیں اور حدیث نحن معاشر الانبیاء الخ یعنی ہم انبیاء کے گروہ
(کا یہ حکم ہے) کہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا
وارث ہوتا ہے۔" احمدؒ نے روایت کی عبدالرزاقؒ سے انھوں نے کہا کہ
اہل مکہ کہتے ہیں کہ ابن جریجؒ نے نماز سیکھی ہے عطاءؒ سے اور
عطاءؒ نے اس کو لیا ابن الزبیرؓ سے اور ابن الزبیرؓ نے اس کو لیا
ہے ابوبکرؓ سے اور ابوبکرؓ نے اس کو لیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

عہ محدثین کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ سے ملاقات نہیں کرسکے۔ ایسے راوی جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو وہ کسی صحابی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور شعراء میں وہ شاعر مخضرمی کہے جاتے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا اور اسلام کا بھی ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما رایتُ احدًا احسنَ صلوٰۃً من ابن جریج
انچہ الحال درکتبِ سُنن در صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہل
مکہ مذکور میشود ماخوذ ازیں جہت است وبعض حسن
مثل حدیث سَلُوا اللّٰہَ العافیۃ وحدیث لا
یدخل الجنۃ سیئ الملکۃ وحدیث مَا اَصَرَّ
من استغفر وحدیث صلوٰۃ الاستغفار۔
ونوع سوم احادیثے کہ مشہور است بین الناس
بروایتِ اصحاب دیگر وغریب است بروایتِ حضرت
صدیق رض واکثر آں احادیث مرداں را بروایتِ
آں حدیث جری ساختہ است وحامل روایتِ آں
گشتہ مثل حدیث اثباتِ قدر بروایتِ عبدالرحمٰن
ابن ابی بکر عن ابیہ وحدیث الذہبُ بالذہب آہ
بروایتِ ابی رافع وحدیث مَن کَذَبَ علیّ
متعمّدًا وحدیث اتَّقُوا النار ولو بشقّ تمرۃ
وحدیث مابین منبری وبیتی روضۃٌ من ریاض
الجنۃ وحدیث شفاعتِ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ
وسلم وحدیث خروج بعضِ اہلِ النار من النار
بشفاعۃ الشہداء وغیرہم وحدیث مغفرۃ مَن
کان یُسامحُ فی البیع وحدیث مَن اَوْصٰے
باحراقِ نفسہٖ خوفًا من اللّٰہ تعالےٰ وحدیث
ان المیّت یُعذّب ببکاء الحیّ علیہ
وحدیث یدخل الجنۃ سبعونَ الفًا بلا حساب
وحدیث رجم ماعز اسلمی وحدیث السّواکُ
مُطہرۃٌ للفم وحدیث الائمۃ من قریش
وشیئٌ کثیر من ھٰذا الجنس روی ہذہ

میں نے کسی کو ابنِ جُرَیج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا
اب جو کچھ کُتبِ سُنن میں صفتِ صلوٰۃ بطریقِ اہلِ مکہ ذکر کی جاتی
ہے وہ سب اسی جہت سے ماخوذ ہے۔ اور بعض حسن ہیں
جیسے حدیث سَلُوا اللّٰہَ العافیۃ (اللہ سے عافیت مانگو) اور حدیث
لا یدخل الخ یعنی بُرے ملکات کا شخص جنّت میں نہ داخل ہوگا۔ اور
حدیث ما اصر من استغفر اور صلوٰۃ الاستغفار کی حدیث اور تیسری
قسم وہ احادیث ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں دوسرے اصحاب
کی روایت سے اور غریب ہیں صدیقِ اکبر رض کی روایت سے اور ایسے
لوگوں کی اکثر احادیث کو اُن احادیث کی روایت کے ساتھ چالو
کردیا اور وہ اس روایت کے حامل ہوگئے جیسے اثباتِ قدر کی
حدیث بروایتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رض جو اپنے باپ ابوبکر رض سے روایت
کرتے ہیں اور حدیث الذہب بالذہب الخ ابورافع رض کی روایت
سے اور حدیث مَن کذب علیّ متعمّدًا اور حدیث اتّقوا
النّار الخ یعنی آگ سے بچاؤ کرو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے سے ہو۔
اور حدیث مابین منبری الخ یعنی میرے منبر اور میرے گھر کے
درمیان ایک باغیچہ ہے جنّت کے باغیچوں میں سے۔ اور آنحضرت
صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حدیث اور وہ حدیث جس میں
بعض اہلِ نار کا شُہداء۔ وغیرہم کی شفاعت سے نکالے جانے کا ذکر
ہے اور اس شخص کی مغفرت والی حدیث جو بیع میں بے احتیاطی کرتا تھا
اور وہ حدیث جس میں ایک شخص کی وصیّت کا ذکر ہے جو اُس نے
اللہ کے خوف سے اپنے جسم کو پھونکدینے کے لئے کی تھی۔ اور یہ
حدیث کہ مُردہ کو عذاب دیا جاتا ہے اُس پر زندہ کے گریہ وبکا سے
اور یہ حدیث کہ جنت میں ستّر ہزار آدمی بغیر حساب کے داخل
ہوں گے اور ماعز اسلمی کو سنگسار کئے جانے کی حدیث اور یہ حدیث
کہ مسواک مُنہ کو پاکیزہ کرنے والی ہے۔ اور الائمۃ من قریش

الاحادیث کلہا احمد و ابو یعلی فی مسندیہما و اخرج الدارمی عن قیس بن ابی حازم عن ابی بکر حدیث کفرٌ باللہ انتفاءٌ من النسب چوں این ہمہ مباحث گفتہ شد الحال باید دانست کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر معضلے کہ پیش آمد صدیقِ اکبرؓ آں را حل کرد و مسلمین را از حیرت و تردد خلاص ساخت این معنے مکرر واقع شد تا آنکہ تقدم وے رضی اللہ عنہ در علم و تربیتِ او رعیتِ خود را بر منہاج تربیتِ انبیاءؑ روشن گشت و شبہ نماند۔ از انجملہ آنست کہ چوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم از عالم دنیا برفیقِ اعلیٰ انتقال فرمود تشویشہاء بیشمار بخاطرِ مردم راہ یافت ظنِ بعضے آنکہ این موت نیست حالتے ست کہ عند الوحی پیش می آید و گمانِ بعضے آنکہ موت منافی مرتبہ نبوت است و طائفہ کہ نفاق پیشہ بودند عزم برہم زدنِ دین دریں فرصت مصمم ساختند صدیقِ اکبرؓ اولِ حال نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفت و چادر از روئے مبارک برداشت و بوسہ بر پیشانی مبارک داد و تحقق موت بیقین دانست و بکلماتِ جان فرسا وا نبیاہ وا خلیلاہ وا صفیاہ متکلم شد انگاہ بمسجد در آمد و خطبہ بلیغہ برخواند عن ابن عمر قال لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابو بکر فی ناحیۃ المدینۃ فجاء فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ

والی حدیث۔ اور اس جنس کی بہت سی چیزیں ہیں۔ ان سب احادیث کو احمد اور ابو یعلی نے اپنی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے روایت کیا ہے قیس بن ابی حازم سے وہ ابو بکرؓ سے یہ حدیث کہ نسب کی نفی کرنا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے۔ جب یہ مباحث بیان ہو چکے تو اب جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو مشکل بھی پیش آئی صدیقِ اکبرؓ نے اس کو حل کر کے مسلمانوں کو حیرت اور تردد سے رہا کیا۔ ایسی باتیں بار بار واقع ہوئی ہیں یہاں تک کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا علم میں اور اپنی رعیت کی تربیت میں تربیتِ انبیاءؑ کے طریق پر سب سے آگے ہونا روشن ہو گیا اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال فرمایا تو لوگوں کے لئے بیشمار تشویشیں پیدا ہو گئی تھیں، بعض کا گمان یہ تھا کہ یہ موت نہیں ہے بلکہ یہ اس قسم کی حالت ہے جو وحی کے وقت پیش آتی ہے اور بعض کا گمان یہ تھا کہ موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے اور جو ایک گروہ کے لوگ نفاق پیشہ تھے انہوں نے اس خالی وقت میں دین کو درہم برہم کر دینے کا پکا ارادہ کر لیا۔ صدیقِ اکبرؓ اول حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک گئے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک سے انہوں نے چادر اٹھائی اور پیشانیٔ مبارک پر بوسہ دیا اور موت کا واقع ہونا یقین کے ساتھ سمجھ لیا اور کلماتِ جاں فرسا وانبیاہ (ہائے نبیؐ) واخلیلاہ (ہائے محبوب) واصفیاہ (ہائے مخلص حقیقی) سے متکلم ہوئے۔ پھر آپؓ مسجد میں آئے اور ایک بلیغ خطبہ آپ نے پڑھا۔ مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکرؓ مدینہ کے ایک گوشہ میں تھے۔ پھر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپؐ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو انہوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانیٔ مبارک پر رکھ دیا اور اس کو چومتے اور روتے رہے

عليه وسلم وهو مسجّى ببرد فوضع فاه على جبين
رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقبّله
ويبكي ويقول بأبي انت وأمي طِبتَ حيًّا
وطبتَ ميتًا فلما خرج مرّ بعمر بن الخطاب
وهو يقول ما مات رسول الله صلى الله
عليه وسلم ولا يموت حتى يقتل الله
المنافقين وحتى يخزي الله المنافقين
قال وكانوا استبشروا بموت رسول الله
صلى الله عليه وسلم فرفعوا رءوسهم
فقال ايها الرجل اربع على نفسك فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مات
الم تسمع الله يقول اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ
وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ
مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ٥ قال ثم اتى
المنبر فصعده فحمد الله واثنى عليه
ثم قال ايها الناس ان كان محمد
الهكم الذي تعبدون فان الهكم قد مات
وان كان الهكم الذي في السماء فان الهكم
لم يمت ثم تلا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ
عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ حتى ختم الاية ثم نزل وقد
استبشر المسلمون بذلك واشتد فرحهم واخذت
المنافقين الكآبة قال عبد الله بن
عمر فوالذي نفسي بيده لكأنما كانت
على وجوهنا اغطية فكشفت اخرجه

اور کہتے رہے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپؐ پاکیزہ رہے حیات
کی حالت میں اور پاکیزہ ہیں موت کی حالت میں۔ پھر جب
نکلے تو عمر بن الخطابؓ پر گزرے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نہیں مرے اور نہ ہی مریں گے یہاں تک اللہ تعالے
منافقین کو قتل کردے اور یہاں تک کہ اللہ تعالے منافقین کو رسوا
کردے۔ بیان کیا کہ منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موت
کی ایک دوسرے کو خوش خبری دے رہے تھے اور انہوں نے اپنا
سر اُبھارا تھا۔ تو آپ نے (عمرؓ سے) کہا کہ اے شخص اپنے ساتھ نرمی
کر کیونکہ رسول اللہؐ وفات پا چکے کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ٥ (۳۹: ۳۰) یقیناً آپ کو
بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الخ (۲۱: ۳۴) اور ہم نے
آپؐ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپؐ
کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ کو رہیں گے"۔
ابن عمرؓ نے کہا کہ پھر آپ منبر پر پہنچے اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد وثنا پڑھی
پھر فرمایا اے لوگو! اگر محمدؐ تمہارے معبود تھے جس کی تم عبادت کرتے ہو
تو یقیناً تمہارا معبود مرچکا ہے اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان میں
ہے تو تمہارا معبود نہیں مرا۔ پھر (اس آیت کی) تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ
اِلَّا رَسُوْلٌ الخ (۳: ۱۴۴) اور محمدؐ صرف رسول ہی تو ہیں آپ سے
پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال
ہو جائے یا آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے"۔
آیت کے ختم تک۔ پھر اُتر آئے (اب یہ حال ہو گیا) کہ مسلمان اس
تقریر سے خوش ہو گئے اور ان کو بہت فرحت ہوئی اور منافقین
کو رنج وغم نے پکڑ لیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات
کی کہ میرا نفس جسکے ہاتھ میں ہے۔ یقیناً ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے
چہروں پر پردے پڑے ہوتے تھے جو اُلٹ دیئے گئے۔ اس کو ابن

ابن ابی شیبۃ واخرج جماعۃ نحواً من ذالک بروایۃ عایشۃ وغیرھا و از انجملہ آنکہ در محلِ دفن وکیفیتِ صلوٰۃِ جنازہ اختلاف افتاد حضرتِ صدیق رضؓ آں اختلاف را بر انداخت فی مسند ابی یعلیٰ فلما فرِغَ من جھازِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الثلثاء وُضِعَ علےٰ سریرہ وقد کان المسلمون اختلفوا فی دفنِہ فقال قائل ندُفِنُہ فی مسجدہ وقال قائل بل یُدُفن مع اصحابہ فقال ابوبکر انّی سمعتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول مَاقبِض نبیؐ الّا دُفِنَ حیثُ قُبِضَ فرفع فراشُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الّذی توُفّی فیہ فحُفِرَ لہ تحتَہ ثم دعا النّاسَ علےٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُصَلّوُن علیہ اَرسالاً الرجالَ حتّےٰ اذا فرَغَ منھم اَدخَل النّساءَ حتےٰ اذا فرغ من النسآء ادخل لصّبیان ولم یؤمّ النّاس علےٰ رسول اللہ صَلّےٰ اللہ علیہ وسلم احدٌ فدُفِنَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اوسطِ اللّیل لیلۃَ الاربعاء بعدؐ ازاں دراں حالتِ ہوش رُبا اعظم اختلافے کہ پیش آمد اجتماعِ انصار بود در سقیفۂ بنی ساعدہ بقصد بیعت سعد بن عبادہ وآیں ہماں اختلاف است کہ اگر تدبیر حضرتِ صدیق رضؓ و فاروق رضؓ مباشر دفع

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسی طرح عائشہ رضؓ وغیرہا سے روایت کی ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقامِ دفن اور کیفیتِ نمازِ جنازہ میں اختلاف واقع ہوا۔ حضرت صدیق رضؓ نے اس اختلاف کو ختم کر ڈالا۔ مُسندِ ابی یعلیٰ میں ہے کہ جب فراغت ہو گئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنانے سے منگل کے دن تو آپؐ کو تخت پر رکھا گیا اور مسلمانوں میں آپؐ کے دفن کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ کوئی کہنے والا تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپؐ کو آپؐ کی مسجد میں دفن کرو۔ اور کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ نہیں آپ کو آپؐ کے اصحاب رضؓ کے ساتھ دفن کرو تو ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ ہر نبی کی روح جس جگہ قبض کی گئی ہے اُس کو اسی جگہ دفن کیا گیا ہے۔ جہاں روح قبض کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ فرش اُٹھایا گیا جس پر آپؐ کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے آپؐ کے لئے قبر کھودی گئی۔ پھر ابوبکر رضؓ نے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بلایا کہ آپؐ پر نماز پڑھتے رہیں فرقہ فرقہ ہو کر (پہلے) مَردوں کو اور جب اُن سے فراغت ہو گئی تو عورتوں کو داخل کیا اور جب عورتوں سے فراغت ہو گئی تو لڑکوں کو داخل کیا گیا اور کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کی امامت نہیں کی۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے رات کے درمیانی حصّہ میں بُدھ کی شب میں۔" اسؐ کے بعد (حضرت صدیق رضؓ کا اہم کارنامہ سُنئے کہ) اسی حالتِ ہوش رُبا میں سب سے پہلے جو اختلاف کہ پیش آیا وہ انصار کا اجتماع تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضؓ سے بیعت کرنے کے ارادہ سے۔ اور یہ ایسا اہم اختلاف تھا کہ اگر (بروقت) حضرت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ اس کو مٹانے کی کوشش میں نہ لگ جاتے تو تلوار چلنے کی نوبت

عہ "بعد ازاں" کو دفن سے فراغت کے ساتھ مربوط نہ سمجھا جائے کیونکہ استخلاف کا واقعہ تدفین سے پہلے ہی پیش آگیا تھا ۱۲ مترجم

آں نمیشد سیل سیف بیان می آمد و دین از
ہم می پاشید حضرت صدیق رض و فاروق رض در سقیفہ
حاضر شدند و بسیفِ بیان قطع آں اختلاف نمودند
و رواۃِ علم در نقل ایں بیانِ قاطع مختلف اند
ہر یکے چیزے حفظ کرد و چیزے ترک
نمود دریں محل روایتے چند برنگاریم
تا قصہ منقح گردد اما روایتِ فاروق
اعظم رض کہ در جواب اِنَّ بیعۃ
ابی بکر کانت فلتۃ (ناگاہ و بے تامل) فتمت
در خطبۂ بلیغہ بیان کردہ است آنست کہ
انصار گفتند یا معشر قریش مِنّا امیرٌ ومنکم
امیرٌ فقام الحُبَاب بن المنذِر فقال انا
جُذَیلُھا المُحَکَّکُ وعُذَیقُھا المرجَّب
اِن شئتم واللہِ رَدَدنَاھا جَذَعۃً (جوان)
فقال ابوبکر علی رِسلِکُم (توقف کنید) فذھبتُ
لا تکلّم قال انصُت یا عمر فحمد
اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال یا معشر
الانصار انا واللہ ما ننکر
فضلکم ولا بلاءکم فی الاسلام
ولا حقکم الواجب (عظیم) علینا ولکنکم
قد عرفتم ان ھٰذا الحیّ من قریش
بمنزلۃٍ من العرب لیس بھا غیرھم و
ان العرب لن تجتمع الا علیٰ
رجلٍ منھم فنحن الامراء وانتم
الوزراء فاتقوا اللہ ولا تُصدِّعوا (تفرقوا)

آجاتی اور دین کے پرخچے اُڑ جاتے۔ حضرت صدیق رض اور فاروق رض سقیفہ
میں (فوراً) پہنچ گئے اور سیفِ بیان سے انھوں نے اس
اختلاف کو قطع کر دیا۔ رُواۃِ علم میں اس بیان کو نقل کرنے میں
اختلاف ہے۔ ہر ایک نے ایک بات محفوظ کی اور ایک بات ترک
کر دی اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ قصہ
منقح ہو جائے۔ اب لیجئے حضرت فاروق رض کی روایت کو جو آپ نے
جواب میں اِنَّ بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ فتمت کے فرمائی تھی
(یعنی ابوبکر رض کی بیعت اچانک شروع ہوئی اور پوری ہو گئی)
آپ نے خطبۂ بلیغہ میں یہ بیان کیا کہ انصار نے کہا کہ اے گروہِ قریش
ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے۔ تو کھڑا ہوا حباب
ابن المنذر اور اس نے کہا کہ میں اس امر کا وہ لکڑ ہوں جس سے
کھجلی دفع کی جاتی ہے (اونٹ جس سے کھجا کر اپنی کھجلی دفع کرتے ہیں)
اور کھجور کا وہ درخت ہوں جس کو میوے کے بوجھ سے ٹیک لگائے
ہیں تاکہ وہ گرے نہیں (مطلب یہ کہ میں بڑا صائب الرائے ہوں
فائدہ اُٹھاؤ میری رائے سے) اگر تم چاہو واللہ ہم اس (خلافت)
کو ایک جوان کی طرف لوٹا دیں گے۔ تو ابوبکر رض نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔
پھر میں گیا کہ (اس مسئلہ پر) کلام کروں تو کہا کہ اے عمر رض! خاموش
رہو۔ پھر ابوبکر رض نے اللہ کی حمد وثنا کی اس کے بعد کہا اے گروہ
انصار! ہم لوگ خدا کی قسم تمہاری فضیلت کا انکار نہیں کرتے
اور نہ اُن تکلیفات کا جو کہ اسلام میں تم پر پہنچیں اور نہ تمہارے
اُس حق کا جو ہم پر واجب ہے، لیکن تم خوب جانتے ہو کہ یہ
قبیلہ یعنی قریش تمام عرب میں وہ مقام رکھتا ہے جو دوسروں کو
حاصل نہیں ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ عرب ہرگز جمع نہیں
ہوں گے مگر ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو تو ہم امراء ہوں گے
اور تم وزراء رہو گے تو اللہ سے ڈرو اور اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو

الاسلام ولا تكونوا اول من احدث
فی الاسلام الا وقد رضیت لکم
احد هذین الرجلین لی و
لابی عبیدۃ بن الجراح فایهما
بایعتم فهو لکم ثقۃ قال
فواللہ ما بقی شیء کنت
احب ان اقولہ الا وقد قالہ
یومئذ غیر هذہ الکلمۃ فو
اللہ لان اقتل ثم احیی ثم اقتل
ثم احیی فی غیر معصیۃ احب الی
من ان اکون امیرا علی قوم
فیهم ابوبکر قال ثم قلت یامعشر
الانصار یا معشر المسلمین ان
اولی الناس بامر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من بعدہ ثانی
اثنین اذ هما فی الغار ابوبکر
السباق المبین ثم اخذت بیدہ
وبادرنی رجل من الانصار فضرب
علی یدہ قبل ان اضرب علی یدہ ثم
ضربت علی یدہ وتتابع الناس ومیل
علی سعد بن عبادۃ فقال الناس قتل
سعد فقلت اقتلوہ قتلہ اللہ
ثم انصرفنا وقد جمع اللہ امر
المسلمین بابی بکر فکانت لعمر
اللہ کما قلتم اعطی اللہ خیرها

یعنی فلتۃ ۱۲

اور تم وہ پہلے شخص نہ بنو جو اسلام میں (تفرقہ) کی ابتداء کرنیوالا ہو۔ سُن لو کہ میں تم پر خلیفہ بنانے کے لئے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں۔ میرے متعلق کہا اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے متعلق، تو ان دونوں میں سے جس سے تم بیعت کرلو وہ تمہارے لئے ثقہ ثابت ہوگا۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ واللہ کوئی بات باقی نہ رہی جس کو میں کہنا چاہتا تھا مگر ابوبکرؓ نے اُس دن وہ سب کہدیں۔ بجز اس بات کے (یعنی میرا نام پیش کرنے کے) کیونکہ خدا کی قسم اگر میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ بغیر اس کے کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہو یہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ایسی قوم پر امیر بنوں جن میں ابوبکرؓ موجود ہو۔ عمرؓ نے کہا اے گروہ انصار! اے تمام مسلمانو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے امر میں ان کے بعد سب سے اَولیٰ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ابوبکرؓ ہیں جو سب سے پہلے کھل کر اعلان کے ساتھ اسلام لانیوالے ہیں۔ پھر میں نے (بیعت کے لئے) اُن کا ہاتھ پکڑا اور مجھ پر سبقت لے گیا ایک شخص انصار میں سے کہ اُس نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے ہاتھ پر مارا قبل اسکے کہ میں اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ماروں۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر مارا اور لوگوں نے بیعت کرلی اور لوگوں کا جھکاؤ سعد بن عبادہؓ کی طرف ہوا (یعنی ان کے بارے میں رائے زنی کرنے لگے) تو لوگوں نے کہا کہ مارا گیا سعد بن عبادہؓ۔ میں نے کہا کہ مارو اُس کو خدا اُسے قتل کرے (یعنی چھوڑو اُس کے ذکر کو) پھر ہم واپس آگئے اور اللہ تعالے نے امر مسلمین کو جمع کردیا ابوبکرؓ پر، تو وہ بات اسی طرح واقع ہوئی جیسا تم نے کہا کہ بیعتِ ابوبکرؓ اچانک ہوئی) اللہ تعالے نے (بیعت کی) خیر کو عطا فرمایا اور اُس کے شر سے بچا لیا۔ تو جو اس قسم کی باتوں

ووقى شرها فمن دعا الى مثلها لا بيعة
له ولا لمن بايعه اخرجه البخاری وابن
ابی شیبة وهذا لفظ ابن ابی شیبة
واما رواية عبد الله بن مسعود قال لما
قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم
قالت الانصار منا امير ومنكم امير قال
فاتاهم عمر فقال يا معشر الانصار
الستم تعلمون ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم امر ابابكر ان يصلي بالناس
قالوا بلى قال فايكم تطيب نفسه ان
يتقدم ابابكر قالوا نعوذ بالله ان نتقدم
ابابكر اخرجه ابن ابی شیبة
اما رواية عبد الله بن عون
عن محمد بن سيرين عن رجل
من بني زريق قال لما كان ذلك
اليوم خرج ابوبكر وعمر حتى اتيا
الانصار فقال ابوبكر يا معشر الانصار
انا لا ننكر حقكم ولا ينكر حقكم مؤمن
وانا والله ما اصبنا خيرا الا ما شاركتمونا
فيه ولكن لا ترضى العرب ولا تقر الا
على رجل من قريش لانهم افصح
الناس السنة واحسن الناس وجوها
واوسط العرب دارا واكثر الناس
شجنة في العرب فهلموا الى عمر فبايعوه
قال فقالوا لا فقال عمر لم فقالوا

کی طرف لوگوں کو بلاتے (کیونکہ بے سوچے سمجھے اتفاقیہ بات تھی) اُس کی کوئی بیعت نہیں اور نہ اس پر کوئی ذمہ داری جس سے ایسا شخص بیعت ہو، اس کو روایت کیا بخاری نے اور ابن ابی شیبہ نے اور یہ الفاظ ابن ابی شیبہ کے ہیں۔ اب لیجئے روایت عبداللہ بن مسعودؓ کی کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے۔ کہا کہ پھر ان کے پاس عمرؓ پہنچے اور انھوں نے کہا کہ اے گروہ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ سب نے کہا کہ بیشک۔ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم میں کون ایسا ہے کہ اُس کا نفس اس سے خوش ہو کہ ابو بکرؓ کے آگے ہو جائے؟ تو لوگوں نے کہا نعوذ باللہ کہ ہم ابو بکرؓ کے آگے ہوں، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اب لیجئے روایت عبداللہ بن عون کی وہ روایت کرتے ہیں محمد بن سیرینؒ سے وہ روایت کرتے ہیں بنی زریق کے ایک شخص سے اس نے کہا کہ جب یہ دن آیا تو نکلے ابو بکرؓ و عمرؓ یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچے۔ پھر ابو بکرؓ نے کہا کہ اے گروہ انصار! ہم تمہارے حق کا انکار نہیں کرتے اور کوئی مومن تمہارے حق کا انکار نہیں کرے گا اور ہم واللہ خیر کو نہیں پہنچے مگر جب تمہارے ساتھ اسلام میں شریک ہوئے لیکن عرب راضی نہ ہوگا اور وہ نہیں جمیں گے مگر صرف ایسے شخص پر جو قریش میں سے ہو کیونکہ وہ زبان کے اعتبار سے سب سے فصیح اور چہروں کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ وجیہ اور دار (یعنی محل سکونت) کے اعتبار سے عرب کے مرکز ہیں اور شاخ در شاخ ہونے کے اعتبار سے وہ سب سے اکثریت رکھتے ہیں۔ تو تم سب لوگ عمرؓ کی طرف بڑھو اور اُن سے بیعت کرو۔ راوی نے کہا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے کہا کیوں؟

نخاف الاثرة قال عمر اما ما عشت فلا
قال فبايعوا ابابكر فقال ابو بكر لعمر انت
اقوى منى فقال عمر انت افضل منى فقالها
الثانية فلما كانت الثالثة قال عمر ان قوتى
لك مع فضلك قال فبايعوا ابابكر قال
محمد واتى الناس عند بيعة ابى بكر ابا
عبيدة بن الجراح فقال تاتونى وفيكم
ثالث ثلثة يعنى ابابكر قال ابن عون
فقلت لمحمد من ثالث ثلثة قال يقول
الله ثانى اثنين اذ هما فى الغار اخرجه
ابن ابى شيبة آما روايت ابى سعيد
خدریؓ قال لما توفى رسول الله
صلى الله عليه وسلم قام خطباء
الانصار فجعل الرجل منهم
يقول يا معشر المهاجرين ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم كان اذا
استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا
منا فنرى ان يلى هذا الامر رجلان
احدهما منكم والاخر منا قال فتتابعت
خطباء الانصار على ذلك فقام
زيد بن ثابت فقال ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان من المهاجرين فان الامام يكون
من المهاجرين ونحن انصاره كما
كنا انصار رسول الله

تو انھوں نے کہا کہ اس لئے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے گی۔ عمرؓ نے کہا یاد رکھو جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ ہوگا۔ عمرؓ نے (لوگوں سے) کہا کہ ابو بکرؓ سے بیعت کرو۔ ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو تو عمرؓ نے کہا کہ تم مجھ سے افضل ہو۔ پھر دوبارہ دونوں نے پچھلی بات کا اعادہ کیا پھر جب تیسری مرتبہ کی نوبت آئی تو عمرؓ نے کہا کہ میری قوت آپ کے لئے آپ کے فضل کے ساتھ شامل رہے گی۔ کہا کہ پھر لوگوں نے ابو بکرؓ سے بیعت کر لی۔ محمد بن سیرینؒ نے کہا کہ لوگ ابو بکرؓ سے بیعت کے وقت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے پاس پہنچے تو انھوں نے کہا کہ تم میرے پاس آتے ہو دراں حالیکہ تم میں ثالث ثلثہ (تین میں کا تیسرا) یعنی ابو بکرؓ موجود ہے۔ ابن عون نے کہا کہ میں نے محمد سے پوچھا کہ ثالث ثلاثہ کون ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار (اور ان دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تھا) اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اب لیجئے روایت ابو سعید خدریؓ کی انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار کے مقررین کھڑے ہو گئے ایک شخص نے ان میں سے کہنا شروع کیا اے گروہ مہاجرین جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو تم میں سے عامل بناتے تھے تو اس کے ساتھ ہم میں کے ایک شخص کو ملا دیا کرتے تھے تو ہماری رائے یہ ہے کہ اس امر (خلافت) کے والی دو شخص ہوں ایک ان میں کا تم میں سے اور دوسرا ہم میں سے۔ کہا کہ پھر پے درپے انصار کے مقررین اس پر اصرار کرنے لگے۔ پھر زید بن ثابت کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے تو امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیئے اور ہم اس کے انصار (مددگار) رہیں جس طرح کہ ہم رسول

صلے اللہ علیہ وسلم فقام ابوبکر فقال جزاکم
اللہ خیرًا یا معشر الانصار وثبّت قائلکم
ثم قال واللہ لو فعلتم غیر ذلک لما
صالحتکم اخرجہ ابن ابی شیبۃ و از
روایت حُمید بن عبد الرحمٰن فانطلق
ابوبکر وعمر یتقاودان حتی اتوھم فتکلم
ابوبکر ولم یترک شیئًا اُنزل فی الانصار
ولا ذکرہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
شانھم الا وذکرہٗ قال الا وقد علمتم ان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لو سلک الناس
وادیًا وسلکت الانصار وادیًا لسلکتُ
وادیَ الانصار ولقد علمت یا سعدُ
اَنّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال و
انت قاعدٌ قریشٌ وُلاۃُ ھذا الامر فبرُّ
الناس تبعٌ لبرّھم وفاجرُھم تبع لفاجرھم
قال فقال لہ سعدٌ صدقتَ نحن الوزراءُ
وانتم الامراءُ اخرجہ احمد چوں روزِ
دیگر بیعتِ عامّہ منعقد شد سادات اہل بیت
تخلف نمودند و ایں اشکالے دیگر بہم رسید
حضرات شیخین رض بحسن تدبیر ایں اشکال را برانداختند
اخرج البخاری عن الزھری قال اخبرنی
انس بن مالک انہ سمع خطبۃ عمر الاخرۃ
حین جلس عمر علی المنبر وذلک الغد من
یوم توفی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فتشھد
وابوبکر صامتٌ لا یتکلم قال

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انصار رہے ہیں۔ پھر ابوبکر رض کھڑے ہوتے اور انھوں نے کہا کہ اللہ جزائے خیر دے تم کو اے گروہ انصار اور ثابت قدم رکھے تمھارے کہنے والے کو واللہ اگر تم اس کے سوا کچھ کرتے تو میں تم سے مصالحت نہ کرتا۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اور حُمید بن عبد الرحمٰن کی روایت میں اس طرح ہے پھر چلے ابوبکر رض وعمر رض ایک دوسرے کو کھینچتے ہوتے یہاں تک کہ انصار کے پاس پہنچ گئے اور ابوبکر رض نے کلام کیا اور کوئی بات انھوں نے نہ چھوڑی جو انصار کے بارے میں نازل ہوئی اور نہ ایسی بات جس کا ذکر اُن کی شان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا، مگر سب بیان کردیں۔ فرمایا دیکھو اور تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں گے اور انصار دوسری وادی میں تو انصار کی وادی میں چلوں گا اور یقینًا تم جانتے ہو اے سعد رض کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم بھی بیٹھے ہوتے تھے کہ قریش ہی اس امر کے والی ہوں گے جو نیک لوگ ہوں گے وہ تابع ہوں گے اُن میں کے نیکوں کے اور جو اُن میں سے بداطوار ہیں وہ تابع ہوں گے بداطوار والیانِ امر کے۔ کہا کہ پھر اُن سے سعد رض نے کہا کہ آپ نے سچ کہا ہم وُزراء ہوں گے اور تم اُمراء، اس کو احمد نے روایت کیا۔ جب دوسرے دن بیعتِ عامّہ منعقد ہوتی تو ساداتِ اہلِ بیت نے خلاف کیا اور یہ دوسری مشکل پیش آگئی۔ حضرات شیخین رض نے حُسنِ تدبیر سے اِس مشکل کو بھی ختم کردیا۔ بخاری رح نے روایت کی زہری رض سے انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی انس بن مالک رض نے کہ اُنھوں نے عمر رض کا دوسرا خطبہ سُنا ہے جب انھوں نے منبر پر بیٹھ کر دیا اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات سے اگلے دن کی بات ہے عمر رض نے کلمہ شہادت پڑھا اور ابوبکر رض خاموش تھے وہ نہیں بول رہے تھے۔

كنتُ ارجو ان يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبرنا يريد بذلك ان يكون آخرهم فان يك محمدٌ صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نورًا تهتدون به هدى الله محمدا صلى الله عليه وسلم وان ابا بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثاني اثنين وانه اولى المسلمين بامورِكم فقوموا فبايعوه وكان طائفةٌ منهم قد بايعوه قبل ذلك في سقيفة بني ساعدة وكانت بيعة العامة على المنبر قال الزهري عن انس بن مالك سمعتُ عمر قال لابي بكر يومئذٍ اصعد المنبر فلم يزل به حتى اصعده المنبر فبايعه الناس عامةً واخرج الحاكم من حديث ابي سعيد الخدري فلما قعد ابو بكر على المنبر نظر في وجوه القوم فلم يرَ عليًّا فسأل عنه فقام ناسٌ من الانصار فاتوا به فقال ابو بكر يا ابنَ عمِّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وختنه اردتَ ان تشقّ عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفةَ رسولِ الله فبايعه ثم لم يرَ الزبير بن العوّام فسأل عنه حتى جاءوا به فقال ابنَ عمّة رسول الله صلى الله عليه وسلم

کہا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں رہیں گے یہاں تک کہ وہ ہمارے پیچھے (موجود) ہوں گے، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اُن سب سے آخر میں ہوں (لیکن اللہ کو یہ منظور نہ ہوا) تو اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (تو راہِ مستقیم پر چلنے میں رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ) اللہ تعالے نے تمہارے سامنے ایک ایسا نور کر دیا ہے (یعنی قرآن) جس سے تم اللہ کی وہ ہدایت پاتے رہو جس سے اُس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی تھی۔ اور یقیناً ابو بکر رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور ثانی اثنین ہیں اور وہ تمام مسلمانوں میں تمہارے امور کے لئے اولےٰ ہیں اس لئے اُٹھو اور ان سے بیعت کرو۔ اور ان میں ایک جماعت ایسی بھی موجود تھی جو اس سے پہلے اُن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کر چکی تھی اور بیعتِ عامہ منبر پر ہوئی۔ زہریؒ انس بن مالک رض سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر رض سے سُنا کہ انھوں نے اس دن ابو بکر رض سے کہا کہ منبر پر چڑھئے اور برابر کہتے ہی رہے یہاں تک کہ اُن کو منبر پر چڑھا دیا پھر اُن سے لوگوں نے بیعت کی عامۃً۔ اور حاکم نے ابو سعید خدری رض کی حدیث سے یہ اخذ کیا کہ جب ابو بکر رض منبر پر بیٹھ گئے تو اُنھوں نے قوم کے چہروں پر نظر ڈالی تو علی رض کو نہ دیکھا تو ان کے بارے میں پوچھا تو انصار میں کے کچھ لوگ اُٹھے اور اُن کو لے کر آئے تو اُن سے ابو بکر رض نے کہا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور اُن کے داماد! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی قوتِ اجتماعیہ) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انھوں نے کہا ملامت نہ کیجئے اے خلیفہ رسول اللہ! پھر اُن سے بیعت کر لی۔ پھر (جب ابو بکر رض نے زبیر رض بن العوام کو نہ دیکھا تو اُن کے بارے میں سوال کیا، یہاں تک کہ لوگ اُن کو لے کر آئے تو اُن سے کہا

وحواريه اردت ان تشق عصا المسلمين فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعه۔ اخرج الحاكم من حديث ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف ان عبد الرحمن بن عوف كان مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه وان محمد ابن مسلمة كسر سيف الزبير ثم قام ابوبكر فخطب الناس واعتذر اليهم وقال والله ما كنت حريصا على الامارة يوما ولا ليلة قط ولا كنت راغبا فيها ولا سالتها الله عز وجل في سر وعلانية ولكني اشفقت من الفتنة ومالي في الامارة من راحة ولكن كلفت امرا عظيما مالي به من طاقة ولا يد الا بتقوية الله عز وجل ولوددت ان اقوى الناس عليها مكاني اليوم فقبل المهاجرون منه ما قال وما اعتذر به قال علي رضي الله عنه والزبير ما غضبنا الا انا قد اخرنا عن المشاورة وانا نرى ابابكر احق الناس بها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لصاحب الغار وثاني اثنين وانا لنعلم بشرفه وكبره ولقد امره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلوة بالناس وهو حي۔

چوں امر خلافت بر حضرت صدیق رض مستقر شد اول مسئلہ کہ تعلیم آں فرمود تفریق بود درمیان منصب نبوت و

کہ اے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی کے بیٹے اور اُن کے حواری! کیا تم نے مسلمانوں کا عصا (یعنی قوت) توڑ دینے کا ارادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا ملامت نہ کیجئے اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر انہوں نے اُن سے بیعت کرلی۔ حاکم نے ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف رض کی حدیث سے اخذ کیا کہ عبدالرحمن بن عوف رض عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور محمد بن مسلمہ رض نے زبیر رض کی تلوار توڑ دی تھی پھر ابوبکر رض نے کھڑے ہوکر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور اُن سے معذرت کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں امارت پر حریص نہیں ہوا کسی دن میں اور نہ رات میں کبھی اور میں کبھی اس کی طرف راغب نہیں ہوا اور نہ میں نے اللہ عز وجل سے پوشیدہ اور ظاہر اس کا سوال کیا لیکن میں فتنہ پیدا ہونے سے ڈرا اور حال یہ ہے کہ مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں۔ لیکن مجھے ایک ایسے امر عظیم کا مکلف کیا گیا جس کی مجھ میں قوت اور طاقت نہیں ہے مگر اللہ عز وجل کے قوت بخشنے سے، اور میں تو اس کو پسند کررہا تھا کہ میرے آج کے مقام پر سب لوگوں سے زیادہ قوی شخص ہو (یعنی عمر رض)۔ تو جو کچھ انہوں نے کہا اور جس عذر کا اظہار کیا اس کو سن کر سب مہاجرین نے قبول کیا، علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا کہ ہم ناراض نہیں ہوتے مگر صرف اس بات سے کہ ہم کو مشاورت سے پیچھے ہٹا دیا گیا (یعنی ہم سے مشورہ نہ کیا گیا) اور ہم جانتے ہیں کہ سب لوگوں سے زیادہ اس کا حقدار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رض ہیں جو آپ کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم اچھی طرح اُن کے شرف اور بڑائی کو جانتے ہیں اور اس امر کو کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ جب امر خلافت حضرت صدیق رض پر مستحکم ہوگیا تو پہلا مسئلہ جس کی آپ نے لوگوں کو تعلیم دی وہ تفریق تھا منصب نبوت اور منصب خلافت کے درمیان، اور امت

منصبِ خلافت و تفاوتِ معاملہ امت با نبی و با
خلیفہ و این مسئلہ را در مجالس متعددہ باسالیب مختلفہ
مشروح فرمود تا آنکہ اشکال مرتفع شد قیس بن
ابی حازم گوید بعد یکماہ از وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم منادیِ صدیقؓ ندا داد کہ انّ الصّلوٰۃ جامعۃ
و این اوّل نمازے بود کہ درے باین کلمہ ندا در دادند
بعد ازاں بر سر منبر بر آمد و این اوّل خطبہ بود
کہ گفت فحمد اللہ واثنٰی علیہ ثم قال ایھا
النّاس لوددتُ انّ ھٰذا کفانیہ غیری ولئن
اخذتمونی بسنّۃ نبیّکم صلی اللہ علیہ وسلم ما
اطیقھا ان کان لمعصومًا من الشیطان وان
کان لینزل علیہ الوحی من السماء اخرجہ احمد
وعن ابی برزۃ الاسلمی قال اغلظ رجل
الی ابی بکر الصدیق فقال ابو برزۃ اَلَا
اضرب عنقہ قال فانتھرہ وقال ماھی
لاحدٍ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اخرجہ احمد و ابو یعلٰی بطرق مختلفۃ والفاظ
متغایرۃ وعن عبد اللہ بن ابی مُلیکۃ
قیل لابی بکر الصدیق یا خلیفۃ اللہ فقال
بل خلیفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا
ارضٰی بہ اخرجہ احمد و ابو یعلٰی بطرقٍ مختلفۃ
وعن عائشۃ انھا تمثلت لھذا البیت و ابو بکر
رضی اللہ عنہ یقضی بہ ۔ شعر

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتٰمی عصمۃ للارامل

کے معاملہ کا تفاوت تھا نبی کے ساتھ اور خلیفہ کے ساتھ۔ اور اس
مسئلہ کو آپ نے کئی مجلسوں میں مختلف اسلوبوں کے ساتھ مشرح
فرمایا۔ یہاں تک کہ اشکال مرتفع ہو گیا۔ قیس بن ابی حازمؒ
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ماہ
کے بعد صدیق رضؓ کے منادی نے ندا کی کہ الصّلوٰۃ جامعۃ (نماز
تیار ہے) اور یہ پہلی نماز تھی کہ جس میں اس کلمہ سے لوگوں کو پکارا
اس کے بعد صدیق رضؓ منبر پر آئے اور یہ پہلا خطبہ تھا جو آپؓ نے
کہا۔ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ پسند
کرتا تھا کہ اس امر کے لئے میرے سوا کوئی اور کافی ہو جاتے اور
البتہ اگر تم نے مجھ پر گرفت کی اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ
کے پیشِ نظر تو میں اس پر (کما حقہٗ چلنے کی) طاقت نہیں رکھتا وہ
تو یقیناً بچائے ہوئے تھے شیطان سے اور ان کے اوپر تو آسمان
سے وحی نازل ہوتی تھی، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے
ابو برزہ اسلمی رضؓ سے کہا کہ ایک شخص نے سخت کلامی کی ابو بکر صدیقؓ
کے متعلق تو ابو برزہ رضؓ نے کہا کہ کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں؟
کہا کہ اس پر ابو بکر رضؓ نے ان کو جھڑک دیا اور فرمایا کہ یہ بات
کسی کے لئے نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد، اس کو
روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں اور مختلف
الفاظ کے ساتھ۔ اور مروی ہے عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے کہ ابو بکر
صدیق رضؓ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے خلیفہ! تو آپؓ نے فرمایا
(نہیں) بلکہ خلیفہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور میں اس سے راضی
ہو جاؤں گا، اس کو احمد اور ابو یعلےٰ نے مختلف سندوں سے روایت
کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے کہ انہوں نے آپ کی مثال دی اس
بیت سے جس حال میں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا رہے تھے۔ شعر:-
وابیض یستسقی الخ یعنی اور وہ ایسا سفید (نورانی

فقال ابوبکرؓ ذٰلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ احمد وابویعلی بعد ازاں اشکال دیگر پدید آمد در تاویل آیہ کریمہ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ واحتمال ترکِ مواخذہ برامر معروف بہم رسید حضرتِ صدیقؓ بر خواند یا ایھا النّاس انّکم تقرءون ھٰذہ الاٰیۃ وتضعونھا علی غیر ما وضعھا اللہ عزّ وجلّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انّ النّاس اِذَا رَاَوُا المنکرَ فِیھم فلم ینکرہ یوشک اَن یعمّھم اللہ بعقابٍ اخرجہ احمد وابویعلی بطرق مختلفۃ بعد ازاں اشکالے دیگر ظاہر گروید در مقاتلۂ منع کنندگانِ زکوٰۃ حالانکہ بکلمۂ اسلام متکلّم بودند حضرت صدّیقؓ افادہ فرمود کہ تاویل در ضروریاتِ دین مقبول نیست عن ابی ھُریرۃ عن النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِرتُ ان اقاتِل النّاس حتّٰی یقولوا لا الٰہ الّا اللہ

وجود) ہے جس کے چہرے کے وسیلہ سے بادل سے پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کا پشت پناہ اور بیواؤں کا (مصائب سے) بچاؤ "؛ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے۔ اس کے بعد ایک اور اشکال پیش آیا۔ اس آیتِ کریمہ کی تاویل میں لَا يَضُرُّكُمْ الخ (۵: ۱۰۵) جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں؛" کہ اس سے امر بالمعروف کے ترک پر مواخذہ نہ ہونے کا احتمال پیدا ہو گیا۔ حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کو اس کے اصل محل کے خلاف عہ رکھتے ہو جس پر اس کو اللہ عزّ وجلّ نے رکھا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الخ (۵: ۱۰۵) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں؛" میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جب لوگ آپس میں بدافعال کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب کو عام کر دے، اس کو احمد اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا مختلف سندوں کے ساتھ۔ اس کے بعد ایک دوسری مشکل ظاہر ہوئی زکوٰۃ کو روکنے والوں سے قتال کے بارے میں جب کہ وہ کلمۂ اسلام پڑھنے والے بھی ہوں۔ حضرت صدیقؓ نے یہ افادہ فرمایا کہ ضروریاتِ دین میں تاویل مقبول نہیں ہے۔ مروی ہے ابوہریرہؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مامور ہوا ہوں اس پر کہ لوگوں سے قتال کروں یہانتک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہیں (یعنی صرف اللہ کو معبود مانیں)

عہ حاصل ارشاد یہ ہے کہ یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ امر بمعروف و نہی از منکر تم پر ضروری ہے اور جب تم نے ضروری چیز کو ترک کر دیا تو اِذَا اهْتَدَيْتُمْ کے مخاطب صحیح تم کیسے ہو سکتے ہو۔ یہ چیز تو اہتداء کے لوازم میں سے ہے۔ ہاں اگر تم نے جہاں تک تم سے ممکن تھا برائی سے روکنے کی کوشش کر لی مگر کوئی بدبخت پھر بھی باز نہ آیا اور اس فعل کا ارتکاب کرتا ہی رہا تو اس کے اس فعل سے تمہیں ضرر نہ پہنچے گا۔ آیت کا محمل یہ ہے۔ وہ نہیں جو تم نے خیال کر لیا ۱۲ مترجم عفی عنہ

فاذا قالوها عصموا منی دماءھم و
اموالھم الا بحقھا وحسابھم علی
اللہ فلما کانت الردۃ قال عمر
لابی بکر تقاتلھم و قد سمعت
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول کذا وکذا فقال ابوبکر لافرق
بین الصلوۃ والزکوۃ ولاقاتلن من
فرق بینھما قال فقاتلنا معہ
فرأینا ذلک رشدا اخرجہ احمد و
البخاری وھذا لفظ احمد و فی
روایۃ قال عمر فواللہ ماھو الا
انی رایت اللہ عزوجل قد شرح
صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ
الحق ودریں موضع بسوئے دو دقیقہ
اشارت نمود یکے آنکہ الا بحقھا شامل
زکوۃ است دیگر آنکہ استثناء صلوۃ
مسلم است وزکوۃ مقیس است بروے
بقیاس جلی بعد ازاں در امضاء جیش اسامہ
مباحثہ واقع شد صدیق بامرے کہ نفع آں
ظاہر شد موفق گشت عن ابی ھریرۃ قال
واللہ الذی لا الہ الا ھو لولا ان ابابکر
استخلف ماعبد اللہ ثم قال الثانیۃ ثم
قال الثالثۃ فقیل لہ مہ یا ابا ھریرۃ فقال
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وجہ اسامۃ بن زید فی سبع مائۃ

تو جب انھوں نے وہ کلمہ کہہ لیا تو بچا لیا مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے
اموال کو مگر اس کلمہ کے حق پر (یعنی جب اللہ کو معبود مان لیا تو
اس کی عبادت بھی یعنی نماز ضروری ہے جو اس کلمہ کا حق
ہے) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے (کہ انھوں نے اذعانِ
قلب سے یہ کلمہ کہا یا منافقت سے) الغرض جب ردّت پھیل گئی تو
عمر رضؓ نے ابوبکر رضؓ سے کہا کہ آپ ان سے قتال کریں گے حالانکہ آپ
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ ایسا اور ایسا
فرماتے تھے تو ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ نماز اور زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں
ہے اور میں ضرور قتال کروں گا اس شخص سے جو ان دونوں
میں تفریق کرے گا۔ کہا کہ پھر ہم نے اُن کے ساتھ ہو کر قتال کیا
تو ہم نے دیکھ لیا کہ یہ نیک کام تھا، اس کو روایت کیا احمد اور بخاری
نے اور یہ لفظ احمد کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عمرؓ نے
کہا کہ بس خدا کی قسم سوائے اس کے کوئی بات نہیں کہ میں نے
دیکھا کہ اللہ عزّ وجلّ نے ابوبکر رضؓ کے سینہ کو قتال کے لیے
کشادہ (یعنی مطمئن) کر دیا تھا تو میں نے پہچان لیا کہ حق وہی
ہے اور اس مقام میں ابوبکر رضؓ نے دو دقیقوں کی طرف اشارہ کیا ایک
یہ کہ الا بحقھا زکوٰۃ کو شامل ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز کا استثنا مسلم
ہے اور بروئے قیاس جلی زکوٰۃ کو اس پر قیاس کر لیا گیا ہے، اس کے
بعد جیش اُسامہ رضؓ کے روانہ کرنے میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق رضؓ ایسی رائے
پر (منجانب اللہ) موفق ہوئے کہ جس کا نفع ظاہر ہو گیا۔ مروی ہے
ابوہریرہ رضؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا
کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر رضؓ خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت
نہ کی جاتی۔ پھر دوبارہ یہی کہا۔ پھر سہ بارہ یہی کہا۔ اس پر اُن سے
کہا گیا کہ بس کرو اے ابوہریرہ رضؓ (یعنی مبالغہ نہ کرو) تو انھوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ بن زید رضؓ کو سات سو کا لشکر

الی الشام فلما نزل بذی خشب قبض
النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب
حول المدینۃ فقال والذی لا الہ
الا ھو لو جرت الکلاب بارجل
ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما رددت جیشاً وجھہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواءً عقدہ
فوجہ اسامۃ فجعل لا یمر بقبیل
یریدون الارتداد الا قالوا لولا
ان لھؤلاء قوۃ ما خرج مثل
ھؤلاء من عندھم ولکن ندعھم
حتی یلقوا الروم فلقوھم فھزموھم
وقتلوھم ورجعوا سالمین
فثبتوا علی الاسلام من کور
فی الصواعق معزواً الی البیہقی
وابن عساکر بعد ازاں در قتال مرتدین
مباحثہ واقع شد صدیق اکبرؓ بجد
عظیم دریں باب ملہم گشت وآں سر
قول آنحضرتؓ بود دریں فتنہ کہ
العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفۃ
رسول اللہ تألف الناس وارفق
بھم فقال أجبار فی الجاھلیۃ و
خوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی
وتم الدین أینقص وانا حی مذکور
فی المشکوٰۃ معزواً الی رزین

دے کر شام کی طرف متوجہ کیا۔ جب انھوں نے ذی خشب میں (یہ ایک
موضع ہے) پڑاؤ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور
مدینہ کے گرد کے عرب مرتد ہوگئے تو ابو بکرؓ نے (ان اصحاب سے جو
اس نوجوانوں کے لشکر کو واپس بلانے کے حق میں تھے اور کہا
تھا کہ ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ضروری ہے) کہا
تھا کہ خدا کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں اگر ازواج النبی صلے اللہ
علیہ وسلم کی ٹانگوں کو کتے کھینچنے لگیں تو میں اُس لشکر کو واپس نہ
بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے اور نہ وہ جھنڈا
کھولوں گا جس کو آپؐ نے باندھا ہے پھر آپؓ نے اُسامہؓ کو روانہ
کردیا۔ اب اس لشکر نے ان قبیلوں پر سے گزرنا شروع کیا جو ارتداد
کا ارادہ کررہے تھے تو ہر ایک یہی کہتا رہا کہ اگر ان لوگوں کے
پاس پوری قوت نہ ہوتی تو ان جیسا (طاقتور لشکر) ان کے
پاس سے نہ نکلتا۔ لیکن ہم (ابھی) ان لوگوں کو چھوڑیں یہاں
تک کہ یہ روم سے لڑیں۔ تو یہ لوگ رومیوں سے لڑے اور اُن کو
شکست دی اور قتل کیا اور سلامتی کے ساتھ واپس آئے،
تو یہ قبائل اسلام پر جمے رہے، یہ واقعہ صواعق میں بحوالہ بیہقی
وابن عساکر مذکور ہے۔ اس کے بعد مرتدین سے قتال کے بارے
میں مباحثہ واقع ہوا تو صدیق اکبرؓ پورے شرح صدر کے ساتھ
اس معاملہ میں مُلہَم ہوگئے اور وہی راز تھا اس فتنہ کے موقع پر
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ العصمۃ بالسیف (بچاؤ تلوار
سے ہوتا ہے) عمرؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہؐ! لوگوں کی تالیف قلب
کیجیے اور اُن کے ساتھ نرمی کیجیے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا جاہلیت میں جبّار
(دلیر) تھے اور اسلام میں بزدل ہوگئے ہو۔ سمجھ لو کہ وحی منقطع ہوگئی
اور دین پورا ہوچکا، کیا دین میں کمی کی جائے اور میں زندہ رہوں
یہ مذکور ہے مشکوٰۃ میں بحوالہ رزین۔ اور اُسی جیسا حضرت

وَمِثلہ قول المرتضیٰ لا تُفجعنا بنفسِکَ یا خلیفۃ رسول اللہ فاجابہ بنحوِ ممّا اجاب عمر مذکورٌ فی الصواعق وغیرہ

بعدازاں در تعیّن امیرے برائے قتالِ مُرتدین اشکال افتاد وحضرتِ صدّیقؓ حدیثے درباب خالدبن ولید روایت کرد وآخر کار فتح بردستِ خالدؓ واقع شد عن وحشی بن حرب ان ابابکرؓ عَقَدَ لخالدِ بن الولید فی قتالِ اھل الرِّدّۃ وقال انّی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نعم عبداللہ واخو العشیرۃ خالدُ بن الولید سیفٌ من سیوف اللہ سلّہ اللہ عزّوجلّ علی الکفّار والمنافقین اخرجہ احمد باز جمعے از مسلمین محقّقین راکہ مبشّر بہشت بودند مثل حضرت عثمانؓ وطلحہؓ بعد وفاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبہ عظیم پیش آمد اِنّ رجالاً من اصحابِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزنوا علیہ حتی کاد بعضھم یُوَسْوِسُ وفی بعض الفاظ الحدیث انھم ابتلوا بحدیث النفس و فی روایۃ محمد بن جبیر بن مطعم عن عثمان قال تمنّیتُ اَنْ اکون سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذا یُنجینا مما یُلقی الشیطانُ فی انفسنا درعلاج ایں داہیہ متحیّر شدند وندانستند کہ نجاتِ ایں امر چیست صدیق اکبرؓ وجہ نجات ازیں داہیہ

مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ آپ اپنی ذات سے ہمیں کرب و بیچینی میں نہ ڈالیں اے خلیفۃ رسول اللہؐ! تو آپ نے اُن کو بھی ایسا ہی (تیز) جواب دیا جیسا عمرؓ کو دیا تھا، یہ صواعق وغیرہ میں مذکور ہے۔

اس کے بعد مرتدّین سے قتال کرنے کے لئے کسی امیر کے تعیّن میں اشکال پڑا اور حضرت صدّیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کے بارے میں ایک حدیث بیان کی اور انجام کار فتح خالدؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی وحشی بن حرب سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے خالد بن الولیدؓ کے لئے جھنڈا باندھا مرتدین سے قتال کے لئے اور فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ کا اچھا بندہ اور ساتھیوں کا بھائی (یعنی غمگسار) خالد بن الولیدؓ ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ عزّوجلّ نے کفار اور منافقین پر کھینچا ہے، روایت کیا اس کو احمد نے۔ پھر مسلمین محققین کی ایک جماعت کو جس کو بہشت کی بشارت دی گئی تھی جیسے حضرت عثمانؓ و طلحہؓ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ..... بعد ایک عظیم شبہ پیش آیا (حدیث میں ہے) بہت سے لوگ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایسے تھے جن پر آپؐ کے فراق سے رنج غالب آگیا یہاں تک کہ اُن میں سے بعض قریب تھا کہ وسوسوں میں مبتلا ہو جائیں (یعنی مالیخولیا میں) اور بعض الفاظِ حدیث میں ہیں کہ وہ حدیث النفس میں مبتلا ہو گئے۔ اور محمد بن جبیر ابن مطعمؓ کی روایت میں حضرت عثمانؓ سے مروی ہے فرمایا کہ "میں پچھتایا کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ اس چیز سے جو شیطان ہمارے نفوس میں القا کرتا ہے نجات دینے والی کیا چیز ہے؟" اس افتادِ عظیم کے علاج میں متحیّر ہو گئے اور نہ سمجھے کہ اس امر سے نجات کی کیا صورت ہے۔ صدّیق اکبرؓ نے اس بڑی اُفتاد سے نجات کی صورت ارشاد فرمائی کہ نبی

شدیدہ ارشاد فرمود عن النبیؐ صلی اللہ علیہ
وسلم ینجیکم من ذلک ان تقولوا ما امرت
عمی ان یقول فلم یقل اخرج احمد و
ابویعلیٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظ متغایرۃ
یفسر بعضها بعضاً و حاصل ایں قصہ آنست
کہ قوم معتاد بودند بدوام صحبتِ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم و حالتِ اتصال کہ بسر و روح
بکارہائے خود مشغول باشند بصحبتِ آنجنابؐ
کسب می نمودند چوں سعادتِ صحبت از دست
رفت و آں حالت مفقود شد در تفرقہ افتادند
و حدیثِ نفس برایشان مستولی گشت
حضرت صدیق رضؓ کہ خلیفۂ مطلق آنحضرتؐ
بود و نائبِ برحق او صلے اللہ علیہ و
سلم در علمِ ظاہر و باطن طریقۂ ذکر تعلیم نمود
این است معنیٰ ایں قصہ کہ بعد جمع طرقِ حدیث
مفہوم گشت فلا تغترّ باقاویل الناس فی
ذلک و ایں اوّل احیاء طریقۂ صوفیہ
است کہ از دست خلیفۂ اوّل رضی اللہ
عنہ و ارضاہ بظہور پیوست بعد ازاں
حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
صلوٰۃ استغفار از صدیق اکبرؓ
اخذ نمود و بآں اعتناء تمام فرمود
عن علیؓ قال کنتُ اذا سمعتُ
من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حدیثاً نفعنی اللہ بہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھیں اس سے نجات دلاتے گی یہ بات
کہ تم وہ (کلمہ) کہو جس کا امر میں نے اپنے چچا کو کیا تھا کہ وہ یہ
کہیں مگر انھوں نے نہ کہا (یعنی لا الٰہ الا اللہ) احمد اور ابویعلیٰ
نے اس کو مختلف اسناد کے ساتھ اور ایک دوسرے سے ایسے
مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن میں سے بعض بعض کی
تفسیر کرتے ہیں۔ اور اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ قوم عادی
تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوامِ صحبت کی اور
یہ صاحبان اِتصال کی حالتِ (خاصّہ یعنی اُس کیفیت) کو کہ
(لطیفۂ) سِرّ و (لطیفۂ) رُوح اپنے اپنے کاموں میں مشغول
رہیں۔ آنحضرتؐ کی صحبت سے کسب کرتے رہتے تھے، وہ سعادتِ
صحبت ہاتھ سے جاتی رہی اور وہ حالت مفقود ہوگئی تو تفرقۂ
(قلب) میں مُبتلا ہو گئے اور ان پر حدیثِ نفس غالب
آگئی۔ حضرت صدیق رضؓ نے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے خلیفۂ مطلق اور نائب برحق تھے علمِ ظاہر و باطن میں ذکر کا
طریقہ تعلیم فرمایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس قصہ کی جو طُرقِ
حدیث کو جمع کرنے سے مفہوم ہوتی ہے تو اس بارے میں لوگوں
کے اقوالِ مختلفہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ اور طریقۂ صوفیہ کا
یہ اولِ احیاء ہے جو کہ خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ وارضاہ
کے دستِ (مبارک) سے ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرت مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے صدیقِ اکبرؓ سے صلوٰۃ استغفار اخذ کی اور
اس کی پوری قدر کی۔ مروی ہے علی رضؓ سے کہا کہ میں جب کوئی
بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کرتا تھا تو مجھے اس
سے اللہ تعالیٰ نفع پہنچایا کرتا تھا جتنا اس میں سے چاہتا تھا اور
جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص آپؐ سے کوئی بات روایت کرتا
تھا تو میں اس کو قسم دیتا تھا جب وہ قسم کھالیتا تو میں

بما شاء منه واذا حدثني عنه غيري استحلفته (حلف میدادم اورا ۱۲) فاذا حلف لی صدقته وان ابابکر حدثنی و صدق ابوبکر انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من عبد یذنب ذنبا فیتوضأ فیحسن الوضوء ثم یصلی رکعتین فیستغفر اللہ عزوجل الا غفر له. اخرجہ احمد وابو یعلی بطرق متعددۃ پس ازاں صعب ترین اشکالات آں بود کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحضرت عباس رضی اللہ عنہ بظاہر عموم آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین متمسک شدہ میراث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب کردند مشکل آنکہ میراث دہند مخالف قاعدہ شرع باشد واگر ندہند ملال خاطر اہل بیت لازم آید حضرت صدیق رض دریں باب حدیثے روایت کرد کہ میراث بردن از پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم وبودن ایں قرای مملوک وے صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو مقدمہ را منع نمود وبا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وسائر اہل بیت آں قدر ملاطفت فرمود کہ جبر نقصان آں آزردگیہا شد در ہمیں ایام مشکلے دیگر کہ فوق جمیع مشکلات تواں شمرد پیش آمد آں ایں بود کہ زبیر رض وجمعے از بنی ہاشم درخانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جمع شدہ در باب نقض خلافت مشورتہا بکار مے بردند حضرت شیخین رض آں را بہ تدبیرے کہ بایستے برہم زدند وتدارک ملالے کہ

اُس کی تصدیق کرتا۔ اور یہ کہ ابوبکر رض نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکر رض سچے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے فرمایا ہر ایک ایسا بندہ جس سے کوئی گناہ ہو جاتے اور وہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ عزّ وجلّ سے استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دے گا۔ اس کو روایت کیا احمد نے اور ابو یعلےٰ نے متعدد روایات سے۔ پھر اس کے بعد سخت ترین اشکال یہ پیش آیا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بظاہر اس آیت کے عام حکم سے یوصیکم اللہ الخ (۴: ۱۱) اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر الخ دلیل پکڑتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کی۔ مشکل یہ پیش آئی کہ اگر میراث دیں تو قاعدہ شرع کے خلاف ہوگا۔ اور اگر نہ دیں تو اہل بیت کا ملال خاطر لازم آتا ہے۔ حضرت صدیق رض نے اس باب میں ایک حدیث کی روایت کی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے میراث لینا اور (خیبر) کی ان بستیوں کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مملوک ہونا دونوں صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمام اہل بیت کی آپ رض نے اتنی دلجوئی کی کہ اس سے اُن آزردگیوں کی تلافی ہوگئی جو پیدا ہوگئی تھیں۔ ان ہی ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی جو سب مشکلات سے بالاتر سمجھی جاسکتی ہے اور وہ یہ تھی کہ زبیر رض نے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت نے حضرت فاطمہ رض کے گھر میں جمع ہو کر خلافت کے توڑنے کے لئے مشورے شروع کر دیئے۔ حضرات شیخین رض نے اس کو ایسی تدبیر سے جو ہونا چاہیے تھی مٹایا اور اس ملال کا تدارک حسن ملاطفت سے فرمایا

برمزاج حضرت مرتضیٰ رضؓ عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند رواۃ این قصہ ہر یکے چیزے را حفظ کرد و چیزے ترک نمود دریں جا چند روایت بنویسم تا قضیہ منقح گردد عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی و الزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونہا و یرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذلک عمر ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک و ما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہؤلاء النفر عندک ان امر بہم ان یحرق علیہم البیت قال فلما خرج عمر جاءوہا فقالت تعلمون ان عمر قد جاءنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعن عائشۃ ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت الی ابی بکر الصدیق تسألہ میراثہا من رسول

جو حضرت مرتضیٰ رضؓ کے مزاج پر عارض ہو گیا تھا۔ اس قصہ کے راویوں میں سے ہر ایک نے ایک چیز کا تو ذکر کر دیا اور ایک چیز کو ترک کر دیا اس لئے اس موقع پر ہم چند روایتیں لکھتے ہیں تاکہ واقعہ کی تنقیح ہو جائے۔ مروی ہے زید بن اسلم رضؓ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضؓ سے بیعت ہو گئی تو علی رضؓ اور زبیر رضؓ فاطمہ رضؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے یہ ان سے مشورے کرتے تھے اور اپنی خاص تجویز کے سلسلہ میں بار بار آجا رہے تھے۔ جب یہ خبر عمر بن الخطاب رضؓ کو پہنچی تو نکلے اور فاطمہ رضؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! خدا کی قسم کوئی تمام مخلوق میں سے ہمیں تمہارے باپ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور اب ہمیں تمہارے باپ کے بعد کوئی تم سے زیادہ محبوب نہیں اور خدا کی قسم یہ محبت مجھے اس بات سے روکنے والی نہیں کہ اگر یہ لوگ تمہارے پاس جمع ہوئے تو میں ان کے بارے میں یہ حکم دوں کہ ان کے اوپر اس گھر کو پھونک دیا جائے۔ بیان کیا کہ جب عمر رضؓ چلے گئے تو یہ لوگ فاطمہ رضؓ کے پاس آئے تو فاطمہ رضؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ عمر رضؓ میرے پاس آئے تھے اور وہ اللہ کی قسم کھا چکے ہیں کہ اگر تم لوگ پھر یہاں جمع ہوئے تو وہ تمہارے اوپر اس گھر کو جلا دیں گے اور بخدا وہ ضرور ایسا کر گزریں گے جس پر انہوں نے قسم کھائی ہے۔ بس خیریت سے واپس ہو جاؤ۔ تمہاری اپنی جو رائے ہو کرتے رہو اور میرے پاس لوٹ کر نہ آؤ، تو یہ لوگ ان کے پاس سے واپس ہو گئے اور پھر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ابو بکر رضؓ سے بیعت کر لی، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے ابو بکر صدیق رضؓ کو بلایا اور ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

الله صلی الله علیه وسلم مما افاء الله علیه
بالمدینة وفدك وما بقی من خمس خیبر
فقال ابوبكر ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم قال لا نورث ما تركناه صدقة
انما یاكل ال محمد فی هذا المال وانی
والله لا اغیر شیئا من صدقة رسول الله
صلی الله علیه وسلم عن حالها التی كانت
علیها فی عهد رسول الله صلی الله علیه
وسلم ولاعملن فیها بما عمل به رسول
الله صلی الله علیه وسلم فابی ابوبكر ان
یدفع الی فاطمة منها شیئا فوجدت (غضبت)
فاطمة علی ابی بكر فی ذلك وقال ابوبكر
والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله
صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل
من قرابتی واما الذی شجر بینی وبینكم من
هذه الاموال فانی لم ال فیها عن
الحق ولم اترك امرا رأیت رسول الله
صلی الله علیه وسلم یصنعه فیها الا صنعته
اخرجه احمد والبخاری وغیرهما وهذا
لفظ احمد وفی روایة له ان فاطمة بنت
رسول الله صلی الله علیه وسلم سألت ابابكر
بعد وفات رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان یقسم لها میراثها مما ترك رسول الله صلی
الله علیه وسلم مما افاء الله علیه فقال
لها ابوبكر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم

طرف سے اپنے حصۂ وراثت کا سوال کیا جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو دلوایا تھا مدینہ میں اور فدک میں اور خمسِ خیبر میں سے مابقی کا۔ تو ابوبکر رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا (پیغمبروں کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ (یعنی غریبوں کا حق) ہے۔ اس مال سے آلِ محمدؐ صرف کھاتے رہیں اور بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کچھ تغیر نہ کروں گا اُس کے اُس حال سے جس پر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور میں اُس میں ضرور وہی عمل کروں گا (یعنی تقسیم) جو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، غرض ابوبکر رضہ نے اُس میں سے فاطمہ رضہ کو کچھ دینے سے انکار کر دیا تو فاطمہ رضہ اس پر ابوبکر رضہ سے ناراض ہو گئیں اور ابوبکر رضہ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں نیک برتاؤ کروں اپنی قرابت سے اور رہا یہ اختلاف جو میرے اور تمہارے درمیان ان اموال کے بارے میں واقع ہوا تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا ہوں اور میں نے کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو عمل آپؐ اس میں کرتے تھے وہی میں نے کیا، اس کو احمد اور بخاری وغیرہما نے روایت کیا اور یہ الفاظ احمد کے ہیں۔ اور اُن کی ایک روایت میں یہ ہے کہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رضہ سے سوال کیا کہ وہ اُن کا حصۂ میراث اس جائداد میں سے تقسیم کر کے دیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو دی تھی تو اُن سے ابوبکر رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث

قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ عہ فغضبت
فاطمۃ علیہا السلام فہجرت ابا بکر
رضی اللہ عنہ فلم تزل مہاجرتہ حتی
توفیت قال و عاشت بعد وفاتِ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستۃ اشہر
قال فکانت فاطمۃ علیہا السلام تسأل
ابا بکر نصیبہا مما ترک رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من خیبر و فدک و صدقتہ
بالمدینۃ فابی ابو بکر ذلک علیہا
وقال لست تارکا شیئا کان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یعمل بہ الا عملت
بہ انی اخشی ان ترکت شیئا من امرہ
ان ازیغ فاما صدقتہ بالمدینۃ
فدفعہا عمر الی علی و عباس
فغلبہ علیہا علی و اما خیبر و
فدک فامسکہما عمر رضی اللہ عنہ و
قال ہما صدقۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کانت لحقوقہ التی تعروہ و نوائبہ
وامرہما الی من ولی الامر قال فہما علی
ذلک الیوم اخرجہ احمد و عن عقبۃ بن
الحارث قال خرجت مع ابی بکر رضی اللہ
عنہ من صلوۃ العصر بعد وفاتِ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلیال و علی

نہ ہوگا ہم جو کچھ چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا تو فاطمہ علیہا السلام ناراض ہوگئیں تو ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور انقطاع تعلق باقی رکھا یہاں تک کہ اُن کی وفات ہوگئی کہا کہ وہ بعد وفاتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چھ ماہ زندہ رہیں۔ کہا کہ فاطمہ علیہا السلام ابوبکرؓ سے سوال کرتی تھیں اپنے حصّہ کا اس میں سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا یعنی خیبر اور فدک اور آپ کا صدقہ جو مدینہ میں تھا تو ابوبکرؓ نے اُن سے اسکا انکار کردیا اور کہا تھا کہ میں کوئی چیز چھوڑنے والا نہیں ہوں جسپر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمل کرتے تھے مگر مجھے بھی اس پر عمل کرنا ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ میں نے اگر آپؐ کے امر میں سے کسی چیز کو ترک کردیا تو میں حق سے پھر جاؤں۔ ہاں جو آپؐ کا مدینہ کا صدقہ تھا اس کو عمرؓ نے علیؓ اور عباسؓ کو دیدیا تھا۔ (بطور تولیت) تو غالب رہے۔ اس صدقہ میں عباسؓ پر علیؓ رہا خیبر اور فدک تو اُن دونوں کو عمرؓ نے روک لیا تھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا صدقہ ہیں جو اُن حقوق کے پورا کرنے کے لئے تھے جو آپ کو پیش آتے تھے اور آپ کے نوائب (یعنی حوادث و فتنیہ) کے لئے تھے اور ان دونو کا معاملہ سپردگی میں رہے گا اس کے جو ولیِ امر (یعنی خلیفہ) ہو۔ کہا کہ یہ دونوں آج تک اسی حال پر ہیں۔ اور مروی ہے عقبہؓ ابن الحارث سے کہا کہ میں نکلا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند راتیں گزری تھیں اور علیؓ آپ کے پہلو میں چل رہے تھے تو اُن کا گزر حسن بن علیؓ پر ہوا جو کہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے

عہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے تحفۂ اثناعشریہ میں باغ فدک کے قصہ کی تفصیل اور اس حدیث کی شرح بلیغ انداز کے ساتھ کی ہے جو خواہشمند ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔

يمشي الى جنبه فمر بحسن بن علي يلعب مع
غلمان فاحتمله على رقبته وقال وابي شبيه
بالنبي ليس شبيها بعلي وقال وعلي رضي الله
يضحك اخرجه احمد وعن عائشة ان
فاطمة ارسلت الى ابي بكر تسأله عن
ميراثها من النبي صلى الله عليه وسلم
مما افاء الله على رسوله من المدينة
وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال ابوبكر
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال لا نورث ما تركنا صدقة انما
ياكل ال محمد من هذا المال و
اني والله لا اغير شيئا من صدقة
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها
التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله
الله عليه وسلم ولاعملن فيها بما عمل رسول
الله صلى الله عليه وسلم فابى ابوبكر ان يدفع
الى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على
ابي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت
وعاشت بعد النبي صلى الله عليه وسلم ستة
اشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم
يؤذن بها ابابكر وصلى عليها وكان لعلي من
الناس وجه حيوة فاطمة فلما توفيت استنكر
علي وجوه الناس فالتمس مصالحة ابي بكر و
مبايعته ولم يكن بايع تلك الاشهر فارسل
الى ابي بكر ان ائتنا ولا يأتينا معك احد

تو ابوبکر رضؓ نے اُن کو اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور کہا کہ میرا
باپ اس پر قربان (یہ محاورہ کلام ہے) یہ مشابہ ہے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے علی رضؓ کے مشابہ نہیں ہے۔ کہا اور علی رضؓ ہنس
رہے تھے، اس کو روایت کیا احمد نے۔ اور مروی ہے عائشہ رضؓ سے
کہ فاطمہ رضؓ نے ابوبکر رضؓ کو بُلا بھیجا اور اُن سے سوال کیا اپنے حصہ
وراثت کا جو اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچتا تھا اُس میں
سے جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا مدینہ میں سے اور فدک میں
سے اور خیبر کے پانچویں حصہ کے باقی ماندہ میں سے۔ تو ابوبکر رضؓ نے
کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث
نہیں ہوتا ہم (پیغمبر) جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔ اس
مال میں سے آلِ محمدؐ صرف کھائیں گے اور میں واللہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں جس حال پر وہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اُس کی کسی چیز میں تغیر نہ کروں گا
اور میں اس میں ضرور وہی عمل کروں گا جو عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کرتے تھے۔ تو ابوبکر رضؓ نے اس سے انکار کر دیا کہ فاطمہ رضؓ کو
اس میں سے کچھ دیں۔ اس سے فاطمہ رضؓ ابوبکر رضؓ سے ناراض ہو گئیں
اور اُن کو چھوڑ دیا اور اُن سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال
ہو گیا اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں۔
جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے شوہر حضرت علی رضؓ نے ان کو رات
میں ہی دفن کر دیا اور اس وفات کی اطلاع ابوبکر رضؓ کو نہیں دی۔
اور ان پر نماز انھوں نے ہی پڑھی۔ اور علی رضؓ کی لوگوں میں خاص
عزت رہی فاطمہ رضؓ کی زندگی تک۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو
علی رضؓ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوئے پائے تو ابوبکر رضؓ سے مصالحت
اور ان سے بیعت کی درخواست کی اور ان مہینوں میں
وہ بیعت نہیں کر رہے تھے پھر انھوں نے ابوبکر رضؓ

كراهيةً ليحضرُ عمر فقال عمر والله لا تدخلُ عليهم وحدك فقال ابوبكر وما عسيتُهم ان يفعلوه بي والله لآتينّهم فدخل عليهم ابوبكر فتشهّد عليٌّ فقال انا قد عرفنا فضلك وما أعطاك اللهُ ولم ننفسْ (حسد نہ بردیم ۱۲) عليكَ خيرًا ساقهُ الله اليك ولكنّك استبددتَ علينا بالامرِ وكنّا نرى لِقرابتنا من رسولِ الله صلى الله عليه وسلّم انّ لنا نصيبًا حتّٰى فاضتْ عينا ابي بكر فلمّا تكلّم ابوبكر قال والّذي نفسي بيده لقرابةُ رسول الله صلى الله عليه وسلّم احبُّ إليّ من أن أصِلَ قرابتي واما الّذي شَجَرَ بيني و بينكم من هٰذه الاموال فانّي لم آلُ فيها عن الخير ولم اترك امرًا رايتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها الا صنعتُه فقال عليٌّ لابي بكر مَوْعِدُكَ العشيّةُ للبيعة فلمّا صلّى ابوبكر الظهر رقي المنبر فتشهّد وذكر شأن عليٍّ وتخلّفَهُ عن البيعة وعذَرَه (عذر قبول کرد ۱۲) بالّذي اعتذرَ اليه ثمّ استغفر وتشهّد (خطب ۱۲) عليٌّ فعظّم حقّ ابي بكر وحدّث انّه لم يحمله على الّذي صنع نفاسةً (حسد ۱۲) على ابي بكر

کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ ہمارے پاس آئیں اور تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہ آتے اس کراہیت کی وجہ سے کہ عمرؓ ضرور ساتھ ہوں گے۔ اس پر عمرؓ نے کہا واللہ آپ اُن کے پاس تنہا نہ جائیں۔ تو ابوبکرؓ نے کہاکہ واللہ مجھے امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ (بُرا معاملہ) کریں گے۔ واللہ میں اُن کے پاس ضرور جاؤں گا۔ اور اُن کے پاس ابوبکرؓ پہنچ گئے۔ تو علیؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہاکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم آپ کی بزرگی کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے اور اُس خیر پر۔ جو اللہ نے آپ کی طرف بھیجدی ہے ہم نے آپ کے اُوپر حسد نہیں کیا۔ لیکن آپ نے اس امر (یعنی خلافت) کے سلسلہ میں اکیلے اکیلے ہی سب کچھ کیا اور ہم خیال کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی قرابت کی وجہ سے کہ (مشاورت میں) ہمارا حصہ ہوگا۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ کے آنسو بہنے لگے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے گفتگو شروع کی تو فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں اپنی قرابت کے ساتھ ناطہ جوڑوں۔ رہی وہ بات کہ ان اموال کے سلسلہ میں میرے اور تمہارے درمیان اختلاف واقع ہوا تو یقیناً میں اُن کے بارے میں خیر سے نہیں ہٹا اور نہ میں نے کسی ایسے کام کو چھوڑا جو میں نے اُن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوتے دیکھا، مگر میں نے وہی کیا۔ اس کے بعد علیؓ نے ابوبکرؓ سے کہا آپ سے بیعت کیلئے شام کو آنے کا وعدہ ہے۔ پھر جب ابوبکرؓ نے نماز ظہر پڑھ لی تو منبر پر چڑھے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیؓ کی شان کا ذکر کیا اور ان کی بیعت سے تخلّف کا اور حضرت علیؓ کے اس عذر کو قبول کرنے کا اظہار کیا جو انھوں نے ان سے کیا تھا۔ اس کے بعد (علیؓ نے) استغفار کیا اور کلمۂ شہادت

ولا انکار اللذی فضّل اللّٰہ بہٖ وَلٰکِنّا کُنّا نَرٰی لنَا فی ھٰذا الامر ای المشورۃ کما یدلّ علیہ بقیّۃ الرّوایات نصیبًا فاستبّن علینا فوجدنا فی انفسنا فسُرّ بذٰلک المسلمونَ و قالوا اصَبْتَ و کانَ المسلمون الیٰ علیّ قریبًا حین راجَعَ الاَمر المعروف رواہ البخاری وعن ابی سعید الخدریّ قال قال ابوبکر الستُ احقّ الناس بہا الستُ اوّل مَن اَسْلَمَ الستُ صاحبَ کذا الستُ صَاحِبَ کذا رواہ الترمذی بعد ازاں اہم مہمات نزدیک حضرت صدّیق رض آں بود کہ برائے اُمّتِ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم قاعدہ مرتّب فرماید تا در مسائلِ اجتہادیہّ بکدام راہ سلوک نمایند وترتیب ادِلّۂ شرعیہ بچہ اسلوب بعمل آرند اِلٰے یومنا ہٰذا ہمہ مجتہدین بر ہمیں قاعدہ عمل می کنند وے رضی اللّٰہ عنہ شیخ و اُستاد جمیع مجتہدین شد بوضعِ ایں قاعدہ عن میمونٍ بن مہران قال کان ابوبکرٍ اذا ورَدَ علیہ الخصمُ نظر فی کتاب اللّٰہ فاذا وجد فیہ

پڑھ کر ابوبکر رض کے حق کی عظمت کا اظہار کیا اور بیان کیا کہ جو کچھ اُنھوں نے (توقف) کیا اس پر اُن کو ابوبکر رض پر حسد نے برانگیختہ نہیں کیا اور نہ اُن فضائل سے انکار کی بناء پر کیا جن سے اللہ تعالےٰ نے اُن کو فضیلت بخشی، لیکن ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ اس امر میں (یعنی مشورہ میں جیساکہ اس پر بقیہ روایات دلالت کرتی ہیں[1]) ہمارا بھی حصّہ ہوگا مگر ہم کو الگ (یعنی نظر انداز) کردیا تو ہم نے اپنے نفوس میں اس کا رنج پایا۔ تو اس سے سب مسلمان خوش ہوئے اور سب نے کہاکہ آپ نے اچھا (اِقدام) کیا اور سب مسلمان (اب) علی رض سے قریب ہو گئے جب اُنھوں نے اس نیک کام کی طرف رجوع کرلیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابوسعید خدری رض سے کہاکہ ابوبکر رض نے (سقیفہ بنی ساعدہ میں) کہاکہ کیا میں اس (خلافت) کا سب لوگوں سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے اوّل اسلام لانیوالا شخص نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں فضیلت والا نہیں ہوں؟ کیا میں فلاں بات والا نہیں ہوں؟ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اس کے بعد اہم مہمّات حضرت صدّیق رض کے نزدیک یہ کام تھا کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے ایک قاعدہ مرتّب فرمادیں کہ مسائل اجتہاد میں لوگ کس راہ پر چلیں اور دلائلِ شرعیّہ کی ترتیب کس اسلوب کے ساتھ عمل میں لائیں۔ ہمارے آج کے دن تک تمام مجتہدین اسی قاعدہ پر عمل کر رہے ہیں اور صدّیق رضی اللّٰہ عنہ شیخ اور اُستاد تمام مجتہدین کے ہوتے اس قاعدہ کو وضع فرمانے کی وجہ سے۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہاکہ ابوبکر رض کے پاس جب کوئی مدعی آتا تو وہ نظر کرتے کتاب اللّٰہ میں اگر اس میں وہ بات پاتے جس سے اُن کے درمیان فیصلہ کردیں

[1] اس عبارت کو قوسین کے درمیان اس لئے کردیا کہ یہ حضرت مصنف رح کیطرف سے ہے جس میں ہٰذا الامر کا مشار الیہ ذکر کیا گیا ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

ما يقضى بينهم قضى به وان لم يكن
فى الكتاب وعلم من رسول الله صلى
الله عليه وسلم فى ذلك سنة قضى
به فان اعياه خرج فسأل المسلمين و
قال اتانى كذا وكذا فهل علمتم ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى
ذلك بقضاء فربما اجتمع اليه النفر كلهم
يذكر من رسول الله صلى الله عليه
وسلم فيه قضاء فيقول ابو بكر الحمد
لله الذى جعل فينا من يحفظ على
نبينا فان اعياه ان يجد فيه سنة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع
رءوس الناس واخيارهم فاستشارهم
فاذا اجتمع رأيهم على امر قضى به
رواه الدارمى بعد ازاں در میراث جدہ
مسئلہ وارد شد حضرت صدیق رض تفحص
بلیغ فرمود تا آنکہ حدیث ظاہر شد و مسئلہ
منقح گشت عن الزهرى قال جاءت
الى ابى بكر جدة ام اب او ام ام
فقالت ان ابن ابنى او ابن
ابنتى توفى وبلغنى ان لى نصيبا
فمالى فقال ابو بكر ما سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال فيها شيئا و
سأسأل الناس فلما صلى الظهر فقال ايكم سمع
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى الجدة

تو اُس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کتاب میں نہ ہوتا اور اُن کو اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی سُنّت کا علم ہوتا تو اسکے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ پھر اگر اس سے بھی عاجز ہوتے تو مسلمانوں سے سوال کرتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا اور ایسا مسئلہ آیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے؟ تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سب کی نظر ایک ہی بات پر جمع ہو جاتی ہر ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ایک ہی فیصلہ کا ذکر کرتا تو ابو بکر رض کہتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ رکھے جو ہمارے نبیؐ کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں۔ پھر اگر اس سے عاجز ہو جاتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سُنّت میں سے کوئی بات پائیں تو لوگوں میں سے ممتاز اور اخیار لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ لیتے تو جب اُن کی رائے کسی بات پر متفق ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد دادی کی میراث کا مسئلہ آپ کے سامنے آیا تو حضرت صدیق رض نے بہت جستجو کی یہانتک کہ ایک حدیث ظاہر ہو گئی اور مسئلہ واضح ہو گیا۔ مروی ہے زہری سے کہا کہ ابو بکر رض کے پاس ایک جدّہ آئی یعنی باپ کی ماں یا ماں کی ماں اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کے بیٹے کی یا بیٹی کے بیٹے کی وفات ہو گئی اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ میرا بھی کچھ حصّہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابو بکر رض نے کہا کہ میں نے اسکے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا کہ آپؐ نے اسکے بارے میں کچھ فرمایا اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا۔ تو جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فرمایا کہ تم میں سے کسی نے

شیئًا فقال المغیرۃ بن شعبۃ انا قال ماذا قال اعطاھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سُدُسًا قال أیعلم ذالک احدٌ غیرُک فقال محمد بن مسلمۃ صدق فاعطاھا ابوبکر السدس فجاءت الی عمر مثلھا فقال ما ادری ما سمعتُ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فیھا شیئًا وسأسألُ الناس فحدثوہ بحدیث المغیرۃ بن شعبۃ و محمد بن مسلمۃ فقال عمر ایتکما خلت بہ فلھا السدس فان اجتمعتما فھو بینکما رواہ مالک والدارمی وھذا لفظ الدارمی

بعد ازاں در میراث جد اختلاف افتاد کہ وے عند عدم الاب بمنزلہ اب است یا حالت او متردد است شبیہے بہ پدر دارد و شبیہے بہ برادر صحابہؓ دریں باب اقوال شتیٰ دارند فاروق اعظمؓ قولے دارد و علی مرتضٰیؓ قولے و عبداللہ بن مسعودؓ قولے و زید بن ثابتؓ قولے و از ہمہ نوعے تردد و رجوع منقول گشت ثابت ترین ہمہ اقوال دریں باب قول صدیق اکبرؓ است قال ابن عباس و ابن الزبیر اما الذی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو کنتُ متخذًا احدًا خلیلًا لاتخذتہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ نے جدہ کے بارے میں کچھ فرمایا ہے تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ مَیں نے۔ فرمایا کہ کیا؟ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصّہ دیا ہے۔ فرمایا کہ کیا اس بات کو تیرے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ مغیرہؓ نے سچ کہا ہے۔ تو ابوبکرؓ نے اس کو چھٹا حصّہ دیدیا۔ پھر عمرؓ کے پاس ایسی ہی ایک عورت آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا مَیں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سُنا، اور میں عنقریب اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھوں گا۔ تو لوگوں نے اُن سے مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہؓ کی حدیث بیان کی تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں سے جو تنہا ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر تم دونوں جمع ہو جاؤ تو وہ (چھٹا حصّہ) تم دونوں کے درمیان (تقسیم) ہوگا، روایت کیا اس کو مالک اور دارمی نے اور یہ لفظ دارمی کے ہیں۔ اس کے بعد جد (دادا) کی میراث میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ باپ نہ ہونے کے وقت بمنزلہ باپ کے ہے یا اس کی حالت متردد ہے کچھ مشابہت تو باپ کے ساتھ رکھتا ہے اور کچھ مشابہت بھائی کے ساتھ۔ صحابہؓ اس بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہیں۔ ایک قول فاروق اعظمؓ کا ہے اور ایک قول علی مرتضٰیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول اور زید بن ثابتؓ کا ایک قول اور سب کی طرف سے تردد اور (اپنے قول سے) رجوع منقول ہے۔ اس باب میں تمام اقوال سے پختہ ترین صدیق اکبرؓ کا قول ہے۔ ابن عباسؓ اور ابن الزبیرؓ نے کہا کہ اس شخص نے جس کے حق میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو اپنا خلیل بنانیوالا ہوتا تو اس کو خلیل بناتا اُس کو (یعنی جد کو)

خلیلاً قد جعلہ (الجد) ابًا اخرج قول الاوّل (ابن عباسؓ)
الدارمیؒ وقول الثانی (ابن الزبیرؓ) البخاری وقال
الحسنؒ ان الجدّ قد مضت سُنّتہ وان
ابابکرؓ جعل الجدّ ابًا ولکن الناس تحیّروا
اخرجہ الدارمی بعد ازاں در تفسیر کلالہ اختلاف
واقع شد و در جواب آں اکثر صحابہؓ راعیّ
در گرفت عقبۃ بن عامرؓ جُہنی گفت
ما اعضل باصحاب النبیؐ صلے اللہ علیہ
وسلم شیئٌ ما اعضلتُ بہم الکلالۃُ صدیقِ
اکبرؓ متصدّی جواب آں شد عن الشعبی
قال سُئِلَ ابوبکرؓ عن الکلالۃ فقال
انّی ساقول فیھا برأیی فان کان صوابًا
فمن اللہ وان کان خطأً فمنّی ومن الشیطان
اُراہ ماخلا الوالدَ والولدَ فلمّا استخلف
عمر قال انّی لاَستحیی ان اَرُدَّ شیئًا
قالہ ابوبکرؓ اخرجہ الدارمیؒ بعد ازاں
در حدِّ شرب خمر تحیّرے رُوئداد بآں جہت
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحضور
شریف شارب خمر را بضرب امر مے
فرمود چوں مقدارے کہ میخواست بعمل
مے آمد منع مے فرمودند و بس مے
فرمودند و ہٰذا قدرِ آں معیّن
نشد صدیقِ اکبرؓ بر چہل ضربہ

باپؐ قرار دیا، قولِ اوّل (یعنی ابن عباسؓ) کو دارمی نے اور دوسرے
(یعنی ابن الزبیرؓ) کے قول کو بخاری نے روایت کیا۔
اور حسنؒ نے کہا کہ جد کے بارے میں سُنّت جاری ہوگئی
اور ابوبکرؓ نے جد کو باپ قرار دیدیا لیکن لوگ حیرت میں
مبتلا رہے، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اس کے بعد
کلالہ کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا۔ اس کے جواب میں
اکثر صحابہؓ کو عجز لاحق ہوگیا۔ عُقبہ بن عامر جُہنیؓ کا
قول ہے کہ اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے بارے
میں اتنی اُلجھن میں نہیں پڑے جس قدر اُلجھن میں کلالہ
(کی تفسیر) میں پڑے۔ صدیقِ اکبرؓ اس کے جواب کے
لئے تیار ہوتے۔ مروی ہے شعبیؒ سے کہا کہ سوال کیا گیا
ابوبکر صدیقؓ سے کلالہ کے (معنے) کے بارے میں، تو
فرمایا کہ میں اس میں جو کچھ کہوں گا اپنی رائے سے کہوں گا
اور وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو
میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ
وہ ہے جو نہ والد کو (یعنی باپ دادا وغیرہ اُوپر کے مرتبہ کے
ورثاء) کو چھوڑے اور نہ اولاد کو (یعنی بیٹے پوتے وغیرہ نیچے
کے مرتبہ کے وُرثاء کو) تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا
کہ مجھے اللہ سے حیا معلوم ہوتی ہے کہ میں اُس بات کو ردّ کردوں
جس کو ابوبکرؓ نے فرمایا، اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اسکے بعد شراب پینے
کی حد میں ایک تحیّر پیدا ہوا اس وجہ سے کہ آنحضرتؐ اپنے حضور شریف (یعنی
موجودگی) میں شارب خمر کے لئے مارنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ مقدار جو
آپؐ چاہتے تھے پوری ہو جاتی تھی تو منع کردیا کرتے تھے

عہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے، "انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب۔ اس میں آپؐ نے اپنے کو اپنے دادا عبد المطلب کا بیٹا فرمایا تھا ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

تعیین آں کرد عن ابن عباس قال ان الشراب
کانوا یضربون علیٰ عہد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالایدی و
النعال حتیٰ توفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وکانوا فی خلافۃ ابی بکر اکثر
منہم فی عہدِ رسولِ اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال ابو بکر لو فرضنا لہم
حدًّا فتوخّی نحوًا مما کانوا یُضربون
علی عہد رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکان ابو بکر یجلدہم اربعین حتیٰ
توفی الحدیث اخرجہ الحاکم والبیہقی
وغیرہما واللفظ للحاکم بعد ازانکہ
خدائی عزوجل ہزیمت بر مرتدین انداخت و
مرتدین جوق جوق نادم شدہ پیش حضرت صدیق
آمدند وے رضی اللہ عنہ در باب آنجماعات
کلماتِ عجیبہ بقدر حال ہر جمعے ارشاد می فرمود
عن طارق بن شہاب عن ابی بکر انہ
قال لوفدِ بُزاخۃ تتّبِعون اَذناب
الاِبِل حتیٰ یُرِیَ اللہ خلیفۃَ نبیّہ
والمہاجرین امرًا یعذِرونکم بہ اخرجہ
البخاری وفی روایۃ عُبید اللہ بن
عبد اللہ لمّا ارتدّ من ارتدّ علیٰ عہدِ
ابی بکر اراد ابو بکر ان یجاہدہم
فقال لہ عمر أتقاتلہم وقد سمعتَ
رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ

اور بس فرمادیتے تھے اس وجہ سے اس کی مقدار متعین نہ ہوئی۔ صدیق
اکبر رضؓ نے چالیس ضربوں پر اس کا تعین کر دیا۔ مروی ہے ابن عباسؓ
سے کہا کہ شراب پینے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
میں پیٹے جاتے تھے ہاتھوں سے اور جوتوں سے یہاں تک کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور ایسے لوگ ابوبکرؓ
کی خلافت کے زمانہ میں زیادہ ہوگئے اُن سے جو رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے تو ابو بکرؓ نے کہا کہ بہتر ہے کہ ایسے
لوگوں کے لئے ہم ایک حد مقرر کردیں تو انھوں نے جستجو کی
اُس مقدار کی جس سے یہ لوگ پیٹے جاتے تھے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ابو بکرؓ اُن کے چالیس کوڑے
لگواتے رہے اپنی وفات تک، الحدیث، اس کو حاکم اور
بیہقی وغیرہما نے روایت کیا اور لفظ حاکم کے ہیں۔ بعد
اس کے کہ خدائے عزّ وجلّ نے مرتدین میں بھگدڑ ڈال دی اور
مرتدین جوق در جوق نادم ہو کر حضرت صدیقؓ کے سامنے
آنے لگے اور آپ رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر جماعت کے بارے
میں ان کے حسبِ حال کلماتِ عجیبہ ارشاد فرماتے تھے۔ مروی
ہے طارق بن شہابؓ سے وہ روایت کرتے ہیں ابوبکرؓ سے کہ
اُنھوں نے وفد بُزاخہ سے فرمایا کہ تم اونٹوں کی دُموں کے پیچھے
لگے رہتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالے نے دکھا دیا اپنے نبیؐ
کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسا امر جس سے وہ تمہارے عذر کے
سبک ہونے کو سمجھ لیں، روایت کیا اس کو بخاری نے۔ اور عبید اللہؓ
ابن عبد اللہ کی روایت میں ہے کہ جب مُرتد ہونے والے مُرتد ہوتے
ابو بکرؓ کے زمانہ میں تو ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ اُن کے ساتھ جہاد
کریں تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ ان کے ساتھ قتال
کریں گے حالانکہ آپ سُن چکے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

من شهد ان لا اله الا الله وانّ
محمدًا رّسول الله حرّم مالهٗ ودمهٗ
الّا بحقّ وحسابهٗ على الله فقال
ابو بكر انا لا قاتلُ من فرّق بين
الصّلوة والزّكوة والله لا قاتلنّ
من فرّق بينهما حتّى اجمعها قال
عمر فقاتلنا معهٗ فكان والله رشدًا
فلما ظفر بمن ظفر به منهم قال
اختاروا بين خطّتين امّا حربٌ
مجليةٌ واِمّا الخطّةَ المخزيةُ
قالوا هذه الحربُ المجلية
قد عرفناها فما الخطّة المخزيةُ
قال تشهدون على قتلانا انهم فى
الجنّة وعلى قتلاكم انّهم فى النّار
ففعلوا رواه ابن ابى شيبة بعد از ان حضرت
صدیقؓ بنا بر رؤیای والهامیکه بخاطرش
در دادند مصمم فرمود که برائے جهاد شام فوج
مسلمین را فرستد یزید بن ابی سفیان را امیر
چهاریک شام ساخت ووقت وداع او
وصایائے عجیبه فرمود که دستور العمل
اُمراء مسلمین شد در جمیع امصار و اعصار
عن یحیی بن سعید ان ابا بکر الصدیق
بعث جیوشا الى الشام فخرج یمشی
مع یزید بن ابی سفیان وکان امیر
ربع من تلك الارباع فزعموا ان یزید قال

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہے بجز۔۔۔۔ کسی حق کے اور اُس کا حساب اللہ کے حوالہ ہے۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں ضرور ہر ایسے شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے واللہ میں ضرور قتال کروں گا ایسے لوگوں سے جو دونوں (فرضوں) کے درمیان تفریق کریں (کہ صرف نماز کو فرض سمجھیں اور زکوٰۃ کو نہ سمجھیں جس طرح نماز کے انکار کو الاّ بحقہا فرما کر حرمت مال ودم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے زکوٰۃ اور دیگر ضروریاتِ دین بھی اسکے ساتھ شامل ہیں) یہانتک کہ وہ ان دونوں کو جمع کریں۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ پھر ہم نے ان کے ساتھ مل کر قتال کیا تو واللہ (واضح ہو گیا کہ) یہ کار نیک تھا۔ جب ابوبکرؓ فتحمند ہو گئے ان میں سے جن پر فتحمند ہوتے ان سے فرمایا کہ تم دو حال میں سے ایک حال اختیار کرو یا حرب مُجلیہ (یعنی جلا وطنی پر مجبور کر دینے والی جنگ) اور یا خطّہ مخزیہ (یعنی رسوائی میں ڈال دینے والی حالت) تو اُنھوں نے یہ کہا کہ حرب مُجلیہ جو آپ نے کہا اس کو تو ہم سمجھ گئے۔ مگر خطّہ مخزیہ کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم شہادت دو ہمارے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ جنّت میں ہیں اور اپنے مقتولوں کے بارے میں کہ وہ دوزخ میں ہیں، تو انھوں نے ایسا کیا، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے ایک خواب اور اس الہام کی بنا پر جو آپ کے دل میں ڈالا گیا مصمم ارادہ کیا کہ شام سے جہاد کے لئے مسلمانوں کی فوج بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک چوتھائی حصّہ شام کا امیر بنایا اور اُن کو رخصت کرنے کے وقت اتنی عجیب وصیتیں فرمائیں جو اُمراء مسلمین کیلئے تمام شہروں اور تمام زمانوں میں دستور العمل بن گئیں۔ مروی ہے یحییٰ بن سعیدؓ سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے شام کی طرف لشکر بھیجے پھر پیدل چلتے ہوئے نکلے یزید بن ابی سفیانؓ کیساتھ (جو سواری پر بیٹھے ہوئے تھے) اور وہ (شام کے) ان چار حصّوں میں سے ایک حصّہ پر امیر تھے

لابی بکر اما ان ترکب واما ان انزل
فقال ابو بکر ما انت بنازلٍ وما انا
براکبٍ انی احتسبتُ خُطای ھذہ فی
سبیل اللہ ثم قال انک ستجد قوما
زعموا انھم حبسوا انفسھم فی سبیل اللہ
فذرھم وما زعموا انھم حبسوا انفسھم
لہ وستجد قوما فحصوا عن اوساط رؤسھم
من الشعر فاضرب ما فحصوا عنہ بالسیف
وانی موصیک بعشرٍ لا تقتلن امرأۃ و
لا صبیا ولا کبیرا ھرما ولا تقطعن شجرا
مثمرا ولا تخربن عامرا ولا تعقرن
شاۃ ولا بعیرا الا لماکلۃ ولا تحرقن نخلا
ولا تغرقنہ ولا تغلل ولا تجبن اخرجہ
مالک فی المؤطا عن یزید بن ابی سفیان
قال قال ابو بکر رضی اللہ عنہ حین بعثنی
الی الشام یا یزید ان لک قرابۃ خشیت
ان تؤثرھم بالامارۃ وذلک اکبر ما
اخاف علیک فان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قال من ولی من امر المسلمین
شیئا فامر علیھم احدا محاباۃ فعلیہ لعنۃ
اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا
عدلا حتی یدخلہ جھنم ومن اعطی
احدا حمی اللہ فقد انتھک فی حمی اللہ
شیئا بغیر حقہ فعلیہ لعنۃ اللہ او قال
تبرأت منہ ذمۃ اللہ عز وجل

تو لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ یزیدؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یا تو آپ سوار ہوں
یا میں اُتروں تو ابو بکرؓ نے فرمایا نہ تمہارے اُترنے کی ضرورت نہ
میرے سوار ہونے کی کیونکہ میں نے اپنے قدموں سے اللہ کے
راستہ میں چلنے کی نیت کر رکھی ہے۔ پھر فرمایا تم وہاں پہنچکر
ایسے لوگوں کو پاؤ گے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے
آپ کو اللہ کے راستہ میں لگا رکھا ہے تو ان کو ان کے اس
گمان پر کہ انھوں نے خود کو اللہ کے کام میں لگا رکھا ہے چھوڑ دینا
اور تم ایسی قوم کو بھی پاؤ گے جو اپنی چندیا کے بال نکال دیتے ہیں
(ادھر ادھر بال رکھتے ہیں) اُس چندیا پر تلوار کی ضرب لگاؤ۔ اور
میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، ہرگز قتل نہ کرنا کسی عورت کو اور نہ
لڑکے کو اور نہ بڑی عمر والے بوڑھے کو اور نہ کسی پھل دینے والے درخت
کو کاٹنا اور نہ کسی آبادی کو اجاڑنا اور نہ کسی بکری یا اونٹ کی کونچیں
کاٹنا بجز اسکے کھانے کی وجہ کے اور نہ کسی درخت خرما کو پھونکنا اور
نہ کھودنا اور نہ خیانت کرنا اور نہ بزدلی کرنا، ان کو امام مالکؒ نے
ذکر کیا موطا میں۔ مروی ہے یزید بن ابی سفیانؓ سے کہا کہ جب مجھے
ابو بکرؓ نے شام کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ اے یزید! تجھ سے
قرابت ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تو لوگوں پر امارت کی وجہ سے اپنی
برتری نہ جتانے لگے اور یہ سب سے بڑا اندیشہ ہے تجھ سے کیوں کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو متولی ہو جائے
مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا پھر وہ لوگوں پر کسی شخص کو امیر
بنائے باہمی عطیہ وبخشش کے طور پر تو اس پر اللہ کی لعنت، نہ اُسکے
فرض قبول کئے جائیں گے اور نہ نفل یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اس کو
جہنم میں داخل کریگا اور جس نے کسی کو دیدی اللہ کی محفوظ چیز (مثلاً مال
یا صدقات کے جانور جو اسکی حفاظت میں تھے) تو اس نے اللہ کی حرمت میں
تصرف کیا بغیر اس کا حق حاصل ہونے کے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے یا یہ فرمایا

اخرجه احمد وذكر الواقدي في كتاب
فتوح الشام في قصة وصية ابي بكر
ليزيد بن ابي سفيان عند الوداع فقال
تقدم يزيد بن ابي سفيان وقال يا
خليفة رسول الله اوصني فقال اذا
سرت فلا تعنف (درشتی مکن ۱۲) الى اخر
الوصية وذكر الواقدي ايضا
في قصة وصية ابي بكر لعمرو بن
العاص عند وداعه وتوليته على
جيش المسلمين فقال ابو الدرداء
كنت مع عمرو بن العاص في جيشه الخ
بالجملہ ازیں جنس بود رجوع مردم بسوئے
حضرت صدیق رض در مسائل نازلہ وقیام
وے رضی اللہ عنہ بحل اشتباہ دراں
والقلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تنبئ
عن البحر الکبیر تا آنکہ آخر کار خود فاروق
اعظم رض را خلیفہ ساخت واینجا فراستے
عظیم بکار برد۔ عن عبد الله بن
مسعود قال افرس الناس
ثلثة ابوبكر حين تفرس في عمر
فاستخلفه والتي (دختر شعیب) قالت استاجره
ان خير من استاجرت القوي
الامين والعزيز حين قال
(حاکم مصر ۱۲)

کہ اللہ عزّ وجلّ کا ذمہ اس سے ہٹ گیا، اس کو احمد
نے روایت کیا۔ اور واقدی نے ذکر کیا کتاب
فتوح الشام میں یزید بن ابی سفیان رض کو رخصت
کرنے کے وقت حضرت ابوبکر رض کے نصیحت کرنے
کے قصہ میں کہ یزید بن ابی سفیان رض نے آکر
کہاکہ اے خلیفۂ رسول اللہ ! مجھے وصیت کیجئے۔
تو آپ نے فرمایا کہ جب تم پہنچو تو بدخُلقی نہ کرنا، آخر وصیت
تک۔ اور واقدی ہی نے عمرو بن العاص رض کو اُن کے
رخصت کرنے اور مسلمانوں کے لشکر پر افسر بناتے وقت
ابوبکر رض کے وصیت کرنے کے قصہ میں یہ بھی لکھا ہے
کہ پھر کہا ابودرداء رض نے کہ میں عمرو بن العاص رض کے ساتھ
تھا اُن کے لشکر میں، آخر تک۔ الغرض اس طرح کا رجوع تھا
لوگوں کا حضرت صدیق رض کی طرف پیش آمدہ مسائل میں اور صدیق
رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں کے اشتباہ حل کرتے تھے۔ اور قلیل
نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چُلّو بھر پانی حال بتاتا ہے بحرِ کبیر
کا۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ نے خود فاروقِ اعظم رض کو خلیفہ
بنایا اور یہاں آپ ایک عظیم فراست عہ کو کام میں لائے۔
عبداللہ بن مسعود رض سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ
صاحبِ فراست تین ہوتے ہیں۔ ابوبکر رض جب کہ انھوں
نے گہری نظر ڈالی عمر رض میں اور اُن کو خلیفہ بنایا اور جس عورت
(یعنی حضرت شعیب ؑ کی بیٹی) نے کہا تھا اِستاجرہ الخ یعنی اے
باپ! اس (موسیٰ ؑ) کو ملازم رکھ لیجئے سب سے اچھا ملازم جو آپ رکھیں گے
وہ ہے جو قوی ہو اور امین بھی۔" اور عزیز (حاکم مصر) جب کہ اس نے

عہ کسی کو دیکھ کر اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا فراست ہے۔ ذکاوت، ہوشمندی، تفرّس گہری نظر سے دیکھنا ۱۲ مترجم

لامرأته أكرمي مثواه أخرجه ابوبكر
ابن ابی شیبة والحاکم وعن قیس بن
ابی حازم قال رایت عمر بن الخطاب
وبیده عسیب نخل وهو یجلس الناس
ویقول اسمعوا لقول خلیفة رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال فجاء مولی
لابی بکر یقال له شدید بصحیفة
فقرأها علی الناس فقال یقول ابوبکر
اسمعوا واطیعوا لمن فی هذه الصحیفة
فوالله ما الوبکم قال قیس فرأیت عمر
ابن الخطاب بعد ذلك علی المنبر رواه
ابن ابی شیبة وعن زبید بن
الحارث ان ابابکر حین حضره
الموت ارسل الی عمر یستخلفه فقال
الناس أتستخلف علینا فظا غلیظا
ولو قد ولینا کان افظ (سخت خو) واغلظ فما
تقول لربك اذا لقیته وقد استخلفت
علینا عمر قال ابوبکر ابربی تخوفونی
اقول اللهم استخلفت علیهم خیر خلقك
ثم ارسل الی عمر فقال انی موصیك
بوصیة ان انت حفظتها ان لله حقا
بالنهار لا یقبله باللیل وان لله
حقا باللیل لا یقبله بالنهار
وانه لا یقبل نافلة حتی
تؤدی الفریضة وانما

اپنی عورت سے کہا اکرمی مثواہ (اس کو باعزت مقام دو) اس کو
ابوبکر بن ابی شیبہ نے اور حاکم نے روایت کیا۔ اور قیس بن ابی حازمؒ
سے مروی ہے کہا کہ میں نے دیکھا عمر بن الخطابؓ کو اور اُن کے ہاتھ
میں ایک کھجور کی چھپٹی تھی اور وہ لوگوں کو بٹھارہے تھے اور کہہ
رہے تھے کہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُنو۔
تو ابوبکرؓ کا غلام جس کو شدید کہا جاتا ہے ایک صحیفہ
(لکھا ہوا کاغذ) لے کر آیا پھر اُس نے اُس کو لوگوں کے سامنے
پڑھا۔ پھر کہا کہ ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ سُنو اور اطاعت کرو اس
شخص کی جس کا نام اس صحیفہ میں ہے، اور واللہ میں تمہارے
سامنے کوتاہی نہیں کر رہا ہوں۔ قیسؒ نے کہا پھر میں نے عمر بن
الخطابؓ کو اس کے بعد منبر پر دیکھا، روایت کیا اس کو ابن
ابی شیبہ نے۔ اور مروی ہے زبید بن الحارثؒ سے کہ ابوبکرؓ نے
جب ان کی موت کا وقت آیا تو عمرؓ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کو خلیفہ
بنانا چاہتے تھے، تو لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہم پر ایسے شخص
کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو تُند مزاج اور سخت دل ہے اور
اگر وہ ہم پر والی بن گیا تو اور بھی تُند مزاج اور زیادہ سخت
ہو جائے گا تو آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے جب اس
سے ملیں گے جب کہ آپؓ نے ہم پر عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا ہوگا۔ ابوبکرؓ
نے کہا کہ کیا میرے رب سے تم مجھے ڈراتے ہو؟ میں کہوں گا کہ اے
اللہ! میں نے ایسے شخص کو خلیفہ بنایا جو آپ کی مخلوق میں بہتر ہے
پھر عمرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرنیوالا ہوں اگر
تم نے اس کو محفوظ رکھا تو کامیاب ہوگے) درحقیقت اللہ تعالیٰ
کا ایک حق ہے دن میں وہ اس کو رات میں قبول نہیں کرتے اور اللہ
تعالیٰ کا ایک حق ہے رات میں وہ اسکو دن میں قبول نہیں کرتے اور یہ
یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نافلہ کو قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ فریضہ ادا کر لو۔

ثقلت موازینُ من ثقلت موازینہٗ
یوم القیمۃ باتباعھم فی الدنیا
الحق وثقلہ علیھم وحقّ لمیزانٍ لا
یوضع فیہ الا الحقّ ان یکون ثقیلاً
وانما خفّت موازین من خفّت
موازینہٗ یوم القیمۃ باتباعھم
الباطل وخفتہ علیھم وحقّ لمیزانٍ
لا یوضع فیہ الا الباطل ان یکون
خفیفاً وان اللہ ذکر اھل الجنۃ
وصالح ما عملوا وانہ تجاوز عن
سیأتھم فیقول القایل لا ابلغ
ھؤلاء وذکر اھل النار
باسوء ما عملوا وانہ ردّ علیھم
صالح ما عملوا فیقول قائل انا
خیر من ھؤلاء وذکر اٰیۃ الرحمۃ
واٰیۃ العذاب لیکون المؤمن
راغباً راھباً لا یتمنّٰی علی اللہ
غیر الحقّ ولا یلقی بیدہ الی
التھلکۃ فان انت حفظت
وصیتی لم یکن غائبٌ احبّ
الیک من الموت وان انت
ضیعت وصیتی لم یکن غائبٌ
ابغض الیک من الموت ولم
تعجزہٗ اخرجہ ابن ابی شیبۃ
و اخرج القاضی ابو یوسف فی

اور (یہ یاد رکھو) کہ قیامت کے دن بھاری ہوں گے وزن (اعمال کے) جس کے بھاری ہوں گے، دنیا میں اُن کے حق کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُن پر اُس کا ثقل ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت (و استعداد) دی گئی ہو گی کہ جب اس میں حق رکھا جائے گا تو وہ بھاری ہو جائے گی اور ہلکے ہوں گے وزنِ (اعمال) قیامت کے دن جن لوگوں کے ہلکے ہوں گے اُن کے باطل کا اتباع کرنے کی وجہ سے اُس میں خفّت ہونے کی وجہ سے اور میزان کو یہ لیاقت دی گئی ہو گی کہ جب اُس میں باطل پہنچ جائے گا تو وہ ہلکی ہو جائے گی۔ اور (یہ یاد رکھو) کہ اللہ تعالےٰ نے اہلِ جنّت کا اور اُن کے اچھے اعمال کا ذکر فرمایا اور اس نے اُن کے بُرے اعمال کو معاف فرمایا ہے (تو صرف اچھے اعمال کا ذکر پڑھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں کبھی اُن کے مرتبہ کو نہ پہنچوں گا (کہ ان سے بُرے اعمال صادر نہیں ہوتے) اور اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا اہلِ نار اور ان کے بُرے اعمال کا اور اُس نے اُن کے نیک اعمال کو ان (کے مُنہ) پر مار دیا ہے (یہ نہ سمجھو کہ انھوں نے اچھے عمل کیے ہی نہ تھے) کہ (یہ سمجھ کر) ایک کہنے والا یہ کہنے لگے گا کہ میں ان لوگوں سے اچھا ہوں اور (یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب کا (ساتھ ساتھ) ذکر کیا ہے تاکہ مؤمن راغب (رحمت کی طرف) اور راہب (یعنی عذاب سے ڈرنے والا بھی) رہے اور اللہ سے غیر حق کی تمنّا کرکے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اب اگر تم نے میری آخری باتوں کو یاد رکھا تو کوئی غائب چیز تمھیں مَوت سے زیادہ عزیز نہ ہو گی اور اگر تم نے میری وصیّت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمھارے لئے مَوت سے زیادہ بُری نہ ہو گی اور تم اُس کو روک نہیں سکتے، اس کو ابنِ ابی شیبہؒ نے روایت کیا۔ اور قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں یہ روایت اسی

كتاب الخراج نحوه الا انه قال عن زبيد بن الحارث عن ابن سابط وساق الحديث وعن اسماء بنت عميس انه قال له يا ابن الخطاب انى انما استخلفتك نظرا لما خلفت ورائى وقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرايت من اثرته انفسنا على نفسه واهلنا على اهله حتى ان كنا لنظل نهدى الى اهله من فضول ما يأتينا عنه وقد صحبتنى فرايتنى انما اتبعت سبيل من قبلى والله ما نمت فحلمت ولا توهمت فسهوت لعلى السبيل ما زغت وان اول ما احذرك يا عمر نفسك وان لكل نفس شهوة فاذا اعطيتها تمادت فى غيرها واحذرك هؤلاء النفر من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم الذين قد انتفخت اجوافهم وطمحت ابصارهم واحب كل امرء منهم لنفسه وان لهم لحيرة عند زلة واحد منهم فاياك ان تكون واعلم انهم لن يزالو منك خائفين ما خفت الله لك مستقيمين ما استقامت طريقتك هذه وصيتى واقرأ

طرح اخذ کی ہے بجز اس کے کہ انھوں نے روایت کی ہے زبید بن الحارث سے اُنھوں نے ابن سابط سے اور حدیث کو شروع کر دیا۔ اور اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ نے عمرؓ سے کہا کہ اے ابن الخطابؓ! میں نے تم کو خلیفہ بنایا اُس کام پر نظر کرتے ہوئے جو تم نے میرے بعد قائم مقام ہو کر کیا اور (اس وجہ سے) کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہو تم نے آنحضرت ؐ کا ہمارے نفسوں کو اپنے نفس پر اور ہمارے اہل وعیال کو اپنے اہل پر ترجیح دینا دیکھا ہے یہاں تک کہ ہم ہمیشہ اُن کے اہل کے پاس جو کچھ ہمارے پاس آپ کے پاس سے آنے کے بعد بچا کھچا ہوتا تھا وہ پہنچایا کرتے تھے اور تم میری صحبت میں بھی رہے ہو میں بھی اسی راستہ پر چلا ہوں جو مجھ سے پہلے تھا (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق پر) واللہ اس اندیشہ سے کہ کہیں اس راستہ سے میں ہٹ تو نہیں گیا میں نہیں سویا کہ پریشان خواب دیکھنے لگا اور جب اس وہم میں مبتلا ہوا تو مجھ سے سہو ہونے لگا اور سب سے پہلے اے عمرؓ! جس چیز سے میں تم کو ڈراتا ہوں وہ تمھارا نفس ہے اور ہر نفس میں کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے پھر جب تم اس کی خواہش پوری کر دو گے تو وہ بڑھ کر دوسری کی طرف پہنچے گا اور میں تم کو اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اُن لوگوں کے طریقہ سے بچانا چاہتا ہوں جن کے پیٹ پھول گئے اور ان کی نگاہیں اونچی ہو گئیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کو پسند کرنے لگا اور ہر لغزش کو ایک خیر سمجھنے لگا۔ خبردار کہ تم ایسے ہو جاؤ۔ اور جان کہ ہمیشہ لوگ تم سے خائف رہیں گے جب تک تم اللہ سے خائف رہو گے اور لوگ تم سے سیدھے رہیں گے جب تک تمھارا طریقہ سیدھا رہیگا۔ یہ میری وصیت ہے

علیك السلام أخرجہ ابو یوسف رح
اینجا نکتہ ایست باید دانست کہ صدیق
اکبر رض مشارک بود با سائر علماء صحابہ رض در علم
کتاب و سنّت مدارِ مزیتے کہ درمیانِ
ایشاں داشت خصلتے دیگر است و آں
آن است کہ نصیبِ وے رضی اللہ عنہ از
تقاسیمِ رحمتِ الٰہی آں بود کہ چوں مسئلہ
وارد می شد یا مشورتے در پیش مے
آمد فراستِ خود را درپے آں مے
دوانید دریں اثنا شعاعے از غیب
بر دلِ او مے افتاد و بآں شعاع
بر حقیقتِ کار مہتدی مے گشت و
مطرح ایں شعاع از لطائفِ نفس او
لطیفۂ قلبیہ می بود لہٰذا بصورتِ
عزیمت ظاہر می شد نہ بطریقِ مکاشفہ
و باَیں واقعہ درویش مے افتاد نہ در رنگِ
خاطر و سخن را بطریق غلبۂ سکر ادا می فرمود
نہ بطورِ صحو و سخن کم مے گفت و چوں
می گفت خطائے نکرد و لہٰذا چوں
در قصۂ عریش حسبك مناشدتك
مع ربك گفت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم شناختند کہ ایں واقعہ

اب میں تم کو سلام کہتا ہوں، اس کو ابو یوسف رح نے روایت کیا۔ یہاں
ایک نکتہ ہے جاننا چاہیئے کہ صدیق اکبر رض تمام علماء صحابہ رض کے
ساتھ کتاب و سُنّت میں مشارک تھے۔ ان کے درمیان جو
زیادتی (افضلیت) آپ رکھتے تھے اس کا مدار ایک دوسری
خصلت ہے اور وہ یہ ہے کہ رحمتِ خداوندی کی تقسیمات میں
سے اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں یہ آیا تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیدا
ہوجاتا تھا یا کوئی مشورہ سامنے آتا تھا تو آپ اپنی فراست کو
اس کے پیچھے دوڑاتے تھے اس دَوران میں غیب سے ایک شعاع
ان کے دل پر پڑتی تھی اور اس شعاع سے وہ حقیقت کار سے
مطلع ہوجاتے تھے اور اس شعاع کے واقع ہونے کا مقام
اُن کے لطائف نفس میں سے لطیفہ قلبیہ ہوا کرتا تھا لہٰذا وہ
حقیقت بصورتِ عزیمت ظاہر ہوتی تھی نہ بطریقِ مکاشفہ (کہ
جس میں صورت مثالی محسوس ہو کہ اس میں تاویلات کا احتمال
ہوتا ہے) اور (جو حقیقت قلب پر پڑتی تھی) وہ واقعہ کے طور
پر پڑتی تھی خیال کے رنگ میں نہیں۔ اور (اس حالت میں)
آپ بات کو بطریق غلبۂ سکر ادا فرمایا کرتے تھے بطور صحو نہیں
اور آپ بات کم کہتے تھے اور جب کہتے تھے تو وہ بے خطا ہوتی
تھی اور اسی بناء پر ہے کہ جب قصۂ عریش میں آپ نے کہا
حسبك مناشدتك مع ربك (بس کافی ہوچکا
آپ کا اپنے رب کے سامنے اُس کے وعدوں کا ذکر
کرنا) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ
یہ وقوع کی خبر کس طرف سے ہے۔

عہ قلب پر ایسے حال کا ظاہر ہونا کہ وہ اُن چیزوں کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جن کا پوشیدہ رکھنا اس کے وارد ہونے سے پہلے ضروری تھا اس کو اصطلاح میں سکر کہتے ہیں۔ اس حالت میں شعور کا زائل ہونا ضروری نہیں مگر کمال شعور میں کمی آجاتی ہے۔ اور جب شعور پورے طور پر قائم ہو جیسا اس حال سے پہلے تھا اس حالت کو صحو کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

از کجاست وقِس علیہ سائر خطبہ
واحکامہ ازینجا واضح شد کہ خلیفۂ اوّل
را صدّیقِ اکبر چرا گفتند اخرج
الحاکم عن النزال بن سبرۃ عن
علی رضی اللہ عنہ انہ قال فی
ابی بکرٍ ذاک امرءٌ سمّاہ اللہ تعالیٰ
صدّیقاً علیٰ لسانِ جبرئیل
و محمّدٍ صلی اللہ علیہما و سلّم
صاحب کشف المحجوب سخنے از مشائخ
صوفیہ نقل کردہ است کہ پیرامون ہمین
نکتہ میگردد مشائخ صدّیقِ اکبرؓ
را مقدّم ارباب مشاہدہ داشتہ اند
مر قلّت حکایت و روایتش را
و عمرؓ را مقدّم ارباب مجاہدہ
نہند مر صلابۃ و معاملتش را شاہدِ
آں حدیثِ اسرار و جہر ایشانان در
نمازِ تہجد انتہےٰ چوں ایں مبحث تمام شد
الحال پارۂ از مواعظ و رقائق حضرت
صدیق رضی اللہ عنہ و حکمت ہائے او
برنگاریم عن عبد اللہ بن عُکَیم قال خطبنا
ابوبکرٍ فقال امّا بعد فانّی اُوصیکم بتقوی
اللہ و ان تثنوا علیہ بما ھو لہ اھل و
ان تخلطوا الرغبۃ بالرھبۃ وتجمعوا الالحاف
بالمسألۃ فانّ اللہ اثنیٰ علی زکریا و علی
اھل بیتہ فقال انّھم کانوا یسارعون

اور اسی پر قیاس کر لیجئے اُن کے تمام خطبوں اور احکام کو یہاں
سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ خلیفۂ اوّلؓ کو صدیقِ اکبر کیوں کہتے
ہیں؟ حاکم روایت کرتے ہیں نزال بن سبرہؒ سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے ابوبکرؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایسے شخص تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ
نے صدّیق لیا ہے زبانِ جبرئیل و زبانِ محمّد صلے اللہ علیہما وسلم پر۔
صاحب کشف المحجوب (داتا گنج بخش علیؒ ہجویری لاہوری) نے
مشائخ صوفیہ سے ایک بات نقل کی ہے وہ بھی اسی نکتہ سے تعلق
رکھتی ہے کہ صدیقِ اکبرؓ کی قلّتِ حکایت و روایت کے پیشِ نظر
مشائخ نے صدیقِ اکبرؓ کو مقدّم (امام) اربابِ مشاہدہ کہا
ہے (کہ حق تعالیٰ کے نورِ وجود کے شہود سے اس حالت میں اپنی
ذات کی بھی خبر نہیں رہتی، تکلّم بھی ختم ہوجاتا ہے اور حکایت و
روایت سب تکلّم پر ہی متفرع ہیں ع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد)
اور عمرؓ کو مقدّم (امام) اربابِ مجاہدہ رکھا ہے اُن کی سختی اور اعمال
عبادت کے پیشِ نظر۔ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں نمازِ تہجد میں
ان دونوں حضرات کے اسرار و جہر کا ذکر ہے (حضرت ابوبکرؓ تہجد میں
قرآن بہت ہلکی آواز سے پڑھتے اور حضرت عمرؓ خوب زور سے) انتہیٰ۔
جب یہ مبحث پورا ہوگیا اب تھوڑا سا حصّہ حضرت صدیق رضی اللہ
عنہ کے مواعظ اور رقائق (یعنی قلب میں سوز و گداز پیدا کرنے والا
کلام) اور ان کی حکمتوں کا بھی لکھ دینا چاہتے ہیں۔ مروی ہے
عبداللہ بن عکیمؓ سے اُنھوں نے کہا کہ ہم کو خطبہ دیا ابوبکرؓ نے اور فرمایا۔
امّا بعد (یعنی بعد حمد و صلوٰۃ) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو
اور اللہ کی ایسی حمد و ثنا کرو جس کا وہ اہل ہے اور ہمیشہ (جنّت و مغفرت
کی) رغبت کو (دوزخ و عذاب کے) خوف کے ساتھ ملاتے رکھو اور شامل
رکھو (اللہ تعالیٰ کے حضور میں) سوال کے ساتھ الحاف (یعنی عاجزانہ
طلب اصرار کے ساتھ) کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکریاؑ نبی اور اُن کے

فِی الْخَیْرٰتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ
رَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ۝
ثم اعلموا عِبَادَ اللهِ ان الله قد
ارتهن بحقہ انفسکم واخذ علی
ذلك مواثيقكم واشترى منكم
القليل الفانی بالكثیر الباقی وهذا
کتابُ اللهِ فیکم لا تفنی عجائبه
ولا یطفأ نوره فصدقوا بقوله
وانتصحوا کتابه واستبصروا فیه
لیوم الظلمة فانما خلقکم للعبادة
ووکل بکم الکرام الکاتبین یعلمون
ماتفعلون ثم اعلموا عباد الله انکم
تغدون وتروحون فی اجلٍ قد
غیب عنکم علمه فان استطعتم
ان تنقضی الآجال وانتم فی عمل الله
فافعلوا ولن تستطیعوا ذلك الا بالله
نسابقوا فی مهل آجالکم
قبل ان تنقضی آجالکم
فتردکم الی سوء اعمالکم
فان اقواما جعلوا آجالهم
لغیرهم ونسوا انفسهم
فانهاکم ان تکونوا
امثالهم فالوحاء الوحاء
والنجاء النجاء فان وراءکم
طالبا

اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا الخ (۲۱: ۹۰)
یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید وبیم کے ساتھ ہماری
عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔" پھر اے اللہ
کے بندو! یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے حق کے بدلے میں تمہارے
نفوس کو رہن رکھا ہے اور اس پر تم سے پختہ عہد لیا ہے اور اس نے
تم سے تھوڑی اور فنا ہونے والی چیز (حیاتِ دنیا) کو خریدا ہے بہت
اور ہمیشہ رہنے والی چیز (جنت) کے بدلے میں اور یہ اللہ کی کتاب
تم میں موجود ہے جسکے عجائب ختم نہیں ہوتے اور اس کا نور نہیں بجھتا
تو اس کے قول کی تصدیق کرو اور اللہ کی کتاب سے نصیحت حاصل
کرو اور اس میں بصیرت حاصل کرو ظلمت والے دن (یعنی یوم قیامت)
کیلئے کیونکہ اللہ نے تم کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور تم پر
متعین کر دیا ہے کراماً کاتبین کو جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو
پھر اے اللہ کے بندو! یہ بھی جان لو کہ تم صبح وشام برابر موت کیطرف
چل رہے ہو جس کا علم تم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے پھر اگر تم ایسا
کرسکو کہ (موت کے وقت معین اور موجودہ وقت کی
درمیانی) ساعتیں اس طرح پوری ہوں کہ تم اللہ کے
کام میں لگے رہو تو ایسا کرلو اور تم اس پر قدرت ہرگز
نہیں پاسکتے مگر اللہ کی توفیق سے تو اے لوگو!
جلدی کرو (نیک اعمال کرنے میں) اپنی ان مہلتوں کے
زمانہ میں قبل اس کے کہ وقت معین پورا ہو پھر وہ تم
کو تمہارے اعمال کی برائی کی طرف دھکیلے کیونکہ بہت
اقوام ہیں جنہوں نے اپنے اوقات (کی متاعِ گرانمایہ)
کو دوسروں کے لئے (ضائع) کر دیا اور اپنے نفوس کو بھلا دیا
تو میں تم کو روکتا ہوں کہ تم ایسے نہ بن جانا۔ تو جلدی کرو جلدی
کرو نجات (کی طرف دوڑو) نجات (کی طرف) کیونکہ تمہارے

حثیثًا مُبرِّزًا سریعًا اخرجہ ابن ابی شیبۃ والحاکم وعن انس قال کان ابوبکر یخطبنا فیذکر بدء خلق الانسان فیقول خُلِق من مجری البول مرتین فیذکر حتی یتقذر احدنا نفسہ اخرجہ ابن ابی شیبۃ واین خطبہ ابلغ علاج عجب نفس است وعن عرفجۃ السلمی قال قال ابوبکر ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا اخرجہ ابن ابی شیبۃ وفی الاحیاء عن ابی بکر الصدیق انہ کان یقول فی خطبتہ این الوضاۃ الحسنۃ وجوھھم المعجبون بشبابھم این الملوک بنوا المدائن وحصنوا بالحیطان این الذین کانوا یعطون الغلبۃ فی مواطن الحرب قد تضعضع بھم الدھر فاصبحوا فی ظلمات القبور الوحا الوحا النجا النجا وعن مجاھد قال قام ابوبکر خطیبا فقال ابشروا فانی ارجو ان یتم اللہ ھذا الامر حتی تشبعوا من الزیت والخبز اخرجہ ابن ابی شیبۃ واین خطبہ در وقتے بود کہ مسلمین را بجہاد شام می فرستاد ودرینجا بشارت است بفتح شام زیراکہ

پیچھے تیزی کے ساتھ ڈھونڈنے والا وفعۃً سرعت کے ساتھ پہنچ جانے والا لگا ہوا ہے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ اور حاکم نے۔ اور مروی ہے انس رض سے کہا کہ ابوبکر رض ہم کو خطبہ دیا کرتے تھے اور انسان کی ابتداء پیدائش کا ذکر کیا کرتے اور فرماتے کہ وہ پیدا کیا گیا پیشاب کے جاری ہونے کی جگہ سے دو مرتبہ (ایک مرتبہ مرد کے مجرائے بول کا ہے اور دوسرا مرتبہ عورت کے مجرائے بول کا) پھر ہم کو اس ڈھنگ سے نصیحت کیا کرتے تھے کہ ہم میں کا ہر ایک اپنی ذات سے گھن کرنے لگتا تھا، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ نفس کی خودپسندی کا پورا پورا علاج ہے۔ اور عرفجہ سلمی رض سے مروی ہے کہا کہ (ایک مرتبہ) ابوبکر رض نے فرمایا کہ روؤ۔ اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بنالو، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ مروی ہے ابوبکر صدیق رض سے کہ آپ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے کہاں گئے وہ گورے رنگ کے لوگ جن کے چہرے خوبصورت تھے جو اپنی جوانی سے پھولے نہ سماتے تھے کہاں گئے وہ بادشاہ جنھوں نے شہروں کی بنیادیں رکھیں اور ان کو دیواروں سے قلعہ بند کیا، کہاں گئے وہ لوگ جو جنگ کے مواقع پر فتحمند رہا کرتے تھے، ان کو زمانہ نے ایک جھٹکا دیا تو سب قبر کی اندھیریوں میں پہنچ گئے۔ بس جلدی کرو۔ جلدی! نجات، نجات۔ اور مروی ہے مجاہد سے کہا کہ ابوبکر رض خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بشارت سنو کہ میں کامل امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس امر (تمکین فی الارض) کو پورا کرے گا یہاں تک کہ تم روغن زیتون اور روٹی پیٹ بھر کر کھاؤ گے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ اور یہ خطبہ اس وقت کا ہے جبکہ مسلمانوں کو آپ شام کے جہاد کے لئے بھیج رہے تھے اور اس جگہ فتح شام کی بشارت ہے کیونکہ زیتون

زیست ہمین در شام یافتہ می شود عن اسلم
مولیٰ عمر ان عمر اطلع علی ابی بکر وھو یمد لسانہ
فقال ما تصنع یا خلیفۃ رسول اللہ فقال ان ھذا
اوردنی الموارد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم قال لیس شیٔ من الجسد الا وھو یشکو
ذربۃ اللسان اخرجہ ابو یعلیٰ و فی الاحیاء
قال ابو بکر الصدیق لا یحقرن احدکم احدا من
المسلمین فان صغیر المسلمین عند اللہ کبیر و
فی الاحیاء ایضا قال ابو بکر وجدنا الکرم فی
التقوی والغنا فی الیقین والشرف فی
التواضع وعن عائشۃ عن ابی بکر کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حزنہ الامر قال
اللھم خرلی واخترلی اخرجہ ابو یعلیٰ عن
عروۃ عن عائشۃ او عن اسماء ان ابا بکر
قام مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من العام المقبل من العام الذی توفی
فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصیف عام الاول ثم فاضت عیناہ
ثم قال انی سمعت نبیکم صلی اللہ
علیہ وسلم فی الصیف عام
الاول ثم فاضت عیناہ ثم
قال انی سمعت نبیکم صلی
اللہ علیہ وسلم

شام میں ہی پایا جاتا ہے. مروی ہے اسلم مولےٰ عمرؓ سے کہ عمرؓ
حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے (ایسے وقت میں) جب کہ وہ
اپنی زبان کھینچ رہے تھے. تو عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ
آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہی ہے جس نے مجھے مقامات
ہلاکت میں ڈالا. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسد میں
جتنی بھی چیزیں ہیں سب ہی زبان کی تیزی کی شکایت کرتی ہیں،
اس کو روایت کیا ابو یعلےٰ نے. اور احیاء العلوم میں ہے کہ ابوبکر
صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مسلمانوں میں سے کسی کو ہرگز
حقیر نہ سمجھے کیونکہ مسلمانوں میں سے جو (دنیا میں) کم رتبہ ہے وہ
اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے. اور احیاء میں یہ بھی ہے کہ
ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگی تقویٰ میں پائی اور غنا یقین میں
پایا (یعنی خلق سے وہ شخص بے پرواہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حاجت روا
ہونے کا یقین رکھتا ہو) اور شرف تواضع میں پایا. اور عائشہؓ
روایت کرتی ہیں ابوبکرؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب
کوئی بات غمگین کرتی تو آپؐ یہ کہتے، یا اللہ! میرے لئے خیر سمجھئے
اور (اچھی بات کو) میرے لئے آپ ہی پسند کر لیجئے، اس کو
ابو یعلےٰ نے روایت کیا. اور مروی ہے عُروہؓ سے وہ روایت
کرتے ہیں عائشہؓ سے یا اسماءؓ سے کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوئے جس سال میں کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی اس سے اگلے سال پھر بولے کہ "میں
نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سال گرمی کے
موسم میں." اس کے بعد ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے.
پھر بولے کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
پہلے سال گرمی کے موسم میں." پھر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے.
پھر فرمایا کہ "میں نے سنا ہے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

فی الصیفِ عامَ الاوّل یقول سَلُوا اللّٰہَ
العفوَ (من المعاصی) والعافیۃَ (من الامراض) والمُعافاتَ فے الدّنیا و
الآخرۃ اخرجہ احمد وابو یعلےٰ وللحدیث طُرقٌ
مختلفۃٌ والفاظٌ متغائرۃٌ فی بعضہا انہ لم یُقسم
شیٌ بین الناس افضلَ من المُعافاتِ
بعد الیقینِ اَلَا اِنّ الصّدقَ والبرَّ فے الجنّۃِ
واِنّ الکذبَ والفجورَ فے النّارِ و فے
بعضہا سَلُوا اللّٰہَ العفوَ والعافیۃَ والیقینَ
فے الاُولےٰ والاُخرٰی و فی بعضہا من
الزیادۃ ولا تقاطعُوا ولا تباغضُوا ولا
تحاسدُوا وکونُوا عباد اللّٰہ اِخوانًا کما
اَمرکم اللّٰہ و عن انس قال قال ابوبکر
بعدَ وفاتِ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ
وسلم لعُمر انطلِقْ بِنا الےٰ اُمّ اَیمَن
نزورُہا کما کانَ رسولُ اللّٰہ صلے اللّٰہ
علیہ وسلم یزورُہا فلمّا انتہیا الیہا بکَتْ
فقالا لہا مَا یُبکیکِ مَا عِندَ اللّٰہ خیرٌ لرسولِہٖ
قالَ (الراوی) فقالَت مَا اَبکی اَن لا اَکونَ اَعلَمُ
اَن مَا عندَ اللّٰہ خیرٌ لرسولِہٖ ولٰکن
اَبکی اَنّ الوحیَ انقطعَ من السّمآء
فہیّجتہما علے البکآء فجعلا
یبکیانِ معہا اخرجہ
ابو یعلےٰ و عن انس انّ
ابا بکر دخلَ علے النّبیّ

پہلے سال گرمی کے موسم میں کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ سے سوال
کرو عفو (یعنی گناہوں سے معافی) کا اور عافیت (یعنی امراض
سے رہائی یعنی تندرستی) کا اور معافات کا (یعنی اللہ ہم کو دوسروں کا
اور دوسروں کو ہمارا محتاج نہ کرے) دنیا اور آخرت میں،
اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلےٰ نے اور اس حدیث کی مختلف
سندیں ہیں اور ان میں الفاظ کا تغیّر بھی ہے۔ بعض روایات
میں یوں ہے کہ لوگوں کے درمیان ایمان کے بعد کوئی چیز معافا
سے بہتر تقسیم نہیں کی گئی۔ یاد رکھو سچائی اور نیکی کا مقام جنت
میں ہے اور جھوٹ اور بدکرداری کا دوزخ میں۔ اور بعض روایا
میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو معافی اور تندرستی اور یقین دنیا
اور آخرت میں۔ اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ اور ایک
دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور نہ حسد کرو اور اللہ کے بندے
بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور
مروی ہے انس رض سے کہا کہ بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے ابوبکر رض نے عمر رض سے کہا کہ ہمارے ساتھ اُمّ ایمن رض سے
ملنے چلو جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس جایا
کرتے تھے۔ تو جب دونوں اُن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں
ان دونوں نے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ جو اللہ کے پاس ہے
وہ اُس کے رسول ؐ کے لئے بہتر ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ میں
اس لئے تو نہیں روتی کہ میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ
جو اللہ کے پاس ہے وہ اُس کے رسول ؐ کے لئے بہتر ہے لیکن
مَیں اس بات سے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا منقطع ہوگیا۔
تو اُمّ ایمن رض نے (یہ کہہ کر) ان میں بھی جوشِ گریہ پیدا کر دیا
اور یہ دونوں بھی اُن کے ساتھ رونے لگے، اس کو ابو یعلےٰ
نے روایت کیا۔ اور مروی ہے انس رض سے کہ ابوبکر رض رسول اللہ

۹/۲

صلی اللہ علیہ وسلم کئیباً فقال له
النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالی اراک
کئیباً قال یا رسولَ اللہ کنتُ عند ابن
عمٍ لی البارحۃَ وھو یکیدُ بنفسہ قال
فھلّا لقّنتہٗ لا الٰہ الا اللہ قال قد فعلتُ
یا رسولَ اللہ قال فقالھا قال نعم قال
وَجبت لہ الجنّۃُ قال ابو بکر کیف
ھی (الکلمۃ) للاحیاء۔ یا رسولَ اللہ قال ھی
اَھْدَمُ لذنوبھم ھی اھدمُ لذنوبھم
اخرجہ ابو یعلیٰ وعن زید بن ارقم
عن ابی بکر ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال لایدخل الجنّۃَ جسدٌ
غُذِیَ بحرامٍ اخرجہ ابو یعلیٰ وعن
ابی بکر عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال
لایدخل الجنّۃَ خبٌّ (مکار) ولا سیّئُ الملکۃ (بدخلق)
وان اوّل مَن یقرع بابَ الجنّۃ
المملوکُ والمملوکۃ اذا اَحسَنا عبادۃَ
ربّھما ونصحا لسیّدھما (عبد وجاریۃ) اخرجہ احمد و
ابو یعلیٰ بطرقٍ مختلفۃٍ والفاظٍ متغایرۃٍ
فی بعضھا قال رجلٌ یا رسول اللہ
اخبرتنا ان ھٰذہ الاُمّۃ اکثرُ
الاُمَم مملوکینَ واِمَآءً قالَ
فاَکرِموھم کرامۃَ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غمگین پہنچے تو اُن سے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے میں تم کو غمگین دیکھتا ہوں۔
عرض کیا کہ یارسول اللہؐ گزشتہ رات میں اپنے چچا کے بیٹے
کے پاس تھا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ع تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس
کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیوں نہ کی؟ تو انھوں نے کہا
کہ کی تھی یارسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُس نے اس کو
کہہ لیا؟ ابو بکرؓ نے کہا جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس کے لئے
جنّت واجب ہو گئی۔ تو ابو بکرؓ نے کہا کہ ... یارسول اللہؐ یہ
کلمہ زندوں کے لئے کیسا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمہ لوگوں کے
گناہوں کو مسمار کر دینے والا ہے۔ یہ کلمہ لوگوں کے گناہوں کو
مسمار کر دینے والا ہے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور زید
ابن ارقمؓ ابو بکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جنّت میں کوئی ایسا جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام
غذا دی گئی ہے، اس کو روایت کیا ابو یعلیٰ نے۔ اور ابو بکرؓ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جنّت میں کوئی دھوکے باز
اور بد طینت داخل نہ ہوگا اور سب سے پہلے جنّت کا دروازہ مملوک
(غلام) اور مملوکہ (باندی) کھٹکھٹائیں گے جب کہ انھوں نے
اپنے رب کی عبادت عمدگی کے ساتھ کی ہوگی اور اپنے آقا کی خیر خواہی
بھی کرتے رہے ہوں گے، اس کو روایت کیا احمد اور ابو یعلیٰ نے
مختلف سندوں اور متغایر الفاظ کے ساتھ۔ بعض روایات میں یہ
ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! آپ نے ہمیں خبر دی ہے
کہ اس اُمّت میں غلام اور باندیاں تمام اُمّتوں سے زیادہ ہونگی۔
آپؐ نے فرمایا تو تم اُن کی ایسی عزّت کرو جیسی اپنی اولاد کی عزّت

ع محاورۂ عرب یہ ہے کہ گزشتہ رات کا ذکر جب زوال سے پہلے کرتے ہیں تو اللیلۃ کہتے ہیں اور جب بعد زوال کرتے ہیں تو البارحۃ کہتے ہیں ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

اولادکم و اَطعِمُوھم مما تاکلون و اکسوہم مما تکسُون قالَ فما ینفعنا من الدّنیا یا رسول اللہ قالَ فرسٌ ترتبطہ فی سبیل اللہ و مملوکٌ یکفیکَ فاذا صلّیٰ فہو اخوکَ وَ فی بعضہا زیادۃٌ ملعونٌ من ضارّ مُسلماً او غیرَہٗ وَ عن ابی بکر سألتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ما شیّبکَ قال شیّبتنی ہودٌ والواقعۃُ و عمّ یتسآءلون واذا الشمس کُوّرت اخرجہ ابو یعلیٰ وَ عن ابی بکر قال قالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اہلَ الجنّۃِ لا یتبایعونَ ولو تبایعُوا ماتبایعوا اِلاّ بِالبزِّ اخرجہ ابو یعلیٰ بسندٍ غریبٍ جدّاً وَ معنی حدیث آنست کہ افضل مکاسب کسبی است کہ اقرب بنفع خلق اللہ باشد و اَبعد از شبہ ربوا و دور تر از نجاسات و نزدیک تر بمروّت وَ عن ابی بکر عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علیکم بلا اِلٰہ الاّ اللہ و الاستغفارِ فاکثروا منہما فانّ ابلیس قال اہلکتُ النّاس بالذنوب فاَہلکونی بلا اِلٰہ الاّ اللہ و الاستغفارِ فلمّا رأیتُ ذٰلک اہلکتُہم بالاَہوآء و ہم یحسبُونَ انّہم مہتدونَ

اخرجہٗ

کرتے ہو اور ان کو وہ کھانا کھلاؤ جس میں سے تم خود کھاتے ہو۔ اور اُن کو ایسا لباس پہناؤ جس کو تم خود پہنتے ہو۔ اُس شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہمیں دنیا کی کیا چیز نفع پہنچیگی: تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ گھوڑا جو تو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (کام لینے کے لئے) باندھے اور ایک مملوک کافی ہے تیرے لئے تو جب وہ نماز پڑھے تو تیرا بھائی ہے۔ اور بعض روایات میں یہ زیادتی ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان یا غیر مسلمان کو نقصان پہنچاتے۔ اور ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپؐ کو کس چیز نے بوڑھا کر دیا؟ فرمایا کہ مجھے بوڑھا کر دیا (سورۃ) ہود نے اور واقعہ اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے، اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور مروی ہے ابو بکرؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اہلِ جنّت خرید و فروخت نہ کرینگے اور اگر خرید و فروخت کریں تو کس چیز کی کریں بجز کپڑے کے، اس کو ابو یعلیٰ نے بہت غریب سند سے روایت کیا۔ اور معنے حدیث کے یہ ہیں کہ کمائی کے حیلوں میں سے سب سے افضل وہ پیشہ ہے جو خلق اللہ کو نفع پہنچانے سے قریب تر ہو اور بعید ہو شبہ ربوٰ سے اور دور تر ہو نجاسات سے اور نزدیک تر ہو مروّت (یعنی خدمتِ خلق) سے۔ اور مروی ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارے اوپر لازم ہے لا الٰہ الاّ اللہ اور استغفار تو ان دونوں کو بکثرت پڑھو۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ہلاک کیا گناہوں سے اور انھوں نے مجھے ہلاک کیا لا الٰہ الاّ اللہ اور استغفار سے جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے ان کو ہلاک کیا نفسانی خواہشوں سے دراں حالیکہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں، اس کو

ابو یعلیٰ وفی الاحیاء قال سعید بن المسیب لما احتضر ابو بکر رضی اللہ عنہ اتاہ ناس من اصحابہ فقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زَوِّدْنا فانا نراک (من شدۃ المرض) فقال ابو بکر رضی اللہ عنہ مَن قالَ ہؤلاء الکلماتِ ثم ماتَ جعلَ اللہ رُوحَہ فی الاُفقِ المبین قالوا ما الاُفقُ المبینُ قال قاعٌ بینَ یدی العرش فیہا ریاضٌ و انہارٌ و اشجارٌ تغشاہُ کلَّ یوم مائۃُ رحمۃٍ فمن قال ہذا القولَ جعل اللہ روحَہ فی ذلکَ المکان وہو اَللّٰہمَّ انک اَبدأتَ الخلقَ من غیر حاجۃٍ بک الیہم ثم جعلتَہم فریقَین فریقًا للنعیم و فریقًا للسَّعیر فاجعلنی للنّعیم ولا تجعلنی للسَّعیر اللّٰہم انک خلقتَ الخلقَ فِرَقًا و میّزتَہم قبلَ ان تخلقَہم فجعلتَ منہم شقیًّا و سعیدًا و غویًّا و رشیدًا فاَسعِدْنی بطاعتک ولا تُشقِنی بمعاصیک اللّٰہمّ انکَ علمتَ ما تکسبُ کلُّ نفسٍ قبلَ ان تخلقَہا فلا محیصَ لہا مما علِمتَ فاجعلنی ممن شغلتَہ بطاعتِک

ابو یعلیٰ نے روایت کیا۔ اور احیاء العلوم میں ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو اُن کے پاس اُن کے اصحاب میں سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہمیں کچھ روح کی غذا (یعنی نصیحت کی بات اور دُعا) عطا کر دیجئے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں جو (شدّتِ مرض) آپ کے اوپر ہے۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو یہ کلمات کہے گا اور پھر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی رُوح کو اُفق مبین میں پہنچا دے گا۔ اُنھوں نے کہا کہ اُفق مبین کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان ہے عرش کے سامنے اُس میں باغ ہیں اور نہریں ہیں اور درخت ہیں اُس کو روزانہ سو رحمتیں ڈھانپ لیتی ہیں تو جو شخص یہ کلمات کہے گا اللہ تعالیٰ اُس کی روح کو اس مکان میں داخل کر دے گا اور وہ یہ ہیں: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَبْدَأْتَ الخ (ترجمہ) یا اللہ بیشک آپ نے خلق کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ آپ کو اُن کی طرف کوئی حاجت ہو پھر آپ نے اُن کے دو فریق بنائے ایک فریق جنّت کے لئے اور ایک فریق دوزخ کے لئے تو مجھے جنّت کے لئے تجویز کر دیجئے اور دوزخ کے لئے نہ کیجئے۔ اے اللہ! آپ نے خلق کو مختلف فرقوں پر پیدا کیا اور پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کو متمیز کر دیا ان میں سے بعض کو آپ نے شقی بنایا اور بعض کو سعید اور بعض کو غوی (گمراہ) اور بعض کو رشید، تو مجھ کو سعید بنا دیجئے اپنی فرمانبرداری سے اور مجھ کو شقی نہ بنایئے اپنی نافرمانیوں سے۔ یا اللہ! بیشک آپ کو سب معلوم ہے جو کسب ہر ایک نفس کرتا ہے قبل اسکے کہ آپ اس کو پیدا کریں تو جس چیز کا آپ کو علم ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تو آپ مجھ کو اُن لوگوں میں داخل کر دیجئے جن کو آپ نے اپنی طاعت میں مشغول رکھا ہے

اللهم ان احدا لا يشاء حتى تشاء فاجعل
مشيئتك ان اشاء ما يقربني اليك
اللهم انك قدرت حركات العباد
فلا يتحرك شيء الا باذنك فاجعل
حركاتي في تقواك اللهم انك خلقت
الخير والشر وجعلت لكل واحد
منهما عاملا يعمل به فاجعلني من خير
القسمين اللهم انك خلقت الجنة
والنار فجعلت لكل واحد منهما اهلا
فاجعلني من سكان جنتك اللهم
انك اردت الهدى بقوم
وشرحت به صدورهم واردت بقوم
الضلالة وضيقت بها صدورهم فاشرح
صدري للاسلام وزينه في قلبي اللهم
انك دبرت الامور وجعلت مصيرها اليك
فاحيني حيوة طيبة بعد الموت وقربني
اليك زلفى (قربت) اللهم من اصبح وامسى
ثقته ورجاؤه غيرك فانك ثقتي
ورجائي ولا حول ولا قوة الا بالله
قال ابوبكر رضي الله عنه وهذا كله
في كتاب الله عز وجل والحال كلمة
چند از باب قيام صديق اكبر رض بحقوق
خلافت برنگاريم وے رضي الله عنه
در بيان فخامة (بزرگی) خلافت راشده
فرموده قالت امرأة

یا اللہ بیشک کوئی نہیں چاہتا جب تک آپ نہ چاہیں تو آپ اپنی مشیت کو اس امر سے متعلق کر دیجئے کہ میں وہ بات چاہوں جو مجھے آپ سے قریب کر دے۔ یا اللہ آپ نے سب بندوں کی حرکات کا اندازہ مقرر کر دیا ہے تو کوئی شے حرکت نہیں کرتی بغیر آپ کے ارادے کے تو آپ میری حرکات اپنے سے تقوای کے لئے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے ہی خیر اور شر کو پیدا کیا اور دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کرنے والے آپ نے بنائے تو مجھے دونوں قسموں میں سے بہتر قسم والا بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے پیدا کیا جنت اور دوزخ کو پھر دونوں میں سے ہر ایک کے لئے آپ نے اہل بنا دیئے تو مجھے آپ اپنی جنت کے رہنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ یا اللہ! آپ نے جس قوم کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا اور ان کے سینوں کو اس کے لئے کشادہ کر دیا اور آپ نے کسی قوم کو گمراہ رکھنے کا ارادہ کیا اور ان کے سینوں کو گمراہی سے تنگ کر دیا (کہ اس میں) ہدایت نہ داخل ہو سکے تو میرے سینہ کو آپ اسلام کے لئے کھول دیجئے اور اس کو میرے قلب میں زینت والا بنا دیجئے۔ اے اللہ! آپ ہی نے جملہ امور کی تدبیر کی اور تمام امور کا مرجع اپنی ہی ذات کو قائم رکھا تو آپ مجھے بعد موت کے پاکیزہ زندگی عطا فرمائیے اور مجھے اپنا تقرب دائمی بخش دیجئے۔ اے اللہ! کسی نے صبح اور شام اس طرح کی کہ اس کا بھروسہ اور امید آپ کے غیر پر ہے لیکن میرا بھروسہ اور امید آپ کی ذات پر ہے اور کوئی پناہ کی جگہ نہیں اور کسی میں کوئی طاقت نہیں بجز اللہ کے۔" ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ سب اللہ عز وجل کی کتاب میں موجود ہے۔ اب ہم چند کلمات صدیق اکبر رض کے حقوق خلافت کی کامل ادائیگی پر لکھتے ہیں۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت راشدہ کی عظمت پر ارشاد فرمایا ایک عورت نے

لابی بکر ما بقاؤنا علی ہذا الامر الصالح الذی
جاء اللہ بہ بعد الجاہلیۃ فقال بقاؤکم
علیہ ما استقامت بکم ائمتکم قالت
وایما الائمۃ قال اما کان لقومک
رؤساء واشراف یامرونہم فیطیعونہم
قالت بلی قال فہم مثل اولئک علی
الناس اخرجہ الدارمی واز کبراء صحابہ رض
وتابعین رح جماعۃ وصف قیام صدیق اکبر رض
کردند بحقوق خلافت عن عبد خیر قال
سمعت علیا یقول قبض رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علی خیر ما قبض علیہ نبی من
الانبیاء واثنی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال ثم استخلف ابو بکر فعمل بعمل رسول
اللہ وسنتہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قبض
ابو بکر علی خیر ما قبض علیہ احد
وکان خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف
عمر فعمل بعملہما وسنتہما ثم قبض علی
خیر ما قبض علیہ احد وکان خیر
ہذہ الامۃ بعد نبیہا وبعد ابی بکر
اخرجہ ابن ابی شیبۃ وعن عائشۃ
انہا کانت تقول توفی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فنزل بابی بکر
ما لو نزل بالجبال لہاضہا (لکسرہا) و
اشرأب (ارتفع) النفاق بالمدینۃ وارتدت
العرب فو اللہ

ابوبکر رض سے کہا کہ ہماری بقاء کی کیا صورت ہے اس امر صالح پر جس
کو اللہ دورِ جاہلیت کے بعد لایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس پر
تمہارا بقاء۔ اُس وقت تک رہے گا جب تک تمہارے ائمہ سیدھے
رہیں گے۔ اُس نے کہا کہ ائمہ کونسے؟ آپ نے فرمایا کیا تیری قوم
میں کچھ رؤساء اور اشراف نہیں ہیں جو قوم کے لوگوں کو حکم
دیتے ہوں اور وہ اُن کی اطاعت کرتے ہوں؟ اُس نے کہا کہ
ضرور ہیں تو آپ نے فرمایا تو وہ لوگوں پر مثل ائمہ کے ہیں،
اس کو روایت کیا دارمی نے۔ اور اکابر صحابہ رض اور تابعین رح کی
ایک جماعت نے صدّیق اکبر رض کے حقوقِ خلافت پر قیام کی تعریف
کی ہے۔ مروی ہے عبد خیر رح سے کہا کہ میں نے علی رض سے سُنا فرماتے
تھے کہ وفات پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے
بہترین حال میں جس پر انبیاء میں سے کسی نبی نے وفات پائی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ کہا کہ پھر ابوبکر رض
خلیفہ بنائے گئے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے عمل اور آپ کی سنّت کے مطابق کام کئے۔ پھر ابوبکر رض نے
وفات پائی جیسی بہترین حالت پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور
وہ اس اُمت کے نبی کے بعد سب سے افضل تھے۔ پھر خلیفہ بنائے
گئے عمر رض تو اُنھوں نے اُن دونوں کے عمل اور اُن کی سُنّت کے
مطابق کام کئے پھر اُنھوں نے وفات پائی جیسی بہترین حالت
پر کسی کی وفات ہوتی ہے اور وہ اس امت کے نبی اور ابوبکر رض
کے بعد سب سے افضل تھے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔
اور مروی ہے عائشہ رض سے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے تو ابوبکر رض پر جو (بوجھ) آپڑا
تھا وہ اتنا سخت تھا کہ اگر پہاڑ پر آپڑتا تو اُس کو بھی توڑ دیتا
اور مدینہ میں نفاق بلند ہوگیا اور عرب مرتد ہوگئے تو واللہ

ما اختلفوا فی نقطۃٍ الا طار ابی بحظہا و
غنائہا فی الاسلام و کانت تقول مع
ہذا ومن رای عمر بن الخطاب عرف انہ خلق
غناءً للاسلام کان واللہ احوذیاً نسیج وحدہ
قد اعدّ للامور اقرانہا اخرجہ ابن ابی شیبۃ
وقال عبداللہ بن الاہتم واعظ الشام فی
خطبتہ الطویلۃ ثم قام بعدہ ابوبکر فسلک (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
سنتہ و اخذ سبیلہ و ارتدت
العرب او من فعل ذلک منہم فابی
ان یقبل منہم بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم الا الذی کان قابلاً
انتزع السیوف من اغمادہا (برکشید ۱۲)
و اوقد النیران فی شعلہا ثم نکب (میانہا ۱۲)
باھل الحق اہل الباطل فلم یبرح
یقطع اوصالہم و یسقی الارض
دماءہم حتی ادخلہم فی الذی (مفاصلہم ۱۲) (ای الاسلام ۱۲)
خرجوا منہ و قررہم بالذی نفروا
عنہ و قد کان اصاب من
مال اللہ بکراً یرتوی علیہ و
جشیۃ ارضعت لہ ولداً لہ
فرای ذلک عند موتہ غصۃ
فی حلقہ فادی ذلک الی
الخلیفۃ من بعدہ و فارق
الدنیا تقیاً نقیاً علی منہاج
صاحبہ اخرجہ الدارمی باز اوّل امرے کہ

اگر (اصحاب نے) ایک نقطہ میں بھی آپس میں اختلاف کیا تو میرے باپ (اس کو حل کرنے کے لئے) اُڑ کر پہنچے کیونکہ اسلام میں اُن کا بڑا اور کارآمد حصہ تھا۔ اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ اور جس نے دیکھا ہے عمر بن الخطاب کو وہ جانتا ہے کہ وہ پیدا کئے گئے تھے اسلام کے لئے کافی اور وافی بنا کر، واللہ بڑے صاحب تدبیر اور خوبیوں والے تھے اور انھوں نے امور کے انتظام پر اُن کے مناسب لوگوں کو تیار کیا تھا، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور عبداللہ بن الاہتم نے جو شام کے واعظ تھے اپنے ایک طویل خطبہ میں کہا۔ پھر قائم ہوئے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رض تو وہ آپ کی سنّت پر چلے اور انھوں نے آپ کے راستہ کو اختیار کیا اور عرب مرتد ہوا یا جس نے اُن میں سے ایسا کام کیا تو ابوبکر رضی نے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان کو معاف کرنے سے انکار کر دیا بجز ایسے شخص کے جو (اسلام کو) قبول کرنے والا تھا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ لیں اور جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے اور اہل حق کو ساتھ لے کر اہل باطل کو اوندھے منہ گرا دیا تو برابر اُن کے جوڑ بند کاٹتے اور زمین کو اُن کا خون پلاتے رہے یہاں تک کہ اُن کو اُس چیز میں داخل کر کے چھوڑا جس سے وہ نکلے تھے (یعنی اسلام میں) اور وہاں اُن کو جما کر چھوڑا جہاں سے وہ بھاگ گئے تھے۔ اور بیت المال میں اُن کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر لاد کر پانی لایا جاتا تھا اور ایک حبشی کنیز تھی جو آپ کے ایک بچہ کو دودھ پلاتی تھی تو آپ نے اپنی موت کے قریب ان کو بھی اپنے حلق میں اٹکا ہوا دیکھا تو اُن کو اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے پاس بھیجدیا اور دنیا سے بحالتِ تقویٰ پاک وصاف گزر گئے اپنے رفیق کے طریقہ پر، اس کو دارمی نے روایت کیا۔ پھر سب سے پہلا کام جس کے پورا کرنیکا

صدیقِ اکبرؓ متصدی اِمضای آن شد انجازِ وعدہ‌ی آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و قضای دیونِ و عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن انہ قالَ قدم علی ابی بکر الصدیق مال من البحرین فقال مَن کان لہ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دَین او عِدۃ فلیأتنی فجآءہ جابر بن عبداللہ فحفن لہ ثلٰث حفنات اخرجہ مالک واخرج البخاری قصۃ حفنات جابر بطرقِ مختلفۃ بعد ازان بالتماس حضرتِ فاروقؓ بجمعِ قرآن بین اللوحین باہتمام عظیم مشغول شد و این قصہ بخوب ترین صورتے در بخاری مذکور است حضرتِ مرتضٰیؓ میگفت رَحِم اللہُ ابابکر جمعَ القرآنَ بین اللوحین بعد ازان نَسَق حضرت صدیقؓ درباب نصبِ عُمال آن بود کہ عاملانِ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم مسلّم می گزاشت مگر آنکہ ایشان خود استعفا کنند فی الاستیعاب کان خالدؓ یعنی ابنِ سعیدٍ واخوتہٗ عُمّالاً لرسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجعوا عن عُمالاتہم حین ماتَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن عُمالتکم ما احدٌ احقُّ بالعمل من عُمّالِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارجعوا الیٰ اعمالکم فقالوا نحن بنو ابی اُحَیحَۃ لانعمل لاحدٍ بعدَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدًا

صدیقِ اکبرؓ نے اہتمام کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کا پورا کرنا اور آپؐ کے قرضوں کا ادا کرنا تھا۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ ابوبکر صدیقؓ کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے کہا (یعنی اعلان کیا) کہ جس کسی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو اُس کو چاہیئے کہ میرے پاس آئے۔ تو اُن کے پاس جابر بن عبداللہؓ گئے تو اُن کو تین دوہتڑیں بھر کر دیں، اس کو روایت کیا امام مالکؒ نے۔ اور بخاریؒ نے جابرؓ کی دوہتڑوں کے قصّہ میں مختلف اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ اس کے بعد حضرت فاروقؓ کے التماس پر قرآن کو دو لوح (یعنی دو گتّوں کے درمیان) جمع کرنے کے اہتمامِ عظیم میں مشغول ہوئے۔ اور یہ قصہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بخاری میں مذکور ہے۔ حضرتِ مرتضٰیؓ فرمایا کرتے تھے اللہ رحمت نازل کرے ابوبکرؓ پر کہ اُنھوں نے قرآن کو دو تختیوں کے درمیان جمع کر دیا۔ اس کے بعد عاملوں کے نصب کرنے کے بارے میں حضرت صدیقؓ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جو عامل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے تھے اُن کو بدستور رہنے دیتے تھے بجز اس کے کہ یہ لوگ خود استعفاء دیں۔ استیعاب میں ہے کہ خالد یعنی خالد بن سعیدؓ اور اُن کے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عُمّال تھے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹ آئے تو اُن سے ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم کیوں اپنے عہدۂ عمالت سے لوٹے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عُمّال میں سے کوئی تم سے زیادہ عمل کا حقدار نہیں ہے؛ اپنے عہدوں پر واپس جاؤ۔ تو اُنھوں نے کہا کہ ہم ابواحیحہ کی اولاد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم کبھی کسی کے لئے عمل (یعنی ملازمت) نہیں کرینگے۔

فمضوا الی الشام فقتلوا جمیعاً و فی الاستیعاب کتب عبداللہ بن الارقم للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم لابی بکر و استکتبہ عمر و استعملہ علی بیت المال وعثمان بعدہ و فی الاستیعاب عتاب ابن اسید استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی مکۃ عام الفتح واقرہ (مال گردانید) علیہا ابوبکر فلم یزل علیہا الی ان مات بعد ازاں ہر کسے را کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ و رعایت او امر فرمودہ بود صدیق اکبر رض بنا بر تعظیم وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در رعایت وے اہتمام تمام می نمود فی الاستیعاب سندر مولی زنباع مثل (گوش و بینی بریدہ) بہ مولاہ فاعتقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اوص بی (در حق من) فقال اوصی بک کل مسلم فلما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی سندر الی ابی بکر فقال احفظ فی وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعالہ (نفقہ داد) ابوبکر حتی توفی ثم اتی بعدہ الی عمر فقال لہ عمر ان شئت ان تقیم عندی اجریت علیک والا فانظر ای المواضع تحب فاکتب لک فاختار سندر مصر فکتب لہ عمر الی عمرو بن العاص تحفظ فیہ وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قدم علی عمرو

پھر یہ سب شام چلے گئے اور سب مقتول ہوئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ عبداللہ بن الارقم رض کاتب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر کاتب ہوئے ابوبکر رض کے اور اُن کو کاتب بنایا عمر رض نے اور اُن کو بیت المال پر عامل بنایا اور اُن کے بعد عثمان رض نے بھی۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح والے سال عتاب بن اُسید رض کو مکہ پر عامل بنایا اور ابوبکر رض نے اُن کو برقرار رکھا پھر وہ برابر اپنے انتقال تک مکہ پر عامل رہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی حفاظت اور رعایت کے لئے حکم فرمایا تھا صدیق اکبر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کے احترام کے پیشِ نظر اُس کی رعایت کرنے کا پورا اہتمام رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ سِندر زنباع کا غلام تھا اُس کے آقا نے اُس کے ناک کان کاٹ دیئے تھے پھر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا۔ اُس نے کہا یا رسول اللہ ! میرے حق میں کچھ وصیّت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرے حق میں ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہوں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو سِندر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کا لحاظ رکھیئے تو اس کا ابوبکر رض نے نفقہ مقرر کر دیا یہاں تک کہ اُن کی وفات ہو گئی۔ پھر اُن کے بعد یہ عمر رض کے پاس آیا تو اُس سے عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو میرے پاس قیام کرنا چاہے تو میں تیرا وظیفہ مقرر کر دوں ورنہ غور کر لے کہ تو کس جگہ رہنا پسند کرتا ہے (وہاں کے حاکم کو) تیرے بارے میں لکھ دوں۔ تو سِندر نے مصر کو پسند کیا تو حضرت عمر رض نے اس کے بارے میں عمرو بن العاص رض کو لکھا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیّت کی حفاظت کرو۔ جب یہ عمرو بن العاص رض کے پاس پہنچا

ارضًا واسعۃً و دارًا و فی
الاستیعاب کان رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم یزور امّ ایمن و کان
ابوبکر و عمر یزورانہا بعد ازان حضرت
صدیق رضہ بتوقیر اہلِ بیتِ نبوت و تعظیم
ایشان اقصے الغایت وصیت فرمود
و قال ابوبکر ارقبوا محمدًا صلے اللہ علیہ
وسلم فی اہل بیتہ رواہ جماعۃ بعد ازاں
در حفظِ ناموس آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در منکوحاتِ او سعی تمام بجا آورد
و در مسئلہ تحریمِ نکاحِ غیر مدخولہ آں
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مباحثہ افتاد
فی الاستیعاب قتیلۃ بنت قیس تزوّجہا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومات
عنہا قبلَ ان یدخل بہا فتزوجہا عکرمۃ بن
ابی جہل بحضرموت فبلغ ابابکر فقال
لقد ہممتُ ان اُحرِقَ علیہما بیتہما فقال لہ
عمر ماہی من امہات المؤمنین لا دَخل بہا ولا
ضَرَبَ علیہا الحجاب باز حضرت صدیق
اوّل خلیفہ است کہ برائے او وظیفہ از
بیت المال مقرر شد عن عائشۃ لما استُخلف
ابوبکر الصدیق قال لقد علم قومی انّ حرفتی
لم تکن تعجز عن مؤنۃ اہلی و شُغلتُ
بامر المسلمین فیأکل آل ابی بکر
من ھذا المال

تو انھوں نے اس کو ایک وسیع قطعہ زمین اور ایک مکان جاگیر
دیدیا۔ اور استیعاب میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُمّ
ایمن رضہ سے ملنے جایا کرتے تھے اور ابوبکر رضہ و عمر رضہ بھی اُن سے ملنے کے
لئے جاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت صدیق رضہ نے اہل بیتِ نبوت
کی توقیر اور اُن کی تعظیم کی زیادہ سے زیادہ رعایت رکھنے کی وصیت
فرمائی (استیعاب میں ہے) اور ابوبکر رضہ نے فرمایا محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے احترام کا خیال رکھو اُن کے اہل بیت کے بارے میں،
اس کو ایک جماعت نے روایت کیا۔ اس کے بعد جن عورتوں سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا اُن کے ناموس کے تحفظ
میں آپ پوری سعی فرماتے رہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی غیر مدخولہ سے تحریم نکاح کے بارے میں مباحثہ ہوا۔ استیعاب
میں ہے کہ قتیلہ بنتِ قیس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
نکاح کر لیا تھا اور اُن کے پاس جانے سے پہلے آپ کی وفات
ہوگئی تو اُن سے حضرموت میں عکرمہ رضہ بن ابی جہل نے نکاح کر لیا،
یہ خبر ابوبکر رضہ کو پہنچی تو فرمایا کہ یہ دل چاہتا ہے کہ ان دونو
کے اوپر ان کے گھر کو پھونک دوں۔ تو اُن سے عمر رضہ نے کہا کہ
وہ اُمّہات المؤمنین میں سے نہیں ہے، نہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور نہ اس پر پردہ ڈالا (یعنی تخلیہ
کیا)۔ پھر حضرت صدیق رضہ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے لئے
بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مروی ہے عائشہ رضہ سے کہا کہ جب
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنادیئے گئے تو فرمایا
کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا پیشہ (یعنی تجارت)
میرے اہل وعیال کے (مصارف کو) برداشت کرنے سے عاجز
نہیں تھا اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہوگیا تو اب
آلِ ابوبکر رضہ کو اس مال میں سے (یعنی بیت المال سے) کھانا ہوگا

ویحترف للمسلمین فیہ اخرجہ البخاری
باز حضرت صدیق رض را در مسئلہ ہل تجب
علی المرتدین اذا تابوا دیۃ من قتلوہ
فی ایام الردۃ با حضرت فاروق رض اختلاف
افتاد قال البغوی روی عن ابی بکر انہ
قال لقوم جاءوہ تائبین تدون قتلانا و
لا ندی قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا
دیۃ اصح قولی امام شافعی رح مذہب
حضرت صدیق است جمعے از علماء گفتند
منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب
حضرت فاروق رض موافق مذہب صدیق
اکبر رض باشد غیر انہ رای الاعراض عن
الزام الدیۃ ترغیبا لہم فی الثبات علی
الاسلام باز فقہاء مسلمین در تغریب بکر
زانی اختلاف دارند حضرت صدیق رض
احیاء سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نمود در تغریب زناۃ و الی الیوم اکثر فقہاء
و جملہ محدثین بر مذہب وے رفتند عن ابن
عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جلد و غرب و ان ابا بکر جلد و غرب و
ان عمر جلد و غرب اخرجہ البغوی وغیرہ
باز علماء مسلمین متفق اند در انکہ

اور ابوبکر مسلمانوں کی خدمت کرے گا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ پھر اس مسئلہ میں کہ کیا مرتدین پر جب کہ وہ توبہ کرلیں اُن لوگوں کی دیت واجب ہے جن کو انھوں نے مُرتد ہونے کے دنوں میں قتل کیا تھا حضرت صدیق رض کا حضرت فاروق رض کے ساتھ اختلاف واقع ہوا۔ بغوی نے کہا کہ مروی ہے ابوبکر رض سے کہ اُنھوں نے قوم کے اُن لوگوں سے جو توبہ کرکے آئے کہا کہ تم ہمارے یہاں کے مقتولوں کی دیت دو اور ہم تمہارے یہاں کے مقتولوں کی دیت نہ دیں گے۔ پھر عمر رض نے کہا کہ ہم اپنے مقتولوں کی دیت نہ لیں گے۔ امام شافعی رح کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول حضرت صدیق رض کا مذہب ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں بغوی رح بھی ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ حضرت فاروق رض کا مذہب صدیق اکبر رض کے مذہب کے موافق ہو (اور اس ارشاد کی کوئی وجہ نہ ہو) بجز اس کے کہ انھوں نے دیت کے لازم کرنے کی رائے سے اعراض کیا ہو تاکہ ان لوگوں کو ترغیب ہو جائے اسلام پر ثابت قدم رہنے میں۔ پھر فقہاء مسلمین میں اختلاف ہے ایسے زانی کو جلا وطن کرنے کے بارے میں جو کنوارا ہو۔ حضرت صدیق رض نے زانیوں کو شہر بدر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا احیاء کیا اور آج تک اکثر فقہاء اور تمام محدثین ان ہی کے مذہب پر چل رہے ہیں۔ مروی ہے ابن عمر رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا اور عمر رض نے کوڑے مارے اور شہر بدر کیا۔ اس کو بغوی رح وغیرہ نے روایت کیا۔ پھر علماء مسلمین اس میں متفق ہیں کہ

ع۵ بعض نے کہا ویحترف للمسلمین سے یہ مراد ہے کہ وہ مسلمانوں کے فائدے کیلئے تجارت بھی کریں گے، یعنی بیت المال سے جو روپیہ میں اپنے گھر والوں کے ضروری خرچ کے لئے لوں گا اتنا ہی یا اس سے زیادہ تجارت کرکے پھر اُس میں داخل کروں گا۔" (لغات الحدیث) اس معنے میں یہ استبعاد ہے کہ اگر آپ کے پاس تجارت کے لئے وقت ہوتا تو ہرگز نہ لیتے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ ابوبکر رض اب وہ پیشہ تجارت ترک کرتا ہے اب جو اس کا پیشہ ہوگا وہ امور خلافت کی انجام دہی ہوگا ۱۲ مترجم

اذا سَرَقَ اَوَّلاً قُطِعَت يَدُهُ اليُمنٰى فان
سَرَقَ ثانياً قُطِعَت رِجلُهُ اليُسرٰى باز
مختلف شدند درآنکه چون ثالثاً سرقه کند
چه باید کرد امام مالکؒ و امام شافعیؒ
قُطِعَت يده اليسرىٰ اختیار کرده اند ثم
اِن سَرَقَ قُطِعَت رجله اليمنىٰ وامام ابوحنیفہؒ
گفته يُعَزَّر ويُحبَس ولا يُقطَع عليه اذا
سَرَق بعد قطعِ اليدِ اليُمنٰى والرِّجلِ اليسرىٰ
مآخذ امام مالکؒ وشافعیؒ حدیثے است
که هر دو در کتب خود روایت کرده اند
وبران اعتماد نموده مالکؒ عن عبدالرحمن
بن القاسم عن أبيه انَّ رجلاً من اهلِ
اليمن اَقطَعَ اليدِ والرِّجلِ قدم فنزل علىٰ
أبي بكر الصدّيق فشكىٰ اليه انَّ عامل
اليمن ظلمه وكان يُصلّي من الليل فيقول
ابوبكرٍ وابيكَ ماليلُكَ بليلِ سارقٍ
ثم انهم افتقدوا حلياً لاسماء بنتِ
عُميس امرأةِ ابي بكر فجعل يطوف
معهم ويقول اللّهم عليك بمن بيّت
اهلَ هذا البيتِ الصالحِ فوجدوا الحلي عند
صائغ زعم ان الاقطعَ جاءه به
فاعترف الاقطعُ او شُهِدَ
عليه فامر به ابوبكرٍ فقطعت
يده اليسرىٰ وقال ابوبكرٍ
والله لَدُعاؤه علىٰ نفسه

جب کوئی پہلی مرتبہ چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جاتے۔ پھر اگر دوسری مرتبہ چوری کرے تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جاتے۔ پھر اس میں مختلف الرائے ہوگئے کہ جب تیسری مرتبہ چوری کرے تو کیا کیا جاتے؟ امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اُس کا بایاں ہاتھ کاٹا جاتے پھر اگر چوری کرے تو اُس کا داہنا پاؤں کاٹا جاتے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ سزا دی جاتے اور قید کیا جاتے اور اُس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا جب کہ اُس نے داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جانے کے بعد چوری کی۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ماخذ ایک حدیث ہے جس کو دونوں نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمن بن القاسمؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ اہلِ یمن میں کا ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا آیا اور ابوبکر صدیقؓ کے پاس اُترا اور اُن سے شکایت کی کہ یمن کے عامل نے اُس پر ظلم کیا اور وہ رات کو نماز (یعنی نفلیں) پڑھا کرتا تھا تو ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ تیرے باپ کی قسم تیری رات چور کی رات جیسی نہیں ہے۔ پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ اسماءؓ بنتِ عمیس ابوبکرؓ کی بی بی صاحبہ کا زیور چوری ہوگیا جس کو اُنھوں نے تلاش کیا تو یہ شخص اُن کے ساتھ پھرتا رہا اور یہ بھی کہتا رہا کہ یا اللہ! آپ پکڑیں اس شخص کو جس نے اس نیک گھر والوں پر چھاپہ مارا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس زیور کو ایک سُنار کے پاس پایا جس نے یہ بیان دیا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا اُس کو دے گیا ہے، پھر اُس ہاتھ پاؤں کٹے نے اقرار کرلیا یا اس پر شہادت گزر گئی تو اس کے بارے میں ابوبکرؓ نے حکم دیا پھر اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ اور ابوبکرؓ نے فرمایا کہ واللہ اُس کا اپنے نفس پر بددعا کرنا کہ الٰہی پکڑ اس شخص کو الخ

اشدّ عندی علیہ من سرقتہ و سابق تحریر یافت کہ صدیقِ اکبرؓ حد شارب خمر را بچہل ضرب معیّن ساخت و علیہ الشافعی قال الاربعون الاُخریٰ تعزیر یجوز فعلہ ویجوز ترکہ قال البغوی رحمہ اللہ اختلفوا فی التفضیل علی السابقۃ والنسب عند قسمۃ الفئی (غنیمت) فذہب ابوبکر الی التسویۃ بین الناس و اولی الفضل بالسابقۃ حتی قال لہ عمر اتجعل الذین جاہدوا فی اللہ باموالہم و انفسہم وھاجروا دیارہم کمن دخل فی الاسلام کرہاً فقال ابوبکر انما عملوا للہ و انما اجورہم علی اللہ و انما الدنیا بلاغ وکان عمر یفضل علی السابقۃ والنسب (کفایت بقدر) بندۂ ضعیف گوید کہ این اختلاف در حکم شرعی نیست بلکہ درزمانِ حضرت صدیقؓ کثرۃ فئ کہ محل تفضیل بسابقہ ونسب باشد حاصل نشد لاچار منظور نظر صدیقِ اکبرؓ احیاء این نفوس شد باقلّ انچہ وجہ کفافِ ایشان تواند بود و درعہدِ فاروقِ اعظمؓ فئ بکثرت جمع شدہ واز قدر کفایت بیشتر حاصل گشتہ پس تفضیل اہلِ سوابق را گنجائش بہم رسید عن میمون بن مہران قال کان ابوبکر اذا اراد ان یبعث بعثاً (لشکرے ۱۲)

میرے نزدیک اس شخص کے حق میں زیادہ سخت ہے اُس کے چوری کرنے سے (اس لئے کہ اگر وہ خدا کو عالم الغیب اور قادر مطلق سمجھتا تو یہ کلمات نہ کہتا) اور پہلے لکھا جاچکا ہے کہ صدیقِ اکبرؓ نے شارب خمر کی چالیس ضربیں مقرر کردی تھیں اور اسی پر شافعیؒ کا قول ہے کہ دوسری (مرتبہ کی) چالیس ضرب (حد نہیں بلکہ) تعزیر (یعنی سزا) ہے جس کا فعل بھی جائز ہے اور ترک بھی جائز۔ بغوی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں اُنہوں نے اختلاف کیا کہ اسلام پر سبقت کرنے اور نسب کی بنا پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں فضیلت (ترجیح) دی جائے۔ تو ابوبکرؓ عام لوگوں کے (ان) اسلام پر سبقت کی بنا پر جو صاحب فضیلت تھے ان کے درمیان برابری قائم رکھنے کی طرف گئے۔ یہاں تک کہ اُن سے عمرؓ نے کہا کہ کیا آپ اُن لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال سے اور اپنی جانوں سے اور اپنے شہروں کو چھوڑا اُن کے برابر کر رہے ہو جو اسلام میں کراہت کے ساتھ داخل ہوتے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اُنھوں نے جو کچھ عمل کئے اللہ کے لئے کئے اور اُن کے اجر اللہ پر ہیں اور دنیا تو گزشتنی (حقیر چیز) ہے۔ اور عمرؓ (اپنے زمانہ میں) احوا سابقہ اور نسب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں مالِ غنیمت کی کثرت جو خدماتِ سابقہ ونسب کا محل ہے حاصل ہی نہ ہوتی تھی اس مجبوری کی وجہ سے صدیقِ اکبرؓ کی نظر اِن نفوس کے (کسی نہ کسی طرح) زندگی قائم رکھنے پر رہی کہ کم سے کم گزارے کی صورت میسر ہوسکے اور فاروقِ اعظمؓ کے عہد میں اموالِ غنیمت بکثرت جمع ہوتے اور قدر کفایت سے زیادہ حاصل ہوا تو اہلِ سوابق کی تفضیل کے لئے گنجائش نکل آتی۔ مروی ہے میمون بن مہران سے کہ ابوبکرؓ جب کہیں لشکر بھیجنے کا ارادہ کرتے

ندبَ الناس فاذا کمل لہٗ من العِدّۃ ما یرید جہّزہم
بما کان عندہٗ ولم تکن الاَعْطِیَۃُ فُرِضَتْ علی عہد
اخرجہ ابن ابی شیبۃ باز در آخر ایّام آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم فتنۂ ردّت نمودار گردید وبعد از وفات
وے صلی اللہ علیہ وسلم این فتنہ استحکام یافت از انجملہ
مُسَیلمہ کذّاب دعوای نبوّت کرد و فوجے عظیم از
اہلِ یمامہ واہلِ نجد با خود جمع نمود حضرت صدیق رض
مسلمین را برائے قتال آنجماعہ برخواند وخالد بن ولید
را امیر ساخت چون تلاقی فِئَتَین واقع شد اوّل بر
مسلمانان ہزیمت اُفتاد ثانیاً بسعی جمعے از نُبلاء (بزرگان)
صحابہ رض مانند ثابت بن قیس وزید بن الخطاب برادر
فاروق اعظم رض وبراء بن مالک فتح اسلام میسّر
شد واین عزیزان شربتِ شہادت چشیدند رضوان
اللہ علیہم ومُسَیلمہ بدوزخ پیوست وجماعۂ او
متفرق گشت وآن یکے از فتوح عظیم اسلام بود گویا
فرمودۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بابِ خالد سیف
من سیوف اللہ تمہید وتوطیۂ ہمین فتح بودہ است و
ازانجملہ بنو عبد القیس جمعے از ناحیۂ بحرین بشرفِ
اسلام مشرّف شدہ بودند وقدمِ راسخ پیدا کردہ
درین ایّام بنو بکر با منذر بن ساوی درساختہ
قصدِ آن مسلمانان نمودند ایشان این ماجرا
را بعرضِ صدیقِ اکبر رض رسانیدند ووے رضی
اللہ عنہ جماعۂ از مسلمین را بر جہاد دعوت
فرمود وبسرکردگی علاء بن الحضرمی ایشان را
بحربِ بنو بکر روان نمود

تو لوگوں کو طلب کرتے تھے تو جب وہ شمار پوری ہو جاتی جس کا وہ ارادہ رکھتے ہوتے تو ان کے لئے اتنا سامان کر دیتے جو اُن کے پاس ہوتا اور اُن کے عہد میں وظائف مقرر نہیں کئے گئے تھے، اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں مرتد ہونے کا فتنہ نمودار ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ فتنہ مستحکم ہو گیا۔ اُن میں سے ایک فتنہ یہ تھا کہ مُسَیلمہ کذاب نے نبوت کا دعوای کیا اور یمامہ اور نجد والوں کی ایک عظیم فوج اپنے پاس جمع کر لی۔ حضرت صدیق رض نے مسلمانوں کو اس جماعت کے ساتھ قتال کے لئے بلایا اور خالد بن ولید رض کو امیر بنایا۔ جب دونوں جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوئی تو اوّل مسلمانوں پر ہزیمت واقع ہوئی۔ اس کے بعد بزرگان صحابہ رض کی ایک جماعت کی کوشش سے جیسے ثابت بن قیس رض اور زید بن الخطاب رض فاروقِ اعظم رض کے بھائی اور براء بن مالک رضی اللہ عنہم تھے فتح اسلام کی ہوئی اور ان عزیزوں نے شربتِ شہادت پیا اور مُسَیلمہ جہنم رسید ہوا اور اس کی جماعت متفرق ہو گئی اور یہ اسلام کی ایک بڑی عظیم الشان فتح ہوئی۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خالد رض کے بارے میں کہ وہ ایک تلوار ہے اللہ کی تلواروں میں سے تمہید اور اطلاع اسی فتح کی ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ بنو عبد القیس اور بحرین کے نواحی کی ایک جماعت مشرف باسلام ہوئی تھی اور ان میں پختگی پیدا ہو گئی تھی، ان ایام میں بنو بکر نے منذر بن ساوی کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے ان مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا اُنھوں نے یہ ماجرا صدیقِ اکبر رض کی خدمت میں پہنچایا اور آپ رض نے مسلمانوں کی جماعت کو جہاد کے لئے دعوت دی اور علاء رض ابن الحضرمی کی سرکردگی میں ان کو بنو بکر سے جنگ کے لئے روانہ کیا

و علاء حضرمی را در راہ کرامتی باہرہ ظاہر شد و آن
استجابت دعا۔ او بود بظہور آبے کہ دفع عطش نماید
آخرہا شبخون برکفار زدند و فتحے عظیم نمایاں گشت
و از انجا بجزیرۂ دارین (موضعہ بالشام) نہضت نمود و درین اثناء
کرامتے دیگر نمودار شد و آن نیز استجابت دعائے
او بود در نقص آب تا آنکہ اخفاف اہل تمام
در آب غرق نشد اینجا نیز فتحے عظیم برروئی کار
آمد و از انجا بطرف منذر بن ساوی متوجہ شدہ
غلبۂ نمایاں بدست آوردند و فی الاستیعاب
کان یُقال ان العلاء بن الحضرمی کان مُجاب الدعوۃ
و انہ خاض البحر بکلمات قالہا و دعا بہا و ذلک
مشہور عنہ در اینجا سر تقدیم صدیق اکبرؓ علاء بن
حضرمی را ظاہر و نمایان گردید و از انجملہ آنکہ
اہل عمان و مہرہ کہ در زمان آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم مسلمان شدہ بودند درین ہنگام
مرتد گشتند و جیفر و عبد کہ حکومت آن دیار
بامر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تعلق بایشان
داشت قصۂ ارتداد آن طائفہ بعرض صدیق
اکبرؓ رسانیدند وی رضی اللہ عنہ مسلمین را
برائے جہاد جمع کرد حذیفہ بن محصن حمیری را
برائے ریاست عمان و عرفجہ بارقی را
بریاست مہرہ مقرر فرمود و عکرمہ را
کہ از فتح یمامہ ہنوز مراجعت نہ
کردہ بود بکمک ایشان مامور ساخت
بعد تلاقی فتئین

اور علاءؓ بن الحضرمی کی راستہ میں ایک کھلی ہوئی کرامت ظاہر
ہوئی اور وہ اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی ایک پانی کے ظہور
کی صورت میں کہ جس سے (تمام لشکر) اپنی پیاس بجھالے۔
اس کا آخر انجام یہ ہوا کہ اُنھوں نے کفار پر شبخون مارا اور ایک
فتح عظیم نمایاں ہوئی اور وہاں سے جزیرۂ دارین کی طرف
(جو شام کا ایک موضع ہے) کوچ کیا۔ اس دوران میں ان کی دوسری
کرامت نمودار ہوئی اور وہ بھی اُن کی دعاء کی مقبولیت تھی پانی
کے کم ہوجانے کی صورت میں یہاں تک کہ اُونٹوں کے پورے کھُر
بھی پانی میں نہیں ڈوبے۔ (حالانکہ دریا چڑھاؤ پر تھا) یہاں بھی
ایک عظیم فتح میسّر ہوئی، پھر یہاں سے مُنذر بن ساوی کی طرف
متوجہ ہوتے اور نمایاں غلبہ حاصل ہوا۔ اور استیعاب میں ہے
کہ کہا جاتا تھا کہ علاءؓ بن الحضرمی مستجاب الدعوات تھے اور وہ
دریا میں گھُس گئے کچھ کلمات پڑھ کر اور اُن کے ساتھ دعاء کرکے
اور یہ بات اُن کی نسبت مشہور ہے۔ اس موقع پر یہ راز ظاہر و نمایاں
ہوگیا کہ صدیقِ اکبرؓ نے اس وجہ سے علاءؓ بن الحضرمی کو سردار
لشکر بنایا تھا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اہلِ عمان و مہرہ جو
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام لاتے تھے
اس زمانہ میں مُرتد ہوگئے۔ اور جیفر اور عبد نے کہ اُن شہروں کی
حکومت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سے متعلق
تھی اس جماعت کے مُرتد ہوجانے کا قصّہ صدیقِ اکبرؓ کی خدمت
میں پہنچایا اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جہاد کے
لئے جمع کیا اور حُذیفہ بن محصن حِمیَری کو عمان پر حکومت کے
لئے اور عرفجہ بارقی کو مہرہ پر حکومت کے لئے آپ نے متعین
فرمایا اور عکرمہ کو جو کہ یمامہ کی فتح سے ابھی تک نہیں لَوٹے
تھے ان کی کمک کے لئے مامور کیا۔ دونوں جماعتوں کے مل جانے کے بعد

جنگِ عظیم واقع شد و ہزیمت نمایاں برکفار افتاد و از انجملہ آنکہ قبیلہ کندہ و ناحیۂ حضرموت و یمن در آخر سنین ہجرت بشرفِ اسلام مشرّف شدہ بودند و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعیّن امراء برایشان فرمودہ درین ولاء ارتداد پیش گرفتند و امرائے مسلمین بجبالِ متحصّن شدہ ماجرا بعرض حضرت صدیق رضؓ رسانیدند وی رضی اللہ عنہ برائے قتالِ آنہا مسلمین را بر خواند و ہمراہ زیاد بطرفِ آنجماعہ فرستاد مسلمانان بعد زد و برد بسیار بکمکِ عکرمۃ بن ابی جہل بامرادِ خویش فیروز و منظفر بازگشتند و اشعث بن قیس راکہ از رؤسارِ مرتدین بود مسلسل و مغلول بحضورِ حضرتِ صدّیق رضؓ فرستادند صدیقِ اکبر چون دلاوری و سپہ سالاری و صدق توبہ اشعث ملاحظہ نمود اورا خلاص فرمود و خواہر خود اُمّ فَرْوَہ را بنکاحِ او داد و آخرہا فراست حضرتِ صدیق رضؓ کارِ خود کرد کہ در مجاہداتِ عراق تردّد نمایاں از وے ظاہر گشت فی الاستیعاب روی عن الاشعث قدم علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلٰثین راکباً من کندۃ فقالوا لہٗ یارسول اللہ نحن بنو آکل المرار وانت ابنُ آکل المرار فتبسّم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال نحن

جنگِ عظیم واقع ہوئی اور کفار پر نمایاں شکست واقع ہوئی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ قبیلۂ کندہ اور اطراف حضرموت و یمن کے رہنے والے ہجرت کے آخری برسوں میں شرفِ اسلام سے مشرّف ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر اُمراء کا تقرر بھی فرمادیا تھا اس زمانہ میں یہ لوگ بھی مُرتد ہوگئے اور اُمراء مسلمین نے پہاڑوں میں قلعہ بند ہوکر تمام ماجرا حضرت صدیقِ اکبر رضؓ کے حضور میں پہنچایا۔ صدّیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے قتال کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی اور ایک لشکر زیاد رضؓ کی سرکردگی میں اُس جماعت کی طرف بھیجا۔ مسلمان بہت کُشت وخون کے بعد عکرمہ رضؓ بن ابی جہل کی کمک سے کامران، فتحمند اور منظفر واپس ہوئے۔ اور اشعث بن قیس کو جو کہ مُرتدین کے رؤسا میں سے تھا زنجیر میں جکڑ کر اور ہاتھ باندھ کر حضرت صدّیق رضؓ کے حضور میں بھیجا۔ صدّیق اکبر رضؓ نے جب اشعث کی سچائی اور اس کی دلاوری وسپہ سالاری کا ملاحظہ فرمایا تو اس کو رہا کردیا اور اپنی بہن اُمّ فروہ کو اُس کے نکاح میں دیدیا۔ انجام کار حضرت صدّیق رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا کہ عراق کے مجاہدات میں اس شخص کے نمایاں کارنامے ظاہر ہوئے۔ استیعاب میں ہے روایت کیا گیا ہے اشعث رضؓ سے کہ وہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ کندہ کے تیس (۳۰) سواروں کے ساتھ پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہؐ ہم آکل المرار عہ کے بیٹے ہیں اور آپؐ بھی آکل المرار کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا اور کہا کہ ہم

عہ مُرار بضم میم ایک کڑوا درخت ہے جب اس میں سے اونٹ کھاتا ہے تو اُسکے ہونٹ سکڑ جاتے اور دانت کھُل جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے ایسے شخص کو جسکے دانت کھُلے ہوتے رہیں آکل المرار کہا گیا۔ اس مناسبت سے حُجر کو جو مشہور شاعر امرء القیس کا پردادا تھا آکل المرار کہا جاتا تھا جو کندہ کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کے اجداد میں سے تھا۔ ان میں سے کوئی عورت آنحضرتؐ کے اجداد میں سے کسی کی بیوی تھیں اسلئے انھوں نے بھی آپؐ کو ابن آکل المرار کہدیا جس کا آپ نے جواب دیا ۱۲ اشتیاق احمد

بنو النضر بن کنانۃ- لانقفوا امنا و لا ننتفی من ابینا
وفیہ ایضاً کان فی الجاہلیۃ رئیسا مطاعاً فی
کندۃ وکان فی الاسلام وجیہاً فی قومہ الا
انہ کان ممن ارتد عن الاسلام بعد النبی صلے
اللہ علیہ وسلم ثم راجع الاسلام فی خلافۃ
ابی بکر الصدیق واُتی بہ ابو بکر اسیرا قال اسلم
مولے عمر بن الخطاب کانی انظر الی الاشعث
ابن قیس وہو فی الحدید وہو یقول فعلت
و فعلت حتی کان آخر ذلک سمعت الاشعث
یقول استبقنی لحربک وزوجنی اختک ففعل
ابو بکر قال ابو عمر اخت ابی بکر الصدیق التی
زوجہا من الاشعث بن قیس ہی ام فروۃ بنت
ابی قحافۃ وہی ام محمد بن الاشعث فلما استخلف
عمر خرج الاشعث مع سعد بن ابی وقاص
العراق فشہد القادسیۃ و المدائن و جلولاء و نہاوند
واختط بالکوفۃ داراً فی کندۃ و نزلہا بالجملہ
بتائید الٰہی آخر سال اول از خلافت صدیق اکبرؓ
اسلام بطور اول رجوع کرد وفتنہ ارتداد
فرو نشست و سال دوم مثنیٰ بن حارثہ شیبانی
را کہ بمقتضاء کینہاء سابقہ بالملوک عجم بجنگ
آویختہ بود حضرت صدیق استمالت
نمودہ بخلعت و لواء نواختہ بحرب
عجم مامور ساخت اینجا صنعت ملک
داری را کارفرما شد و تیر تدبیر
او بر نشانہ رسید

نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں ہم اپنی ماں کا اتباع نہیں کرتے اور اپنے باپ سے جدا نہیں ہوتے۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ شخص جاہلیت میں رئیس تھا کندہ میں اس کی اطاعت کی جاتی تھی اور اسلام میں بھی اپنی قوم میں وجیہ رہا ہے۔ مگر یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ پھر مراجعت کی اسلام کی طرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت (کے زمانہ) میں اور آپ کے پاس قیدی بنا کر لایا گیا۔ اسلم مولی عمرؓ بن الخطاب کا قول ہے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں اشعث بن قیس کی طرف جب کہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں بندھا ہوا تھا اور وہ فعلتُ و فعلتُ کہہ رہا تھا (یعنی میں نے ایسا کام کیا اور یہ بھی کیا) یہاں تک کہ آخر کلام میں میں نے اشعث سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ آپؓ مجھ کو باقی رکھتے اپنی جنگ کے لئے اور اپنی بہن کا مجھ سے نکاح کر دیجئے تو ابو بکرؓ نے ایسا کیا۔ ابو عمر نے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ کی بہن جن کا نکاح انہوں نے اشعث بن قیس سے کیا تھا ام فروہ بنت ابی قحافہ تھیں اور یہ والدہ ہیں محمد بن الاشعث کی۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اشعث سعدؓ بن ابی وقاص کے ساتھ نکلے اور قادسیہ اور مدائن اور جلولاء اور نہاوند کی جنگوں میں شریک رہے اور کوفہ میں ایک مکان بنایا اور اس میں رہنے لگے۔
الغرض اللہ تعالیٰ کی مدد سے خلافت صدیق اکبرؓ کے پہلے سال کے آخر میں اسلام پہلی حالت پر واپس آیا اور فتنہ ارتداد مٹ گیا۔ اور دوسرے سال میں مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو جو کہ پچھلے کینوں کی بناء پر عجم کے بادشاہوں کے ساتھ جنگ میں الجھ رہا تھا حضرت صدیقؓ نے ہمت افزائی کے طور پر خلعت اور جھنڈے سے سرفرازی بخشتے ہوئے عجم کے ساتھ جنگ پر مامور کیا۔ یہاں پر ملک داری کی حکمت عملی کارفرما ہوئی اور آپ کی تدبیر کا تیر نشانہ پر بیٹھ گیا۔

بازچون عجم درصدد انتقام آمدند وفوجے بیرون ازحساب گرد آوردند خالد بن الولید را بکمکِ مثنیٰ فرستاد و مثنیٰ را باحترام اقصی الغایت خالد امر فرمود واین دستور العمل خلفاء است در توقیر قدماءِ دولت فی الاستیعاب المثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی کان اسلامہ وقدومہ فی وفد قومہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنۃ تسع وقد قیل سنۃ عشر وذکر عمر بن شبۃ عن شیوخہ من اہلِ الاخبار ان المثنیٰ بن حارثۃ کان یُغیر علی اہلِ فارس بالسواد فبلغ ابابکر والمسلمین خبرہ وقال عمر ہذا الذی یأتینا وقائعہ قبل معرفۃ نسبہ فقال لہ قیس بن عاصم اما انہ غیر خاملِ الذکر ولا مجہولُ النسب ولا قلیلُ العدد ولا ذلیلُ العمارۃ ذلک مثنیٰ بن حارثۃ الشیبانی ثم ان المثنیٰ قدم علی ابی بکر فقال یاخلیفۃ رسول اللہ ابعثنی علی قومی فان فیہم اسلاما اقاتل بہم اہلَ فارس واکفیک اہلَ ناحیتی من العدو ففعل ذلک ابوبکر فقدم المثنیٰ العراق فقاتل واغار علی اہلِ فارس ونواحی السوادِ حولاً مجرّماً

ثم بعث اخاہ مسعود بن حارثۃ الی ابی بکر یسألہ المدد ویقول ان امددتنی وسمعت بذلک العرب

پھر جب کہ عجم (یعنی ملوکِ فارس) انتقام کے پیچھے پڑے اور بیشمار فوج میدان میں لے آئے تو آپ رض نے خالد بن الولید کو مثنیٰ کی کمک کے لئے بھیجا اور مثنیٰ کو خالد رض کے انتہائی درجہ احترام کا حکم بھیجا اور یہ یعنی مملکت کے قدیم کارگزاروں کی عزت افزائی خلفاء رض کا دستور العمل ہے۔ استیعاب میں ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ کا اسلام لانا اور ان کا اپنی قوم کے وفد کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا سن نو ہجری میں ہوا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن دس میں۔ اور عمر بن شبہ نے اپنے مؤرخین شیوخ کی روایت سے ذکر کیا کہ مثنیٰ بن حارثہ اہلِ فارس کے علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے یہ اطلاعات ابوبکر رض کو اور عام مسلمانوں تک پہنچیں اور عمر رض نے کہا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ جسکے کارنامے ہمارے پاس اس کے نسب کی دریافت سے پہلے پہنچ رہے ہیں، اس پر اُن سے قیس بن عاصم نے کہا کہ سنیئے وہ غیر معروف اور مجہول النسب نہیں اور نہ قلیل تعداد والا اور نہ گرے ہوئے خاندان عہ کا فرد ہے وہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ہے۔ پھر مثنیٰ حضرت ابوبکر رض کے پاس آئے اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ ص! مجھے میری قوم کے پاس بھیجئے کہ ان میں (جذبہ) اسلام (پورا) ہے تاکہ میں ان کو ساتھ لے کر اہلِ فارس سے لڑوں اور میں اپنے قرب وجوار کے دشمنوں پر اچانک چھاپہ ماردوں۔ تو ابوبکر رض نے ایسا ہی کیا اس کے بعد مثنیٰ عراق آگئے اور اُنھوں نے اہلِ فارس پر قتال اور لُوٹ مار کی اور فارس کے دُور کے علاقوں پر بھی پورے ایک سال تک۔

پھر اُنھوں نے اپنے بھائی مسعود بن حارثہ کو ابوبکر رض کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے مدد کی درخواست کرے اور کہے کہ اگر آپ رض نے ہماری مدد کی اور اس کو عرب نے سن لیا تو

عہ عمارۃ "بطن" سے اوپر ہے۔ پہلے "شعب" ہے۔ پھر "قبیلہ"۔ پھر "عمارہ"۔ پھر "بطن"۔ پھر "فخذ"۔ اس کی جمع عمائر آتی ہے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث سے فتک ناگاہ گرفتن وناگاہ کشتن ۱۲

اسرعوا الیّ واذلّ اللہ المشرکین مع انی اُخبرک
یا خلیفۃ رسول اللہ ان الاعاجم تخافُنا و تتّقینا
فقال لہٗ عمر یا خلیفۃ رسول اللہ ابعث خالد
ابن الولید مدداً للمثنّٰی بن حارثۃ یکون قریباً
من اہلِ الشام فان استغنیٰ عنہ اہلُ الشام
اُلحّ علٰی اہلِ العراق حتی یُتیمَ اللہ علمہ فہو
الذی اُلحج ابابکر علٰی ان یبعث خالد بن الولید*
فکن معہٗ فکان المثنّٰی بسواد الکوفۃ فخرج الٰی
خالد فتلقاہ بالنّباج وقدم معہ البصرۃ وذکر قصۃ
طویلۃ آخرہا فتوح (اسم قریہ) عظیم میسّر شد بعد
ازان صدیقِ اکبرؓ را داعیہ فتح شام و روم
بخاطر اُفتاد در مجمع صحابہؓ خطبہ بلیغہ برخواند
و مردم را بر جہاد کفّار ترغیب فرمود و امر
نمود کہ بجہت حرب روم ساختگی نمایند
پس چہار امیر را معیّن گردانید و ہر یکے
را بامارتِ ناحیہ نامزد ساخت عمرو بن العاص
را از راہِ اُبلّہ بفلسطین راہی کرد و ابو عبیدہ
را بحمص و یزید بن ابی سفیان را بدمشق
و شرحبیل بن حسنہ را باُردن و حکم کرد کہ
چون ہمہ یکجا جمع شوند امارت تمامی لشکر تعلق
بابو عُبیدہ داشتہ باشد و اگر متفرق
شوند ہر یکے امیرِ قوم خود باشد و
امیرِ آن ناحیہ کہ برائے او
معیّن گشتہ است دران ایام
کرامتے باہرہ ظاہر شد

وہ میرے پاس جلد پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالٰی نے مشرکین کو ذلیل
کردیا ہے۔ اس کے ساتھ اے خلیفۃ رسول اللہؐ! میں آپ کو خبر دیتا ہوں
کہ عجمی لوگ ہم سے خوف زدہ ہوگئے ہیں اور ہم سے بچنے لگے
ہیں تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ رسول اللہؐ! خالد بن الولید
کو مثنیٰ بن حارثہ کی مدد کے لئے بھیجئے تاکہ وہ اہلِ شام سے قریب
رہے، پھر جب اہلِ شام کو اُن کی ضرورت نہ رہے تو وہ اہلِ عراق
کی طرف بڑھ جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالٰی وہاں اپنا جھنڈا قائم
کردے۔ تو یہ ہے وہ بات جس نے ابوبکرؓ کو اس پر اُبھارا تھا کہ خالد
ابن الولید کو عراق کی طرف بھیجیں۔ مروی ہے ابو رجاء عطاردی
سے کہا کہ ابو بکر صدیقؓ نے مثنیٰ بن حارثہ کو لکھا کہ میں نے خالد
ابن الولید کو والی بنا دیا ہے اس لئے تم اُن کے ساتھ رہو اور مثنیٰ
سواد کوفہ میں تھے تو خالد کی طرف چل پڑے اور اُن سے نباج میں
آکر ملے اور ان کے ہمراہ بصرہ آئے اور طویل قصہ ذکر کیا۔ جس کا
آخر یہ ہے کہ عظیم فتوحات میسّر ہوئیں۔ اس کے بعد صدیقِ اکبرؓ کے
دل میں شام و رُوم کی فتح کا داعیہ پیدا ہوا تو آپؓ نے صحابہؓ کے
مجمع میں ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کفّار کے ساتھ جہاد پر
ترغیب دے کر حکم دیا کہ رُوم سے جنگ کے لئے تیاری کریں۔ اس
کے بعد آپؓ نے چار امیروں کا تقرر فرمایا اور ہر ایک کو ایک
علاقہ کی امارت پر نامزد کیا۔ عمرو بن العاص کو اُبلّہ کی راہ سے
فلسطین روانہ کیا اور ابو عُبیدہ کو حمص اور یزید بن ابی سفیان
کو دمشق اور شرحبیل بن حسنہ کو اُردن میں، اور حکم دیا کہ جب
سب ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پورے لشکر کی امارت کا تعلق
ابو عبیدہؓ سے رہے گا اور اگر متفرق ہو جائیں تو ہر ایک اپنی
قوم کا امیر ہوگا اور اس علاقہ کا امیر رہے گا جس کے لئے اُس کا
تقرر کیا گیا ہے۔ اور اُن ایام میں ایک روشن کرامت کا ظہور ہوا کہ

وبسبب گفتن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ قصر قیصر
در جنبش آمد باز چون ہرقل بمحاربۂ مسلمین آمادہ
شد و فوج بیشمار فراہم آورد حضرت صدیق رضؓ بجانب
خالد رضؓ مکتوبے نوشت کہ مہم عراق بمثنیٰ ابن حارثہ رضؓ
سپردہ خود بطرفِ شام متوجہ شود و وے در انجا امیر
الامراء باشد بالجملہ فتح دمشق و یرموک بردستِ وے
واقع شد و برقیصر ہزیمت افتادہ فراستِ صدیق اکبر رضؓ
در تفویض منصب امیر الامرائی بخالد بن الولید تیر برنشانہ
زد مؤرخان بار دیگر فتح دمشق و یرموک درزمانِ
فاروقِ اعظم رضؓ تقریر میکنند وجہ جمع آنست کہ این
فتوح مکرر واقع شدہ واللہ اعلم جمعی کہ بغورِ سخن
نمی رسند اینجا تردد میکنند کہ حضرتِ صدیق رضؓ ابو عبیدہ رضؓ
را چرا معزول فرماید و خالد رضؓ را چرا امیر الامراء سازد و
فاروقِ اعظم رضؓ چرا معاملہ برعکسِ آن نماید۔

بندہ ضعیف گوید کہ حضرت صدیق رضؓ بفراستِ خود
دریافت کہ بعض فتوح بردستِ خالد خواہد بود و
حضرت فاروق رضؓ نیز بفراستِ خود معلوم فرمود کہ
فتوح دیگر بردستِ ابو عُبَیدۃ میسر خواہد ع ہر
سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد؛ بالجملہ از ینجانب
مثنیٰ بن حارثہ برعجم تاختہا می آورد و از انجانب
اُمراء اربعہ با خالد بن ولید بر قیصر ہزیمت ہامی
ریختند روز بروز فتحے تازہ و غنیمتے بے اندازہ نصیب
مسلمانان محمد ﷺ الی ان توفی ابو بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ
و در حالِ مرض

بسبب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے قیصر کا محل ہلنے لگا
تھا۔ پھر جب ہرقل مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا
اور اس نے بے شمار فوج جمع کر لی تو حضرت صدیق رضی اللہ
عنہ نے خالد رضؓ کو ایک مکتوب تحریر فرمایا کہ عراق کی مہم مثنیٰ بن
حارثہ کو سپرد کر کے خود شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہ
وہاں امیر الامراء ہوں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دمشق اور
یرموک کی فتح اُن کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور قیصر کو شکست
ہوئی اور صدیقِ اکبر رضؓ کی فراست نے خالد رضؓ بن الولید کو منصب
امیر الامرائی کے سپرد کرنے میں (اتنا بڑا مناسب کام کیا کہ گویا)
تیر نشانہ پر مار دیا۔ مؤرخین دمشق اور یرموک کی فتح کی دوسری
مرتبہ حضرتِ فاروقِ اعظم رضؓ کے زمانہ میں تقریر کر رہے ہیں۔ (دونوں
اقوال کو) جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ یہ فتوح مکرر واقع ہوئی
ہیں واللہ اعلم۔ ایک جماعت جو بات کی تہ تک نہیں پہنچی اس
موقع پر اس میں تردد کرتی ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے ابو عبیدہ رضؓ
کو (امیر الامرائی سے) کیوں معزول فرمایا اور خالد رضؓ کو کیوں امیر
الامراء بنایا اور فاروقِ اعظم رضؓ نے معاملہ اس کے برعکس کیوں کیا؟

بندہ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اپنی فراست سے
معلوم کر لیا کہ بعض فتوح خالد رضؓ کے ہاتھ پر ہوں گی اور حضرت
فاروق رضؓ نے بھی اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ دوسری فتوح
ابو عبیدہ رضؓ کے ہاتھ سے میسّر ہوں گی۔ ع ہر سخن وقتے و ہر نکتہ
مکانے دارد۔ الغرض اس طرف سے تو مثنیٰ بن حارثہ عجم پر حملے
کر رہے تھے اور اُس جانب سے ہر چہار اُمراء خالد رضؓ بن ولید کے ساتھ
مل کر قیصر کو شکستیں دے رہے تھے۔ روز بروز ایک نئی فتح
اور بے اندازہ غنیمت مسلمانوں کے حصّہ میں آرہی تھی یہاں تک کہ
ابو بکر رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات ہو گئی۔ اور آپؓ نے اپنی بیماری

حضرتِ فاروق را بابلغ تدبیر خلافت وصیت
نمود ازانجملہ تعیین مثنیٰ بن حارثہ برائے
جہادِ عجم زیراکہ ہیبتِ وے دردلِ عجم مستقر شدہ
بود حضرتِ فاروق رض بآن ہمہ وصایا قیام فرمود
آخر حال حضرت عثمان رض راکہ درزمانِ خلافتِ
صدیق رض کاتبِ وے بود طلبید و فرمود
بنویس ہٰذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافۃ
الی المسلمین امّا بعد فانّی قد استخلفتُ
علیکم این سخن بگفت و بیہوش شد پس
عثمان رض آنچہ ابوبکر رض گفتہ بود بقلم آورد
و از پیشِ خود نوشت کہ عمر بن الخطاب
چہ از ابوبکر رض قبل ازین این معنیٰ را
معلوم کردہ بود بعد ازانکہ ابوبکر رض از
بیہوشی بافاقت آمد با عثمان رض گفت چہ نوشتہ
عثمان رض آنچہ نوشتہ بود بر وے خواند تا بذکر
عمر رض رسید کہ از پیشِ خود نوشتہ بود ابوبکر رض
گفت ای عثمان رض خدا ترا از اسلام جزائے خیر دہاد
انگاہ فرمود بنویس فاسمعوا لہ واطیعوا فان
عدل فذلک ظنّی وعلمی فیہ وان جار
فلکلّ امرءٍ ما اکتسب والخیر اردتُّ ولا اعلم
الغیب وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ
ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد
ازان ابوبکر صدیق دستہائی خود برداشت و
گفت خدایا ویرا خلیفہ ساختم بر مسلمانان و
درین امر نخواستم جز صلاح حالِ ایشان

کی حالت میں حضرت فاروق رض کو امورِ خلافت کے انصرام کے بارے میں
بلیغ وصیتیں فرمائیں۔ اُن میں سے ایک ہے مثنیٰ بن حارثہ کا تعین
عجم کے جہاد کے لئے کیونکہ اُن کا رُعب عجم کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔
حضرتِ فاروق رض نے اِن تمام وصیتوں پر عمل کیا۔ آخر حال میں حضرت
عثمان رض کو جو خلافتِ صدیق رض کے زمانہ میں اُن کے کاتب تھے
بُلایا اور فرمایا کہ لکھو ھٰذا ما عھد الخ یعنی وہ ذمہ داری ہے جو ابوبکر رض
ابن ابی قحافہ مسلمانوں پر عائد کر رہا ہے امّا بعد میں نے تم پر
خلیفہ بنایا" اتنی بات کرنے کے بعد بیہوش ہوگئے۔ تو عثمان رض نے
جو کچھ ابوبکر رض نے فرمایا تھا لکھ لیا۔ اور اپنی طرف سے لکھا" کہ عمر
ابن الخطاب رض" کیونکہ ابوبکر رض کی طرف سے ان کو اس ارادے کا علم
ہوگیا تھا۔ پھر اس کے بعد جب کہ ابوبکر رض بے ہوشی سے افاقہ میں
آئے تو آپ رض نے حضرت عثمان رض سے پوچھا کہ تم نے کیا لکھا ہے؟
تو عثمان رض نے جو کچھ لکھا تھا وہ آپ رض کو سُنایا یہاں تک کہ عمر رض
کے نام پر پہنچے جو کہ خود ہی لکھ لیا تھا تو ابوبکر رض نے کہا کہ اے
عثمان رض! خدا تم کو اسلام کی طرف سے جزاءِ خیر دے اور اس کے
بعد فرمایا کہ لکھو فاسمعوا لہ الخ یعنی ان کی بات سنو اور فرمانبرداری
کرو پھر اگر اُنھوں نے عدل کیا تو میرا گمان اور میرا علم ان کے
بارے میں یہی ہے اور اگر اُنھوں نے ظلم کیا تو ہر ایک شخص کے لئے
اُس کے عمل کی پاداش ضروری ہے جو اُس سے سرزد ہو۔ اور صرف
خیر ہی کا میں نے ارادہ کیا۔ اور غیب کو میں نہیں جانتا وسیعلم
الذین الخ (اور جنھوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ
کیسی جگہ ہے جہاں ان کو لوٹ کر جانا ہوگا) والسلام علیکم و
رحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رض نے اپنے ہاتھ اٹھائے
اور کہا کہ یا اللہ میں نے اس کو مسلمانوں پر خلیفہ بنایا اور اس
کام میں بجز مسلمانوں کے حال کی بہتری کے میں نے اور کچھ نہیں چاہا

وعملے بجا آوردم کہ تو اعلم بودی بآن و اجتہاد نمودم
و بہترین ایشان را برایشان والی ساختم و کار ہمہ
را بخدا مفوض گردانیدم خدایا تو علام الغیوبی و نخواستم
درین قصہ حمایت عمر رضی اللہ عنہ و من از دنیا
میروم بجانب آخرت تو خلیفہ باش برایشان
زیرا کہ بندگان تو اند و والی ایشان را تو اصلاح
کن برائے ایشان یعنی عمر را رضی اللہ عنہ و
ادرا از خلفائے راشدین گردان کہ متابعت کند
سیرت پیغمبر خود را صلے اللہ علیہ وسلم و سیرت
صالحانے کہ بعد از پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
بودہ اند و کار رعیت وے را بصلاح آر
پس فرمود تا عہدنامہ مہر کردند و بامرائے جیوش
کہ در اطراف و جوانب بودند مثل این عہدنامہ
نوشت و مہر کرد بعد از ان عمرؓ را طلبید و ادرا اخبار کرد کہ
ترا بر اصحاب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خلیفہ
ساختم عمر گفت یا خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم این
زحمت را از من دور دار کہ مرا بخلافت حاجت نیست صدیق
گفت اگر ترا بآن حاجت نیست آن را بتو حاجت ہست
القصہ صدیق فاروق را رضی اللہ عنہما در باب
حقوق اللہ و حقوق المسلمین وصیت ہائے
خوب و مواعظ و نصائح مرغوب فرمود و ختم
وصیت باین سخن کرد کہ اگر وصیت مرا نگاہداری
ہیچ غائبے پیش تو از موت دوست تر نہ
باشد و اگر وصیت مرا ضائع
سازی ہیچ غائبے پیش تو

اور میں ایک ایسا عمل بجالایا ہوں جس کو آپ سب سے زیادہ جاننے
والے تھے اور میں نے پورا غور و خوض کیا اور مسلمانوں میں جو
سب سے بہتر دیکھا اُس کو اُن پر والی بنا دیا۔ اور سب کے کاموں
کو میں نے خدا کے سپرد کیا۔ خدا تو غیب کا بہت جاننے والا ہے
میں نے اس قصّہ میں عمر (رضی اللہ عنہ) کی جانب داری نہیں
چاہی اور میں ... دنیا سے آخرت کی طرف جا رہا ہوں آپ اُن کے
محافظ رہیے کیونکہ وہ آپ کے بندے ہیں اور اُن کے والی (یعنی
عمر رضی اللہ عنہ) کی اُن کی بھلائی کے واسطے آپ اصلاح
(یعنی رہ نمائی) فرماتے رہیے اور اُن کو خلفائے راشدینؓ میں
سے بنا دیجیے کہ وہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی پیروی
کریں اور اُن صالحینؓ کی سیرت پر عمل پیرا ہوں جو پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کے بعد ہوں گے اور اُن کی رعیّت کے کاموں کو سنوار
دیجیے۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے اس دستاویز پر مہر لگائی گئی
اور اُمراء جیوش جو کہ اطراف و جوانب میں تھے اس دستاویز
کا مضمون لکھا اور مہر لگائی گئی۔ اس کے بعد آپؓ نے عمرؓ کو بلایا
اور اُن کو خبر دی کہ میں نے تم کو اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم پر خلیفہ بنا دیا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اس زحمت کو مجھ سے دُور رکھیے کہ مجھے خلافت
کی حاجت نہیں ہے۔ صدیقؓ نے فرمایا کہ اگر تمھیں اُس کی حاجت
نہیں ہے تو اُس کو تو تمھاری حاجت ہے۔ القصہ صدیقؓ نے
فاروقؓ کو حقوق اللہ اور حقوقِ مسلمین کے بارے میں بہت عمدہ
وصیتیں اور مواعظ اور اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں فرمائیں۔ اور وصیت
کو اس کلام پر ختم کیا کہ اگر تم میری وصیت کی نگہداشت کروگے
تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک موت سے عزیز تر نہ رہے گی۔
اور اگر تم نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو کوئی غائب چیز تمھارے نزدیک

ازموت مکروہ تر نبود حالانکہ موت را عاجز نتوانی کرد مروی است از مُعَیقیب دَوسی کہ گفت من وکیلِ خرچ ابوبکر صدیق بودم چون مرض برو مستولی گشت نزدِ وے در آمدم وسلام کردم بامر استخلاف مشغول بود چون فارغ گشت گفت ای معیقیب تو متصدی خرچ مابودی میانِ من و تو معاملہ بر چہ وجہ است گفتم مرا بر تو بست و پنج درہم ہست و آن را بر تو حلال کردم فرمود خاموش باش و زادِ راہ آخرتِ من ازدَین مساز گفتم یا خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گمان نمی برم این مجلس را الا صحبتِ آخرین میانِ من و تو و در گریہ افتادم ابوبکر صدیقؓ گفت یا معیقیب گریہ مکن وجزع منمای و طریقِ شکیبائی مسلوک دار کہ من امید وارم کہ بجائے روم کہ مرا بہتر و باقی تر بود از این خاکدانِ دنیا معیقیب گوید انگاہ صدیقؓ بریرہؓ را طلب کرد و بنزدِ عائشہ صدیقہؓ فرستاد تا بست و پنج درہم آورد و بمن داد بثبوت پیوستہ از عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کہ گفت ابوبکر صدیقؓ در روزِ آخر مرضِ موت بیہوش شد و من میگریستم و میگفتم عجب مرضی صعب بر پدرِ من طاری گشتہ وی چون بہوش می آمد و این سخن از من می شنید می گفت ای دخترکِ من چنین نیست کہ تو میگوئی ولیکن جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ

موت سے زیادہ مکروہ نہ ہوگی درانحالیکہ موت کو (آنے سے) تم عاجز نہیں کر سکتے۔ اور مروی ہے مُعَیقیب دَوسی سے انھوں نے کہا کہ میں ابوبکر صدیقؓ کے خرچ کا وکیل تھا۔ جب ان پر بیماری کا غلبہ ہوا تو میں اُن کے پاس گیا اور اُن کو سلام کیا۔ وہ خلیفہ بنانے کے کام میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوگئے تو فرمایا اے مُعَیقیب! تم ہمارے خرچ کے منتظم رہے ہو، ہمارے اور تمھارے درمیان اب معاملہ کی کیا صورت ہے؟ میں نے کہا کہ میرے آپؓ کے ذمہ پچیس ۲۵ درہم ہیں، اور میں نے آپ کو معاف کردیتے ہیں۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور میرا زادِ آخرت قرض سے نہ بناؤ۔ میں نے کہا اے خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں گمان نہیں کر رہا ہوں اس مجلس کے بارے میں مگر یہ کہ یہ صحبتِ آخری ہے میرے اور آپؓ کے درمیان، اور میں رو پڑا۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے مُعَیقیب روؤ نہیں، گھبراؤ نہیں، طریقِ صبر اختیار کرو کہ میں امیدوار ہوں کہ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جو میرے لئے اِس خاکدانِ دنیا سے بہتر... اور باقی تر ہے۔ مُعَیقیب کہتے ہیں کہ اُس وقت صدیقِ اکبرؓ نے بَریرہؓ کو طلب کیا اور عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا وہ جا کر اُن سے پچیس درہم لے آئی وہ مجھے دیدیئے اور عائشہ صدیقہؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ مرضِ موت کے آخر دن میں بے ہوش ہوگئے اور میں رو رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ بڑا سخت مرض ہے جو میرے باپ پر آپڑا ہے۔ وہ جب ہوش میں آتے تھے اور یہ بات مجھ سے سنتے تھے تو کہتے تھے کہ اے میری بیٹی! بات وہ نہیں ہے جو تو کہہ رہی ہے لیکن جَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ الخ (۱۹:۵۰) اور موت کی سختی یقیناً پیش آئے گی۔ یہی ہے جس سے تو بھاگتا پھرتا تھا۔"

پرسید کہ رسولِ خدا را صلے اللہ علیہ وسلم در چند جامہ کفن کردند گفتم در سہ جامہ سفید سُحُولے کہ دران سہ جامہ پیراہن و عمامہ نبود پس گفت چہ روز از دنیا نقل فرمود گفتم روزِ دوشنبہ گفت امروز چہ روز است گفتم دوشنبہ گفت اُمید دارم بخدای تعالیٰ کہ موتِ من میانِ امروز و امشب باشد پس در جامہ کہ در بر داشت و بیمارداری وے در انجامہ کردہ بودند نظرے فرمود حالانکہ دران جامہ اثر از زعفران بود گفت این جامہ مرا بشویند و بران دو جامہ دیگر زیادہ سازند و مرا دران کفن کنند گفتم این کہنہ است گفت انّ الحیّ احقّ بالجدید و المیّت انّما یصیر الی البلےٰ والصدید پس وصیت نمود زوجہ خود را اسماء بنت عمیس کہ ویرا غسل دہد و عبدالرحمٰن وے را امداد و معاونت نماید و گفت نخواہم کہ ہیچکس جز ایشان جسدِ برہنہ مرا بیند شبِ ہنگام از دنیا نقل کرد و بعد از غسل تجہیز و تکفینِ وے بدستور وصیت کردہ بود بعمل آوردند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بروے نماز گزارد و در حجرۂ عائشہ برابر قبر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرِ وی کندند و پسرش عبدالرحمٰن و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و طلحہ در قبرِ وے در آمدند و ہم در شب ویرا دفن کردند جزاہ اللہ عن المسلمین احسن الجزاء۔

اور پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ میں نے کہا کہ تین کپڑوں میں جو سفید سُحُولی[ع] تھے کہ ان تین کپڑوں میں پیراہن اور عمامہ نہیں تھا۔ پھر پوچھا کہ کس دن دنیا سے انتقال فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ پیر کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کیا دن ہے؟ میں نے کہا کہ پیر۔ فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ میری موت آج کے دن اور آج کی رات کے درمیان ہوگی۔ اس کے بعد جو کپڑا اوڑھے ہوتے تھے اور بیماری کے زمانہ میں اُسی کپڑے کا استعمال کیا تھا اُس پر نظر فرمائی اور حال یہ تھا کہ اس پر کچھ اثر زعفران کا تھا۔ فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھولیں اور اسی پر دو کپڑے اور بڑھالیں اور میرا کفن ان میں کردیں۔ میں نے کہا کہ یہ پرانا ہے۔ تو فرمایا کہ زندہ زیادہ مستحق ہے نئے کپڑے کا اور مُردہ جسم گلنے اور پیپ بننے والا ہے۔ اس کے بعد اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کے لئے وصیت کی کہ وہ اُن کو غسل دیں اور عبدالرحمٰن اُن کی امداد اور اعانت کرے اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ ان کے سوا کوئی شخص میرے برہنہ جسم کو دیکھے۔ رات کے وقت آپ دنیا سے رخصت ہوتے اور غسل کے بعد اُن کی تجہیز وتکفین جس طرح آپؓ نے وصیت کی تھی اسی طرح کی گئی۔ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اُن پر نماز پڑھائی اور حجرۂ عائشہؓ میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے برابر آپؓ کی قبر کھودی گئی اور آپؓ کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور عمرؓ ابن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور طلحہؓ قبر میں اُترے اور رات ہی میں آپؓ کو دفن کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے آپؓ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

ع۵ سُحُول پیش کے ساتھ یمن کے ایک شہر کا نام ہے جو پارچہ بافی میں مشہور تھا۔ یا ایک دھوبی کا نام ہے جو کپڑے دھونے میں مشہور تھا ۱۲

اما مآثر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

پس ازانجملہ آنست کہ قبل از اسلام در قریش تمکنے و وجاہتے تمام داشت فی الاستیعاب قال الزبیر یعنی صاحب النسب کان عمر بن الخطاب من اشراف قریش والیہ کانت السفارۃ فی الجاہلیۃ وذلک ان قریشا کانت اذا وقعت بینہم حرب او بینہم وبین غیرہم بعثوہ سفیرا وان نافرہم منافر او فاخرہم مفاخر بعثوہ منافرا ومفاخرا ورضوا بہ وازانجملہ آنست کہ تدبیر غیب اوراخواہی نخواہی باسلام آورد ع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید مراد بود نہ مرید مخلَص بود نہ مخلِص شتان بین المرتبتین درین راہ نیامد تا آنکہ از درو دیوار ندایش نکردند و برخوان نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند وکثرت اسباب مقتضیہ اسلام او ازین جہت بودہ است حملۂ علم ہر یکے درین باب چیزے ذکر کردہ و چیزے فروگذاشتہ اینجا روایتے چند بر سبیل استشہاد بنویسیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجناب عزت دعا نمود فی روایۃ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہم اید الدین بعمر بن الخطاب

مناقب جمیلۂ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

اُن میں سے ایک یہ ہے کہ قریش میں آپ ایک خاص مقام اور پوری وجاہت رکھتے تھے۔ استیعاب میں ہے کہ کہا زبیر (بن بکار) یعنی صاحب النسب نے کہ عمر رضہ بن الخطاب قریش کے اشراف میں سے تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں گفت وشنید صلح (قومی نظم کے مطابق) ان سے متعلق تھی اور ایسا اُس وقت ہوتا تھا کہ جب قریش کے آپس میں لڑائی واقع ہوجاتی یا قریش اور غیر قریش میں جنگ ہوجاتی تو لوگ ان کو سفیر بنا کر بھیجتے اور کسی حَکَم کے سامنے مقدمہ پیش کرنے یا کسی فخر کرنے والے کے مقابلہ پر اپنا فخر بیان کرنے والے ہوتے تو ان کو مقدمہ پیش کرنے والے اور اپنا فخر جتانے والے کی حیثیت سے بھیجا کرتے تھے اور اُن سے خوش تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ تدبیر غیب اُن کو کھینچ کر اسلام کی طرف لاتی (بقول بعض) ع "اگر خوشی سے نہ آتے تو اس کے بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے لاؤ" آپ مُراد تھے مُرید نہ تھے، مُخلَص تھے نہ مُخلِص۔ دونوں مرتبوں میں بڑا بُعد ہے۔ اُس راہ پر نہ آتے جب تک ان کو درو دیوار سے نہ پکارا گیا اور خوانِ نعمت پر نہ پہنچے جب تک بار بار ہر زبان سے اُن کو نہ بلایا گیا۔ ایسے اسباب کی اُن کے لئے کثرت جو اُن کو اسلام کی جانب تقاضا کرنے والے تھے اسی جانب سے واقع ہوتی۔ حاملینِ علم میں سے ہر ایک نے اس باب میں ایک بات ذکر کی اور ایک بات چھوڑ دی۔ ہم یہاں چند روایات بطور استشہاد لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا کی۔ ابن عمر رضہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی کہ اے اللہ عمر رضہ بن الخطاب

و فی روایۃ عائشۃ اللھم اعز الاسلام بعمر
ابن الخطاب خاصۃً و فی روایۃ مسروق عن
ابن مسعود اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب
او بابی جہل بن ہشام فجعل اللہ دعوۃ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعمر فبنے
علیہ الاسلام وہدم بہ الاوثان اخرج ہذہ
الروایات کلہا الحاکم حضرت فاروق رض گفتہ
است بینما انا نائم عند آلہتہم اذ جاء رجل
بعجل فذبحہ فصرخ بہ صارخ لم اسمع
صارخا قط اشد صوتا منہ یقول یا جلیح
امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ
فوثب القوم قلت لا ابرح حتے اعلم ما وراء
ہذا ثم نادی یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول
لا الہ الا اللہ فقمت فما نشبنا ان قیل ہذا نبی
اخرجہ البخاری محمد بن اسحق گفتہ است کہ
فاطمہ رض خواہر فاروق رض وزوج او سعید بن زید
پیش از فاروق رض مسلمان شدہ بودند چون این
خبر بفاروق رسید بتعصب برخاست وختن خودرا
اہانت نمود وسر خواہر را بکوفت تا آنکہ خون آلودہ
شد بعد ازان در دلش رحمے افتاد و سورۃ طٰہٰ
کہ پیش ایشان بود قرارت نمود وازین راہ
داعیۂ اسلام بخاطرش پدید آمد و
بخدمت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم بشتافت و مسلمان شد
از انجملہ آنست کہ

کے ذریعہ سے دین کو مدد پہنچائیے ۔ اور عائشہ رض کی روایت میں ہے یا اللہ
دین کو عزت عطا فرمائیے بذریعہ عمر بن الخطاب خاص طور پر۔ اور مسروق
کی روایت ابن مسعود رض سے یہ ہے کہ یا اللہ اسلام کو عزت عطا فرمائیے
عمر رض بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ سے، تو اللہ تعالےٰ
نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا عمر رض کے لئے قبول کرلی.
اور اس سے اسلام کی بنیاد کو مضبوط کیا اور بتوں کو گرایا، ان
تمام روایات کو حاکم نے اخذ کیا۔ حضرت فاروق رض نے بیان کیا کہ میں
ان کے معبودوں کے نزدیک سو رہا تھا کہ اسی دوران میں ایک شخص
ایک بچھڑا لے آیا اور اس نے اس کو ذبح کیا پھر اس کے ساتھ
ایک چلانے والا اتنی سخت آواز سے چلایا کہ میں نے کبھی اس سے
زیادہ سخت چلانے کی آواز نہیں سنی وہ کہہ رہا تھا یا جلیح الخ
یعنی اے جلیح (یہ کسی کا نام تھا) ایک نجات دینے والی بات سن۔
ایک فصیح شخص کہہ رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو قوم
اس پر لوٹ پڑی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں معلوم کرکے رہوں گا
کہ اس کا پس منظر کیا ہے۔ پھر اس نے ندا کی یا جلیح امر نجیح رجل
فصیح یقول لا الہ الا اللہ تو میں اٹھ گیا۔ اس کے بعد کچھ وقت نہ
گزرا تھا کہ کہا گیا یہ نبی ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ محمد بن
اسحٰق نے بیان کیا کہ فاروق رض کی بہن فاطمہ رض اور ان کے شوہر
سعید رض بن زید فاروق رض سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ جب اس کی
اطلاع فاروق رض کو ہوئی تو تعصب سے اٹھ کھڑے ہوتے اپنے
بہنوئی کی بہت کچھ توہین کی، بہن کے سر کو کوٹ دیا یہاں تک کہ
وہ خون آلودہ ہوگئیں۔ اس کے بعد ان کے دل میں رحم پیدا ہوگیا
اور سورۃ طٰہٰ جو ان کے سامنے تھی اس کو پڑھا اور اس راہ سے اسلام
کا داعیہ ان کے دل میں پیدا ہوگیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں جا پہنچے اور مسلمان ہوگئے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ

چون فاروق اعظم رضہ تشریف اسلام یافت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم برائے او دعاء فرمودند و آن دعاء بدرجۂ اجابت رسید عن عبد اللہ ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ضرب صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین اسلم ثلاث مرات و ہو یقول اللہم اخرج ما فی صدرہ من غل و ابدلہ ایماناً یقول ذلک ثلثاً اخرجہ الحاکم وازانجملہ آنست کہ چون مسلمان شد اعلان نمود اسلام خود را وازین راہ متاعبات تشویش بسیار نمود و آن را مانند شہد وشکر گوارا فرمود قال ابن اسحٰق وحدثنی نافعؒ مولیٰ عبد اللہ بن عمر عن ابن عمر قال لما اسلم عمر قال ای قریش انقل للحدیث قیل لہ جمیل بن معمر الجمحی قال فغدا علیہ قال عبد اللہ بن عمر و غدوت اتبع اثرہ و انظر ما یفعل و انا غلام اعقل کلما رأیت حتے جاءہ فقال اعلمت یا جمیل انی اسلمت و دخلت فی دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم قال فواللہ ما راجعہ حتے قام یجر رداءہ واتبعہ عمر و اتبعت ابی حتے اذا قام علے باب المسجد

جب فاروق اعظم رضہ اسلام سے مشرف ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دُعاء فرمائی اور وہ دُعاء مرتبۂ قبولیت کو پہنچ گئی۔ مروی ہے عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضہ اسلام لائے تو اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر تین مرتبہ مارا اور یہ فرماتے رہے کہ یا اللہ! اس کے سینہ میں جو کھوٹ ہے اُس کو نکال دیجئے اور اس کے بجائے ایمان دیدیجئے یہ آپ تین مرتبہ فرماتے رہے، اس کو روایت کیا حاکم نے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب مسلمان ہوتے تو اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اس وجہ سے بہت تشویش اور ایذاؤں کا ہدف بنے اور ان کو شہد اور شکر کی طرح گوارا فرمایا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمر رضہ نے کہا کہ جب عمر رضہ اسلام لائے تو انھوں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ قریش میں کسی نئی بات کو سب سے زیادہ لوگوں سے کہتے ہوتے پھرنے والا شخص کون ہے؟ تو اُن سے کہا گیا کہ جمیل بن معمر الجمحی ہے۔ کہا (ابن عمر رضہ نے) کہ صبح کو اُس کی طرف روانہ ہوگئے۔ عبد اللہ بن عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں بھی صبح سے ہی اُن کے پیچھے ہو لیا اور دیکھتا رہا کہ کیا کرتے ہیں، اور میں اس وقت لڑکا تھا جو کچھ دیکھتا اُس کو سمجھ لیتا تھا، غرض کہ عمر رضہ اُس کے پاس پہنچ گئے اور بولے کہ اے جمیل! کیا تجھے معلوم ہوگیا ہے کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوگیا ہوں۔ کہا (ابن عمر رضہ نے) کہ واللہ اُن کی بات کا جواب دیتے بغیر ہی اپنی چادر کھینچتا ہوا کھڑا ہوگیا (اور چلنے لگا) اور عمر رضہ اس کے پیچھے چلنے لگے اور میں اپنے باپ کے پیچھے چل رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ مسجد حرام کے دروازے پر کھڑا ہوا تو

عہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ولادت نزول وحی سے ایک سال پہلے ہوتی اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تو اس قصہ کے وقت جس کا بیان کر رہے ہیں ان کی عمر تقریباً سات برس کی تھی ۱۲ مترجم

صَرَخَ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ
وَہُمْ فِیْ اَنْدِیَتِہِمْ (مجالسہم) حَوْلَ الْکَعْبَۃِ
اَلَا اِنَّ ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ صَبَا (خرج من الدین)
قَالَ یَقُوْلُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِہٖ کَذَبَ
وَلٰکِنْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَ شَہِدْتُ اَنْ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ
وَرَسُوْلُہٗ وَ ثَارُوْا اِلَیْہِ فَمَا بَرِحَ
یُقَاتِلُہُمْ وَ یُقَاتِلُوْنَہٗ حَتّٰی قَامَتِ
الشَّمْسُ عَلٰی رُءُوْسِہِمْ قَالَ وَ طَلَحَ (اعیٰی)
فَقَعَدَ وَ قَامُوْا عَلٰی رَاْسِہٖ وَ
ہُوَ یَقُوْلُ افْعَلُوْا مَا بَدَا لَکُمْ فَاَحْلِفُ
بِاللّٰہِ لَوْ کُنَّا ثَلٰثَ مِائَۃِ رَجُلٍ
لَقَدْ تَرَکْنَاہَا لَکُمْ اَوْ تَرَکْتُمُوْہَا (یعنی مکہ)
لَنَا قَالَ فَبَیْنَا ہُوَ عَلٰی
ذٰلِکَ اِذْ اَقْبَلَ شَیْخٌ مِنْ
قُرَیْشٍ عَلَیْہِ حُلَّۃٌ حِبَرَۃٌ (چادر ہائے یمن) وَ قَمِیْصٌ
مُوَشًّی (منقش) حَتّٰی وَقَفَ عَلَیْہِمْ فَقَالَ مَا
شَاْنُکُمْ قَالُوْا صَبَا عُمَرُ قَالَ فَمَہْ (پس چہ شد)
رَجُلٌ اخْتَارَ لِنَفْسِہٖ اَمْرًا فَمَا ذَا تُرِیْدُوْنَ
اَتَرَوْنَ بَنِیْ عَدِیِّ بْنِ کَعْبٍ یُسْلِمُوْنَ
لَکُمْ صَاحِبَہُمْ ہٰکَذَا خَلُّوْا عَنِ الرَّجُلِ قَالَ
فَوَاللّٰہِ لَکَاَنَّمَا کَانُوْا ثَوْبًا کُشِطَ (ازیل)
عَنْہُ قَالَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ
بَعْدَ (عمرؓ) اَنْ ہَاجَرَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ
یَا اَبَتِ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِیْ

بہت اونچی آواز سے چلّایا کہ "اے قریش کی جماعت!" اور اُس وقت وہ کعبہ کے گرد اپنی ایک مجلس جماتے ہوتے تھے "آگاہ ہو جاؤ کہ ابن الخطاب بے دین ہو گیا"۔ کہا کہ عمرؓ اس کے پیچھے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ بولا۔ لیکن میں تو اسلام لے آیا ہوں اور گواہی دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پھر وہ سب عمرؓ کی طرف آلئے (اور لڑائی شروع ہو گئی تو برابر عمرؓ) اُن لوگوں سے لڑتے رہے اور وہ لوگ ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج اُن سب کے سروں پر آلیا۔ کہا کہ اور عمرؓ تھک کر بیٹھ گئے تھے اور وہ سب لوگ اُن کے سر پر کھڑے ہوتے تھے اور عمرؓ کہہ رہے تھے کہ جو تمہارے جی میں آئے کر لو میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو آدمی ہو گئے تو مکہ کو ہم تمہارے لئے چھوڑ دیں گے یا تم کو اُسے ہمارے لئے چھوڑنا پڑے گا۔ کہا کہ اسی دَوران میں جبکہ اس جھگڑے میں تھے کہ قریش میں کا ایک شیخ آگیا جس کے بدن پر یمنی چادروں کا جوڑا تھا اور منقّش کُرتہ پہنے ہوتے تھا، وہ اُن کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ بے دین ہو گیا۔ اُس نے کہا پھر ہوا کیا؟ ایک شخص نے اپنی ذات کے لئے ایک امر اختیار کر لیا تو اب تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے میں کے ایک فرد کو اسی طرح تمہارے سپرد کئے رکھیں گے۔ چلے جاؤ اس شخص کے پاس سے۔ کہا واللہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ایک کپڑے کی طرح تھے (جو اُن پر چھائے ہوتے تھے) وہ اُن پر سے ہٹا دیا گیا (یعنی سب لوگ فوراً چلے گئے) عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے اُس زمانہ میں دریافت کیا جب مدینہ میں ہجرت کر کے آگئے کہ ابا جان! وہ کون شخص تھا جس نے قوم کو

زجر القوم فیک بمکۃ یوم اسلمت وہم یقاتلونک قال ذاک ای بنی العاص ابن وائل السہمی و عن عبداللہ بن عمر قال لما اسلم عمر اجتمع الناس عند دارہ قالوا صبا عمر و انا غلام فوق ظہر بیتی فجاء رجل علیہ قباء من دیباج فقال صبا فما ذاک فانا لہ جار فرأیت الناس تصدعوا عنہ فقلت من ہذا قالوا العاص بن وائل اخرجہ البخاری درینجا نکتہ باید فہمید کہ فاروق اعظم سال ششم از بعثت بعد اسلام چہل مرد و پانزدہ زن مسلمان شد علے اختلاف یسیر بین حملۃ العلم فی ذلک بالجملہ اسلام او اگرچہ بنصف قرن از اول بعثت متاخر شد و آن سابقہا از وی فوت گشت اما بتائید الٰہی در قیام بحقوق خلافت باتم وجہ و توسط میان پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم و امت او در نشر دین از ہمہ سبقت نمود در اول امر مفضول بود بنسبت صدیق اکبرؓ بر بسیارے از جہت تاخر اسلام و در آخر حال ہمعنان او و سہیم و شریک او شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان ہر دو وجہ فرمودہ اند در قضیہ مغاضبہ صدیق اکبرؓ باوے خطاب عتاب آلود فرمود ہل انتم تارکون لی صاحبی ہل انتم

آپ کے بارے میں مکہ میں ڈانٹا تھا جس دن آپ اسلام لاتے تھے اور وہ آپ سے لڑ رہے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میرے بیٹے! وہ شخص عاص بن وائل السہمی تھا۔ (عمروؓ بن العاص کا باپ) اور مروی ہے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ جب عمرؓ اسلام لاتے تو لوگ ان کے مکان کے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے کہ عمرؓ بے دین ہوگیا اور میں (اس وقت) لڑکا تھا اپنے گھر کی چھت پر چڑھا ہوا تھا۔ پھر ایک شخص آیا جو دیبا کی قبا پہنے ہوتے تھا تو اس نے کہا بے دین ہوگیا تو پھر ہوا کیا، میں بھی تو اس کا ہمسایہ ہوں تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب تتر بتر ہوگئے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون تھا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ عاص بن وائل تھا، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیئے کہ فاروق اعظمؓ بعثت کے چھٹے سال میں جب کہ چالیس مرد اور پندرہ عورتیں اسلام لاچکی تھیں مسلمان ہوئے۔ اہل علم کا اس (عدد) میں تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ الغرض ان کا اسلام اگرچہ اول بعثت سے نصف قرن کے قریب (بحساب قیام مکہ) متاخر ہوگیا اور وہ سبقتیں (جو ان سے پہلے والوں کو حاصل ہوئیں) ان سے فوت ہوگئیں لیکن بتائید الٰہی حقوق خلافت کو پورے طور پر قائم رکھنے میں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان دین کی اشاعت میں واسطہ بننے میں سب سے سبقت لے گئے۔ اول امر میں بہ نسبت صدیق اکبرؓ کے بوجہ دیر میں اسلام لانے کے بہت سی باتوں میں کم رتبہ رہنے اور آخر حال میں ان کے برابر کے ساتھی اور شریک وسہیم رہے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قضیہ میں جو صدیق اکبرؓ سے ناراض ہونے کا پیش آیا تھا دونوں حالتوں کا اظہار ان سے عتاب آمیز خطاب کے ساتھ فرمایا تھا کہ کیا تم میری وجہ سے میرے رفیق کو (اذیت دینا) چھوڑ دوگے؟ کیا تم میری وجہ سے

تارکون لی صاحبی قلتُ یا ایُّہا الناسُ انی
رسولُ اللہ الیکم جمیعًا فقلتم کذبتَ وقالَ
ابو بکرٍ صدقتَ اخرجہ البخاری و در حدیث
رُؤیا قلیب چاہ فرمود ثُمّ اخذ ابو بکر و فی
نَزعِہٖ ضعفٌ واللہ یغفر لہ ثُمّ اخذ ہا عُمر
ابن الخطاب فاستحالت غَرْبًا فلم اَرَ عبقریًا
من الناس یَفرِیُ فریّہ حتے ضربَ
الناسُ بعَطَنٍ اخرجہ الشیخان وغیرہما
وازا نجملہ آنست کہ بسبب دخولِ او در
اسلام مسلمانان عزیز شدند و اعلان
اسلام نمودند عن ابن مسعود قال
مازلنا اَعِزّۃً مُنذُ اسلم عُمر اخرجہ
البخاری قال ابن اسحٰق ولمّا قدمَ عمرو
ابن العاص و عبداللہ بن ابی ربیعۃ
علٰے قریش ولم یُدرِکوا ماطلبوا
و ردّہم النجاشی بما یکرہون واسلم
عمر بن الخطّاب وکانَ رجلًا ذا
شکیمۃ لایُرامُ ما وراءَ ظہرہ امتنع
بہ اصحابُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم و بحمزۃ رضے اللہ عنہ حتے غاظوا
قریشًا فکانَ عبداللہ بن مسعود یقول ماکنّا
نقدرُ علٰے اَن نُصلّے عند الکعبۃ حتے اسلم عمر
ابن الخطاب فلمّا اَسلَم قاتَلَ قریشًا حتے
صلّے عند الکعبۃ وصلّینا معہ عن
سعد بن ابراہیم قالَ

میرے رفیق کو اذیت دینا، چھوڑو گے؟ میں نے کہا کہ اے لوگو! میں
تم سب کے پاس اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں، تو تم نے کہا کہ تو
جھوٹا ہے ابو بکرؓ نے کہا کہ تو سچا ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔
اور کنوئیں والے خواب کی حدیث میں فرمایا پھر ابو بکرؓ نے (ڈول)
پکڑا اور اس کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ اس کی مغفرت کرے
پھر اس کو عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا تو وہ ایک موچرس بن گیا تو
میں نے لوگوں میں کوئی جوانمرد نہیں دیکھا جو اُس جیسا کام کرتا ہو
یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر پانی کے گرد بٹھا دیا
اس کو شیخین وغیرہما نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ
اُن کے اسلام میں داخل ہونے کے سبب سے مسلمانوں کے حوصلے
بڑھ گئے اور انھوں نے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ابن مسعودؓ سے
مروی ہے انھوں نے کہا کہ جب سے عمرؓ اسلام لاتے ہم عزت
کے ساتھ رہے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ
جب عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ قریش کے پاس (واپس)
آئے اور جس مقصد سے گئے تھے اُس کو نہ پا سکے اور اُن کو ایسے
طور پر نجاشی نے نکال دیا جو اُن کو ناگوارا تھا اور عمرؓ بن الخطاب
اسلام لے آئے اور وہ بڑے حوصلے والے شخص تھے پروا نہیں
کرتے تھے ان کی پیٹھ پیچھے جو کچھ (خطرہ) ہو تو اُن سے اور حمزہ
رضی اللہ عنہ (کے اسلام لانے) سے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم طاقتور ہو گئے یہاں تک کہ ان لوگوں نے قریش کو
غضبناک کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ ہم اس
پر قدرت نہیں رکھتے تھے کہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ لیں یہانتک
کہ عمرؓ اسلام لاتے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو وہ قریش سے
لڑے یہاں تک کہ انھوں نے کعبہ کے نزدیک نماز پڑھی اور ہم نے
بھی اُن کے ساتھ پڑھی۔ اور سعد بن ابراہیم سے مروی ہے کہا کہ

قال عبداللہ بن مسعود ان اسلام عمر رضی اللہ عنہ
کان فتحاً و ان ہجرتہ کانت نصراً و ان امارتہ
کانت رحمۃً ولقد کنا ما نصلی عند الکعبۃ حتی
اسلم عمر فلما اسلم قاتل قریشاً حتی صلی
عند الکعبۃ و صلینا معہ اخرجہ ابن ہشام
فی زیادتہ علی السیرۃ و اخرج الحاکم مثلہ
وازانجملہ آنست کہ ہجرۃ نمود بسوی مدینہ
قبل از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمہید
و توطیہ ساخت برائے قدوم وے صلی اللہ علیہ
وسلم عن البراء بن عازب اول من قدم
علینا مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم وکانوا
یقرؤن الناس (کو درس میدادند) فقدم بلال و سعد و عمار
ابن یاسر ثم قدم عمر بن الخطاب فی عشرین
من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قدم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اخرجہ
البخاری وازانجملہ آنست کہ در غزوہ بدر
آثر جمیلہ نصیب فاروق رض گشت بوجوہ بسیاری
آنکہ خال خود را للہ فی اللہ کشت محبت قرابت مانع
مباشرت قتل او نشد فی الاستیعاب قتل العاص بن
ہشام بن مغیرۃ کافراً یوم بدر قتلہ عمر بن الخطاب و کان
خالاً لہ دیگر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ عباس
را نکشند ابوحذیفہ آن را قبول نکرد درینجا نوعی از وہن
در امتثال حکم پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم
پدید آمد و نحوی از اختلاف نمودار گردید
آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم

عبداللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ عمر رض کا اسلام ایک فتح تھا اور اُن کی ہجرت ایک مدد تھی اور اُن کی امارت ایک رحمت تھی اور ہم اس حال میں تھے کہ کعبہ کے قریب نماز نہیں پڑھ سکتے تھے یہاں تک کہ عمر رض اسلام لے آئے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ اُنھوں نے کعبہ کے پاس نماز پڑھی اور ہم نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی اس کو ابن ہشام نے اپنی "زیادۃ علی السیرۃ" میں نقل کیا ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے وہاں کی فضا کو مناسب اور ہموار کیا۔ براء بن عازب رض سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ہمارے پاس آتے وہ مصعب رض ابن عمیر اور ابن ام مکتوم رض تھے اور وہ لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ پھر بلال رض اور سعد رض اور عمار رض بن یاسر آئے۔ پھر اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بیس آدمیوں میں عمر رض بن الخطاب آئے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آخر حدیث تک، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں اچھی فضیلتیں حضرت فاروق رض کے حصہ میں آئیں بہت سی وجوہ کے ساتھ ایک یہ کہ آپ نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے ماموں کو قتل کیا۔ قتل کرنے میں قرابت کی محبت آپ کے لئے مانع نہ ہوتی۔ استیعاب میں ہے کہ قتل کیا گیا عاص بن ہشام بن مغیرہ بدر کے دن کفر کی حالت میں۔ اس کو عمر رض بن الخطاب نے قتل کیا اور یہ اُن کا ماموں تھا۔ دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و وسلم نے فرمایا کہ عباس کو نہ ماریں۔ ابو حذیفہ رض نے اس کو قبول نہ کیا۔ اس موقع پر تعمیل حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی کا ظہور ہوا۔ اور ایک طرح کا اختلاف نمودار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

این حادثہ را بدو وجہ تدارک فرمود در حالت راہنہ تخویف و تہدید شخصے کہ از قبولِ امر نافرمانی نمود وجارحہ آن تہدید و تشدید فاروقِ اعظم رضہ را ساخت و گفت یا باحفصٍ أیُضرب وجہُ عمِّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیف حضرت فاروق رضہ ازین کلمہ بجوشید و مقصود بحصول انجامید و در وقتِ اخذ فِدا ہرچند انصار گفتند کہ ابنِ اُخت ما را معاف باید داشت قبول نہ فرمود تا سدِّ ذریعہ اختلاف شود اینجا بر قدرِ عقولِ مردم تنزل نمود عن ابن عباسٍ انّ النّبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ یومئذٍ انّی قد عرفتُ انّ رجالاً من بنی ہاشم وغیرہم قد اُخرجوا کرہاً لا حاجۃَ لہم بِقتالنا فمن لقِیَ اَحدًا من بنی ہاشم فلا یقتلہُ ومَن لقِیَ ابا البختری ابن ہشام فلا یقتلہ ومَن لقیَ العباسَ بنَ عبدالمطلب عمَّ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلا یقتلہ فانما خرج مُستکرہاً قال فقال ابو حذیفۃ اَنقتُلُ آباءَنا و ابناءَنا واخواننا وعشیرتنا ونترک العبّاسَ واللہِ لئن لقیتُہ لاُلحِمَنّہ السّیفَ قال فبلغتْ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لعمرَ بن الخطاب یا ابا حفصٍ قال عمر واللہ انّہ لاوّلُ یوم کنّانی رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بابی حفصٍ اَیُضرب وجہُ عمِّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالسّیف فقال عمر یا رسولَ اللہ

اس حادثہ کا تدارک دو طرح سے فرمایا (ایک یہ کہ) ایسے شخص کو ڈرانا اور دھمکانا جس نے کہ حکم کے ماننے میں نافرمانی کی اور اُس ڈرانے دھمکانے کا آلہ آپ نے فاروقِ اعظم رضہ کو بنایا اور فرمایا کہ اے ابو حفص! کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی۔ حضرتِ فاروق رضہ اس کلمہ سے جوش میں آگئے اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اور (دوسری یہ کہ) فدیہ لینے کے وقت ہر چند انصار نے کہا کہ ہمارے بھانجے کو معاف رکھنا چاہیئے (یعنی عباس رضہ سے فدیہ نہ لیا جائے) مگر آپ نے قبول نہ فرمایا تاکہ اختلاف کا سبب بند ہو جائے۔ یہاں عام لوگوں کے مرتبۂ عقل پر آپ نے تنزل فرمایا۔ مروی ہے ابن عباس رضہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس دن اپنے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ بہت سے لوگ بنی ہاشم وغیرہم کے زبردستی نکالے گئے ہیں اُن میں ہم سے لڑنے کا داعیہ نہیں تھا تو جس کا بنی ہاشم میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ ہو جائے وہ اُس کو قتل نہ کرے، جو شخص ابو البختری بن ہشام کے مقابل ہو وہ اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا مقابل ہو وہ اُن کو قتل نہ کرے۔ بیان کیا کہ اس پر ابو حذیفہ (ابن عتبہ بن ربیعہ) نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں کو تو قتل کر دیں اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میرا اُس سے مقابلہ ہو گیا تو میں اپنی تلوار کو اُس کا گوشت ضرور کھلاؤں گا۔ کہا کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ تو آپ نے عمر رضہ ابن الخطاب سے فرمایا اے ابو حفص! عمر رضہ فرماتے ہیں کہ واللہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کُنیت ابو حفص سے خطاب کیا، کیا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے مُنہ پر تلوار ماری جاتے گی؟ تو عمر رضہ نے کہا کہ یا رسول اللہ!

وَعُنی فلأضرب عنقہ بالسیف تو والله لقد
نافق فکان ابو حذیفة رض یقول ما انا بآمن
من تلک الکلمة التی قلتُ یومئذٍ ولا ازال
منہا خائفاً الا ان تکفّرہا عنی الشہادة فقُتل
یوم الیمامة شہیداً اخرجہ ابن اسحٰق سوم
آنکہ بعد فتح در باب اسیران اختلاف
افتاد کہ فدا بگیرند یا قتل کنند رائی حضرت
فاروق رض موافق مرادِ حق واقع شد عن ابن
عباس قال حدثنی عمر بن الخطاب فذکر
قصةً الی ان قال فاستشار رسول الله
صلے الله علیہ وسلم ابابکر و علیاً و عمر
فقال ابو بکر یا نبی الله ہؤلاء بنو العم
والعشیرة والاخوان فانی اری
ان نأخذ منہم الفدیة فیکون
ما اخذنا منہم قوةً لنا علی الکفار و
عسی الله ان یہدیہم فیکونون لنا
عضداً فقال رسول الله صلے الله علیہ
وسلم ما تری یا ابن الخطاب قال
قلت والله ما اری ما رأی ابو بکر
ولکنی اری ان تمکّنی من فلان
قریب لعمر فاضرب عنقہ وتمکن
علیاً من عقیل فیضرب عنقہ و
تمکن حمزة من فلان اخیہ فیضرب عنقہ
حتے یعلم الله انہ لیست فی قلوبنا
ہوادة للمشرکین ہؤلاء صنادیدہم و

نرمی ۱۲ — بہتران ۱۲

مجھے اجازت دیجئے کہ میں تلوار سے اس کی گردن اُڑا دوں۔ خدا کی
قسم اس نے نفاق برتا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ رض کہا کرتے تھے کہ جو کلمہ
اُس دن میری زبان سے نکل گیا تھا میں اُس سے مطمئن نہیں ہوں
اور ہمیشہ اُس سے خائف رہتا ہوں (آخرت کے مواخذہ سے بچنے
کی کوئی صورت نہیں) بجز اس کے میری طرف سے اس معصیت
کا کفارہ شہادت بن جائے۔ تو وہ یوم یمامہ میں قتل کئے گئے اور
شہید ہوگئے۔ اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا۔ تیسری یہ کہ فتح
(بدر) کے بعد قیدیوں کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ فدیہ
لے لیں یا قتل کریں۔ اس بارے میں حضرت فاروق رض کی رائے
مرادِ حق کے موافق واقع ہوئی۔ مروی ہے ابن عباس رض سے کہا کہ
مجھ سے بیان کیا عمر رض بن الخطاب نے۔ پھر اس قصہ کا ذکر کرتے
ہوئے فرمایا کہ پھر مشورہ لیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ابو بکر رض سے اور علی رض سے اور عمر رض سے۔ تو ابو بکر رض نے کہا یا رسول اللہ
یہ لوگ چچا کے بیٹے اور رشتہ دار بھائی ہیں میری رائے یہ ہے
کہ ہم ان سے فدیہ لے لیں تو جو کچھ ہم اُن سے لیں گے وہ ہمارے
لئے کفار پر موجب قوت ہوگا اور امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت
کردے گا تو وہ ہمارے لئے ایک بازو بنیں گے۔ پھر رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟
کہا کہ میں نے کہا واللہ میں وہ رائے نہیں رکھتا جو ابو بکر رض رائے
رکھتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ میرے سپرد آپ کریں فلاں کو،
یہ حضرت عمر رض کے ایک رشتہ دار تھے، تاکہ میں اس کی گردن
ماردوں اور علی رض کے سپرد کیجئے عقیل کو تاکہ وہ اُس کی گردن کاٹ
دیں اور حمزہ رض کے سپرد کیجئے اُن کے فلاں بھائی (یعنی عباس) کو کہ
وہ اُن کی گردن ماردیں۔ تاکہ اللہ پر ظاہر ہوجائے کہ ہمارے دلوں
میں مشرکین کے لئے نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ مشرکین کے سردار اور

ائمتهم و قادتهم فهوى (او احب ۱۲) رسولُ اللهِ صلى الله عليه و سلم ما قال ابو بكر و لم يهوَ ما قلتُ فأخذ منهم الفداء فلمّا كان من الغدِ قال عمر غدوتُ الى النبى صلى الله عليه و سلم فاذا هو قاعد و ابو بكرٍ و اذا هما يبكيانِ فقلتُ يا رسولَ اللهِ اَخْبِرْنى ماذا يُبكيكَ انتَ و صاحبك فان وجدتُ بكاءً بكيتُ و ان لم اجد بكاءً تباكيتُ لبكائكما قالَ فقال النبى صلى الله عليه و سلم ابكى للذى عَرَضَ علىَّ اصحابك من الفداء ثم قال لقد عُرِضَ علىَّ عذابكم ادنى من هذه الشجرة بشجرةٍ قريبةٍ و انزلَ اللهُ عزّ و جلّ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اِلٰى لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْ تُمْ من الفِدآء ثمّ اُحِلّ لهم الغنآئم فلمّا كان يوم اُحُدٍ من العام المُقبل عُوْقِبُوْا بما صَنَعُوْا يوم بدر من اَخْذِهم الفدآء فقُتِلَ منهم سبعُوْنَ و فرَّ اصحابُ النبىّ عن النبى صلى الله عليه و سلم و كُسِرتْ رَباعيته (شکست ۱۲) و هُشِمت البيضة (خود ۱۲) على رأسه

اُن کے پیشوا اور اُن کے راہ نما ہیں۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند کیا اُس رائے کو جو ابوبکرؓ نے دی تھی اور جو کچھ میں نے کہا تھا اس کو پسند نہ کیا اور ان سے فدیہ لے لیا۔ عمرؓ نے بیان کیا کہ جب اگلا دن ہوا تو صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آپؐ بیٹھے ہیں اور ابوبکرؓ بھی اور دونوں رورہے ہیں تو میں نے کہا یارسول اللہؐ! مجھے بتایئے کہ آپ کیوں رورہے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی، تو اگر مجھے رونا آئے گا تو میں بھی روؤں گا اور اگر نہیں آئے گا تو آپ کے گریہ کے ساتھ شریک ہونے کے لئے رونے کی کوشش کروں گا۔ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رورہا ہوں اس وجہ سے جو میرے سامنے تمہارے ساتھیوں نے فدیہ کا معاملہ پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھ پر پیش کیا گیا تمہارا عذاب جو قریب آگیا تھا اس درخت کے۔ ایک قریب کے درخت کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ الخ (۸: ۶۷۔ ۶۸) نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جاتیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالےٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ بڑے زبردست اور بڑے حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کا ایک نوشتہ مقدّر نہ ہوچکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے یعنی فدیہ لینا اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔" پھر حلال کر دیا گیا اُن کے لئے غنیمتوں کو۔ پھر جب آئندہ سال جنگ اُحُد ہوئی تو اس چیز کا ان کو بدلہ دیا گیا جو اُنھوں نے یوم بدر میں کیا تھا یعنی اُن سے فدیہ لے لینا۔ تو مسلمانوں میں سے ستّر قتل کئے گئے اور اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہزیمت واقع ہوئی اور آپؐ کا دانت توڑا گیا اور آپ کے سر پر خود توڑا گیا

وسال الدم علیٰ وجہہ وانزل اللہ تعالیٰ
اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ
مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ
مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ باخذکم الفداء، اخرجہ
احمد چہارم آنکہ عمیر بن وہب بعد از
فتح برائے استخلاص برادر خود بحضور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آمد وے
از فاتکان قریش و دلیران ایشان بود و
حضرت فاروق رض در حفظ مراتب احتیاط
از مکر وے بشرط محبت بتقدیم رسانید
عن عروۃ بن الزبیر فی قصۃ عمیر بن
وہب فبینا عمر بن الخطاب فی نفر
من المسلمین یتحدثون عن یوم بدر و
یذکرون ما اکرمہم اللہ بہ و ما اراہم بہ
من عدوہم اذ نظر عمر الی عمیر بن
وہب حین اناخ علی باب المسجد
متوشحاً السیف فقال ہذا الکلب
عدو اللہ عمیر بن وہب ما جاء الا بشر و
ہو الذی حرش بیننا و حزرنا للقوم یوم
بدر ثم دخل عمر رضی اللہ عنہ علی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ ہذا
عدو اللہ عمیر بن وہب قد جاء متوشحاً
سیفہ قال فادخلہ علی قال فاقبل
عمر حتی اخذ بحمالۃ سیفہ

اور خون آپ کے چہرۂ مبارک پر بہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نازل کیا
اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ الخ (۳: ۱۶۵) اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس
سے دوگنے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو
کہ یہ کدھر سے ہوئی۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف سے
ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔" (تمہاری طرف
سے یعنی) تمہارے فدیہ لینے کی وجہ سے، روایت کیا اس کو احمد نے۔
چوتھی یہ کہ عمیر بن وہب فتح (بدر) کے بعد اپنے بھائی کو چھڑانے
کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ شخص
قریش کے خونریز اور دلیر لوگوں میں سے تھا۔ اور حضرت فاروق رض
نے اس کے مکر سے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی) حفاظت
کے سلسلہ میں احتیاط کے تمام مراتب آپ کی محبت کی وجہ سے
پورے ادا کئے۔ عمیر بن وہب کے قصہ میں عروہ بن الزبیر رض سے مروی
ہے کہ اس دوران میں کہ عمر بن الخطاب رض مسلمانوں کی ایک جماعت
میں بیٹھے ہوئے تھے جو آپس میں یوم بدر کی باتیں کر رہے تھے اور
جو اکرام اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے تھے اور دشمنوں کی جو حالت
اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھائی تھی اس کو یاد کر رہے تھے کہ عمر رض کی نظر
پڑی عمیر بن وہب پر جب کہ اس نے اپنے اونٹ کو مسجد
کے دروازے پر بٹھایا اور وہ اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے
تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ کتا اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے یہ بجز شر
کے اور کسی ارادے سے نہیں آیا۔ اور یہ وہی شخص ہے جس نے
بدر کے دن ہمارے خلاف قوم کو خوب بھڑکایا تھا اور قوم کے جذبات
کو تیز کیا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ! یہ اللہ کا دشمن عمیر بن وہب
آیا ہے اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے
پاس لے آؤ۔ تو عمر رض اس کو اس طرح لے کر آئے کہ اس کی تلوار

فی عُنقِہٖ فلبّبَہ بہا و قال لرجالٍ ممّن کان
معہٗ من الانصار ادخلوا علیٰ رسولِ اللّٰہ
صلے اللّٰہ علیہ وسلّم فاجلسُوا عندہٗ
واحذروا علیہ من ھٰذا الخبیثِ فانّہٗ غیر
مامونٍ ثمّ دخلَ بہٖ علیٰ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ
وسلّم و عُمر آخذ بحمالۃِ سیفِہٖ فی عنقہٖ فقالَ
اَرسِلْہُ یا عُمرُ اُدنُ یا عُمیر فذکرَ الحدیث
بطولِہٖ وفیہ معجزۃ اخرجہ ابن اسحٰق و
ازانجملہ آنست کہ در غزوۂ اُحُد فضائل
نمایان نصیب حضرت فاروق رضؓ شد بچندین
جہت یکیؔ آنکہ در وقت تحصّن بشعب با
جماعہ از مہاجرین بالائے کوہ برآمد و دفع کفّار
نمود قال ابن اسحٰق فبینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
سلم بالشعب معہ اولٰئک النفر من اصحابہ اذ عَلَت
عالیۃٌ من قریش الجبلَ فقالَ رسولُ
اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم

کے تسمہ کو جو اس کی گردن پڑا تھا اُس کے گریبان کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور جو انصاری کہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاؤ اور اُن کے قریب جاکر بیٹھو اور اس خبیث سے چوکنّے رہو کیونکہ یہ قابلِ اطمینان شخص نہیں ہے۔ پھر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پاس لے کر آئے اور عمر رضؓ اس کی گردن میں پڑے ہوئے تلوار کے تسمہ کو پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اے عمر رضؓ! اور اے عُمیر قریب آ۔ یہ لمبی حدیث ہے اور اس میں ایک معجزہ بھی ہے، اس کو ابنِ اسحٰق نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں نمایاں فضائل فاروقِ اعظم رضؓ کو حاصل ہوتے متعدد جہت سے ایکؔ یہ کہ گھاٹی میں پناہ گزین ہونے کے وقت مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ عمر رضؓ نے پہاڑ کے اوپر چڑھ کر کفّار کو دفع کیا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ ایسے وقت میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں تھے، اور آپ کے اصحاب میں سے وہ لوگ موجود تھے کہ ایک اوپر چڑھنے والی قریش کی جماعت پہاڑ کے اوپر پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا

ع۵ اس کے بعد کا واقعہ یہ ہے کہ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے عمیر! تُو کیوں آیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ اُس قیدی کی وجہ سے آیا ہوں جو تمھارے قبضہ میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تلوار کیوں لٹکائی؟ اُس نے (ٹالنے کے لئے) جواب دیا کہ ہماری تلوار کا مُنہ کالا ہو کہ یہ کبھی ہمارے کام نہ آئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحیح بات بتاؤ، بغیر سچ بولے چھٹکارا نہ ملے گا۔ اُس نے کہا کہ اس مہم کے سوا میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے صفوان بن اُمیہؓ کے ساتھ بیٹھ کر کشتگانِ بدر کو یاد نہیں کیا اور جب کہ اُس نے تیرے قرض کو اور تیرے اہل و عیال کی کفالت کو اپنے ذمّہ لے لیا تو تُو محمدؐ کے قتل کے لئے نہیں آیا؟ تو اس مہم کے لئے آیا ہے، لیکن میرے اور تیرے درمیان خدا حائل ہو گیا۔ (اس سے فاروقِ اعظم رضؓ کی یہ اہم فضیلت نکلی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو حفاظتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنا جارحہ اور آلہ بنایا) عُمیرؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں اور اپنی انتہائی جہالت کی وجہ سے ہم آپؐ کا انکار کرتے تھے۔ آپؐ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ اس بات کی میرے اور صفوان کے سوا کسی کو بھی خبر نہ تھی۔ اور اس کی آپؐ کو خدا کے سوا کسی نے بھی خبر نہیں دی۔ اسی نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرّف کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن کی تعلیم دو۔ اس کے بعد اس نے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی اور لوگوں کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اور ایک جماعتِ کثیر اُس کے ذریعہ سے دولتِ اسلام سے مشرّف ہوئی ۱۲ شواہد النبوۃ مولانا جامیؒ مترجمہ اشتیاق احمد عفی عنہ۔

اللّٰھم انہ لا ینبغی لھم ان یعلونا فقاتل عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ و رھط معہ من المھاجرین حتے اھبطوا من الجبل ذکرہ فی السیرۃ دوم آنکہ ابوسفیان نزدیک انصراف از احد گفت اعل ھبل فاروق را غیرت اسلام بجوش آمد و آن موجب اعلاء کلمۃ اللّٰہ شد سوم آنکہ درین حادثہ واضح گشت کہ کفار بعد آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم و بعد صدیق اکبرؓ اگر از کسے حسابے میگرفتند از فاروقؓ میگرفتند قال ابن اسحٰق ان ابا سفیان حین اراد الانصراف اشرف علے الجبل ثم صرخ باعلے صوتہ فقال ان الحرب سجال یوم بیوم بدر اعل ھبل فقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قم یا عمر فاجبہ فقال اللّٰہ اعلےٰ و اجل لا سواء (جنگ برابر سرابر نیست) قتلانا فی الجنۃ و قتلاکم فی النار فلما اجاب عمر رضی اللّٰہ عنہ ابا سفیان قال لہ ابوسفیان ھلم الی یا عمر فقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم لعمر ائتہ فانظر ما شانہ فقال ابوسفیان انشدک اللّٰہ یا عمر اقتلنا محمدا قال اللھم لا وانہ لیسمع کلامک الآن قال انت اصدق عندی من ابن قمئۃ و ابر یقول ابن قمئۃ لھم انی قتلت محمدا و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ خندق حاضر شد و

یا اللہ! یہ تو ٹھیک نہیں کہ وہ ہم سے بلند ہو جائیں تو عمرؓ بن الخطاب نے ایک جماعتِ مہاجرین کو ساتھ لے کر اُن سے قتال کیا یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے نیچے اُتار دیے گئے، اس کا ذکر کیا ہے سیرت میں۔

دوسری یہ کہ اُحد سے واپس ہوتے وقت ابوسفیان نے نعرہ لگایا اُعلُ ھُبَل (بلند ہو لے ہُبَل! یہ قریش کے بُت کا نام تھا) فاروقؓ کی غیرتِ اسلام جوش میں آئی اور وہ اعلاء کلمۃ اللہ کا موجب ہوئی (کہ انہوں نے نعرہ لگایا اَللہُ اَعلیٰ و اَجَلّ) تیسری یہ کہ اس حادثہ میں یہ واضح ہو گیا کہ کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ کے بعد اگر کسی کو سربرآوردہ شمار کرتے تھے تو حضرت فاروقؓ کو کرتے تھے۔ ابنِ اسحٰق نے کہا کہ ابوسفیان نے جب واپس ہونے کا ارادہ کیا تو پہاڑ کے اوپر چڑھا پھر بلند آواز سے چیخا اور کہا کہ "لڑائی برابر سرابر کی ہوگئی یہ یوم بدر کے یوم کا جواب ہے۔ بلند ہو لے ہُبَل" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُٹھو اے عمرؓ! اور اس کا جواب دو۔ تو عمرؓ نے نعرہ لگایا اللہ اعلیٰ و اجلّ (اللہ سب سے بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے) لڑائی برابر سرابر نہیں ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمرؓ! میری طرف آ۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عمرؓ سے کہ جاؤ دیکھو کیا بات ہے؟ تو عمرؓ اس کے پاس پہنچے۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ اے عمرؓ! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا ہم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے؟ عمرؓ نے کہا کہ بار خدایا نہیں اور وہ یقیناً تیری گفتگو سن رہے ہیں اب بھی۔ اس نے کہا کہ تو میرے نزدیک ابنِ قمیئہ سے زیادہ سچا اور زیادہ نیک ہے۔ ابن قمیئہ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے اور

مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار بردہ یکے آنکہ محافظت
طرفی از خندق عہدہ وے بود والآن مسجدے بنام
او رضی اللہ عنہ درانجا بنا کردہ اند دوم آنکہ اہل سیر
نوشتہ اند کہ فاروق رض وزبیر رض روزے از روزہای
خندق بر جماعہ کفار حملہ آوردند و آن جماعہ را ازہم
متفرق ساختند دران میان ضرار بن الخطاب باز
گشت و نیزہ بجانب عمر کشید و بعد از آن آن نیزہ را
باز گرفت وگفت این نعمت مشکورہ است کہ بر تو
ثابت کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب
اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروق رض
فوت شد و تأسفے عظیم ازین وجہ بخاطرش
راہ یافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود را
دران وقت ہمراہ او عدّ فرمودند وباین شفقت
علاج تأسفش ساختند عن جابر بن عبداللہ
انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق
بعد ما غربت الشمس جعل یسبّ کفار
قریش وقال یارسول اللہ ماکدتُ أن أصلی
حتے کادت الشمس تغرب قال النبی صلے
اللہ علیہ وسلم واللہ ما صلّیتہا فنزلنا مع النبی
صلے اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضّأ للصلاۃ وتوضأنا
لہا فصلّے العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلّے بعدہا
المغرب اخرجہ البخاری واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ
بنی مصطلق حاضر شد و سعیہا مصروف
داشت بچند وجہ یکے آنکہ اہل
سیر ذکر کردہ اند کہ

اس واقعہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ایک یہ کہ خندق کی ایک
جانب کی حفاظت اُن کے ذمہ تھی اور اب بھی وہاں ایک مسجد موجود
ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کے نام سے وہاں بنائی گئی ہے۔ دوسرا یہ
کہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ خندق کے دنوں میں سے ایک دن فاروق رض
اور زبیر رض نے کفار کی جماعت پر حملہ کیا اور اس کو درہم برہم کر دیا
اور اسی دوران میں ضرار بن الخطاب پلٹا اور عمر رض کی طرف نیزہ کھینچا
اور پھر اس کو روک لیا اور کہا کہ یہ میرا قابل شکر احسان ہے جو
میں نے تجھ پر قائم کیا ہے۔ تیسرا یہ کہ خندق کے بعض ایام میں دفع
کفار کے اہتمام و مشغولیت کے سبب سے حضرت فاروق رض کی نماز
عصر فوت ہو گئی اور اس وجہ سے بہت بڑا افسوس و رنج آپ
کے دل میں پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت
اپنے کو اُن کے ہمراہ شمار کیا اور اس شفقت کے ساتھ آپ کے
تأسف کا علاج فرمایا۔ مروی ہے جابر بن عبداللہ رض سے کہ عمر بن
الخطاب رضی اللہ عنہ یوم خندق میں آفتاب غروب ہونے کے بعد
آئے اور کفار قریش کو گالیاں دینا شروع کر دیں اور کہنے لگے
کہ یارسول اللہ! مجھے اتنا موقع نہ ملا کہ نماز پڑھ لوں یہاں تک کہ
آفتاب غروب ہونے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ
نماز عصر میں نے بھی نہیں پڑھی تو ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ بُطحان میں اُترے (بطحان مدینہ کے ایک نالے کا نام ہے)
آپ نے نماز کے لئے وضو کی اور ہم سب نے وضو کی پھر عصر
کی نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد پھر اس کے بعد مغرب کی
نماز پڑھی، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ
ہے کہ عمر رض غزوۂ بنی مصطلق میں حاضر ہوئے اور بڑی کوششوں
میں لگے ہوتے تھے (اس میں بھی) چند خاص وجوہ کے ساتھ
(فضیلت حاصل ہوئی) ایک یہ کہ اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ

مقدمۃ لشکر او بود و جاسوسی را از طرفِ کفار
کرد و احوالِ آنہا از وے استفسار نمود بعد ازاں
اورا بکشت و باین جہت رُعبِ عظیم بر دلِ کفار
اُفتاد دوم آنکہ در عین قتال فاروق رضؓ مامور
شد بآنکہ ندا در دادند کہ ہر کہ کلمۂ اسلام
بگوید از تعرض مامون باشد سوم آنکہ
جہجاہ غفاری اجیر فاروق رضؓ با اعرابے
در مناقشہ اُفتاد اعرابی بعبد اللہ
ابن اُبی منافق رجوع آورد و وے
بکلماتِ نفاق آمیز آتشِ نفاق خود
را دو بالا ساخت زید بن ارقم آن
کلمات را بعرضِ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم رسانید و غیرتِ حضرت
فاروق رضؓ بجوش آمد و قصدِ ایقاعِ بآن
منافق نمود و منافقان در صددِ
عذر آمدند خدائے عزّ و جلّ در بابِ تصدیق
قولِ زید بن ارقم و تحسین رائے فاروق رضؓ
درینقدر کہ منافق مستحقِ اہانت است
در دنیا و مستوجب عقوبت در آخرت اگرچہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم افادہ فرمودند کہ
بجہتِ مصلحتِ احتراز از تفرق کلمۂ
مسلمین و توحش داخلان در اسلام
سزائے کردارِ او در کنارِ او نہادند
آیات نازل فرمود
إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ اه

مقدمۃ الجیش کے افسر وہی تھے اور اُنھوں نے کفار کا ایک جاسوس
گرفتار کیا تھا اور اُن کے احوال اُس سے دریافت کئے تھے
اس کے بعد اُس کو قتل کر دیا اس وجہ سے کفار کے دل پر بڑا
رُعب واقع ہوگیا۔ دوسری یہ کہ خاص قتال کے وقت حضرت
فاروق رضؓ اس پر مامور ہوئے کہ یہ ندا کر دیں کہ جو کلمۂ اسلام کہے گا
اُس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ تیسری یہ کہ جہجاہ غفاری کا جو
حضرت فاروق رضؓ کے اجیر تھے ایک اعرابی کے ساتھ جھگڑا ہوگیا۔
اعرابی نے عبد اللہ بن اُبیّ منافق کی طرف رجوع کیا اور اس نے
نفاق آمیز کلمات کے ساتھ اپنی آتشِ نفاق کو بھڑکایا۔ اور
زید بن ارقم نے اُن کلمات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پہنچادیا اور حضرت فاروق رضؓ کی غیرت جوش میں آئی اور
آپ نے اُس منافق کو مارنے کا ارادہ کیا اور منافق لوگ عذر
و معذرت کرنے لگے (اور اُنھوں نے زید بن ارقم کو جھٹلایا)
تو خدائے عزّ و جلّ نے زیدؓ بن ارقم کے قول کی تصدیق اور حضرت
فاروق رضؓ کی اس بارے میں تحسین کے سلسلہ میں کہ منافق
بیشک دنیا میں اہانت کا مستحق ہے اور آخرت میں عذاب کے
قابل، اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلمۂ
مسلمین میں تفریق سے بچنے کی مصلحت اور اسلام میں داخل
ہونے والوں کو توحش سے بچانے کے لئے (کہ کسی نومسلم کو
یہ خوف نہ پیدا ہونے لگے کہ کہیں مجھے منافق قرار دے کر
قتل نہ کر دیا جائے) درگزر کیا جائے اُس شخص کے کردار کی سزا
اُس کو نہیں دی، یہ آیات نازل فرمائیں إِذَا جَاءَكَ
الْمُنَافِقُونَ الخ (۶۳: ۱ تا ۸) (پورا رکوع اسی کے بارے میں
ہے آخر میں ارشاد فرمایا گیا ہے یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو
لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہیں اُن پر

والقصۃ مبسوطۃ فی معالم التنزیل وغیرہ چہارم آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرتِ فاروق رضؓ را درین حادثہ رمزے عجیب کہ در باب ملک داری بکار آید ارشاد فرمودند قال ابن اسحٰق فحدثنی عاصم بن عمر ان عبداللہ بن عبداللہ بن اُبَیّ اَتٰی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ یارسولَ اللہ انہ قد بلغنی انک ترید قتلَ عبد اللہ بن اُبَیّ فیما بلغکَ عنہ فان کنتَ لابدَّ فاعلاً فمُرنی بہ فانا اَحمِلُ الیکَ رأسہ فو اللہِ لقد عَلِمَتِ الخزرجُ ما کانَ بہا مِن رجل اَبرَّ بوالدِہٖ مِنّی اِنّی اخشی اَن تأمرَ غیری فیقتلہ فلاتدَعُنی نفسی اَن انظُرَ الی قاتِلِ عبداللہ بن اُبَیّ یمشی فی النّاس فاَقتُلہ فاَقتُلُ مؤمناً بکافرٍ فاَدخل النّارَ فقالَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم بل نُترَفَّقُ بہ و نُحسِن صُحبَتہ ما بقی معنا

کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں کے اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ میں لوٹ کر جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلّت والے کو باہر نکال دے گا حالانکہ عزّت تو اللہ ہی کی ہے اور اس کے رسولؐ کی اور مؤمنین کی لیکن منافقین جانتے نہیں ")اور یہ قصّہ تفصیل کے ساتھ معالم التنزیل وغیرہ میں موجود ہے۔ چوتھی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حادثہ میں حضرت فاروق رضؓ کو ایک عجیب رمز سے آگاہ فرمایا جو کہ ملک داری کے اصول میں بہت کار آمد ہے۔ ابنِ اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عاصم بن عمر نے کہ عبداللہ بن اُبَیّ (منافق) کا بیٹا عبداللہ (جو سچا مسلمان تھا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اُس اطلاع کی بناء پر جو عبداللہ بن اُبَیّ کے بارے میں آپ کو پہنچی آپؐ اُس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں تو اگر آپؐ کو ایسا کرنا ضروری ہے تو آپؐ مجھے اس کا حکم دیں میں آپؐ کے پاس اُس کا سر لے آؤں گا۔ کیونکہ خدا کی قسم تمام (قبیلہ) خزرج جانتا ہے کہ اُن کے تمام مردوں میں اپنے باپ کا خدمت گزار مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر آپ کسی دوسرے کو حکم دیں گے اور وہ اُس کو قتل کرے گا تو میرا نفس مجھے نہ چھوڑے گا کہ میں عبداللہ بن اُبَیّ کے قاتل کو دیکھتا رہوں کہ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے پھر میں اُس کو قتل کر دوں تو میں ایک مومن کو کافر کے بدلے میں قتل کروں گا اور جہنم میں داخل ہوں گا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ہم اس کے ساتھ نرمی کریں گے اور جب تک وہ (بظاہر) ہمارے ساتھ رہے گا ہم اُس کے ساتھ حُسنِ صحبت قائم رکھیں گے۔

وجعلَ بعد ذٰلک اذا اَحدثَ الحدثَ کانَ (ابن ابی) قومُہ الّذین یعاتبونہ ویأخذونہ ویُعنّفونہ (سرزنش می‌نمودند) فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعُمرَ بن الخطّاب رضی اللہ عنہ حین بلغہ ذٰلک من شأنہم کیفَ ترٰی یا عُمر اما واللہِ لو قتلتہ یومَ قُلتَ لی اُقتُلہ لاُرعِدت لہ آنفاً ولو امرتُک الیوم بقتلہ لقتلتہ (افتد تک الرعدۃ) قال فقال عمر رضی اللہ عنہ قد واللہِ علمتُ لَاَمرُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعظم برکۃً من امری

وازانجملہ آنست کہ درحدیبیہ حاضر بود وآنجا فضائل بے حساب نصیبِ او شد یکے[1] آنکہ حمیتِ اسلام برحضرت فاروق رضہ غلبہ کرد وبتربیتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسکین یافت

قال ابن اسحٰق فلمّا التأم الاَمرُ ولم یبق بینہما الّا الکتاب وَثبَ (جست) عُمرُ بن الخطاب رضی اللہ عنہ فاتے ابابکر رضی اللہ عنہ فقال یا ابابکر الیس برسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالَ بلٰی قال اَوَلسنا بالمسلمین قال بلٰی قالَ اَوَلیسوا بالمشرکین قال بلٰی قال فعلامَ نُعطی الدَّنیۃ

اب اس کے بعد یہ ہونے لگا کہ جب بھی عبداللہ بن ابی کوئی نیا شوشہ اُٹھاتا تو اُس کی قوم کے لوگ ہی اُس پر عتاب کرنے لگتے اور اس پر گرفتیں کرنے لگتے اور اس کو دھمکانے لگتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جب آپ کو ان لوگوں کے اس حال کی اطلاع پہنچی فرمایا کیا رائے رکھتے ہو اے عمر رضہ کیا واللہ اگر تم اس کو قتل کردیتے جس دن تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے قتل کروں گا تو اب تم پر لرزہ خیز حال پیش آجاتا؟ اور اگر میں اُس دن تمھیں اُس کے قتل کا حکم دیدیتا تو تم اُس کو قتل کردیتے (راوی نے) کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بیشک واللہ میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امرِ عظیم البرکت ہے میرے امر سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے اور اُس جگہ بے حساب فضائل اُن کے حصّہ میں آئے۔ ایک[1] یہ کہ حمیّتِ اسلام نے حضرت فاروق رضہ پر غلبہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے تسلّی پائی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ جب پورا معاملہ طے ہوچکا اور دونوں کے درمیان بجز تحریر کے کوئی بات باقی نہ رہی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کود پڑے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ اے ابوبکر رضہ! کیا وہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ابوبکر رضہ نے کہا کیوں نہیں۔ پھر کہا کیا وہ مشرکین نہیں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کیوں نہیں ہیں۔ کہا کہ پھر کس بناء پر ہم اپنے دین میں

[1] اس روایت میں حضرت فاروق رضہ کا اوّل حضرت صدیق رضہ کے پاس جاکر گفتگو کرنے کا ذکر ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کا۔ لیکن صحیح بخاری کی اُس روایت میں جو مناقبِ صدیق رضہ میں گزر چکی ہے یہ ہے کہ اوّل آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تھی اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تھے۔ بہرحال اس اختلاف سے اصل مقصد پر اثر نہیں پڑتا حضرت فاروق رضہ کی یہ منقبت کہ آپ اس موقع پر عزتِ اسلام کے لئے دوڑ دھوپ کررہے تھے دونوں سے ثابت ہے ۱۲ مترجم

فی دِینِنَا قال ابو بکر یا عمر الزِمْ غرزَہٗ (رکاب ۱۲)
فانّی اشہد انّہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ
وسلم قالَ عُمَر وانا اشہد انّ رسولُ اللّٰہ
ثمّ اتیٰ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
فقالَ یارسولَ اللّٰہ آلستَ برسول اللّٰہ
حقًّا قال بلےٰ قال اولسنا بالمسلمین
قال بلےٰ قال اولیسوا بالمشرکین قال
بلےٰ قال فعلامَ نعطی الدّنیّۃ فی
دِینِنا قال اَنا عبدُ اللّٰہ ورسولہٗ
لَن اُخالفَ امرَہٗ ولن یُّضَیِّعنی قالَ
فکان عمرُ رضی اللّٰہ عنہٗ یقولُ
مازلتُ اَصومُ و اَتصدّقُ واُصَلّی
واُعتِقُ من الّذی صَنَعتُ یومئذٍ
مخافۃَ کلامی الّذی تکلّمتُ بہ
حتّٰی رجوتُ اَن یکونَ خیرًا و
قال ابن اسحٰق فوثَبَ عُمَر بن
الخطاب رضی اللّٰہ عنہٗ مع ابی
جندل یمشی الیٰ جانبہٖ ویقول
اصبرْ یا ابا جندل فانّما ہم المشرکونَ
وانّما دمُ احدِہم دم کلبٍ قال وبیدی قائمُ
السّیفِ قال یقول عمر رضی اللّٰہ عنہ رجوتُ ان یأخذ السّیف فیضرب بہ
اَباہ قال فضنَّ الرجل بابیہ ونفذتِ القضیۃ (بخل ۱۲، تمت ۱۲) دیگر
آنکہ (بقتل ۱۲) فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ عَلٰی
رَسُولِہٖ وَعَلَی المُؤمِنِینَ

عیب لگالیں عہ۔ ابو بکر رضؓ نے کہا کہ اے عمر رضؓ بس اُن کی رکاب پکڑے
رکھو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔
عمر رضؓ نے کہا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔
پھر عمر رضؓ پہنچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور کہا
یارسول اللہ! کیا آپؐ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں
نہیں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ پھر کہا
کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔ عرض کیا کہ پھر ہم کس
بنا پر اپنے دین میں عیب لگالیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا
بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اُس کے حکم کے خلاف نہ
کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہ کرے گا۔ (راوی نے) کہا تو
عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں روزے رکھتا رہا اور صدقہ دیتا
رہا اور نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کئے اُس بات کی وجہ سے
جو میں اُس دن کر گزرا (یعنی) اپنی اُس گفتگو کے خوف سے جو
میں نے اُس دن کی تھی یہاں تک کہ مجھے امید ہو گئی کہ خیر ہو گی۔
ابن اسحٰق نے کہا کہ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جا پہنچے ابو جندل
کے پاس اور اس کے ساتھ اُس کے ایک پہلو کے قریب چلنے لگے اور
کہتے جاتے تھے کہ ابو جندل صبر کر یہ لوگ تو مشرک ہیں اور ان میں
سے ہر ایک کا خون کتے کے خون کے برابر ہے (عمر رضؓ نے) کہا
اور میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا (راوی نے) کہا کہ عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ امید کرتا تھا کہ یہ مجھ سے تلوار لے لیگا اور
پھر اس کو اپنے باپ پر مارے گا مگر اس شخص نے اپنے باپ کے
ساتھ ایسا کرنے سے اجتناب کیا اور جو قضیہ چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔
دوسری فضیلت یہ کہ آیت فَاَنزَلَ اللّٰہُ سَکِینَتَہٗ الخ (۴۸:۲۶)
سو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل

عہ یہ حدیث اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مناقب صدیق رضؓ میں پہلے گزر چکی ہے وہاں اس کی شرح تحریر کر دی گئی ہے دیکھ لی جائے ۱۲

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى در حق او نازل شد سوم آنکہ وقت مراجعت بسوئی مدینہ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوّل بر فاروق رضی اللہ عنہ خواند و باین تشریف اورا از میان اصحاب ممتاز ساخت گویا حکمت درین صورت آن بودہ باشد کہ حضرت فاروق رضہ احکام انواع غلبات را بشناسد

اخرج مالک عن یزید بن اسلم عن ابیہ انّ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یسیر فی بعض اسفارہٖ وعمر بن الخطاب یسیر معہ لیلاً فسألہ عمر عن شئی فلم یُجِبْہُ رسولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم سألہ فلم یجبہ ثم سألہ فلم یجبہ فقال عمر ثکلتک اُمّک عمر نزرتَ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات کلُّ ذلک لا یُجیبک قال عمر فحرّکتُ بعیری حتے اذا کنتُ امامَ النّاس و خشیتُ اَن ینزلَ فیَّ قرآنٌ قال ما نشبتُ اَن سمعتُ صارخًا یصرخ بی قال فقلتُ لقد خشیتُ ان یکونَ نزل فیَّ قرآنٌ قال فجئتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فسلّمتُ علیہ فقالَ لقد اُنزِلَتْ علیَّ فی ھٰذہ اللیلۃ سورۃٌ لَھِیَ احبُّ الیَّ مما طلعت علیہ الشمس ثم قرأ

عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا" اُن کے حق میں نازل ہوئی۔ تیسری یہ کہ مدینہ کی طرف واپسی کے وقت سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوّل فاروق رضی اللہ عنہ کو سنائی اور اس عزت افزائی سے ان کو تمام اصحاب رضہ میں ممتاز فرمایا۔ گویا اس صورت میں یہ حکمت ملحوظ ہوگی کہ حضرت فاروق رضہ غلبات کی قسموں کے احکام کو پہچان لیں (غلبات کی تشریح آگے آرہی ہے) مالکؒ نے روایت کیا یزید بن اسلم سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سفر میں (اونٹ پر) تشریف لیجارہے تھے اور عمر رضہ بن الخطاب رات کے وقت آپؐ کے ساتھ جارہے تھے تو آپؐ سے عمر رضہ نے کسی بات کو پوچھا تو اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا۔ پھر آپؐ سے وہی سوال کیا تو پھر آپؐ نے اُن کو جواب نہ دیا تو عمر رضہ نے (اپنے دل میں) کہا کہ اے عمر رضہ! تجھے تیری ماں روئے تو نے التجا کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ اور کسی مرتبہ میں بھی آپؐ نے تجھے جواب نہ دیا۔ عمر رضہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے اونٹ کو حرکت دی (اور آگے بڑھادیا) یہاں تک کہ سب لوگوں سے آگے پہنچ گیا۔ اور مجھے یہ ڈر لگا کہ میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوجائے۔ فرمایا کہ پھر کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے سنا کہ ایک چیخنے والا مجھے پکار رہا ہے۔ کہا کہ میں نے (دل میں) کہا کہ میں تو پہلے ہی ڈر رہا تھا میرے بارے میں قرآن نازل ہوا ہوگا۔ کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور آپؐ کو سلام کیا تو فرمایا کہ اس رات میں مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے زیادہ پیاری ہے ہر اس چیز سے جس پر آفتاب طلوع ہوا۔ پھر آپ نے پڑھا

إنا فتحنا لك فتحا مبينا ہ اینجا دو نکتہ باید شناخت یکی آنکہ غلبہ عبارت از انست کہ چون نورِ ایمان با قلب مخالطت نماید و درمیان نورِ ایمان و طبیعتِ قلب داعیہ متولد شود کہ امساک از موجب آن مقدور نباشد و بسبب غلبۂ آن داعیہ از بعض آداب شرع و عقل فرو اُفتد و غلبہ بر دو نوع میباشد غلبۂ منبجسہ از انقیادِ قلب نکتہ را کہ از شرع تلقی کردہ است اگرچہ در صورتِ حال مرضی نباشد مانند انقیادِ ابولبابہ داعیہ شفقت بر خلق اللہ را ہنگامے کہ برائے بنو قریظہ اشارہ کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان را خواہد کشت و شفقت علی خلق اللہ در سائر مواضع ہرچند محمود است چون اینجا معارض اعلاء کلمۃ اللہ واقع شد مرضی الٰہی نیفتاد و غلبۂ داعیۂ الٰہیہ کہ از بعض مواطن شاہقہ بمنزلہ شعاعِ برق بر دل میریزد وشتّان بین المرتبتین و حضرت فاروق بیان حال ہر دو غلبہ کردہ است برائے غلبہ کہ در حدیبیہ از جہت حمیتِ اسلام جوشید و بحقیقت خلاف مصلحت کلّیہ بود گفتہ است فمازلت اصوم واتصدق الخ یعنی حالِ این غلبہ محتاج کفارت شد و در قضیۂ موتِ ابن اُبی گفتہ است فتحولت حتی قمت فی صدرہ و قلت یا رسول اللہ أتصلی علی ھذا و قد قال یوم کذا کذا و کذا

إنا فتحنا لك فتحا مبينا ہ یہاں دو نکتہ پہچان لینے چاہئیں پہلا یہ کہ غلبہ سے یہ مراد ہے کہ جب نورِ ایمان قلب کے ساتھ گھل مل جاتے اور نورِ ایمان اور طبیعتِ قلب کے درمیان ایک داعیہ پیدا ہو جاتے کہ اس چیز کا روکنا جس کا موجب وہ داعیہ ہو رہا ہے قدرت سے باہر ہو اور اُس داعیہ کے غالب آجانے کی وجہ سے شریعت اور عقل کے بعض آداب بھی نیچے گر جائیں اور غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ غلبہ ہے جو پھوٹ نکلنے والا ہوتا ہے قلب کے ایسے نکتہ کے زیرِ حکم آجانے سے جو کہ اُس نے شرع سے حاصل کیا ہے اگرچہ بصورت موجودہ پسندیدہ نہ ہو جیسا کہ "مخلوقِ خدا پر شفقت" کے داعیہ کے زیرِ حکم ابولبابہ کے قلب کا مغلوب ہو جانا جس وقت میں کہ انہوں نے بنو قریظہ کو اشارہ کر دیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو قتل کریں گے اور خلق اللہ پر شفقت تمام مواقع میں اگرچہ محمود ہے مگر چونکہ اس جگہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کے معارض واقع ہوتی اس لئے پسندیدۂ الٰہی نہ ہوتی۔ دوسرا غلبہ اُس داعیۂ الٰہیہ کا ہے جو بعض چوٹی کے مقامات سے بجلی کی شعاع کے مرتبہ میں دل پر گرتا ہے اور دونوں مرتبوں میں بہت بڑا بُعد ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے دونوں مرتبوں کے غلبہ کا حال ظاہر کیا ہے۔ آپ کے اُوپر جس غلبہ نے حمیتِ اسلام کی جہت سے حدیبیہ میں زور مارا تھا اور وہ درحقیقت مصلحتِ کلّیہ کے خلاف تھا اُس کے بارے میں آپ نے فرمایا فمازلت اصوم واتصدق الخ یعنی اس غلبہ کی حالت کفارے کی محتاج ہوئی اور ابنِ اُبی منافق کی موت کے قضیہ میں فرمایا کہ میں گھوم کر بالمقابل جا کھڑا ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس پر نماز پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں دن ایسا اور ایسا کہا تھا اور فلاں دن یہ کہا تھا

أُبعد ایامه قال فتعجبتُ لی وجُرأتی پس
فرق درمیان این دو کلمه ملاحظه بباید کرد
بسیار است که بر سالک یکی ازین دو قسم
با دیگرے مشتبه شود و فهم او برائے حلّ این
اشتباه کفایت نه نماید و این اشدّ مزلّة
الاقدام است حضرت فاروق را چندین
دفعه اشتباه درمیان غلبات واقع شده
بود و آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم میان
آنها تمیز فرمودند تا آنکه حضرت فاروق
درین باب حذاقتے پیدا کرد و بعد ازان
اشتباه رُو نمی داد انگاه مُحدَّث کامل (ملہم وصادق)
گشت آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم
اشارة خفیه باین معنے فرموده اند جائیکه
بلفظ تعلیق (شرط) واقع شده لقد کانَ فیما کانَ
قبلکم مُحدَّثُونَ فانْ یکنْ من اُمّتی فعمرُ واللہ
اعلم و صدیقِ اکبر را در غلبات کم بود که اشتباه
واقع شود و این یکے از وجوه افضلیت اوست
بر فاروق در ذیلِ این نکته باید دانست که امر
دواعی مشابهت تمام دارد بامر رؤیا هر دو امر فیضے
هست نازل از احیاز شاهقه (عالیه) لیکن رؤیا نزد یک
تعطیلِ حواس نمودار میگردد و داعیه باوجود استقلال (موقوف)
حواس بر رُوئے کار مے آید و در رؤیا
مطرح شعاع بالاصالة عقل میباشد و
در دواعی مطرح آن قلب چنانکه در رؤیا
اضغاثِ احلام و تشبّح (قصور) اخلاق و اعمال

اُس کے دنوں کو شمار کرنے لگا۔ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اپنے اوپر اور
اپنی جرأت پر تعجب ہوا۔ تو ان دونوں کلموں کے درمیان جو فرق ہے
اُس کو بخوبی ملحوظ کر لینا چاہیے۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ سالک پر ان
دونوں قسموں میں سے ایک قسم کا دوسری پر اشتباہ ہو جاتا ہے
اور اُس کی فہم اس اشتباہ کے حل کے لئے کفایت نہیں کرتی اور یہ
اَقدام کی سخت لغزش کا موقع ہے۔ حضرت فاروق رضی کو کتنی ہی مرتبہ
غلبات کے درمیان اشتباہ واقع ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے ان کو الگ الگ کر کے دکھا دیا۔ یہاں تک کہ حضرت
فاروق رضی اس باب میں پورے تجربہ کار ہو گئے پھر آپ کو کوئی اشتباہ
نہیں ہوتا تھا اُس وقت آپ محدَّث کامل ہو گئے۔ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم نے ایک دقیق اشارہ اس حقیقت کی طرف کیا ہے جہاں کہ
کلمۂ شرط واقع ہوا (یعنی اس ارشاد میں) لقد کان فی ما کان قبلکم
محدَّثون فانْ یکن من امّتی فعمر (یعنی جو اُمتیں تم سے پہلے ہو چکی ہیں
اُن میں محدَّث (صاحب کشف) ہوتے تھے اگر میری امت میں
سے کوئی ہے تو عمر رضی ہے) واللہ اعلم۔ اور صدیقِ اکبر رضی کو غلبات میں
کم اشتباہ واقع ہوا اور فاروق رضی پر اُن کی افضلیت کی وجوہ میں
سے ایک یہ وجہ بھی ہے۔ اس نکتہ کے ذیل میں یہ جاننا چاہیے کہ
داعیوں کا معاملہ خواب کے معاملہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔
دونوں امر ایک فیض ہوتے ہیں جو چوٹی کے مقامات سے آتا ہے
لیکن (دونوں میں یعنی داعیہ اور رؤیا میں یہ فرق ہے کہ) رؤیا
حواس کے معطّل ہونے کے وقت نمودار ہوتا ہے اور داعیہ حواس
کے بجا ہونے کے باوجود پیدا ہوتا ہے اور (دوسرا فرق یہ ہے
کہ) رؤیا میں (فیض کی) شعاع کے گرنے کا محل بالاصالۃ عقل
ہوتی ہے اور دواعی میں اُسکے گرنے کا مقام قلب ہوتا ہے۔
جس طرح کہ رؤیا میں "اضغاث احلام" اور "اخلاق و اعمال کا

بصورِ مثالیہ بافیضِ نازل از ملک رؤیا
مشتبہ می شود و حلّ اشتباہ متعذر مے
گردد ہمچنان در دواعی داعیہ منبجسہ جاریہ از
طبیعتِ نفس واز عادات و مالوفات و
داعیۂ متولّدہ درمیانِ نورایمان و
طبیعت قلب نزدیک انقیاد آن نکتہ کہ
از شرع تلقی نمودہ باداعیۂ نازلہ از منبع
صدق وحق مشتبہ مے شود وحلّ اشتباہ
متعذر میگردد چون بعون اللہ عزّ و
جلّ اشتباہ منقطع شد وحق از باطل
ممتاز گشت آن داعیہ و آن
رؤیا قابل اعتماد مے باشد ولکن
دونَ ذٰلک خرط القتاد نکتۂ
دوم آنکہ معلوم بالقطع است کہ
صحابہ از نزدیکِ خود ہدایت را
نیاوردہ اند بلکہ ہمہ بتاثیر نفسِ قدسیہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم مہتدی گشتند کما قال عزّ
من قائل وَ اِنَّکَ لَتَہْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
وتاثیر نفس مطہرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم در ایشان گاہے بتقریب امر و نہی فقط
می باشد وگاہی باقترانِ غضب و
تہدید و زمانے بمجرد صحبت پس تنبیہ و تہدید
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
یکے از اسباب وصول بمرتبۂ سعادت است
وآن را یکے از مناقبِ عظیمہ صحابہ رض

مثالی صورتوں کے ساتھ نظر آنا" یا "فرشتے کی طرف سے فیض کا نازل
ہونا" (یہ امور) مشتبہ ہوجاتے ہیں اور اشتباہ کا حل دشوار ہوجاتا
ہے (کہ یہ فیصلہ کیا جاتے کہ یہ رؤیا مذکورہ بالا انواع میں سے کس
نوع سے تعلق رکھتا ہے)، یہی اشتباہ دواعی میں پیش آتا ہے،
ایک داعیہ ہے جو جاری ہونے والا ہے طبیعت اور عادات اور
مالوفات (یعنی نفس کے مرغوبات) سے، اور ایک داعیہ ہے جو پیدا
ہوا ہے نورِ ایمان اور طبیعت قلب کے درمیان سے اس حالت میں
جب کہ وہ کسی نکتہ پر جو شریعت سے اُس نے حاصل کیا اور پورے
طور پر اس پر جم چکا ہے (یہ داعیہ مشتبہ ہوجاتا ہے) اُس داعیہ
کے ساتھ جو نازل ہونے والا ہے صدق وحق کے منبع سے (جو
چوٹی کا مقام ہے) اور اشتباہ کا حل دشوار ہوجاتا ہے۔ جب اللہ
عزّ وجلّ کی مدد سے اشتباہ منقطع ہوجاتے اور حق باطل سے
ممتاز ہوجاتے تو وہ داعیہ اور رؤیا قابلِ اعتماد ہوجاتا ہے اور
بغیر اس کے خار دار شاخ پر ہاتھ ملنا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے
کہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ صحابہ رض ہدایت کو اپنی طرف سے نہیں
لائے (یعنی از خود ہدایت یافتہ نہیں بنے) بلکہ سب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ قدسیہ کی تاثیر سے ہدایت یافتہ
بنے۔ جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے وَاِنَّکَ لَتَہْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ
مستقیم (اور بیشک آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہیں)
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مطہرہ کی تاثیر ان حضرات
میں (مختلف طریقوں سے ہوتی تھی) کبھی صرف امر ونہی کے ارشاد
فرمادینے سے۔ اور کبھی غضب اور دھمکی کی آمیزش سے۔ اور
کبھی صرف صحبت سے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنبیہ
کرنا اور دھمکانا بھی مرتبۂ سعادت پر پہنچنے کے اسباب میں
سے ایک سبب ہے اور اُس کو صحابہ رض کی مناقبِ عظیمہ میں سے ایک

یباید شمرد و لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمودہ است اللّٰہم انّی بشرٌ ایّما مسلمٍ آذیتہ شتمتہ ضربتہ فاجعلہ لہ رحمۃً او کما قال و اگر نفس بعضے از صحابہؓ بوجہے مخلوق شدہ باشد کہ بغیر تقریب تخویف و تہدید باصل مقصدِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مُہتدی شود و بمرضی وے صلی اللہ علیہ وسلم متمثل گردد آن از عنایاتِ حق است کہ بطریقِ ندرت بعضی را بآن برمیگزیند در تہذیب و تربیتِ حضرت فاروقؓ چندین دفعہ عُنف و تہدید از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر شدہ است چنانکہ در قرآتِ او نسخۂ توریت را واقع شد و بنسبتِ حضرت صدیقؓ ازین قسم معاملہا بسیار کم بظہور آمد و این نیز وجہے از وجوہ افضلیتِ صدیقِ اکبر است واللہ اعلم

و از انجملہ آنست کہ در غزوۂ خیبر آثارِ جمیلہ نصیب فاروق گشت بوجوہ بسیار یکی آنکہ اہلِ سیر ذکر کردہ اند کہ درین غزوہ میمنۂ لشکر مفوض بحضرتِ فاروقؓ شد دیگر آنکہ ہر شبی تعہدِ حراستِ لشکر بیکے از صحابہؓ مقرر می شد شبے کہ نوبت حراستِ فاروقِ اعظمؓ بود یہودیے بر دستِ وے رضی اللہ عنہ اُفتاد و پیشِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اورا برد و آنحضرت احوالِ خیبر از وے استفسار فرمود و این معنی سبب فتح خیبر شد سوم آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحق شخصے فرمود رَحِمَ اللّٰہُ فلاناً فاروقؓ بحدس ذہن معاملۂ الٰہی

منقبت شمار کرنا چاہیئے اور اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللّٰہم انّی بشرٌ الخ یعنی یا اللہ میں بشر ہوں جس مسلمان کو میں نے ایذا دی ہو، بُرا کہا ہو، مارا ہو تو اس کو اس کے لئے رحمت بنا دیجئے او کما قال اور اگر صحابہؓ میں سے کسی کا نفس ایسی صورت میں مخلوق ہوا ہو کہ تخویف و تہدید کے استعمال کے بغیر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مقصد پر فائز ہو جاتے اور آپؐ کی مرضی کے مطابق متمثل ہو جاتے تو یہ حق تعالےٰ کی عنایاتِ خاصہ میں سے ہے کہ شاذونادر طور پر کسی کو اس سے نواز دیتے ہیں۔ حضرت فاروقؓ کی تہذیب و تربیت میں کتنی ہی مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے غصہ اور ناراضی کا ظہور ہوا جیساکہ اُن کے نسخۂ توریت کے پڑھنے کے وقت ایسا وقوع میں آیا۔ اور بہ نسبت حضرت صدیقؓ کے اس قسم کے معاملوں کا ظہور بہت کم ہوا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے، واللہ اعلم

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت فاروقؓ کے حصہ میں جو مناقب آئے اُن کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ایک یہ کہ اہلِ سیر نے ذکر کیا ہے کہ اس غزوہ میں لشکر کا میمنہ حضرت فاروقؓ کے سپرد کیا گیا تھا۔ دوسری یہ کہ ہر رات میں لشکر کی نگہبانی کی ذمہ داری صحابہؓ میں سے ایک کے لئے مقرر کی جاتی تھی جس رات میں حضرت فاروقؓ کی نگہبانی کی باری تھی تو ایک یہودی آپؓ کے قبضہ میں آگیا اور اُس کو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاکر پیش کیا۔ آپؐ نے اُس سے خیبر کے حالات دریافت کئے اور اس معنے سے یہ گرفتاری فتح خیبر کا سبب ہوگئی۔ تیسری یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ فلاناً (یعنی اللہ تعالےٰ رحمت کرے فلاں شخص پر) فاروقؓ نے اپنی ذہنی قوت سے اس کے ساتھ اللہ کے

با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دعاء او شناخت وگفت
وجبت یا رسول اللہ (ای الشہادۃ لہ) قال ابن اسحٰق فحدثنی محمد
ابن ابراہیم التیمی عن ابی الہیثم بن نصرۃ الاسلمی ان
اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع انزل یا
ابن الاکوع فحدثنا من ہنیّاتک قال فنزل یرتجز
برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ؎

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
انا اذا قوم بغوا علینا
وان ارادوا فتنۃ ابینا
فانزلن سکینۃ (ای الطمانینۃ ورحمۃ) علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا (العدو)

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرحمک ربک
فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وجبت و
اللہ یا رسول اللہ لو امتعتنا بہ فقتل (عامر)
یوم خیبر شہیدا چہارم آنکہ در بعض
ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود
ہرچند فتح بر دست حضرت مرتضیٰ واقع
شد و فضیلت وے رضی اللہ عنہ درین واقعہ غالب
برآمد علی مرتضیٰ گفت سار رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الی خیبر فلما اتاہا بعث
عمر و بعث الناس الی مدینتہم او قصرہم
فقاتلوہم فلم یلبثوا ان ہزموا
عمرؓ و اصحابہ

معاملہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دعاء سے پہچان لیا اور کہاکہ واجب ہوگئی یارسول اللہؐ (یعنی شہادت اس شخص کے حق میں)، ابن اسحٰق نے کہاکہ مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم تیمی نے وہ روایت کرتے ہیں ابوالہیثم بن نصرۃ الاسلمی سے کہ اُس نے بیان کیا کہ اُس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُناکہ آپ خیبر کی طرف سفر کے دَوران میں عامر بن الاکوعؓ سے فرمارہے تھے اُتر آ اے ابن الاکوعؓ! ہم کو کچھ اپنے اشعار سُنا۔ کہاکہ وہ رجزیہ اشعار کہتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترا۔ اُس نے کہا ؎ واللہ لولا اللہ الخ یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے ؛ ہم ایسی قوم ہیں کہ جب کسی قوم نے ہمارے ساتھ سرکشی کی، اور اگر انھوں نے ہمارے ساتھ فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے مقابلہ کیا ؛ تو (یا اللہ) ہم پر اطمینان ورحمت نازل کردیجئے، اور ہم کو ثابت قدم رکھئے جب دشمن کا ہم سامنا کریں ؛ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر تیرا رب رحمت کرے۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا واجب ہوگئی (یعنی شہادت) خدا کی قسم یارسول اللہؐ! ابھی اس سے ہمیں کچھ اور آپ منتفع ہونے دیتے۔ تو یہ (عامر بن الاکوعؓ) خیبر میں قتل ہوکر شہید ہوئے۔ چوتھی یہ کہ خیبر کے بعض ایام میں وہ امیر لشکر تھے آپ نے بڑی جانفشانی کی اگرچہ (آپ فتحمند نہ ہوسکے اور) فتح حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے ہاتھ پر واقع ہوئی اور اس واقعہ میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت غالب رہی۔ علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر کو روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو عمرؓ کو بھیجا اور (ان کے ساتھ) لوگوں کو روانہ کیا اُن (یہودیوں) کے شہر یا قصر (شکِ راوی) کی طرف، تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عمرؓ اور اُن کے اصحابؓ پسپا ہوکر لوٹ آئے ساتھی اُن پر بزدلی کا

۱۲/۱

فجآوا یحبّبونہ و یحببنہم اخرجہ
الحاکم و این کلمہ بلیغہ است از حضرت
مرتضٰی چون اینجا مقصود اقتحام (در آمدن بلا فکر) در
حرب بود ترک اقتحام را بلفظ جُبن تعبیر
رفتہ واز انجملہ آنست کہ در غزوۂ فتح
فضائل فاروق بچندین وجہ ظاہر گشت
اوّل آنکہ چون حاطب بن ابی بلتعہ
خبر توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بجانب قریش نوشت وآن
بر خلاف مصلحتِ آنحضرت ؐ بود
غیرتِ فاروق رض بجوشید وبتدبیر
نبوی ؐ آن غلبہ فرونشست قال
عمر انہ قد خان اللہ و رسولہ
والمؤمنین فدعنی فلاضرب عنقہ
فقال الیس من اہل بدرٍ لعل
اللہ اطّلع علٰی اہل بدرٍ فقال
اعملوا ما شئتم فقد وجبت لکم الجنۃ
او قد غفرت لکم فدمعت عینا
عمر و قال اللہ و رسولہ اعلم
اخرجہ البخاری دوم آنکہ چون ابوسفیان
احکام صلح درخواست نمود
حضرت فاروق رض بشدّت
ردّ سوال او فرمود و
آن موافقِ مرضیِ حق
افتاد

الزام لگا رہے تھے اور وہ ان پر عائد کر رہے تھے، اس کو حاکم نے روایت کیا۔ اور حضرت مرتضیٰ رض نے یہ ایک بلیغ کلام فرمایا ہے۔ چونکہ یہاں مقصود جنگ میں (اپنے نقصان کی پرواہ کئے بغیر) گھس جانا تھا تو اس کے ترک کو لفظ جُبن (نامردی) سے تعبیر کی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ فتح میں (یعنی فتح مکہ کے سلسلہ میں) فاروق رض کے فضائل متعدد وجوہ سے ظاہر ہوتے۔ اوّل یہ کہ جب حاطب رض ابن ابی بلتعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف متوجہ ہونے کی خبر قریش کو لکھ دی اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مصلحت کے خلاف تھی حضرتِ فاروق رض کی غیرت جوش میں آگئی اور تدبیرِ نبوی ؐ سے اُس کا غلبہ فرو ہوا۔ (اس حدیث میں مذکور ہے کہ) عمر رض نے کہا (جب حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پڑھا گیا جو حضرت علی رض نے مکہ جانے والی ایک عورت کے پاس سے برآمد کیا تھا اور حاطب نے خط لکھنے کا اقرار کر لیا اور اس کی وجہ عرض کی جس کو آپ ؐ نے قبول فرمایا) یقیناً اُس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول ؐ کی اور تمام مؤمنین کی خیانت کی اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اہل بدر میں سے نہیں ہے؟ (جن کی مغفرت فرمادی گئی ہے اور مغفرت بھی ایسی کہ) گویا اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر پر طلوع ہو کر فرما دیا ہے کہ تم اب جو چاہو کرو تمہارے لئے جنّت واجب ہو چکی ہے یا (یہ فرمایا) میں تمہاری مغفرت کر چکا۔ تو عمر رض کی دونوں آنکھوں میں آنسو آگئے اور انھوں نے کہا اللہ اور اُس کے رسول ؐ ہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ دوم یہ کہ جب ابو سفیان نے (دوبارہ) صلح کو محکم کرنے کی درخواست کی تو حضرت فاروق رض نے بہت سختی کے ساتھ اس کی درخواست کو رد کر دیا اور وہ مرضئ حق کے مطابق رہا۔

۱۲/۲

سوم آنکہ ابوسفیان چون قائدِ لشکر کفار بود و مسلمانان از دستِ وی چندین بار ایذا کشیدہ بودند فاروق رض را داعیہ قتلِ او و عدمِ قبول امانِ او مصمم شد و دران باب قیل و قال بمیان آمد تا آنکہ تربیتِ نبوی ص آن شورش اورا فرونشاند قال ابن اسحٰق فی حدیث العباس وشفاعتہ لأبی سفیان مررتُ بنارِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال مَن ہٰذا و قامَ الیَّ فلمّا رأیٰ ابا سفیان علیٰ عجزِ الدابۃ قال ابوسفیان عدوّ اللہ الحمد للہ الذی أمکن منک بغیر عقدٍ و لا عہدٍ ثم خرج یشتدّ (میدوید) نحو رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و رکضتُ (دوانیدم) البغلۃ فسبقتُہ بما تسبق الدابۃ (ان قدر) البطیئۃ (بودن سست) الرجلَ البطیٔ قال فاقتحمتُ (بے تامل انداختم خود را) عن البغلۃ فدخلتُ علی رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و دخلَ علیہ عمر رضی اللہ عنہ فقالَ یارسولَ اللہ ہٰذا ابو سفیان قد أمکن اللہ منہ بغیر عقدٍ و لا عہدٍ فدعنی فأضرب عنقہ قال قلتُ یارسولَ اللہ انّی قد أجرتُہ (پناہ دادہ ام) ثم جلستُ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فأخذتُ برأسہ فقلتُ و اللہِ لایناجیہ اللیلۃ دونی قال فلمّا أکثر عمر

سوم یہ کہ ابوسفیان چونکہ لشکرِ کفار کا سردار تھا اور مسلمان کئی مرتبہ اُس کے ہاتھ سے ایذائیں اُٹھا چکے تھے اس لئے فاروق رض کے دل میں اُس کے قتل اور اُس کے لئے امن نہ قبول کرنے کا داعیہ مصمم پیدا ہوا اور اس باب میں قیل و قال واقع ہوئی یہاں تک کہ تربیتِ نبوی ص نے اس شورش (یعنی جوش) کو دبایا۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا حدیث عباس رض میں اور اُن کے ابوسفیان کی سفارش کرنے کے سلسلہ میں (عباس رض فرماتے ہیں کہ) میں عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی آگ سے گزرا تو انھوں نے کہا کہ یہ کون ہے اور اٹھ کر میری طرف آتے تو جب اُنھوں نے ابوسفیان کو میرے جانور کی پچھاڑی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ابوسفیان خدا کا دشمن، اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے قابو میں کر دیا بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی وعدہ ہو یا عہد ہو۔ پھر نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگنے لگے اور میں نے بھی اپنا خچر دوڑا دیا تو میں اُن سے اتنا آگے نکل گیا جتنا سُست چلنے والا جانور سُست چلنے والے آدمی سے آگے ہوتا ہے۔ کہا کہ میں پہنچتے ہی فوراً خچر سے کود پڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا اور (جبھی) عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے اور کہنے لگے یارسول اللہ! یہ ابوسفیان ہے، اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قابو میں کر دیا ہے بغیر کسی وعدے اور عہد کے۔ بس آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ عباس رض کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے اس کو امن دیدیا ہے۔ پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اُس کا (یعنی ابوسفیان کا) سر پکڑا اور کہا کہ خدا کی قسم آج کی رات اس سے تنہائی میں میرے بغیر کوئی بات نہیں کرے گا۔

عباس رض نے کہا کہ جب عمر رض نے اُس کے بارے میں گفتگو

فی شارنہ قال قلتُ مہلاً یا عمر فواللہ لو
کانَ من رجال بنی عدی بن کعب ما
قلتَ ہٰذا ولکنک قد عرفتَ انہ من رجال
بنی عبد منافِ فقال مہلاً یا عباسُ فواللہِ
لَاِسلامُک یومَ اَسلمتَ کان احبَّ اِلیَّ
من اِسلام الخطّاب لو اَسلم وازاں جملہ
آنست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فاروقؓ را بر صدقاتِ مدینہ عامل ساخت
فمنع العباسُ و خالدٌ وابنُ جمیلٍ الحدیث
مذکورٌ بطولہٖ فی صحیح البخاری و عن عمرَ
انی عَمِلتُ لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فاَعطانی عُمالۃً فقلتُ اَعطِہ افقرَ الیہ
منّی الحدیث اخرجہ ابوداؤد وغیرہ وازاں
جملہ آنست کہ در غزوۂ حُنین فضائل عظیمہ
حاصل نمود اہلِ سِیَر نوشتہ اند کہ روزِ حُنین
رایتے از رایاتِ مہاجرین بفاروق دادند مانند
جماعت داری از جماعتداران الیوم وازاں
جملہ آنست کہ در طائف فضیلت نمایاں نصیب وے
رضی اللہ عنہ آمد بدو وجہ یکی آنکہ در قصۂ رؤیا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ قعبِ زُبدرا خروسی منقار زدہ پراگندہ
ساخت وتعبیر صدیق کہ در حالتِ راہنہ فتحِ طائف
میسّر نخواہد شد در سیرتِ ابن اسحٰق مذکور است ثم
انّ خولۃ بنت حکیم بن امیّۃ وہی امرأۃ عثمٰن بن
مظعونٍ قالتْ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اَعطِنی اِن فتح اللہ علیک الطائف

زیادہ بڑھادی تو میں نے کہا کہ اے عمرؓ! بس رہنے دو واللہ اگر یہ بنی
عدی بن کعب کے لوگوں میں سے ہوتا تو تم یہ گفتگو نہ کرتے لیکن تم
بخوبی جانتے ہو کہ یہ بنی عبد مناف کے لوگوں میں سے ہے۔ تو عمرؓ نے
کہا ٹھہرو اے عباسؓ (تم نے مجھے غلط سمجھا کہ میں خاندانی تعصب میں
مبتلا ہوں) خدا کی قسم جس دن تم اسلام لائے تھے تمہارا اسلام
قبول کرنا میرے لئے خطاب کے اسلام سے زیادہ خوشی کا باعث
ہوتا تھا اگر وہ اسلام لاتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فاروقؓ کو مدینہ کے صدقات پر عامل بنایا
تو منع کیا عباسؓ اور خالدؓ ابن جمیل نے، یہ حدیث تفصیل کے ساتھ
صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اور عمرؓ سے مروی ہے (فرمایا) کہ میں
نے عمل کیا (یعنی عامل کی خدمت انجام دی) رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے لئے۔ پھر آپؐ نے مجھ کو معاوضۂ خدمت عطا کرنا چاہا
تو میں نے عرض کیا کہ یہ اس کو دیدیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا
حاجتمند ہو، اس کو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ غزوۂ حُنین میں فضائلِ عظیمہ حاصل کئے۔ اہلِ سیر
نے لکھا ہے کہ یومِ حُنین میں مہاجرین کے جھنڈوں میں سے ایک
جھنڈا فاروقؓ کو دیا گیا جیسا کہ کسی جماعت کے سربراہ کو آج کے
سرداروں کی مانند دیا جاتا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ
طائف میں عمر رضی اللہ عنہ کے حصّہ میں نمایاں فضیلت دو وجہ سے
آئی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اُس خواب کے قصّہ
میں کہ مکھن کی رکابی میں ایک مُرغ نے چونچ مار کر اس کو پراگندہ کردیا
اور حضرت صدیقؓ نے یہ تعبیر دی کہ موجودہ حالت میں طائف کی
فتح میسّر نہ ہوگی۔ سیرت ابنِ اسحٰق میں مذکور ہے کہ خولہؓ بنتِ حکیم
ابن اُمیّہ نے جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی کہا کہ یا رسول اللہ
(صلے اللہ علیہ وسلم) اگر اللہ آپؐ کو طائف فتح کرادے تو بادیہ بنت

حُلِیّ بادیۃ بنت غیلان او حُلِیّ الفارعۃ بنت
عقیلٍ وکانت من اَحْلٰی نساء ثقیفٍ وذُکِرَ لیَ
انّ رسولَ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال لہا وان
کانَ لم یُؤْذَنْ فی ثقیف یا خولۃُ فخرجتْ
خولۃُ فذکرتْ لعمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ
فدخل عمرُ علےٰ رسولِ اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
فقالَ یارسولَ اللّٰہ ما حدیثٌ حدّثتنہ خولۃ
زَعمتْ انک قلتَہا قال قد قلتُہا قال اَوَما
أُذِنَ فیہم یارسولَ اللّٰہ قال لا قال
افلا اُوذِنُ بالرحیل قالَ بلےٰ قال فأذّنَ
عمرُ بالرحیلِ دوم آنکہ وقت قسمت غنائم
در جعرّانہ ذوالخویصرۃ حاضر شد و
فاروق رض را داعیہ قتل او بخاطر آمد عن
عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص قیل لہٗ ہل
حضرتَ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم
حینَ کلّمہ التمیمی یومَ حُنین قالَ نعم
جاءہ رجلٌ من تمیم یُقال لہٗ ذوالخویصرۃ
فوقفَ علیہ وہو یُعطے الناس
فقال یا محمّد قد رأیتُ ما صنعتَ فی
ہٰذا الیوم فقالَ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ
وسلّم اَجل فکیف رأیتَ قالَ لم
اَرَکَ عَدَلْتَ قالَ فغضبَ النبی
صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ ویحکَ اذا
لم یکن العدلُ عندی فعندَ مَن
یکون فقالَ عمرُ بن الخطّاب یارسول اللّٰہ اَلَا

غیلان کے زیور یا فارعہ بنتِ عقیل کے زیور مجھے عطا کیجئے اور بنو ثقیف کی عورتوں میں یہ بہت زیور والی تھی اور مجھ سے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ فرمایا کہ اے خُولہ اور اگر ایسا ہو کہ ہم کو اجازت نہ دی گئی ثقیف پر (یعنی غلبہ نہ دیا گیا)، تو خولہ نے آپؐ کے پاس سے نکل کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو عمرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ اس بات کی کیا حقیقت ہے جو خولہ نے بیان کی وہ یہ سمجھتی ہے کہ آپؐ نے اُس سے ایسا فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اُس سے ایسا کہا ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ کیا یارسول اللہؐ اُن کے بارے میں اجازت نہیں دی گئی؟ فرمایا کہ نہیں عرض کیا کہ تو پھر میں کوچ کرنے کا اعلان نہ کردوں؟ فرمایا کہ ہاں کردو۔ تو عمرؓ نے کوچ کا اعلان کر دیا۔ دوسری یہ کہ جعرانہ میں غنیمتوں کی تقسیم کے وقت ذوالخُوَیصرہ حاضر ہوا تو فاروقؓ کے دل میں اُس کے قتل کا داعیہ پیدا ہوا۔ مروی ہے عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے کہ اُن سے کہا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے جب آپؐ سے یوم حُنین میں تمیمی نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ہاں آپؐ کے پاس تمیم میں کا ایک شخص آیا تھا جس کو ذُوالخُوَیصرہ کہا جاتا تھا۔ وہ آپؐ کے پاس کھڑا ہوا جب آپؐ لوگوں کو دے رہے تھے پھر بولا کہ اے محمدؐ! میں نے دیکھ لیا ہے جو کچھ آپؐ نے آج کے دن کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تو پھر تو نے کیا دیکھا؟ بولا کہ میں نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ عدل کرتے ہوں۔ کہا کہ اس سے غصہ میں آگئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ افسوس ہے تجھ پر جب کہ عدل میرے پاس بھی نہ ہو گا تو پھر کس کے پاس ہوگا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا یارسول اللہؐ کیا ہم اس کو

نقتلہ قال لادعوہ فانہ ستکون لہ شیعۃ یتعمقون فی الدین حتی یخرجوا منہ کما یخرج السہم من الرمیۃ ینظر فی النصل فلا یوجد شیئ ثم فی القدح فلا یوجد شیئ ثم فی الفوق فلا یوجد شیئ سبق الفرث والدم اخرجہ ابن اسحٰق سوم آنکہ استیذان نمودہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ انی نذرت فی الجاہلیۃ ان اعتکف لیلۃ فی المسجد الحرام فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم اوف بنذرک اخرجہ البخاری وفی بعض الروایات یا اخی اشرکنا فی دعائک او لا تنسنا فی دعائک واین تشریفے بود درحق حضرت فاروق رضی اللہ عنہ وازانجملہ آنست کہ در غزوۂ تبوک نصف مال خود انفاق نمود وازانجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع حاضر بود وآن ہمہ مواعظ استماع نمود وجمیع آن مشاہد متبرکہ را ادراک فرمود وازانجملہ آنست کہ بسیارے از فضائل شریک صدیق اکبر رض بود وسہیم او در مشاورت

قتل نہ کر دیں۔ فرمایا نہیں چھوڑ دو اس کو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پیروی کرنے والی ایک جماعت ہوگی جو دین میں عیب جوئی کرے گی یہاں تک کہ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح (زور دار) تیر شکار سے نکل جاتا ہے کہ ایک شخص اس تیر کی نوک کو دیکھتا ہے تو کوئی چیز (لگی ہوئی) نہ ملے گی پھر اس کے قدح عہ (سیدھے حصہ) کو دیکھا جائے گا تو کوئی شے نہ ملے گی۔ پھر سوفار (تیر کے اوپر کا حصہ جو چلّہ پر رکھا جاتا ہے) کو دیکھے گا تو وہاں کچھ نہ ملیگا۔ وہ تیزی کے ساتھ گوبر اور خون میں سے نکل گیا، عہ اس کو روایت کیا ابن اسحٰق نے۔ تیسری یہ کہ آپ رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں نے جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں ایک رات مسجدِ حرام میں معتکف رہوں گا۔ تو ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ (آپ نے یہ بھی فرمایا کہ) میرے بھائی ہم کو اپنی دعاء میں شریک رکھنا یا (یہ فرمایا) کہ ہم کو اپنی دُعاء میں بھلا نہ دینا۔ اور یہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑی عزّت افزائی تھی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ غزوۂ تبوک میں آپ نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں حاضر تھے اور آپ نے وہاں کے تمام مواعظ کو خوب سُنا اور متبرک مقامات میں حاضری کو بخوبی سمجھا۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے فضائل میں آپ صدیق اکبر رض کے شریک تھے اور مشاورت میں آپ حصّہ دار رہے (یعنی رسول اللہ

عہ نہایہ میں ہے کہ تیر کو کاٹتے ہی قِطع کہتے ہیں۔ پھر تراش کر چھیل کر صاف کریں تو بَرِی کہتے ہیں پھر سیدھا کریں تو قِدح کہتے ہیں پھر پَر اور پیکان لگائیں تو سَہم کہتے ہیں ۱۲ لغات الحدیث۔ یہ حدیث شرح وبسط کے ساتھ مقصد اول جلد ثانی میں گزر چکی ہے۔ عہ اسی طرح یہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر فوراً ہی نکل جائیں گے۔ اس طرح کہ اسلام کا معمولی سا اثر بھی ان لوگوں میں باقی نہ رہے گا ۱۲

ودر تعبیر بلفظِ صالح المؤمنین نزدیکِ نزولِ آیۃ تحریم و در ثباتِ روزِ جمعہ وقتِ انفضاض (تفرق) قوم و این ہمہ مباحث را در مآثرِ حضرت صدیق رض بیان کردیم و ازانجملہ آنست کہ بعد انتقالِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساعی ترینِ مردم بود برائے خلافتِ صدیق رض و ناصح ترین مردم درحق او واین معنی را بالا نوشتیم وازانجملہ آنست کہ در خلافتِ صدیقِ اکبر رض نائب مطلق خلیفہ ووزیر ومشیرِ او در مہمات وقاضی مدینہ او بود عن ابراہیم النخعی قالَ اوّلُ مَن وَلّی ابو بکرٍ شیئاً من امُورِ المسلمین عمر بن الخطاب ولاّہُ القضاء فکان اوّل قاضٍ فی الاسلام و قال اقضِ بینَ النّاسِ فانّی فی شُغلٍ اخرجہ ابو عمر وازانجملہ آنست کہ صدیقِ اکبر رض در آخر ایّام خود فاروق رض را ولیعہدِ خود ساخت و اورا از افضلِ امّت خواند چنانکہ گزشت و مآخذِ قولِ او حدیثِ آنحضرت بود صلے اللہ علیہ وسلم عن جابر بن عبد اللہ قال قال عُمَر لابی بکر یا خیر النّاس بعدَ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالَ ابو بکر اَمَا انّکَ اِن قلتَ ذاک فلقد سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

صلے اللہ علیہ وسلم مشوروں میں ابو بکر رض کے ساتھ عمر رض کو بھی شریک رکھتے تھے) اور سورۂ تحریم کی آیت کے نزول میں لفظ صالح المؤمنین کی تعبیر میں (بھی آپ ابو بکر رض کے ساتھ شریک ہیں) اور جمعہ کے دن (خطبہ کے وقت) جب قوم متفرّق ہوگئی (جس کا بیان سورۂ جمعہ میں ہے) آپ کا موجود رہنا اور ان تمام مباحث کو ہم حضرت صدیق رض کے مناقب میں بیان کرچکے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت صدّیقِ اکبر رض کی خلافت کے لئے آپ سب سے زیادہ سرگرم سعی رہے اور اُن کے حق میں تمام لوگوں سے زیادہ خیر خواہ رہے اور اس حقیقت کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ اکبر رض کی خلافت میں خلیفہ کے نائب مطلق اور مہمات میں اُن کے وزیر ومشیر اور مدینہ کے قاضی وہی تھے۔ مروی ہے ابراہیم نخعی سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلے جس شخص کو مسلمانوں کے کچھ امور پر ابو بکر رض نے متولّی بنایا وہ عمر بن الخطاب تھے۔ ان کو عہدۂ قضا سپرد کیا تو وہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی ہوئے اور ابو بکر رض نے اُن سے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان فیصلے آپ کیا کیجیے کیونکہ میں دوسرے شغل میں ہوں، اس کو ابو عمر نے روایت کیا۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ صدّیقِ اکبر رض نے اپنے آخری ایام میں فاروق رض کو اپنا ولی عہد بنایا اور ان کو افضلِ اُمّت فرمایا جیسا کہ گزرچکا اور اُن کے قول کا ماخذ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث تھی۔ مروی ہے جابر بن عبد اللہ سے اُنھوں نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) عمر رض نے ابو بکر رض کو اس طرح خطاب کیا "اے سب لوگوں سے بہتر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے" تو ابو بکر رض نے کہا کہ اب تم نے یہ کہدیا (تو مجھ سے بھی سُن لو کہ) واللہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا

یقولُ ما طلعتِ الشمسُ علے رجلٍ خیر من عُمر
اخرجہ الترمذی و معنی این کلام آنست کہ
فاروق رض افضل امّت باشد در زمانے از ازمنہ
این قضیہ را مطلقہ عامہ می باید شمرد لہذا
فاروق رض صدیق رض را افضل می گفت و صدیق رض
این معنی را از وی مسلم میگذاشت و حضرت
صدیق رض فاروقِ اعظم رض را اقوی و خیر النّاس
می گفت و او نیز این معنی را از وی مسلّم
میداشت این است شرح اعانتہا۔ فاروق
بہ نسبت جناب نبوّت و نسبتِ خلیفہ پیغامبر
باز چون نوبت خلافتِ او رسید سیاستے
از وے ظاہر شد کہ ہیچ خلیفہ را میسّر نہ
نیامد نہ پیش از وے نہ بعد از وے فی
الاستیعاب وُلّی الخلافۃ بعد ابی بکر بُویع لہ
بہا یوم مات ابو بکر باستخلافہ سنۃ ثلٰث
عشرۃ فسار باحسن سیرۃ وانزل نفسہ من
مال اللہ بمنزلۃ رجلٍ من النّاس و فتح اللہ لہ
الفتوحَ بالشّام والعراق و مصر و دوّن
الدّواوین فے العطاء و رتّب النّاس فیہ
علے سوابقھم وکانَ لایخافُ فی
اللہِ لومۃ لائم و ہو الّذی نوّر شہر
الصّوم بصلوٰۃ الاشفاع غیرہ و
اَرّخ التاریخ من الہجرۃ الّذے
بایدے النّاس الے الیوم و ہو
اوّل من سُمّی بامیر المؤمنین

آپ فرماتے تھے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی ایسے شخص پر جو
عمر رض سے بہتر ہو، اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور اس کلام کے
معنے یہ ہیں کہ زمانوں میں سے ایک زمانہ میں فاروق رض افضلِ
اُمّت ہوگا۔ اس قضیہ کو مطلقہ عامہ سمجھنا چاہیے۔ لہٰذا فاروق رض
صدّیق رض کو افضلِ اُمّت کہتے تھے اور صدیق رض اس معنے کو ان
کے لئے تسلیم شدہ قرار دیتے تھے اور حضرت صدیق رض فاروق
اعظم رض کو اقوٰی (بڑا طاقتور) اور خیر النّاس (سب سے بہتر)
کہتے تھے۔ اور وہ بھی اس معنے کو اُن کے حق میں تسلیم شدہ
قرار دیتے تھے۔ یہ ہے اُن اعانتوں کی شرح جو فاروق رضی اللہ
عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ پیغمبر کی کرتے رہے
پھر جب خود اُن کی خلافت کی نوبت آئی تو اُن سے ایسی سیاست
کا ظہور ہوا کہ کسی خلیفہ کو میسّر نہ ہوئی نہ اُن سے پہلے اور
نہ اُن کے بعد۔ استیعاب میں ہے کہ ابوبکر رض کے بعد عمر رض خلیفہ بنائے
گئے۔ جس دن ابوبکر رض کا انتقال ہوا (۱۳ھ) اُن سے اُسی دن خلافت
کی بیعت کی گئی تو وہ بہت اعلیٰ سیرت پر چلے اور وہ اپنی ذات
کو اللہ کے مال کے سلسلہ میں ایک عام آدمی کے مرتبہ میں اتارے
ہوئے تھے اور اللہ نے ان کو شام اور عراق اور مصر میں بہت
فتوحات عطا فرمائیں اور عطیات کے لئے آپ نے رجسٹر بنوائے
اور ان میں لوگوں کے ناموں کی ترتیب اُن کی سابقہ اعمال و
خدمات کے لحاظ سے قائم کی اور وہ اللہ کے (احکام کے)
بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں
کرتے تھے اور وہی ہیں جنھوں نے ماہِ صیام (یعنی رمضان)
کو نمازِ تراویح سے منوّر بنا دیا اور ہجرت کے حساب سے
تاریخ کو قائم کیا جس پر آج تک سب لوگ عمل پیرا ہیں۔ اور
وہ پہلے شخص ہیں جن کو امیر المؤمنین کے خطاب سے موسوم کیا گیا۔

وہو اوّل من اتخذ الدِّرَّۃ و کان نقش خاتمہ کفٰی بالموت واعظًا یا عمر دریں مقام حکایتے چند از قیام او بامر جہاد و ظہورِ کثرتِ فتوح و وفورِ غنائم در ایامِ او ایراد کنیم سال سیزدہم از ہجرت فاروقِ اعظم رض چند روز متصل خطبہ می خواند و تحریض مے فرمود مردمان را بر جہادِ عجم و ایشان بملاحظہ کثرت عُدَد سامان و عَدَدِ آن جمع تقاعد می نمودند زیرا کہ پادشاہی آنہا از زمانِ دراز در فارس و رُوم محکم شدہ بود و افواج بسیار و خزائنِ بیشمار ذخیرہ داشتند کہ عرب را ہیچ گاہ مانندِ آن امکان نبود ازیںجہت خدائے عزّ و جلّ فرمود سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ اوّل کسیکہ داعیہ جہاد در خاطر او افتاد ابو عُبَیدہ ثقفی بود از کبارِ تابعین بعد ازانجماعہ بعد جماعہ برائے حرب مُہیّا شدن گرفتند ازانجملہ سلیط بن قیس کہ از حضّارِ مشہدِ بدر بود و حضرتِ فاروق رض قدرِ اولیتِ ابو عُبَیدہ در قبول داعیہ الٰہیہ بشناخت و اورا بر جیشِ مسلمین امیر گردانید ہرچند در میانِ ایشان اصحابِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند لکن مبالغہ فرمود کہ در قضایا و سوانحِ امور باصحابِ جنابِ رسالت مشاورت کند و ایشان را شریکِ خود

اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دِرّہ پکڑا۔ اور اُن کی مُہر کا نقش یہ تھا کَفٰی بِالۡمَوۡتِ وَاعِظًا یَا عُمَرُ (اے عمر بحیثیتِ واعظ موت کافی ہے) اس موقع پر اُن کے امرِ جہاد کے قیام اور کثرتِ فتوحات کے ظہور اور اُن کے زمانہ میں مالِ غنیمت بکثرت آنے کے بارے میں درج کرتے ہیں۔ ہجرت کے تیرھویں سال میں فاروقِ اعظم رض چند روز مسلسل خطبہ دیتے رہے جس میں لوگوں کو جہادِ عجم کے لئے ترغیب دیتے تھے اور لوگ ان کے پاس سامانِ جنگ کی فراوانی اور ان کی عددی کثرت کی وجہ سے مذبذب ہو رہے تھے کیونکہ اُن کی بادشاہی زمانہ دراز سے فارس و روم میں محکم شدہ تھی اور اُن کے پاس بہت سی افواج اور بے شمار خزانوں کے ذخیرے موجود تھے کہ اُن کی سطح پر آنے کا عرب کے لئے امکان نہیں تھا، اسی جہت سے اللہ عزّ و جل نے فرمایا سَتُدۡعَوۡنَ الخ (۴۸: ۱۶) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بُلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے الخ سب سے پہلے جس شخص کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا ہوا وہ ابو عُبیدہ رح ثقفی تھے جو کبارِ تابعین میں سے تھے اس کے بعد ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت جنگ کے لئے تیار ہونے لگی۔ ان میں سے سلیط بن قیس رض تھے جو کہ جنگِ بدر کے حاضرین میں سے تھے اور حضرت فاروق رض نے ابو عبیدہ رح کی داعیہ الٰہیہ (یعنی عجم پر جہاد) کو سب سے پہلے قبول کرنے میں اولیت کی قدر شناسی کی اور اُن کو مسلمانوں کے لشکر پر امیر بنایا۔ اگرچہ اُن کے درمیان آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض موجود تھے۔ لیکن آپ نے (ابو عبیدہ رح کو) مبالغہ (کے ساتھ حکم) فرمایا کہ قضایا کے فیصلوں اور پیش آنے والے امور میں اصحابِ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کرتے رہیں اور اُن کو اپنا شریک

داند فرمود ہیچ چیز مرا از تامیر سلیط مانع نشد الا
تعجیل و مسارعت او در حرب و خوفِ ہلاکِ مردم
بسبب تہوار او بالجملہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی
و ابو عبیدہ ثقفی با ہمراہیان خویش متوجہ عراق
گشتند و ازاں طرف رستم فرخ زاد و جابان را
بالشکرے جرّار بمقابلہ فرستاد و بعد تلاقی فئتین
جنگے عظیم در پیوست آخر کار کفار ہزیمت یافتند
و غنیمت بے حساب بدست اہلِ اسلام آمد ہنوز
تقسیم غنائم نہ شدہ بود کہ نرسی سپہ سالار
عجم کہ خالہ زادہ کسرٰے بود بالشکرے عظیم
بسوئے ایشان متوجہ شد و رستم سردارے دیگر
جالیوس نام را با فوجِ کثیرے بکمکِ او تعین نمود
ابو عبیدہ پیش از انکہ اجتماع ہر دو فریق شود
بہ نرسی رسید و وی را منہزم گردانید و بر مال
خطیر دست یافت آنگاہ بے توقف بجانب
جالیوس متوجہ شد و او را نیز ہزیمت داد و از
وی نیز غنائم فراوان در تصرف آورد و بعد ازان
ابو عبیدہ ازان ہمہ غنائم و سبایا خمس را جدا
کردہ بدار الخلافت فرستاد و باقی را بر غزاۃ قسمت
نمود چون خبر ہزیمت افواج بملکِ فارس
رسید انفعالِ عظیم بخاطرش راہ
یافت و بہمن جادو را برائے
تدارک با سی ہزار مرد و
سی فیل فرستاد و ازان جملہ
فیلِ ابیض کہ از وقتِ پرویز

سمجھیں۔ آپ نے فرمایا سلیط کو امیر بنانے میں مجھے کوئی بات مانع
نہیں ہوئی بجز اس کے کہ زیادہ دلیر ہونے کی وجہ سے وہ جنگ
میں عجلت و سرعت کے خوگر ہیں جس میں لوگوں کے ہلاک ہونیکا
اندیشہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی اور ابو عبیدہؓ ثقفی
اپنے ساتھیوں کو لے کر عراق کی جانب متوجہ ہو گئے، اور اُس طرف
سے (شاہ فارس نے) رستم فرخ زاد اور جابان کو ایک جرّار
لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، ہر دو فریق کے مِل جانے
کے بعد ایک جنگِ عظیم شروع ہو گئی، انجام کار کفار کو شکست
ہوتی اور اہلِ اسلام کے ہاتھوں میں بے حساب مالِ غنیمت
آیا۔ ابھی تک اموالِ غنیمت کی تقسیم نہ ہونے پائی تھی کہ عجم کا
سپہ سالار نرسی جو کسریٰ کی خالہ کا بیٹا تھا ایک زبردست
لشکر کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو گیا، اور رستم نے ایک دوسرے
سردار کو جس کا نام جالیوس تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ اُس
کی کمک کے لئے متعین کیا۔ ابو عبیدہؓ قبل اس کے کہ دونوں
(نرسی اور جالیوس) کی افواج مجتمع ہوں، نرسی پر جا پہنچے
اور اُس کو ہزیمت دیدی اور بہت سے مال پر قابض ہو گئے۔
اس کے بعد بے توقف جالیوس کی جانب متوجہ ہو گئے اور
حملہ کر کے اُس کو بھی شکست دیدی اور وہاں سے غنیمت
میں اموالِ فراواں تصرف میں لائے اس کے بعد ابو عبیدہؓ نے
ان تمام غنیمتوں اور اسیروں میں سے پانچواں حصہ نکال کر
دار الخلافہ بھیجا اور باقی کو غازیوں پر تقسیم کر دیا۔ جب افواج
کی ہزیمت کی خبر ملک فارس میں پہنچی تو اُن کے دلوں میں
بہت غیرت و شرمندگی پیدا ہوئی اور تدارک کے لئے (شاہ فارس
نے) بہمن جادو کو تیس ہزار جوانوں اور تیس ہاتھیوں کے
ساتھ بھیجا، اُن میں ایک سفید ہاتھی بھی تھا جس کو پرویز کے

اورا مبارک می شمردند و در ہیچ معرکہ نبے بود الّا کہ اہل آن معرکہ فیروز می شدند باد رفش کاویانی کہ از زمانِ فریدون در خزائنِ عجم ذخیرہ بود و آن را رایتِ فتح و آیتِ نصرت می پنداشتند ہمراہ کرد رستم نیز فوجی عظیم ہمراہ او داد ابوعُبیدؓ این مرتبہ کار فرمای تہور شدہ از پُلِ فرات گزشتہ بمحاربہ در پیوست اوّلاً تزلزلے در میانِ مسلمین اُفتاد جاہلے از اہلِ اسلام پُل را برہم زد تا راہ گریز نداشتہ باشند ابوعبیدؓ با جمعے سپاہ از اسپان فرود آمدہ شمشیرہا کشیدہ خراطیم فیلان را قطع نمودند و ابوعبیدؓ بر فیلِ ابیض رسید و خرطومِ او را بُرید و وقت معاودت بلشکرِ خود پایش بلغزید و بیفتاد و درین حالت فیلِ ابیض او را زیر پا در آورد و شہید ساخت و بعد از وی ہفت کس از جوانمردان لوائے او برمیگرفتند و بدرجۂ شہادت میرسیدند تا آنکہ آخر کار آن لوا را مثنیٰؓ بن حارثہ برداشت و بصرفہ و حکمت بجنگ مباشرت نمود انجام کار کفار از حرب متقاعد شدند و مسلمانان فرصتِ غنیمت یافتہ بر سرِ پُل آمدند و کیف ما اتفق پُلِ شکستہ را درست ساختہ عبور نمودند درین مقتلہ چہار ہزار کس شہید شدند حضرتِ فاروق رضؓ ازین ماجرا بغایت محزون گشت و بسبب انکسار مسلمین نزدیک بود کہ قاعدۂ جہاد برہم خورد عنایتِ الٰہی ناگہان در رسید و در فوج رستم

زمانہ سے مبارک سمجھا جاتا تھا اور وہ جس معرکہ میں بھی بھیجا گیا تھا اُس میں لوگوں کو فتح ہوتی رہی ہے۔ اور درفش کاویانی کو بھی جو کہ فریدوں کے زمانہ سے عجم کے خزانوں میں محفوظ تھا اور اُس کو ان لوگوں نے فتح کی نشانی اور نصرتِ (غیبی) کی علامت قرار دے رکھا تھا ساتھ کر دیا۔ رستم نے بھی ایک بہت بڑی فوج اُس کے ہمراہ کر دی۔ اس مرتبہ ابو عبیدہؓ دلیری کے ساتھ فرات کے پُل کو عبور کر کے جنگ میں مشغول ہو گئے۔ اوّلاً مسلمانوں میں ایک تزلزل واقع ہوا۔ اہلِ اسلام میں سے کسی جاہل نے پُل کو توڑ دیا کہ گریز کی راہ باقی نہ رہے۔ ابو عبیدہؓ نے فوج کی ایک ٹکڑی کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر کر تلواریں کھینچ لیں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ اور ابو عبیدہؓ سفید ہاتھی کے مقابلہ پر پہنچے اور اُنھوں نے اُس کی سونڈ کو کاٹ دیا، جب اپنے لشکر کی طرف لوٹنے لگے تو ان کا پاؤں پھسلا اور وہ گر پڑے۔ اس حالت میں سفید ہاتھی نے حملہ کر کے اُن کو اپنے پاؤں سے مَسل کر شہید کر دیا۔ اُن کے بعد جوانمردوں میں سے سات آدمی یکے بعد دیگرے اُن کے جھنڈے کو سنبھالتے اور درجۂ شہادت پر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ آخر کار وہ جھنڈا مثنیٰ ابن حارثہؓ نے اُٹھایا اور بڑی ہمت اور حکمت کے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے، انجام کار کفار جنگ میں (پیش قدمی سے) ڈھیلے پڑے اور مسلمان یہ موقع غنیمت جان کر پُل پر آگئے اور کسی نہ طرح اُس ٹوٹے ہوئے پُل کو درست کر کے اُس سے عبور کر گئے۔ اس قتال میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت فاروق رضؓ اس واقعہ سے بہت غمگین ہوئے، اور مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ جانے سے قریب تھا کہ اُس اُٹھنے والے جہاد میں برہمی ہو جاتی کہ اچانک رحمتِ خداوندی آپہنچی اور رستم کی فوج میں

اختلاف فی اُفتاد و دو فریق گشتند و حدّتِ
ایشان کلیل گشت چندروز بر حرب جرأت
نیارستند سالِ چہاردہم بقول اکثر اہلِ تاریخ
فتحِ دمشق دست داد و بقولِ جمعے دیگر این واقعہ
در سال سیزدہم بود نزدیک بوفاتِ حضرت
صدّیق رضی اللہ عنہ بالجملہ ہرقل ماہان نام
سردارے را با گران لشکری بمددِ اہلِ دمشق فرستاد
و کفّار در ہر ناحیہ متحصّن بحصون گشتہ باعدادِ
آلاتِ حرب مشغول شدند و ابوعبیدہ بن الجراح
صورتِ حال را بعرض حضرتِ فاروق رسانید
حضرت فاروق رض برائے او مکتوبے نوشت
متضمن آنکہ اوّلاً عنانِ عزیمت بجانب دمشق
معطوف سازد و در ہر ناحیہ فوجے از مسلمانان
فرستد تا اہلِ آن ناحیہ را مشغول دارند و
توغّل در حرب ہیچ کدام نکنند تا آنکہ دمشق
مفتوح شود از ان طرف ماہان با لشکرِ خود
از دمشق بر آمدہ بآراستگیِ صفوف مشغول
شد ازین طرف ابوعبیدہ رض بمقابلہ آنہا دادِ قتال
بداد بعد تردّدِ عظیم شکست بر لشکرِ کفّار اُفتاد
جمعے جانب ہرقل گریختند و طائفہ بشہر دمشق
متحصّن شدند باز ابوعبیدہ رض و خالد رض
بمحاصرۂ دمشق اہتمام کلّی بکار بردند و این
محاصرہ مدّتِ دراز کشید اتفاقاً بطریقے
از بطارقہ دمشق را درہمین ایّام فرزندے
متولّد شد ازین سبب بترتیب جشنے

ایک اختلاف واقع ہوگیا اور وہ دو فریق ہوگئے اور اُن کی
تیزی کُند ہوگئی اس لئے وہ چندروز تک جنگ کی جرأت نہ
کرسکے۔ بقولِ اکثر اہل تاریخ کے چودھویں سال میں دمشق
کی فتح حاصل ہوئی اور بقولِ دیگر مؤرخین کی ایک جماعت
کے یہ واقعہ تیرھویں سال میں پیش آیا تھا حضرت صدیق
رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب۔ الغرض ہرقل نے ایک
سردار کو جس کا نام ماہان تھا ایک بھاری لشکر کے ساتھ اہلِ
دمشق کی مدد کے لئے بھیجا اور کفّار ہر علاقہ میں قلعوں میں
محفوظ ہوکر آلاتِ حرب کی تیاری میں مشغول ہوگئے اور
ابوعبیدہ رض بن الجراح نے اس صورتِ حال کو حضرت فاروق رض
کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت فاروق رض نے اُن کو ایک مکتوب
تحریر فرمایا جو ان احکام پر مشتمل تھا۔ اوّلاً یہ کہ آپ کو دمشق
کی طرف روانہ ہوجانا چاہیئے اور ہر علاقہ میں مسلمانوں کی ایک
فوج بھیجدیں تاکہ وہ ان علاقہ والوں کو (گاہے گاہے حملے
کرکے) مشغول رکھیں اور ان میں سے کسی علاقہ پر لڑائی
میں زیادہ زور نہ ڈالیں یہاں تک کہ دمشق فتح ہوجائے۔
اُس طرف سے ماہان اپنے لشکر کے ساتھ دمشق سے نکل کر صفوں
کی درستی میں مشغول ہوا اور اس طرف سے ابوعُبَیدہ رض نے
اُن کے مقابلہ پر دادِ شجاعت دی گھمسان کی جنگ کے بعد
کفّار کے لشکر پر شکست پڑی ان کی ایک جماعت ہرقل کی
طرف بھاگی اور ایک جماعت شہر دمشق میں قلعہ بند ہوگئی،
اس کے بعد ابوعُبَیدہ رض اور خالد رض نے دمشق کے محاصرہ کا پورا
اہتمام کیا اور اس محاصرہ پر مدّتِ دراز گزر گئی۔ اتفاقاً دمشق
کے بطریقوں (یعنی افسرداروں) میں سے ایک سردار کے گھر میں
ان ہی دنوں میں ایک لڑکا پیدا ہوگیا اس سبب سے وہ ایک جشن مرتب

مشغول شدند وافراط در لہو ولعب ایشان را از محافظتِ سور غافل نمود دلیرانِ اسلام فرصت را غنیمت شمردہ سلالیم واوہاق کہ برائے مثل ہمین روز آمادہ ساختہ بودند استادہ نمودہ تکبیر گویان بر بلندی سور بر آمدہ بوابان را بزخم سیوف بدوزخ رسانیدہ دروازہ را کشادند و جنگے عظیم بظہور پیوست از جانب خالد رضؓ عنوۃً واز جانب ابوعبیدہ رضؓ صلحاً فتح دمشق متحقق گشت و درہمین سال جریر بن عبداللہ بجلی از جانبِ یمن بملازمتِ فاروق رسید حضرت فاروق چہار ہزار مرد از بجیلہ وکندہ و دیگر قبائل مرتب ساختہ جریر را امیرِ آن لشکر فرمود و بجانبِ عراق بمددِ مثنیٰؓ روان نمود جریر و قوم او از انکہ تحت رایت مثنیٰؓ در آیند استنکاف ورزیدند حضرت فاروق رضؓ برائے تالیفِ قلوب ایشان ربع خمس ہر غنیمتے کہ باہتمامِ ایشان حاصل شود وزیادہ بر سہم غنیمت بایشان تنفیل فرمود وبرائے مثنیٰؓ نامہ نوشت کہ شرائط توقیر و تبجیلِ جریر را مرعی دارد زیراکہ شرفِ صحبتِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دریافتہ است سردارانِ عجم چون این خبر شنیدند فوج کثیر فراہم آوردہ مہران ہمدانی را بامارتِ آنہا منصوب ساختہ برائے مقابلۂ مثنیٰؓ و جریر نامزد گردانیدند ایشان این ماجرا بعرضِ حضرتِ فاروق رضؓ رسانیدند وے رضی اللہ عنہ از ہر قبیلہ جمعے را برائے مددِ مثنیٰؓ معین فرمود و حکم کرد کہ مستعجلاً کارسازی نمودہ

کرنے میں مشغول ہوتے اور لہو ولعب میں منہمک ہو کر دیوارِ شہر پناہ کی حفاظت سے غافل ہوگئے۔ اسلام کے بہادروں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور سیڑھیاں اور کمندیں جو اُنھوں نے اسی دن کے لئے تیار کر رکھی تھیں کھڑی کرتے تکبیر کہتے ہوئے دیوار کی فصیل پر چڑھ گئے (اور نیچے اُتر کر) دربانوں کو تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم رسید کیا اور دروازہ شہر کھول دیا اور ایک جنگِ عظیم واقع ہوئی۔ خالدؓ کی طرف کا شہر کا حصّہ جنگ سے مغلوب ہوا اور ابوعبیدہؓ کی جانب کا حصّہ صلح سے، اس طرح سے شہر دمشق فتح ہوگیا۔ اسی سال میں جریرؓ بن عبداللہ بجلی یمن کی جانب سے حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت فاروقؓ نے چار ہزار مَردوں کا لشکر قبیلۂ بجیلہ وکندہ، اور دیگر قبائل کا مرتب کر کے جریر کو اُس لشکر کا امیر بنا کر عراق کی جانب مثنیٰؓ کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جریرؓ اور اُن کی قوم نے اس بات سے اعراض کیا کہ وہ مثنیٰؓ کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ حضرت فاروقؓ نے ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے ہر اُس غنیمت میں سے جو اُن کے اہتمام سے حاصل ہو ایک خُمس کا چوتھائی حصّہ اُن کے غنیمت کے حصّہ پر بڑھا دیا اور مثنیٰؓ کو ایک خط لکھا کہ شرائط توقیر و تعظیم جریرؓ کی رعایت رکھے اس لئے کہ جریرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرّف ہوتے ہیں۔ سردارانِ عجم نے جب یہ خبر سُنی تو ایک فوج کثیر فراہم کر کے مہران ہمدانی کو اس کا سردار بنایا اور اس کو مثنیٰؓ اور جریر کے مقابلہ پر نامزد کردیا۔ اُنھوں نے یہ ماجرا حضرت فاروقؓ کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے ہر قبیلہ میں سے ایک جماعت کو مثنیٰؓ کی مدد کے لئے معیّن فرمایا اور حکم کیا کہ عجلت کے ساتھ تیاری کر کے

خود را بر مصاف حاضر گردانید و مثنیٰ
نیز ازان بلاد کہ در تصرف او بود لشکری
آراست بعد تلاقی فریقین مہران بر اسپے
گلگون برگستوانے از اطلس بران انداختہ
بمیدانِ مبارزت جولان کنان درآمد غلامے
از اہل ذمہ تیرے بجانب او روان کرد بتائیدِ
الٰہی بر مقتلِ وے رسید و از اسپ بیفتاد و
شکست بر لشکرِ عجم واقع شد و طرفہ معرکہ
و عجیب مقتلہ آن روز بظہور انجامید ازین
جہت آن را یوم الاعشار (جمع عشر بمعنے دہ) گویند زیرا کہ صد
کس از مبارزان بشمار درآمد کہ دران
روز ہر یکے دہ کس از کفار کشتہ بود و چندان
غنائم و سبایا (اسیران) بدست آمد کہ پیش ازین گاہے
میسر نشدہ بود بعد ازان مثنیٰ بن حارثہ بشر بن
الخصاصیہ صحابی را بر بلادِ عراق خلیفہ ساختہ
خود با وجودِ عدمِ اندمالِ جراحات کہ در واقعہ
الجسر (جنگ پل) بوی رسیدہ بود قصد غارت خنافس
نمود و آن سوقی بود کہ در سال یکبار تجارِ کفار
آنجا اجتماع عظیم میداشتند ناگاہ بر سر آنجماعہ ریخت
و غنائم فراوان بدست آورد و باز قصدِ سوقِ بغداد
کرد و آن نیز سوقے عظیم بود کہ ہر سال جمِ غفیرے
آنجا مجتمع می شدند بغتۃً بر آنہا حملہ آورد و یارانِ
خود را فرمود کہ سوائے نقدین و جواہر و اقمشہ
و امتعہ قیمتی بر ندارند ہزار شتر ازین اجناس
پر کردہ بسلامت مراجعت نمودند

اپنے کو میدانِ جنگ میں حاضر کر دیں۔ مثنیٰ نے بھی ان شہروں میں سے جو اُنکے زیرِ تصرف تھے ایک لشکر مہیا کر لیا۔ فریقین کے مِل جانے کے بعد مہران ایک سُرخ رنگ کے گھوڑے پر جس پر اطلس کا جامہ پڑا ہوا تھا سوار ہو کر میدانِ جنگ میں دوڑتا ہوا آیا۔ اہلِ ذمہ میں سے ایک غلام نے ایک تیر اُس کی طرف پھینکا، تائیدِ الٰہی سے وہ اُس کے مقتل پر پہنچ گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا اور لشکرِ عجم پر شکست واقع ہو گئی۔ اور یہ ایک عجیب جنگ اور نادر معرکہ تھا جو اُس دن ظہور میں آیا۔ اسی بنا پر اس کو یوم الاعشار کہتے ہیں۔ (اعشار عشر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں دس) اس لئے کہ لڑنے والوں میں ایسے ایک سو آدمی شمار میں آئے کہ اُس دن اُن میں سے ہر ایک نے کفار کے دس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اتنے اموالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے کہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہ نے بشر بن الخصاصیہ صحابی کو بلادِ عراق پر قائم مقام بنا کر خود باوجود اُن زخموں کے ابھی تک مندمل نہ ہونے کے جو پُل کی جنگ میں اُن کو پہنچے تھے خنافس پر لوٹ ڈالنے کا قصد کیا اور یہ ایک بازار تھا کہ کفار تاجرین سال میں ایک مرتبہ وہاں بہت بڑا اجتماع کیا کرتے تھے، اچانک اس جماعت کے سر پر جا پڑے اور بہت سے اموالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔ پھر بازارِ بغداد کا قصد کیا اور وہ بھی بہت شاندار بازار تھا کہ ہر سال وہاں ایک زبردست میلہ لگتا تھا، اچانک اُن پر حملہ کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو یہ ہدایت کی کہ سونے چاندی اور جواہر اور ریشمی کپڑوں اور بیش قیمت چیزوں کے سوا اور کچھ نہ اُٹھائیں۔ اس قسم کی چیزوں کو ایک ہزار اونٹوں پر لدوا کر سلامتی کے ساتھ مراجعت کی۔

سالِ پانزدہم و سالِ شانزدہم فرقانِ اکبر درمیانِ اسلام وکفر بسعی و اہتمام او رضی اللہ عنہ بظہور پیوست واینجا واضح گشت کہ تسمیہ خلیفۂ ثانی بفاروقِ اعظم بچہ وجہ بودہ است واینجا دو نکتہ باید شناخت نکتۂ اولے آنکہ در شریعت متواتر بالمعنی است کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خبر دادند بآنکہ فارس وروم فتح خواہد شد وغنائم بے شمار ازیشان بدستِ مسلمین خواہد آمد قال اللہ تعالےٰ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وقال وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا الآیۃ بعد ما قال وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ اگر منصفے درین آیہ تأمل کند وسیاق و سباق را مستحضر سازد مضطر شود بآنکہ غنائم کثیرہ کہ اوّل مذکور شد غنائم حنین است کہ در زمانِ سعادت نشانِ جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم صورت وجود یافت عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ فتح خیبر است وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا غنائم فارس وروم است قال ابن عباس والحسن ومقاتل ہی فارس والروم ما کانت العرب

پندرھویں سال اور سولھویں سال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مساعی سے اسلام اور کفر کے درمیان "فرقانِ اکبر" (امتیازِ کامل) کا پورا پورا ظہور ہوگیا۔ اور اس موقع پر واضح ہوگیا کہ خلیفۂ ثانی کو "فاروقِ اعظم" کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ اور یہاں دو نکتے پہچاننے چاہئیں پہلا نکتہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ بات متواتر بالمعنے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ فارس اور روم فتح ہوگا اور ان لوگوں سے بے شمار اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں آئیں گے۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (۶۱: ۹) تاکہ اس (دین) کو (بقیہ) سب دینوں پر غالب کردے) اور فرمایا وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا الخ (۴۸: ۲۱) اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالےٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔" یہ اس ارشاد کے بعد فرمایا وَعَدَكُمُ اللَّهُ الخ (۴۸: ۲۰) اللہ تعالےٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سردست تم کو یہ دیدی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم روک دیئے۔" اگر کوئی منصف اس آیت میں غور کرے تو وہ مجبور ہوجائے گا یہ تسلیم کرنے پر کہ غنائم کثیرہ (بہت سے اموالِ غنیمت) جو کہ پہلے مذکور ہوئے وہ غزوۂ حنین کے اموالِ غنیمت ہیں جو جناب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانِ سعادت نشان میں ظہور میں آئے اور عَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ (سو سردست تم کو یہ دیدی ہے) فتح خیبر ہے اور وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا (اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی) فارس اور روم کی غنیمتیں ہیں۔ ابن عباسؓ اور حسنؒ اور مقاتلؒ کا قول ہے کہ یہ فارس اور روم ہیں۔ عرب فارس اور روم کے ساتھ

تقدر علی قتال فارس والروم کانوا خولاً لہم [العرب اتباعاً لفارس والروم]
حتی قدروا علیہا بالاسلام و نیز مضطر شود
بآنکہ سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ
شَدِیۡدٍ مراد ازین اولی باس شدید فارس
و روم است قال ابن عباس و مجاہد
والحسن ہم فارس والروم و در حدیث
شیخین آمدہ رأیت کانما وضع فی یدی
مفاتیح خزائن الارض و نیز در حدیث
شیخین ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ
و ہلک قیصر فلا قیصر بعدہ و نیز
در باب رمی (یعنی تیراندازی) عن عقبۃ بن عامر قال
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول ستفتح علیکم الروم
و یکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلہو
باسہمہ اخرجہ مسلم پس این ہمہ
نعم الٰہی است و وجود این امور معجزہ
آنحضرت است صلی اللہ علیہ وسلم و
بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متضمن
است فتح فارس را قال تعالیٰ وَّاٰخَرِیۡنَ
مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ یعنی فارس
خدای عز و جل از فوق سمٰوات ارادہ
ابطال سلطنت فارس و روم و
برہم زدن ملت ایشان فرمود و
آنحضرت را صلی اللہ علیہ و
سلم جارحہ اتمام مراد

لڑنے پر قادر نہیں تھے یہ لوگ تو اُن کے پچھ لگو تھے یہاں تک کہ
اسلام کی بدولت اس پر قادر ہو گئے۔ اور نیز مجبور ہو گا یہ تسلیم
کرنے پر کہ سَتُدۡعَوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ (۴۸: ۱۶)
یعنی عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے
جو سخت لڑنے والے ہوں گے۔" اس "اولی باس شدید" سے مراد
فارس اور روم ہیں۔ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور حسنؒ کا قول
ہے کہ وہ فارس اور روم ہیں۔ اور حدیث شیخین (بخاری و مسلم)
میں آیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں تمام زمین کے
خزانوں کی کنجیاں رکھدی گئیں۔ اور نیز حدیث شیخین میں ہے کہ
کسریٰ ہلاک ہوا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر
ہلاک ہوا پھر اُس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور نیز باب الرمی
میں ہے مروی ہے عقبہؓ بن عامر سے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب تم پر روم مفتوح ہو جائیگا
پھر تم میں سے کوئی اس سے عاجز نہ ہو گا کہ اپنے تیروں سے کھیلے،
اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اور ان
امور کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت متضمن ہے فارس کی فتح کو (یعنی
جس طرح بعثت کا مقصد شرک کو مٹانا اور توحید الٰہی کو قائم کرنا
تھا اسی طرح فارس کا فتح کرنا بھی تھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ الخ (۶۲: ۳) اور (علاوہ ان
موجودین یعنی عرب کے) دوسروں کے لئے بھی (آپ کو مبعوث
کیا) جو ابھی ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتے (یعنی فارس)
خدائے عزّ و جل نے آسمانوں کے اوپر سے سلطنت فارس و روم
کو باطل کرنے اور ان کی ملت کو درہم برہم کر دینے کا ارادہ کر لیا
تھا اور اپنی مراد کو پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

خود ساخت و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیش از ظہورِ این امر خطیر برفیقِ اعلے انتقال نمودند و ہمان داعیۂ بواسطۂ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم از سینۂ فاروقِ اعظم رضہ باز جوشید و ہمگی اورا رضی اللہ عنہ مطیعِ امر خود ساخت و عقل و قلب اورا منقادِ آن امر فرمود و در دلِ حاضرین پرتوِ نورِ فاروق رضہ انداخت تا غُزاۃِ اسلام اجتماعِ تمام پیدا کردند و دست بُردی عجیب ظاہر گشت کشایش زیادہ از کوشش دیدند و اَبعثُ جیشًا تبعثُ خمسۃً مِثلَہ (کما وقع فی الحدیث القدسی) بتقدیر حال ایشان شد نکتۂ دوم آنکہ اہتمام فاروق رضہ در فتح فارس و روم بوجوہ بسیار بودہ است یکی آنکہ دعا می نمود در صلوٰۃِ خود و ہمتی تمام درین کار بکار می بُرد قال النووی فی الاذکار جاء عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قنت (دعا) فی الصبح بعد الرکوع فقال اللّٰہم انا نستعینک و نستغفرک و لا نکفرک و نؤمن بک و نخلع من یفجرک اللّٰہم ایاک نعبد ولک نصلی و نسجد و الیک نسعٰی و نحفد نرجو رحمتک و نخشٰی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق اللّٰہم عذب الکفرۃ الذین

آلہ کار بنایا، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس اہم کام کے ظہور میں آنے سے پہلے رفیقِ اعلیٰ سے جاملے اور اُسی داعیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے پھر فاروقِ اعظم رضہ کے سینہ سے جوش مارا اور آپ کو (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پورے طور پر اپنے قبضہ میں کرلیا اور آپ کی عقل کو اور قلب کو اُس امر کا بخوبی مطیع کرلیا۔ اور حاضرین کے دلوں میں حضرت فاروق رضہ کے نور کا پرتو ڈال دیا، یہاں تک کہ غازیانِ اسلام اس پر مکمل طور پر مجتمع ہوگئے اور عجیب وغریب تصرفات ظاہر ہوئے اور سب نے اپنی کوشش سے زیادہ کشایش کا مشاہدہ کرلیا اور یہ (حدیث قدسی) گویا اُن ہی کے حال سے متعلق ہوگئی اَبعثُ جیشًا الخ یعنی تو اپنا لشکر بھیج ہم اُس سے پانچ گنا اپنا لشکر بھیج دینگے۔ **دوسرا نکتہ** یہ کہ فاروق رضی اللہ عنہ کا اہتمام فارس اور روم کی فتح میں بہت سی وجوہ کے ساتھ جاری رہا۔ اول یہ کہ آپ اپنی نماز میں دُعا کیا کرتے اور پوری ہمت اس کام میں بسر کرتے رہتے۔ نووی نے کتاب الاذکار میں ذکر کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ صبح کی نماز میں بعد (دوسری رکعت کے) رکوع کے دُعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ پڑھتے اللّٰہم انا نستعینک الخ یعنی اے اللہ! ہم آپ سے مدد مانگتے ہیں اور ہم آپ سے مغفرت چاہتے ہیں اور آپ کے ساتھ کفر نہیں کرتے اور آپ پر ایمان لاتے ہیں اور اُن سے ترکِ تعلق کرتے ہیں جو آپ کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی کے لئے نماز پڑھتے اور سجدے کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف دَوڑتے اور جھپٹتے ہیں۔ ہم آپ کی رحمت کی اُمید کرتے اور آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک آپ کا عذاب حقیقی کفار سے ملنے والا ہے۔ یا اللہ عذاب دے ان کفار کو دنیا

يَصُدُّوْنَ عن سبيلك ويُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ و
يُقَاتِلُوْنَ اوليائك اللّٰهُمَّ اغفر للمؤمنين و
المؤمناتِ والمسلمين والمسلمات وَاَصْلِحْ ذاتَ
بينهم واَلِّفْ بين قلوبهم واجعل في قلوبهم
الايمانَ والحكمةَ وثَبِّتْهُمْ على مِلّتِ رسولِكَ
صلى اللّٰه عليه وسلم واَوْزِعْهُم اَنْ يُوْفُوْا
بِعَهْدِكَ الذي عاهدتَهُم عليه وانصرهم
على عدوِّك وعدوِّهم اِلٰهَ الحق و
اجعلنا منهم دوم آنکه خطب بلیغه متضمن
تحریص بر جهاد وترغیب مجاهدین
مے خواند و احادیثِ آنحضرت صلے اللّٰه
علیه وسلم درین باب روایت می نمود
سوم آنکه تهیهٔ اسباب مجاهدین باهتمام
هرچه تمام تر می فرمود اخرج مالک عن
یحیے بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحد علی اربعین الف
بعیرٍ (سوار میکرد) یحمل الرجلَ الی الشام علی بعیر و
یحمل الرجلین الی العراق علی بعیر
فجاء رجلٌ فقال احملنی وسُحیماً فقال له عمر
ابن الخطاب اَنْشُدُکَ اللّٰهَ اَ سُحیمٌ زِقٌّ (مشک)
قال نعم چهارم آنکه
ترتیب جیوش و تقدیم
فتحے

ہی ہیں) جو آپ کے راستہ سے روکنے والے ہیں اور آپ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے ہیں اور آپ کے خاص بندوں سے قتال کرنے والے ہیں. اے اللہ! مغفرت کیجئے ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی اور اُن کے تعلقاتِ باہمی کی اصلاح کیجئے اور اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کر دیجئے اور اُن کے دلوں میں ایمان اور دانائی رکھ دیجئے اور اُن کو اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملّت پر ثابت قدم رکھئے اور ان کو توفیق بخش دیجئے اس امر کی کہ وہ آپ کے اُس عہد کو پورا کریں جو عہد آپ نے اُن سے لیا ہے اور مدد دیجئے ان کو اُن کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر۔ اے سچے معبود اور ہم کو اُن لوگوں میں شامل رکھئے۔ دوم یہ کہ ایسے بلیغ خطبے آپ دیتے رہتے تھے جو دلوں میں جوش جہاد پیدا کرتے اور مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور اس باب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔
سوم یہ کہ اسباب مجاہدین کی تیاری میں پورا پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ مالک رح نے روایت کی یحیےٰ بن سعید سے کہ عمر رض بن الخطاب ایک سال میں چالیس ہزار اونٹوں کی سواری کا انتظام کرتے رہے ہیں۔ آپ شام کی طرف ایک آدمی کو ایک اونٹ پر سوار کر کے بھیجتے اور عراق کی طرف ایک اونٹ پر دو آدمیوں کو۔ ایک دن آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ مجھے اور سُحیم عہ کو سواری دیجئے تو اس سے عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا سُحیم (سے تیری مراد) مشک ہے؟ اُس نے کہا ہاں۔ چہارم یہ کہ افواج کی ترتیب اور کونسا مقام دوسرے

عہ سُحیم تصغیر ہے سحم کی جسکے معنے ہیں سیاہ۔ سائل کی مراد اس لفظ سے مشکیزہ تھا مگر اس نے ایسا انداز بیان اختیار کیا جس سے یہ مفہوم ہو کہ سُحیم کوئی دوسرا آدمی ہے جو اس کے ساتھ عراق جانا چاہتا ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذکاوت نے حقیقتِ حال کو عیاں کر دیا ۱۲

۳/۱/۲

برفتنے و اختیار صلح و جنگ ہمہ برائے فاروق رض
مفوض بود اما قصۂ برہم شدنِ دولت ساسانیان
بدین وجہ بودہ است کہ چون صنادید (سرداران) فارس دیدند
کہ مسلمانان را ہر روز فتحے جدید بدست می آید انفعال
جدید بخاطر ایشان راہ یافت فکر واقعی نمودہ ملکۂ
فارس را معزول ساختند و یزدجرد را کہ اشجع اولاد
کسریٰ بود بپادشاہی برافراختند و خزائن اکاسرہ
کہ بیرون از شمار بود برآوردہ ادوات (آلاتِ جنگ) و افواج
بے حساب مجتمع نمودند و رستم فرخ زاد
را سردار معرکہ معین گردانیدند و یزدجرد در مدائن
نشست مستعد آنکہ ادوات و ابطال را دفعۃً
بعد دفعۃٍ پیش رستم فرستند مثنیٰ بن حارثہ این ماجرا
را بعرض حضرت فاروق رض رسانید و وی رضی
اللہ عنہ بہر یک از عمال خود کہ در اطراف ممالک
اسلام بودہ اند احکام فرستاد کہ در ہر ناحیہ با ہر کہ
اسپے و سلاحی باشد و از اہل نجدۃ و شجاعت
باشد سرداران آنجا را می باید کہ زود ساختگی
آنہا نمودہ بمدینہ مطہرہ فرستند چون آن ہمہ مجتمع
شدند سعد بن ابی وقاص را بسرداری آن جمع منصوب
ساخت و سعد را موعظت بلیغہ فرمود بتقوی و صبر
بر مکارہ و ثبات قدم بر مواطن حرب امر فرمود و قوم
را بمتابعت وی در جمیع سوانح مامور ساخت و برای
مثنیٰ و جریر نامہ نوشت کہ ہمہ در تحت رایت سعد رض
درآیند و او امیر الامراء عراق تصور نمایند یکے
از حکمتہاے الٰہی کہ درین واقعہ

مقام سے پہلے فتح کیا جاتا ہے اور صلح و جنگ کا اختیار سب حضرت فاروق رض کی رائے پر مفوض تھا۔ **دولتِ ساسانیاں کے برباد ہونے کا حال** اس صورت سے واقع ہوا کہ جب سرداران فارس نے دیکھا کہ مسلمانوں کو ہر روز ایک نئی فتح حاصل ہو رہی ہے تو اپنے دل میں بہت پیچ و تاب کھانے لگے اور نظم مملکت پر غور کر کے ملکۂ فارس کو معزول کر دیا اور یزدجرد کو جو کسریٰ کی اولاد میں سب سے زیادہ بہادر تھا بادشاہی سے سربلند کیا اور خاندانِ کسریٰ کے خزانے جو حدِ شمار سے باہر تھے نکال کر اُن سے آلاتِ حرب اور بے حساب فوجیں جمع کیں اور رستم فرخ زاد کو جنگ کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور یزدجرد نے مدائن میں قیام کیا تاکہ سامانِ حرب اور شجاعانِ فارس کو یکے بعد دیگرے رستم کی مدد کے لئے بھیجتا رہے۔ مثنیٰ بن حارثہ نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ رض نے اپنے تمام عاملوں میں سے ہر ایک کو جو مختلف اسلامی ممالک میں تھے احکام بھیجے کہ ہر علاقہ میں جس شخص کے پاس کوئی گھوڑا اور ہتھیار ہو اور وہ دلیر اور بہادر ہو وہاں کے سرداروں کو چاہیئے کہ جلد اُن کو تیار کر کے مدینہ مطہرہ روانہ کر دیں۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو آپ رض نے سعد بن ابی وقاص رض کو اُس جمعیت کا افسر اعلیٰ بنایا اور سعد رض کو بہت دُور رس نصیحتیں فرمائیں تقویٰ کے متعلق۔ اور مکروہات پر صابر رہنے اور جنگ کے مواقع پر ثابت قدم رہنے کا امر فرمایا اور قوم کو جملہ امور میں اُن کے تابع رہنے کا حکم دیا۔ مثنیٰ اور جریر کے نام فرمان تحریر کئے کہ سب سعد رض کے جھنڈے کے نیچے آجائیں اور اُن کو عراق کا امیر الامراء تصور کریں۔ اس واقعہ میں حق تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ

بر دلِ فاروق رضؓ پرتو انگند آن بود کہ سعد را بامارتِ عراق برگزینند زیرا کہ عمر مثنّیٰ بن حارثہ بآخر رسیدہ بود اگر درین وقت سعد آنجا نمی رسید تزلزلِ عظیم درامر جہاد پدید مے آمد وسعد را بسبب شدتِ سرما توقفے درراہ واقع شد درین اثنا فاروقِ اعظم رضؓ دفعۃ بعد دفعۃ پہلوانانِ نامدار وجوانانِ کامگار بکمکِ وے روان مے نمود واہتمامِ تمام درین باب مے فرمود تا آنکہ درعرب از اشرفِ قبائل و اہلِ شجاعت ورائے کم کسی را گزاشتہ باشد سی وچند ہزار مرد ہمراہِ سعد مجتمع شدند ازانجملہ یکہزار کس از صحابہ بودند کہ نود ونہ کس ازایشان اہلِ بدر بودند انگاہ سعد بامیر المؤمنین نامہ نوشت وتوجہِ رستم بعزم قتال وکثرت عَدد وعُددِ او بتفصیل باز نمود حضرتِ فاروق درجواب نوشت کہ ہیچ دغدغہ را بخاطر خود راہ ندہی واز کثرتِ آلاتِ و ادواتِ دشمن بیجا نہ گردی ونظر بر لطفِ پروردگار خود عزوجلّ داشتہ متوکّل بتائیدِ او باش وہرگاہ لشکر خود را تعبیہ نمای موضعِ ہر کسی برای من بوجہی اعلام کُن کہ گویا من بچشم خود معاینہ میکنم سعد کیفیتِ تعبیہ جیش پیش حضرت فاروق رضؓ نوشتہ فرستاد وے رضی اللہ عنہ تحسینِ آن صورت فرمود و امر نمود کہ نخستِ آن جماعہ را کہ بکمالِ حسب و نسب و طلاقتِ لسان وزیادۃِ عقل موصوف باشند

حضرت فاروق رضؓ کے قلب پر جو پرتو ڈالا وہ یہ تھا کہ امارتِ عراق کے لئے سعد رضؓ کو منتخب کریں کیونکہ مثنّیٰ بن حارثہ کی عمر آخری حد پر پہنچ چکی تھی اگر اس وقت سعد رضؓ وہاں نہ پہنچتے تو امر جہاد میں ایک بڑا تزلزل واقع ہو جاتا اور سخت سردی کی وجہ سے سعد رضؓ کو راستہ میں کچھ توقّف واقع ہوا اس دوران میں فاروقِ اعظم رضؓ یکے بعد دیگرے نامی پہلوانوں اور بہادر جوانوں کو اُن کی کمک کے لئے برابر روانہ کرتے رہے اور اس بارے میں پورا اہتمام فرماتے رہے اس حد تک کہ عرب کے اشرف قبائل میں سے اور اہلِ شجاعت اور صاحب رائے لوگوں میں سے ایسے کم ہوں گے جن کو آپ رضؓ نے چھوڑ دیا ہوگا۔ تیس اور چند ہزار مرد جو سعد رضؓ کی ہمراہی کے لئے جمع ہوئے اُن میں ایک ہزار حضرات صحابہ رضؓ تھے جن میں سے ننانوے اصحاب اہلِ بدر تھے۔ اُس زمانہ میں سعد رضؓ بن ابی وقاص نے امیر المؤمنین رضؓ کو خط لکھا اور قتال کے لئے رستم کے متوجّہ ہونے اور دشمنوں اور اُن کے سامان کی کثرت کی تفصیلات کا اظہار کیا۔ حضرت فاروق رضؓ نے اُن کو جواب میں لکھا کہ تم اپنے دل میں کوئی خدشہ نہ آنے دو اور دشمن کے آلات اور سامان کی کثرت سے اندیشہ نہ کرو۔ بس اپنے پروردگار عزّ وجلّ کے لُطف پر نظر رکھتے ہوئے اُس کی مدد پر متوکّل رہو اور جب تم اپنے لشکر کو صف بستہ کرو تو ہر ایک کے مقام کی تفصیل ایسی طرح واضح لکھو کہ گویا میں اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔ (کہ کِس کو میمنہ پر رکھا اور کِس کو میسرہ پر وغیر ذٰلک)۔ سعد رضؓ نے لشکر کی صف بندی کا پورا نقشہ آپ رضؓ کی خدمت میں لکھ بھیجا اور فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس نقشہ کی تعریف کی اور حکم دیا کہ سب سے پہلے ایک ایسی جماعت کو جو کمال حسب ونسب اور زبان آوری اور زیادتی عقل سے موصوف ہو

پیش صنادید فرس فرستد و دعوت
باسلام کند سعد ہمچنان کرد یکے ازان
جماعہ مغیرۃ بن شعبۃ بود آخرج
الحاکم عن ایاس بن معاویۃ بن قرۃ
عن ابیہ قال لما کان یوم القادسیۃ
بُعث بالمغیرۃ بن شعبۃ الی صاحب
فارس فقال ابعثوا معی عشرۃ
فبعثوا فشدّ علیہ ثیابہ ثم اخذ
جحفۃ ثم انطلق حتی اتوہ
فقال القوا لی ترسا فجلس
علیہ فقال العلج (کافر یعنے یزدگرد مجوسی) انکم معشر
العرب قد عرفت الذی حملکم
علی المجئ الینا انتم قوم لا
تجدون فی بلادکم من الطعام
ما تشبعون منہ فخذوا نعطیکم
من الطعام حاجتکم فانا
قوم مجوس و انا نکرہ قتلکم
انکم تنجسون علینا ارضنا فقال
المغیرۃ و اللہ ماذاک جاء بنا ولکنا
قوما نعبد الحجارۃ و الاوثان فاذا
رأینا حجرا احسن من حجر
القیناہ و اخذنا غیرہ ولا نعرف ربا
حتی بعث اللہ الینا رسولا
من انفسنا فدعانا الی الاسلام
فاتبعناہ و

فارس کے سرداروں کے پاس بھیجیں جو اُن کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ اُس جماعت میں سے ایک مُغیرہؓ بن شعبہ تھے۔ حاکم نے روایت کی ایاس بن معاویہ بن قرہ سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ جب جنگِ قادسیہ واقع ہوئی تو مغیرہؓ بن شعبہ شاہِ فارس (یزدجرد) کے پاس بھیجے گئے، اُنھوں نے کہا کہ میرے ساتھ دس آدمی بھیجدیے جائیں تو بھیجدیے گئے۔ اب اُنھوں نے اپنے بدن پر اپنے کپڑے کسے (پٹکے یا رسی وغیرہ سے) اور ڈھال لے کر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ شاہِ فارس کے یہاں جا پہنچے پھر یہ دیکھ کر کہ یہ کوئی کرسی وغیرہ پر بطورِ تکریم نہیں بٹھا رہا ہے ساتھیوں سے) کہا کہ میرے لئے ڈھال رکھدو تو اُس پر بیٹھ گئے۔ پھر اُس کافر مجوسی (یزدجرد) نے کہا کہ تم لوگ عرب کے گروہ ہو میں پہچان چکا ہوں کہ ہمارے شہروں کی طرف آنے پر تم کو کس چیز نے اُبھارا تم ایسی قوم ہو کہ تم کو اپنے شہروں میں کھانے کی ایسی چیزیں نہیں ملتیں جن سے تم اپنا پیٹ بھرلو سو ہم تم کو کھانے کی چیزیں دیدیں گے جس سے تم اپنی حاجت پوری کرلو، کیونکہ ہم مجوس قوم ہیں اور ہمیں کراہت معلوم ہوتی ہے تمہارے قتل سے اس وجہ سے کہ تم ہمارے ملک میں گھس آتے ہو۔ اس کو سُنکر مغیرہؓ نے کہا کہ واللہ یہ چیز نہیں ہے جو ہمیں یہاں لائی لیکن جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایسی قوم تھے جو پتھروں کو پوجتے تھے اور بُتوں کو۔ تو جب ہم کوئی ایسا پتھر دیکھتے جو پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو اس کو معبود بنا لیتے اور پہلے کو پھینک دیتے اور ہم رب کو نہیں پہچانتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہم میں سے اپنا ایک رسولؐ بھیجا جس نے ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تو ہم نے ان کا اتباع کیا اور

انا امرنا بقتال عدونا ممن ترک الاسلام
ولم نجئ للطعام ولکنا جئنا لنقتل
مقاتلتکم و نسبی ذراریکم و اما
ما ذکرت من الطعام فانا لعمری
ما نجد من الطعام ما نشبع منہ و
ربما نجد ریا من الماء احیانا
فجئنا الی ارضکم ہذہ فوجدنا فیہا
طعاما کثیرا و ماء کثیرا فو اللہ
لا نبرحہا حتی تکون لنا او لکم فقال
العلج بالفارسیۃ صدق قال و
انت تفقأ عینک غدا ففقئت عینہ
من الغد اصابتہ نشابۃ گویند یزدگرد
جوالے از خاک پر کردہ بقصد اہانت بطریق
جوائز الوفود بایشان پیش آورد و عرب
آن را فال فتح بلاد شمردند بعد
ازان سعد بعوث و سرایا باطراف و
اکناف منتشر ساخت تا در نواحی بلاد
عجم طرح غارت و نہب ریزند القصہ رستم
باشوکت و اُبہت تمام بجانب لشکر اسلام
متوجہ شد و پلی ترتیب دادہ ازدریا
این طرف عبور نمود درین حالت یزدگرد
در ہر نعرہ داری شخصے را مقرر داشتہ بود
کہ ہرچہ رستم گوید یا کند دراسرع اوقات
باو رسد و سعد بسبب دمامیل و تبرات
امکان نیافت کہ خود در وسط لشکر باشد

ہم کو حکم دیا گیا ہے اپنے اُن دشمنوں سے قتال کرنے کا جو اسلام کو ترک کریں اور ہم کھانے کے لئے نہیں آتے لیکن ہم اس لئے آتے کہ تمہارے جنگی مردوں سے لڑیں اور تمہاری ذریات کو قید کرلیں۔ رہا کھانے کا ذکر جو تم نے کیا ہے تو اپنی عمر کی قسم ہم کو اتنا کھانا نہیں ملتا جس سے ہم چھک جائیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کو اتنا پانی بھی نہیں ملتا جس سے ہم سیراب ہوجائیں پھر ہم تمہاری اس سرزمین کی طرف آئے تو یہاں ہم نے کھانے کی بہت چیزیں پائیں اور بہت پانی پایا، اب واللہ ہم یہاں سے جانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ یہ سرزمین ہمارے لئے رہے یا تمہارے لئے۔ تو اس کافر مجوس نے فارسی زبان میں کہا کہ اس نے سچ کہا۔ مُغیرہ نے کہا اور تیرا یہ حال ہوگا کہ کل تیری آنکھ پھوٹ جائیگی۔ چنانچہ اگلے دن اُس کی آنکھ پھوٹ گئی، اُس پر ایک تیر آکر لگا تھا۔ کہتے ہیں کہ یزدگرد نے توہین کے ارادے سے ایک بوری مٹی سے بھر کر اس رسم کی ادائگی کے طور پر کہ وفود کو بادشاہوں سے کچھ ہدایا و انعامات ملا کرتے ہیں ان کو دی، اور عرب نے اس سے یہ فال لی کہ ہم تمام شہر فتح کرینگے (وہ اس مٹی کو لے آتے)۔
اُس کے بعد سعدؓ بن ابی وقاص نے بڑے اور چھوٹے لشکر عجم کے شہروں کے اطراف واکناف میں منتشر کردیئے تاکہ ان پر حملے کریں اور لوٹیں۔ القصہ رستم پوری شوکت و دبدبہ کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف متوجہ ہوا اور ایک پُل بنا کر دریا سے اس طرف پار ہوگیا۔ اس حالت میں یزدگرد نے ہر ایک چوکی پر ایک شخص مقرر کیا تھا کہ رستم کی تمام گفتگو اور کارروائی کی اطلاع اُس کو جلد از جلد پہنچتی رہے۔ اور سعدؓ دُنبلوں اور آبلوں کے سبب اس سے مجبور ہوگئے کہ خود لشکر کے درمیان رہیں

بر بلندیٔ قصرے قرار گرفت و جمعی از سوار و پیادہ را زیرِ قصر حاضر داشت تا ہر چہ فرماید بے توقّف بسرداران فوج رسانند انگاہ سعد اعیانِ لشکر را نزد خود خواند و موعظتِ بلیغہ فرمود و مواعیدِ الٰہی در بابِ فتحِ عجم بیادِ ایشان داد و بتفصیل واضح گردانید کہ امروز اگر دستبردی نمائید سعادتِ دنیا و اُخری ازانِ شما باشد و اگر بددلی کنید دولتِ صوری و معنوی از دستِ شما رود و امیرِ ہر قوم را فرمود تا بہمین کلمات اَتباعِ خود را سرگرم کارزار کند و شعراء را بانشادِ اشعارِ مُہیّجِ شجاعت بر انگیخت و قُرّاء را بتلاوتِ سورۃ انفال ارشاد فرمود قُرّاء چون در تلاوتِ آن شروع نمودند دلہا را اطمینانے روی نمود انگاہ فرمود کہ چون ساعتِ ہُبوبِ ریاحِ نصر یعنی وقتِ نماز در رسد تکبیرے خواہم گفت شما نیز تکبیر بگوئید و اَدواتِ حرب مہیا سازید باز چون تکبیرِ دوم گفتہ شود جوشن پوشید و اَدواتِ جنگ بر خود راست کنید و چون تکبیرِ سوم بشنوید جوانان بجولانگاہِ مبارزت در آیند و باستماعِ تکبیرِ چہارم کلمۂ لاحولَ ولا قوّۃَ الّا باللّٰہ العلیِّ العظیم گوئید و ہمہ بہیئتِ اجتماعیہ با دشمن در آویزید القصہ سہ[۳] روز و یک شب میانِ ہر دو فریق جنگ قائم ماند چہارم روز نصر نازل شد و فُرقانِ اکبر بظہور پیوست و ہر یکی ازین اوقات نامے علیحدہ دارد روزِ اَرماث[1] و روزِ اَغواث[2]

اخلاط ۱۲ کمک ۱۲

وہ ایک قصرِ بلند کے اُوپر بیٹھ گئے اور سوار اور پیادوں کی ایک جماعت قصر کے نیچے موجود رکھتے تھے تاکہ جو کچھ وہ ہدایت دیں بے توقّف یہ لوگ فوج کے سرداروں کو پہنچا دیں۔ اُس وقت سعدؓ نے اعیانِ لشکر کو اپنے پاس بلایا اور اُن کو دور رس نصیحتیں فرمائیں اور اللہ کے وعدے فتحِ عجم کے بارے میں اُن کو یاد دلاتے اور بتفصیل واضح کیا کہ اگر تم نے پوری ہمت و شجاعت سے مقابلہ کیا تو دنیا اور آخرت کی سعادت تمہارے لئے ہوگی اور اگر بددلی کر گئے تو ظاہری اور معنوی دولت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ ہر قوم کے امیر کو فرمایا کہ ان ہی کلمات سے اپنے ماتحتوں کو جنگ میں سرگرم کریں اور شعراء کو ایسے اشعار کہنے پر برانگیختہ کیا جو شجاعت میں ہیجان پیدا کریں اور قاریوں کو سورۃ انفال کی تلاوت کا ارشاد فرمایا۔ قُرّاء نے جب اس کی تلاوت شروع کی تو دلوں میں اطمینان پیدا ہونے لگا اُس وقت فرمایا کہ جب مددِ الٰہی کی ہوائیں چلنے کی ساعت یعنی وقتِ نماز آ پہنچے گا تو میں تکبیر کہوں گا، تم بھی تکبیر کہنا اور آلاتِ حرب کو تیار کر لینا۔ پھر جب دوسری تکبیر کہی جائے تو زرہ پہن لو اور آلاتِ حرب اپنے بدن پر لگا لو اور جب تیسری تکبیر سُنو تو ہمارے جوان میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں اور چوتھی تکبیر کے سُننے کے وقت کلمہ لا حول ولا قوّۃَ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم کہو اور سب ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ دشمنوں پر ٹوٹ پڑو۔ القصہ تین[۳] دن اور ایک رات دونوں فریقوں کے مابین جنگ برپا رہی۔ چوتھے روز اللہ کی مدد نازل ہوئی اور فرقانِ اکبر کا نزول ہوگیا۔ اور ان اوقات میں سے ہر ایک کا علیحدہ نام ہے۔ روزِ ارماث[1]، روزِ اغواث (یعنی کمک پہنچ جانیکا دن)

---

[1] اَرماث، رمث کی جمع ہے یعنی وہ لکڑیاں جو جوڑ کر باندھی جاتی ہیں اور ان پر سوار ہو کر سمندر میں جاتے ہیں۔ یہ دن عجمیوں کے ساز و سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر نکلنے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا ۱۲ مترجم

وروز عماس (حرب سخت) ولیلۃ الہریر (شور مثل آواز آسیا) اما روز ارماث ہمہ صنادیدِ عجم با ہیئتِ عجیبہ تاجہای مکلّل برسر و کمرہاے مرصع برمیان بر اسپانِ عراقی سوار صف آراستند و تیراندازانِ محکم انداز را بر فیلان نشاندہ و جمعے گرداگردِ آنہا برائے محافظتِ فیلان پیادہ گشتہ مقدّمۃ الجیش ساختند و طورِ عرب و سادہ وضعی ایشان معلوم است باآن ہمہ بتائیدِ الٰہی دست بُردہای عجیب کردند اولاً غالب بن عبداللہ اسدی و عاصم بن عمرو تمیمی بجولانگاہِ مبارزت درآمدند ہرمزان نام شخصے از رؤسای عجم مقابل غالب و شخصے دیگر از سرداران مقابلِ عاصم برآمد غالب بزخمِ نیزہ قرنِ (ہمسر) خود را بر زمین غلطانید انگاہ بکمند بستہ پیشِ سعد رسانید و عاصم نیز بر قرنِ خود حملہ آورد و قرنِ او بیقین دانست کہ حریف عاصم نمی تواند شد از میان بگریخت عاصم بتعاقب او تاختہ ہرچند جست اورا نیافت عوضِ او را شتر سوارے را گرفتہ آورد سعد رضی اللہ عنہ راکب و مرکوب را نفلِ (غنیمت) او ساخت ثانیاً تیر اندازے کہ تیرِ او خطا نمی شد از طرف عجم بقصدِ عمرو ابن معدیکرب بمیدان درآمد مسلمانان عمرو را آگاہ گردانیدند عمرو تیرے بجانبِ او انداخت و بآن زخم اورا از اسپ بر زمین افگند عمرو خود را زود بر سرِ او رسانید و سرِ اورا بُرید و کمر قیمتی و سَلَب (اسباب) گران بہاے اورا

روز عماس (سخت لڑائی کا دن) اور لیلۃ الہریر (چکّی کے شور والی رات) اب **روزِ ارماث** کا حال سُنیئے۔ تمام سردارانِ عجم عجیب عجیب ہیئت کے ساتھ سروں پر زرنگار تاج اوڑھے ہوئے اور مرصّع پٹکے کمر پر باندھے ہوئے، عراقی گھوڑوں پر سوار صف آرا ہوئے اور ایسے تیراندازوں کو جو قادر انداز تھے ہاتھیوں پر بٹھایا اور اُن کے گرداگرد ہاتھیوں کی حفاظت کے لئے پیدل سپاہیوں کو مقدّمۃ الجیش بنایا۔ اوز عرب کا انداز اور ان کی سادہ وضعی معلوم ہی ہے (وہاں یہ طمطراق کہاں مگر) اس کے باوجود قدرت نے عجیب تصرّفات کئے۔ اوّلاً غالب بن عبداللہ اسدی اور عاصم بن عمرو تمیمی میدانِ جنگ میں آئے۔ رؤسائے عجم میں سے ایک شخص جس کا نام ہرمزان تھا غالب کے مقابل آیا اور سرداروں میں سے ایک دوسرا شخص عاصم کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ غالب نے نیزے سے زخمی کرکے اپنے مقابل (ہرمزان) کو زمین پر لٹا دیا اور پھر کمند سے باندھ کر سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔ عاصم نے بھی اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ اُس کے مقابل نے یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ وہ عاصم کے مقابلہ کا نہیں ہے تو وہ بھاگ نکلا۔ عاصم نے اس کا تعاقب کیا ہرچند اُس کو ڈھونڈا مگر نہ پایا تو اس کے بدلے میں ایک اور شتر سوار کو قابو میں کرکے لے آئے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے سوار اور سواری دونوں عاصم کو بطور حصّہ غنیمت دیدیئے۔ ثانیاً ایک تیرانداز جس کا تیر خطا نہیں ہوتا تھا عجم کی طرف سے عمرو بن معدیکرب سے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ مسلمانوں نے عمرو کو آگاہ کیا۔ عمرو نے اُس پر ایک تیر مارا جس کے زخم سے وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ عمرو نے سرعت کے ساتھ پہنچکر اُس کا سر کاٹ دیا اور اس کا قیمتی پٹکا اور بیش قیمت سامان اپنے

بدست آورد ثالثاً مہران حاکم آذربیجان برباد پائے عجیبے سوار تبختر کنان رُوی بمیدان نہاد و بتقلید رستم میگفت الیوم ندق العرب دقاً شخصے از حاضران او گفت انشاء اللہ آن بے دولت برزبان راند شاء اللہ او لم یشاء درین اثناء منذر بن حسان ضبیؓ نیزہ در پہلوی او خلانید واز اسپش غلطانید خواست کہ خود پیادہ شدہ سرش بردارد اسپ منذر رمید ساعتے بضبط اسپ مشغول ماند درین توقف جریر بن عبد اللہ بجلی از میمنہ لشکر مانند باد باد رسید و سر او را برید منذر چون بر سر صریع خویش آمد کشتہ یافت در باب سلب او قیل وقال بلند شد آخر الامر بحکم سعد کمر بہ منذر دادند و باقی سلب بجریر گویند قیمت کمر سی ہزار بود و قیمت باقی سلب ہزار سپاہ عجم چون این دار و گیر را دیدند فیلان را نیز حرکت نمودند حملۂ حملہ بر لشکر اسلام آوردند کتائب اسلامیہ را متفرق ساختن گرفتند مقصد اصلی ایشان استیصال قوم بجیلہ بود زیرا کہ قتل مہران بردست جریر بجلی واقع شدہ است نزدیک بود کہ بجیلہ بالکلیۃ مستاصل شوند سعد بطلیحہ اسدی حکم فرمود کہ با قوم خود زود بمدد ایشان رسد چون دران معرکہ رسیدند عظیمے از عظماء عجم بمبارزت برآمد طلیحہ دفعۃً بطعن نیزہ بدوزخش فرستاد انگاہ

قبضہ میں لیا۔ ثالثاً مہران آذربیجان کا حاکم ایک تیز رفتار گھوڑے پر جو بہت اعلیٰ قسم کا تھا سوار ہو کر اکڑتا ہوا میدان میں آیا اور رستم کی تقلید میں کہنے لگا الیوم ندق العرب دقاً (آج ہم عربوں کو کوٹ ڈالیں گے) اُس کے پاس والوں میں سے ایک شخص نے کہا "انشاء اللہ"۔ وہ بدنصیب یہ کلمہ زبان پر لایا اِن شاء اللہ اولم یشاء (یعنی اللہ چاہے یا نہ چاہے) لڑائی کے دوران میں منذر ابن حسان ضبیؓ نے اُس کے پہلو میں نیزہ مارا اور اس کو گھوڑے سے گرادیا، چاہا کہ خود پیادہ ہو کر اُس کا سر کاٹے لیکن منذر کا گھوڑا بدک گیا اور وہ ایک ساعت اُس کو قابو میں لانے کے لئے مشغول رہے اس توقف میں جریر بن عبد اللہ بجلی میمنۂ لشکر سے ہوا کی طرح نکل کر اُس کے پاس پہنچے اور اُس کا سر کاٹ ڈالا۔ منذر نے جب اپنے پچھاڑے ہوئے شخص کو مقتول پایا تو اُس پر سے اُتارے ہوئے سامان کے بارے میں بات بڑھی آخرکار سعدؓ کے حکم سے اُس کا پٹکا منذر کو دیا گیا اور باقی سامان جریر کو۔ کہتے ہیں کہ پٹکے کی قیمت تیس ہزار تھی اور باقی سامان کی دس ہزار۔ عجم کی افواج نے جب یہ پکڑ دھکڑ دیکھی تو وہ ہاتھیوں کو بھی حرکت میں لے آئے۔ اور لشکر اسلام پر سب نے مل کر حملہ کر دیا اور اسلامی لشکروں کی صفوف کو متفرق کرنا شروع کر دیا۔ اُن کا مقصدِ اصلی قوم بجیلہ کو برباد کرنا تھا کیونکہ مہران کا قتل جریر بجلی کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا۔ قریب تھا کہ بجیلہ کلیۃً برباد ہو جائیں مگر سعدؓ نے طلیحہ اسدی کو حکم دیا کہ جلد اپنی قوم کو ساتھ لے کر اُن کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ جب یہ اُس معرکہ میں پہنچے تو عجم کے جنگی مردوں میں سے ایک بڑا شخص مقابلہ کے لئے نکلا طلیحہ نے پھرتی کے ساتھ نیزے کے ایک حملہ سے اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس وقت

باجماعۂ خود یکبارگی بر پیل سواران
تیر باران کردند چنانکہ اکثرے منہزم
گشتند اشعث بن قیس کندی بانگ
بر قوم خود زد کہ بنو اسد کار شیران
نمودہ اند شمارا چہ شدہ است اقوام
او نیز حملہ آوردند و بقیہ را زدہ زدہ
تا بہ قلب گاہ لشکر عجم رسانیدند بعد
ازان جالیوس و ذوالحاجب از رؤساء
عجم بالشکرے بے حساب با فیلان ژیان
بر فوج اسلام حملہ آوردند درین اثناء تکبیر
از طرف سعد تکبیر چہارم بلند شد اہل
اسلام ہمہ باجمعہم کلمۂ طیبہ لاحول و
لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم گفتہ بر
کفار ریختند و آسیای حرب بر بنی اسد و بجیلہ و کندہ
دائر گشت ازینجماعہ بسیارے بدرجۂ شہادت رسیدند
سعد بجانب عاصم بن عمرو تمیمی زد قاصدے دوانید
تا حیلہ سازد کہ راکبان فیل ازین طغیان پابدامان
گشند عاصم تیراندازان تمیم و اسد را فرمود کہ
تا بر فیلان ہجوم کردند و روئے ایشان را
باز گردانیدند انگاہ ندا درداد کہ حبال فیلان
را قطع نمایند چون حبال را بریدند راکبان بر
زمین غلطیدند و دشمن پشت داد سعد در
فکر تکفین و تجہیز قتلے نتاد و مجروحان
را بر زنان لشکر سپردند تا مداوائے ایشان
قیام کنند روز اغواث

اپنی جماعت کے ساتھ انھوں نے دفعۃً ہاتھیوں کے سواروں پر
تیروں کی بارش کردی جس سے اکثر لوگ بھاگ گئے۔ اشعث
ابن قیس کندی نے اپنی قوم کو للکارا کہ بنو اسد (طلیحہ کے قبیلے
والے) شیروں کا کام کر رہے ہیں تمھیں کیا ہو گیا تو اُن کی
قوم کے لوگوں نے بھی سخت حملہ کر دیا اور باقی ماندہ لوگوں
کو مارتے مارتے لشکر گاہ عجم کے قلب تک پہنچا دیا۔ اس کے
بعد جالیوس اور ذوالحاجب نے جو عجم کے رئیسوں میں سے
تھے بیشمار لشکر کے ساتھ مع غضبناک ہاتھیوں کے اسلامی
فوج پر حملہ کیا۔ اس دوران میں سعدؓ کی طرف سے چوتھی
تکبیر بلند ہوئی (جس کو سُنکر) تمام اہل اسلام سب کے سب
کلمۂ طیبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتے ہوئے
کفار پر جا پڑے اور جنگ کی چکی بنی اسد اور بجیلہ اور
کندہ پر گھومنے لگی ان قبائل کے بہت سے لوگ درجۂ شہادت
پر پہنچے۔ سعدؓ نے عاصم بن عمرو تمیمی کے پاس قاصد دوڑایا
کہ جلد کوئی ایسا حیلہ کردیں کہ ہاتھیوں کے سواروں کے اس
طوفان میں پاؤں اکھڑ جائیں (کہ ان سے زیادہ نقصان
پہنچ رہا ہے) عاصمؓ نے تمیم اور اسد کے تیر اندازوں کو
حکم دیا جس سے سب کے سب نے ہاتھیوں پر تیراندازی شروع
کردی اور اُن کے رُخ موڑ دیئے ایسے وقت اُنھوں نے
للکارا کہ ہاتھیوں کے رسّے (جن سے ہودے بندھے ہوتے تھے)
کاٹ ڈالو! جب رسے کاٹے گئے تو سب سوار لڑھک کر زمین
پر گر پڑے اور دشمن پشت پھیر کر بھاگے۔ اب سعدؓ نے
اپنے مقتولین کو کفنانے دفنانے کا انتظام کیا اور زخمیوں
کو لشکر کی عورتوں کے سپرد کیا تاکہ وہ اُن کی مرہم پٹی اور
دیکھ بھال کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ حال روز اغواث۔

حضرتِ فاروق رضؓ برائے ابو عبیدہ امیر الامراء شام نوشتہ بود کہ فوجے ترتیب دادہ بسر کردگی ہاشم بن ابی وقاص بمددِ سعد بفرستد باتفاقِ حسن قعقاع کہ مقدمۂ لشکر ہاشم بود بایک ہزار و پانصد سوار دریں حالت رسید جماعۂ خودرا دہ قسم ساخت و فرمود یک طائفہ مسلح و مکمل اوّلاً در عسکرِ اسلام داخل شوند چون داخل شدند قسمتے دیگر نمایان گردد الیٰ آخر الاقسام چون نظر اہلِ لشکر برین جماعہ افتاد دل قوی شدند بالجملہ قعقاع در قسمِ اوّل بہ لشکرِ اسلام در آمدہ بمصاف پیوست و مسلمین را بر حرب کفار تحریض تمام نمود و مبارز طلبید ازان طرف ذوالحاجب برآمد قعقاع چون دانست کہ ذوالحاجب است بانگ برداشت یا ثاراتِ (انتقام) اصحابِ الجسر انگاہ باندک فرصتے بدوزخش رسانید و باز مبارزِ دیگر خواست بُندان و فیروزان تاختہ بمیدان آمدند حارث بن ظبیان بمددِ قعقاع رسید فیروزان بمقابلۂ قعقاع آمد و بُندان حریف حارث شد ہر دو پہلوانانِ غنیم خودہا را کشتند و بسببِ قتل آنہا کسرِ عظیمے در لشکرِ کسرائے افتاد

حضرت فاروق رضؓ نے شام کے امیر الامراء ابو عبیدہؓ کو لکھا تھا کہ ایک فوج تیار کر کے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی سرکردگی میں سعد ابن ابی وقاص کی مدد کے لئے بھیجیں۔ حُسنِ اتفاق سے قعقاع جو کہ ہاشم کے لشکر کے کمانڈر تھے ایک ہزار پانچسو سواروں کے ساتھ اس شدید جنگ کی حالت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے (یہاں پہنچنے سے پہلے) اپنی فوج کے دس حصے کردیتے اور حکم دیا کہ پہلے ایک حصہ مسلح اور مکمل حالت میں (یعنی ڈیڑھ سو مجاہدین) اولاً لشکرِ اسلام میں داخل ہوجائیں۔ جب وہ شامل ہو چکیں تو دوسرا حصہ نمایاں ہو۔ اسی طرح ہر ایک حصہ آخر تک داخل ہوتا رہے۔ جب اہلِ لشکر کی نظر ان امدادی دستوں پر پڑی تو ان کے دل قوی ہوگئے۔ چنانچہ قعقاع جو اس لشکر اسلام کے پہلے دستہ کے کمانڈر تھے آکر جنگ میں شریک ہوئے اور انھوں نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لڑنے پر جوش دلانا شروع کردیا اور کفار سے مبارز طلب کیا (یعنی کوئی میرے مقابلہ پر آئے) اُس طرف سے ذوالحاجب نکلا۔ قعقاع کو جب معلوم ہوگیا کہ یہ ذوالحاجب ہے تو انھوں نے للکار کر کہا یا ثارات اصحاب الجسر (پُل کی جنگ میں جو شہید ہوئے تھے اُن کے خون کا بدلہ لینے کا موقع آگیا۔ وہ نقصان اسی ذوالحاجب نے پہنچایا تھا۔) بس تھوڑے سے وقفہ کے بعد قعقاع نے اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا اور پھر اور مبارز طلب کیا تو بُندان اور فیروزان گھوڑے دوڑاتے ہوئے میدان میں آگئے۔ ادھر سے حارث بن ظبیان قعقاع کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ فیروزان تو قعقاع کے مقابلہ پر آیا اور بُندان حارث کے مقابلہ پر۔ دونوں بہادر پہلوانوں نے اپنے حریفوں کو مار ڈالا۔ ان کے قتل سے کسریٰ کے لشکر میں ایک عظیم کسر (یعنی شکستگی) واقع ہوگئی۔

گویند قعقاعؓ سی۳۰ دفعہ درین روز بر لشکرِ
کفار حملہ آورد و ہر دفعہ کارے کرد درین
وقت دانایانِ لشکرِ اسلام شتران را جلال
واسع پوشانیدہ بر شکلِ مہیب نمودار کردند
آنچہ فیولِ عجم دیروز با خیولِ عرب کردہ
بودند امروز جمالِ عرب با افراس فرس
بعمل آوردند چون ہنگام نصف النہار در رسید
ہردو فریق ساعتے مشغول استراحت شدند
بعد از نمازِ پیشین نارِ حرب مشتعل شد
گویند سعد بن ابی وقاص ابو محجن را بواسطۂ
شربِ خمر محبوس ساختہ بود چون ابو محجن
این حالت مشاہدہ نمود غیرتِ اسلامش
بجوشید از اُمّ ولدِ سعد درخواست کہ
وے را از حبس خلاص کند و اسپِ ابلقِ
سعد و سلاح او عاریت دہد بقرار آنکہ
اگر حیات باقی است خود را در محبس رساند
اُمّ ولد سعد ہمچنان کرد و ابو محجن نعرہ زنان
بمیدان در آمد و تردّدے بکار برد کہ جمیع
لشکر استحسانِ او کردند بلکہ گمانِ
جمعے آن شد کہ او خضرؑ ست کہ بمددِ
لشکر اسلام رسیدہ طائفۂ را نظر بر آنکہ ملکے
برائے نصرِ ایشان نازل شد روزِ دیگر
چون حالِ ابو محجن بر سعدؓ واضح
شد بدلجوئی وے در آمد و
گفت من بعد ترا در حبس

کہتے ہیں کہ قعقاعؓ نے اس دن لشکرِ کفار پر تیس۳۰ دفعہ حملہ کیا اور
ہر حملہ میں بڑا کام کیا۔ اس موقع پر لشکرِ اسلام کے بعض دانشمندوں
نے اونٹوں کو (گوڈر باندھ کر ان کے بدن کو خوب پھیلایا اور
کشادہ جھولیں پہنا کر ہیبتناک شکل پر نمودار کیا تو جو کچھ
عجم کے ہاتھیوں نے عرب کے گھوڑوں کے ساتھ کیا تھا کہ وہ
ان کو دیکھ کر بدکنے اور قابو سے باہر ہونے لگے تھے) وہی کام
آج عرب کے اونٹوں نے فارس کے گھوڑوں کے ساتھ کیا۔ جب
لڑتے لڑتے دوپہر ہوگیا تو دونوں فریق ایک ساعت کے
لئے کچھ آرام کرنے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر جنگ کی آگ
مشتعل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ سعدؓ بن ابی وقاص نے شراب پینے
کی بنا پر (اپنے جائے قیام پر) ابو محجن کو محبوس کر رکھا تھا۔
جب ابو محجن نے اس حالت کا مشاہدہ کیا (ان کے محبس کے
دریچہ سے میدانِ جنگ نظر آتا تھا انھوں نے دیکھا کہ کفار کا
دباؤ بڑھ رہا ہے) تو اُن کی غیرتِ اسلامی نے جوش مارا
اور اُنھوں نے سعدؓ کی اُمّ ولد سے درخواست کی کہ وہ اُس کو
قید سے خلاص کردے اور سعدؓ کا ابلق گھوڑا اور اُن کے ہتھیار
عاریۃً دیدے اس اقرار پر کہ اگر زندگی باقی رہی تو وہ پھر اپنے
کو محبس میں پہنچا دے گا۔ سعدؓ کی اُمّ ولد نے ایسا کردیا،
ابو محجن نعرے مارتے ہوئے میدان میں جا پہنچے اور دشمنوں
پر اتنے سخت حملے کئے کہ تمام لشکرِ اسلام اُن کی تعریف
کرنے لگا۔ بلکہ ایک جماعت کا گمان یہ ہوگیا کہ یہ خضرؑ ہیں
جو لشکرِ اسلام کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں اور ایک جماعت
کا خیال یہ ہوگیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے جو اُن کی مدد کے لئے
نازل ہوا ہے۔ دوسرے دن جب ابو محجن کا حال سعدؓ پر واضح
ہوا تو وہ اُن کی دلجوئی کرنے لگے اور کہا کہ اب میں تجھے قید میں

نگزارم ابو محجن گفت من نیز از سر صدق و اخلاص عزم کردم کہ باز گردِ آن خبیث نگردم روز عماس قعقاع جماعہ خود را فرمود کہ بغیر اطلاع لشکر اسلام بصفتِ روز گزشتہ دہ دہ فرقہ شوند و باشکالِ عجیبہ در آیند تا مسلمانان درین ظن افتند کہ فوج ہاشم رسیدہ است بالجملہ چنان کردند و متعاقب ایشان لشکر ہاشم رسید و وے نیز صنیعِ قعقاع در قوم خود مرعے داشت ازین راہ اطمینان اہلِ لشکر دو بالا گشت دران روز اولاً مطاردہ بود بعد ازان مراماۃ بعد ازان مراجحہ بعد ازان مسابقہ بعد ازان مصارعہ ہاشم با جوقِ اول

نہیں ڈالوں گا۔ ابو محجن نے کہا کہ میں نے بھی سچائی اور اخلاص سے یہ عزم کر لیا ہے کہ آئندہ اس خبیث (یعنی شراب) کے قریب بھی نہ آؤں گا۔ **روزِ عماس کے واقعات۔** قعقاع نے اپنی جماعت کے لوگوں کو حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے شرکاء کی نظروں سے بچ کر (دُور نکل جائیں اور پھر) گزشتہ دن کی طرح دس دس جماعتیں بن کر کچھ اوپری وضع بنا کر آئیں تاکہ عام مسلمانوں کو یہ گمان ہو جائے کہ اب ہاشم کی فوج ہماری مدد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور (یہ اللہ کا فضل ہوا کہ) ان کے پیچھے ہاشم کا لشکر بھی پہنچ گیا اور اُنھوں نے بھی قعقاع کی روِش اپنے ساتھیوں کو لشکرِ اسلام تک پہنچانے میں اختیار کی۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے لشکر والوں کا اطمینان دوگنا ہو گیا۔ اس دن میں تجویز کیا گیا تھا کہ اوّلاً عام حملہ ہو، اس کے بعد تیر اندازی، اس کے بعد نیزہ بازی، اس کے بعد دفعۃً ہلّہ بول کر آگے بڑھنا، پھر کُشتی لڑ کر پچھاڑنا۔ ہاشم نے اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ

ع۵ واقدی نے اس قصہ کو اسی طرح روایت کیا ہے اور غالباً ان ہی سے دیگر مورخین نے اخذ کر لیا۔ اور تاریخ کامل ابن اثیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اذا متُّ فادفنّی الیٰ جنب کرمۃٍ۔ تروّی عظامی بعد موتی عروقہا۔ ولا تدفننّی فی الفلاۃِ فانّنی۔ اخافُ اذا ما متُّ ان لا اذوقہا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے انگور کے برابر دفن کرنا تاکہ میری ہڈیاں میرے مرنے کے بعد اس کی جڑ سے بہرہ اندوز ہوتی رہیں۔ اور مجھے کھلے میدان میں نہ دفن کرنا کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اس کو چکھنا نصیب نہ ہوگا۔ جس کی اطلاع سعد کو پہنچا دی گئی اور انھوں نے ان کو گرفتار کر کے اپنے جائے قیام پر محبوس کر دیا۔ کامل ابن اثیر میں ان کا بیان نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے بعد میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ صرف ان اشعار کی بناء پر سعدؓ نے گرفتار کر لیا تھا۔ یہ غلط ہے کہ شراب پیتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اور یہ بات مستبعد بھی ہے کہ شراب پیتے ہوئے دیکھ کر پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر محبوس کر دیا جاتے۔ اگر شراب پینا ثابت ہو جاتا تو اس کی حد کا جاری کرنا اتنا طویل کام نہیں تھا کہ اس کو آئندہ وقتِ فرصت پر موقوف رکھا جاتے اور ایسے بہادر مجاہد کی خدمت سے اپنے لشکر کو محروم رکھا جاتے اس کا اجراء فوراً کر دیا جاتا چالیس کوڑے لگوا دینا چند منٹوں کی بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کی نظر میں یہ الزام محتاج ثبوت تھا جس کی سماعت میں وقت صرف ہوتا۔ اسی لئے گرفتار کر کے محبوس کر لیا تھا کہ بوقتِ فرصت اس کی تحقیق کی جائیگی۔ پھر جب ابو محجن نے سعدؓ کی بی بی سلمیٰ سے حقیقت بیان کر دی ادھر ان کی بے نظیر شجاعت سے بڑا تاثر پیدا ہو چکا تھا تو ان کو خود آکر کھول دیا اور عزت کے ساتھ رہا کر دیا۔ واقدی کو محدثین نے غیر معتمد قرار دیا ہے۔ کامل ابن اثیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ قیاس کے مطابق ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

برمیمنۂ عجم حملہ کرد و صفوفِ ایشان
رامتفرق ساخت و تا بمسافتے تاختہ رفت۔
باز عمرو بن معدیکرب یارانِ خود را برائے
حرب مہیا نمود و بر قلبِ لشکر کفار تاخت و
بسیارے را بکشت فارسانِ فرس بیکبارہ
متوجہ او گشتند و غبارے عظیم برخاست دران
میان عمرو بن معدیکرب ناپدید گشت و اسپ
او کشتہ شد عمرو فی الحال پای اسپ سوارے را
از سوارانِ عجم محکم گرفت تا آنکہ از رفتار باز
ماند سوار چون مجالِ مقاومت با وے ندید
از اسپ پیادہ گردید عمرو رض بران اسپ سوار
شد و بسلامت از قلبِ لشکر کفار بر آمد
دیگر بار سوارے از فوجِ عجمی جولان نمود
و مبارز خواست مردے از اہلِ اسلام قصیر
القامت و صغیر الجثۃ در معرض قتال در آمد
عجمی بیک ضرب آن مرد مسلمان را از اسپ
بینداخت و خود نیز از اسپ فرود آمد و بسینۂ او
نشست تا او را بکشد درین حال لطیفۂ غیبی در رسید
کہ اسپ عجمی رم خورد و عجمی رسنِ اسپ در
کمر خود بستہ بود اسپش بہمان رسن از سینۂ
مسلمان برداشت آن مسلمان بسلامت بر جست
و شمشیر بر فرقِ او زد و بدوزخش فرستاد و مشاہدۂ
این لطیفہ موجبِ اطمینان قلوب مسلمانان شد چون کافران حال را
بدین منوال معاینہ نمودند ابطال (بہادران ۱۲) و افیال (جمع فیل ۱۲) خود را باز
آراستند و دو جوق ساختند

عجم کے میمنہ پر حملہ کر دیا اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دُور
تک گھستے چلے گئے۔ پھر عمرو بن معدیکرب نے اپنے ساتھیوں کو
لڑنے کے لئے تیار کیا اور لشکرِ کفار کے قلب پر حملہ کر دیا اور
بہت لوگوں کو مار ڈالا اس پر فارس کے سوار ایک بار اُن پر دَوڑ
پڑے اور بہت بڑا غبار اُٹھ کھڑا ہوا جس میں عمرو بن معدیکرب
چھپ گئے اور (اُن پر یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ) اُن کا گھوڑا مارا
گیا تھا تو عمرو نے فوراً ہی ایک گھوڑے کے پاؤں مضبوط پکڑ
لئے جس پر ایک عجمی سوار تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا آگے نہ چل سکا۔
سوار نے جب اپنے میں مقاومت کی طاقت نہ پائی تو وہ گھوڑے
سے اُتر کر پیدل ہوا اور عمرو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر لشکرِ کفار
کے قلب سے سلامتی کے ساتھ باہر آ گئے۔ اسی وقت ایک واقعہ
یہ پیش آیا کہ فوجِ عجم میں سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا
آیا اور اس نے مبارز طلب کیا (یعنی چیلنج کیا کہ کوئی مقابلہ
پر آئے) اہلِ اسلام میں سے ایک شخص پستہ قد لاغر اندام میدان
جنگ میں نکلا۔ عجمی نے ایک ہی ضرب میں اس کو گھوڑے سے نیچے
گرا دیا اور وہ بھی اپنے گھوڑے سے اُتر آیا اور اُس کے سینہ
پر بیٹھا تاکہ اس کو مار ڈالے۔ اسی حال میں ایک لطیفہ غیبی آپہنچا۔
عجمی کا گھوڑا دفعۃً اُچھلا اور عجمی نے اُس کی رسّی اپنی کمر سے
باندھ رکھی تھی۔ اُس کے گھوڑے نے اُسی رسّی سے اُس کو مسلمان
کے سینہ سے اُٹھا کر گرا دیا۔ مسلمان نے فوراً اُٹھ کر اس کے سر
پر تلوار ماری اور اُس کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ اس لطیفہ کا مشاہدہ
مسلمانوں کے دلوں کے لئے اطمینان کا موجب ہوا (کہ اللہ کی
مدد ہمارے ساتھ ہو گئی ہے) اور جب کافروں نے حالات کے اس
طور کا مشاہدہ کیا تو اپنے بہادروں کو اور اپنے ہاتھیوں کو پھر
صف بستہ کیا اور ان کے دو حصّے کر دیئے اور لشکرِ اسلام کے

روبروی لشکر اسلام شدند مقدم جوقِ اوّل فیلِ ابیض وآنجماعہ مواجہہ (روبرو ۱۲) قعقاعؓ و عاصم شدند ومقدم جوقِ ثانی فیلِ اَجرَب (قطران مالیدہ ۱۲) وآن طائفہ مقابلہ جمال بن مالک اسدی بفرمانِ سعدؓ قعقاعؓ و عاصم نیزہا برداشتہ یکبار متوجّہ بجانبِ فیلِ ابیض شدند و جمال باقرینِ دیگر قصدِ فیلِ اَجرب نمود و باہریکے جمعے ہمراہ شد حارسانِ فیلان را بزخمِ تیر متفرق ساختند واین چہار جوانمرد بفیلان رسیدہ نیزہاتے خودرا حوالۂ چشم فیلان نمودند فیلان نعرہ زنان تا بہ لشکرگاہِ خود گریزان برگشتند و اہلِ لشکر را متفرق گردانیدند بعد ازان مسلمانان آواز تکبیر بلند برداشتہ مشغولِ حرب و ضرب شدند و تا بشب ہمین معاملہ ماند لیلۃ الہریر بعد العشائین از طرفین مشعلہا افروختہ بیشتر متغیدِ قتال شدند و خدائے عزّ و جلّ صبرِ عظیم در دلِ مسلمین اِلقا فرمود یک فوج بفوجِ دیگر در پیوست تا آنکہ اصواتِ مردم از سعد و رستم ہردو منقطع گشت و تمام شب بہمان صفت گزشت در دلِ شب سعد بجنابِ کبریا التجا نمودہ مشغول بدعاء و زاری شد درین حال نویدِ فتح بگوش وہوشِ او در دادند علی الصّباح بمسلمانان تسلّی دادہ و بر زیادتِ اجتہاد در حرب

مقابلہ پر آئے۔ پہلے حصہ میں سب سے آگے سفید ہاتھی کو رکھا اور یہ حصہ قعقاعؓ اور عاصم کے مقابلہ پر آیا۔ اور دوسرے حصہ میں سب سے آگے فیلِ اَجرَب (یعنی چکنے ہاتھی) کو رکھا، اور یہ حصہ جمال بن مالک اسدی کے مقابلہ پر آیا۔ سعدؓ کے حکم سے قعقاعؓ اور عاصم نے نیزے اُٹھائے اور اُس سفید ہاتھی کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور جمال نے دوسرے شخص کی معیّت میں چکنے ہاتھی کا قصد کیا اور ہر ایک کے ہمراہ ایک جماعت ہوگئی ان لوگوں نے ہاتھیوں کے نگہبانوں کو تیروں کے زخم پہنچا کر متفرّق کردیا اور ان چاروں بہادروں نے (دونوں) ہاتھیوں تک پہنچ کر اپنے نیزوں کو ہاتھیوں کی آنکھوں پر مارا۔ ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے لَوٹے اور بھاگتے ہوئے اپنی لشکرگاہ میں جا گھُسے اور اہلِ لشکر کو متفرّق کردیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور حرب وضرب میں مشغول ہوگئے اور رات تک یہی معاملہ رہا۔ لیلۃ الہریر۔ مغرب اور عشاء کے بعد طرفین کی جانب سے مشعلیں روشن ہوگئیں اور پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ قتال میں مصروف ہوگئے اور اللہ عزوجل نے بہت بڑا صبر مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ ہر فوج اپنی مقابل فوج کے ساتھ گتھم گتھا ہو رہی تھی یہاں تک لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں جن سے سعدؓ کی اور رستم کی دونوں کی آوازیں دب گئیں اور تمام رات اسی طرح (لڑتے ہوئے) گزر گئی۔ وسطِ شب میں سعدؓ نے جناب کبریا میں دعائیں اور گریہ وزاری شروع کی۔ اس حالت میں فتح کی خوش خبری منجانب اللہ ان کو دی گئی (بذریعہ خواب یا ہتفِ ہاتف جس سے ان کو اطمینان ہوگیا) علی الصّباح انھوں نے مسلمانوں کو (یہ خوش خبری سُنا کر) تسلّی دی اور جنگ میں پہلے سے اور زیادہ

ترغیب فرمود بتائیدِ الٰہی این موعظۃ دلہائے مسلمانان را اطمینان افزود و تاثیر بلیغ نمود تا آنکہ صبیحۂ کبریٰ (چاشت) ریاح نصر وزیدن آغاز کرد کہ ہر تیرے کہ از لشکرِ اسلام روان می شد بأعداء می رسید و از اعداء ہر مرتبہ کہ مے آمد منعکس مے اُفتاد درین فرصت غزات مسلمین از مراکب و جنائب (اسپان عربی) چقدر ہا کہ در حوطۂ تصرف نیاوردند انجام کار نزدیک رستم رسیدند و ہلال بن علقمہ سر رستم بریدہ بر نیزہ آویختہ ندا درداد اَلَا اِنّی قَتَلْتُ رستماً چون این ندا شنیدند و کُشتہ شدنِ رستم بر سپاہِ عجم محقق شد مقہور و مخذول رُو بگریز نہادند و مسلمانان بتعاقب آنہا تاختہ چہ مقتلہا کہ بظہور نرسانیدند و جَسَدِ مُردہ رستم را پیشِ سعد آوردند و بدیدنِ این کرامت شکر الٰہی بجا آوردند بعد ازان فتحِ قلعہ قادسیہ کردند و جمعے کثیر بہ سی ہزار گریختگان جمع شدہ بودند سعد لشکرے عظیم فرستاد تا آن جمع را متفرق ساختند من بعد نامۂ فتح برائے فاروقِ اعظم رض نوشت وے رضی اللہ عنہ و جمیع اصحاب رض ازین بشارت مسرور و مبتہج گشتہ محامدِ ایزدی بجا آوردند شمارِ مقتولانِ کفار در معرکۂ قتال و بعد وزیدنِ نسیم فتح در فتحِ قلعہ قادسیہ

کوشش اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کے قلوب میں اطمینان بڑھ گیا اور آپ کی نصیحتوں کا دلوں پر بڑا اثر ہوا کہ تھکے ہوئے اجسام میں تازہ روح دوڑ گئی) یہاں تک کہ بوقتِ چاشت (اللہ تعالیٰ کی) مدد کی ہوا چلنا شروع ہو گئی کہ جو بھی تیر لشکرِ اسلام کی طرف سے چلایا جاتا تھا وہ دشمنوں پر پہنچ کر اپنا پورا کام کرتا تھا اور دشمنوں کی طرف سے جو حربہ بھی مسلمانوں پر پھینکا جاتا تھا وہ بے کار ہو کر گر جاتا تھا۔ اس موقع پر مسلمان غازیوں نے بے شمار اونٹوں اور اصیل گھوڑوں پر قبضہ کر لیا۔ غازیانِ اسلام لڑتے لڑتے رستم کے پاس پہنچ گئے اور ہلال بن علقمہ نے رستم کا سر کاٹ کر نیزے پر لٹکا کر بلند آواز سے ندا کر دی اَلَا اِنّی قَتَلْتُ رستماً (لوگو! سن لو میں نے رستم کو قتل کر دیا) جب عجمیوں نے یہ آواز سنی اور سپاہِ عجم پر رستم کا مارا جانا ثابت ہو گیا تو وہ مغلوب اور رسوا ہو کر بھاگنے لگے اور مسلمان اُن کے تعاقب میں دوڑتے رہے قتل کا اس قدر وقوع ہوا کہ حساب میں آنا دشوار ہے۔ اور رستم کے مُردہ جسد کو سعد رض کے سامنے لایا گیا۔ آپ (اللہ کے) اس فضل کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قادسیہ کا قلعہ فتح کیا۔ اور شکست کھا کر بھاگنے والوں کی تیس ہزار کی ایک تعداد مجتمع ہو گئی تھی۔ سعد رض نے ایک عظیم لشکر بھیجا جس نے پہنچ کر سب کو تتر بتر کر دیا۔ اس کے بعد نامۂ فتح حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا آپ رض اور تمام اصحاب رض اس بشارت سے پُرمسرت اور بہت خوش ہوئے اور سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور شکر کیا۔ اور معرکۂ قتال میں مقتولینِ کفار کے شمار اور نسیمِ فتح چلنے کے بعد اور قادسیہ کے قلعہ کے فتح کے موقعہ پر جو کفار قتل ہوئے اور شکست

و تفریق جماعہ کہ از گریختگان جمع شدہ بودند بعد
ہزار رسید و از لشکر اسلام قبل لیلۃ الہریر دہ ہزار
و پانصد مرد و در لیلۃ مذکورہ و روز مسطور نزدیک
فتح قلعہ شش ہزار کس بدرجۂ علیاء شہادت در رسیدند
بعد ازان سعد بن ابی وقاص خمس غنیمت را ارسال
دار الخلافت نمود و باقی بر غزات تقسیم فرمود بعد ازانکہ
غزات اسلام آسایشی کردند و استراحتے نمودند حضرت
فاروق رض برائے سعد حکم فرستاد کہ بجانب فتح مداین
ہمت گمارد سعد باہتمام تمام بترتیب جیوش قیام
نمودہ طرف مداین روان شد و در اثناء راہ بعض
بلاد را بطریق صلح و بعضے دیگر را بطور عنوۃ مفتوح
ساخت و طائفہ را کہ در بابل سکونت داشتند بعد
محاربہ متفرق گردانید درین دار و گیر شصت ہزار سوار
در رکاب سعد حاضر بود چون خبر توجہ سعد بہ یزدجرد
رسید امارت سپاہ بہر کہ میفرمود از خوف سعد قبول
نمی نمود لاچار طرف شرقی دجلہ درمیان شہر اقامت گاہ
خود ساخت و غربی آن را از برائے سعد گذاشت و
پل را ویران کردند و کشتی ہا باز کشیدند فارسان اسلام
متوکلاً علی اللہ دران بحر زخار خوض نمودہ بسلامت
عبور فرمودند و یزدگرد آنچہ توانست از اموال سبک
بار گران بہا باخود برداشتہ جانب حلوان روان شد
سعد قعقاع را بتعاقب وی فرستاد و عمرو بن
مقرن را بضبط و جمع غنائم مامور ساخت
اہل تاریخ حساب آنچہ کہ از غنائم
مداین و آنچہ قعقاع

خوردہ لوگوں کے اجتماع کے متفرق کرنے کے موقع پر جو کفار قتل کئے
گئے ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اور لشکر اسلام میں سے لیلۃ الہریر
سے پہلے دس ہزار پانچسو اور لیلۃ الہریر اور اُس خاص یوم میں جس کا
حال ابھی ذکر کیا ہے قلعہ کے فتح ہونے کے وقت تک چھ ہزار آدمی
شہادت کے بلند مقام پر پہنچے۔ اس کے بعد سعد بن ابی وقاص رض نے
غنیمت کا پانچواں حصہ دار الخلافت میں روانہ کیا اور باقی غازیوں پر
تقسیم کیا۔ پھر جب کہ مجاہدینِ اسلام نے آرام کر لیا اور بخوبی راحت
حاصل کر لی تو حضرت فاروق رض کا سعد رض کے پاس حکم پہنچا کہ اب مدائن
کو فتح کرنے کی ہمت کریں۔ سعد رض پوری کوشش کے ساتھ فوجوں کی
نظم و ترتیب میں لگ گئے اور مدائن کی طرف روانہ ہو گئے، اس دوران
میں بعض شہر بطریقِ صلح کے اور بعض جنگ کے دباؤ کے ساتھ
فتح کرلئے اور ایک گروہ کو جو بابل میں سکونت رکھتا تھا جنگ کے
بعد متفرق کر دیا۔ اس دار و گیر کے وقت حضرت سعد رض کے ہمرکاب
ساٹھ ہزار سوار تھے۔ جب سعد رض کے (مدائن کی طرف) متوجہ ہونے
کی خبر یزدجرد کو پہنچی تو (اس نے پھر مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن)
فوج کی امارت کے لئے جس سردار کو بھی تجویز کرتا تھا وہ سعد رض کے
خوف سے قبول نہیں کرتا تھا۔ مجبور ہو کر دجلہ کی جانب شرقی میں
شہر کے درمیان اُس نے اپنی جائے قیام بنائی اور اُس کی غربی
جانب کو سعد کے لئے چھوڑ دیا اور پُل کو خراب کر دیا اور کشتیاں
وہاں سے دُور کر دی گئیں۔ اسلامی سوار اللہ کے توکل پر اس
بحر زخار میں گھس گئے اور سلامتی کے ساتھ عبور فرما گئے۔ یزدجرد جو کچھ
ہلکے اور قیمتی اموال میں سے اپنے ساتھ لیجا سکا لے کر حلوان کی طرف
روانہ ہو گیا۔ سعد رض نے قعقاع کو اُس کے تعاقب میں بھیجا اور عمرو
ابن مقرن کو اموالِ غنیمت کے منضبط اور جمع کرنے پر مامور کیا۔ اہل تاریخ
نے جو کچھ کہ مدائن کی غنیمتوں سے حاصل ہوا اور جو کچھ قعقاع نے

از بنگاه یزدگرد نهب نموده نوشته اند تفصیل آن درینجا متعذر است بالجمله چون تفرقِ کلی بحالِ سپاه عجم راه یافت یزدگرد بحلوان اقامت نمود و لشکر بسیارے از عجم در شهر حلولا بسرکردگی مهران رازی مجتمع شدند و باهم عهد بستند برآنکه نگریزند و استقامت ورزند و جمعے کثیر از هزیمت زدگان نیز باایشان ملحق شدند سعد حقیقتِ حال بعرضِ حضرت فاروق رضؓ رسانید و ے رضی اللہ عنہ حکم فرستاد کہ دوازده هزار کس بسرکردگی هاشم بن عتبه بجانب حلولا روان کند بالجمله ایشان را با سپاهِ عجم هشتاد بار مصاف درمیان آمد و در آخر هزیمت بر کفار افتاد غنائم بے حساب بدست مسلمانان آمد یزدگرد چون این خبر شنید از حلوان برخاسته بجانب ری روان گردید و فوجے را در حلوان گذاشت هاشم این ماجرا بسعد نوشت سعد رضؓ فرمود جهدے کن و اهتمامی نما و حلوان را بهر وجه در تصرف آر قصه کوتاه حلوان نیز مفتوح شد باز سال بستم حضرت فاروق رضؓ سعد بن ابی وقاص را از جهتِ اظهار شکایتِ مردم و بیم و اختلاف قوم برو بحضورِ خود طلبید چون این معنی بگوش یزدگرد رسید فرصت را غنیمت دید و با نواعِ حیل اهلِ رے و خراسان و همدان و نهاوند را رفیقِ خود گردانیده لشکرے بیحساب بهم آورد گویند صد و پنجاه هزار مرد جمع شده بود بسرکردگی فیروزان بجانبِ عراق روان نمود چون این ماجرا بعرضِ امیر المؤمنین رسید نعمان بن مقرن را فرمود تا بتدبیرِ حرب زود قیام نماید

یزدجرد کے جاتے قیام سے لوٹا سب کا حساب لکھا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل لکھنا دشوار ہے۔ المختصر جب عجم کی فوج بالکل پارہ پارہ ہوگئی تو یزدجرد نے حلوان میں قیام کرلیا اور عجمیوں کا بہت سا لشکر شہر حلولا میں مہرانِ رازی کی سرکردگی میں اکٹھا ہوگیا۔ اور اہلِ لشکر نے باہم عہد کیا کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور جمے رہیں گے اور ہزیمت زدہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ان سے آملی۔ سعد رضؓ نے حقیقتِ حال کو حضرتِ فاروق رضؓ کی خدمت میں پہنچایا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم بھیجا کہ بارہ ہزار آدمی ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں حلولا روانہ کردیں۔ مختصر یہ ہے کہ عجم کی فوجوں کے ساتھ ان کی جنگ اسّی ۸۰ مرتبہ ہوئی ہے۔ آخر میں کفار کو شکست ہوئی اور بے حساب اموالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یزدجرد نے جب یہ حال معلوم کیا تو حلوان سے اٹھ کر رَے کی طرف روانہ ہوگیا اور ایک فوج کو حلوان میں چھوڑ دیا۔ ہاشم رحؒ نے یہ ماجرا سعد رضؓ کو لکھا۔ سعد رضؓ نے حکم بھیجا کہ پوری جد و جہد کرو اور جس طرح بھی ممکن ہو حلوان پر قبضہ کرو۔ قصہ کوتاہ یہ کہ حلوان بھی فتح ہوگیا۔ پھر بیسویں سال میں حضرت فاروق رضؓ نے سعد رضؓ بن ابی وقاص کو اس وجہ سے اپنے پاس واپس بلالیا کہ لوگوں نے اُن کے بارے میں کچھ شکایتیں کی تھیں آپ رضؓ کو یہ اندیشہ ہوگیا تھا کہ ان کے ساتھ اختلاف پیدا ہوجائے گا۔ جب اس بات کی اطلاع یزدجرد کے کانوں تک پہنچی تو اُس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور طرح طرح کے حیلوں سے رَے اور خراسان اور ہمدان و نہاوند کے لوگوں کو اپنا ساتھی بنا کر بے شمار لشکر جمع کرلیا۔ کہتے ہیں کہ لشکر کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ اس لشکر کو فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع امیر المؤمنین رضؓ کی خدمت میں پہنچی تو آپ رضؓ نے نعمان رضؓ بن مقرن کو حکم دیا کہ جلد انتظام جنگ شروع کردیں

وجیوش کوفہ را باتباعِ او امر کرد در وقت تولیتِ نعمان بر زبان غیب ترجمانِ حضرت فاروقؓ جاری شد کہ اگر نعمان شہادت یافت امارت بحذیفہؓ ابن الیمان مقرر باشد بالجملہ چون نعمان متوجہ شد درمیانِ ہر دو جیش وادی پیش آمد پُر از خار کہ عبور از آن متعسّر بود نخست مغیرۃ بن شعبہؓ را پیشِ فیروزان فرستاد تا دعوتِ اسلامش کند و آن بی دولت ترّہات بسیارے بگفت چون مغیرہ باز گشت مصلحت الحرب خدعۃٌ را کار فرما شدند و یک منزل این طرف رجوع نمودند مجوس را گمان شد کہ از ترّہاتِ فیروزان ہراسان شدہ گریزان شدند کفار از ان وادی خارناک گذشتہ بمیدانِ صاف برآمدند و دلیرانِ اسلام دلیرانہ حملہ بران جماعہ آوردند و نعمان بجناب کبریا دعاء نمود کہ درین معرکہ بدرجۂ شہادت فائز گردد بالجملہ بعد کوشش بسیار فتح اسلام و ہزیمت کفار بروئے کار آمد و نعمان برفیقِ اعلیٰ انتقال نمود و فیروزان گریزان شد قعقاع دنبالِ او افتادہ بدوزخش فرستاد و غنائم بسیار و سبایائے بیشمار بدستِ لشکر مسلمین آمد و این را فتح الفتوح نام نہادند زیرا کہ عجم را من بعد اجتماعے معتد بہ مقدور نہ شد و بلادِ ایشان تمام مسخر اہلِ اسلام گردید و دولتِ ساسانیان منہزم گشت و الحمد للہ رب العالمین۔

اور کوفہ کے لشکروں کے پاس حکم بھیجا کہ اُن کی اتباع کریں۔ نعمانؓ کو سپہ سالار بناتے وقت حضرت فاروقؓ کی زبانِ غیب ترجمان پر یہ بھی جاری ہو گیا کہ اگر نعمانؓ نے شہادت پائی تو امیر افواج حذیفہؓ ابن الیمانؓ مقرر ہوں گے۔ الغرض جب نعمانؓ افواجِ مجاہدین کو لے کر مقابلہ کے لئے) چلے تو دونوں لشکروں (یعنی اسلامی لشکر اور فارس کے لشکر) کے درمیان ایک وادی پُر خار پیش آگیا جس سے عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اوّل اُنھوں نے مغیرہ بن شعبہؓ کو فیروزان کے پاس بھیجا تاکہ اس کو دعوتِ اسلام دیں۔ (جب مغیرہؓ نے جاکر اس کو دعوتِ اسلام پہنچائی تو) اس بدنصیب نے بہت کچھ ڈینگیں ماریں۔ جب مغیرہؓ واپس ہوئے تو الحربُ خدعۃٌ (جنگ دھوکا ہے) پر عمل کرتے ہوئے مصلحت یہ ہوئی کہ ایک منزل پیچھے واپس ہو جائیں۔ (اس واپسی سے) مجوسیوں کو یہ گمان ہو گیا کہ فیروزان کی ڈینگوں سے گھبرا کر اہلِ اسلام بھاگ پڑے تو یہ کفار اس وادئ خارزار سے گزر کر صاف میدان میں (جس کو چھوڑ کر اہلِ اسلام پیچھے ہٹے تھے) آگئے اب دلیرانِ اسلام نے بہادری کے ساتھ اس لشکر پر حملہ کر دیا۔ نعمانؓ نے بارگاہِ کبریا میں دعاء کی کہ اس معرکہ میں وہ درجۂ شہادت پر کامیاب ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت کوشش کے بعد اسلام کی فتح ہوتی اور کفار کو شکست ہوتی اور نعمانؓ رفیقِ اعلیٰ کی طرف انتقال کر گئے اور فیروزان بھاگا تو قعقاع نے اس کا تعاقب کر کے اس کو جہنّم میں پہنچا دیا اور بہت اموالِ غنیمت اور بیشمار قیدی لشکرِ اسلام کے ہاتھ آئے اور اس کا نام فتح الفتوح رکھا گیا۔ کیونکہ عجم کو پھر کبھی یہ قدرت نہ حاصل ہو سکی کہ وہ کوئی معتد بہ لشکر جمع کر لیں اور ان کے تمام شہر اہلِ اسلام کے زیرِ حکم آگئے اور دولتِ ساسانیان کا کلّیۃً خاتمہ ہو گیا، والحمد للہ رب العالمین

اینست منتخب آنچہ اصحاب فتوح عراق تقریر
نمودہ اند امابرہم شدن دولتِ رومیان از
شام باین صورت بود کہ چون دمشق مفتوح شد
ابو عبیدہ اُمراء اسلام را بفتح بلادِ شام معین
گردانید اکثر قُرے قریبہ دمشق بردستِ ابی سفیان
ومعاویہ مفتوح شد و میسان بردستِ شرجیل
ابن حسنہ و طبریہ باہتمام ابوالاعور بدستور دمشق
صلحاً بدست آمد و بعلبک عنوۃً خالدبن الولید فتح نمود
بعدازان ابوعبیدہ وخالد بحمص متوجہ شدند کہ معسکر
ہرقل بود ہرقل بطریقے از بطارقہ خود نودر نام را
بالشکرے گران بمقابلہ ایشان فرستاد و بطریقے
دیگر سنش نام را بکمکِ وی روان کرد ابوعبیدہ
در مواجہہ سنش و خالد بمقابلہ نودر معسکر آراستند
اتفاقاً نودر را بخاطر آمد کہ مقابلہ این جماعہ سنش
واگزاشتہ خود بجانبِ دمشق وسائر بلدان کہ در
حکمِ اسلام داخل شدہ بودند متوجہ گردد چون بدمشق
رسید یزید بن ابی سفیان امیرِ دمشق بمقابلہ او برآمد
وخالدؓ نیز مانند باد درعقب رسید لشکرِ کفار را
درمیان گرفتہ داد مقاتلہ دادند وجمعے کہ فرار کردہ
بودند مسلمانان درعقبِ ایشان دویدند وہمہ
را افنا نمودند خالدؓ دیگر بار ملحق بہ
ابوعبیدہؓ شد و بہیئت اجتماعیہ متوجہ
مصاف سنش گشتہ اورا ہزیمت نمایان
دادند بعد ازان بطرفِ حمص متوجہ گشتند
ہرقل برائے محافظتِ حمص

یہ ہے اُن تمام احوال کا منتخب جو اہلِ تاریخ نے عراق کی فتوحات
کے بارے میں بیان کئے ہیں۔ **شام سے رومیوں کی حکومت
کا خاتمہ** اس صورت سے ہوا کہ جب دمشق فتح ہوگیا تو ابو
عبیدہؓ نے اُمراء اسلام کو شام کے شہروں کو فتح کرنے کے لئے
معین کیا۔ چنانچہ دمشق کے قریب کے اکثر شہر ابوسفیانؓ اور
معاویہؓ کے ہاتھ پر فتح ہوتے اور میسان شرجیل بن حسنہ
کے ہاتھ پر، اور طبریہ ابوالاعورؓ کی سرکردگی میں دمشق کے
طور پر صلح کے ساتھ قبضہ میں آیا۔ اور بعلبک کو جنگ کرکے خالدؓ
ابن الولید نے فتح کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص
کی طرف متوجہ ہوئے جو ہرقل کی ایک فوجی چھاؤنی تھا۔
ہرقل نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار کو جس کا نام نودر
تھا ایک بھاری لشکر دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور
ایک دوسرے سردار کو جس کا نام سنش تھا اُس کی کمک کے لئے
روانہ کیا۔ ابو عبیدہؓ نے سنش کے مقابلہ پر اور خالدؓ نے نودر
کے مقابلہ پر لشکر کو مرتب کیا۔ اتفاقاً نودر کے دل میں یہ خیال
آیا کہ اس جماعت کے مقابلہ پر سنش کو چھوڑ کر خود دمشق کی
اور اُن شہروں کی طرف متوجہ ہو جاتے جو اسلام کے زیر
حکم آگئے ہیں۔ جب وہ دمشق پہنچا تو یزید بن ابی سفیانؓ
اُس کے مقابلہ کے لئے نکل آئے اور خالدؓ بھی ہوا کی طرح اُس
کے پیچھے پہنچ گئے۔ اب اُنھوں نے لشکرِ کفار کو گھیر کر قتل
کر ڈالا اور ان میں کی ایک جماعت فرار ہوگئی تھی مسلمانوں
نے اُس کا تعاقب کرکے سب کو فنا کر دیا۔ خالدؓ پھر ابو عبیدہؓ
کے ساتھ آملے اور دونوں متفقہ طور پر سنش کے ساتھ جنگ
پر متوجہ ہوگئے اور اس کو نمایاں شکست دی اس کے بعد
حمص کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ہرقل نے حمص کی حفاظت کیلئے

بطریقے را منصوب ساخت وخود درمقام رہا معسکر آراست واز اہلِ جزایر مددے بحمص فرستاد وسعد بحسب حسن اتفاق بعد فتح قادسیہ کہ افواجِ خود برائے نہب وغارتِ کفار منتشر ساختہ بود درین حالت جمعی از ایشان بجزایر رسیدند چون این خبر بمتعینانِ کمک حمص رسید خایب باز گشتند ودرین ایام شدّتِ برودت مانع بود مسلمین را از وصول بحمص بعد انقضائے موسم سرما لشکر اسلام عزیمت فتح حمص مصمم نمودند گویند در وقت مناہدہ (محاربہ) چون بکلمۂ طیّبۂ اللہ اکبر متکلم شدند در حمص زلزلہ افتاد وبیوت اہلِ حمص منہدم گشت باز تکبیر دوم گفتند زلزلہ سخت تر از اوّل واقع شد بالجملہ رُعب عظیم ازین حادثہ بردلِ ایشان افتاد صلح نمودند وبدل الصلح اداکردند ابوعبیدہ رض خمس آن مصحوب عبداللہ بن مسعود رض بحضرتِ خلافت ارسال نمود وجماعۂ از قبائل راکہ بشرفِ اسلام تشریف یافتہ بودند درحمص ساکن گردانید حضرت فاروق رض حکم فرستاد کہ اہلِ نجدت (دلیری) را از نواحی شام نزدیک خود جمع بکن و ما نیز ازینجا بعوث (لشکر) وسرایا بجانب تو فرستیم باید کہ برائے فتح بقیۂ بلاد ہمّت گماری ابوعبیدہ اطاعۃً للامر عبادہ بن الصامت را بر حکومتِ حمص گزاشتہ خود متوجہ جہاد و فتح بلاد گشت بلدۃً بعد بلدۃٍ مفتوح مے ساخت گویند چون بلاذقیہ

ایک بطریق (سردار) کو قائم کیا اور وہاں سے ہٹ کر مقام رُہا میں چھاؤنی قائم کرلی اور جزائر والوں میں سے ایک لشکر کی مدد حمص کے لئے بھیجی۔ حُسنِ اتفاق یہ ہوا کہ سعد رض نے قادسیہ فتح کرنے کے بعد اپنی افواج کو کفّار کے لُوٹنے اور غارت کرنے کے لئے جو ادھر اُدھر بھیجا تھا اسی حالت میں ان کی ایک جماعت جزائر میں پہنچی۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی جو حمص کی کمک کے لئے متعین ہوگئے تھے تو یہ لوگ پریشان ہوکر (بطریق کی مدد سے دست کش ہوکر) واپس لَوٹ گئے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو حمص پہنچنے سے سردی کی شدّت مانع ہوگئی۔ پھر موسم سرما گزرجانے کے بعد لشکرِ اسلام نے حمص کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جنگ کے وقت جب کہ مجاہدین کلمۂ طیبہ اللہ اکبر کا نعرہ مارنے لگے تو حمص میں زلزلہ واقع ہوگیا اور اہلِ حمص کے مکانات منہدم ہوگئے۔ پھر دوبارہ تکبیر کہی تو پہلے سے زیادہ سخت زلزلہ واقع ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے بہت بڑا رُعب اہلِ حمص کے دلوں پر چھاگیا اور اُنھوں نے صلح کرلی اور معاوضۂ صلح ادا کیا۔ ابوعبیدہ رض نے اُس کا پانچواں حصہ عبداللہ بن مسعود رض کے ساتھ بارگاہِ خلافت میں ارسال کیا۔ اور قبائل کی ایک جماعت کو جو اسلام کے شرف سے مشرّف ہوگئی تھی ان کو حمص میں آباد کیا۔ پھر حضرت فاروق رض نے حکم بھیجا کہ شام کے علاقوں سے دلیر لوگوں کو بُلاکر اپنے پاس جمع کرو اور ہم بھی یہاں سے بڑے چھوٹے لشکروں کو تمہاری طرف بھیج رہے ہیں چاہیئے کہ اب بقیہ شہروں کے فتح کرنے کی ہمّت کرو۔ ابوعبیدہ رض حکم کی اطاعت میں عبادہ رض بن الصامت کو حمص کی حکومت پر چھوڑ کر خود جہاد کرنے اور شہروں کے فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوتے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتے رہے۔ جب لاذقیہ کو

رسیدند دروازہ آن را دیدند کہ سخت محکم است و
شکستِ آن مقدور نبود بحکم الحربُ خدعۃٌ معسکر را
دور از شہر قرار دادہ خندقے برگرد لشکر کندند بعد
ازان روزی یک جماعتی را مسلح و مکمل در میانِ خندق
متواری ساختہ ازانجا کوچ نمودند اہلِ لاذقیہ کوچ
لشکر معلوم کردہ لشکرگاہ را خالی دید دروازہ را کشادند
دلیران اسلام از میانِ خندق برجستہ بَغتۃً (ناگاہ ۱۲)
بشہر درآمدند عجیب مقتلہ بظہور آمد آخر کار مدار بر
صلح افتاد بعد ازان خالد بن الولید بجانب قِنَّسرین
توجہ نمود و با عظیمے از عظماء روم میناس نام محاربہ
در افتاد عاقبۃ الامر میناس بلجمعے کشتہ شد انگاہ
قنسرین را محاصرہ کرد و آخر بصلح مفتوح شد
بعد ازان ابو عبیدہ در نواحی حلب معسکر ساختہ
صلحاً مفتوح نمود بعد ازان اہلِ انطاکیہ ہم بعد جنگے
بصلح تن دادند ابو عبیدہ رض جمعے کثیر از اہلِ اسلام
در انطاکیہ ساکن گردانید و درین ایام ہرقل از ملکِ
شام مایوس گشت و آن ولایت را وداع نمودہ
بصوبِ قسطنطنیہ متوجہ شد و بقدر امکان در ضبط
و ربطِ بلاد قریبۂ قسطنطنیہ انواعِ سعی مصروف
داشت از انجملہ قیساریہ و اجنادین بود حضرت
فاروق رض برائے ابو عبیدہ نوشتہ فرستاد
کہ معاویہ را با پنج ہزار بجانبِ قیساریہ و
عمرو بن العاص را بجانب اجنادین
روان کنند حاکم اجنادین ارطبون
بود و ارطبون

پر پہنچے تو اس کے دروازے کو دیکھا کہ نہایت مستحکم ہے اور اس کا توڑنا قدرت سے باہر ہے تو حسب قول الحرب خدعۃٌ (یعنی لڑائی دھوکا ہوتی ہے) انھوں نے اپنے لشکر کا پڑاؤ شہر سے دور قرار دیا اور لشکر کے گرد ایک خندق کھودی اس کے بعد ایک دن ایک جماعت کو مسلح اور مکمل کرکے خندق کے درمیان پوشیدہ کرکے وہاں سے کوچ کر دیا۔ لاذقیہ والوں کو جب لشکر کے کوچ کرنے کا حال معلوم ہوا اور انھوں نے لشکرگاہ کو خالی دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔ بہادرانِ اسلام خندق میں سے کود کر نکلے اور ایک دم شہر میں جا گھسے اور سخت کشت و خون شروع ہو گیا۔ انجام کار صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد خالد رض بن الولید نے قنسرین کی طرف توجہ کی اور رومی سرداروں میں سے ایک بڑے سردار کے ساتھ جس کا نام میناس تھا ان کی جنگ ہوئی انجام کار میناس ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اس وقت قنسرین کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر صلح کے ساتھ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ رض نے حلب کے اطراف میں فوجیں قائم کر دیں اور وہ بھی صلح کے ساتھ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد انطاکیہ والوں کو بھی ایک جنگ کے بعد صلح کرنا پڑی۔ ابو عبیدہ رض نے اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو انطاکیہ میں بسا دیا اور ان ایام میں ہرقل ملک شام سے مایوس ہو گیا اور اس ولایت کو رخصت کرکے قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بقدر امکان قسطنطنیہ کے قریب کے شہروں کا دفاع مضبوط کرنے اور ان میں رابطہ کے قائم کرنے میں طرح طرح کی کوششیں عمل میں لایا۔ ان شہروں میں سے قیساریہ اور اجنادین تھے حضرت فاروق رض نے ابو عبیدہ رض کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ معاویہ کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ قیساریہ کی طرف اور عمرو بن العاص کو اجنادین کی طرف روانہ کریں۔ حاکم اجنادین ارطبون تھا اور ارطبون

بلغتِ روم فطن و ذکی را گویند فاروقِ اعظم رض
فرمود کہ رَمَیْنَا ارطبونَ الرّومِ بارطبونِ العرب
بتائیدِ الٰہی معاویہ بقیساریہ رسید و پنجاہ
ہزار کس بلکہ زیادہ را ہزیمت داد و عمرو
ابن العاص نیز ارطبون را منہزم ساخت
آن بے دولت ملتجی بہ بیت المقدس شد
چون ہرقل دید کہ دران مرز بوم ہم اورا
نمے گزارند مضطر شدہ سہ کس از سرداران
نام دار برگزید مبلغے خطیر بایشان عطا
داد و فوجے عظیم بسرکردگی ماہان برائے
مقابلہ مسلمانان مُہیّا کرد چون این خبر
بابو عبیدہ رسید اُمراء را جمع فرمود
و در مقدّماتِ حرب با ایشان مشورت
نمود و قاصدے را بحضورِ خلیفۂ اعظم رض
فرستاد در حالتِ راہنہ رُجحانِ رائے ایشان
مُجوّزِ آن شد کہ قبائلِ مسلمین را از حمص
برآوردہ بدمشق رسانند زیرا کہ بر اہل حمص
اطمینان نداشتند حضرتِ فاروق رض در جواب
ایشان دلاسا نوشت و سہ ہزار کس برائے
مددِ ایشان فرستاد آخرج مالک عن زید بن اسلم
قال کتب ابو عبیدۃ بن الجراح الی عمر بن الخطاب
یذکر لہ جموعًا من الرّوم و ما یتخوّف من امرہم فکتب
الیہ عمر امّا بعد فانّہ مہما ینزل بعبدٍ مؤمن من
منزلِ شدّۃٍ یجعل اللّٰہ بعدہ فرجًا
وانّہ لن یغلب عسرٌ یسرین

رومی زبان میں ذہین اور اہل ذکاوت کو کہتے ہیں۔ فاروقِ
اعظم رض نے فرمایا کہ رَمَیْنَا ارطبونَ الرومِ بارطبون العرب۔
(یعنی ہم نے ارطبونِ روم کے مقابلہ پر ارطبونِ عرب کو ڈالا ہے)
اللہ تعالیٰ کی مدد سے معاویہ قیساریہ میں پہنچے اور پچاس ہزار
لوگوں کو بلکہ زیادہ کو شکست دی اور عمرو بن العاص رض نے بھی
ارطبون کو بھگا دیا۔ وہ بدنصیب بیت المقدس میں جا کر پناہ گزین
ہوا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ اس سرزمین میں بھی اس کو نہیں
چھوڑ رہے ہیں تو پریشان ہو کر اُس نے اپنے نامور سرداروں
میں سے تین آدمیوں کا انتخاب کیا اور اُن کو بہت مال عطا کیا
اور ایک بہت بڑی فوج ماہان کی سرکردگی میں مسلمانوں سے
مقابلہ کے لئے تیار کی۔ جب یہ خبر ابو عبیدہ رض کو پہنچی تو اُنھوں
نے اُمراء کو جمع فرمایا اور ان کے ساتھ جنگ کے مقدّمات میں
مشورہ کیا اور ایک قاصد خلیفۂ اعظم رض کے حضور میں روانہ کیا۔
پیش آمدہ حالت میں ان صاحبان کی رائے کا رجحان اس
تجویز کی طرف ہوا کہ مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکال کر
دمشق میں پہنچا دیں، کیونکہ حمص والوں پر وہ اطمینان نہیں
رکھتے تھے۔ حضرت فاروق رض نے اُن کے جواب میں ہمت افزائی
کے کلمات لکھے اور تین ہزار کا لشکر اُن کی مدد کے لئے روانہ
کیا۔ مالک رح نے روایت کی زید بن اسلم رح سے اُنھوں نے کہا کہ ابو عبیدہ
ابن الجراح نے عمر رض بن الخطاب کو لکھا اور (مراسلہ میں) روم
کے لشکروں کا ذکر کیا اور ان کی جانب سے جو اندیشے تھے وہ
بھی لکھے تو اُن کو عمر رض نے جواب لکھا امابعد یاد رکھو کہ جب بھی
بندۂ مومن پر کوئی سختی کا موقع آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے
بعد کشائش بھیجا کرتا ہے اور ایک عُسر (تنگی) کبھی دو یُسر
(آسانی) پر ہرگز غالب نہیں ہوتی (فانّ مع العسر یسرا الخ)

وان اللہ تعالےٰ یقول فی کتابہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وبرآوردن قبائلِ مسلمین از حمص وخالی گذاشتنِ حمص پسند نہ فرمود و گفت اما چون مسلمین دران واقعہ چنین مصلحت دانستند امید کہ ضرر نہ رسد بالجملہ در ساحلِ یرموک تلاقیِ فئتین واقع شد جنگے درمیان آمد کہ زبانِ قلم طاقتِ شرح وبیانِ آن ندارد وخالد ابن الولید بدستِ خود چندان محاربہ فرمود کہ ہفت شمشیر در دستِ او شکستہ شد بعد کوشش بسیار فتحِ اسلام بظہور آمد ودر افنای جماعہ کہ گریختہ بودند سیوف مسلمین کارے عجیب نمود گویند مجموعِ قتلے ہفتاد ہزار کس بودند غنائم بسیار وسبایا بیشمار بدستِ مسلمانان اُفتاد خمس بدار الخلافہ ارسال داشتہ باقی بر غُزات قسمت کردند چون ارطیون فرار کردہ بہ بیت المقدس پناہ برد عمرو بن العاص در پے او افتاد ومحاصرہ کرد درین اثنا عمرو بن العاص شخصے را کہ بہ لُغتِ روم آشنا بود فرستاد ووصیت نمود کہ بر اطلاعِ خود بہ لُغتِ روم کسے را از ایشان مطلع نہ سازد چون بمجلسِ ایشان در آمد ارطیون با قومِ خود می گفت کہ فتحِ بیت المقدس بر دستِ عمرو بن العاص نہ خواہد بود قوم پرسید تدلیس بر دستِ کدام کس مفتوح خواہد شد گفت شخصے کہ اسمِ او سہ ۳ حرف است وی یکے از اربعہ است

کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا الخ (۳: ۲۰۰) اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔" اور مسلمانوں کے قبیلوں کو حمص سے نکالنے اور حمص کو خالی چھوڑ دینے کو آپ نے پسند نہ فرمایا اور کہا کہ جب مسلمانوں نے اس واقعہ میں اسی کو مصلحت سمجھا ہے تو امید ہے کہ نقصان نہ پہنچے گا۔ الغرض ساحلِ یرموک پر دونوں جماعتوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو اتنی شدید جنگ واقع ہوئی کہ زبانِ قلم اُس کی شرح اور بیان کی طاقت نہیں رکھتی اور خالد رضؓ بن الولید نے اپنے ہاتھ سے اس قدر محاربہ فرمایا کہ (اس دن) اُن کے ہاتھ سے سات تلواریں ٹوٹی تھیں۔ بہت کوشش کے بعد اہلِ اسلام کی فتح ظہور میں آئی۔ اور اُس جماعت کے فنا کرنے میں جو بھاگی تھی مسلمانوں کی تلواروں نے عجیب کام کیا۔ کہتے ہیں کہ مقتولین کی مجموعی تعداد ستّر ہزار آدمی تھے۔ بہت سے اموالِ غنیمت اور بے شمار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پانچواں حصّہ دار الخلافہ روانہ کرنے کے بعد باقی غازیوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ جب ارطیون نے بھاگ کر بیت المقدّس میں پناہ لی تو عمرو رضؓ بن العاص نے اُس کا تعاقب کیا اور محاصرہ کر لیا۔ اس دَوران میں عمرو رضؓ بن العاص نے ایک ایسے شخص کو (قاصد بنا کر) بھیجا جو رومی زبان جانتا تھا اور اس کو ہدایت دی کہ رومی زبان سے اپنی واقفیت پر کسی کو مطلع نہ کرے۔ جب یہ اُن کی مجلس میں پہنچا تو ارطیون اپنی مجلس میں کہہ رہا تھا کہ بیت المقدّس کی فتح عمرو رضؓ بن العاص کے ہاتھ پر نہیں ہو گی۔ قوم نے پوچھا کہ پھر کس کے ہاتھ پر ہو گی؟ تو اُس نے کہا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے نام میں تین حروف ہیں اور وہ اُن چار آدمیوں میں سے ایک شخص ہے

بر دستِ او فتحِ بیت المقدّس خواہد بود یعنی
صفاتے کہ ہمہ منطبق بر فاروقِ اعظم رضؓ بود
تقریر نمود عمرو بن العاص این ماجرا بعرضِ
حضرتِ فاروق رضؓ رسانید و وی رضی اللہ عنہ
بساختگی توجہ خود بجانب بیت المقدس
اہتمامِ تمام نمود فی تاریخ الیافعی نزلَ
عمر رضی اللہ عنہ علے بیتِ المقدّس و
کانَ المسلمون قد حاصروا تلکَ المدینۃ
المقدّسۃَ المبارکۃَ و طالَ حِصَارُہم فقال
لہم اہلُہا لاتتعبُوا فلَن یفتحَہا الاّ رجلٌ نحن
نعرفہ لہ علامۃٌ عندنا فاِن کانَ اِمامُکم بہ تلک العلامۃ
سلّمناہا لہ من غیر قتالٍ فارسل المسلمون الٰے عمر
یُخبرُونَہ بذلک فرکِبَ رضی اللہ عنہ رَاحِلتَہ
و توجّہ الٰے بیتِ المقدّس وکانَ معہٗ
غلام لہ یعاقبہ فی الرکوب نوبۃً بنوبۃٍ
و قد تزوّد شعیرًا و تمرًا و زیتًا و علیہ
مُرقّعۃ (جامہ با پیوند ۱۲) لم یزل یَطوے القِفارَ (میدان بے آب ۱۲) اللّیلَ
والنّہارَ الٰے اَن قربَ من بیت
المقدس فتلقّاہ المسلمون وقالوا لہ ما
ینبغے اَن یرے المشرکون امیرَ المؤمنین
فی ھٰذہ الہیئۃ و لم یزالوا بہ
حتےّ اَلبسُوہ لباسًا غیرھا و
اَرکبُوہ فرسًا فلمّا رکبَ وجدّ بہ (اسرع ۱۲)
الفرسُ داخلہ شیٔ من
العُجب

جس کے ہاتھ پر بیت المقدس فتح ہوگا۔ یعنی اس نے اُن تمام صفات کی تقریر کی جو فاروقِ اعظم رضؓ پر منطبق تھیں۔ عمرو رضؓ بن العاص نے یہ ماجرا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچایا۔ آپؓ نے بیت المقدّس کی جانب سفر کا پورا اہتمام فرمایا۔ تاریخ یافعی میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس پر نازل ہوتے اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اس شہرِ مقدس و مبارک کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اور اُن کا محاصرہ طویل ہوگیا تھا تو اُن سے اہلِ شہر نے کہا کہ تم تکلیف نہ اُٹھاؤ اس کو ہرگز کوئی شخص فتح نہ کر سکے گا بجز ایک ایسے شخص کے جس کو ہم پہچانتے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کی علامت ہے، تو اگر تمہارے خلیفہ میں وہ علامت موجود ہوگی تو ہم یہ شہر بغیر قتال کے اُس کے سپرد کردیں گے۔ تو مسلمانوں نے حضرت عمر رضؓ کے پاس قاصد بھیجا اور صورتِ احوال کی اُن کو خبر پہنچائی تو عمر رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہوکر بیت المقدس کی طرف متوجّہ ہوتے اور آپ رضؓ کے ساتھ آپ کا غلام تھا جو سوار ہونے میں باری باری سے ان کا قائم مقام ہوتا تھا۔ اور آپ نے اپنا زادِ راہ بنایا جَو اور کھجوروں اور زیت کو اور آپ کے بدن پر پیوندوں والا لباس تھا۔ چٹیل میدانوں کو رات اور دن برابر آپ طے کرتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدّس کے قریب پہنچ گئے تو آپ سے مسلمانوں نے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ مشرکین اس ہیئت میں امیر المؤمنین رضؓ کو دیکھیں اور برابر آپ رضؓ سے اس پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اُنھوں نے آپ کو دوسرا لباس پہنوا دیا اور آپ رضؓ کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ تو جب آپ رضؓ سوار ہوگئے اور گھوڑا ان کو لے کر دَوڑا تو اُن میں کچھ عُجب (خود بینی) کا اثر پیدا ہوا تو

فنزل عن الفرس و نزع اللباس ولبس
المرقعۃ وقال اقیلونی ثم سار فی ھٰذہ
الہیئۃ الیٰ ان وصل فلما رآہ المشرکون
من اہل الکتاب کبّروا و قالوا ہذا ہو وفتحوا
لہ الباب بالجملہ فاروقِ اعظم رض بعمالِ شام
احکام فرستاد کہ ہر شخصے عمل خود راکہ بآن
ماموراست بدیگرے کہ بروے اعتماد داشتہ
باشد بسپارد و خود درجابیہ کہ شہریست بر پنج
مرحلہ از بیت المقدس حاضر شود اوّل کسیکہ
آنجا رسید ابوعبیدہ و یزید بن ابی سفیان بود
بعدازان تترائے مرۃً بعد اخریٰ سپہ سالارانِ
شام بملازمتِ امیرالمومنین مستسعد می شدند
حضرتِ فاروق رض متوجہ بیت المقدس شد
وارطیون ازینجا گریختہ راہ مصر گرفت وحضرت
امیرالمومنین بمبارکی داخلِ بیت المقدس
شد و اعلانِ شعائر اسلام فرمود سال
ہفتدہم ہرقل با اہلِ جزائر متفق شد
جمعے راکہ قبولِ اسلام ایشان را بطوع و
رغبت نہ بود بخود کشید و فوجے عظیم قریب صد
ہزار سوار فراہم آوردہ بطرفِ شام روان شد
اوّل قصد حمص نمود کہ مقر حکومتِ او بود
ابوعبیدہ این ماجرا را بعرض حضرتِ
فاروق رض رسانیدہ بودے رضی اللہ عنہ
برائے حکام جمیع ممالکِ اسلام حکم
فرستاد کہ

آپ گھوڑے سے اتر پڑے اور وہ لباس اُتار دیا اور وہی
پیوندوں والا لباس پہن لیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے (میرے
حال پر) چھوڑ دو۔ پھر اسی ہیئت میں آپ روانہ ہوگئے یہاں
تک کہ (شہر تک) پہنچ گئے تو جب اُن کو اہلِ کتاب کے مشرکوں
نے دیکھا تو اُنھوں نے اللہ اکبر کہا اور بولے کہ وہ شخص یہی
ہے اور اُن کے لئے دروازہ کھول دیا۔ المختصر فاروقِ اعظم رض
نے شام کے عاملوں کو احکام بھیج دیئے تھے کہ (ان میں سے)
ہر ایک اپنے کام کو جس پر کہ وہ مامور ہے کسی دوسرے شخص
کے سپرد کردے جس پر کہ وہ اعتماد رکھتا ہو اور خود جابیہ میں
پہنچ جائے جو بیت المقدس سے پانچ منزل پر ایک شہر ہے۔
سب سے پہلے جو لوگ وہاں پہنچے وہ ابو عُبیدہ رض اور یزید رض بن
ابی سفیان تھے۔ اس کے بعد متفرقاً ایک دوسرے کے بعد شام
کے سپہ سالار امیرالمومنین رض کی ملاقات سے سعادت اندوز
ہوتے رہے اور حضرت فاروق رض بیت المقدس کی جانب
متوجہ ہوئے اور ارطیون نے اس جگہ سے بھاگ کر مصر کی راہ
اختیار کی اور حضرت امیرالمومنین رض مبارک قدوم کے ساتھ
بیت المقدس میں داخل ہوئے اور آپ رض نے شعائرِ اسلام
کا اعلان فرمادیا۔ سترھویں سال میں ہرقل جزائر والوں
سے مل گیا اور اُس نے ایک ایسی جماعت کو جن کا قبولِ اسلام
خوشی اور رغبت کے ساتھ نہیں تھا اپنی طرف کھینچ لیا اور
ایک بہت بڑی فوج جو ایک لاکھ سواروں کے قریب تھی
فراہم کرلی اور شام کی طرف روانہ ہوگیا۔ اوّل اُس نے
حمص کا قصد کیا جو اس کا دارالحکومت تھا۔ ابو عبیدہ رض نے اس
واقعہ کی اطلاع امیرالمومنین رض کی خدمت میں پہنچائی۔ آپ رض
نے تمام ممالکِ اسلام کے حکّام کے پاس حکم بھیجا کہ

از ہر ناحیہ ساختگی افواج نمودہ خودہا را با بو عبیدہ ملحق گردانند و قاصدے بجانب سعد بن ابی وقاص روان کرد کہ قعقاع بن عمرو را با چہار ہزار سوار بمددِ ابو عبیدہؓ فرستند و برای ابو عبیدہ پیغام نمود کہ تا رسیدن کمک در حمص متحصن باشند و مبادرت بجنگ نکنند و خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ تا جابیہ رسید و خالد بن ولید انتظار کمک نکشید نزد ابو عبیدہ رفتہ مبالغہ از حد گزرانید تا برآید و استعدادِ مقابلہ نماید بالجملہ پیش از وصول افواجِ کمک درمیانِ فریقین مقاتلہ و مقابلہ واقع شدہ بہ نصرتِ الٰہی لشکر کفار ہزیمت یافت و غنایم و سبایا بیرون از شمار بدستِ مسلمانان آمد و مملکتِ شام برای ابو عبیدہ مُستَصفیٰ گشت لیکن حضرت فاروق این عجلت و مُبادرت در قتال از خالد بن ولید و عدم انتظارِ لشکرِ امداد او را کہ بنا بر ضِنّ (بخل ۱۲) بر غنایم و سبایا و متضمن عُجب و خود بینی بود پسند نفرمود و وی را معزول ساخت و چون درین ایام ارطبون در مصر متحصن شدہ اغوای اہلِ شام می نمود لہٰذا برا عمرو بن العاص نوشت کہ بجانبِ مصر روان شود و ارطبون را بسزا رساند عمرو بن العاص بامتثالِ امر متوجہ مصر شد و با ارطبون مصاف نمود و او را با اکثر سردارانِ لشکرش بقتل آورد آنگاہ عمرو بن العاص بصوبِ اسکندریہ عنانِ عزیمت تافت و آن را بطریقِ صلح مفتوح ساخت ازان باز

ہر علاقہ سے فوجوں کی تیاری کر کے لپٹنے کو ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچا دیں اور ایک قاصد سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس روانہ کیا کہ قعقاع بن عمرو کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ابو عبیدہؓ کی مدد کے لئے بھیجیں۔ اور ابو عبیدہؓ کو یہ پیغام بھیجا کہ کمک کے پہنچنے تک حمص میں قلعہ بند رہیں اور جنگ پر پیش قدمی نہ کریں۔ اور خود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جابیہ تک پہنچے۔ اور خالدؓ بن الولید نے کمک کا انتظار نہ کیا اور ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے اور اس بات پر کہ باہر نکلیں اور مقابلہ کی تیاری کریں مبالغہ حد سے گزار دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امدادی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی دونوں فریق کے درمیان مقاتلہ اور مقابلہ واقع ہو گیا اور اللہ کی مدد سے لشکر کفار نے شکست کھائی اور بے شمار اموالِ غنیمت اور بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور شام کی مملکت ابو عبیدہؓ کے لئے صاف اور بے خطر ہو گئی۔ لیکن حضرت فاروقؓ نے خالدؓ ابن الولید کی طرف سے قتال میں اس جلدی اور پیش قدمی کو اور امدادی لشکر کے پہنچنے کا انتظار نہ کرنے کو جو اموالِ غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں بخل کے شبہ پر مبنی تھا (کہ اگر امدادی افواج کے پہنچنے کے بعد فتح ہوئی تو وہ سب اموالِ غنیمت میں حصہ دار بن جائیں گے) اور جو عُجب اور خود بینی پر بھی متضمن تھا پسند نہ فرمایا اور خالدؓ کو معزول کر دیا۔ اور چونکہ ان ایام میں ارطبون مصر میں قلعہ بند ہو کر اہلِ شام کو بھڑکا رہا تھا اس لئے آپؓ نے عمروؓ بن العاص کو لکھا کہ مصر کی طرف روانہ ہو جائیں اور ارطبون کو سزا دیں۔ عمروؓ بن العاص تعمیلِ حکم کے لئے مصر روانہ ہو گئے اور ارطبون کے ساتھ جنگ کر کے اس کو اس کے اکثر سردارانِ لشکر کے ساتھ قتل کر دیا۔ پھر عمروؓ بن العاص نے اسکندریہ پر چڑھائی کی اور اس کو بطریقِ صلح کے فتح کر لیا۔ اس کے بعد

ہر روز فتحِ اسلام افزودن گرفت و بلادِ کفّار
در تحت و تصرّف مسلمانان درآمد و دولتِ رومیان
از بلادِ شام بمعرضِ انقطاع و اختتام افتاد و
الحمد للہ رب العالمین این است منتخب آنچہ اصحابِ
فتوحِ شام بتحریر آوردہ اند بعد ازان ظہورِ دیگر
فتوح رونقِ اسلام را افزودن گرفت مانند فتحِ
اَہواز بر دستِ ابو موسیٰ و آذربیجان بسعی مغیرۃ
ابن شعبۃ و نہاوند بطریقِ صلح و دینور و ہمدان
عنوۃً باہتمام حذیفہ و طرابلس مغرب بکوششِ
عمرو بن العاص و اوایل فتحِ خراسان و اطرافِ
قسطنطنیہ در زمانِ حضرت فاروق شروع شدہ
بود و بیانِ آنہمہ طولے دارد حظِ فطنِ لبیب۔
ازین مبحث نکتہ ایست و آن آنست کہ حق عزّ و
علا از فوقِ سمٰوات ظہورِ دینِ محمدی را علیہ الصلوٰۃ
والسلام در جمیعِ ارض ارادہ فرمودہ و این
ارادہ در تمام عالم سیلان نمود مانند سیلانِ آب
بر وضعِ طبعی در مجرے خود و حکمِ وضعِ طبیعی
سیلانِ این ارادہ در حالتِ راہنہ آن
بود کہ اوّلاً کسرِ دولتِ کسرٰے و
قیصر بروئے کار آید و دینِ مرتضے
قائم مقام ملّتِ الشان شود و بانِ
شیوعِ دولت در اطرافِ ممالک شائع
گردد چون ظہور این فرقانِ اکبر
بر دستِ فاروقِ اعظمؓ اتفاق
افتاد بالقوۃ القریبۃ

فتحِ اسلام یوماً فیوماً بڑھتی رہی اور کفار کے شہر مسلمانوں کے
ماتحت و زیرِ تصرّف آتے رہے اور رومیوں کی سلطنت شام
کے شہروں سے منقطع و مختتم ہوگئی، والحمد للہ رب العالمین۔
یہ اُن واقعات کا منتخب ہے جو فتوحِ شام کے مؤرخین نے
تحریر کئے ہیں۔ اس کے بعد دیگر فتوحات کے ظہور سے رونقِ اسلام
بڑھنا شروع ہوتی جیسے اہواز کی فتح ابو موسیٰؓ کے ہاتھ پر
اور آذربیجان کی فتح مغیرہؓ بن شعبہ کی کوشش سے اور
نہاوند بطور صلح کے اور دینور اور ہمدان جنگ کے ساتھ
حذیفہؓ کے اہتمام سے اور طرابلسِ مغرب عمروؓ بن العاص کی
کوشش سے وقوع میں آئیں۔ اور خراسان و اطرافِ قسطنطنیہ
کی فتوحات کی ابتداء حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں
ہو چکی تھی اور ان سب کا بیان بہت طول رکھتا ہے۔
اس مبحث سے ایک دقیقہ شناس ہوشیار کے حصہ میں ایک
نکتہ آئے گا اور وہ یہ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آسمانوں کے
اوپر سے دینِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کا تمام
زمین میں ارادہ فرمایا تھا اور یہ ارادہ تمام عالم میں اس طرح جاری
ہوا جس طرح پانی اپنی طبعی وضع پر اپنے مجرے (یعنی بہاؤ کے
راستہ) پر بہتا ہے اور اس ارادے کے سیلان کی (دنیا کی)
پیش آمدہ حالت کے لحاظ سے طبعی وضع کا حکم یہ تھا کہ اوّلاً
کسرٰے اور قیصر کی حکومتوں کا زوال ظہور پذیر ہو اور جو
دین پسندیدۂ حق ہے وہ اُن کی ملّتوں کا قائم مقام بن جائے
اور اطرافِ ممالک میں حکومت کے پھیل جانے کے طور پر شائع
ہو جائے۔ جب اس فرقانِ اکبر (یعنی حق و باطل میں امتیازِ
کامل۔ مراد دینِ محمدی جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والا
ہے) کا ظہور فاروقِ اعظمؓ کے ہاتھ سے قوّتِ قریبہ سے

من الفعل ظہور دینِ محمدی در جمیع ارض حاصل
گشت عن جبیر بن حیۃ قال بعث عمر رضی اللہ
عنہ الناس فی افناء الامصار یقاتلون المشرکین
فاسلم الہرمزان فقال انی مستشیرک
فی مغازیّ ہذہ قال نعم قال مثلہا و
مثل من فیہا من الناس من عدو المسلمین
مثل طائرٍ لہ راسٌ ولہ جناحان و
لہ رجلان فان کسر احد الجناحین نہضت
الرجلان بجناحٍ والراس فان کسر
الجناح الآخر نہضت الرجلان و
الراس فان شدخ الراس
ذہبت الرجلان والجناحان و
الراس فالراس کسریٰ و
الجناح قیصر والجناح الآخر فارس
فمُر المسلمین فلینفروا اخرجہ البخاری
وسعی حضرت فاروق رض درین امر ولو
بیش نہ بود ظہور ارادۂ حق را عزّ و علا
ونعم ما قیل ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی
نہ حدِّ بادہ بود ۞ باحریفان ہرچہ کرد آن
نرگس مستانہ کرد ۞ واین معنی را قرائن
بسیار است بمجرد ملاحظہ آن قراین حدس
قوی بآن وجہ حاصل می شود یکے ازان
قرائن این است کہ کسرِ این دو دولت
مستقرہ ممتدہ از مدتِ چہار صد سال باآن
ہمہ عَدَد و عُدَد و دلاوری و سپہ سالاری

فعل میں واقع ہوگیا (یعنی اس دین کا ظہور تمام عالم کے لئے پہلے بالقوہ تھا اب فعلیت میں آگیا)، تو دینِ محمدی کا ظہور تمام زمین میں حاصل ہوگیا۔ جُبَیر بن حیہ سے مروی ہے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو (یعنی لشکروں کو) شہروں کی حدود پر بھیجا جو مشرکین سے قتال کر رہے تھے پھر ہرمزان اسلام لے آیا تو عمر رض نے فرمایا کہ میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں ان غزوات کے بارے میں۔ اس نے کہا ہاں (اور) کہا اُن ملکوں کی مثال اور جس قدر اُن میں مسلمانوں کے دشمن لوگ رہتے ہیں ایک پرندے کی سی ہے جس کے ایک سر ہے اور دو بازو ہیں اور دو ٹانگیں ہیں تو اگر دو بازوؤں میں سے ایک توڑ دیا جائے تو وہ دونوں پاؤں اور ایک بازو سے اور سر سے کھڑا رہے گا۔ پھر اگر دوسرا بازو توڑ دیا جائے گا تو پھر بھی وہ دونوں پاؤں اور سر سے کھڑا رہے گا، لیکن اگر سر ہی کچل ڈالا جائے گا تو دونوں پاؤں اور دونوں بازو اور سر سب ختم ہو جائیں گے۔ تو سر (دنیائے کفر کا) کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس تو مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ وہ (لڑنے کے لئے) نکلیں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔

اور حضرت فاروق رض کی سعی اس امر میں ارادۂ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ظہور کے لئے ایک نقاب سے زیادہ نہیں تھی۔ اور کیا خوب کہا گیا ہے ؎ این ہمہ مستی و بیہوشی الخ یعنی یہ تمام مستی اور بیہوشی شراب کا ذاتی اثر نہیں تھا، یارانِ ہم مشرب کے ساتھ جو کچھ کیا اس (چشم) نرگس مستانہ نے کیا ہے۔" اور اس حقیقت کے لئے بہت سے قرائن ہیں جن کے ملاحظہ سے دقیقہ شناس عقل اس وجہ پر جا پہنچتی ہے۔ اُن قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ ان دو مضبوط و پائدار سلطنتوں کا جو چار سو برس سے اس قدر عددِ کثیر اور فوجی سامانِ جنگ کے ساتھ اور دلاوری اور فنونِ سپہ گری کے ساتھ

درین مدتِ قلیلہ از دستِ عرب با این سامانے
کہ داشتند ہرگز مثلِ آن ہیچگاہ متحقق نشدہ و نخواہد
شد نہ در زمانِ اسکندر ذوالقرنین و نہ در وقتِ ترکانِ
چنگیزیہ و نہ در ایامِ تیموریہ بر متتبعانِ فنِ تاریخ پوشیدہ
نیست کہ فتحِ بلاد ہر چند مساعدتِ بخت غالب
باشد و اسبابِ مہیا حدی دارد و غایتے و آنچہ در
خلافتِ حضرت فاروق رض از فتوح واقع شد
فارقت از حد و غایت است در میانِ کشورکشائی
درگزرندہ ۱۲
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ و کشورکشائی جمعے
کہ قبل از وی بودہ اند و بعد از وی آمدند فرقے
بین است زیرا کہ در عرب بادشاہی و کشورستانی
و فوج کشی نبود و رسوم سپاہیان را نمی دانستند
و مقابلہ کسری و قیصر بخاطر ایشان گزشتن چہ احتمال
حضرتِ فاروق رض صنعتِ فروسیت را بمردم آموخت
سواری ۱۲
و لشکرہا ساخت و خوفی کہ در دلہای ایشان بود برانداخت
و جمعے کہ بعد از حضرتِ عمر رض فوج کشی کردند از فوجِ
آمادہ و مستعد کار گرفتند و چیزیکہ رسوم آن معلوم و
قواعدِ آن ممہد بود با تمام رسانیدند شتّان بینہما
چنان محسوس می شود کہ در عہد حضرتِ فاروق رض
تائیدِ الٰہی و نصرتِ غیبی گویا مانندِ باران از آسمان
مے بارید اخرج الحاکم عن حذیفۃ انہ
قال کان الاسلام فی زمان
عمر کالرجل المقبل لا
یزداد الا قربا فلما قتل عمر
کان

قائم تھیں عرب کے ہاتھوں سے ایسے (حقیر) سامان کے ساتھ جو
اُن کے پاس تھا اکھڑ جانا ایسا عظیم واقعہ ہے جس کا مثل کسی زمانہ
میں بھی وجود نہیں آیا اور نہ آئے گا۔ نہ (عمر رض سے پہلے) اسکندر
ذوالقرنین کے زمانہ میں متحقق ہوا اور نہ (بعد میں) ترکانِ
چنگیزیہ کے وقت میں اور نہ خاندانِ تیموریہ کے ایام میں۔
فنِ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ کتنی
ہی بخت کی یاوری غالب ہو اور اسبابِ فتح مہیا ہوں پھر
بھی اُن کی ایک حد اور نہایت ہوتی ہے۔ اور جو کچھ فتوحات حضرت
فاروق رض کی خلافت میں واقع ہوئیں وہ تو حد و نہایت سے
گزری ہوئی ہیں آپکی کشورکشائی اور آپ سے اگلوں اور پچھلوں کی کشورکشائی میں نمایاں
فرق ہے کیونکہ عرب میں بادشاہی اور کشورستانی کا وجود ہی نہ تھا، وہ رسوم سپاہیانہ کو جانتے ہی
نہ تھے اور کسریٰ و قیصر کے مقابلہ کا ان کے دلوں میں خیال ..... گزرنے کا
بھی کیا احتمال تھا۔ حضرت فاروق رض نے گھوڑے سواری کا فن
لوگوں کو سکھایا اور بہت سے لشکر مرتب کئے اور جو خوف کہ اُن کے
دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اس کو نکال پھینکا۔ اور جن جماعتوں
نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد فوج کشی کی وہ اُس فوج
سے کی جو آمادہ اور کام پر مستعد بنائی جا چکی تھی اور اُنھوں نے
اس چیز کو اتمام کو پہنچایا جس کے رسوم معلوم اور قواعد مفصّل
ہو چکے تھے۔ دونوں میں (یعنی عمر رض کی مساعی اور بعد کے
لوگوں کی مساعی میں) بڑا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
فاروق رض کے عہد میں تائیدِ الٰہی اور نصرتِ غیبی گویا بارش
کی مانند آسمان سے برستی تھی۔ حاکم نے روایت کیا حذیفہ رض سے
کہ اُنھوں نے کہا کہ عمر رض کے زمانہ میں اسلام اُس شخص کی مانند
تھا جو (دور سے) چلا آرہا ہو کہ دم بدم اُس کا قرب بڑھتا ہی رہتا
ہے پھر جب عمر رض قتل ہو گئے تو اُس شخص کی مانند ہو گیا جو

کالرجلِ المُدبِر لا یزداد الّا بُعداً قرینۂ دیگر
آنکہ ہر شہرے کہ در زمانِ حضرت فاروق رضؓ
مفتوح شد شعائرِ اسلام در انجا باندک فرصتے
شیوع یافت و بشاشتِ اسلام ظاہر و
باطن آن قوم را درگرفت تا الیوم سُکّانِ
آن بلاد ہمہ مسلمان و متّصف بہ نورِ ایمان اند
و بلادے کہ بعد از فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
مسلمانان مفتوح ساختند اسلام درانجا گاہے
قوت می گیرد و گاہی ضعف می پذیرد فرقہ کہ
آبائی ایشان در ہندوستان داخل شدند
عمدۂ اہلِ اسلام درین دیار ایشان اندو
غیر ایشان از متوطنانِ ہندوستان اکثرے
مستمر بر کفرِ خود اند طائفہ کہ شرفِ اسلام حاصل
کردہ اند بغایت ضعیف الاسلام و ہمچنین ترکستان
وحبشہ وافریقیہ وغیرہا اسلام آنہا ضعیف است
این معنی بر متتبعان کتبِ تاریخ مستور نیست گویا
عنایتِ الٰہی سعی فاروق رضؓ را بہانۂ شیوعِ دینِ محمدیؐ
ساختہ بود در مقامیکہ عمدۂ کمالات فاروقِ اعظم رضؓ ہمان
است یعنی جارحہ فیضِ الٰہی بودن فضیلتے بالاتر ازان
نمی تواند بود کہ ارادۂ الٰہی بغلبۂ تمام محیطِ عالم کرد و سعی
بندہ را روپوشِ آن احاطہ سازد بوجہے کہ ناظران تعجب
کنند کہ آیا از مثلِ این اسباب مثل مُسبّب بظہور می آید باز
شخصے کہ علمِ سیاست مدن را شناختہ باشد و بر احوال
ملوک در کشورستانی مطلع شدہ میداند کہ ہیچ
دقیقہ از دستِ فاروق رضؓ درین واقعات

پشت پھیر کر جارہا ہو کہ دمبدم دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ دوسرا قرینہ یہ
ہے کہ ہر اُس شہر میں جو کہ حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ میں فتح ہوا
اُس میں اسلامی شعائر قلیل عرصہ میں ہی شائع ہو گئے اور بشاشتِ
اسلام نے اُس قوم کے ظاہر و باطن کو گرفت میں لے لیا۔ آج تک
ان شہروں کے رہنے والے سب مسلمان نورِ ایمان سے متصف ہیں
اور جو شہر کہ بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مفتوح ہوتے
ان میں اسلام کبھی قوت پکڑتا ہے اور کبھی ضعف قبول کرتا ہے۔
اور جو فرقہ ایسا ہے کہ اُن کے باپ دادا ہندوستان میں داخل ہوتے
اس دیار کے چیدہ اہلِ اسلام میں سے وہی لوگ ہیں اور ان کے
علاوہ ہندوستان کے رہنے والے دوسرے لوگوں کا اکثر حصہ
اپنے کفر پر بدستور چل رہا ہے اور جس جماعت نے شرفِ اسلام
حاصل کیا ہے وہ نہایت ضعیف الاسلام ہے۔ اسی طرح ترکستان
اور حبشہ اور افریقہ وغیرہ کا حال ہے کہ ان کا اسلام ضعیف ہے۔
یہ حقیقت کُتبِ تاریخ کا پورا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ
نہیں ہے۔ گویا عنایتِ الٰہی نے فاروق رضؓ کی سعی کو دینِ محمدیؐ کی
اشاعت کے لئے بہانہ بنایا تھا دراں حالیکہ فاروقِ اعظم رضؓ کے
خاص و بہترین کمالات میں سے یہی وصف ہے یعنی فیضِ الٰہی
کے لئے اُن کا جارحہ (یعنی آلہ اور واسطہ) بننا اور کوئی فضیلت
اس سے بالاتر نہیں ہو سکتی کہ ارادۂ الٰہی پورے غلبہ کے
ساتھ عالم کو محیط ہو جائے اور بندے کی سعی کو اُس احاطہ کا
نقاب بنا لے ایسے طریقہ سے کہ دیکھنے والے تعجب کریں کہ کیا ایسے
اسباب سے اس طرح کا مسبّب (یعنی نتیجہ) ظہور میں آیا بھی
کرتا ہے۔ پھر جو شخص کہ سیاستِ شہریہ کا علم رکھتا ہو گا اور
بادشاہوں کے احوال سے جو کشورستانی میں رہے ہیں باخبر
ہو گا وہ جانتا ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ان واقعات

نا مرعی نماند و این کمال نفس اوست کہ بمعیارِ
آن فیضِ الٰہی ظہور فرمود التجلّی لایکونُ ابدًا
الّا بقدر المتجلّٰی لہٗ فقیر اشارتے لطیفہ باین معنے
کردہ است درین بیت ؎ کانُنُوبٍ لرحمۃ
تعالیٰ: وَمَا الانبوبُ اِلّا قَبسُ مآءٍ (مقدار) ؛ و نیز می
داند کہ اعدا در صنعتِ فوج کشی و مردانگی ہیچ
دقیقہ فرو نگذاشتہ و در مقدماتِ مبارزت
تقصیرے نمودہ اند تا فتوح اسلام
را کسے بران حمل کند لیکن ارادہ حق
جلّ و علاؔ مساعی ایشان را برہم زد و
تمام ایشان را باطل ساخت اذا جآء نہرُ
اللہِ بطلَ نہرُ عیسیٰ و اگر جاہلے این
واقعات را باوضاعِ فلکیہ منسوب
سازد گوئیم فکذلک کلّ نبیٍّ
و ولیٍّ ہمیشہ اطوارِ عجیبہ
انبیاءؑ و اولیاءؒ بزعمِ این
قائل موافق ہمان اوضاع فلکیہ
بودہ است باوجود این تحقق
فضائلِ ایشان را نقصانے
نیست

میں کوئی دقیقہ بھی ایسا نہیں جو رعایت کئے بغیر چھوٹ گیا ہو اور
یہ اُن کے نفس کا کمال ہے کہ جس کے معیار سے اُس فیضِ الٰہی نے
ظہور فرمایا کہ التجلی لایکون الخ یعنی تجلّی کبھی نہیں ہوتی مگر بقدر
(ظرف) متجلّٰی لہٗ کے (یعنی جس پر تجلّی کی جارہی ہے اس کے
ظرف کے مناسب) اس بیت میں فقیر نے اس معنے کی طرف ایک
لطیف اشارہ کیا ہے ؎ کانُنُوبٍ لرحمۃ الخ ترجمہ:- وہ مثل
ٹونٹی کے ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت (کے ذخیرے) کے لئے۔
اور ٹونٹی نہیں ہوتی مگر پانی کے اندازے کے مطابق۔ اور نیز
(تاریخ پر نظر رکھنے والا) جانتا ہے کہ دشمنوں نے فوج کشی
کے خاص اصولوں میں اور بہادری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کیا۔ اور مقدمات محاربہ میں کوئی غلطی نہیں کی، کہ کوئی
شخص فتوحاتِ اسلام کو اس پر محمول کرے۔ لیکن (بنیادی
بات صرف یہ ہے کہ) ارادہ حق جلّ و علاؔ نے اُن کفار کی مساعی
کو برہم کر دیا اور ان کی تمام کوششوں کو بیکار کر دیا جب
اللہ کی نہر آگئی تو عیسیٰ کی نہر بیکار ہوئی۔ اور اگر کوئی جاہل
ان واقعات کو اوضاعِ فلکیہ (یعنی گردش سیارگان)
کی طرف منسوب کرے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر ایسا ہر نبی اور ولی
کے حق میں کہا جا سکتا ہے۔ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے اطوارِ عجیبہ
اس قائل کے زعم کے مطابق وہی اوضاعِ فلکیہ ہوئے ہیں اس
کے باوجود اُن کے فضائل کے تحقق میں کوئی نقصان نہیں ہوتا

؎ یہ اس اشکال کا جواب ہے جو کسی کوتاہ فہم کو پیش آسکتا ہے کہ آپ کے بیان کے مطابق عمرؓ فیضِ الٰہی کا ایک آلہ وجارحہ تھے تو اس میں ان کی فضیلت کی کیا صورت ہے جب کہ جو کچھ کام کیا وہ فیض و نصرتِ الٰہی نے کیا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ عمرؓ کا کمال ان کا وسیع الظرف ہونا ہے کہ جس نے اس عظیم الشان فیض کا تحمل کیا جو اُن کے ذریعہ سے تمام عالم پر پھیلنے والا تھا۔ اگر کوئی ایسا بند (ڈیم) بنایا جائیگا جس میں پانی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ رکھا جائے جو سیکڑوں میل کے رقبہ کو سیراب کر سکے تو اس کو کروڑوں روپیہ صرف کر کے اعلیٰ و مستحکم بنایا جاتا ہے جو پانی کے زور ٹوٹ نہ جائے جب وہ حسب منشا بن جائیگا اور عمدہ کام دیگا تو اس کو پسندیدہ اور اعلیٰ مانا جائیگا ۱۲ مترجم

ومنّتِ ایشان بر گردنِ مردمان ثابت است الحال حکایتے چند از سیاست و جہان بانی حضرت فاروق رض تقریر کنیم از انجملہ آنست کہ چون خلیفہ شد غایت تأدّب بنسبتِ صدیق رض بجا آورد و مردم از وے می ترسیدند وہیبتی عظیم در دلِ مردمان افتاد بجہتِ تدارکِ این خلل خطبۂ بلیغہ متضمن ملاطفہ عامہ برخواند عن جامع بن شدّادٍ عن ابیہ قالَ اوّلُ کلام تکلّم بہ عمرُ اَن قال اللہم انّی ضعیفٌ فقوّنی و انّی شدیدٌ فلیّنّی و انّی بخیلٌ فسخّنی اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی الریاض قال ابن شہاب وغیرہ من اہل العلم اوّل ما ابتدا بہٖ عُمر حین جلس علی المنبر انہ جلس حیثُ کان ابوبکر یضعُ قدمیہِ و ہو اوّلُ درجۃٍ و وضع قدمیہ علی الارض فقالوا لو جلستَ حیثُ کان ابوبکر یجلس قال حسبی اَن یکونَ مجلسی حیث کانتْ تکون قدما ابی بکرٍ قالوا ولمّا ہاب الناسُ عمر ہیبۃً عظیمۃً (اہل العلم) حتی ترک الناس المجالس بالافنیۃ قالوا ننتظر ما رأیُ عُمر وقالوا بلغ من ابی بکرٍ انّ الصبیان کانوا اذا رأوہ یسعون الیہ و یقولون یا اَبتِ فیمسح رؤسہم

اور ان کا احسان لوگوں کی گردنوں پر ثابت ہے۔ اب ہم حضرت

فاروق رض کی سیاست اور جہانبانی کی چند حکایات

بیان کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب خلیفہ ہوتے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت انتہائی ادب بجالایا کرتے تھے اور اور لوگ اُن سے ڈرتے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ایک عظیم ہیبت واقع ہوگئی تھی، آپ رض نے اس خلل کے تدارک کے لئے ایک خطبہ بلیغہ پڑھا جس میں دلداری اور ملاطفتِ عامہ پر مشتمل کلمات ارشاد فرمائے۔ جامع بن شداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ (خلیفہ بننے کے بعد) عمر رض نے پہلا کلمہ جو بولا تھا وہ یہ تھا کہ انھوں نے کہا یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے طاقتور بنادے اور میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنادے اور میں بخیل ہوں مجھے سخی بنادے، اس کو اخذ کیا ہے ابن ابی شیبہ نے ریاض میں۔ ابن شہاب رح وغیرہ اہلِ علم لوگوں نے بیان کیا کہ سب سے پہلی چیز جس سے عمر رض نے ابتداء کی جب آپ (خلیفہ بننے کے بعد) منبر پر بیٹھے تو وہ اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکر رض اپنے قدم رکھتے تھے اور وہ (منبر کا) پہلا درجہ تھا اور اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھا۔ لوگوں نے کہا کہ (اس میں کیا مضائقہ تھا) اگر آپ وہیں بیٹھ جاتے جہاں ابوبکر رض بیٹھا کرتے تھے، فرمایا کہ میرے لئے (یہ شرف) کافی ہے کہ میرے بیٹھنے کی جگہ وہاں ہو جہاں ابوبکر رض کے قدم ہوتے تھے۔ (ابن شہاب رح وغیرہ علماء نے یہ بھی) بیان کیا کہ لوگوں پر عمر رض کی بہت بڑی ہیبت طاری ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں نے عام نشست گاہوں میں بیٹھنا چھوڑ دیا کہنے لگے کہ ہم انتظار کرتے ہیں کہ عمر رض کی رائے (یعنی طرزِ عمل) کیا ہوتا ہے اور (علماء نے) ذکر کیا کہ ابوبکر رض کا حال اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ لڑکے جب اُن کو دیکھتے تھے تو اُن کے پاس اے میرے ابا جان کہتے ہوئے دوڑ کر آتے تھے اور ابوبکر رض اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔

ويلغ من هيبة عمر أن الرجال تفرقوا
من المجالس هيبة حتى ينظروا ما
يكون من أمره قالوا فلما بلغ عمر
هيبة الناس له أمر فصيح في
الناس الصلوة جامعة فحضروا ثم
جلس من المنبر حيث كان ابوبكر
يضع قدميه فلما اجتمعوا قام قائما
فحمد الله وأثنى عليه بما هو اهله
وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم
ثم قال بلغني ان الناس قد هابوا
شدتي وخافوا غلظتي وقالوا قد
كان عمر يشتد علينا ورسول الله
صلى الله عليه وسلم بين اظهرنا ثم اشتد
علينا وابوبكر والينا دونه فكيف اذا صارت
الامور اليه من قال ذلك فقد صدق
قد كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
فكنت عبده وخادمه وكان من لا يبلغ
احد صفته من اللين والرحمة صلى الله عليه
وسلم وقد سماه الله بذلك ووهب له اسمين
من اسمائه رؤف رحيم فكنت سيفا
مسلولا حتى يغمدني او يدعني فامضي
حتى قبض رسول الله صلى
الله عليه وسلم وهو عني
راض والحمد لله وانا اسعد
بذلك

اور عمرؓ کی ہیبت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بڑے آدمی نشستگاہوں سے تتر بتر ہو گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ ان کا طرز عمل کیا ہوگا (اور وہ اس مجالست پر ناراض تو نہیں ہو جائیں گے) کہا کہ جب عمرؓ کو لوگوں کے اُن سے خائف ہونے کی اطلاع پہنچی تو لوگوں میں ان کے حکم سے الصلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) کی بلند آواز لگائی گئی۔ اس پر لوگ حاضر ہو گئے تو آپؓ منبر پر اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ اپنے پاؤں رکھا کرتے تھے۔ جب پورا اجتماع ہو گیا تو سیدھے کھڑے ہوتے تو اللہ کی حمد و ثنا ان کلمات سے کی جو اُس کے مناسب ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ لوگوں کو میری تیز مزاجی سے ہیبت ہو رہی ہے اور وہ میری تند خوئی سے خوفزدہ ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمرؓ ہم پر سخت گیری اس زمانہ میں بھی کیا کرتا تھا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود تھے۔ پھر ہم پر سختی کرتا رہا جب کہ ابوبکرؓ ہم پر حاکم تھے نہ کہ وہ۔ تو اب کیا حال ہوگا جب کہ امور کا پورا اختیار اُسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ جس نے یہ کہا اُس نے سچ کہا بیشک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپؐ کا غلام اور آپؐ کا خادم تھا اور آپؐ ایسے تھے کہ کوئی شخص آپؐ کی نرمی اور رحمدلی کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اس سے موسوم کیا اور آپؐ کو اپنے اسماء میں سے دو نام رؤف و رحیم عطا کئے۔ اور میں ایک کھنچی ہوئی تلوار تھا کہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو) مجھے نیام میں کرلیں یا مجھے چھوڑ دیں تو میں کاٹ ڈالوں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور وہ مجھ سے خوش تھے اور اللہ کا شکر ہے۔ میں اس بنا پر سعادتمند ہوں

ثم وَلِيَ امر النّاس ابوبکر فکان ممّن لاتُنکِرون رِقّتہ وکرمہ ولینہ فکنتُ خادمہ وعونہ اخلطُ شِدّتی بِلینہِ فاکون سیفًا مسلولاً حتّے یُغمِدَنی او یدعنی فأمضے فلم ازل معہ کذلک حتے قبضہ اللہ عزّ وجلّ وہو عنّی راضٍ والحمد للہ وانا اسعد بذلک ثم قد وَلِیتُ امورکم ایہا النّاس واعلموا ان تلک الشّدّۃ قد اُضعِفَت (سست کردہ شد) ولکنّہا انّما تکون علےٰ اہلِ الظّلم والتّعدّی علے المسلمین واما اہلُ السّلامۃ والدّینِ والفضلِ فانا اَلْیَنُ لہم من بعضٍ لبعضٍ ولستُ اَدِعُ احدًا یظلِمُ احدًا او یتعدّے علیہ حتّے اَضعَ خدّہ الارض واَضعَ قدمی علے الخدّ الآخر حتّے یُذْعِن بالحقّ ولکم علیَّ ایہا النّاسُ خصالٌ اذکرہا لکم فخذونی بہا لکم علیَّ اَن لا اَختَبِیَ (پنہاں کنم) شیئًا من خراجکم ولا مما افاء اللہ علیکم الّا من وجہہ ولکم علیَّ اذا وقع عندی ان لا یخرُج (خرج نشود) الّا بحقّہ ولکم علیَّ ان اَزِیدَ عطایاکم و

پھر لوگوں کے والیِ امر یعنی حاکم ابوبکرؓ ہوئے تو وہ ایسے لوگوں میں سے تھے کہ تم میں سے کوئی منکر نہیں ہے اُن کی رقیق القلبی اور کرم اور نرم مزاجی کا اور میں اُن کا خادم اور اُن کا مددگار تھا اپنی سختی کو اُن کی نرمی کے ساتھ مخلوط کرتا تھا اور کبھی ہوئی تلوار بن جاتا تھا (اور اُن کے ہاتھ میں ہوتا تھا) کہ وہ مجھے نیام میں بند کردیں یا (اگر چاہیں تو) مجھے چھوڑ دیں اور میں کاٹ ڈالوں۔ تو میں اُن کے ساتھ اسی طرح رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجلّ نے ان کو اس حال میں وفات دی کہ وہ مجھ سے خوش تھے۔ الحمد للہ میں اس بنار پر سعادت مند رہا۔ پھر اے لوگو! میں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں (یعنی امیر) اب سمجھ لو کہ وہ تیزی کمزور کردی گئی۔ لیکن وہ ظاہر ہوگی مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر۔ رہے وہ لوگ جو نیک خُو اور دیندار اور صاحبِ فضیلت ہیں میں ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور میں کسی ایسے شخص کو جو دوسرے پر ظلم و دراز دستی کرتا ہوگا نہیں پاؤں گا مگر میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اُس کے دوسرے رُخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو اچھی طرح سمجھ لے اور اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں جو میں تم سے ذکر کرتا ہوں تم اُن پر میری گرفت کر سکتے ہو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس مال میں سے جو تم پر خرچ کرنا ہے کوئی شے تم سے چھپاکر نہ رکھوں اور نہ اُس میں سے جو اللہ تعالےٰ غنیمتوں میں سے تمہارے لئے بھیجے بجز اس کے جو اللہ کے کام کے لئے روکوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ (روکا ہوا مال) کہیں خرچ نہ ہو مگر اپنے حق کے موقعہ پر اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے وظائف اور

أزواجكم إن شاء الله وكم عليّ أن لا
أفتنكم المهالك وإذا غبتم في
البعوث فأنا أبو العيال حتى ترجعوا
إليهم أقول قولي هذا وأستغفر الله لي و
لكم قال سعيد بن المسيب وأبو سلمة
ابن عبد الرحمن فوفى والله عمر وزاد في
الشدة في مواضعها واللين في مواضعه
وكان أبا العيال حتى إن كان ليمشي
إلى المغيبات فيسلم على أبوابهن ثم
يقول ألكن حاجة (التي غابت ازواجهن) إذا كنتن تردن حاجة
أشتري لكن شيئاً من السوق فإني
أكره أن تخدعن في البيع والشراء
فيرسلن معه بجواريهن فيدخل السوق
وإن وراءه من جواري الناس وغلمانهم
ما لا يحصى فيشتري لهم حوائجهم ومن
كانت ليس عندها منهن شيء اشترى
لها من عنده وإذا قدم الرسول من
بعض البعوث يبلغهن هو بنفسه بكتب
أزواجهن ويقول لهن إن أزواجكن
في سبيل الله وأنتم في بلد رسول
الله صلى الله عليه وسلم
إن كان عندكن من يقرأ
وإلا فادنين من الباب
حتى أقرأ لكن ثم يقول الرسول
رسولنا يخرج

روز دینے ان شاء اللہ تم کو دیتا رہوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق بھی
ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم
لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو میں تمہارے بال بچوں
کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم اُن کے پاس واپس آؤ۔ میں اپنی
یہ بات کہہ رہا ہوں اور اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں
سعید بن المسیبؒ اور ابو سلمہ بن عبد الرحمنؒ نے کہا کہ واللہ عمرؓ
نے (جو کچھ کہا اس کو) پورا کر دیا۔ سختی کرنے کے مواقع پر سختی
میں اور نرمی کے مواقع پر نرمی میں بڑھ گئے اور وہ لوگوں
کے بال بچوں کے باپ بن گئے تھے یہاں تک کہ ان عورتوں کے
پاس جاتے جن کے شوہر باہر گئے ہوتے تھے۔ اُن کے
دروازوں پر پہنچ کر ان کو سلام کرتے پھر کہتے کیا تمہیں کوئی
حاجت ہے جب تم کوئی ضرورت کی چیز منگانا چاہو تو میں وہ
چیز تمہیں بازار سے خرید کرا دوں گا۔ مجھے یہ ناگوار ہے کہ خرید و
فروخت میں تمہیں دھوکا دیا جائے تو وہ عورتیں آپؓ کے ساتھ
اپنی لڑکیوں کو بھیجدیتی تھیں تو آپؓ بازار میں اس طرح جاتے
کہ آپؓ کے پیچھے لوگوں کی لڑکیاں اور لڑکے اتنے ہوتے کہ
اُن کا شمار مشکل ہوتا پھر ہر ایک کے لئے اُن کی ضرورت کی چیزیں
خریدتے اور جو عورت ایسی ہوتی کہ اس کے پاس کوئی بال بچہ
نہ ہوتا تو اس کے لئے خود خریدتے اور جب کسی لشکر میں سے
کوئی ایلچی آتا تو اس سے اُن عورتوں کے شوہروں کے خطوط
لے کر خود اُن کو پہنچاتے اور اُن سے فرماتے کہ تمہارے شوہر اللہ
کی راہ میں گئے ہوتے ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے شہر میں ہو اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص موجود ہے جو یہ
خط پڑھ دے تو فبہا ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ تاکہ
میں پڑھ کر سنا دوں۔ پھر فرماتے کہ ہمارا ایلچی یہاں سے فلاں دن

يوم كذا و كذا فاكتبن حتى نبعث
بكتبكن ثم يدور عليهن بالقراطيس و
الدوي (دوات کی جمع) فمن كتبت منهن اخذ
كتابها و من لم تكتب قال هذا
قرطاس و دواة ادنى من الباب
فاملي على فيمر على كذا و كذا
بابا فيكتب لاهله ثم يبعث بكتبهن و
اذا كان في سفر نادى الناس في
المنزل عند الرحيل ارحلوا ايها
الناس فيقول القائل ايها الناس
هذا امير المؤمنين قد ناداكم فقوموا
فاسقوا و ارحلوا ثم ينادى الثانية
الرحيل فيقول الناس اركبوا فقد
نادى امير المؤمنين الثانية فاذا استقلوا (اسباب باندھ لیتے)
قام فرحل بعيره و عليه غرارتان (شلیتہ)
احديهما فيها سويق والاخرى فيها تمر بين يديه
قربة فيها ماء و جفنة (کاسہ کلاں) كلما نزل جعل في
الجفنة من السويق و صب عليه الماء و
بسط شناره قال والشنار مثل النطع (دستر خوان)
الصغير من جاءه يخاصم او يستفتي (جو مسئلہ پوچھے)
او يطلب حاجة قال له كل من هذا السويق و
التمر ثم ترحل فياتي المكان الذي رحل
الناس منه فان وجد متاعا ساقطا
اخذه وان وجد احدا به عرجة او
عرض لدابته او بعيره

اور فلاں وقت جائے گا تم خط لکھ دینا تاکہ ہم تمہارے خطوط بھیج دیں
پھر سب عورتوں کے یہاں (خطوط کے لئے) کاغذ اور دواتیں
بھیجتے۔ پھر ان میں سے جو خط لکھدیتی اس کا خط لیتے اور جو نہ
لکھ سکتی تو فرماتے کہ یہ کاغذ ہے اور دوات (بھی) موجود ہے
تم دروازے کے قریب آجاؤ اور مجھے بتاتی رہو اس طرح ہر ایک
دروازے پر جاتے اور اُن کے شوہروں کو (اُن کی طرف سے خطوط
لکھتے۔ پھر ان خطوط کو بھیجتے۔ اور جب آپ کسی سفر میں ہوتے
تو منزل (یعنی پڑاؤ کی جگہ) میں کوچ کرنے کے وقت ندا کرتے
"اے لوگو! کوچ کرو" پھر ایک کہنے والا پکارتا اے لوگو! یہ امیر
المؤمنین ہیں انھوں نے تم کو پکار کر کہا ہے پس اُٹھو اور (اونٹوں
پر) پانی رکھ لو اور کوچ کرو۔ پھر آپؓ دوبارہ آواز لگاتے "الرحیل"
(یعنی کوچ کرو) تو لوگ (آپس میں) کہتے سوار ہو جاؤ امیر المؤمنین
نے دوبارہ ندا کی ہے۔ پھر جب کہ سب لوگ اپنا سامان باندھ لیتے
تو کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ہنکاتے اور اُس کے اوپر دو شلیتے ہوتے
اُن میں سے ایک میں ستّو ہوتا اور دوسرے میں کھجوریں ہوتیں۔
اور سامنے ایک مشکیزہ ہوتا جس میں پانی ہوتا اور ایک بڑا کونڈا۔
جب کہیں پڑاؤ کرتے تو کونڈے میں ستّو ڈال کر اس پر پانی ڈالتے
اور اپنا شنار (دستر خوان) بچھاتے۔ سعیدؒ نے کہا کہ شنار چمڑے
کے چھوٹے دستر خوان کی طرح ہوتا تھا۔ جو شخص آپؓ کے پاس
آتا کوئی جھگڑا لے کر یا کوئی مسئلہ پوچھتا یا اپنی ضرورت کی
چیز مانگتا اُس سے فرماتے اس ستّو اور کھجوروں میں سے
کھاؤ پھر چلے جانا۔ پھر (قافلہ کو چلتا کرکے) آپ اُس جگہ
پہنچتے جہاں سے لوگوں نے کوچ کیا تھا تو اگر کوئی چیز پڑی ہوئی
دیکھتے تو اُس کو اٹھاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ اُس کے
گھٹنے لگ گئے ہیں یا اس کے چوپایہ یا اونٹ میں تھکن کی وجہ سے

تبکاءٌ ازالہ و ساقَ بہ فیتبعُ آثارَ الناس کذلک فما سقطَ من متاعٍ اخذہ ومن اصابتہ عرجۃٌ تخلّفَ علیہ فاذا اَصبح الناسُ فی المسآءِ من الغدِ لم یفتقد احدٌ متاعاً لہ منہ الّا قال حتے یاتی امیرُ المومنین فیطلعُ عمرُ و انَّ جملہ مثل الشجب مماآئٍ علیہ من المتاعِ فیاتی ھذا فیقولُ یا امیرَ المؤمنین اِداوتی فیقولُ فہل یغفلُ الرجلُ الحکیمُ عن اِداوتہ التی یشرب فیہا و یتوضّأ للصّلوٰۃِ منہا او کلَّ ساعۃٍ اُبصرُ مایسقط او کلَّ اللیل اکلاُ عینی من النّوم ثم یدفع الیہ اِداوتہ و یقولُ اٰخر ذا قوسی و ہذا رشائی او ماوقع منہم فیعنفہم ثم یدفع ذلک الیہم ولما بلغ الشّام تلقوہ ببرذون و ثیاب بیض فکلّموہ ان یرکبَ البرذونَ لیراہ العدوُّ و لیکون ذلک اَہیبَ لہ عندہم و یلبس البیاضَ و یطرح الفروَ الذی علیہ فابٰی ثم الحوا علیہ فرکب البرذونَ بفروہ وثیابہ فہملجَ بہ البرذونُ و خطام ناقتہ بعدُ فی یدہ فنزلَ

(بیٹھوں میں) گر لنگی پیدا ہو گئی ہے تو اس کو (مالش کر کے) زائل کرتے اور اُس کو ہنکاتے۔ پھر قافلہ کے نشانِ راہ کو دیکھتے ہوتے چلتے تو جو چیز کسی کی گر گئی ہوتی اس کو اُٹھاتے اور جس کو لنگ عارض ہو جاتا اُس کے پیچھے لگے رہتے پھر جب لوگوں کو شام سے چلتے ہوئے صبح ہو جاتی تو جس کی کوئی چیز کھوئی گئی ہوتی وہ کہتا کہ امیر المؤمنین کو آنے دو تو جب عمرؓ دکھائی دینے لگتے اور آپ کا اونٹ (گرا پڑا) سامان رکھتے رکھتے مثل گھڑونچی کے بنا ہوا ہوتا تھا (جب آپؓ قافلہ سے آملتے) تو ایک شخص آتا اور کہتا کہ اے امیر المؤمنین! میرا لوٹا رہ گیا تھا (یا گر گیا تھا) تو آپؓ کہتے کہ کیا دانشمند آدمی اپنے لوٹے سے غافل ہوا کرتا ہے جس سے وہ پیتا ہے اور نماز کے لئے اُس سے وضو کرتا ہے کیا میں ہر ساعت دیکھتا ہی رہوں کہ کیا چیز گرتی ہے؟ کیا تمام رات میں نیند سے اپنی آنکھ کو بچاتا ہی رہوں؟ پھر اس کا لوٹا اُسے دیتے۔ پھر دوسرا آتا اور کہتا کہ یہ میری کمان ہے اور یہ میری رسّی ہے یا جو چیز ان کی گرتی آپ ہر ایک کو کچھ سرزنش کرتے اور دیتے جاتے تھے۔ اور جب آپ شام میں پہنچے تو لوگ اُن سے گھوڑا اور سفید کپڑوں کا جوڑا لے کر ملے اور اُنھوں نے آپ سے اس میں گفتگو کی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ دشمن آپ کو اس حالت میں دیکھیں اور تاکہ ان کے نزدیک ایسا کرنے سے دشمنوں پر آپ کا رُعب پڑے اور سفید کپڑے پہنیں اور جو پوستین آپ کے بدن پر تھا اُس کو اُتار دیں تو آپؓ نے انکار کر دیا پھر لوگوں نے اس درخواست پر زیادہ اصرار کیا تو آپ گھوڑے پر اپنے پوستین اور کپڑوں کے ساتھ سوار ہو گئے اور گھوڑا آپ کو لے کر قدم مارتا ہوا دوڑا اور ابھی تک اونٹنی کی مہار آپ کے ہاتھ میں ہی تھی تو آپؓ اتر گئے

وركب راحلته وقال لقد غيرني ہذا حتی خفت ان انکر نفسی ذکر ذلک کلہ ابوحذیفۃ اسحٰق بن بشر فی فتوح الشام وخرّج ابن بشر خطبتہ الی آخرہا و جلوسہ علی المنبر فقط وازانجملہ آنست کہ طلاق داد زنی را کہ باوے محبت داشت فی الاحیاء لما ولی عمر الخلافۃ کانت لہ زوجۃ یحبہا فطلقہا خیفۃ ان تشیر علیہ بشفاعۃ فی باطل فیطیعہا و یطلب رضاہا. وازانجملہ آنست کہ خطبہ خواند متضمن آنکہ وظیفہ عمّال او چیست عن معدان بن ابی طلحۃ من جملۃ خطبۃ عمر اللہم انی اشہدک علی امراء الامصار فانی بعثتہم یعلمون الناس دینہم وسنۃ نبیہم ویقسمون فیئہم ویعدلون علیہم وما اشکل علیہم یرفعونہ الیّ اخرجہ مسلم و احمد و عن ابی فراس من جملۃ خطبۃ عمر الا واللہ انی ما ارسل عمالی الیکم لیضربوا ابشارکم ولا لیاخذوا اموالکم و (جلدکم) لکن ارسلہم الیکم لیعلموکم دینکم وسنتکم فمن فعل بہ سوی ذلک

اور اپنی اسی سواری پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس نے مجھ کو بدل دیا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوگیا کہ میرا نفس بگڑ جائے گا، ان سب کو بیان کیا ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر نے فتوح شام کے بیان میں۔ اور ابن بشر نے اخذ کیا صرف اُن کے خطبہ کو آخر تک اور ان کے منبر پر بیٹھنے کو۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے (خلیفہ بننے کے بعد) اپنی ایک بی بی کو طلاق دیدی کہ جس کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ احیاء میں ہے کہ جب عمرؓ والئ خلافت ہوئے تو اُن کی ایک ایسی بیوی موجود تھی جس سے محبت کرتے تھے تو اس خوف کے پیش نظر کہ یہ کسی باطل میں شفاعت پر زور دے گی تو میں اس کی اطاعت ورضاجوئی میں لگ سکوں گا اُس کو طلاق دیدی۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپؓ نے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ ان کے عاملوں کو کیا کام سپرد ہیں۔ معدان بن ابی طلحہ سے خطبۂ عمرؓ میں کا ایک حصہ اس طرح مروی ہے کہ اے اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں شہروں کے اُمراء پر کہ میں نے ان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دیں اور اُن کے نبیؑ کا طریقہ سکھائیں اور اُن کا حصہ تقسیم کریں اور اُن پر عدل کریں اور جس امر کا فیصلہ ان کو مشکل ہوجائے اس کو میرے پاس بھیجدیا کریں، اس کو مسلم اور احمد نے روایت کیا۔ اور ابوفراس سے خطبۂ عمرؓ کا ایک یہ حصہ مروی ہے کہ یاد رکھو خدا کی قسم میں اپنے عاملوں کو تمہارے پاس اس لئے نہیں بھیجتا کہ وہ تمہاری جلد کو پیٹا کریں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال چھین لیں، لیکن میں اُن کو اس غرض سے تمہارے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ تم کو تمہارے دین کی تعلیم دیں اور تم کو سنت نبویؐ سکھائیں تو جس شخص کے ساتھ اس کے سوا کچھ کیا گیا تو چاہیئے کہ

فلیرفعہ الیّ فو الذی نفسی بیدہ اذاً
لأقتصنّہ منہ فوثب عمرو بن
العاص فقال یاامیر المؤمنین اورأیت ان
کان رجلاً من المسلمین غدا علی رعیتہ فأدّب
بعض رعیتہ أئنک لمقتصّہ قال ای
والذی نفس عمر بیدہ اذاً لاقتصنّہ
منہ انا لا اقتصّ منہ وقد رأیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتصّ من
نفسہ ألا لا تضربوا المسلمین فتذلّوہم
ولا تجمّروہم فتفتنوہم ولا تمنعوہم
حقوقہم فتکفّروہم ولا تنزلوہم
الغیاض فتضیّعوہم اخرجہ احمد
قولہ ولا تجمّروہم تجمیر الجیش جمعہم فی
الثغور وحبسہم عن العود الی اہلیہم
قولہ ولا تنزلوہم الغیاض فتضیّعوہم الغیاض
جمع غیضۃ وہی الشجر الملتفّ یعنی اذا نزلوہا
تفرّقوا فیہا فتمکّن منہم العدوّ فقیر
گوید این کنایت است از ارتکاب
امرے کہ وجہ مصلحت دران برقوم
مشتبہ باشد وعلاقہ کنایت آنکہ غیضہ
محلّ تستّر واختفا است سائر خطب فاروقِ
اعظم رض مصرّح این مدّعاست واللہ اعلم
وازانجملہ آنکہ در روضۃ الاحباب
مذکور است کہ در زمانِ خلافت
شے رضی اللہ عنہ

مجھے اس کی اطلاع دیں تو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں
میری جان ہے اس صورت میں میں اُس سے قصاص لوں گا، تو
کھڑے ہوتے عمرو بن العاص رض اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض
کیا آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ وہ شخص مسلمانوں میں سے ہوگا
جو اپنی رعیت کی طرف جائے گا اور رعیت میں سے کسی کی اس نے
تادیب بھی کی تو کیا آپ اس سے ضرور قصاص لیں گے؟ فرمایا
ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر رض کی جان ہے
میں اُس سے ضرور قصاص لوں گا۔ میں اُس سے قصاص نہ لوں؟
حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ
اپنی ذات سے قصاص لیتے تھے۔ یاد رکھو مسلمانوں کو نہ مارو کہ
تم ان کو ذلیل کرو اور نہ اُن کی تجمیر کرنا کہ تم ان کو فتنوں میں
ڈالو اور نہ اُن سے اُن کے حقوق روکو کہ تم اُن کو (اپنے سامنے)
جھکاؤ اور نہ اُن کو غیاض میں اُتارو کہ تم ان کو ضائع کر ڈالو۔
اس کو روایت کیا احمد نے (تفسیر) یہ ارشاد ولا تجمّروہم
تجمیر الجیش کے معنے ہیں یعنی ان کو سرحدوں پر جمع رکھنا اور
ان کو اپنی بیوی بچوں کے پاس لوٹنے سے روکے رکھنا۔ اور
اس ارشاد ولا تنزلوہم الغیاض میں غیاض جمع ہے غیضۃ کی
اور اس کے معنے گھنے درخت اور جھاڑیاں یعنی جب تم لشکر کو
ایسی جگہ اُتارو گے تو وہ اُس میں متفرّق ہو جائیں گے اور ان
کے ایک حصہ پر دشمن قابو پالے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ کنایہ ہے
ایسے امر کے ارتکاب سے کہ جس میں مصلحت کی صورت قوم پر مشتبہ
ہو اور اس کنایہ کی مناسبت یہ ہے کہ غیضہ (یعنی جھاڑیوں والا
بن) چھپ جانے اور مخفی ہو جانے کا مقام ہے۔ فاروقِ اعظم رض
کے تمام خطبے اس مدعا کی تصریح کرتے ہیں، واللہ اعلم۔ اور اُن
میں سے ایک یہ ہے کہ روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ

ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آن مفتوح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و نُہ صد منبر بر جنوبِ محاریبِ جوامع بجہت خطبۂ جمعہ بنا کردند و ازآنجملہ بنا کردنِ شہر بصرہ بر ساحلِ بحر و آباد ساختن جماعۂ از غزات درانجا بجہت آنکہ چون آن موضع محل ورودِ مراکب عجم وہند است نباید کہ ناگاہ جمعے از فارس وہند درانجا برسند و بر اہلِ اسلام مصیبتے ریزند و ازآنجملہ بنا کردنِ شہر کوفہ چون اتفاقِ اقامتِ عرب در شہر مدائن واقع شد ہوائی آن موضع با مزاجِ ایشان نساخت اکثرے گرفتار مرض شدند سعد بن ابی وقاص کیفیتِ حال برائے حضرتِ فاروق رضؓ نوشتہ فرستاد وی رضی اللہ عنہ فرمود کہ برای اقامتِ عرب ہیچ مکانے اصلح ازان نیست کہ ہم برّی باشد وہم بحری جائی وسیعی بدین صفت اختیار باید نمود و باید کہ درمیانِ من و آن موضع پُلے و دریائے حائل نباشد سعد رضؓ برای تفحّص این چنین سرزمینے مردمان را منتشر ساخت و برین موضع کہ الحال مسمّٰی بکوفہ است اتفاق آرا واقع شد اوّلِ حال امر کرد کہ بناہا از قصب وخشتِ خام کنند یعنی تا میلِ ساکنانِ آن موضع بعماراتِ رفیعہ پیدا نشود و خود را مہیّا برائی جہاد داشتہ مانندِ مسافران بسر برند بالآخرہ چون حریق آتش افتاد رخصت باِحکامِ عمارات فرمود

کے زمانۂ خلافت میں ایک ہزار چھتیس شہر مع اپنے ماتحت اور ملحقہ دیہات کے فتح ہوئے ہیں اور چار ہزار مسجد بن بنائی گئیں اور چار ہزار گرجے توڑے گئے اور نو سو منبر جامع مسجدوں کی محرابوں کے پہلوؤں میں بنائے گئے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ شہر بصرہ کی بنیاد ڈالنا ساحلِ دریا پر اور غازیوں کی ایک جماعت کو وہاں آباد کرنا چونکہ یہ موقع ایسا تھا جو عجم اور ہندوستان کی کشتیوں کے وارد ہونے کا مقام تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اچانک کوئی جماعت فارس اور ہندوستان سے یہاں پہنچ جاتے اور اہلِ اسلام پر کوئی مصیبت ڈالیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے شہر کوفہ کی بنیاد ڈالنا۔ جب عرب کو شہرِ مدائن میں اقامت گزیں ہونے کا اتفاق پڑا تو اس مقام کی ہوا اُن کے مزاجوں کے موافق نہ آئی اور بہت سے لوگ امراض میں گرفتار ہوگئے تو سعد بن ابی وقاص رضؓ نے یہ کیفیتِ حال حضرت فاروق رضؓ کو لکھ کر بھیجی۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عربوں کی اقامت کے لئے کوئی مقام اس سے زیادہ بہتر نہ ہوگا کہ وہ برّی بھی ہو اور بحری بھی اس لئے کوئی مقام جس میں یہ وصف ہو انتخاب کر لیا جائے اور چاہیئے کہ میرے اور اُس مقام کے درمیان کوئی پُل اور دریا حائل نہ ہو۔ سعد رضؓ نے ایسی سرزمین کی جستجو میں لوگوں کو اطراف میں بھیجا اور اس سرزمین پر کہ اب جس کا نام کوفہ ہے سب کی رائے متفق ہوگئی۔ ابتداءِ حال میں حکم دیا کہ بانس اور کچی اینٹوں کے مکان بنالیں یعنی جب تک اُس مقام پر رہنے والوں میں بلند عمارات کی رغبت نہ پیدا ہو اور (یہ مصلحت بھی پیشِ نظر تھی) کہ اپنے کو جہاد کے لئے تیار رکھتے ہوئے مسافروں کی مانند بسر اوقات کریں۔ آخر کار جب (ایک مرتبہ) آگ لگی تو مضبوط اور پختہ عمارتیں بنانے کی اجازت مل گئی۔

بالجملہ چون مسلمانان درانجا اختیار اقامت نمودند
الوان و قوائے ایشان بحال اصلی عود کرد و
ازانجملہ وضع تاریخ زیراکہ پیش از وضع تاریخ
تعیین شہور در سجلات می نمودند نہ تعیین سنین
این معنے موجب اشتباہ می شد حضرت فاروق رض
ابتداء حساب تاریخ از ہجرت مقرر فرمود و لالے
الیوم ہمان دستور جاری است وازانجملہ آنکہ
چون خالد بن ولید ابو عبیدہ را طوعاً و کرہاً
بران باعث شد کہ از حصار حمص بیرون
برآمدہ با کفار مقاتلہ کند و انتظار وصول فوج
کمک از ہر جانب نکشد حضرت فاروق رض آن را
از وی نہ پسندید بجہت آنکہ وجہش یا عجب
نفس است بشجاعت و پہلوانی خود یا بخل
است بغنائم یا استہانت امر خلیفہ برحق است
وکیف ماکان از خصال ذمیمہ اعتبار نمود و غالباً
این چنین جرأت در عادت موجب ہزیمت
می شد ہرچند اینجا شمول فضل حق و تائید
الٰہی کار خود فرمودہ باشد دیگر آنکہ خالد رض بن
ولید شاعرے را بر مدیح خود دہ ہزار درہم صلہ
داد چون رسم فاسد بود گوارای طبیعت حضرت
فاروق رض نیفتاد خالد رض را از حکومت قنسرین
معزول ساختہ در مدینہ نشاند و لالے آخر العمر اورا
بحکومتے نامزد نہ کرد و براتے ابو عبیدہ رض
نوشتہ فرستاد کہ اورا از قنسرین
بنزد خود خواند و در محضر

المختصر جب مسلمانوں نے وہاں اقامت اختیار کرلی تو اُن کے رنگ
اور اُن کے قوٰے اصلی حالت پر عود کر آئے۔ اور اُن میں سے
ایک ہے تاریخ کا وضع کرنا۔ کیونکہ تاریخ کے وضع کرنے سے
پہلے مُہر شدہ مکاتیب میں صرف مہینوں کا تعین کرتے تھے سنوں
کا تعین نہیں اور یہ صورت موجب اشتباہ ہوتی تھی حضرت
فاروق رض نے تاریخ کے حساب کی ابتدا ہجرت سے مقرر فرمادی اور
آج کے دن تک وہی دستور جاری ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے
کہ جب حضرت خالد بن الولید رض نے ابو عبیدہ رض کو طوعاً و کرہاً اس پر
آمادہ کیا کہ حمص کے حصار سے باہر آکر کفار کے ساتھ جنگ کریں
اور ہر جانب سے جو (حضرت عمر رض کے احکام کے ماتحت) کمک کی
فوجیں پہنچ رہی تھیں ان کا انتظار نہ کریں تو حضرت فاروق رض
کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ اس کی وجہ یا نفس کا اپنی
بہادری اور پہلوانی پر عجب ہے یا غنیمتوں پر بخل ہے (کہ
اموال غنیمت میں حصہ دار وہ لشکر بھی ہو جائیں گے جو مختلف
مقامات سے آنے والے تھے) یا خلیفہ برحق کے حکم سے لاپرواہی
برتنا اور جو کچھ بھی ہو آپ نے اُس کو خصال ذمیمہ میں اعتبار
کیا اور بسا اوقات عادۃً اس طرح کی جرأت موجب ہزیمت
ہوا کرتی ہے ہرچند کہ اس موقع پر حق تعالیٰ کے فضل اور
تائید الٰہی نے شامل ہوکر اپنا کام فرمادیا۔ دوسری بات یہ
پیش آئی کہ خالد رض بن الولید نے ایک شاعر کو اپنی مدح پر
دس ہزار درہم انعام دیدیا۔ چونکہ یہ رسم فاسد تھی اس لئے
حضرت فاروق رض کی طبیعت کو گوارا نہ ہوئی۔ آپ رض نے خالد رض
کو قنسرین کی حکومت سے معزول کرکے اُن کو مدینہ میں بٹھادیا
اور آخر عمر تک اُن کو کسی حکومت پر نامزد نہ کیا اور ابو عبیدہ رض
کو لکھا کہ اُن کو قنسرین سے اپنے پاس بلائیں اور اعیان لشکر کی

اعیانِ لشکر استادہ نماید و بفرماید کہ عمامہ را از سرش بردارند و بہمان عمامہ مقید سازند بعد ازان استفسار کنند کہ این دہ ہزار را از چہ مکان صرف کردہ است اگر از بیت المال یا از دفنِ جاہلیت برامد خیانت کردہ باشد و اگر از مالِ خود عطا نمود باسراف کار فرمود بالجملہ ہمچنان بعمل آوردند کہ مامور شدہ بودند تحفہ تر آنکہ خالدؓ باآن ہمہ جلادتے کہ داشت برین ماجرا بچون و چرا مجال (کی بہادری ۱۲) دَم زدن ندید و دیگر لشکریان و اُمراء از دیدِ این معاملہ نیز بددل نشدند و این خصائصِ صولتِ حضرت فاروقؓ بودہ است بعد اللتیا و التی بامراء امصار نوشت کہ عزلِ خالدؓ نہ بجہتِ خیانتے از وے بودہ است بلکہ برائے آنکہ بخاطرِ او چنان خطور کردہ بود کہ این فتوح بدستیاری او و قوتِ او ظہور نمود و اَنّ الامرَ کُلَّہ للّٰہ و ہمچنین چون سعدؓ را از عراق معزول فرمود بجہتِ خوفِ اختلاف قوم بردے ہیچ فتنہ بر نخاست و در آخر عمر تصریح نمود باآنکہ عزل سعدؓ نہ بنا بر عجز او بود یا بسبب صدور خیانتی از وے بل بجہت از مظانِّ اختلاف و وجہ این تصریح آن بود کہ عدالتِ او از نظرِ مردم ساقط نشود و از انجملہ آنکہ سالے بقصدِ عمرہ بمکہ محترمہ توجہ فرمود و توسیع و تفسیح مسجدِ حرام بتقدیم رسانید و نزدیک مراجعت امر نمود تا در منازلے

موجودگی میں کھڑا کر کے کسی کو حکم دیں کہ عمامہ اُن کے سر سے اُتار لے اور اُسی عمامہ سے اُن کو باندھ کر استفسار کریں کہ تم نے ان دس ہزار روپیہ کو کہاں سے صرف کیا ہے؟ اگر بیت (المال) سے یا کسی جاہلیت کے دفینہ سے برآمد کیا تو یہ خیانت ہوگی اور اگر اپنے مال سے عطا کیا تو اِسراف (یعنی فضول خرچی) پر عمل کیا۔ الغرض جس طرح مامور ہوتے تھے عمل میں لایا گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ خالدؓ نے باوجود اس دلیری کے جو وہ رکھتے تھے اِس ماجرا پر چون و چرا کے ساتھ دم مارنے کی مجال نہ دیکھی اور دوسرے لشکر والے اور اُمراء بھی اس معاملہ کے دیکھنے سے بددل نہیں ہوتے اور یہ حضرت فاروقؓ کے دبدبہ کی خصوصیتوں میں سے ہے۔ آپؓ نے کچھ چناں و چنیں کے بعد اُمراءِ بلاد کو لکھا کہ خالدؓ کا عزل اُس سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی بنا پر نہیں ہوا بلکہ اس وجہ سے ہوا ہے کہ اُس کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی تھی کہ یہ فتوحات اُس کے زور اور قوت سے ظہور میں آتی ہیں حالانکہ تمام امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اسی طرح جب سعدؓ کو عراق سے معزول فرمایا تھا اس وجہ سے کہ قوم میں ان کی نسبت اختلاف پیدا ہوگیا تھا تو کوئی فتنہ نہ اُٹھا اور آخر عمر میں اس بات کی تصریح کردی کہ سعدؓ کا عزل اُن کے عجز کی بنا پر نہیں ہوا تھا، نہ اُن سے کسی خیانت کے صادر ہونے کی وجہ سے بلکہ مظنّۂ اختلاف سے محتاط رہنے کی بنا پر۔ اور اس تصریح کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عدالت لوگوں کی نظر سے ساقط نہ ہوجائے۔

اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایک سال بقصد عمرہ آپؓ نے مکہ مکرمہ کی طرف توجہ کی تو مسجدِ حرام کو وسیع کرنے اور کشادہ کرنے کا اہتمام فرمایا اور لوٹتے وقت حکم دیا کہ اُن تمام منزلوں میں

که مابین حرمین واقع اند سایہا و پناہہا سازند و
ہر چاہے که انباشته شده باشد آن را پاک کنند و
صاف نمایند و در منازلِ کم آب چاہ ہا را کنند تا
بر حُجّاج باستراحت تمام قطع مراحل میسّر شود فی
الاستیعاب لما وُلّی عمر بن الخطاب بعث اربعةً
من قریش فنصبوا اَعلام الحرم مخرمة[۱] بن نوفل
وازہر بن عوف وسعید[۳] بن یربوع وحویطب
ابن عبدالعزّیٰ وازانجملہ آنکه توسیع مسجد
شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوب خرما
وجرید آن وخشت خام فرمود مانند صنیع آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم در بناء مسجد خود اخرجه البخاری
بعد ازان فرمود که حصیر در مسجد فرش کنند
عن عبداللہ بن ابراہیم قال اوّل من اَلقی
الحصیر فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب
کان الناس اذا رفعوا رؤسہم من السجود نفضوا
ایدیہم فامر بالحصیر فجئ به من العقیق فبسط فی مسجد
النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجه ابن ابی شیبة وازانجملہ
آنکه سالِ رمادہ چون قحط شدید طاری شد حضرت
فاروق بانواعِ تدبیر حلِ این مشکل فرمود
اوّلاً ہر چہ در بیت المال بود بر فقراء ومساکین تقسیم
نمود ثانیاً جمعے که احتکار پیشه بودند ایشان را ازان
احتکار بشدتِ تمام بازداشت ثالثاً بامرائے
امصار احکام فرستاد که

جو کہ حرمین کے درمیان واقع ہیں سایہ گاہیں اور پناہ گاہیں بنائیں اور
ہر وہ کنواں جو پاٹ دیا گیا ہو اُس کو کھولا جائے اور صاف کیا جائے اور کم
پانی والی منزلوں میں کنویں کھودے جائیں تاکہ عازمین حج پوری
راحت کے ساتھ قطع مراحل کر سکیں۔ استیعاب میں ہے کہ جب
عمرؓ بن الخطاب خلیفہ ہوئے تو اُنھوں نے قریش کے چار آدمیوں
کو بھیجا جنھوں نے حرم کی علامتیں نصب کیں۔ مخرمہ[۱] بن نوفل
اور ازہر[۲] بن عوف اور سعید[۳] بن یربوع اور حویطب[۴] بن عبدالعزیٰؓ۔
اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مسجد شریف کی توسیع آپؓ نے کھجور کی لکڑیوں اور شاخوں اور
کچی اینٹوں سے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق
جو آپؐ نے اپنی مسجد کی بناء میں استعمال کیا تھا، اس کو بخاری نے
روایت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مسجد میں بوریے بچھائیں مروی
ہے عبداللہؓ بن ابراہیم سے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بوریے بچھائے عمرؓ بن الخطاب
تھے۔ (پہلے) جب لوگ اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کرتے تھے تو
اپنے ہاتھ جھاڑا کرتے تھے تو اُنھوں نے بوریے لانے کا حکم دیا
جو عقیق سے لائے گئے پھر وہ مسجدِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں
بچھائے گئے، اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اور اُن میں
سے ایک یہ ہے کہ سال رمادہ[۱] میں جب شدید قحط پھیل گیا حضرت
فاروقؓ نے مختلف قسم کی تدابیر سے اس مشکل کو حل فرمایا۔
اولاً جو کچھ بیت المال میں تھا وہ سب فقراء اور مساکین پر تقسیم
کر دیا۔ دوم جو لوگ کہ احتکار[۲] پیشہ تھے ان کو اس احتکار سے پوری
سختی کے ساتھ روک دیا۔ سوم شہروں کے اُمراء کو احکام بھیجے کہ

۱؎ رمادہ خاکستر کو کہتے ہیں اور اس سالِ قحط کو اس وجہ سے رمادہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا رنگ اس سال میں خاکستری ہو گیا تھا ۱۲ ۲؎ احتکار کے معنی ہیں گرانی کے وقت غلہ خرید کر رکھ لینا اور اس کو بند کر کے رکھ چھوڑنا اس امید پر کہ اور گراں ہو جائے ۱۲

ہر یکے از محل حکومتِ خود طعام بمدینۂ منورہ روان کند. ابو عبیدہ چہار ہزار راحلہ از شام بمدینہ فرستاد و عمرو بن العاص صد سفینہ از راہِ دریا روان نمود در اندک فرصتے نرخِ مدینہ با نرخِ مصر دم مساوات می زد و در ایامِ غلا و قحط بر خود لازم گرفت کہ تا ہنگام رفع این حادثہ گوشت و روغن را تناول نفرماید و شیر را نیاشامد و از انجملہ آنکہ در کوفہ و بصرہ و غیرہا من البلاد حاکمی جدا معین فرمود و قاضی جدا و تحویلدار بیت المال علیحدہ و این امریست کہ تا زمانِ حضرت فاروق واقع نشدہ بود و یکے از حکمتہا آن تفریق آنست کہ اگر بالفرض از یکے خیانتے ظاہر شود دیگرے بانکار برخیزد و اجتماع جماعہ از مسلمین کہ مجرب الصدق باشند بر خیانت بعید است و از انجملہ آنکہ دفتر مسلمین وضع فرمود و در انجا رعایت حکمتِ دقیقہ نمود و آن جمع است در اعتبار سوابقِ اسلام و اعتبار مراتبِ قرب با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و قاعدہ الرجلُ و سابقتہ و الرجلُ و بلاءہ و الرجلُ و عیالہ رعایت فرمود اگر با کسے خرد خورد بین باشد بداند کہ اختراعِ این امر و وفا باین التزام چیزیست کہ عقولِ حکماء دران عاجز مے شوند اخرج البیہقی عن الشافعی انہ قال اخبرنی غیر واحدٍ من اہلِ العلم و الصدقِ من اہلِ المدینۃ و مکۃ من قبائلِ قریشٍ و من

ہر ایک اپنے زیر حکومت شہروں سے مدینہ منورہ میں غلہ روانہ کرے۔ ابو عبیدہ رضی نے چار ہزار اونٹ شام سے مدینہ بھیجے اور عمرو رضی بن العاص نے ایک سو کشتیاں دریا کے راستہ سے روانہ کیں۔ تھوڑے عرصہ میں مدینہ کا نرخ مصر کے نرخ کی برابری میں آگیا اور گرانی و قحط کے زمانہ میں آپ رضی نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اس حادثہ کے رفع ہونے تک گوشت اور گھی تناول نہ فرمائیں گے اور نہ دودھ پئیں گے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کوفہ و بصرے وغیرہ شہروں میں حاکم جدا معین کئے اور قاضی جدا اور بیت المال کا تحویلدار جدا اور یہ ایک ایسا نظم ہے جو حضرت فاروق رضی کے زمانہ تک واقع نہیں ہوا تھا اور اس تفریق کی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر بالفرض کسی ایک سے کوئی خیانت ظاہر ہو تو دوسرا اس سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتے اور خیانت پر مسلمانوں کی ایسی جماعت کا اجتماع جن کا صدق تجربہ شدہ ہو بعید ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ (بسلسلۂ عطیات وغیرہ) دفتر مسلمین کو وضع فرمایا جس میں دقیق حکمتوں کی رعایت رکھی یعنی سوابق اسلامیہ کے اعتبار کرنے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مراتب قرب کے اعتبار کرنے کا پورا لحاظ رکھا اور قاعدہ الرجل و سابقتہ الخ یعنی ہر آدمی کے ساتھ اُس کی سابقہ خدمات اور ہر شخص کے ساتھ اُس کے شہر کو ملحوظ رکھا جاتے اور ہر ایک کے ساتھ اُس کے عیال کو مدنظر رکھا جاتے، پوری رعایت فرمائی۔ جس شخص کو چھوٹی چھوٹی جزئیات پر عبور کرنے والی سمجھ میسر ہے وہ جان لے گا کہ اس امر کا اختراع اور اس التزام کو نباہ دینا ایسا کام ہے کہ دانشمندوں کی عقلیں اُس میں عاجز ہو جاتی ہیں۔ بیہقی رحمہ نے روایت کیا شافعی رحمہ سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی ایک سے زیادہ اہل علم و اہل صدق نے جو اہلِ مدینہ و مکہ میں سے تھے قبائل قریش میں سے اور دوسرے

غیرہم وکان بعضہم احسن اقتصاصًا للحدیث من بعض وقد زاد بعضہم علی بعض فی الحدیث ان عمر رضی اللہ عنہ لما دوّن الدواوین قال ابدأ ببنی ہاشم ثم قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطیہم وبنی المطلب فاذا کانت السن فی الہاشمی قدمہ علی المطلبی واذا کانت فی المطلبی قدمہ علی الہاشمی فوضع الدیوان علی ذلک اعطاہم عطاء القبیلۃ الواحدۃ ثم استوت لہ عبد شمس ونوفل فی جذم النسب فقال عبد شمس اخوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ وامہ دون نوفل فقدمہم ثم دعا بنی نوفل بتلوہم ثم استوت لہ عبد العزی وعبد الدار فقال فی بنی اسد بن عبد العزی اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہم انہم من المطیبین وقال بعضہم ہم من حلف الفضول وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل

لوگوں میں سے اور ان میں سے بعض بہ نسبت بعض کے حدیث کے قصوں کو عمدگی سے بیان کرنے والے تھے اور بعض نے ان میں سے بعض کی روایت سے کچھ زیادہ باتیں بیان کیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر تیار کرائے تو فرمایا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا آپؐ اُن کو اور بنی المطلب کو عطا فرما رہے تھے تو جب کوئی بڑی عمر والا ہاشمی جماعت میں ہوتا تھا تو اس کو مطلبی پر مقدم کر دیتے تھے اور اگر مطلبی میں ہوتا تھا تو اس کو ہاشمی پر مقدم کر دیتے تھے۔ تو آپؓ نے دیوان (رجسٹر اسماء) کی ترتیب قائم کی اسی نہج پر اُن کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی طرح۔ پھر ان کے سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر معلوم ہوئے تو فرمایا کہ عبد شمس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں باپ کی طرف سے اور ماں کی طرف سے نہ کہ نوفل، تو ان کو مقدم کیا پھر اُن کے متصل آپ نے پکارا بنی نوفل کو پھر اس کے سامنے برابر ہوئے عبد العزیٰ اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزیٰ میں داماد ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور اُن میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ مطیبینؑ میں سے ہیں اور بعضوں نے کہا (یعنی بعض راویوں نے) کہ حلف الفضول میں سے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ

ع۵ جب عبد مناف کی اولاد نے عبد الدار کی اولاد سے بیت اللہ کی دربانی اور رفادہ (رفادہ اُس چندے کو کہتے تھے جو قریش میں حج سے کچھ پہلے کیا جاتا تھا جس سے بزمانہ حج آنیوالوں کی آسائش اور تواضعات کا انتظام کیا جاتا تھا) اور سقایت کا مطالبہ کیا اور عبد الدار کی اولاد نے اس سے انکار کیا تو دونوں میں سے ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبائل سے عہد لیا کہ وہ بہرحال ان کے ساتھی رہیں گے۔ اولاد عبد مناف نے ایک بڑے پیالہ میں کچھ خوشبوئیں حل کر کے لائے ان کے مددگاروں نے اس پیالہ میں ہاتھ ڈبو کر عہد امانت کیا تھا اس بناء پر ان کو "مطیبین" کہا گیا (ان کے ساتھ تین قبیلے شریک ہوتے اسد اور زہرہ اور تیم۔ ابو بکر صدیقؓ ان میں سے تھے یعنی بنی تیم میں سے) اور عبد الدار نے دوسرے طور پر عہد لیا ان کو احلاف کہا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مطیبین میں سے تھے اور حضرت عمرؓ احلاف میں سے (عبد الدار کے ساتھ یہ پانچ قبائل تھے جمح، مخزوم، عدی، کعب وسہم۔ یہ چھ قبیلے احلاف بولے جاتے تھے) ۱۲

ذکر سابقةً فقدّمهم على بني عبد الدار ثم دعا
بني عبد الدار تلو هم ثم انفردت له بنو زهرة
فدعاها تلو عبد الدار ثم استوت له تيم و
مخزوم فقال في بني تيم انهم من حلف الفضول
و المطيّبين و فيهما كان رسول الله صلى الله
عليه و سلم و قيل ذكر سابقةً و قيل ذكر
صهرًا فقدّمهم على مخزوم ثم دعا مخزومًا
يتلوهم ثم استوت له سهم و جمح و
عديّ بن كعب فقيل ابدأ بعديّ
فقال بل اُقرّ نفسي حيث كنت فانّ الاسلام
دخل و امرنا و امر بني سهم واحدٌ و لكن
انظر و بني جمح و سهم فقيل قدّم
بني جمح ثمّ دعا بني سهم و كان ديوان عديّ
و سهم مختلطًا كالدّعوة الواحدة فلمّا
خلصت اليه دعوته كبّر تكبيرةً عاليةً
ثم قال الحمد لله الّذي اوصل حظّي
من رسوله ثمّ دعا من بني عامر بن لؤيّ
قال الشافعي فقال بعضهم انّ ابا عبيدة
ابن عبد الله بن الجرّاح الفهري لما رأى
من يتقدّم عليه قال أكلّ هؤلاء تدعوا
امامي فقال يا ابا عبيدة اصبر كما صبرت
او كلّم قومك فمن قدّمك منهم على نفسه
لم امنعه فامّا انا و بنو عديّ

ذکر کیا اُن کے اسلام پر سبقت کرنے کا۔ تو اُن کو مقدّم کیا بنی عبدالدار پر پھر بنی عبدالدار کو اُن کے متصل بُلایا۔ پھر منفرد ہوئے اُن کے سامنے بنو زُہرہ تو اُن کو بلایا عبدالدار کے ساتھ۔ پھر برابر ہوئے اُن کے سامنے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے میں کہا کہ وہ حُلف الفضول اور مُطیّبین میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپؐ نے ان کے سوابق اسلام کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے تعلق دامادی کا ذکر کیا تو اُن کو مخزوم پر مقدّم کیا۔ پھر مخزوم کو ان کے متّصل بُلایا۔ پھر ان کے سامنے سہم اور جمح اور عدی بن کعب برابر آتے تو آپؐ سے کہا گیا کہ عدی سے شروع کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو وہیں رکھتا ہوں جہاں میں تھا کیونکہ اسلام داخل ہو گیا تھا اور ہمارا اور بنی سہم کا ایک ہی معاملہ تھا، لیکن غور کرو بنی جمح اور بنی سہم میں تو کہا گیا کہ بنی جُمح کو مقدّم کیجئے تو آپ نے پکارا بنی سہم کو اور عدی اور سہم کا رجسٹر مختلط تھا مثل دعوتِ واحدہ کے۔ پھر جب اُن کی دعوت یہاں تک پہنچ گئی تو اُنھوں نے ایک بلند تکبیر کہی پھر فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے حصّہ کو اپنے رسول سے ملا دیا[عہ]۔ پھر آپؐ نے بنی عامر لُوی کو بُلایا۔ شافعیؒ نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ ذکر کیا کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح فہری نے جب ان لوگوں کو دیکھا جو اُن پر مقدّم ہو رہے تھے تو کہا کہ کیا ان سب لوگوں کو میرے سامنے بلا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہؓ صبر کرو جیسا میں نے صبر کیا (یا بروایتِ بعض یہ فرمایا کہ) اپنی قوم سے بات کر لیجئے تو جو اُن میں سے آپ کو اپنی ذات پر مقدّم کرے میں اس کو نہیں روکوں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو

عہ یعنی آپؐ سے اتنا نسبی بُعد ہونے کے باوجود مجھے آنا زیادہ تقرّب رہا جو نسبی قُرب رکھنے والوں کو میسّر نہیں آیا ۱۲ مترجم

فنقدمک ان احببت علے انفسنا قال الشافعیؒ عند ذلک الناس عباد اللہ فاولٰھم ان یکون مقدما اقربھم بخیرۃ اللہ لرسالاتہ و مستودع امانتہ خاتم النبیین و خیر خلق رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم قال القاضی ابو یوسف فی کتاب الخراج حدثنی ابن ابی نجیح قال قدم علے ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مال فقال من کان لہ عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم عدۃ فلیأت فجاء جابر بن عبد اللہ فقال قال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوجاء مال البحرین اعطیک ہکذا و ہکذا ہکذا یشیر بکفیہ فقال لہ ابوبکر خذ فاخذ بکفیہ ثم عدہ فوجد خمسمائۃ فقال خذالیھا الفا فاخذ الفا ثم اعطے کل انسان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعدہ شیئا وبقی بقیۃ من المال فقسمہ بین الناس بالسویۃ علے الصغیر والکبیر و الحر والمملوک والانثٰی فخرج علے تسعۃ دراہم وثلث لکل انسان فلما کان العام المقبل جاء مال اکثر من ذلک فقسمہ بین الناس فاصاب کل انسان عشرین درہما قال فجاء ناس من المسلمین وقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انک قسمت ہذا فسویت بین الناس

اگر آپ چاہیں تو ہم آپ کو اپنی ذات سے مقدم کر دیں گے۔ اس موقع پر شافعیؒ نے کہا کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں بس مقدم ہونے میں سب سے اولیٰ وہی ہے جو اُن میں سب سے زیادہ قریب ہو اُس ذات سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغامات کے لئے برگزیدہ کیا اور جو ودیعت گاہ بنا اُس کی امانت کا، خاتم النبیین، رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں کہا ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابن ابی نجیح نے۔ کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا تو اُنھوں نے کہا کہ جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو چاہیئے کہ وہ آئے تو اُن کے پاس جابر بن عبد اللہؓ پہنچے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آگیا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح اور اس طرح دوں گا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ (دو ہتڑ بنا کر) اشارہ کر رہے تھے۔ تو اُن سے ابو بکرؓ نے کہا کہ لے لے تو اُنھوں نے ایک دو ہتڑ بھر لی۔ پھر اس کو شمار کیا تو وہ پانچسو درہم نکلے تو فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک ہزار اور لے لے۔ (تاکہ تین دو ہتڑ کی مقدار پوری ہو جائے جو وعدہ تھا) تو اُنھوں نے ایک ہزار لے لئے۔ پھر اُنھوں نے ہر اُس شخص کو دیا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ پھر جو مال باقی بچا تو اس کو سب لوگوں پر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور مملوک اور عورتوں پر برابر تقسیم کیا تو ہر انسان کے حصہ میں نو درہم اور ایک تہائی درہم آئے۔ پھر جب آئندہ سال آیا تو اس میں اس سے زیادہ مال آیا پھر اُس کو سب لوگوں میں تقسیم کیا تو ہر شخص کے حصہ میں بیس درہم آئے کہا کہ پھر مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے مل کر کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے اس مال کو تقسیم کیا اور سب لوگوں میں برابری کر دی حالانکہ

ومن الناس اُناسٌ لہم فضلٌ وسوابقٌ وقدمٌ
فلو فضّلتَ اہلَ السّوابق والقِدم والفضل بفضلہم
قال فقال اما ما ذکرتم من السّوابق والقِدم فما
اَعرفنی بذٰلک وانما ذٰلک شیٔ ثوابُہ علی اللّٰہ
(تعجب ای ما اعرفنی اکثر منکم)
ہٰذا معاشٌ فالاُسوۃ فیہ خیرٌ من الاثرۃ (ترجیح) فلمّا
کانَ عُمَر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ وجاءتہ
الفتوحُ فَضَّلَ وقال لا اجعل مَن قاتلَ
رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کمن قاتلَ
معہ ففرضَ لاہل السّوابق والقِدم من المہاجرین
والانصار ممّن شہد بدراً خمسۃَ الفٍ خمسۃ
الفٍ وفرض لمن کان لہٗ اسلامٌ کاِسلام
اہلِ بدرٍ دونَ ذٰلک اَنزلہم علٰی قدرِ
منازلہم فقیر گوید سابق بیان کردیم کہ فہم
بندۂ ضعیف آنست کہ این اختلاف در حکم شرعی
نیست بلکہ اختلاف حکم بسبب اختلافِ حال است
واللّٰہ اعلم۔ اخرج القاضی ابو یوسف فی کتاب
الخراج عن ابی جعفر انّ عمر لمّا اراد
ان یفرض للنّاس وکان رَاْیُہ اَخیرَ
من رَاْیِہم قالوا ابدأ بنفسک قال
لا فبدأ بالاقرب من رسولِ اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وسلّم ففرض
للعبّاسِ ثمّ لعلیٍّ حتّٰی والٰی بین
خمسِ قبائل حتی انتہٰی الٰی
بنی عدیّ بن کعب واخرج
ایضًا عن الشعبی

ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صاحب فضیلت و صاحب سوابق ہیں اور
قدیم الاسلام ہیں تو اگر آپ اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت اور صاحب
فضیلت لوگوں کو فضیلت دیتے ان کے افضل ہونے کی وجہ سے تو
بہتر ہوتا۔ کہا کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم نے جو سوابق اور قدم
کا ذکر کیا ہے تو مجھ سے زیادہ اس کو کون جاننے والا ہے اور یہ صرف
ایسی شے ہے جس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور یہ معاش کا معاملہ
ہے اس میں برابری رکھنا ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ پھر جب خلیفہ
ہوئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے پاس فتوحات آئیں
تو انھوں نے فضیلت دی اور فرمایا کہ میں اس شخص کو جس نے رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا اس شخص کے برابر نہیں کرونگا
جس نے آپؐ کے ساتھ مل کر ان سے قتال کیا۔ تو آپؓ نے حصہ
قائم کیا مہاجرین وانصار میں سے اہلِ سوابق اور اہلِ قدامت کے
لئے جو لوگ بدر میں حاضر ہوتے پانچ پانچ ہزار۔ اور جن لوگوں
کا اسلام مثل اسلام اہلِ بدر کے تھا ان لوگوں کا حصہ ان سے
کم رکھا۔ ان کو ان کی سوابق کی منزلوں کے بقدر زیریں مرتبہ
میں رکھا۔ فقیر کہتا ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بندۂ ضعیف یہ
سمجھتا ہے کہ یہ اختلاف حکم شرعی میں نہیں ہے بلکہ اختلاف حکم بسبب
اختلافِ حال کے ہوا ہے واللہ اعلم۔ آخذ کیا ہے قاضی ابویوسفؒ
نے کتاب الخراج میں مروی ہے ابوجعفر سے کہ عمرؓ نے جب ارادہ کیا کہ
لوگوں کے حصے مقرر کردیں اور ان کی رائے سب لوگوں کی رائے
سے بہتر تھی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔
فرمایا نہیں۔ پھر آپؓ نے شروع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے سب سے زیادہ قریب رشتہ دار سے تو حصہ مقرر کیا عباسؓ کا
پھر علیؓ کا یہاں تک کہ ترتیب قائم کی پانچ قبائل کے درمیان
یہاں تک کہ پہنچے بنی عدی بن کعب پر۔ اور نیز روایت کی شعبی سے وہ

عن من شهد عمر بن الخطاب قال لما فتح الله عليه وفتح فارس والروم جمع ناسًا من اصحاب النبي صلے الله عليه وسلم فقال ما ترون فاني اری ان اجعل عطاء الناس في كل سنة واجمع المال فانه اعظم للبركة قالوا اصنع ما رأيت فانك ان شاء الله موفق فقال ففرض الأعطيات فدعا الناس فقال عبد الرحمن بن عوف ابدأ بنفسك فقال لا والله ولكن ابدأ ببني هاشم رهط النبي صلے الله عليه وسلم فكتب من شهد بدرًا من بني هاشم من مولے او عربي لكل رجل منهم خمسة آلاف وفرض للعباس ابن عبد المطلب رضي الله عنه اثني عشر الفًا ثم فرض لمن شهد بدرًا من بني امية بن عبد شمس ثم الاقرب فالاقرب الى بني هاشم ففرض للبدريين اجمعين عربيهم ومولاهم خمسة آلاف خمسة آلاف وفرض للانصار اربعة آلاف اربعة آلاف وكان اول انصاري فرض له محمد بن مسلمة وفرض لازواج النبي صلے الله عليه وسلم عشرة آلاف عشرة آلاف وفرض لعائشة ام المؤمنين رضي الله عنها اثنا عشر الفًا وفرض لمهاجرة الحبشة اربعة آلاف اربعة آلاف لكل رجل منهم وفرض لعمر بن ابی سلمة لمكان ام سلمة اربعة آلاف۔

اس شخص سے روایت کرتے ہیں جو عمرؓ بن خطاب کے پاس حاضر تھے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن پر کشائش کر دی اور فتح کر دیا فارس اور روم کو تو آپؓ نے جمع کیا بہت سے لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ میں سے پھر فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں خیال کر رہا ہوں کہ لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کر دوں اور مال کو جمع کروں تو یہ بات بڑی ہوگی برکت کے لئے۔ لوگوں نے کہا جو کچھ آپ کی رائے ہے اُس کے مطابق کیجئے۔ آپ کو انشاء اللہ اس کی توفیق دی گئی ہے۔ کہا کہ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے اور لوگوں کو بُلایا تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا کہ اپنی ذات سے (شروع کیجئے) تو فرمایا کہ واللہ نہیں لیکن میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے جو خاندان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تو آپ نے اُن لوگوں کو لکھا جو بنی ہاشم میں سے بدر میں حاضر تھے مولےٰ یا عربی ان میں سے ہر شخص کے لئے پانچ پانچ ہزار اور عباسؓ ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر کئے بارہ ہزار پھر آپؓ نے حصہ مقرر کیا اُن لوگوں کا جو بدر میں حاضر ہوئے بنی امیہ ابن عبد شمس میں سے۔ پھر درجہ بدرجہ بنی ہاشم سے قریب تر لوگوں کے حصے مقرر کئے۔ پھر آپؓ نے وظائف مقرر کئے (دیگر) تمام بدریین کے خواہ وہ خالص عربی ہوں یا اُن کے آزاد کردہ ہوں پانچ پانچ ہزار اور انصار کے لئے وظیفہ مقرر کیا چار چار ہزار تو پہلے انصاری جن کا وظیفہ مقرر کیا گیا محمدؓ بن مسلمہ تھے۔ اور آپ نے مقرر کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کے لئے دس دس ہزار اور مقرر کیا اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے بارہ ہزار اور مقرر کیا مہاجرین حبشہ کے لئے ان میں سے ہر شخص کے لئے چار چار ہزار۔ اور آپؓ نے مقرر کیا عمرؓ بن ابی سلمہؓ کے لئے بوجہ اُمّ سلمہؓ کے مرتبہ و احترام کے چار ہزار تو

فقال محمد بن عبد اللہ بن جحش لِمَ تفضل علینا عمر لہجرۃ ابیہ فقد ہاجر آباؤنا وشہدوا فقالَ عمر اُفضِّلہ لمکانہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلیأتِ الذی یَستَغیثُ بِامٍّ مِثلِ اُمِّ سلمۃ اُغِیثُہٗ وفرض للحسن والحسین خمسۃ آلاف خمسۃ آلاف لمکانہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم فرض للناس ثلثمائۃ واربع مائۃ للعربی والمولی وفرض لنساءِ المہاجرین والانصار ستمائۃ ستمائۃ واربع مائۃ اربع مائۃ وثلث مائۃ ثلثمائۃ ومائتین وفرض لاُناسٍ من المہاجرین والانصارِ فی الفین الفین واخرج ایضاً عن السائب بن یزید قال سمعتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقولُ واللہِ الذی لا الٰہ الا ہو ما احدٌ الا ولہ فی ہٰذا المالِ حقٌّ اُعطِیَہ او مُنِعَہ وما احدٌ احقَّ بہ من اَحَدٍ الا عبدٌ مملوکٌ وما انا فیہ

محمدؓ بن عبد اللہ بن جحش نے کہا کہ آپ عمرؓ کو ہم پر کیوں فضیلت دے رہے ہیں اُس کے باپ کی ہجرت کی وجہ سے جب کہ ہمارے آباء نے ہجرت کی اور شہید بھی ہوتے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں اُس کو فضیلت دے رہا ہوں اُس کے اس مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو حاصل ہے۔ (اگر کوئی ایسا شخص ہے تو) آئے جو مدعی بنے کسی ایسی ماں کی بنا پر جو اُمّ سلمہؓ کے مرتبہ کی ہو کہ میں اُس کے اس دعوے کو درست قرار دوں۔ اور آپؓ نے وظیفہ قرار دیا حسنؓ اور حسینؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان دونوں کے مقام پر نظر کرتے ہوئے۔ پھر عام لوگوں کے حصّے مقرر کئے تین سو اور چار سو عربی کے لئے بھی اور موالی کے لئے بھی۔ اور وظیفے قرار دیئے مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے لئے چھ چھ سو اور چار چار سو اور تین تین سو اور دو سو۔ اور آپؓ نے مہاجرین و انصار کے عام لوگوں کے وظیفے قرار دیئے دو دو ہزار کے اندر۔ اور نیز سائب بن یزید سے مروی ہے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کا اس مال میں حق نہ ہو جو اُس کو عطا کر دیا جائے یا اس سے روک دیا جائے اور کوئی اُس کا دوسرے سے زیادہ حقدار نہیں بجز عبد مملوک کے اور اس بارے میں میں بھی ایسا ہی ہوں

ع۵ عمر بن ابی سلمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک تھے ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہؓ ہیں یہ ۲ھ میں حلبشہ میں پیدا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر نو سال کی تھی حضرت اُمّ سلمہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳ یا ۴ ھ میں ہوا تھا۔ یہ گود میں تھے اور یہ معترض محمد بن عبد اللہ بن جحش ام المؤمنین حضرت زینبؓ کے بھتیجے تھے۔ اُن کے باپ عبد اللہؓ بن جحش ہیں جو حضرت زینبؓ کے بھائی تھے جنھوں نے ہجرت حلبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی تھیں اور یہ جنگِ اُحد میں شہید ہوتے تھے ان کو اور حضرت حمزہؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی ہجرت و شہادت کی طرف اُن کے بیٹے نے اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جواب دیا کہ ام سلمہؓ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرب عمر بن سلمہؓ کو حاصل ہے وہ تم سے زیادہ ہے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

الا کاحدکم و لکنا علے منازلنا من کتاب
اللہ تعالٰے و قسمنا (خلفنا) من رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم فالرجل و بلاءہ فی الاسلام
والرجل وعناءہ فی الاسلام والرجل وحاجتہ
فی الاسلام واللہ لئن بقیت لیاتین الراعی
بجبل صنعاء حظہ من المال و ہو
مکانہ قبل ان یحمر وجہہ یعنے فی
طلبہ وکان دیوان حمیر علے
حدۃ وکان یفرض لامیر الجیوش
والقری فی العطاء ما بین تسعۃ آلاف
و ثمانیۃ آلاف و سبعۃ آلاف علے
قدر ما یصلحہم من الطعام و ما یقومون
بہ من الامور قال وکان یفرض للمنفوس (مولود)
اذا طرحتہ امہ مائۃ فاذا ترعرع بلغ بہ
مائتین فاذا بلغ زادہ (الکبیر) قال ولما رای المال
قد کثر قال لئن عشت الی ہذہ
اللیلۃ من قابل (سال آیندہ) لالحقن اخری
الناس باولہم حتے یکونوا
فی العطاء سواء فتوفی قبل
ذلک رحمۃ اللہ علیہ
قال وحدثنی ابو معشر قال حدثنی
عمر مولے غفرۃ وغیرہ قال
لما جاء عمر بن الخطاب الفتوح
و جاءتہ الاموال قال

جیسا تم میں کا کوئی ایک شخص، لیکن ہم اپنی اُن منزلوں (یعنی مرتبوں)
پر عمل پیرا ہیں جو کتاب اللہ تعالٰے میں ہیں اور ہم نے وظیفے قائم کئے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے تقرّب کے معیار) سے۔ پھر ایک
شخص پر نظر کی اور اس کی اس مصیبت پر جو اسلام لانے کی وجہ سے
اُس پر پڑی اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کے اسلام کی قدامت کو
دیکھا اور ایک شخص پر نظر کی اور اس کی اسلام پر پوری مراعات کو دیکھا
اور ایک شخص پر نظر کی اور اسلام میں اُس کی حاجت پر نظر کی۔
خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو اُس چرواہے کے پاس بھی جو جبلِ
صنعاء میں رہتا ہوگا ضرور مال میں سے اُس کا حصّہ اس طرح پہنچے گا
کہ وہ اپنی جگہ پر ہوگا قبل اس کے کہ اس کا مُنہ سرخ ہونے پائے
یعنی اُس کی طلب میں سفر کی صعوبت میں پڑے اور حمیر کا رجسٹر
علیحدہ تھا اور آپ لشکروں اور بستیوں کے اُمراء کے لئے عطیات کی
تعداد نو (۹) ہزار اور آٹھ ہزار اور سات ہزار کے درمیان قائم کیا
کرتے تھے جس قدر بھی ان کے کھانے پینے کی ضروریات کے لئے
مناسب معلوم ہوتا تھا اور جس سے وہ امور ضروریہ پورے کر سکیں۔
اور کہا کہ آپ بچوں کا وظیفہ ایک سَو (۱۰۰) لگایا کرتے تھے جب کہ اس
کی ماں اُس کو (گود سے) اُتار دے۔ پھر جب وہ بڑھ جاتا تو بڑھا
دو سَو (۲۰۰) کر دیتے پھر جب اور بڑھتا تو اور اضافہ کر دیتے تھے۔
کہا کہ جب آپ نے مال کو دیکھا کہ بہت ہو گیا ہے تو فرمایا کہ اگر
میں آئندہ سال کی اس رات تک زندہ رہا تو میں بعد کے لوگوں کو
اُوپر کے لوگوں کے ساتھ ملحق کر دوں گا تاکہ سب کے وظائف
برابر ہو جائیں مگر آپ رضی اس سے پہلے ہی وفات پا گئے، آپ رضی کے
اُوپر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ کہا اور بیان کیا مجھ سے ابو معشر نے
کہا مجھ سے عمر مولیٰ غفرہ وغیرہ نے کہا کہ جب عمر رضی بن الخطاب کو
فتوحات ہوئیں اور اُن کے پاس اموال آئے تو فرمایا کہ

ان ابا بکر رضی اللہ عنہ رأى فی ہذا المال رأیا ولی فیہ رأیٌ آخر لااجعلُ مَن قاتل رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمن قاتلَ معہ ففرضَ للمہاجرین والانصارِ ممّن شہِدَ بدرًا خمسۃَ آلافٍ خمسۃَ آلافٍ وفرضَ لمَن کان اسلامُہ کاِسلامِ اہلِ بدرٍ ولم یشہد بدرًا اربعۃَ آلافٍ اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لازواجِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِاثنی عشر الفًا اثنی عشر الفًا الّا صفیۃَ وجُویریۃَ فانہ فرض لہما ستّۃَ آلافٍ ستّۃَ آلافٍ فَاَبَتَا اَن تقبلا فقال لہما انّما فرضتُ لہنّ للہجرۃ فقالتا انّما فَرَضْتَ لہُنَّ لمکانہنَّ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اثنی عشر الفًا وفرضَ للعبّاس عمِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنیْ عشر الفًا وفرضَ لاُسامۃَ بن زید اربعۃَ آلافٍ وفرضَ لعبد اللہ بن عمر ابنِہٖ ثلٰثۃَ آلافٍ فقال یا ابتِ لِمَ زدتَہٗ علیَّ الفًا ما کانَ لابیہ

اُس مال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک رائے تھی اور میری رائے دوسری ہے۔ میں نہیں بناؤں گا اُس شخص کو جس نے قتال کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس شخص کے برابر جس نے آپؐ کے ساتھ ہوکر اُن سے قتال کیا تو آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا مہاجرین کے لئے اور انصار کے لئے ان لوگوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے پانچ پانچ ہزار اور حصہ مقرر کیا اُس شخص کا جس کا اسلام اہلِ بدر کے اسلام جیسا تھا اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے چار چار ہزار اور ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ مقرر کیا بارہ بارہ ہزار بجز صفیہؓ[عہ] اور جویریہؓ[عہ] کے کہ آپؓ نے ان دونوں کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے تو ان دونوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ میں نے اُن (ازواج) کا وظیفہ (بارہ ہزار) ہجرت کی وجہ سے مقرر کیا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ تم نے ان کا وظیفہ بارہ ہزار اُن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کی وجہ سے مقرر کیا ہے (اور آپؐ کا وہی تعلق ہم سے بھی تھا) اور آپؓ نے وظیفہ مقرر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے لئے بارہ ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اُسامہ بن زیدؓ کا چار ہزار اور وظیفہ مقرر کیا اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار تو اُنھوں نے کہا کہ اے اباجان آپ نے مجھ سے اُسامہؓ کے ایک ہزار کیوں بڑھائے اُسکے باپ میں

عہ صفیہؓ پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں جو جنگِ خیبر میں محرم ۷ھ میں قتل کر دیا گیا اور یہ قید ہو گئیں تو ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے پسند فرما لیا۔ بعض نے یہ روایت کی ہے کہ یہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی تھیں اُن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض میں خرید لیا اس کے بعد یہ اسلام لے آئیں تو آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا اور نکاح کر لیا اور ان کا مہر ان کے عتق کو قرار دیا ۱۲ مترجم عفی عنہ از اکمال عہ جویریہؓ حارث کی بیٹی تھیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مریسیع میں قید کیا تھا ۵ھ میں۔ یہ ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آگئی تھیں۔ ثابتؓ بن قیس نے ان کو مکاتب بنا دیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا کر کے آزاد کرا دیا۔ پھر اپنی زوجیت سے ان کو مشرف کیا ان کا نام برّہ تھا آپؐ نے جویریہ رکھ دیا تھا ۱۲ مترجم از اکمال

من الفضل مالم يكن لأبيه وما كان له مالم يكن
لي فقال ان اباأسامة كان احب الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم من أبيك وكان
أسامة احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم
منك وفرض للحسن والحسين خمسة آلاف خمسة
آلاف الحقهما بأبيهما لمكانهما من رسول الله صلى الله
عليه وسلم وفرض لأبناء المهاجرين والانصار
الفين فمر به عمر بن ابي سلمة فقال زيدوه الفا
فقال له محمد بن عبدالله بن جحش ماكان لابيه
ابي سلمة مالم يكن لآبائنا وما كان له مالم يكن
لنا فقال عمر انى قد فرضت له بابيه ابي
سلمة الفين وزدته بامه ام سلمة الفا
فان كانت لك ام مثل ام سلمة زدتك
الفا وفرض لاهل مكة والناس ثمان مائة
فجاءه طلحة بن عبيد الله ففرض له ثمان
مائة فمر به النضر بن انس فقال عمر
افرضوا له الفين فقال طلحة
جئتك بمثله ففرضت له ثمان
مائة وفرضت لهذا الفين
فقال ان ابا هذا لقيني
يوم احد فقال ما فعل
رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد قتل فان
الله حي لا
يموت

کوئی ایسی فضیلت نہیں تھی جو میرے باپ میں نہیں ہے اور نہ اس
میں کوئی ایسی فضیلت ہے جو مجھ میں نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اسامہؓ
کا باپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تیرے باپ
سے اور اسامہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا تجھ
سے۔ اور آپ نے حسنؓ اور حسینؓ کے پانچ پانچ ہزار مقرر کئے
ان دونوں کو اُن کے باپ (علی رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ملحق کیا،
ان کے خاص مرتبہ کی وجہ سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت
سے ان کو حاصل تھا اور آپؓ نے مقرر کئے مہاجرینؓ اور انصار کے بیٹوں کے
لئے دو دو ہزار تو ان کے سامنے آئے عمر بن ابی سلمہؓ تو فرمایا کہ
اس کے ایک ہزار بڑھا دو تو اُن سے کہا محمد بن عبداللہ بن جحش
نے کہ اس کے باپ ابو سلمہ کو کوئی ایسی فضیلت حاصل نہ تھی جو
ہمارے آباء کو نہ تھی اور اس میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جو ہم میں
نہیں ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اس کے باپ ابو سلمہؓ
کی وجہ سے دو ہزار مقرر کئے اور ایک ہزار بڑھاتے ہیں اس
کی ماں امّ سلمہؓ کی وجہ سے تو اگر تیری ماں مثل امّ سلمہؓ کے
ہوتی تو تیرے وظیفہ میں بھی ایک ہزار بڑھا دیتا۔ اور مقرر کئے
آپ نے اہل مکہ اور سب لوگوں کے لئے آٹھ آٹھ سو۔ پھر اُن کے
پاس لے کر آئے طلحہؓ بن عبیداللہ اپنے بھائی عثمان بن عبیداللہ کو تو
آپ نے اُن کے آٹھ سو مقرر کئے۔ پھر اُن کے سامنے آیا نضر بن انس
تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس کے دو ہزار مقرر کرو تو طلحہؓ نے کہا کہ
میں آپ کے پاس اسی جیسے کو لے کر آیا تو آپ نے اُس کے آٹھ سو
مقرر کئے اور اس کے لئے دو ہزار۔ تو فرمایا کہ اس کا باپ مجھ سے
ملا یوم احد میں (جب کہ کفار نے یہ شور مچا دیا تھا کہ محمدؐ کو قتل
کر دیا گیا) تو اُس نے کہا کہ کیا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قتل
ہو چکے ہیں تو اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہ مرے گا۔ اس کے بعد اُس نے

فقاتل حتیٰ قُتِل وہذا یرعی الشاء فی مکان کذا و
کذا فعل عمر بہذا خلافتہ۔ فقیر گوید میتواند بود کہ
فاروقِ اعظم رضہ در بعض سنین قدرے تعیین کردہ
باشد برائے بعض مردم و در سنین اُخرے قدرِ آخر
و این وجہ جمع است در محلِ اختلافِ روایات و
اللہ اعلم واز انجملہ آنکہ عثمان بن حُنَیف و حذیفۃ
ابن الیمان را بر مساحتِ سوادِ عراق فرستاد و
بر سواد خراجے مقرر فرمود و تا حال بہمان دستور
خراج از انجا گرفتہ می شود قال ابو یوسف حدثنی
السری بن اسماعیل عن عامر الشعبی ان عمر بن
الخطاب مَسَحَ السوادَ فبلغ ستۃ وثلثین الف
الفِ جریب وانہ وضع علی جریب الزرع درھمًا و
قفیزًا وعلی الکرم عشرۃ دراہم وعلی الرطبۃ خمسۃ
دراہم وعلی الرجل اثنی عشر درہمًا او اربعۃ وعشرین
او ثمانیۃ واربعین درہمًا زاد ابو
یوسف عن بعض مشایخہ ایضًا وعلی
جریب النخل ثمانیۃ وعلی جریب
القصب ستۃ وہمچنین ابو یوسف رحمہ در حالِ شام
وجزیرہ وسائر بلدان ذکر احکام حضرت فاروق
نمودہ است و تعداد آن طولے دارد
اینجا نکتۃ را باید فہم کرد کہ

قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اور یہ اُس وقت بکریاں چرا
رہا تھا فلاں فلاں جگہ پر۔ پھر عمر رضہ اپنی خلافت میں اس پر کاربند رہے
فقیر کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رضہ نے بعض سالوں میں
ایک مقدار متعیّن کی ہو۔ بعض لوگوں کے لئے اور بعد کے بعض
سالوں میں دوسری مقدار مقرر کی ہو۔ محلِ اختلافِ روایات میں
جمع کرنے کی یہ ایک صورت ہے، واللہ اعلم۔ اور اُن میں سے
ایک یہ ہے کہ آپ نے عثمان رضہ بن حُنَیف اور حُذیفہ رضہ بن الیمان کو
عراق کے سواد (یعنی شاداب علاقہ) کی پیمائش کے لئے بھیجا۔
اور ہر علاقہ پر ایک خراج مقرر کیا۔ اب تک اسی دستور کے مطابق
وہاں سے خراج لیا جاتا ہے۔ ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ مجھ سے بیان
کیا سری بن اسماعیل نے وہ روایت کرتے ہیں عامر شعبی سے کہ
عمر رضہ بن الخطاب نے سوادِ عراق کی پیمائش کی تو وہ تین کروڑ ساٹھ
لاکھ جریب ع ہوئی اور ہر جریب زراعت پر ایک درہم اور ایک قفیز
(بوری تقریباً بیس سیر کی) اور انگور پر دس درہم اور کھجوروں پر
پانچ درہم لگان مقرر کیا۔ اور ایک مرد پر بارہ درہم یا چوبیس یا
اڑتالیس درہم مقرر کئے۔ اور ابو یوسف رحمہ نے اپنے بعض مشائخ
سے زیادہ بھی روایت کیا ہے۔ اور ایک جریب نخل (یعنی کھجور)
پر آٹھ درہم اور ایک جریب گنے پر چھ درہم۔ اور اسی طرح
ابو یوسف رحمہ نے شام اور جزیرہ اور دوسرے شہروں کے حال میں
حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے احکام کا ذکر کیا ہے اور اُس کی
تفصیل طول رکھتی ہے۔ یہاں ایک نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ

ع جریب ایک محدود قطعہ زمین کو کہتے ہیں جس کی مقدار ساٹھ ہاتھ لمبی اور ساٹھ ہاتھ چوڑی ہے اس کو ہندی میں بیگھہ کہتے ہیں۔ کتاب المساحت میں ہے کہ چھ جَو کے عرض کو اُنگل اور چار اُنگل کو مُٹھی اور چار مُٹھی کو ہاتھ کو اور دس ہاتھ کو قصبہ اور دس قصبہ کو اشل اور ایک اشل کو ایک اشل میں ضرب دیں تو حاصل ضرب جریب ہے۔ اس کا حاصل سو ہاتھ لمبی اور سو ہاتھ چوڑی نکلتا ہے۔ یہ بیگھہ پختہ ہے اور سابق پیمائش بیگھہ خام ۱۲ اشتیاق احمد از لغات الحدیث وغیرہ۔

فاروق اعظم رضؓ در ہر شہرے خراجے و جزیہ معین
کردہ موافق حال آن شہر و از انجملہ آنکہ چون
با کفار مصالحہ می فرمود شروطیکہ می بایست
مقرر می نمود با ہر قومی شرطے و لہذا آثار مختلف
افتادہ اند قال ابو یوسف حدثنی عبد اللہ بن
سعید عن حذیفۃ ان عمر بن الخطاب کان اذا
صالح قوما اشترط علیہم ان یؤدوا من الخراج
کذا وکذا و ان یقروا ثلثۃ ایام وان یہدوا
الطریق ولا یمالئوا علینا عدونا ولا یؤووا
لنا محدثا فاذا فعلوا ذلک فہم آمنون علی
دمائہم ونسائہم وابنائہم واموالہم ولہم
بذلک ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ صلی
اللہ علیہ وسلم ونحن براء من
معرۃ الجیش واز انجملہ آنکہ
تہیہ اسباب مجاہدین بابلغ وجوہ مے
نمود قال ابو یوسف وحدثنی شیخ
لنا قدیم قال حدثنی اشیاخی قالوا
کان لعمر بن الخطاب اربعۃ آلاف
فرس موسومۃ فی سبیل
اللہ فاذا کان فی عطاء
الرجل خفۃ او کان
محتاجا اعطاہ الفرس
وقال ان اعیتہ او
ضیعتہ من علف
وشرب

فاروق اعظم رضؓ نے ہر شہر میں اُس شہر کے حال کے موافق خراج اور
جزیہ مقرر کیا تھا۔ (روایات میں اس وجہ سے اختلاف پایا جاتا
ہے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جب کفار کے ساتھ آپ مصالحت
فرماتے تھے تو جو شرطیں کہ ہونی چاہئیں مقرر کیا کرتے تھے۔
ہر قوم کے ساتھ خاص شرط ہوتی تھی اور اسی وجہ سے آثار میں
اختلاف پایا جاتا ہے۔ کہا ابو یوسفؒ نے مجھ سے روایت کیا عبد اللہ
ابن سعید نے بروایت حذیفہ رضؓ کہ عمر بن الخطابؓ جب کسی قوم
سے صلح کیا کرتے تھے تو اُن پر یہ شرط لگایا کرتے تھے کہ تم کو
اتنا اور اتنا خراج ادا کرنا ہوگا اور (جب مسلمان شہر سے گزریں
تو) تین دن تم کو اُن کی مہمانی کرنا ہوگی۔ اور راستہ بتانا
پڑے گا اور ہمارے خلاف ہمارے دشمنوں سے سازش نہ کرو گے
اور ہمارے کسی مجرم کو پناہ نہیں دو گے تو جب وہ اس پر کاربند
رہے تو امن میں ہیں اپنے خون کی طرف سے اور عورتوں کی طرف
سے اور اپنی اولاد اور اموال کی طرف سے اور اُن کے اس پر ذمہ داری
ہے اللہ کی اور ذمہ داری ہے اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی اور لشکر کی طرف سے کچھ ضرر پہنچ جانے کے ہم ذمہ دار نہ ہوں گے
(مثلاً لشکر کے عبور اور گزرنے سے کچھ نقصان زراعت میں پیدا
ہوجاتے)۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اسباب مجاہدین کی
تیاری کامل طور پر کرتے تھے۔ کہا ابو یوسفؒ نے اور روایت کیا
مجھ سے ہمارے ایک بڑی عمر کے بوڑھے نے کہا کہ مجھ سے روایت
کیا ہمارے بڑوں نے کہ عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس چار ہزار نشان
لگے ہوئے گھوڑے موجود تھے اللہ کی راہ میں استعمال کے لئے۔
تو اگر کسی شخص کے وظیفہ میں کمی دیکھتے، یا وہ ضرورتمند ہوتا
تو اُس کو گھوڑا عطا کرتے اور فرماتے کہ اگر تو نے اس کو عاجز
کردیا یا اس کو ضائع کردیا گھاس پانی سے بے پرواہی کر کے

فانت منا من فان قاتلت علیہ فاصیبت او
اصیبت فلیس علیک شئی و اخرج
مالک عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب کان
یحمل فی العام الواحد علی اربعین الف بعیر
الحدیث و ازانجملہ آنکہ خالصہ بادشاہان
جاہلیت را در بیت المال داخل نمود تاہر کرا
محتاج یابد ازانجا اقطاع نماید قال
ابو یوسف وحدثنی بعض اہل المدینۃ
من المشیخۃ القدماء قال وجد فی
الدیوان ان عمر اصطفی اموال
کسری و آل کسری وکل من
فر عن ارضہ وقتل فی المعرکۃ وکل مغیض
ماء او اجمۃ فکان یقطع من ھذہ لمن
اقطع و ازانجملہ آنکہ بر بحر عاملان را نشاند تا
تحصیل خمس نمایند قال ابو یوسف حدثنی
الحسن بن عمارۃ عن عمرو بن دینار عن
طاؤس عن عبد اللہ بن عباس ان
عمر بن الخطاب استعمل یعلی بن امیۃ
علی البحر فکتب الیہ فی عنبرۃ
وجدہا رجل علی الساحل یسألہ عنہا و
عما فیہا فکتب الیہ انہ سیب سیبہ اللہ
فیہا و فیما اخرج اللہ من البحر الخمس قال
ابن عباس وذلک رأیی فقیر گوید فقہاء درین
مسئلہ مختلف اند و اگر بادشاہی محتاج
شود بکثرت بیت المال و

تو تو ذمہ دار ہوگا۔ پھر اگر تو نے اِس پر سوار ہو کر قتال کیا اور
کوئی حادثہ اس پر پڑا یا تجھ پر پڑا تو پھر تیرے اُوپر کوئی مواخذہ
نہیں۔ اور روایت کی مالکؒ نے یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب
ایک سال میں چالیس ہزار اُونٹوں پر لوگوں کو سوار کیا کرتے
تھے، آخر حدیث تک۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بادشاہان
جاہلیت کے ذاتی اموال کو آپ نے بیت المال میں داخل کیا تاکہ
جس کو ضرورتمند پائیں اس میں سے بطور جاگیر عطا فرمادیں۔ کہا
ابو یوسفؒ نے اور مجھ سے روایت کیا بعض بڑے بوڑھے بڑی
عمر کے اہلِ مدینہ نے کہ رجسٹر میں یہ پایا گیا کہ عمرؓ نے علیحدہ رکھا
کسریٰ اور اس کے خاندان کے اموال کو اور ہر اُس شخص
کے اموال کو جو اپنی زمین سے بھاگ گیا یا معرکہ میں قتل ہو گیا
اور پانی کے تالابوں کو اور بنوں کو تو جس کو کچھ جاگیر کے طور
پر دینا چاہتے تھے اس میں سے دیتے تھے۔ اور اُن میں سے ایک یہ
ہے کہ دریا پر عاملوں کو بٹھایا تاکہ خمس (یعنی پانچواں حصہ)
وصول کریں۔ ابو یوسفؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کیا حسن بن عمارہ
نے انھوں نے عمرو بن دینار سے انھوں نے طاؤس سے انھوں
نے عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عامل بنایا یعلی
ابنؓ امیہؓ کو دریا پر تو انھوں نے اُن کو لکھا عنبر کے بارے میں
جس کو ایک شخص نے دریا کے کنارے پر پڑا ہوا پایا۔ اس کے
بارے میں سوال کیا کہ کس کی ملک ہوگا، اور اس میں کیا محصول
ہوگا؟ تو آپؓ نے جواب میں لکھا کہ یہ ایک عطیہ ہے جو اللہ نے اُس کو
دیا۔ اس میں اور جو چیز ایسی ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دریا میں سے
نکالے اس میں خمس (۱/۵) ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا اور میری
رائے بھی یہی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ فقہاء اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔
اور اگر کوئی بادشاہ کثرتِ مال کا بیت المال میں ضرورتمند ہو اور

برین روایت عمل کند درست باشد وذلک مختار ابی یوسف وہمچنین در عسل و لوز و جوز و فستق و زیتون وغیر آن واگر بروایت اخذِ عُشر عمل کند جائز است وآن بہتر است از وقوع در مظالم واز انجملہ آنکہ عُدُولِ اُمَنا را عامل می ساخت وایشان را بابلغ وجوہ موعظت میفرمود وتعہدِ حالِ ایشان می نمود اینجا روایتے چند ایراد کنیم قال ابو یوسف حدثنی مجالد بن سعید عن عامر عن محرر بن ابی ہریرۃ عن ابیہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دعا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا لم تعینونی فمن یعیننی۔ فقالوا نحن نعینک فقال یا ابا ہریرۃ ائت البحرین وہجر ائتِ العام قال فذہبت فجئت فی آخر السنۃ بغرارتین فیہما خمسمائۃ الف فقال عمر ما رأیت مالاً مجتمعاً قط اکثر من ہذا فیہ دعوۃ مظلوم او مالُ یتیم او ارملۃ قال قلت لا واللہ بئس واللہ الرجل انا اذاً ان ذہبت انت بالمہنأ وانا بالمؤنۃ قال وحدثنی محمد بن ابی حمید قال حدثنا اشیاخنا ان ابا عبیدۃ بن الجراح قال لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما دنّست اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اس روایت پر عمل کرے تو درست ہوگا اور یہی مسلک ابو یوسفؒ نے اختیار کیا اور یہی حکم ہے شہد اور بادام اور اخروٹ اور پستہ اور زیتون وغیرہ کے بارے میں اور اگر عُشر (یعنی دسواں حصّہ) لینے کی روایت پر عمل کرے تو جائز ہے اور یہ بہتر ہے مظالم میں مبتلا ہونے سے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو عامل بناتے تھے جو عدول (یعنی فسق کے دھبّہ سے پاک) اور صاحب امانت ہوں اور اُن کو بہت بلیغ صورتوں کے ساتھ نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ان کے حال کی خبر گیری بھی کرتے رہتے تھے۔ اس موقع پر ہم چند روایتیں درج کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ نے کہا کہ مجھ سے روایت کی مجالد بن سعید نے اور اُنھوں نے عامر سے اُنھوں نے محرز بن ابی ہریرہؓ سے اُنھوں نے اپنے باپ ابو ہریرہؓ سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بلایا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کہا کہ جب تم مجھے مدد نہیں دوگے تو کون ہے جو مجھے مدد دے گا، تو اُنھوں نے کہا کہ ہم آپ کی مدد کریں گے تو فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ! بحرین اور ہجر جاؤ اسی سال میں پہنچو۔ ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں گیا اور آپ کے پاس آخر سال میں دو تھیلے لے کر آیا۔ ان دونوں میں پانچ لاکھ درہم تھے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے کبھی جمع شدہ (یکجائی) مال اس سے زیادہ نہیں دیکھا، کیا اس میں کسی مظلوم کی بددعا یا یتیم اور بیوہ کا مال ہے؟ میں نے کہا نہیں واللہ، اس صورت میں تو واللہ میں بدترین شخص ہوں گا اگر آپ تو لے کر جائیں مبارک اور خوشگوار چیز اور میں لے کر جاؤں بربادی۔ کہا (ابو یوسفؒ نے) اور مجھ سے روایت کیا محمد بن ابی حمید نے کہا ہم سے روایت کیا ہمارے بزرگوں نے کہ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقال له عمر یا ابا عبیدة اذا لم استعن
باہل الدین علی دینی فبمن استعین
قال اما ان فعلت فاغنہم بالعمالة (مزدوری) عن
الخیانة۔ یقول اذا استعملتہم فاجزل
لہم فی العطاء والرزق لایحتاجون و
حدثنی عبدالملک بن ابی سلیمان عن
عطاء قال کتب عمر بن الخطاب الی
عمالہ ان یوافوا بہ بالموسم (زمانہ حج) فوافوہ
فقام فقال ایہا الناس انی
بعثت عمالی ہؤلاء علیکم ولم
استعملہم لیصیبوا من ابشارکم ولا من
دمائکم ولا من اموالکم فمن کانت لہ
مظلمة عند احد منہم فلیقم قال فما قام من
الناس یومئذ غیر رجل واحد فقال یا
امیر المؤمنین عاملی ضربنی مائة سوط قال
فقال عمر أتضربہ مائة سوط قم فاستقد (قصاص لے)
منہ فقام الیہ عمرو بن العاص
فقال لہ یا امیر المؤمنین انک
ان تفتح ہذا علی عمالک کثر علیہم
وکانت سنة یاخذ بہا من
بعدک فقال عمر لا اقید (استفہام انکاری)
منہ وقد رأیت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقید من نفسہ
قم فاستقد فقال عمرو دعنا
اذا فلنرضہ

وسلم کو میل کچیل میں ڈال دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ اے ابو عبیدہؓ! اگر میں اپنے دین کے کام میں اہل دین سے مدد نہ لوں تو کس سے لوں؟ انھوں نے کہا کہ اچھا اگر آپ کو یہی کرنا ہے تو ان کو معاوضۂ عمل دے کر خیانت سے بچائیے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب آپ ان کو عامل بنائیں تو ان کے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کریں کہ وہ ذی احتیاج نہ رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا عبدالملک بن ابی سلیمان نے عطارؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ بزمانۂ حج مجھ سے آکر ملیں۔ جب سب آپؓ کے پاس جمع ہوگئے تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے ان عمّال کو تمھارے یہاں بھیجا اور میں نے ان کو اس لئے عامل نہیں بنایا کہ وہ تمھارے کھال ادھیڑیں اور تمھیں لہولہان کردیں اور تمھارے اموال چھین لیں تو جس شخص کا ان میں سے کسی پر انتقام کا حق ہو تو چاہیئے کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ تو اس دن لوگوں میں سے کوئی کھڑا نہ ہوا بجز ایک شخص کے کہ اس نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ میرے یہاں کے عامل نے میرے سو کوڑے مارے۔ (راوی نے) کہا کہ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے سو کوڑے مارے گا، اٹھ اور اپنا قصاص اس سے لے۔ تو عمروؓ بن العاص کھڑے ہوئے اور عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اگر آپ اپنے عمّال پر یہ راستہ کھولیں گے تو لوگ ان پر لوٹ پڑیں گے اور یہ ایک سنّت بن جائے گی جس پر وہ بھی عمل کرے گا جو آپ کے بعد ہوگا تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس سے قصاص نہ لوں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنی ذات سے قصاص لیتے ہوئے۔ اٹھ قصاص لے! تو عمرو نے کہا کہ اس صورت میں آپ ہم کو چھوڑیں کہ ہم اسکو راضی کرلیں۔

قال فقال دو نحو قال فارضوہ بان اشتریت
منہ بمائتی دینار کل سوط بدینارین
وحدثنی عبداللہ بن الولید عن عاصم بن ابی النجود
عن ابی بحر نمیر بن ثابت قال کان عمر اذا
استعمل رجلا اشہد علیہ رہطا من الانصار
وغیرہم واشترط علیہ اربعا الا یرکب برذونا
ولا یلبس ثوبا رقیقا ولا یاکل نقیا ولا
یغلق بابا دون حوائج الناس ولا یتخذ حاجبا
قال فبینما ہو یمشی فی بعض طرق
المدینۃ اذ ہتف بہ رجل أترٰی
ہذہ الشروط ینجیک من اللہ وعاملک
عیاض بن غنم علی مصر قد لبس الرقیق
واتخذ الحاجب فدعا محمد بن مسلمۃ و
کان رسولہ علی العمال فبعثہ وقال
ائتنی بہ علی الحال التی تجدہ علیہا
قال فاتاہ فوجد علی بابہ حاجبا فدخل
وعلیہ قمیص رقیق قال اجب امیر
المؤمنین فقال اطرح عنی ثیابی
فقال لا الا علی حالک ہذہ
فقدم بہ علیہ فلما رآہ عمر
قال انزع قمیصک ودعا بمدرعۃ
صوف وبربضۃ من غنم و
عصا فقال البس ہذہ المدرعۃ و
خذ ہذا العصا وارع
ہذہ الغنم و

کہاکہ اس پر عمرؓ نے کہا کہ ایسا کرلو۔ کہاکہ انھوں نے اس کو اس پر راضی کرلیاکہ اس سے حق انتقام خرید لیا گیا دو سو دینار میں ہر کوڑے پر دو دینار کے حساب سے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبداللہ بن الولید نے انھوں نے عاصم بن ابی النجود سے انھوں نے ابن ابی بحر نمیر بن ثابت سے انھوں نے کہاکہ عمرؓ جب کسی شخص کو عامل بنایا کرتے تھے تو انصار وغیرہ کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بنایا کرتے تھے اور اس پر چار شرط لازم کیا کرتے تھے کہ گھوڑے پر سوار نہ ہو اور نہ باریک کپڑے پہنے اور نہ عمدہ کھانا کھائے اور نہ دروازہ بند رکھے کہ لوگ اپنی حاجتوں کے لئے نہ آسکیں اور نہ کوئی دربان رکھے۔ کہاکہ پھر (ایسا ہوا کہ) مدینہ کے ایک راستہ پر جارہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پکار کر کہاکہ کیا آپ نے یہ خیال کرلیا ہے کہ بس یہ شرطیں (جو آپؓ عاملوں پر لگایا کرتے ہیں) آپ کو اللہ سے بچالیں گی، حالانکہ مصر پر جو آپ کا عامل عیاض بن غنم ہے اُس نے باریک کپڑے پہنے ہیں اور دربان بھی رکھ لیا ہے۔ تو آپؓ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا اور وہ عاملوں پر ان کے ایلچی ہوا کرتے تھے اور اُن کو بھیجا اور فرمایا کہ میرے پاس عیاض بن غنم کو لے کر آؤ اُسی حال سے جس پر تم اُس کو پاؤ۔ راوی نے کہاکہ محمد بن مسلمہ عیاض کے پاس پہنچے تو اُن کے دروازے پر دربان دیکھا۔ جب اندر داخل ہوتے تو اُن کے بدن پر باریک کپڑے کا کُرتہ دیکھا تو انھوں نے کہاکہ چلو امیر المؤمنینؓ کے پاس تو عیاض نے کہاکہ ذرا میں اپنے کپڑے بدل لوں تو انھوں نے کہاکہ نہیں بس اسی حال سے چلنا ہوگا تو وہ ان کو لے کر عمرؓ کے پاس آئے۔ جب اُن کو عمرؓ نے دیکھا تو کہاکہ اپنا کُرتہ اُتار اور ایک بالوں کا بنا ہوا کُرتہ منگایا اور ایک بکریوں کا ریوڑ منگایا اور ایک لاٹھی۔ پھر کہا کہ یہ کُرتا پہن اور یہ لاٹھی لے اور ان بکریوں کو چرا اور (ان کا دودھ

اشرب واسق من مرّ بك واحفظ
الفضل علينا قال اسمعت قال نعم
والموت خير من هذا فجعل يردّد عليه
ويردّد الموت خير من هذا فقال عمر
ولم تكره هذا وانما سمّي ابوك غانمًا
لانه كان يرعى الغنم أترى يكون عندك خير
قال نعم يا امير المؤمنين قال انزع ورده
الى عمله قال فلم يكن له عامل يشبهه
وحدثني الاعمش عن ابراهيم قال كان
عمر بن الخطاب رضي الله عنه اذا بلغه
ان عامله لايعود المريض ولا يدخل عليه
الضعيف نزعه وحدثني عبيد الله
ابن ابي حميد عن ابي المليح قال كتب عمر
ابن الخطاب الى ابي موسى الاشعري ان
آسِ الناس في مجلسك ووجهك حتى
لاييأس ضعيف من عدلك ولا يطمع
شريف في حيفك وحدثني شيخ
من علماء اهل الشام قد ادرك الناس
عن عروة بن رويم قال كتب عمر بن
الخطاب رضي الله عنه الى ابي عبيدة
ابن الجراح وهو بالشام اما بعد فاني كتبت
اليك بكتاب لم آلك و نفسي
خيرا الزم خمس خصال
يسلم لك دينك وتحظى بافضل
حظك اذا حضرك

پی اور جو تیرے پاس سے گزرے اُسے بھی پلا اور جو بچ جائے وہ ہمارے لئے محفوظ رکھ۔ کہا کیا تو نے سُن لیا۔ عیاض نے کہا ہاں اور موت اس سے بہتر ہے۔ تو انھوں نے عیاض پر پھر اپنا حکم دُہرایا اور عیاض نے اپنے جواب کو کہ موت اس سے بہتر ہے دُہرایا تو عمر رضؓ نے کہا اور کیوں تو اس کو بُرا سمجھ رہا ہے۔ جب کہ تیرے باپ کا نام رکھا گیا غانم کیونکہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے خیر حاصل ہو۔ عیاض رضؓ نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین رضؓ، فرمایا کہ اُتار اس (قمیص) کو اور ان کو ان کے عہدے پر واپس کر دیا۔ کہا کہ پھر ان کا کوئی عامل ایسا نہیں ہوا جو اُن کی وضع کے مشابہ ہو۔ (یعنی لباس فاخرہ سے سب بچتے رہے) اور مجھ سے روایت کیا اعمش نے اور اُن سے ابراہیم نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب کو جب یہ خبر پہنچتی کہ ان کا عامل مریض کی عیادت نہیں کرتا اور کمزور آدمی اُس تک نہیں پہنچتا تو اس کو الگ کر دیا کرتے تھے۔ اور مجھ سے روایت کیا عبید اللہ رضؓ ابن ابی حمید نے اور اُن سے ابی الملیح نے، کہا کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ اپنی مجلس میں اپنے رُوبرو لوگوں کی دلداری کرو تاکہ تمھارے عدل سے کمزور آدمی مایوس نہ ہو جائے اور کوئی شریف تمھارے ظلم پر نظر نہ جمائے۔ اور مجھ سے روایت کیا ایک شیخ نے اہل شام کے علماء میں سے جس نے بہت سے لوگوں کو پایا۔ اُس نے روایت کیا عُروہ بن رُویم سے اُنھوں نے کہا کہ عمر رضؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کو لکھا جب کہ وہ شام میں تھے۔ بعد حمد و صلوٰۃ میں نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کے اور اپنے نفس کے لئے خیر کی بات نہیں چھوڑی پانچ خصلتوں کو اپنے اُوپر لازم کر لو تو تمہارا دین سالم رہے گا اور تم کو اجر کا افضل حصہ دیا جائے گا۔ جب تمہارے سامنے مدعی

الخصمانِ فعلیک بالبیّناتِ العدولِ والایمانِ القاطِعۃِ ثم آدنِ الضعیف حتّے ینبسطَ لِسانہٗ و یجترے قلبہ و تعھّدِ الغریبَ فانہٗ اذا طالَ حبسُہٗ ترکَ حاجتہٗ و انصرفَ الے اھلہ و انّ الذی ابطلَ حقہٗ لم یرفع بہ راسًا و احرِصْ علے الصُلحِ مالم یستبِنْ لکَ القضاءُ و السّلام وحدثنے محمّد بن اسحٰق قالَ حدثنی مَن سمع طلحۃَ بن معدان الیعمری قال خطبنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنٰی علیہ ثم صلّٰے علے النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم و ذکر ابابکر الصّدیقَ فاستغفرلہٗ ثمّ قال ایہا النّاسُ انہ لم یبلُغْ ذوحقٍ فے حقِہٖ اَن یُطاعَ فے معصیۃِ اللہ وانّے لم اَجِدُ فے ھٰذا المال مصلحۃً اِلاّ خِلالاً ثلاثًا اَن یؤخذَ بالحقّ و یُعطٰے بالحقّ و یُمنَعَ من الباطل و انّما آنا و مالکم کوالے الیتیم ان استغنیتُ بہ استعفَفتُ و ان افتقرتُ اکلتُ بالمعروف ولستُ اَدَعُ احدًا یظلم احدًا ولایعتدے علیہ حتّے اضعَ خدّہ الارضَ و اَضعَ قدمےَ علے الخدّ الآخر حتّے یُذعِنَ بالحقّ و لکم علےّ ایہا النّاسُ خصالٌ

ومدعی علیہ حاضر ہوں تو تم کو عدول (یعنی معتبر لوگوں کی) گواہیوں پر اور قطعی قسموں پر دھیان رکھنا ضروری ہے۔ پھر ضعیف کو اپنے قریب بٹھاؤ یہاں تک کہ اس کی زبان کھل جائے اور اس کے قلب میں جرآت پیدا ہو جائے۔ اور غریب کا خیال رکھیئے جب وہ دیر تک محبوس رہیگا تو (جس حاجت کی وجہ سے وہ تمھارے یہاں تمھارے متوجہ ہونے کے انتظار میں محبوس رہا) وہ اپنی اس حاجت کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کی طرف واپس ہو جائے گا۔ اور جس نے باطل کر دیا (نفسانی خواہشوں حُبّ جاہ، حُبّ مال وغیرہ کو) وہ ان کی طرف سے سر اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور صلح کی حرص کرو (یعنی متخاصمین میں مصالحت کی کوشش کرو) جب تک تم پر فیصلہ عیاں نہ ہو جائے، والسّلام۔ اور مجھ سے روایت کیا محمّد بن اسحٰق نے، کہا مجھ سے اُس نے روایت کیا جس نے طلحہ بن معدان لیعمری سے سُنا۔ کہا کہ ہم کو عمر رض بن الخطاب نے خطبہ دیا پھر اللہ کی حمد وثنا کی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور ابوبکر صدّیق رض کا ذکر کیا اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کوئی صاحبِ حق اپنے حق کو نہیں پہنچے گا اس بات سے کہ اُس کی اطاعت کیجائے اللہ کی نافرمانی مین اور میں نے اس مال میں بہترین طریق عمل بجز ان تین خصائل پر کاربند ہونے کے اور کوئی نہیں پایا یعنی یہ کہ لیا جائے حق کے ساتھ اور دیا جائے حق کے ساتھ اور باطِل سے روکا جائے۔ اور میری اور تمھارے مال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یتیم کا والی ہو اگر میں اس سے مستغنی رہا تو بچا رہوں گا اور اگر حاجتمند رہا تو بقدرِ حاجت کھا لیا۔ اور میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے اور اس پر دست درازی نہ کرے حتے کہ میں اُس کے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا قدم اُس کے دوسرے رخسار پر رکھدوں گا یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو جائے۔ اور اے لوگو! تمھارے مجھ پر کچھ حقوق ہیں جن کو میں تم سے

اذکرہا لکم نحذونی بہا لکم علیّ ان
لا اجتبی شیئاً من خراجکم ولا
مما افاء اللہ علیکم الا من وجہہ ولکم
علیّ اذا وقع فی یدی الا یخرج منی
الا فی حقہ ولکم علیّ ان ازید اعطیاتکم
و ارزاقکم ان شاء اللہ وحدہ واسد لکم
ثغورکم ولکم علیّ ان لا القیکم فی
المہالک ولا اُجمرکم فی ثغورکم و
قد اقترب منکم زمان (یعنی نزدیک آمد بر شما زمانی) قلیل الامناء
کثیر القراء قلیل الفقہاء کثیر
الأمل یعمل فیہ اقوام للآخرۃ
یطلبون بہ دنیا عریضۃ تاکل دین
صاحبہا کما تاکل النار الحطب الا
فمن ادرک ذلکم منکم فلیتق اللہ ربہ
ولیصبر یا ایہا الناس ان اللہ
عظم حقہ فوق حق خلقہ فقال فیما عظم
حقہ ولا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ
والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر
بعد اذ انتم مسلمون ۰ الا و
انی لم ابعثکم امراء ولا
جبارین ولکن بعثتکم ائمۃ
الہدی یہتدی بکم فادرّوا (جاری کنید)
علی المسلمین حقوقہم و
لا تضربوہم
فتذلوہم

ذکر کرتا ہوں تو تم ان پر میری گرفت کرو۔ تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج میں سے (یعنی اس مال میں سے جو تمہارے لئے ہے) کوئی چیز چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس چیز میں سے جو اللہ بغیر جنگ کے تم کو عطا کرے بجز اس کے جو میں اس کی ذات کے لئے رکھوں (یعنی مصالح و ضروریاتِ جہاد کے لئے) اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ جب وہ مال میرے ہاتھ میں آجائے تو موضعِ حق کے علاوہ اور کہیں خرچ نہ ہو اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ تمہارے وظائف اور روزینوں میں اضافہ کردوں اگر اللہ واحد نے چاہا اور ملک کی حدود کو تمہارے لئے مضبوط کردوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تم کو ہلاکت کے مقام میں نہ ڈالوں اور نہ تم کو سرحدوں پر بند کئے رکھوں اور تم پر عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ (حکام) امانتدار کم ہوں گے، قرّاء بہت ہوں گے، فقہاء (یعنی قرآن کو سمجھنے والے) کم ہوں گے، لمبی آرزوئیں رکھنے والے بہت ہوں گے، اس زمانہ میں لوگ اعمالِ آخرت کو طلبِ دنیا کے لئے کریں گے جو ناپائیدار ہے اور اپنے ساتھی کے دین کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے تو یاد رکھو تم میں سے جو شخص اس زمانہ کو پائے تو چاہئے کہ اللہ سے جو اس کا رب ہے ڈرتا رہے اور چاہئے کہ صبر کرے لے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کو زیادہ عظمت اور فوقیت دی ہے اپنی مخلوق کے حق سے۔ اپنے حق کی عظمت کے بارے میں فرمایا ہے ولا یامرکم الخ (۳: ۸۰) اور (اللہ) نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو کیا وہ تم کو کفر کی بات بتلائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو" یاد رکھو کہ میں نے تم کو اُمراء اور لوگوں پر دراز دستی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا لیکن میں نے تم کو ائمہ ہدایت بنا کر بھیجا ہے کہ تم سے ہدایت حاصل کی جائے تو مسلمانوں پر اُن کے حقوق کا اجراء کرو اور نہ اُن کو مارو اور نہ ذلیل کرو

ولا تجمروہم فتفتنوہم و لا تغلقوا الابواب دونہم فیاکل قویہم ضعیفہم ولا تستاثروا علیہم فتظلموہم و لا تجہلوا علیہم و قاتلوا بہم الکفار طاقتہم فاذا رایتم بہم کلالۃ فکفوا عن ذلک فان ذلک ابلغ فی جہاد عدوکم ایہا الناس انی اشہدکم علی امراء الامصار انی لم ابعثہم الا لیفقہوا الناس فی دینہم ویقسموا علیہم فیئہم ویحکموا بینہم فان اشکل شئی رفعوہ الی قال وکان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول لا یصلح ھذا الامر الا بشدۃ فی غیر تجبر و لین فی غیر وہن و حدثنی عبید اللہ ابن ابی حمید عن ابی الملیح بن اسامۃ الہذلی قال خطب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ایہا الرعاء ان لنا علیکم حق النصیحۃ بالغیب و المعونۃ علی الخیر ایہا الرعاء انہ لیس من حلم احب الی اللہ و لا اعم نفعا من حلم امام و رفقہ ولیس من جہل ابغض الی اللہ ولا اعم ضررا من جہل امام و خرقہ و انہ من یاخذ بالعافیۃ فیما بین ظہرانیہ یعطی العافیۃ من فوقہ فی الاستیعاب

اور نہ اُن کو (سرحدات پر یا میدانِ جنگ میں) روکے رکھو کہ تم ان کو فتنہ میں ڈالو اور نہ اُن پر اپنے دروازے بند کرو کہ اُن میں کا طاقتور کمزور کو کھا جائے اور نہ اُن (غرباء) پر دوسروں کو مقدم کرو (ایسا کرکے) تم ان پر ظلم کروگے اور ان کے ساتھ جہالت کی بات نہ کرو اور بقدر اُن کی طاقت کے ان سے قتالِ کفار کا کام لو۔ پھر جب تم ان میں تھکاوٹ پاؤ تو اُن سے کام لینے سے رُک جاؤ کہ درحقیقت یہ اصول اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے میں تم کو دُور رس ثابت ہوگا۔ اے لوگو! میں تم کو اُمراء بلاد کے مقابل پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ وہ لوگوں کو اُن کے دین کی باتیں سمجھائیں اور اُن پر اُن کے مالی حصّے تقسیم کردیں اور اُن کے درمیان فیصلہ کریں پھر اُن کو کسی بات میں اشکال پڑے تو اس کو میرے پاس بھیجیں (راوی نے) کہا اور عمر بن الخطاب رضؓ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ امر درست نہیں ہوتا بغیر ایسی سختی کے جس میں دراز دستی نہ ہو اور بغیر ایسی نرمی کے جس میں فروگذاشت نہ ہو۔ اور مجھ سے روایت کیا عبید اللہ بن ابی حمید نے اُنھوں نے سنا ابو الملیح بن اُسامہ ہذلی سے اُنھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور فرمایا کہ اے امیرو ہمارا تم پر یہ حق ہے کہ تم پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور نیک کاموں میں اعانت کرو۔ اے امیرو یقیناً کوئی بردباری اللہ کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور عام نفع رکھنے والی امام کی بُردباری اور نرمی سے نہیں اور کوئی جہل اللہ کے نزدیک ناگوار اور نہ عام نقصان پہنچانے والا امام کے جہل اور اس کے حمق سے زیادہ نہیں ہے۔ اور جو شخص اپنے سامنے کھڑے ہوئے قصورواروں کو معاف کرنے کا طریق اختیار کرے گا اُس کو اُس کے اوپر سے (یعنی اللہ کی طرف سے) معافی دی جائے گی۔ استیعاب

توفی یزید بن ابی سفیان و استخلف
اخاہ معاویۃ علی عملہ فکتب الیہ
عمر بعھدہ علی ما کان یزید یلی
من عمل الشام ورزقہ الف دینار فی
کل شہر قال عمر اذا دخل الشام ورای
معاویۃ ہذا کسری العرب وکان قد
تلقاہ معاویۃ فی موکب عظیم فلما
دنا منہ قال لہ انت صاحب الموکب
العظیم قال نعم یا امیر المؤمنین قال
مع ما یبلغنی عنک من وقوف ذوی
الحاجات ببابک قال مع ما یبلغک من
ذلک قال ولم تفعل ہذا قال
نحن بارض جواسیس العدو بہا
کثیر فنحب ان نظہر من عز
السلطان ما نرھبھم بہ فان امرتنی
فعلت وان نھیتنی انتھیت فقال
عمر یا معاویۃ نسألک عن شیء
الا ترکتنی فی مثل رواجب
الضرس ان کان حقاً ما قلت انہ لرأی
اریب وان کان باطلاً انہا
لخدعۃ ادیب قال فمرنی
یا امیر المؤمنین قال لا آمرک
ولا انہاک فقال عمرو
یا امیر المؤمنین ما احسن
ما اصدر الفتی عما

کہ یزید بن ابی سفیانؓ کا انتقال ہوا تو اُن کے عمل پر اُن کی جگہ مقرر
ہونا چاہا اُن کے بھائی معاویہؓ نے تو اُن کو عمر رضی اللہ عنہ نے
تقرر نامہ لکھ کر بھیجدیا کہ ان ہی شرائط پر منظوری ہے جن شرائط
پر یزیدؓ شام میں عامل کا فرض انجام دیتا تھا اور ان کا الاؤنس
ایک ہزار دینار ماہوار مقرر کیا۔ جب عمرؓ شام میں داخل ہوئے
اور اُنھوں نے معاویہؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ عرب کا کسریٰ ہے اور
معاویہؓ ان سے ملنے کے لئے ایک شاندار سواری پر بیٹھ کر آئے تھے
تو اُن سے فرمایا کہ تو بڑی شاندار سواری والا ہے۔ معاویہؓ نے کہا
ہاں اے امیر المؤمنین! فرمایا کہ اس کے ساتھ تیرے متعلق مجھے
یہ اطلاع بھی پہنچی ہے کہ صاحب حاجات کو تیرے دروازے پر
کھڑا رہنا بھی پڑتا ہے۔ معاویہؓ نے کہا کہ اس اطلاع کے ساتھ
اور کیا چیز (یعنی اس کی کیا وجہ) آپ کے پاس پہنچی۔ آپ نے
فرمایا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ ہم ایسی سرزمین
میں ہیں جہاں دشمنوں کے جاسوس بکثرت ہیں اس لئے ہم اس
کو پسند کرتے ہیں کہ شوکت حکومت کے لئے ہم ایسی چیزوں کا
اظہار کریں جن سے ہم ان کو مرعوب کرسکیں۔ تو اگر آپ مجھے حکم
(یعنی اجازت) دینگے تو ایسا کرتا رہوں گا اور اگر آپ نے منع کیا
تو رُک جاؤں گا تو عمرؓ نے کہا اے معاویہ میں تجھ سے جس
چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا ہوں تو مجھے ایسا کر ڈالتا ہے جیسے
کوئی طاقتور پنجہ میں پکڑا گیا ہو۔ اگر تو نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے
تو یہ ایک اریب (یعنی صاحب عقل) کی رائے ہے اور اگر جھوٹ
ہے تو ایک ادیب (باتونی) کا دھوکا ہے۔ معاویہؓ نے کہا اے
امیر المؤمنین میرے لئے حکم دیجئے فرمایا کہ نہ تجھے حکم دوں گا اور نہ
منع کروں گا۔ اس کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کہا اے امیر المؤمنین
یہ جوان کس خوبصورتی سے کود گیا اس موقع سے جس میں آپ نے

١٧/١

اوردتہ فیہ قال الحسن مصادرہ وموارده
جشمناہ ماجشمناہ (کلفناہ الثقل) و فی الاستیعاب یعلی
ابن امیۃ استعملہ ابوبکر علی بلاد حلوان
فی الردۃ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن
فحمی لنفسہ حمی فبلغ ذلک عمر
و امرہ ان یمشی (پیدل) علی رجلیہ الی
المدینۃ فمشی خمسۃ ایام او ستۃ
الی سعدۃ و بلغہ موت عمر فرکب
وفی الاستیعاب النعمان بن عدی
العدوی ولاہ عمر میسان ولم یول
عمر رجلا من قومہ عدویا غیرہ
و اراد امراتہ علی الخروج معہ الی
میسان فابت علیہ فانشد النعمان
ابیاتا و کتب بہا الیہا وہی ۵ فمن مبلغ
الحسناء ان حلیلہا ، بمیسان یسقی فی
زجاج و حنتم (شوہر، کوزہ سبز) ، اذا شئت غنتنی
دہاقین قریۃ ، و صناجۃ تحذو
علی کل میسم ، اذا کنت ندمانی
فبالاکبر اسقنی ، و لا تسقنی بالاصغر
المتثلم (کاسہ خورد رخنہ دار) ، لعل امیر المومنین یسوءہ
تنادمنا فی الجوسق المتہدم (شکستہ)
فبلغ ذلک عمر فکتب الیہ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ۔ حم ۔ تنزیل
الکتاب من اللہ العزیز
العلیم ۔

اُسے گرایا تھا۔ فرمایا کہ اس کے پھنسنے اور خوبصورتی سے نکل جانے کی
وجہ سے ہی ہم نے اس پر اس ذمہ داری کا بار ڈالا ہے جو ڈالا ہے۔
اور استیعاب میں ہے کہ یعلی بن اُمیہ کو عامل بنایا تھا ابوبکرؓ نے حلوان
کے شہروں پر ردت کے زمانہ میں پھر وہ عمرؓ کے عامل رہے یمن کے
ایک علاقہ میں تو انھوں نے اپنے لئے ایک شکارگاہ مخصوص کرلی۔
اس کی اطلاع عمرؓ کو پہنچی اور انھوں نے حکم بھیجا کہ پیدل چل کر
مدینہ تک آئے تو وہ پانچ یا چھ دن پیدل چل کر سعدہ تک پہنچے۔ وہاں
ان کو عمرؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو سوار ہو گئے۔ اور استیعاب میں
ہے کہ نعمان بن عدی عدوی کو عمر رضی اللہ عنہ نے میسان کا والی
بنایا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم میں سے کسی عدوی (یعنی
بنی عدی کے شخص) کو اس کے سوا والی نہیں بنایا اور اُس نے اپنی
بیوی سے بھی یہ چاہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ میسان کی طرف چلے مگر
اس نے انکار کردیا تھا تو نعمان نے چند ابیات کہے اور ان کو لکھ کر
اُس کے پاس بھیجے اور وہ یہ ہیں ۵ فمن مبلغ الحسناء (ترجمہ)
اُس حسینہ کو یہ خبر پہنچانے والا کوئی ہے کہ اس کا شوہر میسان میں
خوب پی رہا ہے شیشہ کے جام اور حنتم میں (یعنی ایسے کوزۂ شراب
میں جس پر سبز روغن ہوتا ہے) جب میں چاہتا ہوں تو مجھے گاؤں
کی لڑکیاں گانا سناتی ہیں، اور ایسی چنگ بجانے والی عورتیں
جو گاتی ہیں اپنی پوری خوبصورتی کے اظہار کے ساتھ۔ (اے ساقی)
جب تو میرا ہمنشین ہے تو مجھے سب سے بڑا جام پلا۔ اور مجھے چھوٹا
اور چوتا ٹپکتا جام نہ پلا۔ شاید امیرالمومنین کو برا لگے ہمارا ایک دوسرے
کا ہمنشین بننا ایسے قصر میں جو شکستہ ہوا جارہا ہے۔" یہ اشعار
حضرت عمرؓ تک پہنچ گئے تو ان کو خط لکھا بسم اللہ الرحمن
الرحیم ۔ حٰمٓ ۔ تنزیل الکتاب الخ (۴۰: ۱-۲-۳) حٰم۔ یہ کتاب
اُتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ الآیۃ" امابعد فقد بلغنی قولک لعلّ امیرَ المؤمنین یسوءُہ تنادُمنا فی الجوسقِ المتھدّمِ وایمُ اللہ لقد سَاءَنی ذلک وعَزَلَہٗ (معزول کرد) فلمّا قدِم علیہ سألہ فقال واللہ ماکانَ من ہذا شیءٌ وماکان الا فضل شعرٍ وجدتُہٗ وماشربتُہا قطّ فقال عمر اظنّ ذلک لاتعمل لی عملاً ابداً وازانجملہ آنکہ برشوارعِ طُرق عاشران را نشاند وزکوٰۃ از مسلمین وعُشور از حربیان تحصیل نمود قال ابو یوسف حدثنا اسمٰعیل ابن ابراہیم بن المھاجرؒ قال سمعتُ ابی یذکرُ قال سمعتُ زیاد بن حُدیر قال ان اوّلَ من بعثَ عمر بن الخطاب علی العشورِ ہٰہنا انا قال فامرنی ان لااُفتّش احدًا وما (موصولہ) مرّ علیّ من شیٍٔ اخذتُ من حساب اربعینَ درہمًا درہمًا من المسلمین واخذتُ من اہل الذمّۃ من عشرین واحدًا وممّن لاذمّۃ لہ العشرَ قالَ وامرنی ان اُغلّظ (سختی کنم در سخن) علی نصاریٰ بنی تغلب قال انہم قومٌ من العرب ولیسوا من اہلِ الکتاب فلعلّہم یُسلمون قال کان عمر قد اشترط علی نصاریٰ بنی تغلبَ ان لایُنَصّروا اولادہم وحدثنا سرّی بن اسمٰعیل عن عامر الشعبی عن زیاد بن حدیر الاسدی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بعثہ علی عشور العراق والشام و

گناہ کا بخشنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے۔" آخر تک، امابعد مجھ تک تمہارا قول لعلّ امیر المؤمنین یسوءہ۔ تنادُمنا فی الجوسق المتھدم۔ پہنچ گیا۔ اور خدا کی قسم یہ مجھے بہت بُرا لگا۔" اور ان کو معزول کر دیا۔ پھر جب وہ آکر اُن سے ملے تو اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا خدا کی قسم اس میں کچھ بھی واقعیت نہیں تھی اور بجز فضول اشعار کے جو میرے خیال میں آگئے اور کچھ بھی نہیں اور میں نے شراب کبھی نہیں پی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بھی ایسا ہی گمان کرتا ہوں۔ لیکن اب تم کبھی میرے عامل نہ بن سکوگے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ سڑکوں کے ناکوں پر عاشروں (یعنی محصول لینے والوں) کو بٹھایا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ اور حربیوں سے عُشر (دسواں حصّہ) حاصل کیا۔ ابو یوسفؒ نے کہا ہم سے روایت کیا اسماعیل بن ابراہیم بن المہاجرؒ نے۔ کہا کہ مَیں نے اپنے باپ سے سُنا جو بیان کرتے تھے کہ مَیں نے سُنا زیاد بن حُدیر سے اُنھوں نے کہا کہ سب سے پہلا شخص جس کو عمرؓ بن الخطاب نے عشروں کے وصول کرنے کے لئے یہاں بھیجا میں ہوں تو مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی نہ لوں اور جو چیز میرے سامنے سے گزرے میں چالیس درہم پر ایک درہم کے حساب سے مسلمانوں سے لوں اور اہلِ ذمّہ سے بیس درہم میں سے ایک درہم اور اُس شخص سے جس کا ذمہ نہیں ہے دسواں حصّہ۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں بنی تغلب کے نصاریٰ سے گفتگو میں کھُردرا پن رکھوں۔ کہا کہ وہ عرب میں کی ایک قوم ہیں اور وہ اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں تو شاید وہ اسلام لے آئیں۔ کہا کہ عمرؓ نے بنی تغلب کے نصاریٰ پر یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ وہ اپنی اولاد کو نصاریٰ نہ بنائیں گے۔ اور ہم سے روایت کیا سرّی ابن اسمٰعیل نے اُن سے عامر شعبی نے اُن سے زیاد بن حُدیر اسدی نے کہ عمر بن الخطابؓ نے اُن کو شام اور عراق کے عُشروں پر بھیجا اور

أمره أن يأخذ من المسلمين ربعَ العشر
ومن اهلِ الذمّة نصف العشر ومن
اهلِ الحرب العشر فمرّ عليه رجلٌ من بني
تغلب من نصارى العرب ومعه فرسٌ
فقوّموها عشرين الفًا فقال أعطني الفرس
وخذ مني تسعة عشر الفًا قال فأعطاه
الفًا وأمسك الفرس قال ثم مرّ عليه
راجعًا في سنته فقال له أعطني الفًا
فقال له التغلبي كلما مررتُ بك تأخذ
مني الفًا قال نعم فرجع التغلبي الى عمر
ابن الخطاب فوافاه بمكة وهو في بيتٍ
فاستأذن عليه فقال من انت قال
رجلٌ من نصارى العرب وقصّ عليه قضيته
فقال له عمر كُفِيتَ لم يزده على
ذلك قال فرجع الرجل الى زياد بن
حُدير وقد وطّن نفسه على ان يعطيه
الفًا فوجد كتاب عمر قد سبق اليه
مَن مرّ عليك فاخذتَ منه صدقةً فلا تأخذ
منه شيئًا الى مثل ذلك اليوم
من قابلٍ الّا ان تجده فضلًا
قال فقال الرجل قد والله كانت
نفسي طيبةً ان أعطيك الفًا

ان کو حکم دیا کہ مسلمانوں سے عُشر کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصّہ) لیں اور اہلِ ذمہ سے عُشر کا آدھا (یعنی بیسواں) اور اہلِ حرب سے دسواں حصّہ۔ تو اُن پر بنی تغلب میں کا جو عرب کے نصاریٰ میں سے تھے ایک شخص گزرا اور اُس کے ساتھ ایک گھوڑا تھا جس کی قیمت کا اندازہ اُس نے بیس ہزار لگایا تو اُنھوں نے کہا کہ تو مجھے گھوڑا دیدے اور مجھ سے اُنّیس ہزار لے لے یا گھوڑا اپنے پاس رکھ اور مجھے ہزار دیدے کہا کہ اُس نے ایک ہزار دیدیئے اور گھوڑا روک لیا۔ بیان کیا کہ وہ شخص اسی سال لوٹتے ہوتے پھر زیاد کی طرف گزرا۔ انھوں نے اس سے کہا کہ ایک ہزار اور دے تو اُن سے تغلبی نے کہا کہ جب میں تیری طرف گزروں گا تو مجھ سے ایک ہزار لے گا؟ کہا کہ ہاں! تو وہ لوٹ کر عمرؓ بن الخطاب کی طرف پہنچا اور اُن سے مکہ میں جاکر ملا جب کہ وہ گھر میں تھے اور اُن سے ملنے کی اجازت چاہی تو آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں عرب کے نصاریٰ میں کا ایک شخص ہوں اور اُس نے اپنا قضیہ آپ کو سُنایا تو آپ نے فرمایا کُفِیْتَ (یعنی تجھے لوٹا دیا گیا ہٹا دیا گیا[ع]) اس پر اور کوئی لفظ نہیں بڑھایا۔ کہا کہ وہ نصرانی پھر زیاد بن حُدیر کے پاس لوٹ کر آیا اور اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ اُس کو ایک ہزار دیدے تو یہاں آکر اُس نے یہ دیکھا کہ عمرؓ کا یہ ہدایت نامہ اس سے پہلے پہنچ چکا ہے کہ جو شخص تم سے گزرے اور تم نے اُس سے محصول لے لیا ہے تو اگلے سال کے اس دن تک اس سے اور کچھ نہ لو الّا یہ کہ تم اس کے پاس زائد مال دیکھو۔ تو اُس شخص نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ بخدا کہ میرا نفس تو اس پر راضی ہو گیا تھا کہ میں تم کو ایک ہزار دیدوں

ع اس لفظ کے معنے میں کئی احتمالات تھے۔ ایک یہ کہ ہم تیرے لئے کافی ہو گئے اس لئے تجھے واپس ہونا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ تجھے لوٹا دیا گیا جو کچھ محصّل کہتا ہے اس میں تغیر نہیں کیا جاتے گا۔ وہ نصرانی اس کا یہی مطلب سمجھا" مترجم

وانی اشہد اللہ انی بریٔ من النصرانیۃ
وانی علی دین الرجل الذی کتب الیک
ہذا الکتاب۔ وازانجملہ آنکہ تجارِ حربیان را
مستأمن ساخت و اذن داد کہ در دار
الاسلام درآیند و بامسلمانان بیع و شرار
کنند قال ابو یوسف رح حدثنا عبد الملک
ابن جریج عن عمرو بن شعیب ان اہل
منبج (بروزن مجلس نام جائے) قوم من اہل الحرب وراء البحر
کتبوا الی عمر بن الخطاب دعنا
ندخل ارضک تجاراً او تعشرنا قال فشاور
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی
ذلک فاشاروا علیہ بہ وکانوا اول من
عشر من اہل الحرب وازانجملہ آنکہ باحسان
اہل ذمہ تاکید فرمود۔ قال ابو یوسف حدثنی
حصین بن عمرو بن میمون عن عمر انہ قال
اوصی الخلیفۃ من بعدی باہل الذمۃ ان
یوفی لہم بعہدہم وان یقاتل وراءہم
ولا یکلفوا فوق طاقتہم قال وحدثنا
ہشام بن عروۃ عن ابیہ ان عمر بن
الخطاب مر بطریق الشام وہو
راجع فی مسیرہ من الشام علی قوم قد اقیموا
فی الشمس یصب علی رؤسہم الزیت
فقال ما بال ہؤلاء فقالوا علیہم
الجزیۃ لم یؤدوھا فہؤلاء یعذبون
حتی

اور میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نصرانیت سے بیزار ہو گیا ہوں
اور اب میں اُس شخص کے دین پر آگیا ہوں جس نے تمہارے
پاس یہ تحریر لکھ کر بھیجی ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے
دار الحرب کے تاجروں کو مستأمن بنایا اور اجازت دی کہ وہ دار
الاسلام میں آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کریں۔
ابو یوسف رح نے کہا کہ ہم سے روایت کیا عبد الملک بن جریج نے عمرو
ابن شعیب سے کہ اہل منبج (مقام کا نام) نے جو دریا پار اہل حرب
کی ایک قوم ہیں عمر رض بن الخطاب کو لکھا کہ ہم کو اجازت دو کہ
ہم تمہاری سرزمین میں تجارت کے لئے داخل ہوں۔ آپ ہم سے
عشر لے لیں۔ کہا کہ پھر عمر رض نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ تو انھوں نے اس کی منظوری کا مشورہ
دیا۔ اہل حرب میں سے یہ لوگ اُن سب سے پہلے ہیں جن سے عشر لیا
گیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اہل ذمہ کے ساتھ
نیک برتاؤ کی تاکید فرمائی۔ ابو یوسف رح نے کہا مجھ سے روایت کیا
حصین بن عمرو بن میمون نے عمر رض سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے
بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں اہل ذمہ کے بارے میں کہ اُن سے
جو عہد کیا گیا ہے اُس کو پورا کیا جائے اگرچہ اُن کے سوا (اُن کے
دوسرے لوگوں) سے قتال کر رہے ہوں اور اُن کو اُن کی طاقت
سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔ کہا اور ہم سے روایت کیا ہشام
ابن عروہ نے اپنے باپ سے کہ عمر رض بن الخطاب کا گزر شام کے ایک
راستہ سے جب کہ وہ اپنے شام کے سفر سے واپس آرہے تھے ایک
ایسی قوم پر ہوا جن کو دھوپ میں کھڑا کیا گیا اور اُن کے سر پر
تیل ڈالا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ حال کیوں
ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں کے ذمہ جزیہ ہے جس کو ان
لوگوں نے ادا نہیں کیا اس لئے ان کو تکلیف دی جا رہی ہے تاکہ

یودّوا فقال عمر فما یقولون ما یعتذرون بہ فی الجزیۃ قال یقولونَ لانجد قال فدعوہم لاتکلّفوہم مالا یُطیقوْن فانّی سمعتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول لاتعذّبوا الناسَ فانّ الّذین یُعذّبون النّاسَ فی الدّنیا یُعذّبہم اللّٰہ تعالٰی یومَ القیٰمۃِ فامَرَبہم فخلّی سبیلُہم وحدّثنی عمر بن نافع عن ابی بکر قالَ مرَّ عُمر بن الخطّاب بباب قوم وعلیہ سائل یَسْأَل شیخٌ کبیرٌ ضریرُ البصر فضرَبَ عَضُدَہ من خلفِہ وقال من ایّ اہل الکتاب انتَ قال یہودیٌّ قال فما الجأک الیٰ ما ارٰی قال الجزیۃُ والحاجۃُ والسِنّ قال فاخذ عُمر بیدہ الیٰ منزلہ فرضخ لہٗ بشیٍٔ من المنزل ثمّ ارسلَ الیٰ خازن بیتِ المال فقال انظُرْ ہٰذا وضُرَبَاءَہ فواللّٰہ ما انصفناہُ اذْ اکلنا شبیبتَہٗ ثمّ نخذُلہ عند الہرم اِنّمَا الصَّدَقٰتُ لِلفُقَراءِ وَالمَسٰکِیْنِ والفقراءہم المسلمون وھٰذا من مساکین اہل الکتاب ووَضعَ عنہ الجزیۃ وعن ضُرَبائہ قال ابو بکر انا شہدتُ ذٰلک من عُمر ورآیتُ

یہ اس کو ادا کریں. تو عمرؓ نے کہا تو یہ لوگ کیا کہتے ہیں، جزیہ ادا نہ کرنے کا کیا عذر بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ فرمایا کہ تو ان کو چھوڑ دو اور ان کو ایسی تکلیف نہ دو جس کی یہ طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کو عذاب نہ دو کیونکہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عذاب دے گا۔ پھر ان کے لئے حکم دیا تو ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور مجھ سے روایت کیا عمرؓ بن نافع نے ابو بکرؓ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک قوم کے دروازے پر ہوا اور اس پر ایک سائل بیٹھا ہوا سوال کر رہا تھا جو بڑی عمر کا بوڑھا تھا اور اندھا تھا تو آپ نے اس کے پیچھے سے اس کے بازو پر ہاتھ مار کر پوچھا کہ تو کونسے اہل کتاب میں سے ہے؟ اس نے کہا یہودی ہوں۔ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے اس حال میں ڈالا جس میں کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں۔ اس نے کہا جزیہ نے اور ضرورت نے اور بڑھاپے نے۔ تو عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے گھر تک لائے اور گھر پر پہنچا کر اسے کچھ دیا۔ پھر بیت المال کے خزانچی کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کی خبر گیری کرو اور اس جیسے سب لوگوں کی۔ واللہ ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا جب کہ ہم نے کھا لیا ان کی جوانی کی کمائی کو پھر ان کو رسوا کریں بڑھاپے کے وقت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ یعنی صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں۔ اور "فقراء" یہ لوگ مسلمان ہیں۔ اور یہ شخص اہل کتاب کے مساکین میں سے ہے (اس لئے "والمسکین" کے عموم میں یہ بھی داخل ہے) اور آپ نے اس شخص سے اور اس کی مانند سب لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا ابو بکرؓ نے کہا کہ عمرؓ کی اس کارروائی کے وقت میں موجود تھا اور میں نے

الشیخ " و از انجملہ آنکہ تفحص مجامع ناس
می فرمود تا فتنہ بر نہ خیزد قال ابو یوسف
حدثنی اسرائیل عن سماک بن حرب
عن ابی سلامۃ قال ضرب عمر بن الخطاب
رجالاً و نساءً ازدحموا علی حوض قال
فلقیہ علیؓ فسألہ فقال انی اخاف
ان اکون قد ہلکتُ فقال علیؓ ان
کنتَ ضربتہم علی غشٍ و عداوۃٍ فقد
ہلکتَ و ان کنتَ ضربتہم علی نصحٍ
و اخلاصٍ فلا بأس انما انتَ داعٍ
و انما انتَ مؤدبٌ و از انجملہ آنکہ
شعراء را نہی شدید فرمود از ہجو
فی الاستیعاب ہجی شاعرٌ الزبرقان
بقولہ ؎ دَعِ المکارمَ لا ترحلْ
لبغیتہا ؛ واقعد فانک انت
الطاعمُ الکاسی ؛ فشکاہ الزبرقان
الی عمرَ فسألَ عمرُ حسان بن
ثابتٍ عن قولہ ہذا فقضی لہ انہ
ہجوٌ لہ و ضعۃٌ منہ فالقاہ عمر
فی المطمورۃ حتی شفع لہ
عبدالرحمن بن عوف و الزبیر
فاطلقہ بعد ان اخذ علیہ العہد و
اوعدہ ان لا یعود لہجاء احدٍ ابداً
و از انجملہ آنکہ فاروق اعظم رض در
معرفتِ اخلاقِ رجال و مبلغ ہمت

اُس بوڑھے کو دیکھا ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کے
مجامع کا حال بھی معلوم کرتے تھے تاکہ کوئی فتنہ نہ اُٹھے۔ ابویوسفؒ
نے کہا مجھ سے روایت کیا اسرائیل نے اُن سے سماک بن حرب نے اُن
سے ابوسلامہ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کچھ مردوں اور عورتوں کو
مارا جنھوں نے ایک حوض پر بھیڑ لگا رکھی تھی۔ کہا کہ پھر ان سے
علیؓ نے ملاقات کی تو اُن سے آپ نے سوال کیا اور کہا کہ مجھے
یہ اندیشہ ہے کہ میں کچھ ہلاکت کا کام کر گزرا ہوں۔ کہا کہ علیؓ نے
جواب دیا کہ اگر آپؓ نے اُن کو مارا تھا کسی کینہ اور دشمنی کی بناء پر
تو بیشک آپ ہلاک ہوگئے۔ اور اگر آپ نے اُن کو مارا اُن کی خیر
خواہی اور اخلاص کی وجہ سے تو کوئی اندیشہ نہیں۔ اور آپ
تو داعی ہیں (یعنی لوگوں کو نیکی کی طرف بلانے والے) اور آپ یقیناً
ایک ادب سکھانے والے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ
نے شاعروں کو کسی کی ہجو کرنے کی سخت ممانعت کی۔ استیعاب
میں ہے کہ ایک شاعر نے زبرقان کی اس شعر سے ہجو کی ؎
دَعِ المکارِمَ الخ یعنی بزرگیوں (کے حاصل کرنے کے خیال) کو
چھوڑ، ان کی طلب کے لئے سفر نہ کر۔ اور بیٹھا رہ کہ تو تو صرف
کھانے پینے اور کپڑے پہننے والا ہے۔" تو اس کی شکایت لے
گئے زبرقان عمرؓ کے پاس۔ تو عمرؓ نے اس قول کے بارے
میں حسان بن ثابتؓ سے سوال کیا تو اُنھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ
بیشک یہ ان کی ہجو اور توہین ہے اُس کی طرف سے۔ تو عمرؓ
نے اس شاعر کو ایک تہ خانہ میں قید کر دیا یہاں تک کہ آپ سے
اُس کی سفارش کی عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور زبیرؓ نے تو اُس کو یہ
عہد اور وعدہ لینے کے بعد کہ آئندہ کبھی کسی کی ہجو نہ کرے گا آپ
نے رہا کیا۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ لوگوں
کے اخلاق (قومی و طبعی) کی شناخت اور اُن کی ہمت کی آخری

ایشان و دانستن مرتبہ ہر یکے کہ اورا دران می باید داشت حذاقتے عجیب داشتہ و آن یکے از خوارقِ عاداتِ او رضی اللہ عنہ میتوان شمرد و در اصل رکنِ اعظمِ خلافت ہمین خصلت است و درحق ہر شخصے ہر کلمہ کہ گفتہ است بالآخر مصداقِ ہمان کلمہ ازوے بظہور آمد فی الاستیعاب کَتَبَ الی النّعمان بن مُقرن اسْتَشِرْ و اسْتَعِنْ فی حربک بطُلیحۃ و عمرو بن معدیکرب ولا تُوَلِّہما من الامرِ شیئًا فان کلَّ صانعٍ اعلم بصَنَاعَتِہٖ و فی الاستیعاب کعب بن سور کان جالسًا عند عمر فجاءت امرأۃ فقالَتْ ما رأیتُ قطّ رجلاً افضلَ من زوجی انّہ لیَبِیتُ لیلتہٗ قائمًا و یظلّ نہارَہٗ صائمًا فی الیوم الحارّ ما یُفطِر فاستغفرلہا عمرُ و اَثنٰے علیہا و قال مِثلُکِ اَثنٰی بالخیر و قالہ فاستحیت المرأۃ (فالعدم فہم عمر مرادہا ۱۲) و قامت راجعۃً فقال کعب بن سور یا امیرَ المؤمنین ہلّا اَعدیتَ (مدد نکردی ۱۲) المرأۃَ علی زوجہا اذ جاءت تستعدیک (از تو مدد میخواست ۱۲) فقالَ کذلک ارادتْ قال نعم قال رُدّوا علَیَّ المرأۃَ فرُدّتْ

حد کی پہچان اور ہر شخص کے مرتبہ کی تشخیص کا کہ اس کو جس درجہ میں رکھنا چاہیئے بڑا ملکہ رکھتے تھے اور اس کو آنجناب رضی اللہ عنہ کے خوارقِ عادات میں شمار کرسکتے ہیں اور در اصل خلافت کا رکنِ اعظم یہی خصلت ہے اور جس شخص کے حق میں آپ نے کوئی کلمہ فرما دیا ہے بالآخر ظہور میں آگیا ہے کہ وہ اس کلمہ کا مصداق ہے۔ استیعاب میں ہے کہ آپ نے نعمان بن مقرن کو لکھا کہ اپنی جنگ کے امور میں مشورہ اور مدد لیتے رہو طلیحہ اور عمرو بن معدیکرب سے اور ان دونوں کو اس امر میں کسی چیز کا اختیار نہ دینا۔ع۵ کیونکہ ہر ایک اپنی ہی کاریگری کو بخوبی جانتا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ کعب بن سور عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آکر کہنے لگی کہ اپنے شوہر سے زیادہ صاحب فضیلت میں نے کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ وہ تمام رات جاگتا ہے (نماز میں کھڑا رہ کر) اور گرم دنوں میں بھی کچھ نہیں کھاتا ہمیشہ روزے رکھتا ہے تو عمرؓ نے اس عورت کو دعا دی اور اس کی تعریف کی اور کہا کہ تجھ جیسی ہی کو یہ زیبا ہے کہ بھلائی کے ساتھ تعریف کرے اور اس کی خیر کا ذکر کرے۔ وہ عورت جھینپ گئی اور اٹھ کر چلی گئی۔ تو کعب بن سور نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اس عورت کی اس کے شوہر کے مقابلہ پر مدد نہ فرمائی کیونکہ وہ آپ سے مدد مانگنے آئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا اس کی یہ مراد تھی؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس عورت کو لوٹاؤ تو وہ واپس لائی گئی۔ آپ نے

ع۵ یعنی دونوں لڑائی کے فنون سے تو خوب واقف ہیں مگر سیاسی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یہ وہی طلیحہ اسدی ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدعی نبوت بھی بن چکے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلوار نے ان سے توبہ کرائی تھی اور عمرو بن معدیکرب بھی ان کے ہمنوا بن کر مرتد ہو گئے تھے اور آخر کار تائب ہو کر دوبارہ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ دونوں شجاعت میں اونچا درجہ رکھتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر بیش بہا مجاہدانہ خدمات کرتے رہے اور اسلام پر قائم رہے ۱۲ مترجم

قال لہا لا باس بالحق ان تقولیہ ان ہذا زعم انک جئت تشکین انہ یجتنب فراشک قالت اجل انی امرأۃ شابۃ وانی ابتغی ما یبتغی النساء فارسل الی زوجہا فجاء وقال لکعب اقض بینہما فقال امیر المؤمنین احق بان یقضی بینہما فقال عزمت علیک لتقضین بینہما فانک فہمت من امرہما مالم افہم قال فانی اری لہا یوما من اربعۃ ایام کان لزوجہا اربع نسوۃ فاذالم یکن غیرہا فانی اقضی لہ بثلثۃ ایام ولیالیہا یتعبد فیہن ولہا یوم ولیلۃ فقال عمر واللہ ما رأیک الاول باعجب الی من الآخر اذہب فانت قاض علی البصرۃ وفی الاستیعاب النعمان بن مقرن قدم المدینۃ من عند سعد بفتح القادسیۃ وورد حینئذ علی عمر اجتماع اہل اصبہان وہمدان والری وآذربیجان ونہاوند فاقلقہ وشاور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ علی بن ابی طالب ابعث الی اہل الکوفۃ فیسیر ثلثاہم ویبقی ثلثہم

اُس سے فرمایا کہ سچی بات میں کوئی ڈر نہیں اگر تو اُس کو کہدے۔ اس شخص نے یہ سمجھا ہے کہ تو یہ شکایت لے کر آئی تھی کہ تیرا شوہر تیرے بستر سے الگ رہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں ایک جوان عورت ہوں اور مجھے بھی اس امر کی خواہش ہوتی ہے جس کی سب عورتوں کو ہوتی ہے۔ تو آپ نے اُس کے شوہر کو بلوایا۔ وہ آگیا۔ اور کعبؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تو انھوں نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا بڑا حق امیر المؤمنین کا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے طے کر لیا ہے کہ اس کا فیصلہ تم ہی کرو کیونکہ تم ہی سمجھے ہو ان دونوں کے امر کو جسے میں نہیں سمجھا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ پھر میری رائے تو یہ ہے کہ اس عورت کے لئے ہر چار دنوں میں سے ایک دن ہونا چاہئے گویا اس کے شوہر کے پاس چار بیویاں ہیں تو جب کہ اس کے سوا اور کوئی بیوی نہیں تو اس کے لئے میں تین دن اور تین راتوں کا حق تجویز کرتا ہوں کہ وہ ان میں عبادت کرتا ہے اور اس عورت کے لئے ایک دن اور ایک رات۔ تو عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمھاری پہلی رائے میرے نزدیک اس دوسری رائے سے زیادہ عجیب نہیں (یعنی یہ اُس سے بھی بڑھ گئی) جاؤ۔ اب تم بصرہ پر قاضی بنا دیئے گئے۔ اور استیعاب میں ہے کہ نعمان بن مقرن سعدؓ کے پاس سے فتح قادسیہ کی خبر لے کر مدینہ میں آئے اور اسی زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اہل اصبہان وہمدان واہل رے و اذربیجان ونہاوند کے اجتماع کی اطلاع پہنچی جس نے آپ کو بے چین کر دیا اور آپ نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ اہل کوفہ کے پاس حکم بھیجیں (وہاں جس قدر مجاہدین ہیں) اُن کے دو تہائی مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائیں اور ایک تہائی بال بچوں

علیٰ ذراریہم و ابعث الی اہل البصرۃ قالَ فمَن استعمل علیہم اَشِرْ عَلَیَّ فقالَ انتَ افضلُنا رَایاً و اعلمنا فقال لَاَستعمِلَنَّ علیہم رجلاً یکون لہٗ فخرج الی المسجدِ فوجدَ النّعمانَ بن مقرن یصلّی فسَرَّحَہٗ (ارسلہ ۱۲) وامّرہ وکتبَ الی اہلِ الکوفۃ بذٰلک وقد رُوِیَ انّہٗ قالَ ان قُتِلَ نعمان فحذیفۃ فان قُتِلَ حُذیفۃ فجریرٌ ففتح اللّٰہ علیہ اصبہان فلمّا اَتٰی نہاوند کان اوّلُ صریع و اَخَذ الرایۃَ حذیفۃ ففتح اللّٰہ علیہم فلَمّا جاءَ نَعیُہٗ (خبر مرگ) خرج عُمر یَنعاہ الی النّاس علی المنبر و وضعَ یدہ علیٰ راسہ یبکی واین روایت از اصحّ روایات است و روایت دیگر آنکہ نعمان در اعمال کوفہ بود حضرت فاروق رضی اللہ عنہ ازہمان موضع اورا بر امارتِ لشکر مامور فرمود وفی الاستیعاب عبد اللّٰہ بن الارقم

کی حفاظت کے لئے وہیں باقی رہیں۔ اور اہلِ بصرہ کے پاس حکم بھیجیں (کہ وہ بھی جنگ کے لئے روانہ ہوجائیں) آپ نے فرمایا کہ یہ بھی مشورہ دو کہ ان سب پر سپہ سالار کس کو بناؤں[عـ۵]؟ تو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ رائے اور معلومات میں ہم سے افضل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو ان پر سردار بنانا چاہتا ہوں جو اس کام کا اہل ہو۔ پھر آپ مسجد کی طرف گئے تو آپ نے نعمان بن مقرن کو نماز پڑھتے ہوئے پایا تو آپ نے اُن کو روانہ کیا اور اُن ہی کو امیر بنایا اور اہلِ کوفہ کو وہی (دو ثلث فوج کی روانگی کا) حکم لکھا۔ اور مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر نعمان رضی اللہ عنہ قتل ہوجائیں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوں پھر اگر حذیفہ بھی قتل ہوجائیں تو جریر رضی اللہ عنہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نعمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اصفہان فتح کرادیا۔ جب نہاوند پر حملہ کیا تو پہلے مقتول ہی ہوئے اور جھنڈا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سنبھالا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور جب نعمان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو عمر رضی اللہ عنہ نکل کر منبر پر آئے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور روتے ہوئے اُن کی موت کی خبر لوگوں کو سنائی، اور یہ خبر زیادہ صحیح روایات میں سے ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نعمان رضی اللہ عنہ کوفہ کے عامل تھے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اُسی جگہ سے اُن کو لشکر کی امارت پر مامور فرمادیا تھا۔ اور استیعاب میں ہے عبد اللہ بن ارقم (کا حال)

عـ۵ عراق کی جنگ کے ذکر میں یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے ہٹاکر مدینہ بلالیا تھا اس لئے کہ ایک جماعت کو ان سے اختلاف ہوگیا تھا۔ جب یزدجرد کو یہ اطلاع پہنچی تو موقع کو غنیمت سمجھ کر کچھ حیلوں سے اصفہان و رَے و خراسان اور ہمدان و نہاوند وغیرہ کے لوگوں سے امداد لے کر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تیار کرکے فیروزان کی سرکردگی میں عراق کی جانب روانہ کردیا۔" اس اطلاع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پریشانی ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کرکے آپ نے مشورہ کیا۔ یہ بھی لکھا جاچکا ہے کہ مدائن کی آب و ہوا کے عربوں کے مزاج کے ناموافق ہونے کی اطلاع جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کو دی تھی تو آپ نے کوفہ کو چھاؤنی قرار دے کر افواج کو وہاں بھیجدیا تھا اور کچھ حصہ کو بصرہ۔ بھیجدیا تھا اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ مشورہ دیا کہ ان مقامات سے دو ثلث افواج کو مقابلہ کے لئے روانگی کا حکم بھیجدیا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور بجائے سعد رضی اللہ عنہ کے نعمان رضی اللہ عنہ بن مقرن کو سپہ سالار بنایا ۱۲ مترجم

قال مالک بلغنی انہ ورد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب فقال من یجیب عنی فقال عبداللہ بن الارقم انا فاجاب عنہ و اتی بہ الیہ فاعجبہ و انفذہ و کان عمر حاضرا فاعجبہ ذلک من عبداللہ بن الارقم فلم یزل لہ ذلک فی نفسہ یقول اصاب ما اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما ولی عمر استعملہ علی بیت المال و کان عمر یقول ما رأیت احدا اخشی للہ من عبداللہ بن الارقم و قال عمر لہ لو کان لک مثل سابقۃ القوم ما قدمت علیک احدا و فی الاستیعاب بعث عمر بن الخطاب عبداللہ بن مسعود الی الکوفۃ مع عمار بن یاسر وکتب الیہم انی قد بعثت الیکم بعمار بن یاسر امیرا و عبداللہ بن مسعود معلما و وزیرا و ہما من النجباء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اہل بدر فاقتدوا بہما واسمعوا من قولہما و قد آثرتکم بعبداللہ علی نفسی قال عمر فی عبداللہ بن مسعود کنیف ملئ علما وفی الاستیعاب عن ابن عباس قال بینا انا امشی مع عمر یوما اذ تنفس نفسا ظننت انہ قد قضبت اضلاعہ

کہا مالک رح نے مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے اس کا جواب کون لکھے گا تو عبداللہ بن الارقم رض نے کہا کہ میں۔ پھر آپ کی طرف سے جواب لکھ کر لاتے تو آپ نے اُس کو بہت پسند کیا۔ اور اسی کو روانہ کردیا۔ اور عمر رض حاضر تھے تو اُن کو عبداللہ بن الارقم رض کا یہ کام عجیب معلوم ہوا تھا اور وہ اپنے دل میں یہ خیال کرتے تھے کہ کس خوبی کے ساتھ اُنھوں نے صحیح رائے قائم کرلی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دینے کا ارادہ کیا ہے تو جب عمر رض خلیفہ ہوتے تو اُنھوں نے ان کو بیت المال پر عامل بنایا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبداللہ ابن الارقم رض سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اور عمر رض نے اُن سے فرمایا کہ اگر تمھاری سبقتِ اسلام دوسرے لوگوں جیسی ہوتی تو میں تم پر کسی کو مقدم نہ کرتا (عبداللہ ابن الارقم زہری قریشی فتح مکّہ کے سال میں اسلام لائے تھے)۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمر بن الخطاب رض نے عبداللہ بن مسعود رض کو عمّار ابن یاسر رض کے ساتھ کوفہ بھیجا اور کوفہ والوں کو لکھا کہ میں تمھارے پاس بھیج رہا ہوں عمار بن یاسر رض کو امیر بناکر اور عبداللہ بن مسعود رض کو معلّم اور وزیر بناکر اور وہ دونوں شرفاء اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے اور اہلِ بدر میں سے ہیں تو تم ان دونوں کی اقتدار کرو اور ان دونوں کی بات مانو اور عبداللہ رض کو تو مَیں تمھارے لئے اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے عبداللہ بن مسعود رض کے بارے میں کہ وہ علم سے بھرا ہوا تھیلا ہے۔ اور استیعاب میں ہے مروی ہے ابن عباس رض سے کہا کہ میں ایک دن عمر رض کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس دوران میں اُنھوں نے اتنا لمبا سانس لیا کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ بس ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں

فقلت سبحان اللہ واللہ ما اخرج ہذا منک یا امیر المومنین الا امر عظیم قال ویحک یا ابن عباس ما ادری ما اصنع بامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قلت ولم وانت بحمد اللہ قادر ان تضع ذلک مکان الثقۃ قال انی اراک تقول ان صاحبک اولی الناس بہا یعنی علیاً قلت اجل واللہ انی لاقول ذلک فی سابقتہ وعلمہ وقرابتہ وصہرہ قال انہ کما ذکرت ولکنہ کثیر الدعابۃ (مزاح وظرافت ۱۲) فعثمان قال واللہ لو فعلت لجعل بنی ابی معیط علی رقاب الناس یعملون فیہم بمعصیۃ اللہ واللہ لو فعلت لفعل ولو فعل لفعلوا فوثب الناس الیہ فقتلوہ قلت طلحۃ بن عبید اللہ قال الاکیسع ہو ازہی من ذلک ما کان اللہ

تو میں نے کہا سبحان اللہ اے امیر المومنین واللہ آپ کے اندر سے ایسا سانس نہیں نکلا ہے مگر کسی امرِ عظیم نے۔ فرمایا کیا کہوں اے ابن عباس رضؓ میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ امتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کام کروں۔ میں نے کہا اور یہ کیسے۔ آپ اللہ کا شکر ہے اس پر قادر ہیں کہ ایک ثقہ مقام پر اس ذمہ داری کو رکھدیں۔ کہا کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تم اپنے صاحب کو اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہو آپ حضرت علی رضؓ کو مراد لے رہے تھے، میں نے کہا کہ ہاں واللہ میں ان کے سابقہ اعمال اور اُن کے علم اور اُن کی قرابت اور اُن کے داماد ہونے کی وجہ سے اُن ہی کے لئے یہ کہہ رہا ہوں۔ فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا تم نے ذکر کیا، لیکن وہ بکثرت ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے ہیں۔ (ایسا شخص بے رُعب ہوتا ہے اور خلافت کے لئے رُعب ضروری ہے) میں نے کہا تو عثمان رضؓ موجود ہیں تو بولے کہ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ابو مُعَیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کردے گا اور وہ لوگوں پر اللہ کی معصیت کے ساتھ حکمرانی کرنے لگیں گے۔ واللہ اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ضرور وہی کرے گا اور جب وہ یہ کرے گا تو وہ لوگ بھی وہی کرینگے نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ عثمان رضؓ پر لوٹ پڑیں گے اور اس کو قتل کردیں گے۔ میں نے کہا کہ طلحہ بن عبید اللہ۔ تو فرمایا کہ اُکَیسِع (چھوٹا کُسَعی) یعنی غلط کار بلکہ وہ اس سے بھی بڑھا ہوا خود پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ

عہ کُسَعی ایک شخص تھا کُسَیعہ یا بنی الکسیع کا۔ عرب کے لوگ شرمندگی اور ندامت میں اس کی مثال لاتے ہیں۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ اس نے ایک عمدہ کمان تیار کی تھی اور وہ بڑا تیر انداز تھا۔ رات کو تاریکی میں بیٹھ کر اس نے گدھوں کو تیر مارے اور ہر ایک تیر گدھے میں سے پار ہو کر پہاڑ کے پتھر پر لگا اس میں سے آگ نکلتی رہی۔ وہ یہ سمجھا کہ میرے تیروں نے خطا کی اور نشانے پر نہ لگے اور غصہ میں آکر کمان توڑ ڈالی یا اپنی انگلی کاٹ لی۔ جب صبح کی روشنی ہوتی تو دیکھتا ہے کہ تمام گدھے خون آلودہ پڑے ہوتے ہیں اور تیر اُن کے پار نکل کر خون میں لتھڑے ہوتے ہیں اُس وقت اس کو سخت ندامت ہوئی۔ اُس روز سے یہ مثل ہوگئی۔ لطیفہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کے قصہ میں طلحہ رضؓ نے خود بھی اپنے حق میں یہی لفظ استعمال کیا تھا یعنی نَدامۃُ نَدامۃَ الکُسَعی یعنی میں عثمان رضؓ کے مقدمہ میں کُسَعی کی طرح شرمندہ ہوں ۱۲ مترجم از لغات حدیث

اَیُرشِّحُہُ اَوْ یُولّیہ اَمْرَ اُمّۃِ محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وہو علی مافیہ من الزَّہْو (التکبر) قلتُ الزبیر بن العوّام قال اذًا یلاطمُ الناسَ فی الصّاعِ والمُدّ (طمانچہ خواہد زد) قلتُ سعد بن ابی وقاص قال لیس بصاحب ذلک ذاک صاحبُ مِقْنَبٍ یقاتلُ فیہ قلتُ عبدالرحمٰن بن عوف قال نعم الرجلُ ذکرتَ ولکنہ ضعیفٌ عن ذلک واللہِ یا ابنَ عباس مایصلح لہٰذا الامر الّا القویُّ فی غیر عُنْفٍ (درشتی) واللیّنُ فی غیر ضعف الجوّادُ فی غیر سرف الممسکُ فی غیر بُخلٍ قال ابن عباس کان عُمَرُ کذلک واللہ و فی الاستیعاب ذُمَّ معاویۃ عند عُمَر یومًا فقال دعونا من ذمّ فتی قریش مَن یضحک فی الغضب و لاینالُ ماعندہ الا علی الرضٰی و لایؤخذُ مافوقَ رأسہ الا من تحتِ قدمیہ و فی الاستیعاب استشارَ عمر الصحابۃَ فی رجل یوجّہہ الی العراق فاَجمعوا جمیعًا علی عثمان بن حُنَیف وقالوا ان تبعثہ الی اہمّ من ذلک

ایسا نہ کرے گا کہ میری یہ رائے کردے کہ میں اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تولیت اُس کے سپرد کردوں اور وہ اپنی اُسی صفتِ خود پسندی پر ہو۔ میں نے کہا کہ زُبیر بن العوّام۔ تو کہا کہ اگر وہ ہوا تو ہمیشہ لوگوں کے (چھوٹی چھوٹی باتوں) صاع اور مُد کے بارے میں طمانچے مارتا پھرا کرے گا (یعنی امورِ مہمہ پر توجہ نہ دے گا) میں نے کہا سعد بن ابی وقاص۔ تو کہا کہ وہ اس کا اہل نہیں وہ جنگی سواروں میں کا شخص ہے۔ میں نے کہا عبدالرحمٰن ابن عوف۔ فرمایا کہ بہت اچھا آدمی ہے جس کا تو نے ذکر کیا لیکن وہ اس ذمہ داری سے ضعیف ہے۔ اے ابن عباسؓ اس امر کے لئے کوئی صالح نہیں مگر ایسا طاقتور شخص جس میں سخت مزاجی نہ ہو اور ایسا نرم مزاج جس میں ضعف نہ ہو اور ایسا جوّاد (یعنی سخی) جس میں فضول خرچی نہ ہو اور ایسا مُمسِک (ہاتھ روک کر خرچ کرنے والا) جس میں بخل نہ ہو۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ واللہ عمرؓ ایسے ہی تھے۔ اور استیعاب میں ہے کہ ایک دن معاویہؓ کی بُرائی کی گئی عمرؓ کے سامنے تو فرمایا کہ ہمارے سامنے ایسے قریشی جوان کی مذمت نہ کرو جو غصہ کی حالت میں ہنسا کرتا ہے۔ اور جو چیز بھی اُس کو دی جاتی ہے (یا جو حالت اس پر پہنچائی جاتی ہے) وہ اس پر راضی اور خوش ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسی چیز اُس سے نہیں لی جاتی جو اُس کے سر کے اوپر ہو مگر وہ اُس کے قدموں کے نیچے کی ہوگئی ہے[ع۵] اور استیعاب میں ہے کہ عمرؓ نے صحابہؓ سے ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا جس کو عراق کی طرف روانہ کیا جائے۔ تو سب نے اتفاق کیا عثمان بن حُنَیف پر اور کہا کہ آپ ان کو کبھی نہیں بھیجیں گے کسی ایسے کام پر جو اس سے بھی زیادہ اہم

ع۵ یہ حضرت معاویہؓ کی سیر چشمی اور سخاوت کی تعریف ہے کہ اگر اس سے اُس کی ایسی عزیز چیز مانگی جائے جس کو وہ سر پر رکھے ہوئے ہو تو اس طرح بغیر رکاوٹ بخش دے گا جیسے کوئی پیش افتادہ شے کو اُٹھا کر کسی کو دیدے ۱۲ مترجم

فانّ لہٗ بصرًا و عقلاً و معرفۃً و تجربۃً فاسرعَ
عمر الیہ فولّاہ مساحۃَ الارض فضربَ
عثمان علٰی کلّ جَرِیْبٍ من الارض ینالہ
الماء عامرٍ اَوْ غامرٍ درھماً و قفیزًا فبلغتْ
جبایۃ سوادِ العراقِ قبل اَن یموت
عمر تمام مائۃ الفِ الفٍ و نیّفاً (یعنے چندے زائد) و فی
الاستیعاب ایضًا کان عتبۃ بن
غزوانَ اوّلَ مَن نزلَ البصرۃ من
المسلمین و ھو الذی اختطّھا (حد بندی زمین اور ا) و قالَ
لہٗ عمرُ لما بعثہ الیھا یا عتبۃُ
انّی اُرید ان اُوَجِّھک لتقاتلَ
بلدَ الحیرۃ لعلّ اللہ یفتحہا
علیکم فسِرْ علٰی برکۃ اللہ
و یُمْنہٖ اتّقِ اللہ ما استطعتَ
و اعلم انک تأتی حومۃ (وسط) العدوّ
و ارجو ان یُعِیْنَکَ اللہ علیھم
و یکفیکھم و قد کتبتُ الی العلاء
الحضرمی اَن یُمدّک بعرفجۃ بن
خزیمۃ و ھو ذو مجاھدۃ
للعدوّ و مکایدۃ.

(مگر آپ کو ثابت ہو جائے گا) کہ بیشک وہ اہل بصیرت اور صاحب عقل و معرفت اور تجربہ کار ہے تو عمرؓ نے فورًا ان کو بلایا اور اُن کو زمین کی پیمائش کا عہدہ سپرد کر دیا۔ (یعنی مہتمم بندوبست بنایا) تو عثمان نے لگان مقرر کیا ہر جریب (۴۴ اگز) پر جس کو پانی پہنچتا ہے خواہ وہ زمین مزروعہ ہو (آباد) یا غیر آباد (مگر قابل زراعت) ہو اُس پر مال گزاری ایک درہم اور ایک قفیز (ناپ کا پیمانہ) غلّہ قائم کیا۔ تو سواد (سرسبز علاقہ) عراق کی مالگزاری حضرت عمرؓ کے انتقال سے پہلے دس کروڑ سے اُوپر پہنچ گئی تھی۔ ع۵ اور استیعاب میں یہ بھی ہے کہ عتبہ بن غزوان مسلمانوں میں کے پہلے شخص ہیں جو بصرہ میں اُترے اور یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اُس کی حد بندی کی اور اُن کو عمرؓ نے فرمایا تھا جب اُن کو ادھر بھیجا کہ اے عتبہ! میں تم کو بھیجنے کا ارادہ کر رہا ہوں تاکہ تم اہلِ حیرہ سے قتال کرو اُمید ہے کہ اللہ تعالٰی اس کو تمہارے ہاتھ پر فتح کرے گا اب تم اللہ کی برکت و خیر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اپنے مقدور بھر اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ خوب سمجھ لو کہ تم دشمن کے وسط میں پہنچ رہے ہو اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ اُن کے مقابلہ پر تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے کافی ہو جائے گا اور میں نے علاء الحضرمی کو لکھ دیا ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے عرفجہ بن خزیمہ کے ساتھ (یعنی اس کو تمہارے پاس بھیج دے) اور وہ دشمنوں کے ساتھ خوب جہاد کرنے والا اور تن دہی کے ساتھ لڑنے والا شخص ہے تو اس سے

ع۵ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ نے اگرچہ نہایت نرمی سے خراج مقرر کیا تھا لیکن جسقدر مالگزاری ان کے عہد میں موصول ہوتی زمانہ مابعد میں کبھی وصول نہیں ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج پر خدا لعنت کرے کمبخت کو نہ دین کی لیاقت تھی نہ دنیا کی۔ عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی مالگزاری دس کروڑ اٹھائیس لاکھ درہم وصول کی۔ زیاد نے دس کروڑ پندرہ لاکھ اور حجاج نے باوجود جبر اور ظلم کے صرف دو کروڑ آٹھ لاکھ درہم وصول کئے۔ مامون رشید کا زمانہ عدل و انصاف کے لئے مشہور ہے لیکن اس عہد میں بھی عراق کے خراج کی مقدار ۵ کروڑ ۴۸ لاکھ درہم سے کبھی نہیں بڑھی۔ مترجم از "الفاروق"

نشاورہ و ادع الی اللہ فمن اجابک
فاقبل منہ ومن ابیٰ فالجزیۃ عن ید
ذلۃ وصغار و الا فالسیف فی غیر
موادۃ واستنفر من مررت بہ من العرب
و حثہم علی الجہاد وکآبۃ العدو واتق اللہ
ربک فافتتح عتبۃ بن غزوان الابلۃ
ثم اختط البصرۃ وفی الاستیعاب من
حدیث الشعبی ان عدی بن حاتم قال
لعمر اذ قدم علیہ ما اظنک تعرفنی قال
و کیف لا اعرفک واول صدقۃ
بیضت وجہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم صدقۃ طی اعرفک آمنت
اذ کفروا واقبلت اذ ادبروا و
اوفیت اذ غدروا و از انجملہ آنست
کہ نہی می فرمود نہی شدید از استعمال کفار
بر اعمال مسلمین فی ریاض النضرۃ ان
ابا موسی قدم علی عمرؓ و معہ کاتب
نصرانی فرفع کتابہ فاعجب عمر ولم یعلم
انہ نصرانی فقال لابی موسی این کاتبک
ہذا حتی یقرأ الکتاب علی الناس فقال
ابو موسی یا امیر المؤمنین انہ لا یدخل
المسجد قال لم اجنب ہو قال لا
ولکنہ نصرانی فانتہرہ عمر و
قال لا تدنوہم وقد اقصاہم
اللہ ولا تکرموہم وقد اہانہم

مشورہ کرتے رہو اور لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہو جو اجابت کرے تم اس سے قبول کرو اور جو انکار کرے تو وہ ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ دے ورنہ تلوار ہے بغیر کسی ہمدردی کے۔ اور عرب کے جس قبیلہ پر بھی تمہارا گزر ہو اس کے لوگوں کو جمع کرو اور ان کو جہاد کے لئے اور دشمنوں کو بے حوصلہ کرنے کے لئے آمادہ کرو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ تو عتبہ بن غزوان نے ابلہ کو فتح کر لیا۔ پھر بصرہ کی حدود متعین کیں۔ اور استیعاب میں شعبی کی حدیث میں سے ہے کہ جب عدی بن حاتم حضرت عمرؓ سے آکر ملے تو انھوں نے کہا کہ میرا گمان نہیں ہے کہ آپ مجھے پہچان رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو کیسے نہ پہچانوں گا حالانکہ پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکا دیا تھا طے کا صدقہ تھا۔ میں تم کو پہچانتا ہوں کہ تم ایمان لائے جب کہ وہ (قبیلہ طے والے) کافر تھے اور تم ہماری طرف آئے جب انھوں نے (مرتد ہو کر) پیٹھ پھیر لی تھی اور آپ وفادار رہے جب ان لوگوں نے غداری کی تھی۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ شدت کے ساتھ روکا کرتے تھے کفار سے اعتماد کے کام لینے سے مسلمانوں کے معاملات میں۔ ریاض النضرۃ میں ہے کہ ابو موسیٰؓ عمرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ ان کا نصرانی کاتب تھا۔ تو اس نے اپنا لکھا ہوا حساب پیش کیا جس کو عمرؓ نے پسند کیا اور یہ نہ سمجھے کہ وہ نصرانی ہے۔ پھر آپ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ تمہارا یہ کاتب کہاں ہے؟ کہ لوگوں کو یہ تحریر پڑھ کر سنا دے۔ تو ابو موسیٰؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ وہ مسجد میں داخل نہ ہو سکے گا تو آپ نے فرمایا کیوں؟ کیا وہ جنبی ہے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا نہیں لیکن وہ نصرانی ہے تو ان کو عمرؓ نے جھڑکا اور فرمایا کہ ان کو اپنے سے قریب نہ کرو جب کہ اللہ نے دور کر دیا اور ان کا اکرام نہ کرو جب ان کو اللہ نے

اللہ و لاتأمنوہم وقد خونہم اللہ قد نہیتکم عن استعمال اہل الکتاب فانہم یستحلون الرشا (رشوت ۱۲) وفی روایۃ ان عمر قال لابی موسیٰ ائتنی برجل ینظر فی حسابنا فاتاہ بنصرانی فقال لو کنت تقدمت الیک لفعلت (ای العقاب ۱۲) و فعلت سألتک رجلاً اشرکہ فی امانتی فاتیتنی بمن یخالف دینہ دینی۔ و از انجملہ آنکہ بنفس خود عسس (گشت) مے فرمود و اختیار این امر بجہت دو فائدہ بود اولے اطلاع براحوال رعیت تا ہر جا خللے یافتہ شود تدارک آن بعمل آید و ملوک عدالت پیشہ برائے ظہور این فائدہ منہیان و سوانح نگاران مقرر کردہ اند و فائدہ ثانیہ محافظت ضعفاء (ازانبار بمعنے جزدادن ۱۲) از دست برد سراق و بادشاہان عادل برائے رعایت این مصلحت عسس و شرط قرار دادہ اند وہمچنین ہر مصلحتے کہ ملوک برائے آن شخصے (سرہنگان ۱۲) را معین ساختہ اند حضرت فاروق رض بنفس نفیس خود تا مدتے التزام مباشرت آن مے فرمود تا بر نقیر و قطمیر آن مصالح مطلع شود و ضابطہ برائے آن قرار دہد و ازین قبیل است حکایت تعہد نساء غزاۃ و خلف قافلہ گشتن او رضی اللہ عنہ و اورا رضی اللہ عنہ در اوقات عسس اتفاقات عجیبہ روئے دادہ است در ضمن دو سہ حکایت تقریر آن عجائب کنیم۔

ذلیل کردیا اور ان کو امین نہ بناؤ جب کہ اللہ نے ان کو خائن قرار دیا۔ میں تم کو روک چکا ہوں اہل کتاب کو معتمد کار بنانے سے کہ یہ لوگ رشوتوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ عمر رض نے ابو موسیٰ رض سے کہا کہ ہمارے پاس ایسا شخص لے کر آؤ جو ہمارے حساب کی پڑتال کرے تو وہ اُن کے پاس ایک نصرانی کو لے گئے تو فرمایا کہ اگر میں تجھ پر پیشقدمی کرتا تو ایسا کرتا اور ایسا کرتا۔ میں نے تجھ سے ایسے شخص کا سوال کیا تھا جس کو اپنی امانت میں شریک کرسکوں تو میرے پاس ایسے شخص کو لے آیا جس کا دین میرے دین کے خلاف ہے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ بذاتِ خود گشت کیا کرتے تھے اور اس کام کو دو فائدوں کے لئے اختیار کیا تھا۔ پہلا فائدہ رعیت کے حالات پر مطلع رہنا تاکہ جہاں بھی کوئی رخنہ واقع ہو تو اس کا تدارک عمل میں آجائے اور شاہانِ عادل نے اس مفاد کے لئے مُخبرین اور سوانح نگاروں کو مقرر کیا ہے۔ اور دوسرا فائدہ ہے ضُعفاء کی حفاظت چوروں کی دستِ بُرد سے اور بادشاہان عادل نے اس مصلحت کے لئے کوتوال اور سپاہی مقرر کئے ہیں اور اسی طرح جن مصلحتوں کے لئے بادشاہوں نے ایک شخص کو معین کیا ہے حضرت فاروق رض نے خود بنفسِ نفیس ان کاموں کے کرنے کا التزام کیا ہے تاکہ ان مصالح کی ہر طرح کی چھوٹی چھوٹی جزئیات پر بھی مطلع ہوجائیں اور اُن کے پیشِ نظر ضابطے مقرر کردیں اور اسی قسم میں سے ہیں غازیوں کی بیویوں کی خبرگیری فرمانے کے قصّے اور آنحضرت رضی اللہ عنہ کے قافلہ کے پیچھے چلنے کی حکایتیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گشت کے اوقات میں عجیب اتفاقات پیش آتے ہیں۔ دو تین حکایتوں کے ضمن میں ہم ان عجائبات کا بیان کرتے ہیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال خرجت مع عمر فی السوق فلحقتہ امرأۃ شابۃ فقالت یا امیر المؤمنین ھلک زوجی و ترک صبیۃ صغارًا واللہ ماینضجون کراعًا ولا لھم ضرع ولا زرع وخشیت علیھم الضبعۃ وانا ابنۃ خفاف بن ایماء الغفاری وقد شھد ابی الحدیبیۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقف معھا ولم یمض وقال مرحبا بنسب قریب ثم انصرف الی بعیر ظھیر کان مربوطا فی الدار فحمل علیہ غرارتین ملأھما طعاما وجعل بینھما نفقۃ وثیابا ثم ناولھا خطامہ فقال اقتادیہ فلن یفنی ہذا حتی یأتیکم بخیر فقال الرجل یا امیر المؤمنین اکثرت لھا فقال ثکلتک امک واللہ انی لأری ابا ہذہ واخاہا وقد حاصرا حصنا زمانا فافتتحاہ ثم اصبحنا نستفیٔ سھما نھما اخرجہ البخاری وفی الریاض عن ابن عمر قال قدمت رفقۃ من التجار فنزلوا المصلی (عیدگاہ بیرون شہر) فقال عمر لعبدالرحمن ھل لک ان نحرسھم اللیلۃ من السرق فباتا یحرسانھم و یصلیان ما کتب اللہ

روایت ہے زید بن اسلم سے اُنھوں نے روایت کیا اپنے باپ سے کہا کہ میں عمرؓ کے ساتھ بازار گیا تو اُن سے آکر ملی ایک جوان عورت اور اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرا شوہر ہلاک ہو گیا اور اُس نے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں واللہ نہ اُنھیں گوشت کا ٹکڑا میسّر ہے اور نہ اُن کے پاس دودھ دینے والا کوئی جانور ہے اور نہ کھیتی ہے اور مجھے ان کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ اور میں خُفافؓ بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں اور وہ حُدَیبیہ میں حاضر تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ تو عمرؓ اُس کے پاس ٹھہرے اور آگے نہیں گئے۔ اور فرمایا کہ بہت اچھا نسب ہے قریب کا (یعنی جس کو ہم جلد پہچان گئے) پھر ایک باربرداری کے اُونٹ کی طرف لوٹے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اُس کے اُوپر دو بورے لادے۔ دونوں کھانے کی چیزوں سے بھرے ہوئے تھے اور اُن کے درمیان نقدی بھی تھی اور کپڑے بھی تھے پھر اُس عورت کو اُونٹ کی مُہار پکڑوادی اور فرمایا کہ اس کو ہنکا لیجا۔ یہ ختم نہ ہوگا کہ تیرے پاس اور مال پہنچ جائے گا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ نے اُس کو بہت دیدیا۔ آپ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے واللہ میں دیکھ رہا ہوں اس عورت کے باپ کو اور بھائی کو اور ان دونوں نے ایک قلعہ کا ایک زمانہ سے محاصرہ کر رکھا تھا پھر اُنھوں نے اُسے فتح کرلیا پھر ہم صبح کو ان دونوں کے حصے لوٹا رہے تھے، اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اور ریاض میں ہے کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہا کہ تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور وہ لوگ عیدگاہ پر ٹھہرے تو عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ کیا آپ ہمارا ساتھ دینگے اس میں کہ آج رات ہم ان لوگوں کی چوروں سے حفاظت کریں تو یہ دونوں تمام رات جاگتے اور ان لوگوں کی حفاظت کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے جو اللہ نے ان دونوں کے لئے

لها فسمع عمر بكاء صبيٍّ فتوجّه نحوه
فقال لأمّه اتقي الله واحسني الى
صبيّك ثم عاد الى مكانه فسمع بكاءه
فعاد الى امّه فقال لها مثل ذلك
ثم عاد الى مكانه فلمّا كان من آخر
الليل سمع بكاءه فأتى امّه و
قال ويحك انّي لاراك امّ سوءٍ
مالي ارى ابنك لا يقرّ منذ الليلة
قالت يا عبدالله قد ابرمتني منذ
الليلة انّي اريغه على
الفطام فيأبى قال ولم قالت لان
عمر لا يفرض الا للمفطم قال فكم له
قالت كذا وكذا شهرًا قال لا تعجليه فصلّى
الفجر وما يستبين الناس ثمّ
غلبه البكاء فلمّا سلّم قال
يا بؤسا لعمر كم قتل من اولاد
المسلمين ثمّ امر مناديًا ينادي
ان لا تعجلوا صبيانكم على
الفطام وانا نفرض لكل مولودٍ في
الاسلام وكتب بذلك الى
الآفاق ان يفرض لكل مولودٍ
في الاسلام اخرجه صاحب
الصفوة وفيه عن عروة بن
رُويم قال بينا عمر بن
الخطاب

مقدر کردی تھی۔ تو عمرؓ نے (گشت پر جاتے ہوئے) ایک بچے کے رونے کی آواز سُنی تو اُس کی طرف توجہ کی۔ پھر اس کی ماں سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ نیک برتاؤ کر پھر اپنے مقام کی طرف واپس ہوئے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سُنی پھر اُس کی ماں کی طرف پہنچے اور پھر اُس سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر (گشت کرتے ہوئے) اپنی جگہ کی طرف لوٹے۔ پھر جب آخر شب کا وقت آیا تو پھر آپ نے اُس بچہ کی رونے کی آواز سُنی تو اس کی ماں کے پاس پہنچے اور فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو بہت بُری ماں ہے۔ کیا ہوا کہ میں تیرے بچے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آج کی رات اتنا بے قرار ہے۔ اُس نے کہا اے اللہ کے بندے تو نے بھی مجھے آج رات تنگ کر دیا۔ میں اس کو دودھ چھوڑانے کی عادت ڈال رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں۔ آپ نے کہا اور کیوں؟ اُس نے کہا اس لئے کہ عمرؓ وظیفہ نہیں دیتا مگر اس بچہ کو جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو۔ آپ نے کہا کہ اس کی کیا عمر ہے؟ اس نے کہا اتنے اور اتنے مہینے کی۔ فرمایا کہ اس کے ساتھ جلدی نہ کر۔ پھر آپ نے صبح کی نماز پڑھی (یعنی شروع کی) دراں حالیکہ لوگ واضح طور پر نظر نہیں آتے تھے (یعنی اوّل وقت) پھر اُن پر گریہ غالب آگیا تو جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ کس قدر بربادی ہے عمرؓ کی۔ مسلمانوں کے بچوں میں سے اس نے کتنوں کو ہلاک کردیا۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کا دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کرو (اب) مسلمانوں کے ہر بچہ کا وظیفہ مقرر کردینگے۔ اور جملہ اطراف ملک میں احکام بھیجدیئے کہ اسلام میں کے ہر بچے کا پیدائش کے ساتھ ہی وظیفہ مقرر کردیا جاتے۔

اس کو صاحب الصفوہ نے روایت کیا۔ اور اسی میں ہے کہ عروہ بن رُویم سے مروی ہے کہ ایسے وقت جب کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو

۱۸/۲

يتصفح الناس يسألهم عن أمراء أجنادهم اذ مر
باهل حمص فقال كيف انتم وكيف اميركم
قالوا خير امير يا امير المؤمنين الا انه قد بنى
علية يكون فيها فكتب كتاباً وارسل
بريداً وامره اذا جئت باب علية فاجمع
حطباً واحرق باب علية فلما قدم جمع حطباً
واحرق باب العلية فدخل عليه الناس و
ذكروا ان ههنا رجلاً يحرق باب عليتك
فقال دعوه فانه رسول امير المؤمنين
ثم دخل عليه فناوله الكتاب من
يده فلم يضع الكتاب من يده حتى
ركب فلما رآه عمر قال احبسوه
عني في الشمس ثلثة ايام فحبس عنه
ثلثاً حتى اذا كان بعد ثلث قال يا ابن
فرط الحقني الحرة وفيها اهل الصدقة
وغنمها حتى اذا جاء الحرة القى
عليه نمرة وقال انزع ثيابك
واتزر بهذه ثم ناوله الدلو
فقال اسق هذه الابل فلم يفرغ
حتى تعب فقال يا ابن فرط متى
كان عهدك بهذا قال كلياً يا امير
المؤمنين قال فلهذا بنيت العلية و
اشرفت بها على المسلمين والارملة
واليتيم ارجع الى عملك
ولا تعد وفيه

غور کے ساتھ دیکھ رہے اور ان سے ان کے لشکروں کے اُمراء کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے کہ ان کا گزر اہلِ حمص پر ہوا آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا امیر کیسا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین وہ اچھا امیر ہے مگر اس نے ایک بالاخانہ بنالیا ہے جس میں وہ رہتا ہے تو آپ نے ایک خط لکھا اور قاصد کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ جب تو بالاخانہ کے دروازے پر پہنچے تو لکڑیاں جمع کر کے اُس کو پھونک دینا تو جب وہ وہاں پہنچا تو اُس نے لکڑیاں جمع کر کے بالاخانہ کے دروازے کو آگ لگادی، اس پر امیر کے پاس لوگوں نے جاکر کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو آپ کے بالاخانہ کا دروازہ پھونک رہا ہے۔ امیر نے کہا کہ اُسے چھوڑ دو کہ وہ امیر المؤمنین کا قاصد ہے پھر قاصد امیر کے پاس پہنچا تو امیر نے خط اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس کو اپنے ہاتھ سے چھوڑا نہیں کہ سوار ہو گیا۔ جب اس کو عمرؓ نے دیکھا تو کہا کہ میری جانب سے اس کو تین دن دھوپ میں روکے رکھو تو اس کو تین دن دھوپ میں روکا گیا۔ جب تین دن گزر گئے تو کہا اے ابنِ فرط! مجھ سے حرّہ میں آکر مل (حرّہ مدینہ کی آبادی سے باہر ایک پتھریلا مقام ہے) اور اس میں صدقہ کے اونٹ اور بکریاں موجود تھیں۔ تو جب وہ حرّہ پہنچا تو اس کے اُوپر ایک چادر پھینک دی اور کہا کہ اپنے کپڑے اُتار اور اس کی لنگی بناکر باندھ پھر اُس کو ڈول دیا اور کہا کہ ان اُونٹوں کو پانی پلا تو وہ چند ڈول کھینچ کر تھک گیا۔ تو آپ نے کہا کہ اے ابنِ فرط! اس عہدہ پر تجھے کتنا زمانہ گزرا۔ اُس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین زمانہ دراز سے ہوں۔ فرمایا تو اسی وجہ سے تم نے بالاخانہ بنایا۔ اور اُس پر چڑھ کر بیٹھے۔ سب مسلمانوں سے اور مصیبت زدوں سے، یتیموں سے اونچے ہو کر۔ اپنے عہدہ پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ ہو۔ اور اسی میں ہے کہ

عن انس بن مالک بینما امیر المؤمنین عمر یعس ذات لیلۃ اذ مر باعرابی جالس بفناء خیمۃ فجلس الیہ یحدثہ ویسألہ ویقول لہ ما اقدمک ہذہ البلاد فبینا ہو کذلک اذ سمع انینا من الخیمۃ فقال من ہذا الذی اسمع انینہ فقال امر لیس من شانک امرأۃ تمخض (دردزہ دارد) فرجع عمر الی منزلہ وقال یا ام کلثوم شدی علیک ثیابک واتبعینی قال ثم انطلق حتی انتہی الی الرجل فقال لہ ہل لک ان تأذن لہذہ المرأۃ ان تدخل علیہا فتؤنسہا فاذن لہا فدخلت فلم یلبث ان قالت یا امیر المؤمنین بشر صاحبک بغلام فلما سمع قولہا امیر المؤمنین وثب من جنبہ فجلس بین یدیہ وجعل یعتذر الیہ فقال لا علیک اذا اصبحت فأتنا فلما اصبح اتاہ ففرض لابنہ فی الذریۃ واعطاہ وفیہ عن ابن عمر ان عمر لما رجع من الشام الی المدینۃ انفرد عن الناس لیعرف اخبارہم فمر بعجوز فی خبائہا فقصدہا فقالت

انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں کہ امیر المؤمنین رضؓ ایک رات میں گشت کر رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک اعرابی پر ہوا جو اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا تو اس کے پاس جا بیٹھے اور اس سے باتیں کرنے لگے اور سوالات کرنے لگے اور اس سے یہ پوچھ رہے تھے کہ ان شہروں میں تیرا آنا کس وجہ سے ہوا، ابھی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ خیمہ کے اندر سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز سنی۔ تو آپ نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہے جو میں سن رہا ہوں تو اس نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جو تم سے متعلق نہیں۔ ایک عورت ہے جس کے پیدائش کا درد ہو رہا ہے۔ تو عمر رضؓ اپنے مکان پر لوٹ کر آئے اور (زوجہ محترمہ سے) فرمایا کہ اے ام کلثوم رضؓ اپنے کپڑے کس کر بدن پر باندھ لو اور میرے ساتھ چلو۔ کہا کہ روانہ ہوتے اور اسی شخص کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ کیا تم اجازت دوگے اس عورت کو یہ اس کے پاس جا کر اس کی تسکین اور تشفی کرے تو اس نے اجازت دیدی اور یہ اس کے پاس اندر پہنچ گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم رضؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رضؓ اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دیدیجئے۔ جب اس اعرابی نے ان کا قول امیر المؤمنین سنا تو وہ کود کر آپ کے پہلو سے اٹھا اور سامنے آبیٹھا اور آپ سے معذرت کرنے لگا۔ تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں جب صبح ہو جائے تو ہمارے پاس آجانا تو جب صبح ہوئی تو وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کے بچے کے لئے بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس کو عطا کر دیا۔ اور اسی میں ہے کہ ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ جب عمر رضؓ شام سے مدینہ لوٹ کر آئے تو لوگوں سے الگ ہو گئے تا ان کے احوال معلوم کریں تو آپ کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا جو اپنے خیمہ میں تھی تو اس سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو اس نے کہا کہ

یا ہذا ما فعل عمر قال ہو ذا قد اقبل من الشام قالت لا جزاہ اللہ عنی خیرا قال ویحک ولم قالت لانہ واللہ ما نالنی من عطائہ منذ ولی الی یومنا ہذا دینار و لا درہم قال ویحک و ما یدری عمر حالک و انت فی ہذا الموضع فقالت سبحان اللہ ما ظننت ان احدا یلی علی الناس ولا یدری ما بین مشرقہا و مغربہا فاقبل عمر و ہو یبکی و یقول واعمراہ اخصموہ کل احد افقہ منک یا عمر ثم قال لہا بکم تبیعینی ظلامتک منہ فانی ارحمہ من النار قالت لا تہزأ بنا رحمک اللہ فقال لہا عمر لیس بہزأ فلم یزل بہا حتی اشترٰی ظلامتہا بخمسۃ و عشرین دینارا فبینا ہو کذلک اذ اقبل علی بن ابی طالب و ابن مسعود فقالا السلام علیک یا امیر المؤمنین فوضعت المرأۃ یدہا علی رأسہا و قالت و اسوأتاہ شتمت امیر المؤمنین فی وجہہ فقال لہا عمر لا علیک یرحمک اللہ قال ثم طلب عمر قطعۃ جلد یکتب فیہ فلم یجد فقطع قطعۃ من فروۃ کان لبسہا و کتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہذا ما اشترٰی

اے شخص عمرؓ نے کیا کیا ہے تو آپ نے کہا کہ وہ اِدھر ہی تو ہے اور شام سے آگیا ہے تو اُس عورت نے کہا کہ خدا اُس کو میری طرف سے جزاء خیر نہ دے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے اور تو ایسا کیوں کہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے آج تک مجھے اُس کا کوئی عطیہ نہیں مِلا نہ کوئی دینار اور نہ درہم۔ آپ نے کہا تجھ پر افسوس، اور عمرؓ کو تیرے حال کی خبر کیا ہے اور جب کہ تو ایسی جگہ بیٹھی ہوتی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ سُبحان اللہ میں گمان نہیں کرتی کہ کوئی لوگوں پر والی بن جائے اور اس کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے آگے مشرق اور مغرب میں کیا ہے تو عمرؓ روتے ہوئے اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہائے عمرؓ، ہائے کتنے دعویدار ہوں گے تجھ پر، ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے اے عمرؓ! پھر اُس سے فرمایا کہ تو اپنی مظلومیت کے حق کو اس کے ہاتھ کتنے میں بیچتی ہے کہ میں اس کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ ہم سے مخول نہ کر۔ خدا تجھ پر رحمت کرے تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ یہ مخول نہیں ہے تو اس سے اصرار کرتے ہی رہے یہاں تک کہ اس کے حق مظلومیت کو پچیس دینار میں خرید لیا۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ علیؓ بن ابی طالب اور ابن مسعودؓ آپہنچے اور ان دونوں نے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنینؓ۔ تو عورت اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگی کہ ہائے بُرائی میں نے امیر المؤمنینؓ کو اُس کے مُنہ پر بُرا بھلا کہدیا۔ تو اُس سے امیر المؤمنینؓ نے فرمایا کہ تجھ پر کوئی جُرم نہیں خدا تجھ پر رحم کرے تو عمرؓ نے ایک جلد کا ٹکڑا مانگا جس پر لکھیں مگر نہ ملا پھر اپنی چادر میں سے جس کو اوڑھ رہے تھے ایک ٹکڑا کاٹا اور لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ دستاویز ہے اس کی جو عمرؓ نے

عمر من فلانة ظلامتها منذ ولي الى
يومنا هذا بخمسة وعشرين دينارا
فما تدعي عنده وقوفي في المحشر
بين يدي الله عز وجل فعمر منه
بريٌّ شهد على ذلك عليٌّ بن ابي طالب
وعبد الله بن مسعود ثم دفع الكتاب
الى عليٍّ وقال اذا انا تقدمتك (في الموت)
فاجعلها في كفني وفيه عن الاوزاعي
ان عمر بن الخطاب خرج في سواد
الليل فرآه طلحة فذهب عمر
فدخل بيتا ثم خرج ودخل بيتا آخر
فلما اصبح طلحة ذهب الى ذلك
البيت فاذا بعجوز عمياء مقعدة (برجاماندہ) فقال
لها ما بال هذا الرجل يأتيك قالت
انه يتعاهدني منذ كذا وكذا بما
يصلحني ويخرج عني الاذى فقال
طلحة لنفسه ثكلتك امك آ عثرات (لغزشہا) عمر
تتبع اخرجه صاحب الصفوة و
الفضائلي وفيه روي انه كان
يطوف ليلة في المدينة فسمع
امرأة تقول شعر الا طال هذا الليل
وازورَّ جانبه وليس الى جنبي
خليل ألاعبه فوالله لولا الله
لا شيء غيره لزعزع من هذا السرير
جوانبه مخافة ربي والحياء

فلاں عورت سے اُس کا حق مظلومیت خریدا ہے جب سے وہ والی بنا ہے آج کے دن تک پچیس دینار میں تو وہ اب اللہ کے سامنے محشر میں کھڑی ہو کر اگر دعوی کرے تو عمرؓ اس سے بری ہے۔ اس پر گواہ ہیں علی بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔ پھر وہ تحریر علیؓ کو دیدی اور فرمایا کہ جب میں تم سے پہلے دنیا سے گزر جاؤں تو اس کو میرے کفن میں رکھدینا۔ اور اسی میں ہے کہ اوزاعیؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب رات کے اندھیرے میں نکلے تو اُن کو طلحہؓ نے دیکھا کہ عمرؓ جاتے ہوتے ایک گھر میں داخل ہوتے پھر نکلے اور دوسرے گھر میں داخل ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو طلحہؓ اُس گھر میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک بوڑھیا ہے اندھی جس کی ٹانگیں ماری ہوئی ہیں تو اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص کیا کرتا ہے جو تیرے پاس آتا ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ میری خبر گیری کرنے والا ہے اتنے اور لتنے زمانہ سے جس چیز کی بھی مجھے ضرورت ہوتی ہے اور میرے پاس سے گندگی کو ہٹاتا ہے تو طلحہؓ نے اپنے نفس سے کہا کہ تجھے روئے تیری ماں کیا تو عمرؓ کی لغزشیں معلوم کرنے کے درپے ہوا تھا۔ اس کو اخذ کیا صاحب الصفوہ اور فضائلی نے۔ اور اسی میں ہے کہ ایک رات عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے سُنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار الا طال ھذا اللیل وازورّ جانبہ الخ (ترجمہ) دیکھو یہ رات لمبی ہو گئی اور اس کا گوشہ خوب تاریک ہو گیا۔ اور میرے پہلو میں کوئی دوست نہیں جس کے ساتھ دل لگی کر لوں + تو خدا کی قسم اگر اللہ (روکنے والا) نہ ہوتا جس کے سوا مجھے کوئی شے (روکنے والی) نہیں۔ تو اس چارپائی کی تمام طرفیں (یعنی پٹیاں) ضرور کانپنے لگتیں + اپنے پروردگار کا خوف اور حیا

تزودنی ؛ واکرم بعلی ان تناول مراکبہ ؛
وفی روایۃ و لکننی اخشی رقیبا موکلا ؛
بانفسنا لا یفتر الدہر کاتبہ ؛ فسال
عمر نساء کم تصبر المرأۃ عن الرجل
فقلن شہرین وفی الثالث یقل الصبر وفی الرابع ینفد الصبر
فکتب الی امراء الاجناد ان
لا تحبسوا رجلا عن امرأتہ اکثر
من اربعۃ اشہر وفیہ عن الشعبی قال
سمع عمر امرأۃ تقول شعر دعتنی
النفس بعد خروج عمرو ؛ الی
اللذات تطلع اطلاعا ؛ فقلت
لہا عجلت فلا تطاعی ؛ ولو
طالت اقامتہ رباعا ؛ احاذر
ان اطعتک سب نفسی ؛ و
مخزاۃ تجللنی قناعا ؛ فقال
لہا عمر ما الذی یمنعک من
ذلک قالت الحیاء و اکرام
زوجی قال عمر ان فی
الحیاء لہنات ذات الوان من
استحیی استخفی و من استخفی اتقی
و من اتقی وقی اخرجہ ابن ابی
الدنیا وفی الاحیاء روی ان عمر کان
یعس فی المدینۃ ذات لیلۃ فرأی
رجلا و امرأۃ علی

مجھے اس کام سے ہٹاتی ہے اور (نیز) میں اپنے شوہر کی عزّت کرتی ہوں کہ اس کے سواری کے مقامات کو دوسرے شخص کو دیدیئے جائیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے ولکنّنی اخشٰی الخ یعنی لیکن میں ڈرتی ہوں ایک ایسے نگہبان سے جو ہمارے نفسوں پر موکّل ہے جو کبھی سُستی نہیں کرتا ہمیشہ ہر ایک حال لکھتا ہی رہتا ہے۔ تو عمرؓ نے عورتوں سے پوچھا کہ کتنے عرصہ تک عورت مرد سے صبر کر لیتی ہے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ دو مہینے اور تیسرے مہینے میں صبر کم ہونے لگے گا اور چوتھے مہینے میں ختم ہو جائے گا تو آپ نے فوجوں کے اُمراء کو لکھا کہ کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس جانے سے چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے۔ اور اُسی میں ہے کہ مروی ہے شعبیؒ سے کہ عمرؓ نے سُنا کہ ایک عورت کہہ رہی ہے اشعار دعتنی النّفسُ بعد خروج عمرٍو الخ (ترجمہ) عمرو کے جانے کے بعد مجھے نفس نے لذّات کی طرف بُلایا (اور ان کے حاصل کرنے کی) بہت سی صورتیں دیکھ رہا ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ تو نے جلدی کی تیری بات نہیں مانی جائے گی اگرچہ عمرو کا قیام منازل میں طویل ہو جائے + اگر میں نے تیری بات مان لی تو میں اپنی ذات پر گالیاں پڑنے سے ڈرتی ہوں اور ایسی رسوائی سے جو میرے چہرے پر بُرقع بن کر چھا جائے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس (بُرائی) سے تجھے کیا چیز روکتی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ حیاء اور اپنے شوہر کا اکرام۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ بیشک حیاء میں بہت سی خصلتیں مختلف الوان کی شامل ہو جاتی ہیں۔ جو حیا کرے گا وہ چھپا رہے گا اور جو چھپا رہے گا وہ متقی ہو گا اور جو متقی ہو گا وہ بچا رہے گا، اس کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔ اور احیاء میں ہے کہ ایک رات عمرؓ مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو آپ نے ایک مرد اور ایک عورت کو

فاحشۃ فلما اصبح قال للناس ارأیتم
لو ان اماما رأی رجلا وامرأۃ علی
فاحشۃ فاقام علیہما الحد ما کنتم فاعلین
قالوا انما انت امام فقال علی لیس لک
ذلک اذا یقام الحد علیک ان اللہ
تعالی لم یأمن علی ہذا الامر اقل من
اربعۃ شہداء ثم ترکہم ما شاء اللہ ان
یترکہم ثم سألہم فقال القوم مثل
مقالتہم الاولی وقال علی مثل
مقالتہ قال الغزالی وہذا مشیر
الی ان عمر کان مترددا فی
ہذہ المسألۃ وفیہ عن عبد الرحمن
ابن عوف قال حرست مع عمر لیلۃ
بالمدینۃ فبینا نحن نمشی اذ ظہر لنا
سراج فانطلقنا نؤمہ فلما دنونا اذا
باب مغلق علی قوم لہم اصوات ولغط
فاخذ عمر بیدی وقال اتدری بیت من
ہذا قلت لا قال ہذا بیت ربیعۃ بن
امیۃ بن خلف وہم الآن شرب
فما تری قلت اری انا قد اتینا
ما نہانا اللہ تعالی عنہ قال اللہ تعالی
ولا تجسسوا فرجع عمر وترکہم و
فیہ روی ان عمر کان
یعس بالمدینۃ اللیل فسمع
صوت

فحش حال میں دیکھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں سے کہا کہ تمہاری
کیا رائے ہے کہ اگر ایک امام نے ایک مرد اور عورت کو فحش
حالت پر دیکھا اور پھر اُن دونوں پر حد کو قائم کر دیا تو تم کیا
کروگے۔ تو لوگوں نے کہا کہ آپ امام ہیں (آپ کو اختیار ہے)
مگر علی رضؓ نے کہا کہ اس کا اختیار نہیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ
کے اوپر حد قائم کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نہیں
مانتے اس امر میں چار گواہوں سے کم کی شہادت کو۔ پھر عمر رضؓ نے
اُن (سے اس پر کلام) کو چھوڑے رکھا جب تک اللہ نے چاہا
کہ چھوڑے رکھیں۔ پھر اُن سے پوچھا تو قوم نے اسی طرح جیسے
پہلے کہا تھا جواب دیا اور علی رضؓ نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔
غزالی رحؒ نے کہا کہ یہ (تکرار سوال) اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ عمر رضؓ
اس مسئلہ میں متردد تھے۔ اور اسی میں ہے کہ عبدالرحمن بن
عوف رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات عمر رضؓ کے ساتھ مل کر
مدینہ کا گشت کیا تو ایسے وقت کہ ہم چلے جا رہے تھے ہم کو ایک
چراغ نظر آیا تو ہم اُسی کے قصد سے آگے چلے۔ جب ہم قریب
پہنچ گئے تو دیکھا کہ ایک قوم نے (یعنی چند ہم مشرب لوگوں نے)
دروازہ بند کر رکھا ہے اور اُن کی آوازیں اور ملے جلے الفاظ
بلند ہو رہے ہیں۔ تو عمر رضؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کیا تم
جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کہ یہ گھر ہے
ربیعہ بن اُمیہ بن خلف کا اور وہ اس وقت شراب پیتے ہوئے
ہیں تو تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے تو یہ
ہے کہ ہم اب اس حد پر آ گئے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں
منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا (اور تجسس
نہ کرو) تو عمر رضؓ واپس ہوتے اور اُن کو چھوڑ دیا۔ اور اُسی میں
ہے کہ عمر رضؓ ایک رات مدینہ میں گشت کر رہے تھے تو ایک شخص کی آواز

رجلٍ فی بیتٍ یتغنّٰی فتسوّر علیہ فوجد
رجلاً عندہ امرأۃٌ و خمرٌ فقال یا
عدوّ اللّٰہ أظننت انّ اللّٰہ تعالیٰ
یسترک و انت علی معصیتہ
فقال و انت یا امیر المؤمنین فلا
تعجل إن اکُ عصیتُ اللّٰہ فی
واحدۃٍ فانت عصیتہ فی ثلاثٍ قال
اللّٰہ تعالیٰ وَلَا تَجَسَّسُوْا وقد تجسّست
وقال تعالیٰ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا
الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وقد تسوّرت
علیّ وقال تعالیٰ لَا تَدْخُلُوْا
بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ وقد دخلت
بیتی بغیر اذنٍ ولا سلامٍ فقال عمر ہل
عندکم من خیرٍ إن عفوتُ عنک قال
نعم یا امیر المؤمنین لئن عفوت
عنّی لا اعود لمثلہا ابدًا فعفا
عنہ در روضۃ الاحباب مرویست
از اسلم مولائے فاروق رض کہ شبے
از شبہا با امیر المؤمنین در اطرافِ
مدینہ می گشتم ساعتے برائے استراحت
بر جانب دیوارے تکیہ فرمود
شنید کہ ضعیفہ با صبیۃ خود
مے گفت برخیز شیر را آب بیامیز دختر
گفت نمی دانی کہ منادیِ امیر المؤمنین
ندا در دادہ لا یُشاب اللبن
آمیختہ نشود ۱۲

میں سے سنی جو گا رہا تھا تو اس کو دیوار کے اوپر سے جھانک کر دیکھا
تو پایا کہ اس کے سامنے ایک عورت ہے اور شراب رکھی ہے تو انھوں
نے کہا کہ اے اللہ کے دشمن کیا تو نے یہ گمان کر لیا تھا کہ اللہ
تعالیٰ تجھے چھپاتے رکھے گا اور تو اس کی نافرمانی پر قائم رہیگا۔
تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین رض! آپ بھی (نافرمان ہیں)
تو جلدی نہ کیجئے اگر میں نے اللہ کی نافرمانی کی ایک بات میں تو
آپ نے اس کی نافرمانی کی تین باتوں میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اور آپ نے تجسس کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَیْسَ الْبِرُّ الخ (۲: ۱۸۹) اور یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ گھروں
میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو۔" اور آپ دیوار پھلانگ کر
میرے پاس آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا
الخ (۲۴: ۱۸۹) تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں
داخل مت ہونا جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور
گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔" اور آپ میرے گھر میں داخل ہوئے
بغیر اذن کے اور بغیر سلام کے۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا تم سے خیر
کی امید کیجائے اگر میں تجھ کو معاف کر دوں؟ اس نے کہا کہ ہاں
اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھ کو معاف کر دیا تو میں کبھی ایسی
شے کی طرف نہ لوٹوں گا تو آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ اور
روضۃ الاحباب میں مروی ہے اسلم رض سے جو حضرت فاروق رض کے
آزاد کردہ تھے کہ بعض راتوں میں سے ایک رات میں میں امیر المؤمنین رض
کے ساتھ مدینہ کے اطراف میں پھر رہا تھا۔ آپ نے ایک گھڑی
کے لئے استراحت کی غرض سے ایک دیوار کی جانب سہارا لیا۔ آپ
نے سنا کہ ایک بڑھیا اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے کہ اٹھ دودھ
میں پانی ... ملا دے۔ لڑکی نے کہا کہ آپ نہیں جانتیں۔ کہ امیر
المؤمنین رض کے منادی نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دودھ میں پانی

بالآبِ مادر گفت نہ درین ساعت امیر المؤمنین رضؓ حاضر است و نہ منادیِ او دختر گفت و اللہ سزاوار نیست مارا کہ در ملاء (بجمع ۱۲) اطاعت کنیم و در خلوت عصیان ورزیم فاروقِ اعظم رضؓ بغایت خوش وقت شد و گفت اے اسلم این سرائے را نشان کُنی روزِ دیگر آنجا کس فرستاد و آن دختر را برائے پسر خویش عاصم خِطبہ کرد و عاصم را از وے دخترے پیدا شد عمرؒ بن عبد العزیز از نسلِ آن دختر بود و نیز مرویست از عبد اللہ بن بریدہؓ اسلمی کہ فاروقِ اعظم رضؓ شبے در بازارِ مدینہ سَیر می نمود ناگاہ شنید کہ زنے این بیت می خواند بیت

اَلَا سَبِیْلَ اِلٰی خَمْرٍ فَاَشْرَبُهَا ؛ اَمْ لَا سَبِیْلَ اِلٰی نَصْرِ بْنِ حَجَّاجٍ ؛

بامدادان پرسید کہ نصر بن حجاج کیست گفتند جوانے ست از بنی سلیم رَشِیْقُ الْقَدِّ (دبلے بدن) صَبِیْحُ الْخَدِّ (خوب رخسار ۱۲) حَسَنُ الشَّعْرِ اورا خواند و حلاق (موتراش ۱۲) را فرمود کہ سرِ او را بتراشد دید کہ جمالِ او چنانکہ بود ہست از بیت المال چیزے بداد و از مدینہ اورا اخراج نمود آخر ہا ازوی خیانتی بظہور رسید و فراستِ عمرؓ کار خود کرد و از عبد الرحمٰن بن عوف مروی ست کہ فاروقؓ بخانۂ من آمد گفتم چرا مرا نہ طلبیدی فرمود بمن خبر رسیدہ است کہ درین وقت قافلہ در ظاہرِ مدینہ فرود آمدہ است و اہلِ قافلہ از کلالِ سفر بخوابِ غریق رفتہ اند بیا تا محافظتِ ایشان نمائیم بر سرِ تلّی (تودہ ۱۲) رفتیم و تا صباح بیدار بودیم و از ابوہریرہؓ مروی است کہ مے گفت

نہ مِلایا جائے۔ ماں نے کہا کہ نہ اس وقت امیر المؤمنینؓ موجود ہے اور نہ اُس کا مُنادی۔ لڑکی نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بات تو ہمارے لئے شایان نہیں ہے کہ سامنے تو ہم اُن کی اطاعت کریں اور خلوت میں نافرمانی کرنے لگیں۔ فاروقِ اعظم رضؓ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے اسلم اس مکان پر نشان لگا دے۔ دوسرے دن آپ نے کسی کو بھیجا اور اس لڑکی کا رشتہ اپنے بیٹے عاصم سے کر لیا۔ اُس سے عاصم کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ عمرؒ بن عبد العزیز اسی لڑکی کی اولاد میں سے تھے۔ اور نیز عبد اللہ بن بُریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ ایک رات فاروقِ اعظم رضؓ مدینہ کے بازار میں پھر رہے تھے کہ آپ نے سُنا کہ ایک عورت یہ بیت پڑھ رہی ہے بیت الا سبیلَ الیٰ خمرٍ الخ (ترجمہ) کیا کوئی راہ شراب حاصل کرنے کی نہیں کہ میں اُس کو پی لوں۔ یا کوئی راہ نہیں نصر بن حجاج سے مِلنے کی۔" صبح کو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجّاج کون ہے؟ اُنھوں نے کہا کہ بنی سلیم میں کا ایک جوان ہے موزوں قد اور سفید رخسار اور خوب صورت بالوں والا۔ آپ نے اُس کو بُلایا اور نائی کو حکم دیا کہ اس کا سر مونڈ دے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ اس کا جمال جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے۔ تو آپ نے اس کو بیت المال میں سے کچھ دیدیا اور اس کو مدینہ سے نکال دیا۔ انجام کار اس سے ایک خیانت ظہور میں آئی اور عمر رضؓ کی فراست نے اپنا کام کیا۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ سے مروی ہے کہ فاروق رضؓ میرے گھر میں آئے۔ میں نے کہا کہ آپ نے مجھے کیوں نہیں بُلا لیا فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس وقت قافلہ مدینہ کے باہر اُترا ہے اور قافلہ والے سفر کے تھکان سے گہری نیند سو گئے ہیں۔ چلو تاکہ اُن کی حفاظت کریں۔ تو ہم ایک ٹیلے پر پہنچ گئے اور صبح تک جاگتے رہے۔ اور ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ

رحمتِ خدا تعالیٰ بر قبرِ فاروق رض نازل باد در عامِ رماده
دیدم کہ دو انبانِ نان بر پشتِ خود برداشتہ
و عُکّہ ازیت بدست گرفتہ میرفت و اسلم رفیقِ او
بود در حملِ آن من نیز با او رفتم تا آنکہ رسیدیم بچشمہ
صِرار دیدم کہ بیست خانہ دار از بنی محارب در انجا
فرود آمدند پرسید کہ سبب قدومِ شما چیست اظہار
جوع نمودند فی الحال بارہا بر زمین افگند و از برائے
طباخی ایشان در ایستاد تا طعام مہیا کرد و ایشان
را اطعام نمود انگاہ اسلم را بمدینہ فرستاد تا
برائے ایشان شترے چند از اطعمہ و کسوت آورد
و بر ایشان قسمت فرمود و مرفہ الحال و متقضی
الاوطار باوطار خود بازگشتند و از انجملہ
آنکہ در محافظتِ بیت المال دقیقہ فرو نمے
گذاشت در روضۃ الاحباب مذکور است کہ
احنف بن قیس با جمعے از وجوہ عرب از جانب
عراق بجنابِ فاروقِ اعظم رض آمدند مے
بینند کہ وے عبا خود را بمیان زدہ
در طلب شترے گم شدہ از شترانِ صدقہ
در حالِ کمالِ حرارت ہوا تردد مے کند
چون احنف را دید فرمود یا احنف ساعتے با من
رفاقت کن در طلب این شتر چہ حق یتامیٰ
و مساکین و ارامل دران ہست مردے از قوم
گفت یا امیر المومنین رض چرا نمے فرمائی کہ
بندۂ از بندگانِ صدقہ درین
امر قیام نماید

خدا کی رحمت نازل ہو فاروق رض کی قبر پر میں نے عام رمادہ (ایک
قحط کے سال کا نام) میں دیکھا کہ دو گٹھڑیاں روٹیوں کے سامان
کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اور روغن کا کپا ہاتھ میں لئے ہوئے
جا رہے تھے اور اسلم آپ کا ساتھی تھا اس کے اٹھانے میں۔
میں بھی ان کے ساتھ گیا، یہاں تک کہ ہم چشمۂ صرار عہ پر پہنچے۔
میں نے دیکھا کہ بنو محارب کے بیس گھر والے وہاں اترے
ہیں ان سے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا سبب ہے؟ تو انھوں نے
بھوک کا اظہار کیا۔ آپ رض نے جبھی ان بوجھوں کو زمین پر....
ڈال دیا اور روٹیوں کی تیاری کے لئے کھڑے ہوگئے یہاں تک
کہ کھانا تیار کر کے ان کو کھلا دیا۔ پھر اسی وقت اسلم کو مدینہ
بھیجا یہاں تک کہ وہ ان کے لئے چند اونٹ کھانے کے سامان
اور کپڑے سے لدے ہوتے لایا اور آپ رض نے یہ سب ان پر تقسیم
فرما دیا اور یہ سب لوگ خوش حال اور حاجت روائی کے ساتھ
اپنے وطنوں کو واپس ہوتے۔ اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیت
المال کی محافظت میں آپ رض نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔
روضۃ الاحباب میں مذکور ہے کہ احنف بن قیس سرداران عرب
کی ایک جماعت کے ساتھ عراق کی جانب سے فاروقِ اعظم رض
کی خدمت میں آئے۔ دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی عبا کو کمر پر باندھے
ہوئے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک گم شدہ اونٹ کی تلاش
میں اس حالت میں کہ سخت گرم ہوا (یعنی لو) چل رہی تھی پھر
رہے تھے۔ جب آپ رض نے احنف کو دیکھا تو فرمایا کہ اے احنف!
تھوڑی دیر اس اونٹ کی تلاش میں میرا ساتھ دو کیونکہ اس
میں یتیموں کا اور مسکینوں اور بیواؤں کا حق ہے۔ قوم میں سے
ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین رض! آپ صدقہ کے غلاموں
میں سے کسی غلام کو اس کام کے انجام دینے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟

عہ زیر کے ساتھ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک قدیم کنواں ہے ۱۲

فرمود ای عبدٍ اَعْبَدُ مِنّی و من الاَحنف
ہر کسے کہ والیِ امرِ مسلمانان شد واجب
است بروے آنچہ واجب است بر بندہ
برائے خواجہ وفی الرّیاض عن ابی بکر
العنسی قال دخلتُ مع عُمر و عثمانَ و
علیٍّ مکانَ الصدقۃ فجلس عثمان
فی الظلّ یکتبُ و قام علیٌّ علی
رأسِہ یُملی علیہ ما یقول عُمرُ و عمر
قائم فی الشمس"بے نویسانید" فی یومٍ شدید الحرّ
علیہ بُردتانِ سَوداوانِ مُؤتزرٌ
بِوَاحدۃٍ و قد وَضعَ الاخریٰ علیٰ
رأسِہ و ہو یتفقّدُ اِبلَ الصّدقۃِ
ویکتبُ اَلوانَہا و اَسنانَہا فقالَ
علیٌّ لعثمانَ ماسمعتَ۔ قول ابنۃ
شعیب فی کتاب اللہ عزّ وجلّ یَآ اَبَتِ
اسْتَاْجِرْہُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ
الْاَمِیْنُ واشارَ الیٰ عُمر وقال ہذا القویّ الامینُ
اخرجہ المخلص و ابن السّمان فی الموافقۃ
وفیہ عن محمد بن علی بن حسین عن مولے
لعثمان بن عفان قال بینا انا مع عثمان فی
مالٍ لہ بالعالیۃِ فی یومٍ صائفٍ اذ رآے
رجلاً یسوقُ بکرَیْنِ"دو شتر جوان" و علی الارض
مثل الفراش"پروانہا" من الحرّ فقال عثمان ما علی
ہذا لو اَقامَ بالمدینۃِ حتّٰی یَبرُدَ
ثم یروحُ ثم دَنیٰ الرّجلُ

آپ نے فرمایا کہ اور (اللہ کے) غلاموں میں سے مجھ سے اور احنف سے زیادہ غلام کونسا ہے۔ جو شخص کہ امرِ مسلمین کا والی ہوگیا اُس پر وہ سب کچھ واجب ہے جو کسی آقا کے غلام پر آقا کے لئے واجب ہوتا ہے۔ اور ریاض میں ہے کہ مروی ہے ابوبکر عنسی سے کہا کہ میں عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ کے ساتھ صدقے کے مکان میں پہنچا تو عثمانؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے اور علیؓ ان کے سرہانے کھڑے ہوکر جو کچھ عمرؓ بولتے تھے اُس کو لکھواتے جاتے تھے اور عمرؓ دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے ایسے دن میں جو سخت گرمی کا تھا ان کے بدن پر دو سیاہ چادریں تھیں ایک کو لنگی بنا رکھا تھا اور دوسری کو سر پر اوڑھ رکھا تھا اور وہ صدقے کے اونٹوں پر غور کرتے جاتے تھے اور اُن کے رنگ اور دانت لکھواتے تھے تو علیؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ کیا تم نے شعیبؑ کی بیٹی کا قول نہیں سُنا کتاب اللہ عزّ وجلّ میں یَآ اَبَتِ اسْتَاْجِرْہُ الخ

(۲۸ : ۲۶) ابّا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانتدار ہو" اور اشارہ کیا عمرؓ کی طرف اور کہا یہ ہے قوی امین، اس کو اخذ کیا مخلص نے اور ابن السّمان نے الموافقہ میں۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے محمد بن علی بن حسین سے وہ روایت کرتے ہیں عثمانؓ بن عفان کے ایک آزاد کردہ سے اُس نے کہا ایسے وقت کہ میں عثمانؓ کے ساتھ ان کی اس جائداد میں تھا جو عالیہ (یعنی مدینہ کی بلند جانب) میں تھی سخت گرم دن میں کہ دفعۃً اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو جوان اُونٹوں کو ہنکار رہا ہے اور زمین پر تپش کی وجہ سے پتنگے اُڑتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ تو عثمانؓ نے کہا کہ اس شخص کا کیا حرج ہوتا اگر یہ شہر میں ٹھہر جاتا یہاں تک کہ ٹھنڈ ہو جاتی پھر شام کو آجاتا۔ پھر وہ شخص قریب ہوگیا

فقالَ اُنظر من ہٰذا فنظرتُ فقلتُ ارٰی رُجلاً مُعَمَّماً بردائہ یسوق بکرین ثم دنے الرّجلَ فقالَ انظر فنظرتُ فاذاہو عمر بن الخطاب فقلتُ ہٰذا امیرُ المؤمنین فقام عثمانُ فاَخرجَ رآسہ من البابْ فاذا لَفحُ (سوزش) السمُومِ فاَعادَ رآسہ حتے اذا مَاذاہ قالَ ما اَخرَجک ہذہ السّاعۃَ فقال بکرانِ من ابل الصدقۃ تَخَلَّفا وقد مضے بابل الصّدقۃ فاردتُّ ان اُلحِقہما بالحِمٰی (چراگاہ شتران صدقہ) وخشیتُ اَن یَضیْعَا فیسألنی اللّٰہ عنہما فقالَ عثمان یاامیرَ المؤمنین ھلمَّ الے المآءِ والظلِّ ونَکفِیکَ قالَ عُدْ الٰے ظِلّک ومَضٰے فقالَ عثمان مَن اَحَبَّ ان ینظر الٰے القویّ الاَمینِ فلینظُر الٰے ہٰذا اخرجہ الشّافعیّ فی مسندہٖ وفے الاحیاءِ روے ان عمرَ وَصَلَہ مِسکٌ من البحرَین فقالَ وَدِدْتُ لو ان امرأۃً وَزِنَتْہ حتے اقسمہ بینَ المسلمین فقالت امرأتُہ عاتِکۃُ اَنا اُجیدُ (نیکو خواہم سنجید) الوزنَ فسکتَ عنہا ثم اعادَ القولَ فاَعادتِ الجوابَ فقالَ لا اَحْبَبْتُ اَن تَضَعِیہ فے الکَفّۃِ ثم تقولین ہٰکذا یعنے تُوثِّر فیہا اثرَ الغبارِ فتمسَحِین بہا عنقکِ فاُصِیبُ

تو مجھ سے کہا کہ دیکھو یہ کون شخص ہے تو میں نے نظر ڈالی اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی چادر سر کو لپیٹے ہوئے ہے اور دو نوجوان اونٹوں کو ہنکا کر لارہا ہے۔ پھر وہ شخص کچھ اور نزدیک ہوا پھر کہا کہ اب دیکھ (شاید پہچانا جاسکے) میں نے نظر ڈالی تو وہ عمرؓ بن الخطاب نکلے۔ میں نے کہا کہ یہ تو امیر المومنینؓ ہیں تو عثمانؓ کھڑے ہوتے اور انھوں نے اپنا سر دروازے سے باہر نکالا تو ایک لُو کا جھونکا ان کو لگا تو اُنھوں نے پھر اپنا سر اندر کو لوٹا لیا۔ اتنے میں وہ اُن کے سامنے آگئے۔ عثمانؓ نے کہا کہ ایسے وقت میں نکلنے کی کیا ضرورت پیش آئی تو اُنھوں نے کہا کہ صدقہ کے اونٹوں میں کے دو نوجوان اونٹ پیچھے رہ گئے اور تمام اونٹ گزر چکے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کو بھی چراگاہ تک پہنچا دوں اور مجھے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوگیا تو یہ فکر ہوا کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے بازپرس کرے گا ان دونوں کے بارے میں۔ پھر عثمانؓ نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ پانی اور سائے کی طرف آجائیے اور یہ کام ہم کرلیں گے تو کہا کہ تم اپنے سایہ کی طرف لوٹ جاؤ اور چلدیئے تو عثمانؓ نے کہا کہ جو قوی امین کی طرف دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھ لے۔ اس کو شافعیؒ نے اپنی مسند میں لیا ہے۔ اور احیاء میں ہے کہ روایت ہے کہ عمرؓ کے پاس بحرین سے مُشک پہنچی تو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی عورت اس کو تول دیتی تاکہ میں اس کو مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔ تو اُن کی بی بی عاتکہ نے کہا کہ میں عمدگی کے ساتھ تول دوں گی تو ان کو جواب نہ دیا۔ پھر وہی بات دوبارہ فرمائی تو انھوں نے بھی وہی جواب لوٹایا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اُس کو ہتھیلی پر رکھے، پھر تو ایسا کرلے۔ آپؓ یہ مراد لے رہے تھے کہ ہتھیلی پر جو غبار لگا رہ جائے گا وہ تو اپنی گردن پر مل لے تو اس صورت سے

بذلك فضلا على المسلمين وفيه روى
ان عبد الله وعبيد الله ابني عمر
اشتريا ابلا فبعثاها الى الحمى فرعت
فيه حتى سمنت فقال عمر رعيتما في
الحمى فقالا نعم فشاطرهما وفيه كان
عمر يقسم بيت المال فدخلت ابنة له
فاخذت درهما من المال فنهض عمر
في طلبها فسقطت الملحفة عن احد
منكبيه ودخلت الصبية بيت
اهلها تبكي وجعلت الدرهم في فيها
فادخل عمر اصبعه فاخرجه من فيها
وطرحه على الخراج وقال ايها الناس
ليس لعمر ولا لآل عمر الا ما للمسلمين
قريبهم وبعيدهم وفيه كنس (جاروب داد) ابو موسى
بيت المال فوجد درهما فمر بني لعمر
فاعطاه اياه فرآه عمر في يد الغلام فسأله
عنه فقال اعطانيه ابو موسى فقال
يا ابا موسى ما كان في اهل المدينة بيت
اهون (حقیر تر) عليك من آل عمر اردت
ان لا يبقى احد من امة محمد
صلى الله عليه وسلم الا
طلبنا بمظلمة ورد الدرهم في
بيت المال من كتاب تنبيه الغافلين
عن علي قال رأيت عمر
على كتفه قتب (ساز و پالان شتر) يعدو به

ہیں اور مسلمانوں سے زیادہ حصہ پاؤں گا۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ کے دونوں بیٹوں عبداللہؓ اور عبیداللہؓ نے ایک اونٹنی خریدی اور اس کو چراگاہ بھیجدیا جس میں وہ چرتی رہی یہاں تک کہ موٹی ہوگئی۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو چراگاہ میں چرایا؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں۔ تو ان سے آدھی قیمت وصول کی۔ اور اسی میں ہے کہ عمرؓ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے تو اُن کی ایک بیٹی آگئی اور اُس نے مال میں سے ایک درہم اُٹھالیا تو عمرؓ اُس سے لینے کے لئے اُٹھے (اور وہ بھاگی) تو اُس کے ایک کندھے پر سے اوڑھنی گرگئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی اپنے رشتہ دار کے گھر میں داخل ہوگئی اور اس نے درہم اپنے منہ میں ڈال لیا تھا تو عمرؓ نے اُس کے منہ میں اُنگلی ڈال کر وہ درہم نکالا اور اُس کو مال میں لاکر ڈالا اور کہا اے لوگو! عمر کا اور اس کی اولاد کا کوئی حق نہیں مگر اتنا جس قدر عام مسلمانوں کا ہے قریب کے اور دُور کے۔ اور اُسی میں ہے کہ ابو موسیٰؓ نے بیت المال میں جھاڑو دی تو اُنھوں نے ایک درہم پایا۔ پھر عمرؓ کا ایک چھوٹا لڑکا آگیا تو وہ اُس کو دے دیا۔ اس کے بعد عمرؓ نے وہ درہم اس لڑکے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو اُس سے اُس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے ابو موسیٰؓ نے دیا ہے تو (یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ یہ درہم بیت المال کا ہے) آپ نے فرمایا کہ اے ابو موسیٰ اہلِ مدینہ میں سے آلِ عمر کے گھر سے زیادہ حقیر تیرے نزدیک کوئی گھر نہیں تھا۔ تو نے یہ ارادہ کیا کہ اُمتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے مگر وہ ہم سے مطالبہ کرے اپنے حق پر دراز دستی کا۔ اور آپ نے وہ درہم بیت المال میں لوٹا دیا۔ کتاب تنبیہ الغافلین میں ہے کہ علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اونٹ کا ساز و پالان کندھے پر رکھے ہوئے البقیع کی طرف جھپٹے

بالابلج فقلتُ یا امیر المؤمنین این تسیر قالَ بعیر نَدَّ من الصَّدقۃ اطلبہ فقلتُ لہ لقد اَذْلَلْتَ الخلفاءَ من بعدِک قال لا تَلُمْنِی یا ابا الحسن فوالذی بعث محمدًا بالنبوۃ لو ان عَنَاقًا ذہبتْ بشاطئ الفراتِ لاُخِذ بہا عمر یوم القیمۃ انہ لا حرمۃ لِوالٍ ضیّع المسلمین و لا لفاسقٍ رَدَّعَ المؤمنین و فیہ عن عُمر انہ اُتِی بزیتٍ من الشّام. وکان الزّیتُ فی الجفان یعنی فی القصاع و عمر یقسمہ بین النّاس بالاَقداحِ و عندہ ابنٌ لہ شعرانی قاعدٌ فلمّا فرغ جفنتہ مسح بقیتہا براسہ فنظر الیہ عمر فقالَ اریٰ شعرک شدید الرغبۃ علی زیتِ المسلمین ثم اخذ بیدہ فانطلق بہ الی الحجّام فجزَّ شعرہ فقالَ ہذا اَہونُ علیک و ازانجملہ آنکہ تفحّص خانہائے مسلمانان مے کرد اگر در تدبیر خللے مے دید اصلاحِ آن مے فرمود فی الریاض النّضرۃ ان رجلاً من الموالی خطب الی رجلٍ من قریش اختہ و اعطاھا مالاً جزیلاً فابی القرشی من تزوجہا فقالَ عمر ما منعک ان تزوّجہ

جارہے ہیں تو میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کہاں جارہے ہیں ؟ تو کہا کہ صدقہ کا ایک اونٹ جُدا ہو گیا اس کو پکڑنے کے لئے جارہا ہوں تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے اپنے بعد ہونے والے خلفاء کو ذِلّت میں ڈال دیا تو فرمایا کہ اے ابوالحسن مجھے ملامت نہ کر قسم ہے اُس ذات کی جس نے محمدؐ کو نبوّت کے ساتھ مبعوث کیا اگر ایک بکری کا بچہ بھی کنارۂ فرات پر ضائع ہو گیا تو قیامت کے دن اُس پر عمرؓ پکڑا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے والی کی کوئی حُرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع کر دے اور نہ ایسے فاسق کی جو مسلمانوں کو خوف زدہ کرے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے کہ عمرؓ کے پاس زیتون کا تیل لایا گیا شام سے اور (آپ کے سامنے) وہ تیل جفان یعنی کونڈوں میں رکھا ہوا تھا اور عمرؓ اس کو پیالوں کے ذریعہ لوگوں کو تقسیم کر رہے تھے اور اُن کے پاس اُن کا ایک لڑکا بیٹھا ہوا تھا جس کے سر پر لمبے بال تھے۔ جب تیل کا کونڈا خالی ہو گیا تو جو تیل اس کو لگا رہ گیا تھا اس نے پونچھ کر وہ اپنے سر کو مل لیا تو اُس کو عمرؓ نے دیکھا اور کہا کہ میں تیرے بالوں کو دیکھتا ہوں کہ ان کو بڑی رغبت ہے مسلمانوں کے تیل کی طرف پھر اُس کا ہاتھ پکڑا اور حجّام کے پاس لے کر گئے اور اُس کے بال کٹوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ یہ تیرے لئے آسان ہے (جب بال ہی نہ ہوں گے تو تیل کی ضرورت نہیں پڑے گی) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھریلو حالات معلوم کرتے اگر کوئی پہلو رُخنہ کا نظر آتا تو اُس کی اصلاح فرماتے۔ ریاض نضرہ میں ہے کہ موالی میں سے ایک شخص نے ایک قریشی شخص کے یہاں اُس کی بہن سے اپنا رشتہ بھیجا اور اُس لڑکی کو بہت سا مال دیا تو قریشی نے اُس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو عمرؓ نے اُس سے کہا کہ اس کے ساتھ شادی کرنے سے تجھ کو کیا بات مانع ہوئی

فانّ له صلاحًا و قد احسن عطيّة اختك
فقال القرشي يا امير المؤمنين انّ لنا
حسبًا و انه ليس لها بكفؤٍ فقال عمر
لقد جاءك بحسب الدنيا و الآخرة امّا
حسبُ الدنيا فالمالُ و امّا حسب الآخرة
التقوٰى زوّج الرجل ان كانت المرأة
راضيةً فراجعها اخولها فرضيت
فزوّجها منه ٭ وعن ابن عمر قال
كتب عمر بن الخطاب فيمن غاب
من الرّجال من اهل المدينة عن
نسائهم يردّوهم فليرجعوا اليهنّ او
يطلّقوهنّ او ليبعثوا اليهنّ بالنّفقة
فمن طلّق بعث بنفقة ما ترك اخرجه
الابهری و اخرج مالک ان عمر كان
يذهب الى العوالى كلّ يوم سبتٍ فاذا
وجد عبدًا فى عمل لا يطيقه وضع
عمله منه ٭ و ازانجمله آنکه رعایت
صلۂ اقارب آنحضرت صلے اللہ
علیه وسلم بابلغ وجوه می فرمود
فى الرياض عن الزهرى قال
كان عمر اذا اتاه مالُ العراق او
خمسُ العراق لم يدع رجلًا
من بنى هاشم عزبًا الّا زوّجه
ولا رجلًا ليس له خادمٌ الّا اخدمه
و فيه عن محمد بن علی قال

وہ تو نیک شخص ہے اور اس نے تیری بہن کو اچھا عطیہ بھی دیا تو قرشی نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمارا عمدہ حسب ہے اور وہ شخص اس کا کفو (یعنی برابر کا) نہیں ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ درحقیقت تیرے پاس دنیا کا حسب بھی آگیا اور آخرت کا بھی۔ دنیا کا حسب تو مال ہے، رہا آخرت کا حسب تو وہ تقوٰی ہے۔ اس شخص کے ساتھ نکاح کردے اگر عورت راضی ہو۔ تو اُس کے بھائی نے اپنی بہن سے مراجعت کی (یعنی دریافت کیا) تو وہ راضی ہوگئی تو اُس کا نکاح اُس شخص سے کردیا۔ اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ لکھا عمرؓ بن الخطاب نے (امراء کو) اہلِ مدینہ میں سے ان لوگوں کے بارے میں جو اپنی بیبیوں سے غائب تھے کہ وہ اُن کو لوٹائیں اور ان لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیویوں کے پاس آئیں یا اُن کو طلاق دیں یا ان کے پاس اُن کا خرچ بھیجیں۔ تو جس نے طلاق دی تو اُس نے جب سے چھوڑا تھا اس وقت تک کا نفقہ بھیجا۔ اس روایت کو اخذ کیا ابہری نے۔ اور روایت کیا مالکؒ نے کہ عمرؓ ہر سنیچر کے دن عوالی کی طرف جایا کرتے تھے (یعنی نجد سے اوپر تہامہ تک) تو جب کسی غلام کو ایسے کام پر لگا ہوا پاتے جس کی اُس میں طاقت نہ ہوتی تو اس کام سے اُس کو ہٹا دیتے۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقارب کے ساتھ نیک برتاؤ کا بہت اچھی طرح لحاظ رکھتے تھے۔ ریاض میں ہے کہ مروی ہے زُہری سے کہا کہ عمرؓ کے پاس جب عراق کا مال آتا تھا یا عراق کا خمس آتا تھا تو بنی ہاشم میں سے کسی شخص کو مجرّد نہیں رہنے دیتے تھے اُس کا نکاح کردیتے تھے اور جو شخص ایسا نہ ہوتا تھا کہ اُس کے پاس خادم نہ ہوتا تو اُس کو خادم عطا فرماتے۔ اور اسی میں ہے کہ محمد بن علی سے مروی ہے اُنھوں نے کہا کہ

قَدِمَتْ علےٰ عمر حُلَلٌ من الیمن فقسمہا بینَ المہاجرین والانصار ولم یکُن فیہا شئٌ یصلح علے الحسن والحسین فکتبَ الےٰ صاحب الیمن ان یعمل لہما علےٰ قدرہما ففعلَ وبعث بہا علےٰ عمر فلبسا ہا فقالَ عمر لقد کنتُ اُراہا علیہم فما یُہنئُنِیْ حتےٰ رآیتُ علیہما مثلہا وَ فیہ عن الحُسین بن علے بن ابے طالب رضے اللہ عنہما قال اَتیتُ علے عُمر بن الخطاب وہو علے المنبر فصعدتُ الیہ فقلتُ لہٗ انزِل عن مِنبرِ اَبے واذہب الےٰ مِنبرِ اَبیکَ فقالَ عمر لم یکن لِاَبے منبرٌ واَخذَنی فاَجلَسنی معہٗ فجعلتُ اُقلّبُ حصًا بیدی فلمّا نزلَ انطلقَ بی الے منزلہ فقالَ لی مَن علّمکَ فقلتُ واللہ ما عَلّمنے احدٌ فقالَ یابُنَیّ لوجعلت تَغشانا قال فاَتیتہٗ یومًا وہو خالٍ بمعاویۃ وابن عمر بالباب فرجعَ ابن عمر فرجعتُ معہٗ فلقینی بعدُ قالَ لم اَرکَ فقلتُ یا امیرَ المؤمنین انّی جئتُ وانتَ خالٍ بمعاویۃ وابنُ عمر بالباب فرجع ابنُ عمر فرجعتُ معہٗ قالَ انتَ اَحقّ بالاِذنِ مِن ابنِ عمر انما اَنبتَ ما فے رؤسنا اللہُ عزّ وجلّ ثم اَنتم وَ فیہ

عمرؓ کے پاس یمن سے کپڑوں کے جوڑے آئے تو اُن کو مہاجرین اور انصار میں تقسیم کردیا اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ نکلی جو حسنؓ اور حسینؓ پر موزوں ہو تو صاحبِ یمن کو لکھا کہ ان دونوں کے لئے اُن کی قدر کے مطابق بنوائیں چنانچہ اُس نے بنوا کر عمرؓ کے پاس بھیجے پھر اُنھوں نے اُن کو پہنا تو عمرؓ نے کہا کہ مجھے ان کو کپڑے پہنا کر دکھاتے جارہے تھے مگر مجھے پسند نہیں آرہے تھے یہاں تک کہ مَیں نے ان پر ایسے کپڑے دیکھ لئے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا جب کہ وہ منبر پر تھے تو میں اُس پر چڑھ گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ میرے باپ کے منبر پر سے اُترو اور اپنے باپ کے منبر کی طرف جاؤ تو عمرؓ نے کہا کہ میرے باپ کے پاس کوئی منبر نہیں تھا اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میرے ہاتھ میں کچھ کنکریاں تھیں میں اُن کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ پھر جب اُتر آئے تو مجھے اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئے۔ پھر مجھ سے کہا کہ تجھے یہ کس نے سمجھایا تھا تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے کسی نے نہیں سمجھایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ بیٹا اچھا ہوتا کہ تو ہمارے پاس آیا کرتا۔ کہا کہ پھر میں اُن کے پاس ایک دن گیا اور وہ خلوت میں تھے معاویہؓ کے ساتھ اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے۔ پھر ابنِ عمرؓ لوٹے تو میں بھی اُن کے ہمراہ لوٹ آیا۔ پھر اس کے بعد مجھ سے ملے تو کہا کہ میں نے تجھے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنینؓ میں آیا تھا جب کہ آپ معاویہؓ کے ساتھ تنہائی میں تھے اور ابنِ عمرؓ دروازے پر تھے پھر ابنِ عمرؓ واپس ہوتے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹ آیا تو کہا کہ تو اجازت ملنے کا زیادہ حقدار ہے ابنِ عمرؓ سے۔ ہمارے سروں میں جو کچھ اُگایا (یعنی نورِ اسلام) وہ اللہ عزّ وجلّ نے اُگایا پھر تم نے۔ اور مروی ہے

عن عُبید بن حنین قال جاء الحسن او الحسین یستاذنُ علےٰ عمر وجاء عبداللہ ابن عمر فلم یُؤذَنْ لعبد اللہ فرجع فقالَ الحسن او الحسین اذا لم یُؤذَنْ لعبداللہ لا یؤذن لنا فبلغ عمر فارسلَ الیہ فقال یا ابنَ اخی ما ردّک قال قلتُ اذا لم یُؤذن لعبد اللہ بن عمر لا یُؤذَن لے فقال یا ابنَ اخی فہل انبتَ الشعرَ علے الرأس غیرکم وفیہ عن المنذر ابن سعدٍ انّ ازواج النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم استاذن عمر فی الحجّ فابٰی ان یأذن لہنّ حتّےٰ اکثرنَ علیہ فقالَ سَاٰذَنُ لکنّ بعد العام ولیس ھذا من رأیے فقالت زینبُ بنتُ جحش سمعتُ رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم یقولُ عامَ حجّۃ الوداع انّما ہو ھٰذہ الحجّۃ ثمّ ظہورُ الحصر فخرجنَ غیرَہا فارسلَ معہنّ عثمانَ بن عفّان و عبدالرحمٰن بن عوف

عُبَید بن حنین سے کہا کہ حسن رضؓ آئے یا حُسین رضؓ حضرت عمر رضؓ سے ملنے کی اجازت چاہتے تھے اور عبداللہ بن عمر رضؓ آئے ہوتے تھے تو عبداللہ کو آنے کی اجازت نہ ملی۔ وہ واپس ہوگئے۔ تو حسن رضؓ یا حُسین رضؓ نے خیال کیا کہ جب عبداللہ رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو ہم کو بھی نہیں ملیگی (یہ بھی واپس ہوگئے) اس کی اطلاع عمر رضؓ کو ہوئی تو ان کو بُلوایا اور فرمایا کہ اے بھتیجے تم کیوں واپس چلے گئے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ جب عبداللہ بن عمر رضؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہ ملے گی تو فرمایا کہ اے بھتیجے! تو کیا (ہمارے) سر پر بال تمہارے سوا کسی اور نے اُگاتے ہیں (یعنی تمہارے نانا سے ہی ہمیں یہ مرتبہ ملا) اور اسی میں ہے کہ مُنذر بن سعد سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حج کے لئے عمر رضؓ سے اجازت چاہی تو اُنھوں نے ان کو اجازت دینے سے انکار کردیا یہاں تک کہ اُنھوں نے اُن سے بہت کہا سُنی کی تو کہا کہ میں تم کو اس سال کے بعد اجازت دوں گا (تاکہ پہلے سے کا حقّہٗ انتظام کرلیا جائے) اور یہ میری رائے نہیں (یعنی اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں) تو زینبؓ بنت جحش نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ حجۃ الوداع کے سال میں (عورتوں سے) یہ فرمارہے تھے کہ بس حج تو یہی حج ہے پھر ظہور حُصُر[ے] ہوگا (یعنی بوریوں پر گھروں میں بیٹھے رہنے کا زمانہ آجائے گا کہ قلوب پر بُرے وساوس کثرت سے آنے لگیں گے) پھر یہ سب (حج کے لئے) نکلیں بجز زینبؓ کے تو عمر رضؓ نے ان کے ساتھ عثمان بن عفان رضؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف

ے حُصُر جمع ہے حصیر کی بمعنے بوریا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایسے وقت کا ظہور ہوگا کہ تمہارے لئے بوریوں پر جا رہنا اللہ کی عبادت کے لئے بہتر ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے افضل الجہاد واجملہ حجٌّ مبرورٌ ثمّ لزوم الحُصُر عورتوں کے لئے بہتر اور عمدہ جہاد حج مبرور ہے (جس میں کوئی خطا یا لغزش نہ ہو جسکے بعد پھر آدمی گناہوں سے باز رہے) اس کے بعد بوریوں پر جمے رہنا (یعنی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اللہ کی یاد کرنا) ۱۲ مترجم

وامرهما ان يسير احدهما بين ايديهن
والآخر خلفهن ولا يسايرهن احد فاذا
نزلن فانزلوهن شعبا ثم كونا على
باب الشعب لا يدخلن عليهن احد ثم
امرهما اذا طفن بالبيت لا يطوف معهن
احد الا النساء فلما هلك عمر غلبن من
بعده . وفيه عن ابن ابي نجيح ان النبي
صلى الله عليه وسلم قال الذي يحافظ
على ازواجي من بعدي فهو
الصادق البار فقال عمر من
يحج مع امهات المؤمنين فقال
عبدالرحمن انا فكان يحج بهن و
ينزلهن الشعب الذي ليس له
منفذ ويجعل على هوادجهن الطيالسة
وفيه عن ابي وائل ان رجلا
كتب الى ام سلمة يحرج
عليها في حق له فامر عمر بن الخطاب
بجلده ثلثين جلدة اخرجه سفيان
ابن عيينة وفيه عن اسلم
ان عمر فضل اسامة بن زيد على
ابنه عبدالله بن عمر فلم يزل
الناس بعبدالله حتى كلم اباه
في ذلك فقال تفضل على
من ليس افضل مني وفرضت
له في الفين وفرضت لي في

کو روانہ کیا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ اس طرح چلیں
کہ ان میں سے ایک اُن کے آگے رہے اور ایک پیچھے رہے اور
ان کے برابر کوئی نہ چل سکے۔ پھر جب وہ اتریں تو اُن کو پہاڑ
کی گھاٹی میں اتارو اور تم دونوں گھاٹی کے دروازے پر رہو
کوئی شخص اُن کے پاس نہ جانے پاتے۔ پھر اُن دونوں کو حکم
دیا کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کریں تو ان کے ساتھ کوئی
طواف نہ کرے بجز عورتوں کے۔ پھر جب عمر رضؓ شہید ہو گئے
تو یہ غالب ہو گئیں اُن (خلفاء) پر جو اُن کے بعد ہوتے۔ اور
اسی میں ہے کہ ابن ابو نجیح سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میرے بعد جو میری ازواج کی حفاظت کرے گا وہ
صادق اور نیک عمل والا ہوگا۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ کون حج کرائے گا
اُمّہات المومنین رضؓ کو؟ عبدالرحمن رضؓ نے کہا کہ میں، تو وہ ان کو
حج کرا رہے تھے اور ان کو ایسی گھاٹی میں ٹھہراتے تھے
جس سے گزرنے کا راستہ نہ ہوتا تھا اور ان کے ہودجوں کے
اوپر چادر ڈال دیا کرتے تھے۔ اور اسی میں ہے کہ مروی ہے
ابو وائل سے کہ ایک شخص نے اُمّ سلمہ رضؓ کو لکھا جو اپنے کسی حق
کے بارے میں اُن کو تنگ کر رہا تھا تو عمر رضؓ بن الخطاب نے اُس
کے تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ اس کو روایت کیا سفیان
ابن عُیینہ نے۔ اور اسی میں ہے کہ روایت ہے اسلم سے کہ عمر رضؓ
نے اُسامہ رضؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضؓ پر فضیلت دی کہ
اُسامہ رضؓ کا وظیفہ پانچسو درہم زیادہ تجویز فرمایا) تو لوگ اس
کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضؓ سے کہتے رہے یہاں تک کہ انہوں
نے اس کے بارے میں اپنے باپ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ
مجھ پر ایسے شخص کو فضیلت دے رہے ہیں جو مجھ سے افضل نہیں
آپ نے اس کو قائم کیا ہے دو ہزار والوں میں اور مجھے رکھا ہے

الف وخمسمائة ولم يسبقني الى شیء فقال عمر
فعلت ذلك لان زيدا كان احب الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم من عمرو كان اسامة
احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من
عبد الله وفيه عن ابن عباس قال لما فتح
الله المداين على اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم فى ايام عمر امرهم بالانطاع
فبسط فى المسجد وامر بالاموال فافرغت عليها
ثم اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاول من بدأ اليه الحسن بن على
فقال يا امير المؤمنين اعطنى حقى مما افاء
الله على المسلمين فقال له بالرحب و
الكرامة وامر له بالف درهم ثم انصرف
فبدر (سبقت کرد ۱۲) اليه الحسين بن على فقال يا امير
المؤمنين اعطنى حقى مما افاء الله على
المسلمين فقال له بالرحب والكرامة و
امر له بالف درهم فبدر اليه ابنه
عبد الله بن عمر فقال يا امير المؤمنين
اعطنى حقى مما افاء الله على المسلمين
فقال له بالرحب والكرامة وامر له بخمسمائة
درهم فقال يا امير المؤمنين انا رجل
مشتد (قوی ۱۲) اضرب بالسيف بين يدى
رسول الله صلى الله عليه وسلم والحسن
والحسين طفلان يدرجان (یمشیان ۱۲) فى سكك
المدينة تعطيهم الفا الفا

ڈیڑھ ہزار والوں میں اور وہ کسی چیز میں مجھ سے سبقت لئے ہوئے
نہیں ہے تو عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اس لئے کہ زیدؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عمرؓ سے اور اسامہؓ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا عبداللہؓ سے۔ اور اسی
میں ہے کہ مروی ہے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ جب عمرؓ کے زمانہ میں
اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالےٰ نے مدائن
کو فتح کردیا تو ان کو حکم دیا چرمی فرش بچھانے کا جو مسجد میں
بچھایا گیا اور اموالِ (غنیمت) کے بارے میں حکم دیا جو اُس پر
اُنڈیل دیتے گئے پھر اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمع
ہوتے تو سب سے پہلے جس نے آپ سے لینے کی ابتدا کی وہ حسن
ابن علیؓ تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ اس مال میں
سے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا میرا حق عطا فرمائیے
تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور حکم دیا
ان کو ایک ہزار درہم دینے کا۔ پھر وہ ہٹ گئے تو آگے بڑھے
ان کی طرف حسین بن علیؓ اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ
مسلمانوں کو اللہ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے میرا حق عنایت
فرمائیے تو آپ نے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کو
ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ پھر ان کی طرف آگے بڑھے عبداللہ
ابن عمرؓ اور اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ میرا حق عطا
کیجئے اس مال میں سے جو اللہ نے مسلمانوں کو بخشش فرمایا ہے تو
اُن سے فرمایا بڑی خوشی اور عزت کے ساتھ اور ان کے لئے حکم
دیا پانچسو درہم دینے کا۔ اس پر اُنھوں نے کہا اے امیر المؤمنین
میں ایک طاقتور مرد ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تلوار چلا رہا تھا اور حسنؓ اور حسینؓ لڑکے تھے مدینہ کی گلیوں
میں پھرا کرتے تھے ان دونوں کو آپ ایک ایک ہزار دے رہے ہیں

و تعطینی خمسمائۃ قال نعم اذھب فأتنی
باب کابیھما و ام کامھما و جد کجدھما
و جدۃ کجدتھما و عم کعمھما و خال کخالھما
و خالۃ کخالتھما فانک لا تأتینی بہ
اما ابوھما فعلی المرتضیٰ و اما امھما ففاطمۃ
الزھراء و جدھما محمد المصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم و جدتھما خدیجۃ الکبریٰ
و عمھما جعفر بن ابی طالب و خالھما
ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
خالتھما رقیۃ و ام کلثوم ابنتا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و فی الاستیعاب
خرج عمر من المسجد معہ الجارود فاذا
بامرأۃ برزۃ علی الطریق فسلم علیھا عمر فردت
علیہ السلام فقالت ھیھا یا عمر عھدتک
و انت تسمی عمیرا فی سوق عکاظ فلم یذھب
الایام و اللیالی حتی سمیت عمر ثم لم
یذھب الایام حتی سمیت امیر المؤمنین
فاتق اللہ فی الرعیۃ و اعلم انہ
من خاف الوعید قرب علیہ البعید
و من خاف الموت خشی الفوت فقال
الجارود قد اکثرت ایتھا المرأۃ
علی امیر المؤمنین فقال
عمر دعھا اما تعرفھا ھذہ خولۃ
بنت حکیم التی سمع
اللہ قولھا

اور مجھے پانچسو۔ فرمایا کہ ہاں! جا میرے پاس ایسا باپ لے کر آ جیسا
ان دونوں کا باپ ہے اور ماں لے کر آ جو اُن دونوں کی ماں کی مانند
ہو اور نانا جو اُن دونوں کے نانے کی مانند ہو اور نانی جو اُن دونوں
کی نانی جیسی ہو اور چچا جو اُن کے چچا جیسا ہو اور ماموں جو اُن کے
ماموں جیسا ہو اور خالہ جو اُن کی خالہ جیسی ہو۔ تو یقیناً میرے پاس
نہیں لا سکے گا۔ رہے ان دونوں کے باپ تو وہ علی مرتضیٰ تھے۔
اور اُن دونوں کی ماں تو وہ فاطمہ زہراء تھیں اور اُن کے نانا
محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی نانی خدیجۃ الکبریٰ
تھیں اور اُن کے چچا جعفر بن ابی طالب تھے اور اُن کے ماموں
ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور اُن کی خالہ رقیہ
اور اُم کلثوم تھیں دونوں بیٹیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی۔ اور استیعاب میں ہے کہ عمرؓ مسجد سے نکلے اور ان کے ساتھ
جارودؓ تھے تو راستہ میں ایک پردہ نہ کرنے والی بڑی بی سامنے
آ گئی تو عمرؓ نے اُس کو سلام کیا۔ اُس نے اُن کے سلام کا جواب
دیا پھر بولی بات سُن لے عمرؓ! تیرا ایک زمانہ تھا جب کہ تجھے
بازارِ عکاظ میں عُمیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پھر کچھ زیادہ دن
اور راتیں نہ گزریں کہ تیرا نام عمرؓ لیا جانے لگا۔ پھر زیادہ دن نہ
گزرے کہ اب تجھے امیر المؤمنینؓ کے خطاب سے پکارا جاتا ہے تو
تجھے رعیّت کے امور میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور جان لے
کہ جو اللہ تعالیٰ کے ڈراوے سے ڈرے گا اُس کو دور کی چیز (یعنی موت)
نزدیک معلوم ہو گی اور جو مَوت سے خائف ہو گا (یعنی اس کو
نہ بھولے گا) وہ (اعمالِ خیر کے) فوت ہونے سے ڈرے گا۔ تو
جارودؓ نے کہا کہ اے عورت! تُو امیر المؤمنینؓ سے بہت کچھ
زبان درازی کر چکی۔ تو عمرؓ نے (جارود سے) کہا کہ اس کو چھوڑ دو
کیا تم اس کو پہچانتے نہیں ہو۔ یہ خولہ بنتِ حکیم ہے جس کی بات کو

من فوق سبع سمٰوات فعمر واللہ احق ان یسمع لہا و فیہ روی ان جاریۃ لصفیۃ بنت حیی اتت عمر فقالت ان صفیۃ تحب السبت و تصل الیہود فبعث الیہا عمر فسألہا فقالت اما السبت فانی لم احبہ منذ ابدلنی اللہ بہ یوم الجمعۃ و اما الیہود فان لی فیہا رحماً فانا اصلہا ثم قالت للجاریۃ ما حملک علی ما صنعت قالت الشیطان قالت اذہبی فانت حرۃ و فیہ ارسل عمر الی الشفا بنت عبداللہ العدویۃ ان اغدی علیّ قالت فغدوت علیہ فوجدت عاتکۃ بنت اسید ابن ابی الفیض ببابہ فدخلنا فتحدثنا ساعۃ فدعا بنمط فاعطاہا ایاہ و دعا بنمط دونہ فاعطانیہ فقلت تربت یداک یا عمر انا قبلہا اسلاماً وانا بنت عمک دونہا و ارسلت الیّ و جاءتک بنفسہا قال ما کنت رفعت ذلک الا لک فلما اجتمعتما ذکرت انہا اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منک و از انجملہ آنست کہ حفظ ملت از مظان تحریف وتبدیل

(روز شنبہ ۱۲) (توشک ازگستردنے ۱۲)

اللہ نے سُنا سات آسمانوں کے اُوپر سے تو واللہ عمرؓ کو زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی بات سُنے۔ اور اسی میں ہے کہ صفیہؓ بنتِ حُیی (اُمّ المؤمنین) کی ایک باندی عمرؓ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ صفیہ یوم السّبت (یعنی سنیچر کے دن) کو پسند کرتی ہے اور یہودیوں کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ تو ان کو عمرؓ نے بلایا اور ان امور کے بارے میں اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ سبت کے بارے میں یہ حقیقت ہے کہ میں اس کو پسند نہیں کرتی جب سے اللہ تعالےٰ نے اُس کو میرے لئے یوم جمعہ سے بدل دیا ہے۔ رہے یہود تو میری اُن سے قرابت ہے تو مَیں اُن کے ساتھ نیک برتاؤ کرتی ہوں۔ پھر اُنھوں نے اس لونڈی سے کہا کہ جو حرکت تو نے کی اس پر تجھے کس نے اُبھارا؟ اُس نے کہا کہ شیطان نے۔ تو صفیہؓ نے کہا کہ جا میں تجھے آزاد کرتی ہوں۔ اور اُسی میں ہے کہ عمرؓ نے شُفا بنتِ عبداللہ العدویہ کو بُلوایا کہ وہ صبح کے وقت میرے پاس آئیں۔ شُفا نے کہا کہ میں صبح کو اُن کے پاس پہنچی تو میں نے ان کے دروازے پر عاتکہ بنتِ اُسید بن ابی الفیض کو پایا تو ہم دونوں اُن کے پاس پہنچیں۔ تھوڑی دیر ہم نے باتیں کیں تو اُنھوں نے ایک سوزنی منگائی وہ عاتکہ کو دی اور دوسری سوزنی منگائی جو اُس سے چھوٹی تھی وہ مجھے دی تو میں نے کہا اے عمرؓ خاک پڑے تیرے ہاتھوں پر مَیں اس سے پہلے اسلام لانے والی ہوں اور میں تیرے چچا کی بیٹی بھی ہوں نہ کہ وہ پھر تو نے مجھے خود بُلایا اور وہ تیرے پاس ازخود آئی (لیکن ان سب کے باوجود بڑی سوزنی اُس کو دی اور چھوٹی مجھے) تو کہا کہ میں نے وہ تو تیرے ہی لئے اُٹھا کر رکھی تھی لیکن جب تم دونوں جمع ہو گئیں تو مجھے یہ یاد آگیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے بہ نسبت تیرے۔ اور اُن میں سے یہ ہے کہ آپ تحریف وتبدیل

بابلغ وجوہ سے بنود ۔ أخرج الدارمي عن
سليمان بن يسار ان رجلاً يقال
له صُبَيغ قدم المدينة فجعل يسأل
عن متشابه القرآن فأرسل اليه عمر
وقد اعدّ له عراجين النخل فقال من
انت فقال انا عبد الله صُبَيغ فأخذ
عمر عرجوناً من تلك العراجين فضربه
وقال انا عبد الله عمر فجعل
له ضرباً حتى دمّى رأسه فقال
يا امير المؤمنين حسبك قد ذهب
الذي كنت اجد في رأسي وعن
نافع مولى عبد الله ان صُبَيغ
العراقي جعل يسأل عن اشياء
من القرآن في اجناد المسلمين حتى قدم
مصر فبعث به عمرو بن العاص الى عمر
ابن الخطاب فلما أتاه الرسول بالكتاب
فقرأ فقال اين الرجل فقال
في الرحل فقال عمر ابصر ان
يكون ذهب فتصيبك مني به العقوبة الموجعة
فأتاه به فقال عمر تسأل محدثة فأرسل
عمر الى رطائب من جريد فضربه
بها حتى ترك ظهره دبرة
ثم تركه حتى برئ ثم عاد له
ثم تركه حتى برئ فدعا به
ليعود له

کے محتمل مواقع سے ملت کا تحفظ دو دررس طریقوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ دارمی نے روایت کیا سلیمان بن یسار سے کہ ایک شخص مدینہ میں آیا جس کو صُبَیغ کہا جاتا تھا اس نے لوگوں سے قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال کرنے (یعنی اعتراضات کرنے) شروع کئے تو اس کو عمر رضؓ نے بلا بھیجا اور پہلے سے اس کے لئے کھجور کی چھپٹیاں تیار کر کے رکھ چھوڑی تھیں (جب وہ آیا) تو کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صُبَیغ ہوں۔ تو عمر رضؓ نے ان چھپٹیوں میں سے ایک چھپٹی لے کر اس کو مارا اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ عمر رضؓ ہوں تو اس کو مارتے رہے یہاں تک کہ اس کے سر کو خون آلود کر دیا۔ تو کہا کہ اے امیر المومنین رضؓ بس کافی ہو گیا جو کچھ میں اپنے سر میں پاتا تھا وہ سب نکل گیا۔ اور نافع مولے عبد اللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ صُبَیغ عراقی نے قرآن مجید کی کچھ چیزوں کے بارے میں مسلمانوں کی جماعتوں سے سوالات (یعنی اعتراضات) کرنا شروع کر دیئے حتےٰ کہ یہ مصر پہنچا تو عمرو رضؓ بن العاص نے اس کو (پکڑ کر) عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس بھیجا۔ جب ان کے پاس ایلچی خط لے کر آیا تو انہوں نے اس کو پڑھ کر کہا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ تو اس نے کہا کہ کجاوے میں۔ تو عمر رضؓ نے اس سے کہا کہ دیکھ اگر وہ بھاگ گیا ہوگا تو میری طرف سے تجھے سخت سزا ملے گی (تو اسے تنہا چھوڑ کر یہاں آ گیا) پھر وہ اس کو آپ کے پاس لایا تو عمر رضؓ نے اس سے کہا کہ تو لوگوں سے (قرآن پر) سوالات (اعتراضات) کیا کرتا ہے تو اس نے آپ سے ان کا ذکر کیا۔ تو عمر رضؓ نے ایک گڈی منگائی کھجور کی چھپٹیوں کی تو اس کو ان سے اتنا مارا کہ اس کی کمر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا پھر اس کو واپس بلایا (اور اسی طرح مارا پیٹا) اور چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ پھر اس کو بلایا تاکہ اسی کام کا اعادہ کریں۔

قال فقال صُبیغ اِن کنتَ تُرید قتلی فاقتُلنی قتلاً جمیلاً واِنْ کنتَ ترید اَن تُداوِینی فقد واللہ بریتُ فاَذِنَ لہ الی ارضہ وکتبَ الیٰ اَبی موسے الاشعری اَن لایُجالسہ احدٌ من المسلمین فاشتدَّ ذلک علی الرّجل فکتبَ ابوموسیٰ الیٰ عمر ان قد حَسُنَتْ ہیئتُہ فکتبَ عمر ان یأذنَ للناس بمجالستہ آین است نمونۂ از سیاستِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ و القلیل نموذج الکثیر والغرفۃ تُنبِیٔ عن البحرالکبیر اگر منصفے در ہر کلمہ ازین کلمات و آشباہِ آن نظر کند دریابد کہ حلاوتِ ایمان و صدق نیّت و احسان بر خلق اللہ وخشیت از مُدبّر السمٰوات و الارض وعقلِ وافر وکفایتِ کامل از ہر کلمہ چنان مے چکد کہ از پنبۂ مَبلُول قطراتِ آب می چکد۔ شعر وعلیٰ تفنُّنِ وَاصِفیہ بوصفہ ؛ یَفنیٰ الزمانُ وفیہ مالم یُوصَفِ ؛ امانوسّعِ فاروقِ اَعظم رض در علمِ احکام کہ مُسمّٰے بفقہ مے شود پس اکثر ازانست کہ بضبطِ تقریر در آید اَفقَہِ اُمت علی الاطلاق اوست و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم در مسائلِ فقہیّہ باو اشارت فرمود تا ازوے اخذ کنند و صحابہ رض و تابعین رح بآن

(نافع رضہ نے) کہا کہ صبیغ نے کہا کہ اگر آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو مجھے خوبی کے ساتھ قتل کر دیجئے اور اگر آپ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میرا علاج کریں (یعنی اصلاح) تو خدا کی قسم میں ٹھیک ہو چکا ہوں۔ تو آپ نے اس کو اپنی سرزمین پر جانے کی اجازت دیدی اور ابوموسیٰ اشعری رض کو لکھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی اس کے ساتھ مجالست نہ کرے یہ بات اُس شخص کے لئے بہت گراں ہوئی۔ پھر ابوموسے رض نے عمر رض کو لکھا کہ اُس کا حال بہتر ہو چکا ہے۔ تو عمر رض نے لکھا کہ اُس کے ساتھ مجالست کی لوگوں کو اجازت دیدیں۔ یہ نمونہ ہے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی سیاست کا اور قلیل نمونہ ہوتا ہے کثیر کا اور ایک چلّو بھر پانی حال بتا دیتا ہے بحرِ کبیر کا۔ اگر کوئی صاحبِ انصاف ان کلمات میں سے کسی کلمہ پر یا ان کے اشارات پر نظر کرے تو وہ محسوس کرے گا کہ حلاوتِ ایمان اور صدقِ نیّت اور خلقِ خدا کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا اور مدبر السمٰوات والارض کا خوف اور عقلِ وافر اور کفایتِ کامل (یعنی اس ذاتِ جامع الصّفات کا امورِ مہمہ کے لئے خود کافی ہوجانا) ہر کلمہ سے اس طرح ٹپک رہی ہے جیسے کہ بھیگی ہوتی روئی سے پانی کے قطرات ٹپکتے ہیں۔ شعر: وعلے تفنّن واصفیہ الخ (ترجمہ) اور اس کے وصف کی شرح کرنے والے واصفین کی عمریں ختم ہو جائیں گی پھر بھی ایسے اوصاف باقی رہ جائیں گے جو بیان نہ ہوتے ہوں گے۔

رہا فاروقِ اعظم رض کا وسیع النظر ہونا علمِ احکام میں جس کو فقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تو اس کا ضبط کرنا احاطۂ تقریر سے باہر ہے۔ علی الاطلاق اُمت کے سب سے بڑے فقیہ وہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائلِ فقہیہ میں اُن کی طرف اشارہ فرمایا کہ اُن سے اخذ کریں اور صحابہ رض و تابعین رح نے اس کی

تصریح نمودند و در خارج ہمچنان واقع شد
نسبتِ فقہِ او بافقہِ سائر فقہاء صحابہؓ مانند
نسبتِ مصحفِ اوست بامصحفِ سائر صحابہؓ
ہرچہ در مصحفِ او یافتہ شود قراءۃِ متواترہ است
و آنچہ مخالفِ مصحف او باشد قراءۃ شاذہ تو
ہرچہ در فقہِ او یافتہ شود جادہ قویّہ از دینِ
محمدی علٰی صاحبہ الصّلوٰۃ و التسلیمات و
ظاہرِ دین و سوادِ اعظم اوست و ہرچہ مخالف
او باشد شاذ است اگر حدیثے قوی یاقیاس
جلی شاہد او باشد میتوان اخذ کرد و الاّ نہ و
نسبتِ فقہِ او بافقہ سائر مجتہدین اہلِ سنت
مانند نسبتِ متن است باشروح و این سخنے
است مجمل تاشرح آن بگوشِ اہلِ عصر نہ
رسد یحتمل کہ بگذاف نسبت کنند اما شہادتِ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باعلمیّتِ او و
تفویض نواصی اُمّت باو پس متواتر بالمعنٰے است
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ
تعالٰے جعلَ الحقَّ علٰے لِسان عمرَ و قلبہ
اخرجہ الترمذی بروایت ابن عمر و ابوداؤد
بروایتِ ابے ذر و قال لقد کان فیما کان قبلکم
من الاُمم ناسٌ مُحدَّثون من غیر اَن یکونُوا
اَنْبیاءَ فاِنْ یکُن فی اُمّتی اَحدٌ فانّہ عمر
اخرجہ الشیخان من حدیث ابی ہریرۃ و
و مُسلم و الترمذے من حدیثِ
عائشۃ و قال

تصریح کی ہے اور خارج میں واقع بھی اسی طرح ہوا کہ اُن کے
فقہ کی نسبت تمام فقہاء صحابہؓ کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے
جیسی نسبت آپ کے مُصحَف (یعنی قرآن) کو تمام دوسرے اصحاب
کے مصحف سے ہے کہ جو کچھ آپ کے مصحف میں پایا جاتا ہے وہ
قراءتِ متواترہ ہے اور جو کچھ آپ کے مصحف کے مخالف ہو گا
وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ اور جو کچھ اُن کے فقہ میں پایا جاتا ہے دینِ
اسلام علٰے صاحبہ الصّلوات والتسلیمات کی ایک مضبوط پگڈنڈی
اور ظاہر دین ہے اور سوادِ اعظم وہی ہے (کہ اسی راہ پر سب اہلِ
حق گامزن ہوتے رہے ہیں) اور جو کچھ اس کے مخالف ہے وہ
بحکم شاذ ہے کہ اگر کوئی حدیث قوی یا قیاس جلی اس کی شاہد ہوگی
تو اس کو اخذ کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور اُن کے فقہ کی نسبت
تمام مجتہدینِ اہلِ سنت کے فقہ کے ساتھ ایسی ہے جیسی متن
کو نسبت ہوتی ہے شُروح کے ساتھ اور یہ ایک مجمل کلام ہے
جب تک اس کی شرح اہلِ عصر کے کان تک نہ پہنچے گی یہ احتمال
ہوگا کہ اس کو مبالغہ آرائی کی طرف نسبت کریں۔ اب لیجئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اُن کے بڑے عالم ہونے
اور اُمّت کی پیشانیاں اُن کے سپرد کرنے پر۔ تو یہ متواتر بالمعنے
ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک اللہ
تعالٰی نے حق کو عمرؓ کی زبان اور اس کے قلب پر پیدا کر دیا ہے۔
اس کو ترمذی نے اخذ کیا بروایت ابن عمرؓ اور ابوداؤد نے بروایت
ابوذرؓ۔ اور فرمایا تم سے پہلے جو اُمتیں گزریں اُن میں محدَّث
لوگ ہوا کرتے تھے (یعنی جن کے قلوب پر منجانب اللہ القاء ہوتا
تھا) بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں تو میری اُمت میں اگر کوئی
ایسا ہے تو عمرؓ ہے۔ اس کو شیخین نے ابوہریرہؓ سے اور مسلم اور
ترمذی نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ

بینا انا نائم رأیتُ الناسَ یُعرَضون علیّ وعلیہم قُمُصٌ فمنہا ما یبلغ الثدیَ ومنہا ما یبلغ دونَ ذلک وعُرِضَ علیَّ عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرُّہ قالوا فما اوّلتَہ یا رسولَ اللہ قال الدینَ اخرجہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی بروایۃ ابی سعید وقال بینا انا نائم اُتیتُ بقدحٍ من لبنٍ فشربتُ منہ حتی انی لأرے الریَّ یخرج من اظفاری ثم اعطیتُ فضلی عمر ابنَ الخطاب قالوا فما اوّلتَہ قالَ العلم اخرجہ الشیخان والترمذی من حدیث ابن عمر وقال اقتدُوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمرؓ اخرجہ الترمذی وجماعۃٌ من حدیث ابن مسعود وحذیفۃ واما شہادتِ صحابہؓ وتابعین اخرج الدارمی عن حذیفۃ قال انما یُفتی الناسَ ثلثۃٌ رجل امام ورجل یَعلم ناسخَ القرآن من المنسوخ قالوا یا حذیفۃُ ومَن ذلک قال عمر ابن الخطاب او احمق متکلف واخرج الدارمی عن عمرو بن میمون انہ قالَ ذہبَ عمر بثلثی العلم فذکر لابراہیم فقالَ ذہبَ عمر بتسعۃِ اعشارِ العلم اما آنکہ نسبتِ فقہ او بافقہِ سائرِ صحابہؓ

ایسے وقت کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور اُن کے اوپر قمیصیں ہیں تو اُن میں سے بعض کی صرف چھاتی تک ہی پہنچتی ہے اور بعض کی اس سے آگے تک پہنچتی ہے اور میرے سامنے عمرؓ بن الخطاب کو پیش کیا گیا اس حال میں کہ اُس کے بدن پر ایسی (لمبی) قمیص تھی جس کو وہ کھینچ رہا تھا۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تاویل کی یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا کہ دین، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے ابو سعید کی روایت سے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ جب میں سو رہا تھا تو میرے سامنے ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ تو میں نے اس میں سے پیا یہاں تک کہ میں سیرابی کا اثر دیکھ رہا ہوں کہ میرے ناخنوں میں سے نکل رہا ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمرؓ بن الخطاب کو دیدیا۔ اصحابؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ فرمایا کہ علم، اس کو روایت کیا بخاری اور مسلم نے اور ترمذی نے حدیث ابن عمرؓ سے۔ اور فرمایا کہ اقتدا کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی، اس کو ترمذی نے روایت کیا اور ایک جماعت نے حدیث ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ سے۔ اب لیجئے شہادت صحابہؓ اور تابعین کی۔ دارمی نے روایت کیا حذیفہؓ سے انھوں نے کہا کہ فتوے تین قسم کے آدمی دیتے ہیں (پہلا) وہ آدمی جو امام ہو اور (دوسرا) وہ جو قرآن کے ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرلے۔ لوگوں نے کہا کہ اے حذیفہ اور وہ کون ہے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب اور (تیسرا) احمق تکلف کرنے والا۔ اور روایت کیا دارمی نے عمرو بن میمون سے کہ انھوں نے کہا کہ عمرؓ دو تہائی علم لے گئے۔ اس کا ذکر ابراہیمؒ کے سامنے کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ عمرؓ دس میں سے نو حصہ علم لے گئے۔ رہی یہ بات کہ ان کے فقہ کی نسبت تمام صحابہؓ

بمنزلۂ مصحفِ اوست بامصحفِ سائر صحابہؓ اخرج الحاکم عن الشعبی انہ قال القضاء فی ستۃٍ نفرٍ من اصحابِ رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثلٰثۃ بالمدینۃ و ثلٰثۃ بالکوفۃ فبالمدینۃ عمر و اُبَیّ و زیدُ بن ثابت وبالکوفۃ علیّ و عبداللہ بن مسعود و ابو موسٰے و اخرج الحاکم عن الشعبی عن مسروق قال انتھےٰ علم اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الیٰ ھٰؤلآء النفر عمر بن الخطاب و علیّ بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود و اُبَیّ بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابی موسی الاشعری و اخرج الحاکم عن الشعبی قال یُؤخذ العلم عن ستۃ من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فکان عمر و عبداللہ و زید یشبہ علم بعضھم بعضا فکان یقتبس بعضھم من بعض و اخرج محمد بن الحسن فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ عن الھیثم عن الشعبی قال کان ستۃ من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتذاکرون الفقہ بینھم علے ابن ابی طالب و اُبَیّ و ابو موسٰی علیحدۃ و عمر و زید و ابن مسعود رضے اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین شرح این اجمال آنکہ علمِ فاروقِ اعظمؓ در بلادِ اسلام منتشر شد و جمیع مسلمین بوے اخذ کردند و علم علی مرتضےٰؓ جز در کوفہ مشہور نشد و چون حاضران مجلسِ او رضے اللہ عنہ غالباً لشکریان بودند علمِ او منقح نہ گشت

کے فقہ کے مقابلہ پر بمنزلہ اُن کے مصحف کے ہے بمقابلہ تمام صحابہؓ کے مصحف کے۔ روایت کیا حاکم نے شعبی سے کہ اُنھوں نے کہا کہ اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں سے قضاء چھ آدمیوں میں ہے (یعنی ان کا حصّہ ہے) تین تو مدینہ میں ہیں اور تین کوفہ ہیں۔ مدینہ میں تو عمرؓ اور اُبیؓ اور زید بن ثابتؓ ہیں اور کوفہ میں علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسےٰؓ ہیں۔ اور روایت کیا حاکم نے شعبی سے اُنھوں نے مسروقؒ سے اُنھوں نے کہا کہ منتہی ہوتا ہے اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا علم اِن حضرات پر عمرؓ بن الخطاب اور علی بن ابی طالبؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور اُبیؓ بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابو موسےٰ اشعریؓ۔ اور حاکم نے روایت کیا شعبیؒ سے اُنھوں نے کہا کہ اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چھ سے علم اخذ کیا جاتا ہے۔ تو (اُن میں سے) عمرؓ اور عبداللہؓ اور زیدؓ ایسے ہیں کہ ان میں سے بعض کا علم دوسرے کے علم سے مشابہ ہے ان میں سے ایک دوسرے سے علم اخذ کرتا تھا۔ اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اُنھوں نے ہیثم سے اُنھوں نے شعبیؒ سے اُنھوں نے کہا کہ اصحابِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں سے چھ اصحاب تھے جو آپس میں فقہ کے مذاکرات کرتے رہتے تھے، علیؓ بن اُبی طالب اور اُبیؓ اور ابو موسےٰؓ علیحدہ اور عمرؓ اور زیدؓ بن ثابت اور ابنِ مسعود رضے اللہ عنہم اجمعین۔ اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ فاروقِ اعظم کا علم اسلامی شہروں میں منتشر ہو گیا اور تمام مسلمانوں نے آپ سے حاصل کیا اور علی مرتضےٰؓ کا علم بجز کوفہ کے کہیں مشہور نہ ہوا۔ چونکہ آپؓ کی مجلس کے حاضرین زیادہ تر لشکری لوگ ہوتے تھے اس لئے ان کا علم منقح نہ ہوا یعنی

اخرج مسلم عن طاؤس اُتی ابن عباس
بکتاب فیه قضاء علی فمحاہ الا قدر و
اشار سفیان بن عیینة بذراعه و اخرج
عن ابن ابی ملیکة کتبت الی ابن عباس
اسألہ ان یکتب لی کتابا و یخفی عنی
فقال ولد ناصح انا اختار له الامور اختیارا
و اخفی عنه قال فدعا بقضاء علی فجعل
یکتب منه اشیاء ویمر به الشیء فیقول
واللہ ما قضی بهذا علی الا ان
یکون ضل و اخرج مسلم عن ابی
اسحاق قال لما احدثوا تلک الاشیاء
بعد علی رض قال رجل من اصحاب علی
قاتلهم اللہ ای علم افسدوا و اخرج
مسلم عن المغیرة قال لم یکن یصدق علی
علی فی الحدیث عنه الا من اصحاب
عبداللہ بن مسعود و معاذ بن جبل رض
در آخر زمان فاروق رض از عالم رفت وحدیث
او چندان باقی نماند واز ابی بن
کعب در غیر قراءة و تفسیر روایت در
دست مردمان نیست و ابو موسی اشعری رض
باکمالے کہ داشت در بسیارے
از مسائل عاجز شد و در حق عبداللہ
ابن مسعود رض لا تسألونی ما دام
هذا الحبر فیکم و ابن عباس رض
باکمال علم خود

نِکھر کر لوگوں تک نہ پہنچا) مسلم نے روایت کیا طاؤس سے کہ ابنِ عباس رض کو ایک مکتوب دیا گیا جس میں علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے لکھے ہوئے تھے تو اُنھوں نے اس کو مٹا دیا بجز اتنے کے اور اشارہ کیا سفیان بن عُیَینہ نے اپنے ہاتھ سے۔ اور روایت کیا مسلم نے ابن ابی مُلیکہ سے کہ مَیں نے ابنِ عباس رض کو لکھا ان سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک مکتوب لکھ دیں اور مجھے خفیہ طور پر دیدیں تو فرمایا کہ (دین کا) خیر خواہ بیٹا ہے مَیں اُس کے لئے ایک انتخاب کر لوں گا اور خفیہ طور پر اس کو دیدوں گا۔ کہا کہ پھر اُنھوں نے منگائے علی رض کے فیصلے۔ تو ان سے کچھ چیزیں لکھتے جاتے تھے اور بعض چیزیں جب آپ کی نظر سے گزرتیں تو کہتے کہ واللہ علی رض ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ گمراہ ہو گئے ہوں۔ اور روایت کیا مسلم نے ابو اسحٰق رض سے کہا کہ جب لوگوں نے بعد علی رض کے نئی باتیں نکالیں تو اصحاب علی رض میں سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ ان کو قتل کرے کیسے علم کو اُنھوں نے فاسد کیا۔ اور مسلم نے روایت کیا مغیرہ رض سے کہ ایسی حدیث کی جو علی رض سے روایت کی جاتی تھی تصدیق نہیں کی جاتی تھی مگر عبداللہ بن مسعود رض کے اصحاب کی طرف سے۔ اور معاذ بن جبل رض حضرت فاروق رض کے آخر زمانہ میں دنیا سے گئے اور اُن کی حدیثیں (اتنی مدت حیات کے باوجود) اتنی باقی نہیں رہیں (کہ ان کو معتد بہ شمار کہہ سکیں) اور اُبی رض کی کوئی روایت قرارت و تفسیر کے علاوہ لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ اور ابو موسیٰ اشعری رض نے اس کمال کے باوجود جو اُن کو حاصل تھا بہت سے مسائل میں عاجز ہو کر عبداللہ بن مسعود رض کے حق میں فرمایا کہ مجھ سے مت پوچھو جب تک تم میں یہ حبر (یعنی جید عالم) موجود ہے۔ اور ابن عباس رض اپنے کمالِ علم کے باوجود

نزدیک بہ پنجاہ مسئلہ مخالف جمیع مجتہدین شد أخرج الدارمی عن ابراہیم قال خالف ابن عباس اہل القبلۃ فی امرأۃ و أبوین قال للأم الثلث من جمیع المال و ہمچنین در مسئلہ عَوْل و مسئلہ متعۃ الحج و متعۃ النساء و بیع صرف و غیرہا چنانکہ بر متتبعین فن حدیث مخفی نیست و در بسیارے از مسائل شک پیدا کرد مانند غسل قدمین و طلاق ثلث دفعۃً واحدۃً باز اقوال او مشتبہ شد و رجوع از اکثر روایات کردہ اند و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر موافقت داشت با فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وے خود باین تصریح کردہ است کان عمر اذا سلک طریقا وجدناہ سہلا و نیز گفتہ لو ان الناس سلکوا وادیا او شعبا و سلک عمر وادیا او شعبا سلکت وادی عمر و شعبہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نیز در اکثر متتبع او است و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ از خوض در اجتہاد در محل اشتباہ تقاعد می نمود و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسائل او در جمیع ابواب فقہ نیست اما آنکہ نسبت او با مجتہدان امت مانند نسبت مجتہد مستقل است با مجتہدان منتسب پس نزدیک توسع در تتبع آثار صحابہ رضی اللہ عنہم ظاہر می شود چنانکہ مجتہد مستقل ترتیب ادلہ و

تقریباً پچاس مسئلوں میں تمام مجتہدین کے خلاف تھے۔ روایت کیا دارمی نے ابراہیم سے کہا کہ مخالفت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل قبلہ کی (متوفی کے) بیوی اور ماں باپ (کی میراث کے حصص) کے بارے میں کہ کہا کہ ماں کے لئے تمام مال کا ایک تہائی حصہ ہے اور اسی طرح عول کے مسئلہ میں اور مسئلہ متعۃ الحج اور متعۃ النساء اور بیع صرف[٥] وغیرہ میں جیسا کہ فن حدیث کا تتبع کرنے والوں سے مخفی نہیں ہے اور بہت سے[٥] مسائل میں انھوں نے شک کا اظہار کیا جیسے دونوں پاؤں کا دھونا اور ایک ہی دفعہ تین طلاقوں کے بارے میں۔ پھر ان کے اقوال مشتبہ ہو گئے اور اکثر روایات سے انھوں نے رجوع کر لیا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اکثر موافقت کی ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی طریق پر چلے ہیں تو ہم نے اس کو سہل پایا۔ اور نیز فرمایا کہ اگر سب لوگ راہ چلیں کسی وادی یا گھاٹی میں اور عمر رضی اللہ عنہ راستہ چلیں دوسری وادی یا گھاٹی میں تو میں عمر رضی اللہ عنہ کی وادی اور ان ہی کی گھاٹی میں چلوں گا۔ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی اکثر مسائل میں ان ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اشتباہ کے موقع پر اجتہاد میں غور و خوض سے پہلو بچایا کرتے تھے۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمام ابواب فقہ میں ان کے مسائل مروی نہیں ہیں رہی یہ بات کہ ان کی نسبت مجتہدین امت کے ساتھ ایسی ہے جیسی مجتہد مستقل کی نسبت ہوتی ہے مجتہدین منتسب کے ساتھ۔ تو یہ بات اگر آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تتبع میں توسع سے کام لیا جائے تو عیاں ہو جائے گی۔ جیسا کہ مجتہد مستقل دلائل کی ترتیب اور

[٥] جلد ثانی میں اس کا مفصل بیان تحریر کیا جا چکا ہے ۱۲ مترجم [٥] بیع صرف اس کو کہتے ہیں جس میں دونوں طرف نقد ہوں جیسے روپیوں کے بدلے میں اشرفیاں لیجائیں ۱۲ مترجم

قواعدِ استنباط و جمع بین الدلیلین المتعارضین
مقرر مے فرماید و مجتہدِ منتسِب ازوے این
ہمہ مسائل را فرامیگیرد ہمچنان فاروقِ اعظم رض
قاعدۂ چندین درین امور مقرر فرمودہ مجتہدانِ
مذاہب آن ہمہ قواعد را ازوے اخذ نمودہ اند و
بر منوالِ آن قواعد نسج کردہ و چنانکہ مجتہد
مستقل مسائل را در ہر باب بسوط میسازد
و جملہ صالحہ از مسائل مہمہ محرر می نماید بعد
ازان مجتہدانِ منتسِب حصہ از تفسیر قرآنِ عظیم
و حصہ از سُنّتِ سنیّہ و آثار سلف و لغتِ
عرب و قواعدِ استنباط یاد گرفتہ در مسائل
مفروشہ مجتہدِ مستقل غوض می نمایند اگر در
مسئلہ از مسائل نص کتاب و سنّت یا مفہوم
موافق یا مخالف آیتے یا حدیثے موافقِ آن
یافتند فہو المراد و اگر نیافتند و وجہ
مسئلہ ظاہر یافتند بآن اخذ نمودند و اگر
مخالفِ آن دلیلے قوی بہم رسید از
کتاب و سُنّت و قیاسِ جلی و
اجماعِ اُمّت ترک اتباع می کنند زیراکہ
حالتئذٍ لازم شد اخذ بدلیلِ
قوی و اگر مخالفے موجود نشد و
وجہ مسئلہ نیز ظاہر نیست توقف
می نمایند یا اعتماد بر قول مجتہدِ مستقل مے
کنند علی اختلافٍ فی ذلک بناءً علی
اختلافہم فی مسئلۃٍ اُخرے

استنباطِ احکام کے قواعد اور دو متعارض دلیلوں کے جمع کی صورتیں
مقرر کرتا ہے اور مجتہد منتسِب اُس سے ان تمام مسائل کو اچھی طرح
حاصل کرتا ہے، اسی طرح فاروقِ اعظم رض نے چند قاعدے ان
امور میں مقرر فرمائے اور مجتہدینِ مذاہب نے اُن سب قواعد کو
اُن سے اخذ کیا ہے اور اُسی نہج پر اُنھوں نے (دوسرے) قواعد
کی تدوین کی اور جس طرح مجتہدِ مستقل مسائل کو ہر باب میں
مفصل کر دیتا ہے اور مسائل مُہمّہ کے متعلق ایک جملہ صالحہ تحریر
کر دیتا ہے (جس سے اُن مبسوط مسائل کی علّتِ حکم پر روشنی ڈال
دیتا ہے) اس کے بعد مجتہدینِ منتسِب قرآن عظیم کی تفسیر کے ایک
حصّہ کو اور سنّتِ سنیّہ کے ایک حصّہ کو اور آثارِ سلف اور لغتِ
عرب اور قواعدِ استنباط کو سامنے رکھتے ہوئے اُن مسائل میں
غور و فکر کرتے ہیں جن کو مجتہدِ مستقل نے مفصّل کر دیا تھا، تو
اگر ان مسائل میں سے کسی مسئلہ میں کتاب وسُنّت میں سے
کوئی نص مفہومِ موافق یا مخالف کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث
اُس مسئلہ کے موافق پائیں گے تو فہو المراد اور اگر نہ پائیں گے
اور وجہ مسئلہ کی (جو مجتہد نے جملۂ صالحہ میں ذکر کر دی تھی)
ظاہر پائیں گے تو اسی کو اخذ و قبول کر لیں گے اور اگر کوئی
(نص) نہ پائیں گے اور مسئلہ کی وجہ (مذکورہ) ظاہر دیکھیں گے
تو اس سے ہی اخذ کر لیں گے۔ اور اگر کوئی دلیل قوی کتاب
وسُنّت اور قیاس جلی اور اجماعِ اُمت میں سے اس کے خلاف
ملے گی تو اتباع ترک کر دیں گے کیونکہ اس حالت میں دلیل
قوی کے ساتھ اخذ کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور اگر کوئی مخالف
موجود نہیں مگر وجہ مسئلہ بھی ظاہر نہیں ہے تو توقف کرتے
ہیں یا مجتہدِ مستقل کے قول پر اعتماد کر لیتے ہیں، اس میں کچھ
اختلاف بھی ہے جس کی بنیاد اُن کے دوسرے مسئلہ میں اختلاف پر ہے

وہی ان المجتہد ہل یجوز لہ تقلید المجتہد
الآخر اذا کان افضل منہ و اعلم قولان
المشہور لا یجوز و الصواب الذی لا یجوز
غیرہ عند استقراء صنیع الائمۃ اہل یجوز
قال الشافعی قول الائمۃ ابی بکر و عمر
و عثمان وقال فی القدیم و علی اذا صرنا
الی التقلید احب الینا و ظاہر کہ صنیع امام
مالکؒ در مجتہدات خود و صنیع امام ابی حنیفہ
در مجتہدات خود تتبع کند درین امر توقف
نخواہد کرد باز چون مسائل دیگر وارد شود
کہ در کلام مجتہد مستقل منصوص نیست جمعے
استنباط کنند از ادلہ شرع بر منہاج استدلال
مجتہد مستقل و نام این جمع مجتہد منتسب
مطلق است و طائفہ تخریج کنند بر قول
مجتہد مستقل از فحوائے خطاب یا طرد علت
و غیر آن و نام این طائفہ مجتہد منتسب مقید
است ہمچنان مجتہدان مذاہب بعد احکام ما یتعلق
بالفقہ من الکتاب والسنۃ و اتقان علم
عربیہ و قواعد جمع بین المختلفین در مسائل
مفروشہ فاروق اعظمؓ خوض نمودہ اند
اکثرے را قبول کردہ و پارہ را منکر شدہ
و در پارہ دیگر مختلف گشتہ باز
در مسائل دیگر کہ بر ایشان وارد
شدہ در بعض مواضع استنباط
را کار فرما شدہ اند

اور وہ یہ ہے کہ کیا کسی مجتہد کے لئے دوسرے مجتہد کی تقلید جائز
ہے جب کہ وہ اُس سے افضل اور اَعلم ہو۔ اس میں دو قول ہیں۔
مشہور یہ ہے کہ جائز نہیں۔ اور قول صواب ایسا کہ جس کے خلاف
جائز نہیں ابتدائی دَور کے مجتہدین کے طریق کار پر تفصیلی نظر کے
بعد یہ ہے کہ جائز ہے۔ شافعیؒ نے فرمایا ہے ائمہ ابوبکرؓ و عمرؓ
و عثمانؓ اور اُن کے قدیم قول میں" اور علیؓ" بھی مذکور ہے،
کے ہِل جانے کے بعد ہم کو پسند ہے کہ ہم تقلید اختیار کرلیں۔
جو شخص امام مالکؒ کے طرزِ عمل کا ان کے اپنے اجتہادی مسائل
میں اور امام ابو حنیفہؒ کے طریق کار کا ان کے اپنے اجتہادی
مسائل میں تتبع کرے گا وہ اس امر میں توقف نہ کرے گا پھر
جب دوسرے ایسے مسائل وارد ہو جائیں جو مجتہد مستقل کے
کلام میں صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہوتے تو کچھ لوگ تو
ایسے ہوتے ہیں جو اثبات حکم ادلۂ شرع سے کرتے ہیں مجتہد
مستقل کے طریق استدلال کے مطابق ایسے لوگوں کا نام ہے
"مُجتہد منتسب مطلق" اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو استنباط حکم کرتے
ہیں مجتہدِ مستقل کے کسی قول سے (کسی مسئلہ میں) اُس کی تفریع
کے انداز سے یا (کسی مسئلہ کے حکم کی) علت کا استخراج کرکے
وغیر ذٰلک اور ایسے لوگوں کا نام ہے "مجتہد منتسب مُقیّد" اسی
طرح مجتہدین مذاہب نے اُن فقہی اصولوں کو محکم کرنے کے بعد
جو کتاب و سنت سے متعلق ہیں اور علم عربیت اور دو مختلف چیزوں
کے جمع کرنے کے قواعد میں پختگی حاصل کرنے کے بعد اُن مسائل
میں غور و فکر کیا جو فاروق اعظمؓ مفصل ذکر کر چکے ہیں تو
ان میں کے اکثر مسائل کو قبول کیا اور بعض کا انکار کیا اور بعض
سے اختلاف کیا۔ پھر دوسرے مسائل میں جو اُن پر وارد ہوتے
بعض مواقع میں تو (کتاب و سنت سے) استنباط کا طریق اختیار کیا

ودر طائفہ عمل بتخریج نمودہ اند لیکن فہم این معنے بغایت دقیق است جمعی کہ سرمایۂ علم ایشان شرح وقایہ وہدایہ باشد کجا ادراک این سرِّ دقیق توانند کرد ؎ کسی در صحن کاچی قلیہ جوید: اضاعَ العمرَ فی طلبِ المُحالِ :: این نیست کہ فاروقِ اعظم رض را در شرع واسطہ نگرفتہ باشند وبغیر توسطِ او در ادلۂ شرعیہ خوض کنند لیکن توسطے کہ مجتہدِ منتسب رامی باشد با مجتہدِ مستقل نہ توسطے کہ مقلدِ صرف را باشد با مجتہدِ متبوع خویش این را قرائن بسیار ہست کہ منصف نزدیک ملاحظۂ آن بتصدیقِ این معنے مضطر شود یکی ازان قرائن آنکہ چنانکہ مجتہدانِ شافعیہ مثلاً بایک دیگر اختلافہا دارند الاّ در حلِّ مسائل تابعِ شیخِ خودند و بہمین اعتبار ہمہ ایشانان را اصحابِ شافعی گفتہ میشود ہمچنین مجتہدین در رؤسِ مسائلِ فقہ تابعِ مذہبِ فاروقِ اعظم رض اند واین قریب ہزار مسئلہ باشد تخمیناً وبہمین سبب نامِ ایشان مجتہدِ اصحاب حدیث مقرر شد نہ ظاہریہ ونہ باطنیہ ونہ اصحابِ رائے بازسبب اختلافِ ایشان در مسائلِ جزئیہ یا آنست کہ بحضرتِ فاروق رض خبر واحد باشد کہ بہ یکے رسید وبہ دیگرے نہ رسید یا آنکہ رُوات فاروقِ اعظم رض مختلف شدند یکی تصحیحِ روایتے کرد و دیگرے تصحیحِ روایتِ

اور بہت سے مسائل میں (مجتہد مستقل کے قول سے) تخریج پر عمل کیا۔ لیکن اس حقیقت کو سمجھنا بہت دقیق ہے۔ وہ جماعت جن کا سرمایۂ علم شرح وقایہ اور ہدایہ ہوگا اس سرِّ دقیق کا ادراک کہاں کر سکے گی ؎ کسے در صحنِ کاچی الخ (ترجمہ) اگر کوئی کاچھی کے پیالے میں قلیہ تلاش کرے گا۔ تو اپنی عمر محال چیز کی طلب میں ضائع کرے گا۔" یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ فاروقِ اعظم رض کو شرع میں واسطہ نہ بنائیں اور بغیر اُن کے توسط کے ادلۂ شرعیہ میں غور وخوض کریں لیکن وہ توسط ایسا ہوگا جیساکہ مجتہدِ منتسب کو مجتہدِ مستقل کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ وہ توسط جو کہ مقلدِ محض کو ہوتا ہے اس مجتہد کے ساتھ جس کا وہ اتباع کرتا ہے۔ اس کے لئے بہت سے قرائن ہیں کہ ایک منصف مزاج ان کے ملاحظہ کے بعد اس حقیقت کی تصدیق پر مجبور ہو جاتے گا۔ اُن قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ جیساکہ مثلاً مجتہدینِ شافعیہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت سے اختلافات رکھتے ہیں مگر حلِّ مسائل میں تابع اپنے شیخ ہی کے ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے اُن سب کو اصحاب شافعی کہا جاتا ہے، اسی طرح مجتہدینِ اہمّ مسائلِ فقہ میں فاروقِ اعظم رض کے مذہب کے تابع ہیں اور یہ تخمیناً ایک ہزار کے قریب مسائل ہیں اور اسی سبب سے اُن کا نام مجتہد اصحابِ حدیث ہوا، نہ ظاہریہ ہوا نہ باطنیہ" اور نہ اصحاب رائے۔ پھر مسائلِ جزئیہ میں ان کے اختلاف کا سبب یا تو یہ ہوا ہے کہ حضرت فاروق رض کی اثر خبر واحد ہوئی کہ ایک کو پہنچی اور دوسرے کو نہ پہنچی اور یا یہ ہوا کہ فاروقِ اعظم رض سے روایت کرنے والے باہم مختلف ہوتے ایک نے ایک روایت کی تصحیح کی اور دوسرے نے دوسری روایت کی

؎ ہندوستان میں... ہندو سبزی فروشوں یعنی ہندو کنجڑوں کی ایک قوم ہے جس کو کاچھی کہتے ہیں یہ گوشت خور نہیں ہوتے۔ اسی لفظ میں سے ہائے مخلوط نکال کر کاچی کہا گیا ۱۲ اشتیاق احمد

دیگر یا آنکہ کلامِ فاروقِ اعظم رضؓ محتمل وجہین باشد پیش یکی محملے دارد و پیش دیگرے محملے دیگر یا آنکہ در نظر یک مجتہد قولِ حضرت فاروق رضؓ معارض شد بحدیثے صحیح یا بقیاسِ جلی پس ترک آن کرد و ہمین است صنیعِ مجتہد منتسب و مجتہد دیگر قادر شد بر دفعِ معارضہ و تطبیق بین الدلائل پس ترک نکرد و این وجوہ در نصوص مجتہدین تصریحًا مذکورست چنانکہ بعض ازان مذکور خواہیم کرد یا آنکہ مسئلہ منصوص حضرت فاروق رضؓ نیست ہر یکے برأی سلوک نمود یا آنکہ در تخریج از قول فاروقِ اعظم رضؓ مختلف شدند قرینہ دیگر آنکہ اگر صنیعِ ایشان ملاحظہ کردہ شود بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثِ مرفوع صریح بروایتِ جماعہ عن جماعۃ موافق مذاہب حضرتِ فاروق رضؓ در مدعا یافتہ شود و ہذا اکثر من ان یحصٰی و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیث صریح یافتہ نشود بلکہ ایمائے از کتاب و سنّت موافق حضرتِ فاروق رضؓ یافتہ شود یا خبرِ واحد بغیر آنکہ بروایتِ جماعہ عن جماعہ باشد یافتہ شود ہمہ مجتہدین درین صورت نیز اتباعِ فاروقِ اعظم رضؓ میکنند و بسیارے از مسائل ہست کہ احادیث مختلف می شود و حضرت فاروق رضؓ تطبیقے مقرر کردہ البتہ تابع ہمان تطبیق مے شوند چنانکہ در مسئلہ فسخِ حج

تصحیح کی۔ یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضؓ کا کلام ہی دو وجہوں کا محتمل ہوا۔ ایک کے نزدیک اُس کا محمل ایک ہے اور دوسرے کے نزدیک اس کا محمل دوسرا ہے۔ یا یہ کہ ایک مجتہد کی نظر میں حضرت فاروق رضؓ کا قول کسی حدیث صحیح یا قیاسِ جلی کے معارض ہوا تو اُس نے اس قول کو ترک کر دیا اور مجتہدِ منتسب کا طریقِ کار یہی ہے۔ اور دوسرا مجتہد تعارض کے اُٹھا دینے اور دلائل کی تطبیق پر قادر ہوا تو اُس نے آپؓ کے قول کو ترک نہ کیا اور یہ (بیان کردہ) وجوہ مجتہدین کی نصوص میں تصریحًا مذکور ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کو ہم ذکر کریں گے۔ یا یہ کہ مسئلہ حضرت فاروق رضؓ کی طرف سے منصوص نہیں ہے تو ہر ایک (اس کا مفہوم قرار دینے میں) اپنی رائے پر چل پڑا یا یہ کہ فاروقِ اعظم رضؓ کے قول سے تخریج میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اگر ان کے طریقِ کار کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے مدّعا کے مطابق مسائل میں سے ایسے بہت ہیں کہ جن کے بارے میں حدیث مرفوع صریح جن کو ایک جماعت دوسری جماعت سے روایت کرتی ہے، موافق مذہب حضرتِ فاروق رضؓ پائی جاتی ہے اور یہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ (ان کے بارے میں) حدیث صریح نہیں پائی جاتی بلکہ کتاب و سنّت کے اشارات حضرت فاروق رضؓ کے موافق پائے جاتے ہیں یا خبر واحد پائی جاتی ہے بغیر اس کے کہ اس کو ایک جماعت نے جماعت سے روایت کیا ہو، تمام مجتہدین اس صورت میں بھی فاروق اعظم رضؓ کا اتّباع کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ احادیث سے ان کا حکم ایک دوسری سے مختلف نکلتا ہے اور حضرت فاروق رضؓ نے ایک تطبیق کی صورت نکال دی اور سب مجتہدین اسی تطبیق کے تابع ہو جاتے ہیں جیسا کہ عمرہ کے ساتھ فسخِ

بعمرہ و مسئلہ غسلِ قدم و مسئلہ متعہ و مسئلہ
صرف و بسیارے از مسائل ہست کہ حدیثے دران
باب یافتہ نشد و مخالفتِ قولِ فاروق رضؓ بانصِّ
کتاب و نصِّ حدیث و قیاسِ جلی نیز ظاہر نشد
و طریقِ قیاس و رائے دراںجا مسدود نیست درانجا
البتہ تقلیدِ قولِ او میکنند و مجتمع مے شوند بران
چنانکہ شاعر بحدس اِدراک مینماید کہ فلان قصیدہ
تتبعِ فلان قصیدہ است ہرچند صاحبِ قصیدہ
آن تصریح نکردہ باشد درین صورت حدسِ قوی
متتبعِ آثار را ہم می رسد کہ اگر ہمت خود را بر تقلیدِ
فاروقِ اعظم رضؓ جمع نکردہ اند این معاملہ چرا مے
کنند قرینۂ سوم آنکہ اصلِ ثالث از اصولِ شریعت
اجماع است باز اجماعے کہ متخیلِ اہلِ زمانِ ما
است بمعنے اتفاقِ جمیع اُمتِ مرحومہ بحیث
لایشذ منہم فردٌ واحدٌ نصّاً من کلٍّ واحدٍ منہم خیالِ
محال است ہرگز واقع نشدہ مسئلہ نیست از انچہ
اورا اجماعیات می نامند مگر فے الجملہ خلافے دران
نقل کردہ می شود اجماعِ کثیر الوقوع اتفاقِ اہلِ
حلّ و عقد است از مفتیانِ امصار این معنے
در مسائلِ مُصرَّحہ فاروقِ اعظم رضؓ یافتہ می شود کہ
اہلِ حلّ و عقد بران اتفاق کردہ اند و تِلوِ آن
فتوے جمعے غفیر و سکوتِ باقین و تلوِ آن
اختلاف علے قولین کہ در حکمِ اتفاق بر
نفیِ قولِ ثالث است و تلوِ آن
اتفاقِ اہلِ حرمین

حج کے مسئلہ میں اور پاؤں کے دھونے کا مسئلہ اور متعہ کا مسئلہ
اور بیع صرف کا اور بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ اس باب میں
کوئی حدیث نہیں پائی گئی مگر نصِ کتاب اور نصِ حدیث اور قیاس
جلی کے ساتھ قولِ فاروق رضؓ کی کوئی مخالفت بھی ظاہر نہیں ہوتی
اور وہاں قیاس و رائے کی راہ مسدود نہیں ہوتی البتہ اُن کے
قول کی تقلید کرتے اور اس پر مجتمع ہو جاتے ہیں جیساکہ ایک شاعر
فراست سے یہ ادراک کرلیتاہے کہ فلاں قصیدے میں فلاں قصیدے
کا تتبع کیا گیاہے اگرچہ صاحبِ قصیدہ نے اس بات کی تصریح نہ
کی ہو اس صورت میں ایک فراستِ قویہ آثار کے تتبع کرنے
والے کو حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر ان حضرات مجتہدین نے اپنی
ہمت کو تقلیدِ فاروق رضؓ پر پورے طور پر نہیں لگا دیا ہے تو یہ معاملہ
کیسے کر رہے ہیں۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ اصولِ شریعت میں کی
تیسری اصل اجماع ہے۔ پھر ایسا اجماع جو کہ ہمارے زمانہ والوں
کے تخیل میں ہے تمام اُمتِ مرحومہ کے ایسے اتفاق کے معنے
میں کہ ایک فردِ واحد بھی اُس سے جدا نہ ہو اور اُمت کے ہر ایک
شخص کی طرف سے اُس پر نص ہو جاتے خیال محال ہے ایسا
کبھی واقع نہیں ہوا۔ جن کو اجماعیات کہتے ہیں ان میں کوئی
مسئلہ نہیں مگر اس میں فے الجملہ ایک اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔
اجماعِ کثیر الوقوع حضراتِ حل و عقد کا اجماع ہے جو شہروں
کے مفتی ہیں۔ یہ معنے فاروقِ اعظم رضؓ کے تصریح کئے ہوئے ان
مسائل میں پائے جاتے ہیں کہ صاحبانِ حل و عقد نے ان پر
اتفاق کیا ہے۔ اور اس سے ملحق ہے ایک بڑی جماعت کا فتوے
اور باقی لوگوں کا سکوت اور اس سے ملحق ہے دو قولوں پر اختلاف
(کہ فلاں مسئلہ کا یہ حکم ہے یا یہ ہے) جو کہ نفیِ قولِ ثالث پر
اتفاق کے حکم میں ہے۔ اور اسی سے ملحق ہے اتفاقِ اہلِ حرمین

و خلفاء کہ بحکم حدیث ان الدین لیأرز الی
الحجاز کما تأرز الحیۃ الی جحرہا و حدیث علیکم
بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی
عضوا علیہا بالنواجذ متبع است این اجماعیات
کہ واقع شدہ اند بدون اہتمام حضرت فاروق رض
و نص فتوائے وی صورت نہ بستہ چنانکہ در مسئلہ
غسل باکسال و چہار تکبیر در جنازہ نقل کردہ اند
فقیر را عفی عنہ سالہا بخاطر میگذشت کہ مذہب حضرت
عمر را رضی اللہ عنہ مدون سازد و تعجب میکرد
از علماء سلف کہ چرا باین امر عظیم اہتمام نہ
نمودہ اند حالانکہ فوائد عظیمہ در حق خواص مسلمین
و عوام ایشان در تدوین مذہب وے رضی
اللہ عنہ مرجو است اما خواص مسلمین یا فقہاء
اند یا محدثین اتفاق سلف و توارث ایشان
اصل عظیم است در فقہ و اصل دران باب
نصوص فاروق رض و مناظرات اوست مجلدے
ضخیمے مستوعب اکثر ابواب فقہ ازان مے
توان جمع کرد و عمدہ در فن حدیث معرفت
طرق متعاضدۃ حدیث است اگر احادیث
کہ بظاہر موقوفہ فاروق اعظم رض است
بمعنے مرفوع است و سننے درستی
ازین باب مے توان پرداخت و از
شواہد احادیث و متابعات شئ کثیر
مے توان ازان بر آورد اما فائدہ آن
در حق عوام مسلمین

اور خلفاء رض کا جو بحکم حدیث ان الدین الخ یعنی دین سمٹ آئے گا
حجاز میں جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ آتا ہے۔" اور
بحکم حدیث کہ تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے بعد کے خلفاء راشدین
کا طریقہ اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا" قابل اتباع ہے۔ یہ
اجماعیات جو واقع ہوئے ہیں حضرت فاروق رض کے اہتمام اور
نص فتوی کے بغیر نہیں ظہور پذیر ہوتے جیسا کہ اکسال پر (یعنی
انزال سے پہلے ذکر کو باہر نکال لینے پر) غسل اور جنازے کی
نماز میں چار تکبیر نقل کی ہیں۔ فقیر عفی عنہ کے دل میں برسوں سے
یہ خیال آتا رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کو مدون
کرے اور تعجب کرتا رہا ہے علماء سلف پر کہ انھوں نے اس امر
عظیم کا اہتمام کیوں نہیں کیا حالانکہ خواص و عوام سب اہل
اسلام کے لئے آپ رض کے مذہب کی تدوین میں فوائد عظیمہ کی امید
ہے۔ خواص مسلمین پر غور کیجئے تو وہ فقہاء ہیں یا محدثین۔
سلف کا اتفاق اور ان کا توارث (یعنی ایک شخص نے کسی
امر کو اپنے اکابر سے سنا یا دیکھا اور انھوں نے اپنے اکابر
سے) فقہ میں اصل عظیم ہے اور اس باب میں اصل ہیں حضرت
فاروق رض کی نصوص اور ان کے مناظرات، ان سے ایک ضخیم کتاب
جو اکثر ابواب فقہ پر مشتمل ہو مرتب کی جا سکتی ہے۔ اور (یہ
فائدہ تو فقہاء سے متعلق ہے، محدثین کو یہ فائدہ حاصل ہوتا کہ)
فن حدیث میں خاص چیز ہے ایسے طرق (یعنی روایات) حدیث کی
معرفت جو ایک دوسرے کی مؤید ہوں۔ اگر ایسی احادیث جو
بظاہر فاروق اعظم رض کی موقوفہ ہیں اور بمعنے مرفوع ہیں جمع
کی جاتیں تو اس باب میں ایک کامل سنن مرتب ہو سکتی تھی
اور احادیث اور متابعات کے شواہد سے اس سے بہت سی چیزیں
نکالی جا سکتی تھیں۔ اب اس فائدہ کو لیجئے جو عوام مسلمین کو پہنچتا

آنست کہ مذاہبِ مجتہدین را شعب یک شریعت دانند ہر
مذہبی را دینے علیحدہ و ملتے جداگانہ خیال نکنند و اختلاف
امت مشوش یقین ایشان بأحکام ملت نشود ظاہر
دین و سوادِ اعظم را از روایاتِ شاذہ جدا التصور
نمایند و حجتِ شرع بر خود قائم شناسند و بر
مرتبۂ فاروقِ اعظم رض در نشر دینِ متین و تبلیغ
شریعتِ غرّا چنانکہ ہست مطلع شوند و اعطائے
کُلّ ذی حقٍ حقہ بعمل آرند باز تا این وقت
این داعیہ بوجود نیامد چون سخن تا اینجا رسید
آن داعیہ باز گُل کرد و تجبّس خاطر از ان داعیہ
وجہے نداشت ہذا مع قلّتِ الاسباب و
تشتّتِ البال واللہ ہو الموفق والمعین ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علٰی نبیہٖ
الذی لا نبیَّ بعدہٗ امّا بعد فیقول العبد الضعیف
الراجی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن عبدالرحیم
تغمّدہ اللہ تعالیٰ برحمتہٖ ہذا ما وفّقنی اللہ
عزّ وجلّ لہٗ من تدوینِ مذہب الخلیفۃ
الاوّاب الناطق بالصدق والصواب امیرِ
المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و
ارضاہ والمذاہبُ الاربعۃ منہ بمنزلۃِ
الشروح من المتونِ والمجتہدونَ
من صاحبہ بمنزلۃ المجتہدین المنتسبین
من المجتہد المستقل واللہ ہو الموفق
والمعین ؛

وہ یہ ہے کہ وہ یہ بات جان لیتے کہ مجتہدین کے مذاہب ایک ہی شریعت
کے شعبے ہیں اور وہ ہر مذہب کو علیحدہ دین اور جداگانہ ملت نہ
خیال کرتے اور اختلافِ اُمّت احکام ملت کے بارے میں ان کے
یقین کو تشویش میں نہ ڈالتا۔ وہ ظاہرِ دین اور سوادِ اعظم کو روایاتِ
شاذہ سے جدا تصور کرتے اور شریعت کی حجت اپنے اوپر قائم سمجھتے
رہتے اور شریعتِ غرّاء کی اشاعت اور دینِ متین کی تبلیغ کے بارے
میں فاروقِ اعظم رض کے اس مرتبہ ومقام کو سمجھ لیتے جو اُن کا حقیقۃً
ہے اور وہ ہر ذی حق کو اُس کا حق دیئے جانے کے اصول کو
عمل میں لاتے۔ پھر اس وقت یہ داعیہ وجود میں نہیں آیا۔ جب
بات یہاں تک پہنچی تو وہ داعیہ پھر اُبھر آیا اور قلب کے رُک جانے
کی اس داعیہ سے کوئی وجہ نہیں ہے۔ اب ہم اس کو شروع کرتے
ہیں باوجود قلتِ اسباب اور پریشان خیالی کے اور اللہ ہی توفیق
دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہر تعریف کا مستحق اللہ ہے اپنی وحدانیت کے ساتھ اور
درود وسلام اللہ کے اُس نبی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔
امابعد کہتا ہے عبد ضعیف اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار ولی اللہ
ابن عبدالرحیم اللہ تعالیٰ اُن کو غریقِ رحمت کرے، یہ وہ بیان
ہے جس کی اللہ عزّ وجلّ نے مجھ کو توفیق عطا فرمائی جو خلیفہ
اوّاب ناطق بالصدق والصواب امیر المومنین عمر بن الخطاب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے مذہب کی تدوین کے بارے
میں ہے اور چاروں مذہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اُس
کے مقابلہ پر متون کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور جملہ مجتہدین
آپ کے سامنے بمنزلہ مجتہدین منتسبین کے ہیں بمقابلہ مجتہدِ مستقل
کے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔

ادلۃ الشرع اربعۃ اخرج الدارمی عن شریح ان عمر بن الخطاب کتب الیہ ان جاءک شیء فی کتاب اللہ فاقض بہ و لا یلفتنک عنہ الرجال فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ و لم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءک مالیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ ولم یتکلم فیہ احد قبلک فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برایک ثم تقدم فتقدم وان شئت ان تتاخر فتاخر ولا اری التاخر الا خیرا لک **تخصیص عام الکتاب** بالسنۃ و تفسیر مجمل الکتاب بالسنۃ اخرج الدارمی عن عمر بن الاشجع ان عمر بن الخطاب قال انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ **لا یؤخذ الحدیث الا عن ثقۃ** اخرج مسلم عن ابی عثمان النہدی قال عمر ابن الخطاب بحسب المرء من الکذب

شریعت کی چار دلیلیں ہیں دارمی نے روایت کیا شریح سے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی چیز کتاب اللہ میں سے آجائے تو اس کے ساتھ فیصلہ کردو اور لوگوں کے کہنے سے اس سے ہرگز روگرداں نہ ہونا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرو اور اس کے مطابق فیصلہ کردو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (یعنی آپ کا کوئی قول یا فعل) موجود ہو تو اس چیز کو دیکھو جس پر لوگوں کا اجتماع ہو گیا ہو تو اس کو اختیار کرلو۔ پھر اگر تمہارے پاس کوئی ایسا قضیہ آجائے کہ نہ اس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ سنت رسول اللہ میں ہے اور نہ تم سے پہلے اس پر کسی نے کلام کیا ہے (یعنی تمہارے اہل مشورہ میں سے) تو دونوں امر میں سے جو چاہو اختیار کرلو یعنی یہ کہ تم اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور (اس کو بیان کرنے میں) پہل کرو تو پہل کرلو اور اگر تم چاہو کہ موخر رہو (کہ پہلے دوسرے لوگ اپنا مشورہ بیان کریں) تو موخر رہو اور میں موخر رہنے ہی کو تمہارے لئے بہتر خیال کرتا ہوں۔ **کتاب اللہ کے عام کی تخصیص** سنت کے ساتھ اور کتاب اللہ کے مجمل کی تفسیر سنت کے ساتھ۔ دارمی نے روایت کیا عمر بن الاشجع سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے جھگڑینگے متشابہات قرآن کے ذریعہ سے تو تم انکی گرفت کرنا سنن کے ساتھ کیونکہ اصحاب سنن زیادہ جانتے ہیں کتاب اللہ کو۔ **حدیث نہ لیجائے مگر ثقہ سے** مسلم نے روایت کیا ابو عثمان نہدی سے کہ عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے

اَن یُحدِّث بکلِّ مَاسمع وَ اَخرجَ البیہقے عن ابن عمر قال کان عمر یأمرنا ان لا نأخذَ اِلاّ عن ثقۃٍ اجازۃ خبر الواحد الصدوق و ان کان خلاف القیاس ذکرَ الشافعیؒ عن عمرؓ قِصصًا منہا اَنّ رآیہ کانَ اَن یَحکُمَ فے الاصابِعِ بدیاتٍ مختلفۃٍ لاختلافِہا فے المنافِعِ و الجمالِ فلم یَتَّبِعُ رآیَہ حینَ وَجَدَ فی کتاب عمرو بن حَزْم اَن رسولَ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالَ و فے کلِّ اِصْبَعٍ ممّا ہنالک عَشرٌ من الابل و منہا اَنّ رآیَہ کانَ ان الدیۃ للعاقِلۃِ[تبارؓ] و لا ترثُ المرآۃُ من دیۃِ زوجِہا شیئًا فلم یتّبع رآیَہ حینَ اخبرہ الضَّحاک بن سفیان انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کتبَ الیہ ان یُوَرِّثَ امرآۃَ اَشیمَ الضبابے من دیتہ و منہا حدیث عمر فے الجنین و قبولہ خبر جمیل ابن مالک بن النابغۃِ و قولُہ لولم نسمع ہذا لقضَینا بغیر ہذا و اخذ بخبر عبد الرحمٰن ابن عوف فے الرّجوعِ من ارضِ الوبآء۔ ثم آورد الشّافِعے فی المسئلۃ اشکالاً وقالَ لِمَ لَمْ یکتِفْ عمرُ بن الخطاب علے خبر الواحد فے غیرِ ماء مسئلۃٍ حتّےٰ طلبَ رجلاً [اے غیر واحد ۱۲ تفز]

یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر ایسی بات جو کسی سے سُنے اُس کو نقل کرے اور بیہقی نے روایت کیا ابن عمرؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ہم کو عمرؓ یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اخذ نہ کریں (کوئی حدیث) مگر ثقہ سے۔ **واحد صدوق کی خبر کو جائز رکھنا اگرچہ خلاف قیاس ہو۔** شافعیؒ نے عمرؓ کے چند قصّے بیان کیے۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ انگلیوں کے بارے میں مختلف دیتوں کا حکم کریں کیونکہ وہ منافع اور جمال میں اختلاف رکھتی ہیں تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہ کیا جب عمرو بن حزمؓ کی تحریر میں اُنھوں نے یہ پایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک اُنگلی میں جو ضائع کی جاتے گی دس اونٹ ہیں۔ اور اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی رائے یہ تھی کہ دیتؑ مقتول کے دادھیالی رشتہ داروں کے لئے ہے اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت میں سے کچھ وراثت نہ ملے گی تو اُنھوں نے اپنی رائے کا اتباع نہیں کیا جب کہ ان کو ضحاکؓ بن سفیان نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کی دیت میں وارث قرار دیں۔ اور ان میں سے ہے حدیث عمرؓ کی جنین کے بارے میں اور اُن کا قبول کرنا جمیل بن مالک بن النابغہ کی خبر کو اور یہ فرمانا کہ اگر ہم یہ نہ سُنتے تو ہم اس کے خلاف فیصلہ کر دیتے۔ اور آپ نے قبول کر لیا عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی خبر کو ارض وبا سے لوٹنے کے بارے میں۔ پھر شافعیؒ نے مسئلہ میں اشکال وارد کیا کہ کیوں نہیں اکتفاء کیا عمرؓ بن الخطاب نے خبر واحد پر اس کے علاوہ چند مسئلوں میں یہاں تک کہ ایک اور شخص کو طلب کیا

ع۔ یہ قیاس حضرت عمرؓ کا اس ضابطہ کی بناء پر تھا کہ الدیۃ علی العاقلۃ کہ دیۃ قاتل کے دادھیالی رشتہ داروں کے ذمہ ہے۔ جب ان سے دیت وصول کی جاتی ہے تو دیت میں وراثت کا حق بھی دادھیالی رشتہ داروں ہی کا ہونا چاہیئے ۱۲

واجاب بانہ فی بعض المواضع طلب مخبرًا آخر لانہ لم یامن غلط الراوی وقلۃ ضبطہ وفی بعض المواضع طلب استظہارًا وان کان خبر الواحد موجبًا للحکم فخبر الاثنین اشفی للخاطر واقمع للشبہۃ کما صرح ہو بنفسہ فی قصۃ ابی موسیٰ الاجماع اخرج الشافعیؒ عن عمرؓ خطبتہ بالجابیۃ وفیہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ بحبحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ واحتج بہذا علی القول بالاجماع شرط القیاس اخرج الدارقطنی فی جملۃ کتب عمر الی ابی موسیٰ الاشعری فی ادب القضاء الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرک مما لم یبلغک فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثال والاشباہ ثم قس الامور عند ذلک فاعمد الی احبہا الی اللہ عز وجل واشبہہا بالحق فیما تری قولہ مما لم یبلغک اشارۃ الی شرط محل القیاس قولہ اعرف الامثال والاشباہ بیان المقیس علیہ قولہ احبہا الی اللہ واشبہہا بالحق بیان العلۃ وکونہا موثرۃ بشہادۃ الشرع کراہیۃ السوال فیما لم ینزل اخرج الدارمی

اور انھوں نے پھر اس کا جواب دیا کہ انھوں نے بعض مواضع میں دوسرا خبر دینے والا اس لئے طلب کیا کہ راوی پر غلطی اور قلتِ ضبط کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوئے اور بعض مواضع میں دوسرے شخص کو طلب کیا مزید توثیق کے لئے اگرچہ خبر واحد موجب حکم تھی تو دو کی خبر دل کو زیادہ تشفی دے گی اور شبہ کو اکھاڑ دے گی جیسا کہ انھوں نے خود اس کی تصریح کی ہے ابو موسیٰؓ کے قصہ میں۔ **اجماع** روایت کیا شافعیؒ نے عمرؓ سے اُن کا خطبہ جو انھوں نے جابیہ میں دیا تھا اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ وسطِ جنت میں داخل ہو اُس کو چاہیئے کہ جماعت کو لازم کر لے اور اس سے انھوں نے احتجاج کیا ہے قول بالاجماع پر۔ **شرط قیاس** اخذ کیا دارقطنی نے ایک جملہ سے کہ لکھا تھا عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو ادبِ قضاء کے بارے میں اَلْفَہم یعنی فہم سے کام لے اس چیز کے بارے میں جو تیرے سینہ میں کھٹکے ایسے امر کے بارے میں جسکے متعلق کتاب وسنت میں سے کوئی بات تیرے پاس نہیں پہنچی اور جو چیزیں اُس کی مثل اور اس کی شبیہ ہیں اُن کو پہچان پھر اس پر امور کو قیاس کر لے اور اس صورت کو اختیار کر لے جو تیری رائے میں اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق سے زیادہ مشابہ ہو۔ اُن کا یہ کہنا کہ مما لم یبلغک (ان چیزوں میں سے جو تیرے پاس نہیں پہنچیں) اشارہ ہے محلّ قیاس کی شرط کی طرف۔ یہ قول کہ امثال اور اشباہ کو پہچان بیان ہے مقیس علیہ کا۔ اور یہ قول کہ جو صورت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور حق کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو بیان ہے علت کا اور اس کے موثر ہونے کا شریعت کی شہادت کے ساتھ۔ **ایسے سوال کی کراہیت جو ایسی بلا کے بارے میں ہو جو ابھی نازل نہیں ہوئی** دارمی نے روایت کیا

عن ابن عمر انه سُئِل عن شيء فقال لاتسأل عما لم يكن فانى سمعت عمر بن الخطاب يلعن من سأل عما لم يكن واخرج الدارمي عن طاؤس قال قال عمر على المنبر أُحرّج بالله على رجل سأل عما لم يكن فان الله قد بيّن ما هو كائن قوله بيّن ما هو كائن يعنى تكفل ان يلهم الصواب فى النازلة و هذا مرفوع فى الحقيقة اخرج الدارمي عن وهب بن عمرو الجمحي ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لاتعجلوا بالبلية قبل نزولها فانكم ان لاتعجلوها قبل نزولها لا ينفك المسلمون وفيهم اذا هي نزلت من اذا قال وُفّق و سُدّد و انكم ان تعجلوها تختلف بكم الاهواء فتأخذوا هكذا و هكذا و اشار بين يديه و عن يمينه و عن شماله يفهم من الحديث المرفوع

ابن عمرؓ سے کہ ان سے کوئی بات پوچھی گئی تو انھوں نے کہا کہ اُس مصیبت کے بارے میں سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا کہ وہ لعنت کر رہے تھے اُس شخص پر جو اُس بَلا کے بارے میں سوال کرے جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔ اور روایت کیا دارمی نے طاؤس سے کہ عمرؓ نے منبر پر فرمایا کہ میں اللہ کے واسطے سے اُس شخص کو روکتا ہوں جو ایسی بَلا کے بارے میں سوال کرے جو نہیں واقع ہوئی کیونکہ اللہ نے جو ہونے والی باتیں ہیں اُن کو بیان کر دیا۔ یہ ارشاد کہ جو ہونے والی باتیں ہیں ان کو بیان کر دیا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ متکفل ہوا ہے اس بات کا کہ بھلائی کا الہام کر دے وجود میں آنے والی چیز کے متعلق۔ اور در حقیقت یہ حدیث مرفوع ہے۔ روایت کیا دارمی نے وہب بن عمرو الجمحی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بَلا کی جلدی عـه نہ کرو اُس کے نازل ہونے سے پہلے کیونکہ تم اگر (سوالات میں) جلدی نہ کرو گے اس کے نزول سے پہلے (تو یہ بہتر ہے اور تمھیں اس کی ضرورت بھی نہیں) مسلمان ہمیشہ اس حال میں رہیں گے کہ ان میں کوئی ایسا شخص موجود ہوگا کہ جب وہ دُعا کرے گا تو بَلا سے نکلنے کی توفیق دیدی جاتے گی اور سب کام بن جائیں گے عـه اور اگر تم نے اس میں عجلت کی (اور تمھیں بتا دیا گیا کہ فلاں تاریخ میں یہ مصیبت واقع ہوگی) تو تم میں اختلافات ہو جائیں گے اور (تم گھبرا کر) مختلف راہیں اختیار کرو گے ایسے اور ایسے اور آپ نے اپنے سامنے اور دائیں بائیں اشارہ کیا۔ اس حدیث مرفوع سے

عـه یعنی فلاں عام مصیبت جسکے آنے کی آپ نے خبر دی ہے کتنے سال کے بعد آئیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر بہت سے آنے والے حوادث سے مطلع فرمادیا تھا: اب لوگوں نے آپ سے ان کا خاص وقت پوچھنا شروع کر دیا کہ فلاں مصیبت کب آئے گی اور فلاں مصیبت کب ۱۲ مترجم

عـه یہ اشارہ ہے ان اولیاء کی طرف جن سے تکوینی کام متعلق ہوتے ہیں قطب وابدال واوتاد وغیرہ ۱۲ مترجم

معنے قولہ بیّن ما لم یکن کما ذکرنا ویحتمل معنے
آخر وہو ان الکتاب والسّنّۃ اشتملا علی
جمیع الاحکام اجمالاً اشار الشافعی الیٰ ہذا
فی بعض کلامہ د اخرج الدارمی عن
ابن مُحَیرِیز ما نصنع بالمسائل انہ لا یذہبُ
العلم ما قُرِیَ القرآن **کراہیۃ الجدال
فی العِلم** اخرج الدارمی عن مجاہد
قال عمر ایاک والمکایلۃ یعنی فی الکلام
ویحتمل وجہا آخر وہو ذمّ القیاس اذا
لم یکن جامعًا لشروطہ

کتاب الصّلوٰۃ

الطہارۃ شرط الصلوٰۃ د ابو بکر عن المستورد
قال عمر لا تُقبَل صلوٰۃ بغیر طُہور ہو
مرفوع من طُرقٍ شتّٰی **صفۃ الوضوء**
ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود بن
یزید عن عمر بن الخطاب انہ توضّأ فغسلَ
یدیہ مثنیٰ واستنشق مثنیٰ وغسلَ وجہہ
مثنیٰ وغسلَ ذراعیہ مثنیٰ ومسحَ
راسہ مثنیٰ مُقبلاً ومُدبرًا وغسلَ رجلیہ
مثنیٰ ابو بکر عن الاسود بن یزید
ان عمر بن الخطاب توضّأ فادخل
اِصبعیہ فی باطن اُذنیہ

ان کے متعلق قول بیّن ما لم یکن کے معنے سمجھ میں آجاتے ہیں جیسا
کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایک دوسرے معنے کا احتمال بھی ہے
اور وہ یہ ہے کہ کتاب اور سنّت تمام احکام پر مشتمل ہیں اجمالاً
(تو ہر مصیبت کا حل اسی میں سے نکل آئے گا) امام شافعی رح
نے اپنے بعض کلام میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور دارمی
نے روایت کیا ابن مُحیریز سے کہ ہم کیا سوالات کریں حقیقت یہ
ہے کہ علم نہیں جاتے گا جب تک قرآن پڑھا جاتے گا۔ **علم
میں لڑائی جھگڑے کی بُرائی** دارمی نے روایت کیا مجاہد
سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ مکایلہ سے بچو ع یعنی کلام میں اور ایک اور
صورت کا بھی احتمال ہے اور وہ ہے ایسے قیاس کی بُرائی جس
میں قیاس کی شرطیں نہ پائی جائیں۔

کتاب الصلوٰۃ۔

طہارت نماز کے لئے شرط ہے۔ ابو بکر مستورد سے روایت
کرتے ہیں کہ عمر رض نے فرمایا کہ نماز قبول نہیں کی جاتی بغیر پاکیزگی
کے اور یہ کئی طرق سے مرفوع ہے۔ **صفتِ وضو** ابو حنیفہ رح
حماد رح سے وہ ابراہیم رح سے وہ اسود رح بن یزید سے وہ عمر رض بن الخطاب
سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو (اس طرح) کیا کہ
اپنے ہاتھ دھوتے دو دو مرتبہ اور ناک میں پانی دیا دو مرتبہ
اور اپنا منہ دھویا دو مرتبہ اور اپنی باہیں دھوئیں دو مرتبہ
اور اپنے سر کا مسح کیا دو مرتبہ پیچھے سے آگے کو اور آگے سے پیچھے
کو اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا دو مرتبہ۔ ابو بکر اسود بن
یزید سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض بن الخطاب نے وضو کیا اور
داخل کیا اپنی دونوں انگلیوں کو دونوں کانوں کے اندر

ع یعنی برابر کے جواب دینے سے منع کیا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سخت بات کہے تو ویسا ہی سخت جواب نہ دو یا کسی نے برائی کی تو اس کے ساتھ
ویسی ہی برائی نہ کرو اگرچہ گناہ نہ ہوگا مگر افضلیۃ کے خلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکایلہ سے یہ مراد ہے کہ مسائل شرعی میں قیاس اور عقلی ڈھکوسلے
پر چلیں اس سے منع کیا گیا ہے اگلے جملے میں اسی کا بیان کرتے ہیں ۱۲ مترجم

و ظاہرہما فمسحہما ابو بکر عن قرظة سمعت
عمر یقول الوضوء ثلث ثلث و ثنتان
تجزیان ابو بکر عن الحسن عن
عمر فی المضمضة و الاستنشاق
و غسل الیدین و الرجلین ثنتان
تجزیان و ثلث افضل ابو بکر
عن المصعب بن سعد مر عمر علی
قوم یتوضؤن فقال خللوا
ابو بکر عن زیاد بن علاقة ان عمر
ابن الخطاب رای رجلا غسل
ظاہر قدمیه و ترک باطنہما فقال لم
ترکتہما للنار ابو بکر عن ابی قلابة
ان عمر رای رجلا یصلی قد ترک
علی ظہر قدمیه مثل الظفر فامره ان
یعید وضوءه و صلوته و عن عبد اللہ
ابن عمر مثله الا انه قال فامره
ان یغسل اللمعة و یعید الصلوة
قلت اختلفوا فی الولاء لاجل
الروایتین و الصحیح ان الاول مبہم
و الثانی مفسر الشافعی عن عمر
عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم
الاعمال بالنیات الحدیث احتج به
علی ان النیة فرض قال البویطی
قال الشافعی یدخل فی حدیث
الاعمال بالنیات ثلث العلم مایوجب

اور اُن کے ظاہر پر اور دونوں کا مسح کیا۔ ابو بکر روایت کرتے ہیں قرظہ سے کہ میں نے سُنا عمرؓ سے کہ فرماتے تھے کہ وضو تین تین مرتبہ ہے اور دو مرتبے بھی کافی ہوجاتے ہیں۔ ابو بکرؒ حسنؒ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ کُلّی کرنے اور ناک میں پانی دینے اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے دھونے میں دو مرتبے کافی ہوجاتے ہیں اور تین افضل ہیں۔ ابو بکر مصعب بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ گزرے ایسے لوگوں پر جو وضو کررہے تھے تو فرمایا کہ خلال کرو۔ ابو بکر زیاد بن علاقہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے ظاہر قدمین کو دھویا اور باطن قدمین (یعنی تلووں) کو چھوڑ دیا تو فرمایا کہ تُو نے ان دونوں کو آگ کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ ابو بکرؒ ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا، اُس نے اپنے قدموں کے اوپر ناخن کے برابر جگہ (دھونے سے) چھوڑ دی تھی تو اُس کو حکم دیا کہ اپنی وضو اور نماز کو لوٹائے۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ عمرؓ نے اس کو حکم دیا کہ اس نشان کو (سوکھی ہوئی جگہ کو جو دھبہ کی طرح ممتاز تھی) دھوئے اور نماز کو لوٹائے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء میں اختلاف ہوا پے در پے دھونے کے بارے میں ان دونوں روایتوں کی وجہ سے اور صحیح یہ ہے کہ پہلی روایت مبہم ہے اور دوسری مفسر ہے۔ امام شافعیؒ بروایت عمرؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اعمال نیات پر موقوف ہیں، آخر حدیث تک۔ اُنھوں نے اس سے حجت قائم کی اس پر کہ نیت فرض ہے بویطی نے کہا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ حدیث "الاعمال بالنیات" میں ایک تہائی علم داخل ہے۔ وضو کو واجب

الوضوء مالک والشافعی وغیرہما عن زید
ابن اسلم ان عمر بن الخطاب قال اذا
نام احدکم مضطجعا فلیتوضأ العلة
عند الشافعی نوم من لم یتمکن مقعدته من
الارض وعند الحنفیة نوم مستند او
متکئ علی شیٔ بحیث لو ازیل لسقط
ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال اکلت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومع ابی بکر و عمر و عثمان خبزا ولحما
فصلوا ولم یتوضؤا آخرج الشافعی
من مذہب عمر وابن مسعود لا
یتیمم الجنب انہما یریان القبلة و
شبہہا من الملامسة الناقضة
للوضوء وروی حدیثا ان عمر صلی رکعة
ثم زلّت یدہ علی ذکرہ فاشار ان
امکثوا ثم خرج فتوضأ فاتم لہم مابقی
من الصلوٰۃ وفی المسئلتین نظر
طویل مالک والشافعی عن زید بن اسلم
عن ابیہ ان عمر قال انی لاجدہ یتحدر
منی یعنی المذی مثل الخرزۃ
فاذا وجد ذلک احدکم فلینضح
فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ
ابو بکر عن طلق بن حبیب رأی
عمر بن الخطاب رجلا حک ابطہ
او مسّہ فقال لہ قم فاغسل یدیک

کرنے والی چیزیں مالکؒ اور شافعیؒ اور دوسرے حضرات روایت
کرتے ہیں زید بن اسلم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب کوئی
تم سے کوئی کروٹ پر لیٹ کر سو جائے تو چاہیئے کہ وضو کرے (وضو
ٹوٹنے کی) علت شافعیؒ کے نزدیک نیند ایسے شخص کی ہے جسکی
مقعد زمین پر قرار پکڑے ہوتے نہیں اور حنفیہ کے نزدیک نیند
ایسے شخص کی ہے جو سہارا لینے والا یا تکیہ لگانے والا ہے کسی شے
پر اس حیثیت کے ساتھ کہ اگر وہ چیز ہٹادی جائے تو وہ گر جائے۔
ابو بکر جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے روٹی
اور گوشت کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمرؓ
اور عثمانؓ کے ساتھ تو سب نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ شافعیؒ
نے نکالا عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے مذہب سے کہ جنبی تیمم نہ کرے
یہ دونوں بوسہ اور اس کے مشابہ یعنی عورت کے چھونے کو ناقض
وضو قرار دیتے ہیں۔ اور انھوں نے اس حدیث کو روایت کیا کہ
عمرؓ نے نماز کی ایک رکعت پڑھی پھر ان کا ہاتھ ان کے ذکر پر
جا پڑا تو انھوں نے (جماعت کو) اشارہ کیا کہ ٹھہرے رہو پھر
نکلے اور وضو کیا اور نماز کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اُس کو پورا
کرایا۔ اور دونوں مسئلوں میں طویل بحث ہے۔ مالکؒ اور
شافعیؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ میں (کبھی) محسوس کرتا ہوں کہ مجھ سے (یعنی مثانہ
سے) ایک چیز اُتر رہی ہے مثل ڈلی کے وہ مذی کو مراد لے رہے
تھے۔ جب تم میں سے کوئی ایسا محسوس کرے تو چاہیئے کہ اپنی
شرمگاہ کو صاف کرے اور چاہیئے کہ وضو کرے جس طرح نماز
کے لئے کیا جاتا ہے۔ ابو بکر طلق بن حبیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنی بغل کو
کھجایا یا اُس کو چھوا تو اُس کو فرمایا کہ کھڑا ہو اور اپنے ہاتھوں کو دھو

او نطہر قال محمد یعنی ابن سیرین لا ادرے ماہذا قلتُ معناہ استحبابُ التنظیف۔ **آدب الخلاء**۔ اخرج البغوی وغیرہ وہو من مشاہیر الحدیث عن عمر قال رآنی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُوْلُ قائماً فقال یا عمر لا تَبُلْ قائماً۔ ابوبکر عن یسار بن نمیر کان عمر اذا بالَ مَسَحَ ذکرہ بحائطٍ او حجرٍ ولم یُمسّہ ماءً۔ قلتُ اَجمعَ علیٰ ذٰلک علماء اہل السُّنۃ ولیس فیہا حدیثٌ مرفوعٌ وانّما ہو مذہب عمر قیاساً علی الاستنجاء من الحائط اُطبق علیٰ تقلیدہ العلماء۔ **المسح علی الخفین** ابوحنیفۃ عن حماد عن سالم بن عبداللہ ابن عمر قال اختلف عبداللہ بن عمر وسعد بن ابی وقاص فی المسح علی الخفین فقال سعد اَمْسَحُ وقال عبداللہ ما یُعجبنی فاَتَیا عمر بن الخطاب فقصّا علیہ القِصّۃ فقالَ عمر عمّک (یعنی سعد) اَفقہ منک۔ مالک والشافعی وغیرہما نحواً من ذٰلک وہو من المشاہیر ابوحنیفۃ عن حمّادٍ عن ابراہیم عن حنظلۃ ان عمر بن الخطاب قال المسح علی الخفین للمقیم یوماً ولیلۃً وللمسافر ثلٰثۃ ایّامٍ بلیالیہنّ اذا لبستہما وانت طاہرٌ۔ ابوبکر عن زید بن وہب

یا (یہ فرمایا کہ) پاک کر۔ کہا محمد یعنی ابن سیرینؒ نے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے معنے ہیں صفائی ستھرائی کا استحباب۔ **پیشاب پاخانہ کے آداب**۔ بغوی وغیرہ نے روایت کیا عمرؓ سے اور یہ مشہور حدیثوں میں سے ہے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا ہوں تو فرمایا کہ اے عمرؓ کھڑا ہو کر پیشاب نہ کر۔ ابوبکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب پیشاب کرتے تو اپنے ذکر کو دیوار یا پتھر سے صاف کرتے اس حال میں کہ اس کو پانی نہ لگا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر (یعنی ڈھیلے سے استنجاء پر) علماء اہلِ سنت نے اجماع کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے اور وہ صرف عمرؓ کا مذہب ہے۔ دیوار سے استنجاء کرنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی تقلید پر علماء نے ڈھیلے سے مطابقت کی ہے۔ **خفین پر مسح کرنا** ابوحنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ میں خفین پر مسح کے بارے میں اختلاف ہوا تو سعدؓ نے کہا کہ میں مسح کرتا ہوں اور عبداللہؓ نے کہا کہ مجھے یہ ناپسند ہے پھر دونوں عمرؓ بن الخطاب کے پاس آئے اور اپنی بات اُن سے کہی تو عمرؓ نے (عبداللہؓ سے) کہا کہ تیرے چچا (یعنی سعدؓ) تجھ سے اَفقہ (زیادہ سمجھدار) ہیں مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما نے بھی اسی طرح کی روایتیں کی ہیں اور وہ مشہور روایات میں سے ہے۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حنظلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ خُفّین پر مسح مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لئے تین دن اُن کی راتوں سمیت کی میعاد ہے جب کہ تم اُن کو باوضو ہو کر پہنو۔ ابوبکرؒ زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ

کتب الینا عمر بن الخطاب فی المسح علی الخفین ثلثۃ ایام ولیالیھن للمسافر و یوما و لیلۃ للمقیم الشافعی فی مذھبہ القدیم عن زید بن الصلت ان عمر بن الخطاب قال اذا ادخلت رجلیک فی الخفین و انت طاھر فامسح علیھا ما بدا لک و الیہ ذھب الشافعی فی القدیم ثم رجع وقال بالتوقیت قال البیھقی اری ان عمر جاءہ الثبت فی التوقیت فرجع الیہ

صفۃ الغسل ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد کان عمر اذا اجنب غسل سفلیہ ثم توضا وضوءہ للصلوٰۃ ثم افرغ علیہ الماء ابو بکر عن عاصم سئل عمر عن غسل الجنابۃ فقال توضأ وضوءک للصلوٰۃ ابو بکر عن فضیل بن عمرو قال عمر اذا اغتسلت من الجنابۃ فتمضمض ثلثا فانہ ابلغ مایوجب الغسل مالک والشافعی بطرق متعددۃ ان عمر وجد فی ثوبہ احتلاما فاغتسل و اعاد الصلوٰۃ ابو بکر عن رفاعۃ بن رافع قال بینا انا عند عمر بن الخطاب اذ دخل علیہ رجل فقال یا امیر المؤمنین ھذا زید ابن ثابت یفتی الناس فی المسجد برأیہ فی الغسل من الجنابۃ فقال عمر علی بہ فجاءہ زید

مسح علی الخفین کے بارے میں ہم کو عمرؓ بن الخطاب نے لکھا کہ تین دن مع ان کی راتوں کے مسافر کے لئے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لئے۔ شافعیؒ اپنے مذہب قدیم پر یہ روایت لاتے تھے زید بن الصلت سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے دونوں پاؤں کو خفین میں داخل کر دیا اور تو باوضو تھا تو جب تک بھی تو چاہے ان پر مسح کرتا رہ اور اسی کی طرف گئے تھے امام شافعیؒ اپنے قدیم قول میں پھر رجوع کیا اور تحدید وقت کے قائل ہوئے۔ بیہقی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عمرؓ کے پاس جب توقیت (تحدید وقت) کے بارے میں کوئی مضبوط وجہ آگئی تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔

صفۃ غسل ابو بکر عکرمہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب جنبی ہوتے تو اپنے نیچے کے دونوں جسم دھوتے پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے کی جاتی ہے پھر اپنے اوپر پانی ڈالتے۔ ابو بکر عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ سے سوال کیا گیا غسل جنابت کے بارے میں تو فرمایا کہ وضو کر جیسے نماز کے لئے وضو کی جاتی ہے۔ ابو بکر فضیل بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جب تو جنابت کا غسل کرے تو تین مرتبہ کلی کر یہ زیادہ پاکی تک پہنچانے والی بات ہے۔ جو چیز غسل کو واجب کرتی ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ متعدد روایات سے بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ نے اپنے کپڑے میں احتلام کا نشان پایا تو غسل کیا اور نماز کو لوٹایا۔ ابو بکر رفاعہ بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ یہ زید بن ثابت مسجد میں لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دیتا ہے جنابت سے غسل کے بارے میں تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ تو زیدؓ ان کے پاس آئے۔

فلما رآہ عمر قال ای عدوّ نفسہ قد بلغت ان تفتی الناس برأیک فقال یا امیر المؤمنین باللہ ما فعلت لکنی سمعت من اعمامی حدیثا فحدثت بہ من ابی ایوب و من ابی بن کعب و من رفاعۃ بن رافع فاقبل عمر علی رفاعۃ بن رافع فقال و قد کنتم تفعلون ذلک اذا اصاب احدکم من المرأۃ فاکسل (خرج قبل الانزال) لم یغتسل فقال قد کنا نفعل ذلک علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یأتنا من اللہ تحریم و لم یکن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ نہی قال او رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم ذلک قال لا ادری فامر عمر بجمع المہاجرین و الانصار فجمعوا لہ فشاورہم فاشار الناس ان لا غسل فی ذلک الا ما کان من معاذ و علی فانہما قالا اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل فقال عمر ہذا وانتم اصحاب بدر و قد اختلفتم فمن بعدکم اشد اختلافا قال فقال علی یا امیر المؤمنین انہ لیس احد اعلم بہذا من شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ازواجہ فارسل الی حفصۃ رض فقالت لا علم لی بہذا فارسل الی عائشۃ رض

تو جب اُن کو عمر رض نے دیکھا تو کہا کہ اے اپنے نفس کے دشمن مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دے رہا ہے تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین رض واللہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے اپنے اعمام (یعنی چچاؤں) سے ایک بات سُنی۔ مجھے بات پہنچی ابو ایوب رض سے اور اُبی بن کعب رض سے اور رفاعہ بن رافع رض سے۔ تو عمر رض متوجہ ہوئے رفاعہ بن رافع کی طرف اور کہا کہ کیا تم ایسا کرتے تھے کہ جب تم میں کوئی اپنی عورت کے پاس جائے اور انزال کے بغیر اپنا عضو باہر نکال لے تو وہ غسل نہیں کرتا تھا تو اُنھوں نے کہا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے تو ہمارے پاس اللہ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس میں کوئی ممانعت ہوئی۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے بھی تھے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ تو عمر رض نے مہاجرین و انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا تو سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو اُن سے مشورہ کیا تو لوگوں نے یہ اشارہ کیا کہ اس صورت میں غسل نہیں ہے۔ مگر معاذ رض اور علی رض کی جانب سے ایسا نہیں۔ ان دونوں نے یہ کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے گزر جائے گی تو غسل واجب ہو گیا تو عمر رض نے کہا کہ یہ اہم بات ہے تم اصحاب بدر ہوتے ہوئے باہم مختلف ہوتے تو جو تمہارے بعد ہیں ان میں تو سخت اختلاف ہو گا (راوی نے) کہا کہ پھر علی رض نے کہا کہ اے امیر المومنین رض کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو اُن کی ازواج رض سے زیادہ نہیں جانتا تو اُنھوں نے حفصہ رض سے پوچھوایا تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ پھر عائشہ رض

فقالت اذا جاوز الختانُ الختانَ
فقد وجبَ الغسل فقال لا اسمعُ برجلٍ
فعلَ ذلک اِلّا اوجعتہ ضربًا ابوبکر
عن سعید بن المسیب قال عمر
لا اُوتیَ برجل فعلہ یعنی جامعَ
ولم ینزل ولم یغتسل الا نہکتُہ بالعقوبۃ
عقوبۃً ابوبکر عن ابی جعفر قالَ اجتمعَ
المہاجرونَ ابوبکر و عمر و عثمانُ و
علیٌّ اِنّ (یعنی الدخول) ما اوجبَ الحدینِ الجلدَ
و الرجمَ اوجبَ الغسلَ حکم الجنب
ابوبکر عن عُبیدۃَ قال عمر لا یقرأ الجُنبُ
القرآنَ ابوبکر عن قتادۃَ خرج عمر
من الخلاءِ فقرأ آیۃً من کتاب اللّٰہِ
فقیلَ لہ أتقرأُ وقد أحدثتَ قالَ
أفیقرأُ ذلک مسیلمۃ وفی روایۃٍ
مسیلمۃُ أفتاک ذلک ابوبکر عن
سلمان بن ربیعۃ قالَ لی عُمر
اذا اتیتَ اہلک ثم اردتَ
اَن تعودَ کیفَ تصنع قلتُ کیفَ
اصنع قال توضأ بینہما وضوءً مالک
والشافعی وغیرہما ان عمر بن الخطاب
ذکرَ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ تُصیبہُ الجنابۃُ من اللیل فقالَ
رسولُ اللہ توضأ واغسلْ ذکرکَ
ثم نَمْ دخول الحمام ابوبکر عن حفص

سے پوچھوایا تو انھوں نے کہا کہ جب ختنہ کی جگہ ختنہ کی جگہ سے
گزر جائے گی تو غسل واجب ہوجائے گا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں
آئندہ کسی شخص کو نہیں سُنوں گا کہ اس نے ایسا کیا مگر میں
اس کو بہت ماروں گا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں لایا جائے گا
جس نے ایسا کیا ہو یعنی جماع کیا اور انزال نہ کیا اور غسل نہ
کیا مگر میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ ابوبکر جعفر سے روایت کرتے
ہیں کہا کہ سب مہاجرین ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ
اس پر متفق ہوگئے ہیں کہ جو چیز دونوں حدوں یعنی کوڑے
مارنے اور سنگسار کرنے کو واجب کرتی ہے وہ غسل کو واجب
کرتی ہے۔ جُنبی کا حکم ابوبکر عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ نے کہا کہ جُنبی قرآن کی قراءت نہ کرے۔ ابوبکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بیت الخلاء سے نکلے پھر کتاب اللہ کی
ایک آیت پڑھی اس پر ان سے کہا گیا کہ آپ قراءت کر رہے
ہیں باوجود محدث ہونے کے تو آپ نے کہا کہ تو کیا اس کی قراءت
مُسیلمہ کر رہا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ کیا تجھے یہ فتوی
مُسیلمہ نے دیا ہے۔ ابوبکر سلمان بن ربیعہ سے روایت کرتے
ہیں کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور
پھر ارادہ کرے دوبارہ جانے کا تو کیا کرے گا۔ میں نے کہا (آپ
بتائیں) کہ کیا کروں، فرمایا کہ دونوں کے درمیان ایک مرتبہ
وضو کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہما سے مروی ہے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ انکو
رات میں جنابت واقع ہوجاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرلے اور اپنے ذکر کو دھولے اور
پھر سو جا۔ حمام میں داخل ہونا ابوبکر نے روایت کی حفص سے

قالَ عُمر لا يَرىٰ الرجلُ عورةَ الرَّجل
ابو بكر عن قتادة كتبَ عمر لا يدخلُ
احدٌ الحمامَ الّا بميزرٍ ابو بكر عن
علىٍّ بن ابى عائشة كان عمر رجلاً
اَهْلَبَ فكان يُحلّق الشعرَ و ذُكرت له
النُّورةُ فقالَ النورةُ من النّعيم۔
المياه ابو بكر عن عكرمة ان عمر سُئِلَ
عن ماء البحر فقال اىّ ماءٍ انظفُ منه
الشافعى عن عمرو بن دينار ان عمر بن
الخطاب وَرَدَ حوضَ مَجَنّة عہ فقيلَ انما
وَلَغَ الكلبُ آنِفًا فقال انما وَلَغ
بلسانه فشرب و توضأ مالك نحوًا
من ذلك محمول عند الحنفية على الغدير
الكبير و عند الشافعى على القلتين لحديث
مرفوع فى ذلك ابو بكر عن زيد بن اسلم
عن ابيه ان عمر كان له قمقم يسخن
له فيه الماء ابو بكر عن قتادة قال
عمر ليس حيضها فى فيها يعنى سؤر
الحائض الشافعى والبخارى وغيرهما
ان عمر توضأ من ماءٍ جئ به من
عند نصرانية **تطهير الانجاس**
ابو بكر عن ابن سيرين عن عمر
يغسل البولَ مرتين ابو بكر عن
زيد بن الصلت ان عمر غسلَ
ما رآه من الجنابة و نضح

کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کا پردے کا حصہ جسم نہ دیکھے
ابو بکر نے روایت کیا قتادہؒ سے کہ عمرؓ نے لکھا کہ کوئی شخص حمام
میں نہ داخل ہو مگر تہہ بند باندھ کر۔ ابو بکر نے علی بن ابی عائشہ
سے روایت کیا کہ عمرؓ بہت گھنے بالوں والے شخص تھے تو
آپ بالوں کو منڈوا دیا کرتے تھے اور آپ کے سامنے ذکر کیا گیا
نورے کا تو فرمایا کہ نورہ عیش پسندی میں سے ہے۔ **پانیوں کا
بیان** ابو بکر نے عکرمہ سے روایت کیا کہ عمرؓ سے دریا کے پانی
کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کونسا پانی اس سے زیادہ
پاکیزہ ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ
ابن الخطاب مجنہ عہ کے حوض پر وارد ہوئے تو آپ سے کہا گیا کہ
اس میں سے کتے نے ابھی پانی پیا ہے تو فرمایا کہ اس نے اپنی
زبان سے ہی چپڑ چپڑ کر کے پیا ہے تو آپ نے پیا اور وضو بھی
کیا۔ مالکؒ نے بھی اسی قسم کی روایت کی۔ حنفیہ کے نزدیک یہ
محمول ہے بڑے تالاب پر اور شافعیؒ کے نزدیک قلتین پر اس
بارے میں ایک حدیث مرفوع کی وجہ سے۔ ابو بکر زید بن اسلم سے
وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک کیتلی تھی
جس میں ان کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ ابو بکر قتادہ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کا حیض اُس کے منہ
میں نہیں ہے آپ نے فرمایا حائضہ عورت کے جھوٹے پانی کے
متعلق۔ شافعیؒ اور بخاریؒ وغیرہما نے روایت کیا کہ عمرؓ نے
ایسے پانی سے وضو کی جو ان کے پاس ایک نصرانی عورت کے
پاس سے لایا گیا تھا۔ **نجاستوں کو پاک کرنا** ابو بکر روایت کرتے
ہیں ابن سیرینؒ سے کہ عمرؓ پیشاب کو دو مرتبہ دھویا کرتے تھے
ابو بکر زید بن الصلت سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جو نشان جنابت
کا دیکھتے اُس کو دھویا کرتے تھے اور جو نظر نہیں آتا تھا

عہ مجنہ میم کے فتح اور کسر کے ساتھ ایک موضع ہے مکہ کے قریب ۱۲

مالم یرہ مالک والشافعی نحوًا من ذلک۔
ابو بکر عن خالد بن ابی عزۃ۔ سأل رجلٌ
عمر بن الخطاب فقال انی احتلمت علی
طنفسۃ فقال ان کان رطبًا فاغسلہ و
ان کان یابسًا فاحککہ وان خفی علیک
فارششہ (ابی بعنوان آوردہ ۱۲) بنی مالک مذہبہ علی الاول
وحملہ الشافعی علی الندب وابو حنیفۃ رح
علی غسل رطبہ وحک یابسہ ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان عمر قال طہور
المسک دباغہ مالک ایقظ عمر لصلوٰۃ
الصبح حین طعن فصلی وجرحہ یثعب (یسیل ۱۲)
دمًا ابو بکر عن انس بن مالک ان عمر
ابن الخطاب رأی رجلاً یصلی وعلیہ
قلنسوۃ بطانتہا من جلود الثعالب
قال فالقاہا عن رأسہ وقال ما یدریک
لعلہ لیس بذکی (مذبوح یعنی طاہر ۱۲) قلت فیہ حجۃ
للشافعی فی ان الشعر لایقبل الدباغ
التیمم ابو بکر عن الاسود قال عمر
لایتیمم الجنب وان لم یجد الماء شہرًا
وروی من وجوہ ان عمارًا ذکر عندہ
قصۃ التمعک وقول النبی صلی
اللہ علیہ وسلم انما یکفیک ان تفعل ہکذا

اُس پر پانی تروا دیتے تھے۔ مالک اور شافعیؒ نے بھی ایسی ہی روایت
کی۔ ابو بکر خالد بن ابی عزہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص
نے عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا اس نے کہا کہ مجھے کملی (حاشیہ
دار) پر احتلام ہو گیا تو فرمایا کہ اگر پتلا ہے تو اس کو دھو دے
اور اگر خشک (گاڑھا) ہے تو اس کو چھیل دے اور اگر تجھ سے
چھپ گیا ہے تو اس پر پانی ڈال۔ مالکؒ نے اپنے مذہب کی
بنا پہلے پر رکھی اور شافعیؒ نے اس کو استحباب پر محمول کیا اور
ابو حنیفہؒ نے رقیق کو دھونے اور گاڑھے کو چھیلنے کا حکم نکالا۔
ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے روایت کیا کہ عمرؓ
نے فرمایا کہ چمڑے کی پاکی اُس کی دباغت ہے۔ مالکؒ نے روایت
کیا کہ عمرؓ کو ہوشیار کیا گیا صبح کی نماز کے لئے جب آپ کے
خنجر مارا گیا تو آپ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم سے خون
بہہ رہا تھا۔ ابو بکر نے انس بن مالک سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب
نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اُس کے سر پر ایسی
ٹوپی تھی جس کا بطانہ لومڑیوں کی کھال کا تھا۔ کہا کہ عمرؓ نے
اُس کو اُس کے سر سے گرا دیا اور فرمایا کہ کیا خبر ہے شاید یہ مذبوح
یعنی پاک نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے شافعیؒ
کے لئے کہ بال قابل دباغت نہیں۔ تیمم ابو بکر نے روایت کیا
اسود سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جُنبی تیمم نہ کرے گا اگرچہ مہینہ بھر
تک پانی نہ پائے۔ اور روایت کیا گیا ہے چند وجوہ سے کہ عمار
نے عمرؓ کے سامنے خاک میں لوٹنے کا قصہ ذکر کیا اور نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ تیرے لئے کافی تھا کہ ایسا کر لیتا

ف یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص پر جنابت کی حالت آئی اور اُس نے پانی نہ پایا تو اس نے وضو پر قیاس کرکے یہ خیال کیا کہ یہ تیمم تمام بدن پر خاک کے پہنچنے سے ہوگا اس لئے وہ مٹی میں لوٹ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ تجھے جنابت کے لئے یہی تیمم کافی تھا ۱۲

الحدیث فلم یقنع بقولہ قلتُ ترکَ الفقہاءُ الاربعۃُ قولَ عمر لانہم وجدوہ مخالفاً لما صحّ عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم من مُسندِ عمران بن حُصین و ابی ذر و عمرو بن العاص وغیرہم اَمرَہ للجُنبِ بالتیمم اذا لم یجد الماءَ وتتبعتُ انا فوجدتُ ان النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم رآہم اختلفوا فی تاویلِ الآیتین آیۃِ المائدۃ و آیۃِ النساء فصوَّبَ کِلا التاویلینِ وترکَ کلّ مآوِّلٍ علےٰ تاویلہ وعمر بنُ الخطابِ اجلُّ من ان یخفےٰ علیہ ہٰذا الحدیث و اَتقےٰ للّٰہ من ان یبلغہ ہٰذا الحدیث ثم لایقول بہ اِلاّ لمعنًی فہمہ عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم اخرج النسائی عن طارق ان رجلا اَجنبَ فلم یُصلِّ فاتے النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہٗ فقالَ اصبتَ فاَجنبَ رجلٌ آخر فتیمَّمَ وصلّے فاتاہ فقالَ لہٗ نحواً ممّا قالَ للآخر یعنی اَصبتَ واشار الشافعی الےٰ ان عُمرَ و ابنَ مسعود کانا یحملانِ الملامسۃَ علے اللمسِ بالیدِ فکانت الآیتانِ ساکتتانِ عندہما من التیمم

الحدیث" تو عمار کے قول پر عمرؓ مطمئن نہ ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ چاروں فقہاءؒ نے عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا کیونکہ اُنھوں نے اس کو اس روایت کے خلاف پایا جو مسند عمران بن حصین و ابوذر و عمرو بن العاص وغیرہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جُنبی کو تیمم کا حکم دینا جب کہ وہ پانی نہ پاتے صحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اور میں نے تتبع کیا تو یہ پایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ وہ دونوں آیتوں آیت سورۂ مائدہ و آیت سورۂ نساء کی تاویل میں مختلف ہو رہے ہیں تو آپ نے دونوں تاویلوں کی تصویب کی اور ہر ایک تاویل کرنے والے کو اُس کی تاویل پر چھوڑ دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بلند ہے کہ ان پر یہ حدیث مخفی رہی ہو اور اللہ سے آپ کا تقوٰے اس سے بلند تھا کہ آپ کو یہ حدیث پہنچے اور آپ اُس کے قائل نہ ہوں مگر کوئی ایسے معنے ہیں جن کو اُنھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سمجھا تھا۔ نسائی نے طارق سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے نماز نہ پڑھی اور اُس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا حال بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص جُنبی ہو گیا تو اس نے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی پھر وہ آپؐ کے پاس آیا تو اُس سے بھی آپؐ نے وہی فرمایا جو دوسرے سے فرمایا تھا یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ اور اشارہ کیا شافعیؒ نے عمرؓ اور ابن مسعودؓ کی طرف کہ وہ دونوں محمول کرتے تھے "ملامسۃ" کو (جو سورۂ نساء میں مذکور ہے یعنی لٰمستمُ النساءَ) لمس بالید (یعنی ہاتھ سے چھونے) پر تو دونوں آیتیں اُن دونوں کے نزدیک جنابت سے تیمم کے بارے میں

ع۵ یعنی وان کنتم جُنباً فاطّہّروا الخ (مائدہ :۶) اور وان کنتم مرضےٰ او علیٰ سفرٍ او جاءَ احدٌ منکم من الغائط او لٰمستمُ النساءَ فلم تجدوا ماءً فتیمّموا صعیدًا طیّبًا الخ (النساء :۴۳) ۱۲ مترجم

عن الجنابة. **مواقیت الصلوٰة** مالک عن
نافع ان عمر بن الخطاب کتب الی عمّاله
ان اھم امرکم عندی الصلوٰة فمن
حفظها و حافظ علیها حفظ دینه و
من ضیّعها فهو لما سواها اضیع ثم کتب
ان صلّوا الظهر اذا کان الفیء ذراعا
الی ان یکون ظل احدکم مثله
و العصر و الشمس مرتفعة بیضاء
نقیة قدر ما یسیر الراکب فرسخین او (بدون زردی ۱۲)
ثلثة قبل غروب الشمس و المغرب
اذا غربت الشمس و العشاء اذا غاب
الشفق الی ثلث اللیل فمن نام فلا نامت
عینه فمن نام فلا نامت عینه فمن نام
فلا نامت عینه و الصبح و النجوم
بادیة مشتبکة مالک عن عمه ابی
سهیل بن مالک عن ابیه ان عمر بن
الخطاب کتب الی ابی موسی الاشعری
ان صلّ الظهر اذا زاغت الشمس و
العصر و الشمس بیضاء نقیة قبل
ان تدخلها صفرة و المغرب اذا
غربت الشمس و اخّر العشاء ما لم
تنم و صلّ الصبح و النجوم بادیة مشتبکة
و اقرأ فیها بسورتین طویلتین من
المفصل و فی روایة عن هشام
ابن عروة عن ابیه

ساکت ہیں۔ **اوقاتِ نماز** مالکؒ نافع سے روایت کرتے ہیں
کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمھارا
سب سے اہم کام نماز ہے جس نے اس کی حفاظت کی اور اس پر ہمیشہ
کاربند رہا (شرائط و آداب کے ساتھ بروقت ادا کرتا رہا) تو
اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اُس کو ضائع کیا تو
اس کے سوا (دیگر ضروریاتِ دین) کو تو بہت ہی ضائع کرنے
والا ہوگا۔ پھر لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جب کہ سایہ ایک ہاتھ ہو
یہاں تک کہ تم میں سے کسی کا سایہ اُس کے برابر ہو جاتے اور
عصر کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ سورج بلند ہو سفید اور صاف
(کہ اس میں زردی پیدا نہ ہوتی ہو) اتنی مقدار تک کہ ایک شتر
سوار دو یا تین کوس غروب آفتاب سے پہلے سفر کر سکے۔ اور
مغرب کی نماز پڑھو جب آفتاب غروب ہو جاتے اور عشاء کی
جب شفق غائب ہو جاتے ایک تہائی رات تک تو جو سو جائے
تو اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے۔ جو سو جاتے اُس کی آنکھ کبھی نہ
سوتے۔ جو سو جاتے اُس کی آنکھ کبھی نہ سوتے (یہ بددعا فرمائی)
اور صبح کی اُس وقت جب (بعد صبح صادق) تارے نمایاں
اور گھنے ہوتے ہوں (یعنی شب کی تاریکی باقی ہو) مالکؒ
اپنے چچا ابو سہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ ظہر کی
نماز پڑھو جب سورج ڈھل جاتے اور عصر کی جب سورج سفید
اور صاف ہو قبل اس کے کہ اس میں زردی داخل ہو اور مغرب
کی جب سورج غروب ہو جاتے اور مؤخر کر عشاء کو جب تک
تو نہ سوتے اور صبح کی نماز پڑھ ایسے وقت میں کہ تارے صاف
اور گھنے ظاہر ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھ مفصّل
میں سے۔ اور ایک روایت میں ہشام بن عروہ سے اُن کے باپ سے

وصلِ العشاء بینکَ وبین ثلثِ اللیل
فان اَخَّرتَ فالی شطرِ اللّیل مالک
عن عمّہ ابی سہیل بن مالک عن ابیہ
انہ قال کنتُ اریٰ طُنْفُسَۃً لعقیل بن
ابی طالب یومَ الجمعۃ تُطْرَحُ الیٰ
جدارِ المسجد الغربی فاذا غَشِیَ الطّنفسۃ
کلّہا ظِلُّ الجدارِ خرج عمر بن الخطاب
فصَلَّی الجمعۃ قال ثم نرجع بعد صلوٰۃ
الجمعۃ فَنَقِیْل قایلۃَ الضحیٰ مالک والشافعی
عن عبداللہ بن عامر صَلّینا وراءَ عمر بن الخطاب
الصبحَ فقرأَ فیہا سورۃ یوسف وسورۃ الحج
فقرأ قراءۃً بطیئۃً فقلت واللّٰہِ لقد کانَ
اذاً یقوم حین یطلع الفجر قال اَجَلْ ابوبکر
عن ابی البختری کان عمر ینصرف من
الہجیر فی الحرّ ثم ینطلق المنطلق الی
قُبَاءَ فیجدہم یُصَلّون ابوبکر عن عبدالرحمٰن
ابن سابط ان عمر قال لابی مَحْذُوْرَۃ انک
بارضٍ شدیدِ الحر فاَبْرِد بالصّلوٰۃ ثم اَبْرِدْ
بہا ابوبکر عن منذر قال عمر اَبْرِدُوا بالظہر
فان شدۃ الحرّ من فَیْحِ جہنّم ابوحنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب
اَبْرِدُوا بالظہر عن فیحِ جہنّم الشافعی
عن رجل من الصّحابۃ قال لقینی
عمر بن الخطاب بالزَّوراءِ فسألنی
این تذہبُ فقلتُ للصّلوٰۃ قالَ

یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ لیجئے اور ثلث رات کے درمیان پھر اگر تو موخر کرے تو آدھی رات تک۔ مالکؒ اپنے چچا ابوسہیل بن مالک سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا کہ میں ایک فرش دیکھا کرتا تھا عقیل بن ابی طالب کا جو جمعہ کے دن ڈال دیا جاتا مسجد کی دیوار غربی کے نیچے۔ تو جب دیوار کا سایہ پورے فرش پر چھا جاتا تھا تو عمرؓ بن الخطاب نکلا کرتے اور نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے کہا کہ پھر جمعہ کی نماز کے بعد لوٹ جاتے اور دوپہر کے قیلولے کے طور پر آرام کرتے۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبداللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نماز پڑھی عمرؓ بن الخطاب کے پیچھے صبح کی تو اس میں پڑھی سورۃ یوسف اور سورۃ حج اور قرات کی لمبی (یعنی تیزی سے نہیں پڑھا) تو میں نے کہا کہ واللہ اس صورت میں تو طلوع فجر کے وقت کھڑے ہوتے ہوں گے۔ کہا کہ ہاں! ابوبکر نے روایت کیا ابوالبختری سے کہ عمرؓ نماز ظہر پڑھ کر گرمی میں ایسے وقت لوٹتے تھے کہ پھر ایک چلنے والا قباء میں چل کر جائے تو وہاں والوں کو نماز پڑھتے ہوتے پاتے۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن بن سابط سے کہ عمرؓ نے فرمایا ابو محذورہ سے کہ تم شدید الحرارت سرزمین میں ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھو پھر (تاکید ہے کہ) ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں منذر سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی شدّت جہنّم کے سانس سے ہے۔ ابوحنیفہؒ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے روایت کی کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو جہنّم کے سانس سے۔ شافعیؒ ایک صحابی مرد سے روایت کرتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے عمرؓ بن الخطاب زوراء میں ملے (جو مدینہ کا ایک بازار ہے) اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو تو میں نے کہا کہ نماز کے لئے تو فرمایا کہ

غَلِفْتِ فَاسْرَعُ فَاذْهَبْ اِلَى الْمَسْجِدِ (دیر کردی ۱۲)
فصلیت ثم رجعت فوجدت جاریتی
احتبست من الاستقاء فذہبت الی (دیر کرد از آب آوردن ۱۲)
بیر رومة فجئت بها والشمس صالحة
ابوبکر عن سعید بن المسیب قال عمر
لا تنتظروا بصلاتکم اشتباک النجوم
ابوبکر عن سوید بن غفلة قال عمر
عجلوا العشاء قبل ان یکسل العامل
وینام المریض ابوبکر عن الاسود
عن عمر قال اذا کان یوم الغیم فعجلوا
العصر واخروا الظهر **الحدیث بعد**
العشاء ابوحنیفة عن حماد عن ابراہیم
عن عمر بن الخطاب انه قال ان اجدب
الجدب الحدیث بعد العشاء الا فی
صلوة او قراءة القرآن ابوبکر عن
سلمان یعنی ابن ربیعة قال لی
عمر یا سلمان انی اذم لک الحدیث
بعد العتمة (العشاء) ابوبکر عن ابی بکر بن ابی موسی
ان اباموسی اتی عمر بن الخطاب
فقال له عمر ما جاء بک قال جئت
اتحدث الیک قال هذه الساعة (ای بعد العشاء) قال
انه لفقه فجلس عمر فتحدثنا لیلا طویلا
حضور الجماعة ابوبکر عن عبدالرحمن
قال عمر لان اصلیهما فی جماعة احب
الی من ان احیی ما بینهما

تونے دیر کردی جلدی جلدی مسجد میں پہنچ۔ تو میں نے نماز پڑھی پھر واپس آیا تو اپنی لونڈی کو پایا کہ اُس نے پانی لانے میں دیر کردی پھر میں بیر رومہ کی طرف گیا اور اس کو لے کر آیا اور ابھی آفتاب درست تھا (بحالت سابقہ)۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے لئے انتظار نہ کرو ستاروں کے خوب روشن ہونے کا۔ ابوبکر سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عشاء میں عجلت کرو قبل اس کے کہ مزدوری کرنے والے کسلمند ہوں اور بیمار سو جائیں۔ ابوبکر اسود سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس دن گھٹا چھائی ہوئی ہو تو عصر میں جلدی کرو اور ظہر میں تاخیر کرو۔ **عشاء کے بعد بات کرنا** ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ تمام قحطوں سے بڑا قحط (یعنی سب نقصانوں سے بڑا نقصان) عشاء کے بعد باتیں کرنا ہے مگر نماز میں یا قراءتِ قرآن میں۔ ابوبکر نے سلمان یعنی ابن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عمرؓ نے کہا کہ اے سلمان! میں بُرا سمجھتا ہوں تمہارے لئے عشاء کے بعد باتیں کرنا۔ ابوبکر ابن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ابوموسیٰؓ آئے عمرؓ بن الخطاب کے پاس تو ان سے عمرؓ نے کہا کہ کیسے آئے؟ انھوں نے کہا کہ میں آپ سے باتیں کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ ایسے وقت؟ (یعنی عشاء کے بعد) تو انھوں نے کہا کہ وہ فقہ کی (یعنی دین کی) بات ہے۔ پھر عمرؓ بیٹھ گئے۔ تو ہم نے بہت رات گئے تک باتیں کیں۔ **جماعت میں حاضر ہونا** ابوبکر عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ یہ بات کہ میں ان دونوں کو جماعت کے ساتھ پڑھ لوں مجھے ان دونوں کے درمیان کو زندہ رکھنے (یعنی جاگتے اور عبادت کرتے رہنے) سے زیادہ پسند ہے

يعني الصبح و العشاء آبو بكر عن ابراهيم
ان عمر بن الخطاب كان اذا رأى
غلاماً في الصف أخرجه آبو بكر عن
ابي مجلز أقيمت الصلوٰة وصُفّت
الصفوف فابتدر (اي قام) رجل لعمر فكلّمه
فأطال القيام والقوم صفوفٌ آبو بكر
عن سعيد بن المسيب أنّ عمر رأى
رجلاً يُصلّي ركعتين والمؤذّن يُقيم
فانتهره فقال لاصلوٰة والمؤذن
يُقيم الّا الصلوٰة التي يُقام لها
آبو بكر عن ابي عثمان النهدي رأيتُ
الرجلَ يجيئ وعمر بن الخطاب في
صلوٰة الفجر فيصلّي (اي سنة الفجر) في جانب
المسجد ثم يدخلُ مع القوم في صلوٰتهم
آبو بكر عن نعيم قال اذا كان بينه و
بين الامام طريق او نهر او حائطٌ
فليس معه (اي لا يصح اقتداءه) آبو بكر عن ابن عمر كانت
امرأة لعمر تشهدُ صلوٰة الصبح
و العشاء في جماعة في المسجد فقيلَ
لها لمَ تخرجين وقد تعلمين أنّ
عمر يكره ذلك و يغار قالت فما
يمنعه أن ينهاني قالوا
يمنعه قولُ رسولِ الله صلى الله
عليه وسلم لا تمنعوا إماء الله مساجد
الله الشافعي انّه تقدّم (للامامة ١٢) اعجمي

یعنی صبح اور عشاء کی نماز۔ آبو بکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں
کہ عمر رضؓ بن الخطاب جب کسی لڑکے کو صف میں دیکھتے تو اس
کو نکال دیتے۔ آبو بکر ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ نماز تیار ہوگئی
اور صفیں درست ہوگئیں تو ایک شخص جھپٹ کر عمر رضؓ کے پاس
پہنچا اور اُن سے گفتگو کرنے لگا اور قیام کو طویل کردیا اور قوم
صف بستہ تھی۔ آبو بکر سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں
کہ عمر رضؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنے لگا
حالانکہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے تو آپ نے اُس کو جھڑکا
اور فرمایا کہ کوئی نماز نہیں جب مؤذن اقامت کہنے لگے بجز
اس نماز کے جس کے لئے اقامت کہی جا رہی ہے۔ آبو بکر عثمان
نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آتا ہے
اور عمر رضؓ بن الخطاب نماز فجر میں ہیں پھر وہ مسجد کے ایک گوشہ
میں نماز پڑھتا ہے (یعنی فجر کی سنتیں) پھر وہ قوم کے ساتھ
نماز میں داخل ہو جاتا ہے۔ آبو بکر نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ
انھوں نے کہا کہ جب اس کے (یعنی مقتدی کے) اور امام کے
درمیان راستہ ہو یا نہر ہو یا دیوار ہو تو وہ امام کے ساتھ
نہیں ہے (یعنی اُس کی اقتداء صحیح نہیں ہے)۔ آبو بکر ابن
عمر رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضؓ کی ایک عورت تھیں جو مسجد
میں پہنچ کر صبح اور عشاء کی نماز پڑھا کرتی تھیں تو اُن سے
کہا گیا کہ تم کیوں نکلتی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ عمر رضؓ اس کو بُرا
سمجھتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ پھر عمر رضؓ کو
کونسی بات اس سے روکتی ہے کہ وہ اس سے مجھے منع کردیں
اُنھوں نے کہا کہ اُن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ
قول روکتا ہے جو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی
مسجدوں سے نہ روکو۔ شافعیؒ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص بڑھا

فاخرہ مسور بن مخرمۃ فسألہ عمر فقال
ان الرجل کان الاعجمی اللسان فخشیت
ان یسمع بعض الحاج قراءتہ فیأخذ
بعجمتہ فقال ہنالک ذہبت فقال
نعم فقال قد احسنت مالک والشافعی
عن عبد اللہ بن عتبۃ دخلت علی
عمر بالہاجرۃ فوجدتہ یسبح فقمت
وراءہ فقربنی حتی جعلنی حذاءہ
علی یمینہ فلما جاء یرفا تأخرت
فصففنا وراءہ ابو حنیفۃ عن حماد
عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب
جعلہما خلفہ فصلی بین ایدیہما
یعنی المأمومین ابو بکر عن یسار بن نمیر
ان عمر بن الخطاب کان یقول ابدأوا
بطعامکم ثم افرغوا لصلوتکم مالک
عن زید بن اسلم قال عمر لا یصلین
احدکم وہو ضام بین ورکیہ یعنی
الحاقب **سنۃ الاذان**. اخرج
البخاری وغیرہ عن ابن عمر کان
المسلمون حین قدموا المدینۃ یجتمعون
فیتحینون الصلوٰۃ لیس ینادی
بہا فقال عمر او لا تبعثون رجلاً
ینادی بالصلوٰۃ وفی حدیث
رؤیا عبد اللہ بن زید فیما رواہ
الدارمی وغیرہ قال عمر

(یعنی امامت کے لئے) تو اُس کو مسور بن مخرمہ نے پیچھے ہٹا دیا۔ تو ان سے عمرؓ نے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ وہ شخص عجمی زبان کا تھا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اس کی قراءت کو بعض حج میں آنے والے سُنیں گے اور وہ اس کے عجمی لہجہ کو نہ لے لیں۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تمہارا خیال اُس طرف گیا۔ اُنھوں نے کہا جی ہاں! تو عمرؓ نے کہا تم نے اچھا کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا کہ میں عمرؓ کے پاس ہاجرہ (یعنی بعد زوال) میں پہنچا تو میں نے اُن کو پایا تسبیح پڑھتے ہوئے (یعنی نماز پڑھتے ہوئے) تو میں اُن کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو اُنھوں نے مجھے قریب کیا یہاں تک کہ اپنے برابر کر لیا اپنی دائیں جانب میں۔ پھر جب حضرت (عمرؓ کا غلام) یرفاء آگیا تو میں پیچھے ہٹ گیا اور ہم دونوں نے اُن کے پیچھے صف بنا لی۔ ابو حنیفہؒ نے حماد سے اُنھوں نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمرؓ بن الخطاب نے ان دونوں کو اپنے پیچھے کر دیا اور ان کے آگے نماز پڑھی یعنی ان دونوں مقتدیوں کے آگے۔ ابو بکر یسار بن نمیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ پہلے کھانا کھا لو اور نماز کے لئے فارغ ہو جاؤ۔ مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم میں ہرگز کوئی اس طرح نماز نہ پڑھے کہ وہ بھینچ رہا ہو اپنے کولھوں کے درمیان کو یعنی پاخانہ روکنے والا ہو۔ **سنتِ اذان** بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو جمع ہو جاتے اور وقتِ نماز کا اندازہ کر لیتے تھے۔ نماز کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو نہیں بھیجتے جو نماز کے لئے اذان دے۔ اور عبد اللہ بن زید کے خواب کے قصہ میں ہے جس کو دارمی وغیرہ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے عرض کیا کہ

والذی بعثک بالحق لقد رأیت مثل ما رآے ابو بکر عن عبد اللہ بن ہذیل قال عمر لولا ان یکون سُنّۃً لاذّنت الشافعی ان عمر قال عجّلوا الاذان بالصبح یدّلج المدّلج ابوداؤد عن موذّنٍ لعمر یقال لہ مسروح اذّن قبل الصبح فامرہ عمر ان یرجع فینادی الا ان العبد قد نام قلت فی المسئلۃ قولان ذہب الشافعی الی الاوّل (عدم الاعادۃ) وابو حنیفۃ الی الثانی (الاعادۃ) ویمکن الجمع باختلاف الاحوال فاذا کان الامام قد تقدّم الی الناس ان فلانا یوذّن بلیلٍ جاز قبل الصبح والّا لا لوجود التباس فی الثانی وعدمہ فی الاوّل مالک ان عمر علّم موذّنہ ان یقول الصّلوٰۃ خیرٌ من النوم الصّلوٰۃ خیرٌ من النوم ابو بکر عن مجاہد ان ابا محذورۃ قال الصلوٰۃ الصّلوٰۃ (بطریق تثویب) فقال عمر ویحک أ مجنونٌ انت اما کان فی دعائک الذی دعوتنا (الی الاذان) ما نأتیک حتی تاتینا

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی وہی خواب دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن ہذیل سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ (یعنی اذان دینا خلفاء کے لئے) سنت بن جائے گی تو میں ضرور اذان دیا کرتا۔ شافعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح کی اذان دینے میں جلدی کرو کہ آخر شب میں روانہ ہوتے ہیں سفر کرنے والے۔ ابوداؤد نے عمرؓ کے ایک مؤذّن سے روایت کیا جس کو مسروح کہا جاتا تھا اور اس نے صبح سے پہلے ہی اذان دیدی تھی تو اس کو عمرؓ نے حکم دیا کہ لوٹے اور ندا کرے کہ لوگو سن لو بندہ سو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ مسئلہ میں دو قول ہیں شافعیؒ گئے ہیں اوّل کی طرف (یعنی عدم اعادہ) اور ابو حنیفہؒ دوسرے (یعنی اعادہ) کی طرف اور دونوں قولوں میں باختلافِ احوال جمع ممکن ہے اس طرح کہ جب امام نے پہلے لوگوں کو یہ اطلاع دیدی ہو کہ فلاں شخص رات میں ہی اذان دیدیتا ہے تو وہ صبح سے قبل جائز ہو گی ورنہ نہیں کیونکہ دوسری صورت میں التباس موجود ہے اور پہلی صورت میں التباس نہیں ہے۔ مالکؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے اپنے مؤذّن کو تعلیم کیا کہ وہ یہ کہا کرے الصّلوٰۃ خیرٌ الخ یعنی نماز سونے سے بہتر ہے، نماز سونے سے بہتر ہے۔ ابو بکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو محذورہ (مؤذن) نے کہا الصّلوٰۃ الصلوٰۃ تو عمرؓ نے فرمایا کہ ناس گئے تو باولا ہے کیا؟ کیا تیرے بلاوے میں جس نے تونے ہم کو بلایا ہے وہ چیز نہیں ہے (جس کو سُنکر) ہم تیرے پاس آئیں کہ تو (پھر بھی) ہمارے پاس آتا ہے۔

ع٥ مجمع البحار میں ہے کہ جہاں شفقت اور رحم کے ساتھ کسی فعل پر انکار کیا جاتا ہے تو ویحک بولتے ہیں اور جب غصہ اور ناراضی کے ساتھ انکار ہو تو ویلک کہتے ہیں" مترجم

ابو بکر عن ابی الزبیر موذن بیت المقدس
جاءنا عمر بن الخطاب فقال اذا اذّنتَ
فترسّل (دیر کرو) و اذا اقمتَ فاحذُر (جلدی کرو) و فی
روایۃ البغوی فاخذم و معناہ الحذر
ایضاً ہو قطع التطویل المساجدُ
البغوی عن سالم بن عبد اللہ بن
عمر بنی عمرؓ بن الخطاب رحبۃً (کشادہ صحن) الی
جنب المسجد سمّاہا البُطیحاء و قال من
اراد ان یلغطَ او یُنشِدَ شعراً او یرفع
صوتاً فلیخرج الی ہٰذہ الرحبۃ مالک
نحواً من ذلک البغوی عن سعید
ابن المسیّب مرّ عمرُ فی المسجد و
حسّان یُنشِدُ الشعر فلحظ الیہ (تیز نظر) شزراً
فقال کنتُ انشدُ فیہ و فیہ من
ہو خیرٌ منک (یعنی النبی) ثم التفتَ الی ابی ہریرۃ
فقال انشدک اللہ اسمعتَ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ
اَجِب عنّی اللّٰہم ایدہ بروح القدس
قالَ نعم ابو بکر عن ابراہیم بن
سعد عن ابیہ سمع عمر بن الخطاب
رجلاً رافعاً صوتہ فی المسجد فقالَ
اتدری این انتَ ابو بکر عن ابن
عمر ان عمر نہٰی عن اللغطِ فی
المسجدِ و قالَ ان مسجدنا ھٰذا
لا تُرفعُ فیہ الاصواتُ

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابو زبیر سے جو بیت المقدس کے مؤذن
تھے کہ ہمارے پاس عمرؓ بن الخطاب آتے اور کہا کہ جب اذان
دیا کرو تو (الفاظ کو) کھینچا کرو اور جب تکبیر کہو تو جلدی
کہدو (یعنی کھینچنے کی ضرورت نہیں) اور بغوی کی روایت میں
ہے فاحذم اور اس کے معنے بھی "حدر" ہی کے ہیں یعنی
تطویل قطع کرنے کے۔ مساجد بغوی سالم بن عبد اللہ بن
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے مسجد کے
پہلو میں ایک کشادہ صحن احاطہ بنوایا جس کا نام بُطیحاء رکھا
اور فرمایا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا کوئی شعر سنانا چاہے یا آواز
اونچی کرنا چاہے تو چاہیئے کہ اس احاطہ میں چلا جائے مالکؒ
نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ بغوی سعید بن المسیب سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ مسجد میں گزرے اور حسانؓ شعر
پڑھ رہے تھے تو آپؓ نے ان کی طرف تیز نظر ڈالی تو حسانؓ
نے کہا کہ میں یہاں شعر پڑھتا تھا اور یہاں وہ موجود ہوتے
تھے جو تم سے بہتر تھے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) پھر
ملتفت ہوئے ابو ہریرۃؓ کی طرف اور کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم
دیتا ہوں بتا کہ کیا تو نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہ آپؐ (مجھ سے) فرمارہے تھے کہ میری طرف سے جواب
دے۔ یا اللہ اس کو مدد پہنچا روح القدس سے۔ ابو ہریرۃؓ نے
کہا ہاں۔ ابو بکر نے ابراہیم بن سعد سے انھوں نے اپنے باپ سے
روایت کی کہ انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سنا کہ ایسے
شخص سے جو مسجد میں آواز بلند کر رہا تھا فرماتے تھے کہ کیا
تو جانتا ہے کہ تو کہاں ہے۔ ابو بکر نے ابن عمرؓ سے روایت
کیا کہ عمرؓ نے مسجد میں شور وشغب سے روکا اور کہا کہ یہ
ہماری مسجد وہ جگہ ہے جہاں آوازیں بلند نہ ہونی چاہئیں

ابو بکر عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
كان يجمّر المسجد (خوشبو دیا کرتے) كل جمعة ابو بکر عن
المطلب بن عبد الله بن حنطب ان
عمر بن الخطاب اتی مسجد قباء علی
فرس له فصلی به ثم قال یا یرفا
ائتنی بجرید قال فاتاه بجرید فاحتجز
عمر بثوبه ثم كنسه ابو بکر عن سیار
ابن معرور رأی عمر قوما یصلون علی
الطرق فقال صلوا فی المسجد۔
ابو بکر عن انس رآنی عمر و انا
اصلی فقال القبر امامك ابو بکر
عن معرور بن سوید انه رجع مع عمر
فی حجته فرأی عمر الناس یبتدرون
فقال ماهذا فقالوا مسجد فیه صلی رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقال هكذا هلك
اهل الكتاب اتخذوا آثار انبیاءهم
بیعا من عرضت له منكم فیه الصلوة
فلیصل ومن لم تعرض له منكم الصلوة
فلا یصل ابو بکر عن نافع بلغ عمر بن
الخطاب ان ناسا یاتون (زیارت کے لئے) الشجرة التی
بویع تحتها فامر بها فقطعت ابو بکر و
مسلم عن معدان بن طلحة الیعمری ان عمر
ابن الخطاب قال ایها الناس انكم تاكلون
شجرتین لا اراهما الا خبیثتین الثوم و
البصل لقد كنت اری الرجل علی عهد

ابو بکر روایت کرتے ہیں ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ہر جمعہ کو
مسجد میں خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ابو بکر مطلب بن
عبداللہ بن حنطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنے گھوڑے
پر سوار ہو کر مسجد قباء پہنچے وہاں نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا کہ اے
یرفاء میرے پاس (کھجور کی) ایک شاخ لے کر آؤ (آپ کا غلام)
یرفأ جا کر لے آیا۔ پھر انھوں نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر کمر
سے لپیٹا اور مسجد میں جھاڑو دی۔ ابو بکر سیار بن معرور سے روایت
کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک قوم کو راستوں پر نماز پڑھتے دیکھا
تو فرمایا کہ مسجد میں نماز پڑھو۔ ابو بکر نے انسؓ سے روایت کیا
کہ مجھے عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ قبر ہے تیرے
سامنے۔ ابو بکر نے معرور بن سوید سے روایت کیا کہ وہ عمرؓ کے
ساتھ حج سے واپس آرہے تھے کہ عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ جھپٹے
جارہے ہیں تو فرمایا کہ یہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک
مسجد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی
ہے تو فرمایا کہ اسی طرح ہلاک ہوئے اہل کتاب کہ انھوں نے
اپنے انبیاء کے آثار کو عبادت خانے بنایا۔ تم میں سے جس پر
ایسے موقع پر نماز کا وقت آجائے تو چاہیئے کہ نماز پڑھ لے اور
جس کو تم میں سے نماز کی ضرورت داعی نہ ہو وہ نہ پڑھے۔
ابو بکر نافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب کو یہ اطلاع
پہنچی کہ لوگ اس درخت کی زیارت کے لئے آتے ہیں جس کے
نیچے بیعت کی گئی تھی تو آپ کے حکم سے اس کو کاٹ دیا گیا۔
ابو بکر اور مسلم معدان بن طلحہ الیعمری سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے دو درختوں کو کھاتے
ہو جن کو میں کچھ نہیں سمجھتا سوائے اس کے کہ وہ گندے ہیں
یعنی لہسن اور پیاز۔ میں دیکھتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یُوجَدُ منہ ریحہُ فیوخذ بیدہ حتے یُخرج الی البقیع فمن کانَ اٰکلھا فلیمتہا طبخاً آبوبکر کُتِبَ الی عمر من نجرانَ (موضع بالیمن) لم نجد انظفَ ولا اجود من کنیسۃٍ فکتبَ انضحوھا بماء وسدرٍ وصلّوا فیہا آبوبکر عن مُعاویۃ بن قُرّۃَ عن ابیہ رآنی عمر وانا اُصلّے بین الاسطوانتین فاخذ بقفائِے فادنانی الی سُترۃٍ فقال صَلِّ الیہا آبوبکر عن رجل من اہل الیمن یقالُ لہٗ ہَدّاب قالَ عمر المُصَلّون احق بالسواری من المحدثین الیہا آبوبکر عن ابن الزّبیر سمعتُ عُمَر یقول صلوۃٌ فی ہٰذا المسجدِ افضل من مائۃ صلوۃٍ فیما سِواہ الاَّ المسجدَ الحرامَ آبوبکر عن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن اِن عمر صَلّے فی مکان فیہ دِمَن یعنی مرابضَ الغنمِ مایلبسہُ المصلّے اَخرج البخاری عن ابی ہریرۃ قالَ قامَ رجلٌ الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسألہ عن الصّلوٰۃ فی الثوب الواحد فقال اوکلّکم

کے زمانہ میں کہ جس شخص کے بھی منہ سے اُس کی بُو پائی جاتی تھی اُس کا ہاتھ پکڑا جاتا تھا اور اس کو بقیع تک پہنچا کر چھوڑا جاتا تھا تو جو اُن کو کھانا چاہے تو اُس کو چاہیئے کہ اُن کو پکاکر اُن (کی بُو) کو مار دے۔ آبوبکر نے روایت کی کہ عمرؓ کو لکھا گیا نجران سے کہ ہم نے کوئی جگہ صاف اور سُتھری کنیسہ (گرجا) سے بہتر نہیں پائی تو آپ نے لکھا کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے دھوڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔ آبوبکر مُعاویہ بن قُرّہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مجھے دیکھا جب کہ میں دو ستونوں کے بیچ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میری گدّی پکڑی اور مجھے سُترہ (یعنی آڑ) کے قریب لے گئے اور کہا کہ اس کی طرف نماز پڑھ۔ آبوبکر یمن والوں میں کے ایک شخص سے جس کو ہَدّاب کہا جاتا تھا روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ نماز پڑھنے والے ستونوں کی طرف بیٹھنے کے زیادہ حقدار ہیں بے وضو لوگوں کی بہ نسبت۔ آبوبکر ابن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اس مسجد کی نماز افضل ہے دوسری جگہ کی سو نمازوں سے بجز مسجدِ حرام کے۔ آبوبکر اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جہاں مینگنیاں پڑی تھیں یعنی بکریوں کی چراگاہ میں۔ نماز پڑھنے والا کیا پہنے۔ بخاری نے روایت کی ابوہریرہؓ سے کہا کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ سے سوال کیا ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے

عہ چونکہ عیسائی شراب پیتے ہیں اور اس کو ناپاک نہیں سمجھتے فرش پر بھی پھینک دیتے ہیں اور نماز کے لئے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس لئے آپ نے فرش کو مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا تاکہ شراب کا اثر باقی نہ رہے۔ ظاہری نظافت اور صفائی کو آپ نے کافی نہیں قرار دیا ۱۲ مترجم

يجد ثوبين ثم سأل رجل عمر فقال
اذا وسع الله فأوسعوا جمع رجل عليه
ثيابه صلى رجل في ازار ورداء في
ازار وقميص في ازار وقباء في
سراويل ورداء في سراويل وقميص
في سراويل وقباء في تبان و
قميص قال واحسبه قال في تبان و
رداء ابوبكر عن معوذ صلى بنا
عمر في ثوب واحد ليس عليه
غيره ابوبكر عن ابن عمر ان عمرؓ
رأى رجلاً يصلي ملتحفاً فقال
لا تشبهوا باليهود من لم يجد منكم الا
ثوبا واحداً فليتزر به ابوبكر عن ابي هريرة
قال عمر تصلي المرأة في ثلاثة
اثواب قلت معناه تستر جميع
البدن البيهقي عن عمر انه رأى
امة متخمرة متجلببة فقال
تتشبه الاماء بالمحصنات (زنان آزاد) ابوبكر
عن انس رأى عمر امة متقنعة
فضربها وقال تتشبهين بالحرائر
ابوبكر عن عبد الله بن عامر
رأيت عمر يصلي على عبقري (نوعی از فرش)
ابوبكر ان عمر اشترى الحصر ليفرشها
في المسجد استقبال القبلة
ابوبكر عن ابن عمر

ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں۔ پھر ایک شخص نے سوال کیا
عمرؓ سے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے وسعت بخش دی
تو تم بھی وسعت پر عمل کرو۔ آدمی اپنے بدن پر اپنے کپڑے پہنے
کوئی شخص نماز پڑھے اپنی لنگی اور چادر میں، لنگی اور قمیص
میں، لنگی اور قبا میں، پاجامہ اور چادر میں، پاجامہ اور قمیص
میں، پاجامہ اور قبا میں، جانگیے اور قمیص میں۔ کہا اور مجھے
گمان ہے کہ جانگیے اور چادر میں بھی فرمایا۔ ابوبکر معوذ سے
روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھائی۔
اس کے سوا ان کے بدن پر اور کپڑا نہیں تھا۔ ابوبکر ابن عمرؓ
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے
ہوئے دیکھا جو (ایک کپڑے میں) لپٹا ہوا تھا تو فرمایا کہ یہودیوں
کے مشابہ نہ بنو۔ تم میں سے جس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا
ہو وہ اُس کی لنگی بنالے۔ ابوبکر نے ابوہریرہؓ سے روایت
کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ عورت تین کپڑوں میں نماز پڑھے۔ میں
کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں تمام بدن کا چھپانا۔ بیہقی
عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک باندی کو دیکھا
کہ اوڑھنی کو چہرہ کا نقاب بنائے ہوئے ہے تو فرمایا کہ
باندیاں آزاد عورتوں کی مانند بننے لگیں۔ ابوبکر انسؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک باندی کو دیکھا اوڑھنی
منہ پر ڈالے ہوئے تو آپ نے اُس کو مارا اور کہا کہ تو آزاد
عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہے۔ ابوبکر عبداللہ بن
عامر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو عبقری (ایک
عمدہ فرش چاندنی) پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابوبکر نے
روایت کیا کہ عمرؓ نے بوریئے خریدے ان کو مسجد میں بچھانا
شروع کئے۔ استقبالِ قبلہ ابوبکر ابنِ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں

قال عمر ما بين المشرق و المغرب قبلة
زاد في رواية استقبلت البيت
مالک نحوا من ذلک ابو بکر عن
الاسود رأيت عمر يركز عنزة و
يصلي اليها و الظعن يمر بين
يديه البيهقي عن غضيف سألت عمر
ابن الخطاب قلت انا نبدوا
فنكون في الابنية فان خرجت
قررت و ان خرجت قررت
فقال عمر اجعل بينك و بينها ثوبا
ثم ليصل كل واحد منكما قلت
تمسكت به الحنفية في قولهم بفساد
صلوة الرجل اذا حاذته امرأة
في صلوة مشتركة تحريمة و اداء
و اجاب الشافعي فقال ليس
بمعروف عن عمر و ليس فيه انها
في صلوة واحدة لكن استحب
ذلک قطعا لمادة الفتنة صفة
الصلوة مالک والشافعي ان
عمر كان يأمر رجالا بتسوية الصفوف
فاذا جاءوا فاخبروه ان الصفوف
قد استوت كبر ابو بكر عن الاسود
سمعت عمر افتتح الصلوة و كبر فقال
سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك
اسمك و تعالى جدك و

عمرؓ نے فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے (یعنی مدینہ کا قبلہ) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جب تو سیدھا رخ کرے گا بیت کی طرف۔" مالکؒ نے بھی اسی طرح روایت کی۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے نیزے کو گاڑ دیتے تھے اور اس کی طرف نماز پڑھتے تھے اور مسافر آپ کے سامنے سے گزرتے تھے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں غضیف سے کہا کہ میں نے ایک سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے میں نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں رہتے ہیں ڈیروں میں۔ اگر میں (ڈیرے سے باہر نماز پڑھنے کے لئے) باہر نکلوں تو میں (سردی سے) ٹھٹھر جاؤں اور اگر وہ نکلے تو وہ ٹھٹھر جائے گی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے اور اس کے درمیان ایک کپڑا (پردے کے لئے) ڈال لو۔ پھر تم دونوں میں سے ہر ایک نماز پڑھ لے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ نے اس قول میں کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے جب اس کے محاذات میں عورت آجاتی ہے ایسی نماز میں جو مشترک ہو تحریمہ اور اداء کے اعتبار سے اسی سے دلیل پکڑی ہے اور شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ عمرؓ سے یہ روایت معروف نہیں اور اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ صلوٰۃ واحدہ میں شریک تھی۔ لیکن یہ مستحب ہے مادۂ فتنہ کو قطع کرنے کے لئے۔ **طریق نماز** مالکؒ اور شافعیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو مامور کیا کرتے تھے صفیں سیدھی کرنے کے لئے۔ پھر جب وہ آکر آپ کو خبر دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئیں تو تکبیر کہتے۔ ابوبکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ سے سنا انھوں نے نماز شروع کی اور تکبیر کہی پھر کہا سبحانک اللهم وبحمدك الخ (ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں یا اللہ اور آپ کی تعریف، اور آپ کا نام بڑی برکت والا ہے اور آپ کی عظمت بہت بلند ہے اور

لا الٰہ غیرک ثم یتعوذ ابوحنیفۃ عن حماد
عن ابراہیم ان ناسًا من اہل البصرۃ
اتوا عمر بن الخطاب لم یاتوہ الا لیسألوہ
عن افتتاح الصلوٰۃ فقام عمر
فافتتح الصلوٰۃ وہم خلفہ ثم جہر
فقال سبحانک اللّٰہم وبحمدک و
تبارک اسمک وتعالٰی جدک و
لا الٰہ غیرک قال محمد بن الحسن انما جہر
بذلک عمر لیعلمہم ما سألوا عنہ ابوبکر و
البیہقی عن الاسود ان عمر کان یرفع یدیہ
فی الصلوٰۃ حذو منکبیہ ابوبکر عن عبایۃ
ابن ربعی قال عمر لا تجزی صلوٰۃ لا یقرأ
فیہا بفاتحۃ الکتاب وآیتین الشافعی
فی القدیم ان عمر بن الخطاب صلی
فلم یقرأ فقال لہم کیف کان الرکوع و
السجود قالوا حسنًا قال فلا باس ابوحنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان عمر صلی المغرب
فلم یقرأ فاعاد الصلوٰۃ قلت کان
الشافعی یقول فی القدیم ان القراءۃ
سنۃ ثم رجع وقال فریضۃ و
حمل قصۃ ترک الاعادۃ علی انہ ترک السورۃ
مالک والشافعی عن انس کان ابوبکر وعمر و
عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمد للّٰہ رب العٰلمین
زاد فی روایۃ وکان لا یقرأ
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

آپ کے سوا کوئی معبود۔" پھر آپ اعوذ الخ پڑھتے۔ ابوحنیفہ رح
حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بصرہ میں سے چند
لوگ عمر رض بن الخطاب کے پاس آتے اور ان کے آنے کی کوئی وجہ
نہیں تھی بجز اس کے کہ آپ سے پوچھیں کہ نماز شروع کرنے کا
کیا طریقہ ہے۔ تو عمر رض کھڑے ہوتے اور انھوں نے نماز کو شروع
کیا اور وہ لوگ ان کے پیچھے تھے پھر انھوں نے آواز کے ساتھ
کہا سبحانک اللّٰہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالٰی جدک و
لا الٰہ غیرک محمد بن الحسن رح نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب نے اس کو
جہر کے ساتھ صرف اس لئے پڑھا تاکہ جس بات کا انھوں نے سوال
کیا تھا اس کی ان کو تعلیم کردیں۔ ابوبکر اور بیہقی نے اسود سے
روایت کیا کہ عمر رض اپنے دونوں ہاتھ نماز میں اٹھایا کرتے تھے
اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر۔ ابوبکر نے روایت کیا عبایہ
ابن ربعی سے کہ فرمایا عمر رض نے کہ نماز پوری نہ ہوگی جس میں فاتحۃ
الکتاب اور دو آیتیں نہ پڑھی جائیں گی۔ شافعی رح کے قدیم قول
میں ہے کہ عمر رض بن الخطاب نے نماز پڑھی اور اس میں قرارت
نہ کی پھر ان لوگوں سے کہا کہ رکوع اور سجدے کیسے تھے انھوں
نے کہا کہ اچھے تھے فرمایا پھر کوئی اندیشہ نہیں۔ ابوحنیفہ رح حماد
سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے مغرب کی نماز
پڑھی اور اس میں قرارت نہ کی تو نماز کا اعادہ کیا۔ میں کہتا ہوں
کہ شافعی رح کا قدیم قول یہ ہے کہ قرارت سنت ہے پھر اس
سے رجوع کرلیا اور کہا کہ فرض ہے اور ترک اعادہ کے قصہ کو
انھوں نے اس پر محمول کیا کہ انھوں نے سورۃ کو ترک کیا
تھا۔ مالک رح اور شافعی رح انس رض سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر رض
اور عمر رض اور عثمان رض قرارت کا افتتاح کرتے تھے الحمد للّٰہ رب
العالمین سے۔ ایک روایت میں یہ زیادہ کیا کہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ابوبکر و اصحاب السنن عن عبداللہ بن مغفل عن ابیہ قال صلیت خلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فلم اسمع احداً منہم یقول ذلک اذا قرأت فقل الحمد للہ رب العالمین" (التسمیۃ) ابوبکر عن الاسود صلیت خلف عمر سبعین صلوٰۃ فلم یجہر فیہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابوبکر عن عبداللہ بن ابزیٰ ان عمر جہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قلت روی عنہ اہل المدینۃ واہل الکوفۃ والبصرۃ ترک الجہر بالبسملۃ وروی عنہ اہل مکۃ الجہر فوقع الفقہاء فی الترجیح فذہب الشافعی الی ترجیح الجہر بہا و علی قیاس قول محمد فی دعاء الافتتاح انہ جہر فی بعض الاوقات لیعلمہم ان البسملۃ سنۃ والاوجہ عندی ان عمر کان تعلم من النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قصتہ مع ہشام بن حکیم ان القرآن نزل علی سبعۃ احرف کلہا کاف شاف وکان یری ان الابتداء بالبسملۃ علی انہا جزء من الفاتحۃ حرف صحیح وترکہا علی انہا انما یسن البدایۃ بہا فی کتابۃ القرآن والتلاوۃ خارج الصلوٰۃ

نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ابوبکر اور اصحابِ سنن عبداللہ بن مغفل سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ کے اور عمرؓ کے اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو یہ (یعنی تسمیہ) کہتے نہیں سنا۔ جب تو قرارت کرے تو کہہ الحمد للہ رب العالمین۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں اسود سے کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے ستر نمازیں پڑھی ہیں جن میں سے کسی میں بھی انھوں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں کہا۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عبداللہ بن ابزیٰ سے کہ انھوں نے جہر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ کوفہ وبصرہ نے آپ سے بسم اللہ میں جہر کو ترک کرنے کی روایتیں کی ہیں اور اہلِ مکہ نے جہر کی۔ تو فقہاء میں اختلاف ہوا ترجیح کے بارے میں تو شافعی بسم اللہ میں جہر کی ترجیح کی طرف گئے۔ اور دعاء افتتاح کے بارے میں جو قول محمد حسن کا ہے (کہ حضرت عمرؓ نے بعض اوقات اس میں جہر کیا ہے) اس پر قیاس کرتے ہوئے (کہتے ہیں کہ) انھوں نے بعض اوقات میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھ دیا تاکہ لوگوں کو سکھا دیں کہ بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اور میرے نزدیک قوی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اس قصہ میں جو ان کا ہشام ابن حکیم کے ساتھ ہو چکا تھا کہ قرآن سات حرفوں (یعنی طریقوں) پر نازل ہوا ہے ہر ایک ان میں سے کافی اور شافی ہے اور آپ یہ رائے رکھتے تھے کہ بسم اللہ سے ابتداء کرنا اس بناء پر کہ وہ فاتحہ کا ایک جزء ہے ایک حرف (طریقہ) صحیح ہے۔ اور اس کا ترک بھی اس بناء پر کہ اس سے ابتداء کرنا کتابتِ قرآن میں اور خارجِ صلوٰۃ تلاوتِ قرآن میں صرف مسنون ہی ہے

حرفٌ صحیح ایضاً و الابتداء بہا علے انہا لیست من الفاتحۃ حرفٌ صحیح ایضاً فعملَ بہٰذہ الاَحرف فے الاوقات البیہقی عن یزید بن شریک انہٗ سأل عمر عن القراءۃ خلفَ الامام فقال اقرأ بفاتحۃ الکتاب فقلتُ و ان کنتَ انتَ قال و ان کنتُ انا قلتُ و ان جہرتَ قال و ان جہرتُ قلتُ روے اہل الکوفۃ عن اصحاب عُمر الکوفیین ان المامومَ لایقرأُ شیئاً و الجمعُ ان القبیحَ فے الاصل ان یُنازِعَ الامامُ فے القرآن و قراءۃُ المأموم قد یُفضے الے ذٰلک ثم ان استغالَ المأموم بمناجاتِ ربّہٖ مطلوبٌ فتعارضت مصلحۃٌ و مفسدۃٌ فمنَ استطاعَ ان یأتیَ بالمصلحۃِ بحیثُ لاتخدشُہا مفسدۃٌ فلیفعلْ و مَن خافَ المفسدۃَ ترک واللّٰہ اعلم ابو بکر عن الاحنف صلیتُ خلف عمر الغداۃ فقرأ ابیونس و الہود وعن زید بن وہب انہ قرأ الکہفَ وعن عبداللّٰہ بن عامر انہ قرأ یوسف قراءۃً بطیئۃً ابو بکر عن عبداللّٰہ ابن شدّاد سمعتُ نَشیجَ عمرَ فے صلوٰۃ الصبح و ہو یقرأُ اِنَّمَا اَشْکُوا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ

ایک حرف صحیح ہے۔ اور اس سے ابتدار کرنا اس خیال کے ہوتے ہوئے کہ وہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے یہ بھی ایک حرف صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے ان احرف پر مختلف اوقات میں عمل کیا ہے۔ بیہقی نے یزید بن شریک سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عمرؓ سے سوال۔۔۔۔ کیا امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں۔ تو اُنھوں نے کہا کہ " فاتحۃ الکتاب پڑھو تو میں نے کہا کہ اگرچہ آپ (امام) ہوں کہا کہ اگرچہ میں (امام) ہوں۔ میں نے کہا کہ اگرچہ آپ جہر کے ساتھ پڑھ رہے ہوں کہا اگرچہ میں جہر کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل کوفہ نے اصحابِ عمر کوفیین سے یہ روایت کی ہے کہ مقتدی کچھ نہیں پڑھے گا۔ اور جمع کی صورت یہ ہے کہ اصل قباحت کی بات یہ ہے کہ امام کی قرارت قرآن اور ماموم (یعنی مقتدی) کی قرارت ٹکرانے لگیں اور کبھی اس حد تک نوبت آجاتی ہے۔ پھر ماموم کا اپنے رب کے ساتھ عجز و نیاز میں مشغول ہونا مطلوب ہے (جو قرارتِ فاتحہ کا حاصل ہے) تو ایک مصلحت اور ایک مفسدے کا تقابل ہوجاتا ہے تو جو شخص یہ استطاعت رکھتا ہو کہ مصلحت کو اس طرح عمل میں لے آئے کہ اس کو مفسدہ ضرر نہ پہنچا سکے تو وہ عمل کرے اور جس کو مفسدہ کا خوف ہو وہ چھوڑ دے واللہ اعلم۔ ابو بکر احنف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو اُنھوں نے سورۃ یونس اور سورۃ ہود پڑھی۔ اور زید بن وہب سے مروی ہے کہ اُنھوں نے سورۃ کہف پڑھی۔ اور عبداللہ ابن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے سورۃ یوسف پڑھی قراءۃ بطیئہ کے ساتھ (یعنی ٹھہر ٹھہر کر)۔ ابو بکر عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں عمرؓ کی گریہ آمیز آواز سنی جب کہ وہ یہ پڑھ رہے تھے انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

مالک والشافعی ان عمر کتب الی ابی موسیٰ صَلِّ الصبحَ والنجومُ بادیۃ مشتبکۃ و اقرأ فیہا بسورتین طویلتین من المفصّل وعن علقمۃ بن وقاص مثلہ قلتُ فیہ دلیل علی ان البکاء اذا کان للآخرۃ لا یُفسد الصلوٰۃ ابوبکر عن ابی المتوکل ان عمر قرأ فی صلوٰۃ الظہر بقاف و الذاریات ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی اقرأنی ابو موسیٰ کتاب عمر ان اقرأ بالناس فی المغرب بآخر المفصل ابوبکر عن عمرو بن میمون ان عمر قرأ فی المغرب بالتین والزیتون و الم ترکیف فعل ربک ابوبکر عن زرارۃ بن اوفی اقرأنی ابو موسیٰ کتاب عمر الیہ ان اقرأ بالناس فی العشاء بوسط المفصّل ابوبکر عن ابی رافع صلیتُ مع عمر العشاء فقرأ اذا السماء انشقت ابوبکر عن معرور بن سوید خرجنا مع عمر حجاجاً فصلّی فی الفجر فقرأ بالم تر کیف ولایلاف وعن عمرو بن میمون قرأ فی الفجر فی السفر قل یا ایہا الکافرون و قل ہو اللہ احد ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب امّ اصحابہ فی الصبح فقرأ بہم فی الرکعۃ الاولیٰ بقُل یا ایہا الکافرون وفی الثانیۃ لایلاف قریش قال محمد ونراہ مجزیاً ولکن یُستحبّ للامام اذا صلّی الصبح وہو مقیم یُطیل فی القراءۃ

مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ صبح کی نماز پڑھو جب کہ ستارے ظاہر اور جھلملاتے ہوتے ہوں اور اس میں دو لمبی سورتیں پڑھو مفصل میں سے۔ اور علقمہ بن وقاص سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ گریہ جب کہ آخرت کے لئے ہو تو وہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ابوبکر ابوالمتوکل سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ظہر کی نماز میں سورۂ قاف اور سورۂ ذاریات پڑھیں ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے سنایا خط عمر رضی اللہ عنہ کا کہ لوگوں کو نماز مغرب آخر مفصل کے ساتھ پڑھاؤ۔ ابوبکر روایت کرتے ہیں عمرو بن میمون سے کہ عمرؓ نے مغرب میں پڑھی والتین والزیتون اور الم ترکیف فعل ربک۔ ابوبکر زرارہ بن اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابوموسیٰ نے عمرؓ کا خط سنایا جو ان کے پاس پہنچا تھا کہ عشاء کی نماز لوگوں کو وسط مفصّل سے پڑھاؤ۔ ابوبکر ابورافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے اذا السماء انشقت پڑھی۔ ابوبکر معرور بن سوید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عمرؓ کے ساتھ حج کے لئے نکلے تو انھوں نے نماز فجر میں پڑھی الم ترکیف اور لایلاف۔ اور عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ سفر میں انھوں نے فجر میں پڑھی قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللہ احد۔ ابوحنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے صبح کی نماز میں اپنے اصحاب کی امامت کی تو پہلی رکعت ان کو پڑھائی قل یا ایہا الکفرون سے اور دوسری میں پڑھی لایلاف قریش۔ محمدؒ نے کہا کہ اس قدر کو ہم بقدر کفایت سمجھتے ہیں لیکن امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب صبح کی نماز پڑھے اور وہ مقیم ہو تو قرات میں طویل کرے

ابو بكر عن يحيى بن عبد الرحمن بن حاطب ان عمر قرأ بآل عمران في الركعتين الاولين من العشاء قطعها يعني فيهما الشافعي عن ابي عثمان النهدي سمعت عمر بن الخطاب نغمة (آواز خفیف) من قاف في الظهر قلت احتج به الشافعي على ان الاخفاء في موضعه والجهر في موضعه ليس بواجب وللحنفية ان يقولوا اسماع كلمة او كلمتين لا يخرج من الاخفاء ابو بكر عن ابي رافع كان عمر يقرأ في الصبح بمائة من البقرة ويتبعها بسورة من المثاني او من صدور المفصل قلت فيه حجة على ان الركعة الاولى من الصبح اطول من الثانية ابو بكر والبخاري عن جابر بن سمرة حين شكوا سعدا فدعاه عمر قال سعد اني لا اصلي بهم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لا اركد في الاوليين واخف بهم في الاخريين قال عمر ذاك الظن بك يا با اسحق ابو بكر عن ابي عثمان ان عمر كان يصلي عند زوال الشمس ويطيل اول ركعة قلت فيه حجة للشافعي في استحباب اطالة الركعة الاولى

ابو بکر یحیی بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ آلِ عمران پڑھی۔ سورۃ کے ٹکڑے کردیئے دونوں رکعتوں میں۔ شافعیؒ ابو عثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے ظہر کی نماز میں سنی ہلکی آواز سورۃ قاف کی۔ میں کہتا ہوں اس سے شافعیؒ نے اس پر احتجاج کیا ہے کہ اخفاء موضع اخفاء میں اور جہر موضع جہر میں واجب نہیں ہے اور حنفیہ کو (جواب میں) یہ کہنے کا حق ہے کہ ایک یا دو کلموں کا سنا دینا اخفاء سے خارج نہیں کر دیتا۔ ابو بکر ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے سو آیتیں سورۃ بقرہ کی اور اس کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورت یا کسی مفصّل کے شروع کا حصہ اور پڑھتے ایک سو آیات سورۃ آلِ عمران کی اور ان کے بعد (دوسری رکعت میں) پڑھتے مثانی میں کی کوئی سورۃ یا کسی مفصل کے شروع میں سے (مثانی سے وہ سورتیں مراد ہیں جو ذات المئین سے کم ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات پر حجت ہے کہ صبح کی پہلی رکعت زیادہ لمبی ہے دوسری رکعت سے۔ ابو بکر اور بخاری جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے سعد بن ابی وقاصؓ کی شکایت کی تو ان کو عمرؓ نے بلایا تو سعدؓ نے کہا کہ میں ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاتا رہا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا رہا ہوں (یعنی قراءت طویل پڑھتا رہا ہوں) اور بعد کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا رہا ہوں تو عمرؓ نے کہا اے ابو اسحقؓ ہم کو تم سے یہی گمان تھا۔ ابو بکر ابو عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ زوال شمس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبی پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں حجت ہے شافعیؒ کے لئے ہر نماز میں پہلی رکعت کے طویل

فی کل صلوٰۃ مالک والشافعی عن عروۃ
ان عمر بن الخطاب قرأ سجدۃً و ہو
علی المنبر فنزلَ وسجدَ وسجدُوا معہٗ
ثم قرأ الجمعۃَ الأخرٰی فتہیّأ الناس
للسجود فقالَ ایہا الناس علٰی رسلکم
ان اللہ لم یکتبہا علینا الّا اَن نشاءَ
فقرأہا فلم یسجدْ ومنع الناس ان
یسجدوا ابوبکر عن ابی قلابۃ والحسن
قالا قال عمر لیس فی المفصل سجدۃٌ
قلتُ کانہ ینفی تاکدَ سُنّتِہا ابوبکر
عن حصین بن سبرۃ صلّیتُ خلفَ
عمر فقرأ فی الرکعۃ الاولٰی بسورۃ
یوسف ثم قرأ فی الثانیۃ بالنجم
فسجدَ ثم قام فقرأ اذا زُلزلتِ
الارضُ فرکعَ ابوبکر عن ابی رافع
الصائغ صلّٰی بنا عمر صلوٰۃَ
العشاء فقرأ اذا السماء انشقت فسجد
وسجدنا معہٗ ابوبکر عن ابن عمر عن عمر
انہٗ سجد فی الحج سجدتینِ ابوبکر عن ابن
عباس انہ رأٰی عمر بن الخطاب
یسجدُ فیہا یعنی فی صاد ابوبکر
عن عُروۃَ قال عمر انّی لاحسبُ
جزیۃ البحرین وانا فی الصلوٰۃ
ابوبکر عن ابی عثمان النہدی قالَ
عمر لاُجہّزُ جیوشی وانا فی الصلوٰۃ

پڑھنے کے بارے میں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے آیت سجدہ کی قرات کی جب کہ وہ منبر پر تھے پھر نیچے اُترے اور سجدہ کیا اور سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر دوسرے جمعہ کو (آیت سجدہ کی) قراءت کی تو لوگوں نے سجدے کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے حال پر توقف کرو اللہ تعالےٰ نے اس کو ہم پر (فوراً کرنا) فرض نہیں کیا مگر ہم جب چاہیں کریں تو آپ نے قراءت کی اور سجدہ نہ کیا اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع کر دیا (کہ بعد میں جب چاہیں کرلیں)۔ ابوبکر ابوقلابہ سے اور حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے کہا کہ مفصل میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ گویا وہ نفی کر رہے ہیں اس کے سنت موکد ہونے کی۔ ابوبکر حصین بن سبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی عمرؓ کے پیچھے، انھوں نے پہلی رکعت میں سورۃ یوسف پڑھی پھر دوسری میں سورۃ نجم پڑھی پھر سجدہ کیا پھر اُٹھے اور پڑھی اذا زلزلت الارض پھر رکوع کیا۔ ابوبکر ابو رافع الصائغ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمرؓ نے نماز پڑھائی تو آپ نے پڑھی اذا السماء انشقت پھر سجدہ کیا اور ہم نے اُن کے ساتھ سجدہ کیا۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے سورۃ حج میں دو سجدے کئے۔ ابوبکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ اُنھوں نے اُس میں یعنی سورۃ صاد میں سجدہ کیا۔ ابوبکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عمرؓ (ابن الخطاب) نے کہا کہ میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو بحرین کے جزیہ کا حساب کیا کرتا ہوں۔ ابوبکر ابوعثمان نہدی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں لشکروں کے سامان کی تیاری میں لگا ہوا ہوتا ہوں جب میں نماز میں ہوتا ہوں۔

ابو بکر والترمذی والشافعی عن علقمۃ والاسود
عن عبداللہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یکبّر فی کل رفع ووضع وقیام وقعود
وابو بکر وعمر البغوی والبیہقی ان عمر روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین
فی الرکوع والقومۃ منہ ابو بکر عن
الاسود صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی
شیئ من صلوٰتہ الا حین افتتح الصلوٰۃ
قلت تکلم الشافعیۃ والحنفیۃ فی
ترجیح الروایات کل علی حسب مذہبہ
والاوجہ عندی ان عمر رأی رفع الیدین
عند الرکوع والقومۃ منہ مستحبا
فکان یفعل تارۃ ویترک اخری کما
بیّن ہو بنفسہ فی سجود التلاوۃ الشافعی
عن ابی عبدالرحمن السلمی قال عمر قد سُنّت
لکم الرکب فخذوا بالرکب ابو حنیفۃ عن
حماد عن ابراہیم ان عمر کان یجعل کفیہ علی
رکبتیہ قلت واحتج بہ ابراہیم وابو حنیفۃ
من بعدہ علی ترک التطبیق ابو بکر عن ابراہیم
ابن میسرۃ بلغنی ان عمر کان یقول فی
الرکوع والسجود قدر خمس تسبیحات سبحان
اللہ وبحمدہ ابو بکر عن الاسود کان عمر
اذا رفع راسہ فی الرکوع قال
سمع اللہ لمن حمدہ قبل ان یقیم ظہرہ ابو بکر
عن الاسود ان عمر کان یقع علی رکبتیہ
یعنے زور سے میداد ۱۲

ابو بکر اور ترمذی اور شافعیؒ نے علقمہ اور اسود سے وہ روایت کرتے
ہیں عبداللہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہا کرتے تھے ہر مرتبہ
سر اٹھانے میں اور رکھنے میں اور قیام میں اور قعود میں اور ابو بکرؓ
و عمرؓ۔ اور بغوی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے روایت کی
نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین (یعنی دونوں ہاتھ اٹھانے)
کی رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھنے پر۔ ابو بکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں
نے نماز میں کسی چیز میں بھی ہاتھ نہیں اٹھائے بجز اس وقت
کے جب نماز شروع کی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ شافعیہ اور حنفیہ نے
کلام کیا ہے ترجیح روایات کے بارے میں ہر ایک نے اپنے مذہب
کے مطابق اور میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ
رکوع میں جانے اور اس سے اٹھنے کے وقت رفع یدین کو
مستحب سمجھتے تھے تو کبھی کرتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے
جیسا کہ سجدۂ تلاوت کے بارے میں آپ نے خود بیان کیا ہے۔
شافعیؒ عبدالرحمن سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ مسنون کیا گیا ہے تمہارے لئے گھٹنے پکڑنا تو (رکوع میں)
گھٹنے پکڑا کرو۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے
ہیں کہ عمرؓ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں
ابو حنیفہؒ اور ابراہیمؒ نے اس سے حجت پکڑی ہے بعد اسکے
تطبیق کے ترک پر۔ ابو بکر ابراہیم بن میسرہ سے روایت کرتے
ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ عمرؓ رکوع و سجدے میں بقدر
پانچ تسبیحات کے کہا کرتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ۔ ابو بکر اسود
سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تھے
تو اپنی کمر کھڑی کرنے سے پہلے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔ ابو بکر
اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نیچے گرتے تھے اپنے دونوں گھٹنوں پر

ابو بکر عن الحسن عن عمر وُجِّہ ابنُ آدم للسجود علٰے سبعۃ اعضاءِ الجبہۃ والراحتین والرکبتین والقدمین ابو بکر عن ابی ہند الشامی قال عمر اذا سجد احدُکم فلیُباشِر بکفّیہ الارض ابو بکر عن زید بن وہب عن عمر اذا لم یستطع احدُکم ان یسجُد علی الارض من الحرّ والبرد فلیسجُد علٰی ثوبہٖ الشافعی عن الحسن کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر رض یقنتُون فی الصبح بعد الرکعۃ (الرکوع ۱۲) ابو بکر عن ابی مالک الاشجعی قلتُ لابی یا ابتِ صلّیتَ خلفَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمانَ فرأیتَ احدًا منہم یقنتُ فقال یا بُنیَّ محدثۃٌ ابو بکر عن الاسود وعمرو بن میمون ان عمر بن الخطاب لم یقنُت فی الفجر ابو بکر عن زید بن وہب ربما قنتَ عمر فی صلوٰۃ الفجر ابو بکر عن الشعبی قال عبد اللہ لو ان الناس سلکوا وادیًا او شعبًا وسلک عمر وادیًا او شعبًا سلکتُ وادیَ عمر وشعبہٗ ولو قنتَ عمر قنتَ عبد اللہ ابو بکر عن ابی عثمان کان عمر یقنتُ بنا بعد الرکوع ویرفع یدیہ حتّٰی یبدوَ ضبعاہ (ہر دو بازو ۱۲) ویُسمع صوتُہٗ من وراءِ المسجد ابو بکر

(یعنی سجدے میں جاتے ہوئے) ابو بکر حسن سے وہ عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ ابنِ آدم کو سجدے میں سر رکھنے کا حکم دیا گیا سات اعضاء پر پیشانی اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ ابو بکر ابو ہند شامی سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو چاہیئے کہ دونوں ہتھیلیوں کو زمین سے ملادے۔ ابو بکر زید بن وہب سے وہ عمر رض سے روایت کرتے ہیں کہ جب گرمی اور سردی کی (شدّت کی) وجہ سے تم میں سے کسی کو زمین پر سجدہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو چاہیئے کہ اپنے کپڑے پر سجدہ کرے۔ شافعی رح حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض و عمر رض قنوت پڑھا کرتے تھے نماز فجر میں بعد رکوع کے۔ ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابّا جان آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض و عمر رض اور عثمان رض کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا آپ نے ان میں سے کسی کو قنوت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بیٹا! یہ نئی بات ہے۔ ابو بکر اسود اور عمرو بن میمون سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رض نے فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ کبھی کبھی عمر رض نے نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے۔ ابو بکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ اگر سب لوگ ایک وادی یا گھاٹی پر چلیں اور عمر رض دوسری وادی یا گھاٹی پر چلے تو میں عمر رض کی وادی اور اس کی گھاٹی پر چلوں گا اور اگر عمر رض قنوت پڑھا کرتے تو عبد اللہ رض بھی قنوت پڑھتا۔ ابو بکر عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض ہم کو قنوت کرایا کرتے تھے بعد رکوع کے اور اپنے دونوں ہاتھ اتنے اوپر اٹھایا کرتے تھے کہ ان کے دونوں بازو ظاہر ہوجایا کرتے تھے اور مسجد کے باہر سے ان کی آواز سنی جاتی تھی۔ ابو بکر

عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب قنتَ فی صلوٰۃ الصبح قبلَ الرکوع. ابوبکر عن ابی عثمان النہدی و عُبید بن عُمیر مثلَہ. قلتُ وتہج القوم فی الترجیح بضبط الرُّواۃ و کثرتہم فاختلفوا ومذاہبہم فی القنوتِ و ترکِہ و انّہ قبلَ الرکوع او بعدَہ مشہورۃٌ والاوجہ عندی ان یُحمَل اختلافُ الحکایات علی اختلافِ الاَحوال فکان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم و اصحابُہ اذ احزنہم اَمرٌ قنتوا و الاّ ترکوا فمن قنتَ تارۃً ولم یقنُت اُخریٰ فقد اَصابَ ومَن قنتَ دائماً ورآی انّ الامور دائمۃٌ تترٰی فقد اَصابَ ومَن لم یقنُتْ ابدًا فقد اصابَ لانہ لیسَ بسُنّۃٍ راتبۃٍ وانّما ہو للامور العظام. قالَ سفیانُ الثوری ان قنتَ فی الصبح فحَسَنٌ واختار ہو ترکَ القنوت وقالَ احمد واسحٰق لا یُقنتَ فی صلوٰۃ الفجر الا عند نازلۃٍ بالمسلمین فیدعو الامامُ لجیوش المسلمین. ابوبکر ومحمد بن الحسن عن حمید بن عبدالرحمٰن قالَ عمر لا صلوٰۃ الاّ بتشہُّدٍ ولفظ محمد بن الحسن سمعتُ عمر بن الخطّاب لا یجوز الصّلوٰۃُ الاّ بتشہُّدٍ. مالکؒ و الشافعیؒ عن عبدالرحمٰن ابن عبد القاری

زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے قنوت پڑھی ہے صبح کی نماز میں رکوع سے پہلے۔ ابوبکر ابو عثمان نہدی اور عُبید بن عمیر سے اسی کے مثل روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ضبط رُواۃ (یعنی راویوں کی پختگی) اور ان کی کثرت کے اعتبار سے قوم ترجیح میں جا پڑی اور مختلف الرّائے ہوگئی۔ اور ان کے مذاہب قنوت کے پڑھنے اور نہ پڑھنے اور اس بات میں کہ وہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں ہے مشہور ہیں اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اختلافِ حکایات کو اختلافِ احوال پر محمول کیا جائے۔ جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کوئی بات اندوہناک کرتی تھی تو قنوت پڑھا کرتے تھے ورنہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ تو جس نے کبھی قنوت پڑھا اور کبھی چھوڑا تو اس نے ٹھیک کیا۔ اور جس نے ہمیشہ قنوت پڑھا اور اس بات پر نظر کی کہ تشویشناک امور تو ہمیشہ ہی پیش آتے رہتے ہیں اُس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے کبھی نہ پڑھا اُس نے بھی ٹھیک کیا کیونکہ وہ کوئی سنّتِ راتبہ نہیں ہے (یعنی ایسی سنّت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پڑھی ہو فرضوں کے ساتھ) اور وہ صرف بڑے اہم امور کے لئے ہے۔ کہا سفیان ثوریؒ نے کہ اگر صبح میں قنوت پڑھے تو اچھا ہے اور اُنھوں نے اختیار کیا ہے ترکِ قنوت کو۔ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ کا قول یہ ہے کہ نماز فجر میں قنوت نہ پڑھیں مگر کسی مصیبت کے موقع پر جو مسلمانوں پر آپڑے جس میں خلیفہ مسلمانوں کے لشکروں کیلئے دعا کرے۔ ابوبکر اور محمد بن الحسن حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ اور محمد بن الحسن کے لفظ یہ ہیں کہ میں نے سُنا عمرؓ ابن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ نماز جائز نہیں ہوتی مگر تشہد کے ساتھ۔ مالکؒ اور شافعیؒ عبدالرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں

انہ سمع عمرؓ بن الخطاب و ہو علے المنبر یُعلّم الناسَ
التشہّدَ قولوا التحیاتُ لِلّٰہِ الزاکیاتُ لِلّٰہِ الطیّباتُ
الصّلوٰاتُ لِلّٰہِ السّلام علیک ایہا النّبیُّ و رحمۃُ
اللّٰہ و برکاتہٗ السّلام علینا و علٰے عبادِ اللّٰہ الصّٰلحین
اشہدُ اَن لَّا اِلٰہَ الاّ اللّٰہُ و اشہدُ اَنّ محمّدًا
عبدُہٗ و رسولُہٗ ولفظ البغوی الطیّبات لِلّٰہ
والصّلوٰات لِلّٰہ قال الشافعی ہٰذا الذی علّمنا
مَن سَبَقنا بالعلم مِن فقہائنا صغارًا ثم
سمعناہ باسنادہ و سمعنا ما خالفہ فلم نسمع
اسنادًا اثبتَ عندنا منہ و ہٰذا مذہبہ فے
القدیم ثم قالَ فے الجدید انتہے الینا من حدیث
اصحابنا حدیث نثبتہ عن النبی صلے اللّٰہ علیہ
وسلم فصِرنا الیہ الترمذی والبغوی قال عمرؓ
الدعاءُ موقوفٌ بین السماء و الارض لایَصعدُ
منہا شیئٌ حتے تصلے علے نبیّک ابوبکر عن عمرو
ابن میمون عن عمر عن النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم
کانَ یتعوّذُ باللّٰہِ من الجُبُنِ و البُخل و
عذاب القبر و فتنۃِ الصدرِ قلتُ جاء
فے بعض الاحادیث انہ کان یتعوذ بہٰؤلاء
الکلماتِ قبل التّسلیم ابوبکر عن الحسن ان
النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم و ابابکر و عمر
کانوا یسلمون بتسلیمۃٍ واحدۃٍ الشافعی
عن ابن مسعودٍ رأیتُ رسولَ اللّٰہ
صلے اللّٰہ علیہ وسلم سَلَّمَ
عن یمینہٖ

اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے سُنا جب وہ منبر پر تھے اور لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے کہ کہو التحیات للّٰہ الزاکیات للّٰہ الطیّبات الصّلوٰات للّٰہ السّلام علیک ایہا النّبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ، السّلام علینا و علٰے عباد اللّٰہ الصّالحین اشہد ان لَّا الٰہ الاّ اللّٰہ و اشہد انّ محمدًا عبدہٗ و رسولہٗ۔ اور بغوی کے لفظ ہیں الطیّبات للّٰہ و الصّلوٰات للّٰہ۔ شافعیؒ نے کہا کہ یہ (تشہد) جو میرے پاس ہے مجھے بچپن کے زمانہ میں اُس نے سکھایا جو علم میں ہمارے فقہاء سے سبقت لئے ہوتے تھا۔ پھر ہم نے اس کو اس کی سند کے ساتھ سُنا اور جو اس کے خلاف ہے اس کو بھی سُنا تو ہم نے ایسی اسناد نہیں سُنیں جو ہمارے نزدیک اُس کی اسناد سے زیادہ مضبوط ہوں اور یہ اُن کا مذہب ہے جو پہلے تھا۔ پھر بعد کے دَور میں اُنھوں نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کی حدیث میں سے ہم تک ایسی حدیث پہنچی جس کو ہم نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے ثابت سمجھتے ہیں تو ہم نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ ترمذی اور بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُعاء ٹھہری رہتی ہے آسمان و زمین کے درمیان اُس میں کا کوئی حصّہ بھی آسما، پر نہیں چڑھتا جب تک تو اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھے۔ ابوبکرؒ بن میمون سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت لے ہیں کہ آپؐ اللّٰہ تعالیٰ سے پناہ مانگا کرتے تھے نامردی سے اور بُخل سے اور عذابِ قبر سے اور فتنۂ صدر سے (سینہ سے اُبھرنے والے فتنہ سے)۔ میں کہتا ہوں کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ آپؐ ان کلمات سے تعوّذ کیا کرتے تھے سلام پھیرنے سے پہلے۔ ابوبکر حسن سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ سلام پھیرا کرتے تھے ایک ہی سلام کے ساتھ۔ شافعیؒ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے دائیں طرف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعن یسارہ السلام علیکم
ورحمۃ اللہ ورأیت ابابکر وعمر یفعلان ذلک
قلت اختلفوا فی ذلک والاوجہ عندی ان
الخروج من الصلوٰۃ بتسلیمۃ واحدۃ جائز
من غیر کراہیۃ والتسلیمتان احب واکمل
وکان عمر یفعل ہذا مرۃ وذاک اخرے
کفعلہ فی سجدۃ التلاوۃ البیہقی عن ابن
عباس ان عمر سألہم فقال عبدالرحمن بن
عوف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول اذا شک فی الاثنتین و
الثلث فلیجعلہا اثنتین واذا شک فی
الثلث والاربع فلیجعلہا ثلثا حتی یکون
الوہم فی الزیادۃ فاخذ بہ عمر الشافعی و
مسلم عن یعلی بن امیۃ قلت لعمر بن الخطاب
انما قال اللہ تعالیٰ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ
اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الآیۃ. فقد امن الناس
فقال عجبت مما عجبت منہ فسألت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم
فاقبلوا صدقتہ مالک والشافعی ان
ابن المسیب قال من اجمع (نیت کند) اقامۃ
اربع لیال وہو مسافر اتم
الصلوٰۃ

سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور بائیں طرف سلام پھیرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر اور میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں فقہاء مختلف ہوتے ہیں اور میرے نزدیک راجح یہ بات ہے کہ نماز سے باہر آنا ایک سلام کے ساتھ جائز ہے بغیر کراہیت کے اور دو سلام پسندیدہ اور اکمل ہیں اور عمرؓ کبھی ایسا کرتے تھے اور کبھی دوسری طرح مثل اپنے فعل کے سجدہ تلاوت کے بارے میں۔ بیہقی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے صحابہؓ سے سوال کیا تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جب (نماز پڑھنے والا) شک کرے دو اور تین (رکعات) میں تو چاہیئے کہ ان کو قرار دے دو رکعتیں اور جب شک کرے تین اور چار میں تو چاہیے کہ ان کو قرار دے تین رکعتیں یہاں تک کہ وہم رہ جائے زیادتی کی جانب میں تو عمرؓ نے اس کو اختیار کر لیا۔ شافعیؒ اور مسلمؒ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ الخ (۴: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے الخ۔ اور اب لوگ مامون ہو گئے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ تعجب مجھے بھی ہوا تھا جس سے تم کو ہو رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا تو تم اس کے انعام کو قبول کرو۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ جس نے فیصلہ کیا[لہ] چار رات کے مقیم رہنے کا جب کہ وہ سفر کر رہا ہے تو نماز پوری پڑھے (کیونکہ اب وہ

عـہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر تین دن سے زیادہ قیام کی نیت ہو جائے تو سفر کا حکم ختم ہو جاتا ہے ابن المسیبؒ کا یہ قول ان کی دلیل ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اکثر مدتِ سفر پندرہ دن ہیں ۱۲ مترجم

ثم خرّج الشافعی وجہ المسألۃ من حدیث عمر انہ لم یرخّص للمجوس والیہود والنصارٰی ان یقیموا بالمدینۃ اکثر من ثلث لیالٍ البیہقی عن سالم ان عمر بن الخطاب کان اذا قدم مکۃ صلی رکعتین ثم یقول یا اہل مکۃ اتمّوا صلٰوتکم فانا قوم سفر مالک نحو من ذلک ابو بکر عن الاسود ان عمر صلی بمکۃ رکعتین ثم قال انا قوم سفر فاتمّوا الصلٰوۃ ابو بکر عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی عن عمر صلٰوۃ السفر رکعتان والجمعۃ رکعتان والعیدان رکعتان تمام غیر قصر علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر عن اللجلاج کنا نسافر مع عمر بن الخطاب فیسیر ثلثۃ امیال فیتجوز فی الصلٰوۃ قلت معناہ اذا خرج من المصر یرید مسافۃ بعیدۃ فمشٰی ثلثۃ امیال یقصر الشافعی یذکر عن عمر انہ کتب ان الجمع بین صلوتین من الکبائر قلت احتج بہ الحنفیۃ علی ان لا جمع بین صلوتین فی السفر واجاب الشافعی بانہ مرسل ولو صح فالسفر والمطر عذر کیف لا وقد صح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع فی تبوک وعمر اعلم باللہ ورسولہ من ان یمنع ذلک ابو بکر عن عمرو بن الحارث

مسافر نہیں رہا) پھر شافعیؒ نے حدیث عمرؓ سے صورتِ مسئلہ کا استخراج کیا کہ عمرؓ نے مجوس کو اور یہود و نصارٰی کو تین راتوں سے زیادہ مدینہ میں قیام کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (کیونکہ تین دن سے زیادہ قیام پر وہ مقیم کے حکم میں آجاتے اور ان کی مدینہ میں آپ اقامت پسند نہیں کرتے تھے)۔ بیہقی سالم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب جب مکہ معظمہ میں آیا کرتے تھے تو دو رکعت پڑھا کرتے تھے پھر (سلام پھیر کر) کہدیا کرتے تھے کہ اے اہلِ مکہ تم اپنی نماز پوری کرو ہم لوگ مسافر ہیں۔ مالکؒ نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے مکہ معظمہ میں دو رکعت پڑھیں پھر کہا کہ ہم لوگ مسافر ہیں تم اپنی نماز پوری کرلو۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صلٰوۃ سفر دو رکعتیں ہیں اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور عیدین کی دو رکعتیں ہیں پوری بغیر قصر کے حسب ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ابو بکر نے لجلاج سے روایت کیا کہ ہم عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے آپ تین میل چلنے کے بعد نماز میں قصر کیا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جب مسافتِ بعیدہ کے ارادے سے شہر سے نکل گئے اور تین میل چلے تو قصر کرینگے۔ شافعیؒ نے کہا کہ ذکر کیا جاتا ہے عمرؓ سے کہ انھوں نے لکھا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے دلیل قائم کی حنفیہ نے اس بات پر کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور شافعیؒ نے جواب دیا کہ یہ مرسل ہے اور اگر صحیح ثابت ہوجائے تو سفر اور بارش عذر ہیں۔ یہ بات کیسے نہیں مانی جائیگی جب کہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے اور عمرؓ اللہ اور رسولؐ کے احکام کو بہت جانتے تھے کیسے اس سے منع کرسکتے تھے۔ ابو بکر عمرو بن الحارث

عن عمر بن الخطاب فی الرجل اذا رعف فی الصلوٰۃ قال ینفتل فیتوضأ ثم یرجع فیصلی ویعتد بما مضٰی قلت عند الحنفیۃ محمول علی ان الرعاف ناقض للوضوء ومن سبقہ الحدث توضأ وبنٰی وعند الشافعی فی القدیم علی ان الرعاف لیس بناقض والوضوء ھو غسل الدم ومن اصابہ من غیر اختیارہ نجس فی بدنہ او ثوبہ دفع عنہ النجس وبنٰی ثم شک فی ذٰلک فی مذھبہ الجدید ابوبکر عن ابراھیم صلی عمر صلوٰۃ عند البیت فقرأ لایلاف قریش فجعل یومی الی البیت ویقول فلیعبدوا رب ھذا البیت قلت فیہ حجۃ علی جواز الاشارۃ المفھمۃ فی الصلوٰۃ **النوافل** ابوبکر عن عبد الرحمٰن بن رافع ان عمر بن الخطاب کان یکبر فی العیدین ثنتی عشرۃ سبعا فی الاولٰی وخمسا فی الآخرۃ الشافعی عن جعفر بن محمد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کبروا فی العیدین والاستسقاء سبعا وخمسا وصلوا قبل الخطبۃ وجھروا بالصلوٰۃ قلت ذھب اھل الکوفۃ الی ان تکبیرات العیدین اربع کتکبیرات الجنائز روی ذٰلک عن ابی موسٰی وغیرہ والاوجہ عندی ان مراد الشرع اکثار التکبیر

وہ عمرؓ بن الخطاب سے نقل کرتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کی نکسیر جاری ہوجائے نماز میں آپ نے فرمایا کہ وہ لوٹ جائے اور وضو کرکے واپس آئے اور نماز پڑھے اُس کا پچھلا پڑھا ہوا حصہ شمار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک یہ اعادۂ وضو اس پر محمول ہے کہ نکسیر وضوء کو توڑنے والی ہے اور جس کو حدث پیش آجائے وہ وضوء کرکے شریک ہوتا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اُن کے قدیم قول میں اس پر محمول ہے کہ نکسیر ناقض وضوء نہیں یہاں وضوء سے مراد خون کا دھونا ہے اور جس شخص کے بدن پر یا کپڑے پر اس کے اختیار کے بغیر لگ گیا ہے وہ نجس ہے اُس نجاست کا دفع کرنا بھی ضروری ہے (وضوء سے مراد جسم اور کپڑے کا دھونا ہے) پھر (حسبِ سابق) نماز میں شامل ہوجائے۔ پھر شافعیؒ نے اپنے جدید مسلک میں اس میں شک کیا ہے۔ ابوبکر ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے بیت اللہ کے قریب اپنی نماز پڑھی جس میں سورۃ لایلاف کی قراءت کی اور یہ کہتے ہوئے کہ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ بیت کی طرف اشارہ کرنے لگے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں بحالتِ نماز کسی ایسے اشارے کے جواز کی دلیل ہے جو سمجھانے والا ہو۔ **نوافل** ابوبکر نے عبدالرحمٰن بن رافع سے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب عیدین میں بارہ تکبیر کہا کرتے تھے، سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری میں۔ شافعیؒ جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے عیدین اور استسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور اُنھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور جہر کیا نماز میں۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ کوفہ اس طرف گئے کہ عیدین کی تکبیرات چار ہیں مثل تکبیراتِ نماز جنازہ کے، یہ مروی ہے ابوموسیٰ وغیرہ سے اور میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ ان دونوں دنوں میں جو مطلوب شرع ہے وہ تکبیر کا بکثرت

فی ہذین الیومین بقولہ تعالیٰ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ولقولہ فی سورۃ الحج لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ فمن اتی فی کلّ رکعۃٍ بثلاث تکبیراتٍ فقد أصابَ لانّ الثلاثَ اقلُّ حدِّ الاِکثار ومَن کبّر سبعًا وخمسًا فقد اصابَ وذکر اللہ اکثر آبو بکر عن عبد الملک بن عُمیر حُدِّثتُ عن عمر انہ کان یقرأُ فی العیدِ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ قلتُ ہو مرفوعٌ رواہ ابنُ عباس مالک والشافعی اَنَّ عمر سَاَلَ اباواقدِ اللّیثی ماکان یقرأُ بہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی الفطر والاَضحٰی قالَ کانَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأُ بقاف واقتربت السّاعۃُ الشافعی عن ابن عمر وغیرہ ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم وابابکر وعمر کانوا یُصلّون فی العید قبل الخطبۃ الشافعی عن عبد اللہ بن عامر صَلّٰی عمر بن الخطاب فی المسجد فی یومِ مَطیرٍ الشافعی عن ابن المسیب استسقیٰ عمر بن الخطاب فکانَ اکثر دعائہ الاستغفارُ الشافعی زُلزِلَتِ الارضُ فی عہدِ عمر فلمّا عَلّمناہ صلّٰی وقد قامَ خطیبًا

کہنا ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ شانہ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ الخ (۲: ۱۸۵) اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی (وثنا) بیان کیا کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کیا کرو۔" اور جیساکہ سورۃ حج میں ارشاد فرمایا ہے لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ الخ (۲۲: ۳۷) اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ تم کو ہدایت کی اور آپ اخلاص والوں کو خوش خبری سُنا دیجئے۔" تو جو مقرر کرتا ہے ہر رکعت میں تین تکبیرات وہ مُصیب ہے کیونکہ (عدد) تین حدِّ کثرت کا اقلّ عدد ہے اور جس نے سات اور پانچ مرتبہ تکبیر کہی وہ بھی راستی پر ہے کہ اس نے اللہ کا ذکر کثیر کیا۔ آبو بکر عبد الملک بن عُمیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا عمرؓ کے متعلق کہ وہ عید میں پڑھا کرتے تھے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث مرفوع ہے جس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا کہ عمرؓ نے سوال کیا ابو واقد اللیثی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر و عید الاضحیٰ (کی نماز) میں کیا پڑھا کرتے تھے؟ تو اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ قاف اور اقتربت السّاعۃ (یعنی سورۃ قمر) پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے (عید کی) نماز بارش کے دن مسجد میں پڑھی۔ شافعیؒ ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے نماز استسقاء پڑھی تو ان کی دعاء کا بڑا حصہ استغفار تھا۔ شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زمین میں زلزلہ آیا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (راوی کا بیان ہے کہ) جب ہم نے انکو بتایا تو اُنھوں نے نماز پڑھی اور خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

فحض علی الصدقۃ وامر بالتوبۃ ابوبکر عن الشعبی ان عمر بن الخطاب خرج لیستسقی فصعد المنبر فقال استغفروا ربکم الآیۃ ثم نزل فقالوا یا امیر المؤمنین لو استسقیت قال قد طلبتہ بمجادیح السماء التی ینزل بہا القطر قلت قال ابو حنیفۃ لا یسن الصلوۃ فی الاستسقاء وقال الشافعی ثبت من حدیث عبداللہ بن زید و ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی و روی ذلک من حدیث جعفر بن محمد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر والاوجہ عندی ان من دعا و لم یصل فقد اصاب اصل الاستسقاء وقد فعل ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر ومن صلی ودعا فقد اصاب الاکمل الافضل فان الدعاء ارجی فی حرمۃ الصلوۃ وقد ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمر مالک عن عبدالرحمن بن عبدالقاری خرجت مع عمر بن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی

جس میں آپ نے لوگوں کو صدقہ کی طرف رغبت دلائی اور توبہ کرنے کا حکم دیا۔ ابوبکر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب طلبِ باران کے لئے نکلے پھر منبر پر چڑھے اور یہ آیت پڑھی استغفروا ربکم آخر تک (سورۃ نوح) پھر اتر آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اگر آپ استسقاء پڑھ لیتے تو اچھا ہوتا تو فرمایا کہ میں نے (اللہ تعالیٰ سے) مانگ لیا ہے بارش کو آسمان کی اُن منازلؔ۔۔۔۔۔۔ سے جن سے قطراتِ باران نازل ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز پڑھی ہے اور یہ روایت کی گئی ہے جعفر بن محمد کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اور میرے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ جس نے دعاء کی اور نماز نہیں پڑھی وہ استسقاء کی اصل پر پہنچ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمرؓ نے ایسا کیا ہے اور جس نے نماز (بھی) پڑھی اور دعاء (بھی) کی تو وہ یقیناً اکمل اور افضل طریق پر پہنچا کیونکہ نماز کی برکت سے دعاء کی مقبولیت کی امید زیادہ ہے اور یہ (بھی) ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر رضی اللہ عنہ سے۔ مالکؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحمن بن عبدالقاریؒ سے کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد کی طرف پہنچا دیکھا کہ لوگ جدا جدا قسموں پر بٹے ہوتے ہیں کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کے ساتھ ایک جماعت نماز

عہ "مجادیح" مجداح بکسر میم کی جمع ہے اور یہ ایک ستارے کا نام ہے کہ عرب کے نزدیک بارش پر دلالت کرنے والی علامات میں سے ہے۔ فاروقؓ استغفار کو اس سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ میں نے طلب باراں اس چیز سے کیا ہے جو بقولِ منجمین عرب مجداح کی طرح بارش کی علامت ہے ۱۲ آپ نے یہ ستارہ استغفار کو قرار دیا اس آیت سے اخذ فرماتے ہوئے فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا الخ (سورۃ نوح) ۱۲ مترجم

بصلوٰتہ الرھط فقال لانی ارانی
لو جمعت ھؤلاء علی قاری واحد کان
امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی
ابن کعب قال خرجت معہ لیلۃ
اخرٰی والناس یصلون بصلوٰۃ
قارئھم فقال عمر نعمت البدعۃ ھذہ
والتی ینامون عنھا افضل من
التی یقومون یرید اٰخر اللیل وکان
الناس یقومون اولہ قلت معناہ انہ
بدعۃ مستحبۃ من جھۃ اجتماع الناس
علیھا وان کانت سنۃ فی الاصل
مالک والشافعی عن السائب امر عمر
ابن الخطاب ابی بن کعب و تمیم
الداری ان یقوما للناس باحدی
عشرۃ رکعۃ مالک عن یزید بن رومان
کان الناس یقومون فی زمان عمر بثلٰث
وعشرین رکعۃ ابو بکر عن ابن عباس
قال عمر لقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال فی لیلۃ القدر اطلبوھا فی العشر الاواخر
وترًا ابو بکر عن حبیب قال عمر ما بقی من
اللیل خیر من ما ذھب ومثلہ عن السائب
وعن ابن عباس کلیھما عن عمر ابو بکر عن ابی
عثمان ان دعا عمر القراء فی رمضان
فامر اسرعھم قراءۃ ان یقرأ بثلاثین آیۃ و
الوسط خمسۃ وعشرین آیۃ والبطیٔ عشرین آیۃ

پڑھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اگر میں ان سب کو ایک قاری پر جمع کردوں تو یہ بہت اچھا ہوگا پھر آپ نے اس کا پختہ ارادہ کرلیا اور سب لوگوں کو جمع کیا اُبی بن کعب پر۔ کہا کہ پھر میں دوسری رات آپ کی ہمراہ (مسجد میں) پہنچا اور سب لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے کہا کہ یہ نئی بات بہت اچھی ہے اور جن ساعات کو لوگ سو کر گزار دیتے ہیں افضل وہی ہیں ان ساعات سے جن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ عمرؓ آخرِ شب کو مراد لے رہے تھے اور لوگ کھڑے ہوتے تھے اوّل شب میں۔
میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ بدعت مستحبہ ہے اس لوگوں کے مجتمع ہونے کی حیثیت سے اگرچہ باعتبار اصل کے سنت ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے اُبیؓ بن کعب اور تمیم الداری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ ۱۱ رکعتیں پڑھائیں۔ مالکؒ نے یزید بن رومان سے روایت کیا کہ لوگ عمرؓ کے زمانہ میں تیئس ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ابو بکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو تلاش کرو آخری دس دنوں کی طاق تاریخوں میں۔ ابو بکر حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رات میں سے جو حصہ باقی رہ گیا ہے وہ افضل ہے اس حصہ سے جو جا چکا ہے اور ایسی ہی روایت ہے سائب اور ابن عباسؓ سے، دونوں نے روایت کی عمرؓ سے۔ ابو بکر نے ابو عثمان سے روایت کی کہ عمرؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر حکم دیا ان کو جو جلدی جلدی پڑھنے والے تھے کہ وہ پڑھا کریں تیس ۳۰ آیتیں (ایک رکعت میں) اور درمیانی درجہ والوں کو پچیس ۲۵ آیتوں کا حکم دیا اور سست رفتار والوں کو بیس ۲۰ آیتوں کا۔

ابو بکر قیل لابن عمر تصلی الضحی قال لا
قیل صلاہا عمر قال لا قیل صلاہا
ابو بکر قال لا قیل صلاہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اخالہ
البغوی کان ابن عمر اذا سئل عن
سبحۃ الضحی فقال لا آمر بہا و
لا انہی عنہا ولقد اصیب عثمان
وما ادری احدا یسبحہا وانہا لمن
احب ما احدث الناس الیّ
ابو بکر عن جابر بن عبد اللہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لابی بکر متی توتر قال من اول
اللیل بعد العتمۃ قبل ان انام وقال
لعمر متی توتر قال من آخر اللیل قال
لابی بکر اخذت بالحزم (الاحتیاط) وقال
لعمر اخذت بالقوۃ ابو بکر عن الحسن
قال عمر لان اوتر بلیل احب
الی من ان احیی لیلتی ثم
اوتر بعد ما اصبح ابو بکر عن مکحول ان
عمر بن الخطاب اوتر بثلث رکعات لم
یفصل بینہن بسلام ابو بکر عن انس
ابن سیرین عن عمر کان
یقرأ بالمعوذتین فی الوتر ابو بکر
عن القاسم زعموا ان عمرؓ
کان یوتر فی الارض

ابوبکر سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ نماز چاشت پڑھتے
ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو عمرؓ نے پڑھا ہے؟
کہا کہ نہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس کو ابوبکرؓ نے پڑھا ہے؟ کہا نہیں
کہا گیا کہ کیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے؟
کہا کہ مجھے خیال نہیں۔ بغوی ؒ سے مروی ہے کہ جب ابن عمرؓ
سے سوال کیا گیا چاشت کے نفلوں کے بارے میں تو انھوں نے
کہا کہ نہ میں ان کا حکم دیتا ہوں اور نہ ان سے منع کرتا ہوں اور
عثمانؓ بھی شہید ہو چکے ہیں اور میں (اکابر میں سے) کسی کو
نہیں جانتا کہ اس نے اس کو پڑھا ہو اور یہ ضرور ہے کہ یہ ان
چیزوں میں سے جو لوگوں نے از خود نکالی ہیں مجھے پسند ہے۔
ابوبکر جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے پوچھا کہ تم وتر کس وقت پڑھتے
ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اول شب میں بعد نماز عشاء کے قبل
اس کے کہ سوؤں۔ اور پوچھا عمرؓ سے کہ تم کب وتر پڑھتے ہو
تو انھوں نے کہا کہ آخر رات میں۔ تو آپؐ نے ابوبکرؓ سے فرمایا
کہ تم نے احتیاط پر عمل کیا اور عمرؓ سے فرمایا کہ تم نے قوت پر
عمل کیا۔ ابوبکر حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ
درحقیقت مجھے رات میں وتر پڑھ لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ
میں اپنی تمام رات کو (عبادت سے) زندہ رکھوں پھر وتر پڑھوں
صبح ہو جانے کے بعد۔ ابوبکر مکحول سے روایت کرتے ہیں کہ
عمرؓ بن الخطابؓ وتر پڑھا تین رکعات کے ساتھ ان کے درمیان
سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا۔ ابوبکر انس بن سیرین سے روایت
کرتے ہیں عمرؓ کے بارے میں کہ وہ وتر میں معوذتین پڑھا
کرتے تھے۔ ابوبکر قاسم سے روایت کرتے ہیں لوگ یہ گمان کرتے
تھے کہ عمرؓ زمین (یعنی اپنے فرش) پر وتر پڑھا کرتے ہیں

ابو بکر عن الاسود ان عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع ابو بکر عن عطاء۔ عمر اوّل من قنت قلت النصف الآخر اجمع قال نعم قلت اختلفوا فی ذلک والاوجہ ان القنوت فی الوتر دعاء۔ فمن قنت دائماً فقد اصاب ومن قنت النصف الآخر من رمضان فقد اخذ بالمہم فان الدعاء فی تلک الایام ارجی للاجابۃ ابو بکر عن عمر بن محمد ابن حاجب ان عمر لقیہ عظیم من عظماء العجم فاراد ان یسجد لہ فقال لہ عمر ارفع رأسک السجدۃ للواحد القہار ابو بکر عن ابن عمر عن عمر ادبار النجوم رکعتان قبل الفجر وادبار السجود رکعتان بعد المغرب ابو بکر عن سعید بن جبیر قال عمر فی الرکعتین قبل الفجر ہما احب الیّ من حمر النعم ابو بکر عن ابن المسیب رأی عمر رجلاً اضطجع بعد الرکعتین فقال احصبوہ قلت یعنی ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ علی وجہ العبادۃ بل علی وجہ العادۃ ودفع الملال ابو بکر عن عبد اللہ بن عتبۃ رأیت عمر یصلی اربعاً قبل الظہر ابو بکر عن رجل

(یعنی مسجد میں آکر نہیں پڑھتے) ابو بکر اسود سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے وتر میں رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھی۔ ابو بکر نے عطاء سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ عمرؓ پہلے شخص ہیں جس نے قنوت پڑھا میں نے کہا (یعنی رمضان کے) پورے نصف آخر میں؟ کہا کہ ہاں! میں کہتا ہوں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اصل بات یہ ہے کہ وتر میں قنوت ایک دعاء ہے تو جس نے ہمیشہ قنوت پڑھی اس نے ٹھیک کیا اور جس نے رمضان کے نصف آخر میں نماز پڑھی اس نے اہمیت والی صورت کو اختیار کیا کیونکہ ان ایام میں دعاء کے مقبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ ابو بکر نے عمر بن حاجب سے روایت کی کہ عمرؓ سے ملاقات کی ایک سردار نے سرداران عجم میں سے اور اس نے ارادہ کیا کہ آپ کو سجدہ کرے تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ اپنا سر اوپر اٹھا۔ سجدہ اس ذات کے لئے ہے جو واحد قہار ہے۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ادبار النجوم[ع] (سے مراد) قبل فجر کی دو رکعت ہیں اور ادبار السجود (سے مراد) بعد مغرب کی دو رکعتیں ہیں۔ ابو بکر سعید ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے قبل فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ ابو بکر ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا وہ دو رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ گیا تو فرمایا کہ اسکے کنکریاں مارو۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عبادت کی حیثیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ بناء بر عادت اور تھکان رفع کرنے کے لئے آپ نے ایسا کیا۔ ابو بکر عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو ظہر سے پہلے چار رکعات پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ابو بکر نے ایک شخص سے روایت کی

ع یعنی وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ (۵۲: ۴۹) اور وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ (۵۰: ۴۰) کی تفسیر میں حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ۱۲ مترجم

ان عمر قرأ فی الاربع قبل الظہر بقاف

ابو بکر عن عون بن عبد اللہ صلیت مع عمر اربعاً قبل الظہر قلت یحتمل انہا صلوٰۃ صلوٰۃ الزوال وہو الاغلب علی الظن و یحتمل انہا راتبۃ الظہر

ابو بکر عن ابی تمیمۃ عن ابن عمر صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و مع ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ بعد الغداۃ (الفجر) حتی یطلع الشمس ابو بکر عن ابن عباس رأیت عمر یضرب علی الرکعتین بعد العصر مالک عن السائب انہ رأی عمر بن الخطاب یضرب المنکدر علی الصلوٰۃ بعد العصر ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر لم یصلوہا یعنی الصلوٰۃ قبل المغرب ابو بکر عن زید بن وہب ان عمر بن الخطاب رأی رجلاً صلی رکعتین بعد غروب الشمس قبل الصلوٰۃ فجعل یلتفت (یمیناً و شمالاً ۱۲) فضربہ بالدرۃ حین قضی الصلوٰۃ و قال لاتلتفت ولم یعب (عیب نکرد ۱۲) الرکعتین ابو بکر عن ابن عمر صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلا صلوٰۃ قبلہا و لا بعدہا فی السفر و لو تطوعت لاتممت۔ ابو بکر عن سالم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عمرؓ نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں میں سورۃ قاف پڑھی۔ ابو بکر عون بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کے ساتھ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ یہ نماز صلوٰۃ الزوال ہو اور غالب گمان یہی ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ظہر کی سنتیں ہوں۔ ابو بکر ابو تمیمہ سے وہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں تو نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے تک کوئی نماز نہیں۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ وہ مار رہے تھے بعد عصر دو رکعت پڑھنے پر۔ مالکؒ سائب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمرؓ ابن الخطاب کو دیکھا کہ وہ منکدر کو مار رہے تھے عصر کے بعد نماز پڑھنے پر۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی یعنی مغرب سے پہلے کوئی نماز۔ ابو بکر زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی غروب آفتاب کے بعد نماز (مغرب) سے پہلے اور اس نے (بحالت نماز) اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا تو آپ نے اس کے درّہ مارا جب وہ نماز پوری کر چکا اور فرمایا کہ (نماز میں) اِدھر اُدھر مت دیکھنا اور آپ نے دو رکعتیں پڑھنے پر اعتراض نہیں کیا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو کوئی نماز نہیں ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد سفر میں اور اگر میں نفل پڑھتا تو پوری بھی پڑھتا۔ ابو بکر سالم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

عہ یعنی اگر میں سفر میں نفل ادا کرتا تو پوری نماز پڑھتا۔ مراد یہ ہے کہ قصر کے ساتھ نوافل نہیں ہیں ۱۲

و عمر کانا یتطوّعانِ فی السّفر قلتُ وجہ الجمع انّ الاوّلِ فی الرواتب والثانی فی التہجّد البیہقی ان عمر آتاہ فتح او أبصر رجلاً بہ زَمانۃٌ (برجا ماندگی) فسجد ابوبکر عن منصور بلغنی انّ ابابکر رض و عمر سَجَدَ سجدۃَ الشکر ابوبکر عن عباد بن منصور ان عمر صلّی مُحتبیاً[ع۵] الشّافعی ان عمر بن الخطاب دخلَ المسجدَ فصلّٰی رکعۃ فقیلَ لہ رکعۃً قالَ انّما ھو تطوّعٌ فمن شآءَ زادَ و من شآء نقصَ قلتُ احتج بہ الشّافعی علی انّ الامرَ فی التّطوّع واسعٌ ابوبکر عن حمید بن عبد الرحمٰن قال عمر مَن فاتہ شیئٌ من قراءتہ باللیل فصلّٰی ما بینہٗ و بین الظّہر فکانّما صلّٰی باللّیل ابوبکر عن ابراہیم کان عمر یکرہ اَن یُصلّی خلفَ صلٰوۃٍ مثلَہا مالکٌ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کان یُصلّی من اللّیل ماشآءَ اللّٰہ حتّی اذا کانَ من آخر اللّیل أیقظَ اہلَہ للصّلٰوۃ و یقولُ لہم الصّلٰوۃ الصّلٰوۃ ثم یتلو ہٰذہ الآیۃ

اور عمر رض سفر میں نوافل پڑھا کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں روایتوں کے رفع تعارض (یعنی) جمع کی یہ صورت ہے کہ پہلی روایت فرائض سے پہلے اور بعد میں پڑھی جانے والی سُنتوں سے متعلّق ہے اور دوسری تہجّد کے بارے میں ہے۔ بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عمر رض کے پاس فتح کی خبر آئی یا آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جس کی ٹانگیں ماری ہوئی تھیں تو سجدہ کیا۔ ابوبکر منصور سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ابوبکر رض اور عمر رض دونوں نے سجدۂ شکر کیا ہے۔ ابوبکر عباد بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے احتباء[ع۵] کی حالت میں نماز پڑھی ہے۔ شافعی رح نے روایت کیا کہ عمر رض بن الخطاب مسجد میں داخل ہوتے اور اُنھوں نے ایک رکعت پڑھی اس پر اُن سے کہا گیا کہ آپ نے ایک رکعت پڑھی فرمایا کہ یہ صرف نفل تھی (نفل میں) جو شخص چاہے زیادتی کر دے اور جو چاہے کمی کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے احتجاج کیا ہے شافعی رح نے کہ نوافل کے حکم میں وسعت ہے۔ ابوبکر حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض نے فرمایا کہ جس کی قرارت (معمولہ) کا کچھ حصہ رات میں فوت ہو گیا تو پھر اُس کو اس نے رات اور ظہر کے درمیان میں پڑھ لیا تو گویا اُس نے رات میں ہی پڑھا ہے۔ ابوبکر نے ابراہیم سے روایت کی کہ عمر رض اس سے کراہت کرتے تھے کہ کسی نماز کے پیچھے اسی کی مثل نماز پڑھیں۔ مالک رح زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رض بن الخطاب جتنی اللہ چاہتا رات میں نماز پڑھتے یہاں تک کہ جب آخر شب آجاتا تو اپنی بی بی بچوں کو نماز کے لئے جگاتے اور اُن سے فرماتے الصّلٰوۃ الصّلٰوۃ۔ پھر اس آیت کی تلاوت کرتے

ع۵ احتباء اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور دونوں پاؤں کے تلوے زمین سے ملے ہوتے ہوں اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوتے ہوں ۱۲

وَاْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ۝ مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب کان یقول صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ یسلم من کل رکعتین ابو بکر ان نفراً من اہل العراق قدموا عمر فسألوہ عن صلوٰۃ الرجل فی بیتہ فقال عمر ما سألنی عنہا احدٌ منذ سألتُ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالَ صلوٰۃ الرجل فی بیتہ نورٌ فنوّروا بیوتکم الجمعۃ البیہقی انّ ابا ہریرۃ کتبَ الی عمر یسألُ عن الجمعۃِ و ہو بالبحرین فکتبَ الیہم ان اجمعوا حیثُ ما کنتم قال الشافعی معناہ فی ایّ قریۃٍ کنتم لا یرید البدوَ ابو بکر عن یحیی بن ابی کثیر حدّثتُ انّ عمر بن الخطاب قالَ انّما جُعلت الخطبۃُ مکانَ الرکعتین فان لم یُدرِکِ الخطبۃَ فلیصلِّ اربعًا قلتُ اظنّ ہذا الحرفَ الاخیرَ من کلام یحیی بن ابی کثیر خرّجہ من قول عمر و لیس علیہ العملُ و لکن

وَاْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوۃِ الخ (۲۰: ۱۳۲) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے معاش (دکھوانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔" مالک کہتے ہیں کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب فرمایا کرتے تھے کہ رات کی نماز (نفلیں) اور دن کی دو دو رکعتیں ہیں آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا کرتے تھے۔ ابو بکر راوی ہیں کہ چند لوگ عراق والوں میں سے عمرؓ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کسی شخص کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق تو عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے اب تک کسی نے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا جب سے میں نے سوال کیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس پر آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے تو اپنے گھروں کو منور کرو۔ جمعہ بیہقی نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے عمرؓ کو خط بھیجا جس میں اُن سے دریافت کیا جمعہ کے بارے میں جب کہ وہ بحرین میں تھے تو عمرؓ نے ان کو لکھا کہ جمعہ پڑھو جہاں تم ٹھہرے ہوتے ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس قریہ میں ٹھہرو عمرؓ کی مراد میدان نہیں ہے۔ ابو بکر نے یحییٰ بن کثیر سے روایت کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ خطبہ کو دو رکعتوں کے بجائے رکھا گیا ہے تو اگر کوئی خطبہ نہ پاتے تو چاہیئے کہ وہ چار رکعت پڑھے۔ میں کہتا ہوں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ آخر جملہ یحییٰ بن کثیر کے کلام میں سے ہے جس کا استنباط اُنھوں نے عمرؓ کے قول سے کیا ہے اور اس پر عمل نہیں ہے[عہ]۔ لیکن ان کے

عہ یحییٰ بن کثیر کے استنباط کا یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس کا خطبہ فوت ہو جاتے وہ دو رکعت نفل پڑھ کر اسکی مکافات کرے تاکہ اس کا ثواب خطبہ سننے والوں کے برابر ہو جائے۔

معنے کلامہ ان الخطبۃ شرط الجمعۃ لاتصح
بدونہا مالک و ابوبکر فی قولہ تعالیٰ
فاسعوا الیٰ ذکر اللہ قرأہا عمر فامضوا
الیٰ ذکر اللہ قلت معناہ فسرہا کذلک
الشافعی عن ابی ہریرۃ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر و عمر
کانوا یخطبون علی المنبر قیاماً یفصلون
بینہما بجلوس مالک والشافعی عن
السائب کان الاذان الاول حین
یخرج الامام فیجلس علی المنبر فی
عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر
وعمر مالک والشافعی انہم کانوا فی
زمن عمر بن الخطاب یوم الجمعۃ یصلون
حتی یخرج عمر بن الخطاب فاذا خرج عمر و
جلس علی المنبر واذن المؤذنون جلسوا
یتحدثون حتی اذا سکت المؤذنون وقام
عمر سکتوا فلم یتکلم احد الشافعی ان عمر
رأی رجلاً علیہ ہیئۃ السفر یقول لولا
ان الیوم یوم الجمعۃ لخرجت فقال
عمر اخرج فان الجمعۃ لاتحبس عن
سفر مالک عن ابن شہاب عن سالم
ابن عبداللہ انہ قال دخل رجل من اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد (وہو عثمان بن عفان رض) یوم الجمعۃ وعمر بن
الخطاب یخطب فقال عمر ایۃ ساعۃ ہذہ فقال

کلام کے معنے یہ ہیں کہ خطبہ شرط ہے جمعہ کی بغیر اس کے جمعہ
صحیح نہ ہوگا۔ مالک رح عن ابوبکر رض درباره آیت (سورۂ جمعہ) فاسعوا
الیٰ ذکر اللہ، اس کو عمر رض نے پڑھا فامضوا الیٰ ذکر اللہ۔
میں کہتا ہوں کہ یہ فاسعوا کا مفہوم ہے اس طرح آپ نے
اس کی تفسیر[ع] کی ہے۔ شافعی رح، ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض و عمر رض منبر پر کھڑے
ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور یہ سب درمیان میں بیٹھ کر فصل
دیا کرتے تھے۔ مالک رح اور شافعی رح سائب سے، پہلی اذان اس
وقت ہوا کرتی تھی جب امام نکلتا تھا اور منبر پر بیٹھتا تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض اور عمر رض کے زمانہ
میں۔ مالک رح اور شافعی رح، عمر رض بن الخطاب کے زمانہ میں جمعہ کے
دن (مسجد میں) لوگ نمازیں پڑھتے رہتے تھے عمر رض بن
الخطاب کے نکلنے تک پھر جب عمر رض نکل آتے اور منبر پر بیٹھ
جاتے اور مؤذن لوگ اذان دیتے تو لوگ بیٹھے ہوئے باتیں
کرتے رہتے یہاں تک کہ جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور
عمر رض کھڑے ہوتے تو سب خاموش ہو جاتے پھر کوئی بات
نہ کرتا۔ شافعی رح، عمر رض نے ایک شخص کو سفر کی ہیئت پر دیکھا
جو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر آج کا دن جمعہ نہ ہوتا تو میں روانہ
ہو جاتا۔ تو عمر رض نے کہا کہ روانہ ہو جا کیونکہ جمعہ تو سفر سے
نہیں روکتا۔ مالک رح ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے،
انھوں نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں سے ایک شخص (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) جمعہ کے دن
مسجد میں داخل ہوتے جب کہ عمر رض بن الخطاب خطبہ پڑھ رہے
تھے تو عمر رض نے کہا کہ یہ کونسا وقت ہے (آنے کا) تو انھوں نے کہا

ع حضرت عمر رض نے اس غرض کا اظہار کیا کہ سعی سے مراد مسجد کی طرف بلا تاخیر روانہ ہو جانا ہے بھاگنا دوڑنا مراد نہیں ہے ۱۲

يا امير المؤمنين انقلبت من السوق فسمعت النداء فمازدت على ان توضأت فقال عمر الوضوء ايضا قد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمر بالغسل

الجنائز. ابوبكر عن الحسن قال عمر احضروا موتاكم وذكروهم لا اله الا الله فانهم يرون ويقال لهم. ابوبكر عن عطاء او غيره قال عمر لقنوا موتاكم لا اله الا الله واغمضوا اعينهم اذا ماتوا. البيهقى عن ابن عمر قال صدر المسلمون فمرّوا بامرأة بالبيداء ميتة واخفاها رجل يقال له كليب فقام عمر على المنبر فقال لو اعلم ان احدا مرّ بها ولم يجنها لفعلت به وفعلت وسأل ابن عمر فقال لم ارها وقال لعل الله ان يرحم كليبا فطعن معه غداة طعن. ابوبكر عن تميمة الهجيمى ان عمر بن الخطاب كتب الى ابى موسى الاشعرى ان اغسل موتاك بالسدر وماء الريحان. ابوبكر عن مسروق ماتت امرأة لعمر فقال انا كنت اولى بها اذا كانت حية فاما الآن فانتم اولى بها

اے امیر المؤمنین رضؓ میں بازار سے لوٹا پھر میں نے اذان کی آواز سنی تو میں نے وضو کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ اچھا اور پھر یہ کہ صرف وضو ہی کیا؏ جب کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے

جنائز۔ ابوبکر حسن سے، کہا عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کے پاس موجود رہو اور ان کو یاد دلاؤ لآ الٰہ الا اللہ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں جب کہ ان سے کہا جاتا ہے۔ ابوبکر از عطاء وغیرہ، فرمایا عمر رضؓ نے کہ اپنے مرنے والوں کو تلقین کرو لا الٰہ الا اللہ اور ان کی آنکھیں بند کردو جب وہ مرجائیں۔ بیہقی ابن عمر رضؓ سے، کہا کہ مسلمان لوٹے تو ان کا گزر ہوا بیابان میں ایک عورتِ مُردہ پر جب کہ اس کو ایک شخص نے جس کو کلیب کہا جاتا تھا دفن کردیا۔ تو عمر رضؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر میں یہ جان لوں کہ کوئی شخص اس پر سے گزرا اور اس نے اس کو دفن نہیں کیا تو میں اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کروں اور ابنِ عمر رضؓ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اس (عورتِ مُردہ) کو نہیں دیکھا۔ اور (عمر رضؓ نے) فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ کلیب پر رحمت فرمائے گا۔ تو عمر رضؓ کے ساتھ کلیب کو بھی مجروح کیا گیا جس صبح کو انھیں مجروح کیا گیا تھا۔ ابوبکر تمیمۃ الہجیمی سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے ابوموسیٰ اشعری رضؓ کو لکھا کہ اپنے مُردوں کو غسل دو بیری (کے پتوں) اور آبِ ریحان کے ساتھ۔ ابوبکر مسروق سے، عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی کا انتقال ہوا تو انھوں نے کہا کہ میں اس سے قریب تھا جب کہ وہ زندہ تھی، رہا اب، سو تم اس سے قریب تر ہو۔

؏ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمر رضؓ غسل جمعہ کو واجب سمجھتے تھے بلکہ اس پر تنبیہ کا منشا یہ ہے کہ آپ یعنی عثمان رضؓ جیسے شخص کے لئے یہ زیبا نہیں کہ مستحب فعل کو نظر انداز کردے ۱۲ مترجم

ابوحنیفۃ اخبرنی رجلٌ عن الحسن عن عمر بن الخطاب انہ قال الاَبُ احقُّ بالصلوٰۃِ علی المیّتِ من الزّوجِ قلتُ احتجَّ بہ ابوحنیفۃ وخالفَ ابراہیم والشعبی فی قولہما الزّوج احقّ من الاَب آبوبکر عن نافعٍ عن ابن عمر کُفِّن عمر وحُنِّط وغُسِّل زاد فی روایۃ اِلّا انّہ کانَ من افضلِ الشہدآءِ قلتُ عند الحنفیّۃ علّۃُ الغسل الارتثاث وعند الشّافعی انّہ لم یُقتَلْ فی المعرکۃ آبوبکر عن ابن مغفّل قالَ عمر لاتُحنِّطونی بمسکٍ قیلَ انّما کَرِہ المسکَ لانّہ من المیتۃ ولیسَ علیہ العملُ عندَ الجمہور لانّ الشّرعَ استثنی المِسکَ من جملۃ المیتاتِ فاستحسنہ قلتُ والاَوجہ عندی انّ المسکَ مُطیّبٌ طاہرٌ اِلّا انّ عمر لم یَستحسنْ ان یکونَ حَنُوطُہٗ منہ (خوشبو کہ بر مردہ مالند ۱۲) تورّعًا لانہ قد اجتمعَ فیہ دلیلاَ الاباحۃِ والتحریم انکان دلیلُ الاباحۃ اَقویٰ والطیبُ سواہ کثیرٌ (بغیر مسک ۱۲) آبوبکر عن راشد ابن سعد قالَ عمر یُکفَّنُ الرجلُ فی ثلٰثۃِ اَثوابٍ لاتَعتَدُوْا اِنّ اللّٰہَ

ابوحنیفہ رحمہ اللہ، مجھے ایک شخص نے خبر دی حسن رضی اللہ عنہ سے انھوں نے روایت کی عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ باپ میّت کی نماز پڑھانے کا زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت شوہر کے۔ میں کہتا ہوں کہ اس قول سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حجّت پکڑی ہے اور خلاف کیا ہے ابراہیم اور شعبی کے اس قول کا کہ شوہر زیادہ حقدار ہے باپ سے آبوبکر نافع سے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے، عمر رضی اللہ عنہ کو کفن پہنایا گیا اور خوشبو لگائی گئی اور غسل دیا گیا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے "مگر یہ کہ وہ افضل شہداء میں سے تھے"۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو) غسل دینے کی علّت ارتثاث[عـ۵] (خون سے لت پت ہونا) تھا اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ تھی کہ وہ معرکہ میں قتل نہیں کئے گئے۔ آبوبکر ابن مغفل سے، عمر رضی اللہ عنہ نے وصیّت کی کہ مجھے مشک نہ ملنا۔ کہا گیا کہ مشک سے آپ نے اس لئے کراہت کی کہ وہ میتہ سے نکالی جاتی ہے اور جمہور کے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مرے ہوئے اجسام میں سے مشک کو مستثنےٰ کیا ہے اور اس کو اچھی چیز قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بڑی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مشک نفیس اور پاک ہے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اچھا نہ سمجھا تقوےٰ کی بناء پر کہ خوشبو کے لئے اس کا استعمال کیا جاتے کیونکہ اس میں دو دلیلیں اباحت اور تحریم کی جمع ہو رہی ہیں اگرچہ اباحت کی دلیل زیادہ قوی ہے جب کہ خوشبوئیں مشک کے سوا اور بھی بہت سی ہوتی ہیں۔ آبوبکر راشد بن سعد سے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنایا جاتے۔ اس میں زیادتی نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو

عـ۵ "ارتثاث" کسی کو خستہ اور مجروح اٹھانا کہ ابھی زندہ ہو اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کے یہ معنے ہیں کہ مجروح زخمی ہونے کے بعد کچھ خورد و نوش اور علاج وغیرہ بھی کرے یا مجروح ہونے کے بعد سے موت کے وقت تک اس پر ایک نماز کا وقت اس صورت سے گزرے کہ اس کا ہوش قائم ہو اور نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا معرکہ جہاد سے اس کو زندہ ہوش و حواس کے ساتھ اٹھایا گیا ہو ۱۲

لا یحبّ المعتدین ابو بکر عن راشد بن سعد عن عمر قال تکفّن المرأۃ فی خمسۃ اثواب الدرع والخمار والرداء والازار والخرقۃ ابو بکر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنی بمجمر ابو بکر عن ابن عمر رأیت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر یمشون امام الجنازۃ ابو بکر عن یحیی بن راشد قال عمر حین حضرتہ الوفاۃ لابنہ اذا خرجتم بی فاسرعوا بی المشی ابو بکر عن ابن مغفل قال عمر لا تتبعنی امرأۃ ابو حنیفۃ عن حمّاد عن ابراہیم ان النّاس کانوا یصلّون علی الجنائز خمسًا وستًّا واربعًا حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمّ کبّروا بعد ذلک فی ولایۃ ابی بکر حتّی قبض ابو بکر ثم ولی عمر بن الخطاب ففعلوا ذلک فی ولایتہ فلما رأی ذلک عمر بن الخطاب قال انکم معشر اصحاب محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم متی ما تختلفون یختلف من بعدکم والناس حدیث عہد بالجاہلیۃ فاجمعوا علی شیٔ یجتمع بہ علیہ من بعدکم

پسند نہیں کرتا۔ ابو بکر راشد بن سعدؒ سے، عمرؓ نے فرمایا کہ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جاتے درع اور خمار اور ردا، اور ازار اور خرقہ۔ ابو بکر از ابنِ مغفل، عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پیچھے انگیٹھی (خوشبو دار دھونی کے لئے) لے کر نہ چلنا۔ ابو بکر از ابن عمرؓ، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا کہ جنازے کے آگے چلتے تھے۔ ابو بکر از یحیے بن راشد، حضرت عمرؓ نے جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب تم مجھے لے کر چلو تو تیز رفتار کے ساتھ چلنا۔ ابو بکر ابنِ مغفل سے، عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی عورت میرے پیچھے نہ چلے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے، کہ لوگ جنازوں کی نمازوں پر پڑھا کرتے تھے پانچ اور چھ اور چار (یعنی تکبیرات۔ کوئی پانچ کہتا، کوئی چھ، کوئی چار) یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پھر اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں بھی یونہی تکبیرات ہوتی رہیں یہاں تک کہ ابو بکرؓ کی وفات ہوگئی۔ پھر خلیفہ ہوئے عمرؓ بن الخطاب تو لوگوں نے اُن کی خلافت کے زمانہ میں بھی اُسی طرح کیا۔ جب یہ (اختلاف) عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا تو اُنھوں نے (اصحاب کو جمع کر کے فرمایا) کہ تم لوگ اصحابِ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کا گروہ ہو جب تم ہی مختلف رہو گے تو جو تمھارے بعد والے ہیں وہ بھی مختلف رہیں گے اور لوگوں کو زمانۂ جاہلیت سے لوٹے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تو تم کو ایک چیز پر متفق ہو جانا چاہیئے جس پر تمھارے بعد کے لوگ متفق رہیں۔

ع۵ درع یعنی کُرتہ۔ جو گلے سے لے کر پاؤں تک ہوتا ہے، لیکن نہ اس میں کلیاں ہوں اور نہ آستین۔ خمار یہ تین ہاتھ لمبا کپڑا ہوتا ہے جو بالوں کو چھپا لے اس کو سربند کہتے ہیں ردا، یعنی چادر۔ ازار سر سے پاؤں تک ایک کپڑا ہوتا ہے۔ ردا اُس سے ایک ہاتھ لبی ہوتی ہے۔ خرقہ سینہ بند کو کہتے ہیں جو چھاتیوں سے لیکر رانوں تک اتنا لمبا چوڑا ہوتا ہے کہ بندھ جاتے اگر کوئی تین کپڑوں ازار اور چادر اور سربند پر اکتفا کرے تو یہ بھی درست ہے۔ ۱۲ مترجم

فاجمع رأی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ینظروا آخر جنازۃ کبّر علیہ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم حتے تقبض فیاخذون به ویرفضون ما سوٰی ذلک فوجدوا آخر جنازۃ کبّر علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا البیہقی عن سعید بن المسیّب عن عمر انہ قال کل ذٰلک قد کان اربعا و خمسا فاجمعنا علی اربع ابوبکر عن ابی وائل جمع عمر الناس فاستشارہم فی التکبیر علی الجنازۃ فقال بعضہم کبّر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا و قال بعضہم کبّر سبعا وقال بعضہم کبّر اربعا فجمعہم علی اربع تکبیرات کاطول صلوٰۃ ابوبکر عن ابراہیم اختلف اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التکبیر علی الجنازۃ ثم اتفقوا بعد علی اربع تکبیرات ابوبکر عن سعید بن المسیّب کان عمر یقول فی الصلوٰۃ علی المیّت ان کان مسآء قال اللّٰہم امسٰی عبدک وان کان صباحا قال اللہم اصبح عبدک قد تخلّٰی من الدنیا و ترکہا لاہلہا واستغنیت منہ وافتقر الیک کان یشہد ان لا الٰہ الا انت وان محمدا عبدک و

بالآخر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اس پر متفق ہوگئی کہ وہ اُس آخری جنازہ پر نظر کریں جس پر اپنی وفات سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی تھی پھر سب لوگ اسی کو اختیار کرلیں اور اس کے سوا دوسرے طریقہ سے ہٹ جائیں تو انھوں نے اس آخری جنازے پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی چار تکبیریں پائیں۔ بیہقی از سعید بن المسیب از عمرؓ، انھوں نے کہا کہ وہ سب (روایات) چار اور پانچ (تکبیرات) کی تھیں پھر ہم نے اجماع کرلیا چار پر۔ ابوبکر ابو وائل سے، عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا پھر اُن سے مشورہ کیا جنازے پر تکبیر پڑھنے کے بارے میں تو بعض لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ تکبیریں پڑھی ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ سات تکبیریں پڑھیں اور بعض نے کہا کہ چار تکبیرات پڑھیں پھر سب کا اجماع ہوگیا چار تکبیرات پر مانند سب سے لمبی نماز کے (کہ اس میں چار رکعات ہوتی ہیں)۔ ابوبکر ابراہیم سے، مختلف ہوتے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر تکبیر کے بارے میں پھر بعد میں متفق ہوگئے چار تکبیرات پر۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے، عمرؓ کہا کرتے تھے... میت کی نماز میں اگر شام کا وقت ہوا تو یوں کہتے اللّٰھم امسٰی عبدك (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر شام کا وقت اس طرح آیا کہ) اور اگر صبح کا وقت ہوا تو کہتے اَللّٰھم اصبح عبدك (یعنی یا اللہ آپ کے بندے پر صبح کا وقت اس طرح آیا کہ) قد تخلّٰی من الدنیا و ترکہا الخ (ترجمہ) وہ دنیا سے یکسو ہوا اور اس کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ گیا اس حال میں کہ آپ اُس سے مستغنی ہیں اور وہ آپ کا محتاج ہے اور وہ اس بات کی شہادت دیا کرتا تھا کہ کوئی معبود نہیں بجز آپ کے اور یہ کہ محمدؐ آپ کے بندے اور

رسولک فاغفرلہٗ ذنبہٗ۔ ابو بکر عن جابر بن
عبد اللہ قال ما باح لنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولا ابو بکر ولا عمر فی الصلوٰۃ
علی المیت بشیٔ قلت یعنی لم یوقتوا الشیٔ
من الدعاء۔ ابو بکر عن عروۃ ما صلی علی ابی بکر
الا فی المسجد مالک ان عمر بن الخطاب صلی
علیہ فی المسجد ابو بکر عن عبد الرحمٰن بن ابزی
ماتت زینب بنت جحش فکبر علیہا عمر اربعا
ثم سأل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من یدخل قبرہا فقلن من کان یدخل
علیہا فی حیاتہا ابو بکر ان عمر انتظر
ابن ام عبد فی الصلوٰۃ علی عتبۃ بن
(عبد اللہ بن مسعود)
مسعود ابو بکر عن ابن عمر لحد لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ولابی بکر ولعمر ابو بکر عن الحسن
اوصی عمر ان یجعل عمق قبرہ قامۃ وبسطۃ ابو بکر
عن ابی مالک الاشجعی عن عمر انہ کان یقول
اذا ادخل المیت قبرہ اللہم اسلمہ الیک
الاہل والمال والعشیرۃ والذنب عظیم
فاغفر لہ ابو بکر عن اسمٰعیل بن محمد بن السباق
ان عمر دفن ابابکر لیلاً ثم دخل المسجد
فاوتر بثلاث ابو بکر عن ابی وائل ماتت
امی وہی نصرانیۃ فاتیت عمر فذکرت
ذلک لہ فقال ارکب دابۃ
وسر امامہا ابو بکر عن عمرو
ہو ابن دینار

آپ کے رسول ہیں تو آپ اس کے گناہ بخش دیجئے۔" ابو بکر جابر بن عبد اللہ سے، کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ابو بکرؓ نے اور عمرؓ نے میت پر نماز کے بارے میں کسی (دعا) کی صراحت نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ انھوں نے کسی چیز کی از قبیل دعا۔ پابندی عائد نہیں کی۔ ابو بکر عروہ سے، نہیں نماز پڑھی گئی ابو بکرؓ پر مگر مسجد میں۔ مالکؒ، عمرؓ بن الخطاب پر مسجد میں نماز پڑھی گئی۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن ابزی سے، زینبؓ بنت جحش کا انتقال ہوا تو ان پر عمرؓ نے چار تکبیریں پڑھیں۔ پھر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی قبر میں کون اتریگا تو انھوں نے کہا کہ جو ان کی زندگی میں ان کے پاس آتے تھے۔ ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن مسعودؓ پر نماز پڑھنے میں ابن ام عبد (یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ) کا انتظار کیا۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے لئے لحد بنائی گئی۔ ابو بکر حسنؓ سے، عمرؓ نے وصیت کی کہ ان کی قبر کی گہرائی قد کے برابر اور کشادہ رکھی جائے۔ ابو بکر ابو مالک الاشجعی سے وہ عمرؓ سے کہ جب کسی میت کو اس کی قبر میں داخل کیا جاتا تھا تو وہ یہ کہا کرتے تھے، یا اللہ اس کے اہل اور مال اور رشتہ دار سب اس کو آپ کے سپرد کر رہے ہیں (اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں) اور گناہ بہت بڑے ہیں تو آپ اس کی مغفرت کر دیجئے۔ ابو بکر اسمٰعیل بن محمد بن السباق سے کہ عمرؓ نے ابو بکرؓ کو رات میں دفن کیا پھر داخل ہوئے مسجد میں اور تین وتر پڑھے۔ ابو بکر ابو وائل سے، میری ماں کا انتقال ہو گیا اور وہ نصرانیہ تھی تو میں عمرؓ کے پاس آیا اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو کہا کہ کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اس کے جنازے کے آگے چلنا۔ ابو بکر عمروؓ سے اور وہ ابن دینار ہیں،

ماتت امرأۃ بالشام وفی بطنھا ولد من مسلم وھی نصرانیۃ فأمر عمر ان یدفن مع المسلمین من اجل ولدھا ابوبکر عن عامر یعنی الشعبی ان عمر صلّی علی عظام بالشام ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم اخبرنی من رأی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقبر ابی بکر وقبر عمر مسنمۃ (کوہان دار) ناشزۃ (بلند) من الارض علیھا فلق (قطعات) من مدر (کلوخ) ابیض ابوبکر عن ھلال بن یساف خطب عمر بمنی علی جمل فقال لاتسبوا الاموات فان مایسب بہ المیت یؤذی بہ الحی ابوبکر والبخاری وغیرھما عن ابی الاسود الدیلی قدمت المدینۃ و قد وقع بھا مرض فجلست الی عمر بن الخطاب فمرت بھم جنازۃ فاثنی علیھا خیر فقال عمر وجبت ثم مر باخری فاثنی علیھا شر فقال عمر وجبت فقلت وما وجبت یا امیر المومنین قال قلت کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ایما مسلم شھد لہ اربعۃ بخیر ادخلہ اللہ الجنۃ فقلنا وثلثۃ قال وثلثۃ فقلنا واثنان قال واثنان ثم لم نسألہ عن الواحد ابوبکر عن عمرو بن میمون عن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک عورت کا شام میں انتقال ہوا جس کے پیٹ میں ایک مسلمان کا بچہ تھا اور یہ عورت نصرانیہ تھی تو عمرؓ نے بوجہ اس کے بچہ کے حکم دیا کہ اس کو مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ ابوبکر عامر شعبی سے کہ عمرؓ نے شام میں ہڈیوں پر نماز پڑھی۔ ابوحنیفہؒ حماد سے اور وہ ابراہیم سے، خبر دی مجھ کو اس نے جس نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اور ابوبکرؓ کی قبر اور عمرؓ کی قبر سب درمیان سے کوہان کی طرح زمین سے اُٹھی ہوتی ہیں اور لمبی ہیں۔ ان پر سفید مٹی کے باریک ڈھیلے تھے۔ ابوبکر ہلال ابن یساف سے، عمرؓ نے اونٹ پر بیٹھے ہوتے منیٰ میں خطبہ دیا فرمایا کہ مُردوں کو گالیاں مت دو کیونکہ ان گالیوں کے الفاظ سے زندوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ ابوبکر اور بخاری وغیرہما ابوالاسود دئلی سے، میں مدینہ میں آیا جب کہ وہاں بیماری پھیل رہی تھی تو میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس بیٹھ گیا تو ان پر ایک جنازے کا گزر ہوا اور اس کے حق میں کلماتِ خیر کہے گئے تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ پھر ان پر ایک اور جنازہ گزرا تو اُس کا ذکر بُرائی سے کیا گیا پھر عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ تو میں نے کہا کیا واجب ہوگئی اے امیر المؤمنینؓ۔ فرمایا کہ میں نے اسی طرح کہا جیساکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان پر چار آدمی نے خیر کی گواہی دیدی اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کردے گا۔ ہم نے کہا اور تین تو فرمایا کہ تین بھی۔ پھر ہم نے کہا اور دو تو فرمایا کہ اور دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ (اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء واضح ہوگیا کہ چار سے مراد عددِ خاص نہیں بلکہ مطلقاً زبانِ خلق ہے ۱۲ مترجم) ابوبکر از عمرو بن میمون از عمرؓ، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ سے

كان يتعوّذ بالله من الجُبن والبخل وعذاب القبر وفتنة الصدر[ع] ابوبكر عن ابن عمر عن عمر عن النبى صلے الله عليه وسلم قال الميّت يُعذَّب فى قبره بالنياحة البيهقى عن ابن عباس عن عمر نحوًا من ذلك ابوبكر عن نافع ان حفصة بكت على عمر فقال لها مهلاً يا بُنيّة الم تعلم ان النبى صلے الله عليه وسلم قال انّ الميّت يُعذَّب ببكاء اهله عليه ابوبكر عن ابى عثمان اتيتُ عمر بنعي النعمان بن مُقرن فوضع يده على راسه وجعل يبكى ابوبكر عن شقيق اجتمع نسوةٌ يبكين على خالد بن الوليد فقال عمر ما عليهن ان يُهرِقنَ من دموعهن على ابى سليمان مالم يكن نقعٌ[ع] او لقلقةٌ[ع] كتاب الزكوٰة مالك انه قرأ كتابَ عمر بن الخطاب فى الصدقة قال فوجدتُ فيه بسم الله الرحمٰن الرحيم هذا كتابُ الصدقة فى اربع وعشرين من الابل فدونها الغنمُ فى كلّ خمس شاةٌ وفيما فوق ذلك الى خمس وثلثين بنتُ مخاضٍ فان لم يكن بنتُ مخاضٍ فابنُ لبونٍ ذكرٌ وفيما فوق ذلك الى خمس واربعين ابنةُ لبونٍ وفيما فوق ذلك الى ستين حِقّةٌ

پناہ مانگا کرتے تھے بزدلی سے اور بخل سے اور عذاب قبر سے اور سینے کے فتنہ سے۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے وہ عمرؓ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے نوحہ کرنے سے۔ بیہقی از ابن عباسؓ از عمر رضی اللہ عنہ مثل روایت مذکور۔ ابوبکر از نافع کہ حفصہؓ روئیں حضرت عمرؓ پر تو آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تحمّل کر کیا تو نہیں جانتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے اس پر اس کے متعلقین کے رونے سے۔ ابوبکر ابو عثمان سے کہا کہ میں عمرؓ کے پاس آیا نعمان بن مقرن کی موت کی خبر لیکر تو انھوں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور رونا شروع کر دیا۔ ابوبکر شقیق سے، جمع ہو گئیں عورتیں جو پکار کر رہی تھیں خالدؓ بن الولید پر تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان پر کوئی گناہ نہیں اس سے کہ وہ ابو سلیمانؓ پر آنسو بہائیں جب تک سروں پر خاک ڈالنا اور چیخنا چلّانا نہ ہو۔ کتاب الزکوٰۃ۔ مالکؒ، انھوں نے پڑھا مکتوب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا صدقہ کے بارے میں۔ کہا کہ میں نے اس میں یہ دیکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ مکتوب ہے صدقہ کے بیان میں۔ چوبیس اونٹوں میں اور اس سے کم میں بکریاں ہیں۔ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری۔ اور اس سے زیادہ پینتیس تک بنت مخاض ہے۔ اگر بنتِ مخاض نہ ہو تو ابن لبون نر اور اس سے اوپر پینتالیس تک بنتِ لبون ہے۔ اور اس سے اوپر ساٹھ تک حِقّہ ہے (یعنی تین برس کی اونٹنی جو چوتھے میں

ع فتنۃ الصدر یعنی سینہ کے فتنہ سے اخلاقِ مذمومہ اور عقائدِ باطلہ مراد ہیں جو سینہ سے متعلق ہیں ۱۲ ع نقع کے معنے ہیں بلند ہونا آواز کا اور غبار کا اور فریاد۔ لقلقۃ اضطراب و شدّت ملی ہوئی آواز کو کہتے ہیں ۱۲ س بنتِ مخاض بچہ ناقہ جو دوسرے سال میں ہو اور ابن لبون وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو اور بنتِ لبون بچہ مادہ جو تیسرے سال میں ہو اور حِقّہ وہ ناقہ جو چوتھے سال میں ہو۔ طروقۃ الفحل کے معنے ہیں کہ وہ نر کی جفتی کے قابل ہو جائے اور جذعہ وہ ہے جو پانچویں سال میں ہو ۱۲

طروقۃ الفحل وفیما فوق ذلک الی خمس و
سبعین جذعۃ وفیما فوق ذلک الی تسعین
بنتا لبون وفیما فوق ذلک الی عشرین و مائۃ
حقتان طروقتا الفحل فما زاد علی ذلک من
الابل ففی کل اربعین بنت لبون و فی
کل خمسین حقۃ وفی سائمۃ الغنم اذا بلغت
اربعین الی عشرین و مائۃ شاۃ وفیما فوق
ذلک الی مائتین شاتان وفیما فوق ذلک الی
ثلث مائۃ ثلث شیاہ فما زاد علی ذلک ففی
کل مائۃ شاۃ و لا یخرج فی الصدقۃ تیس
ولا ہرمۃ ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق
ولا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع
خشیۃ الصدقۃ و ماکان من الخلیطین فانہما
یتراجعان بینہما بالسویۃ وفی الرقۃ اذا بلغت خمس
اواق ربع العشر الشافعی عن انس بن عیاض
عن موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر ہذا
کتاب الصدقۃ وفی اربع وعشرین من الابل
مثل ما قال مالک قلت قد شرحنا ہذا الکتاب
فی المسوی شرح الموطا علی المذہبین مذہب ابی
حنیفۃ و مذہب الشافعی ابوبکر عن الحسن
کتب عمر الی ابی موسی

لگی ہو) کہ اس قابل ہو کہ نر اس سے جفت ہو سکے۔ اور اس سے اوپر پچھتر تک ایک جذعہ ہے اور اس سے اوپر نوّے تک دو بنتِ لبون ہیں اور اس سے اوپر ایک سو بیس تک دو حقّہ ہیں جو اس قابل ہوں کہ نر اُن سے جفت ہو سکے۔ اور جب اونٹ اس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر چالیس میں ایک بنتِ لبون اور ہر پچاس میں ایک حقّہ۔ اور جنگل[ع۵] میں چرنے والی بکریوں میں جب وہ چالیس ہو جائیں ایک سو بیس تک ایک بکری ہے اور اس سے اوپر تین سو تک تین بکریاں اور جو اس سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری۔ اور صدقہ میں تیس نہ نکالا جائے (یعنی وہ بکرا جو جفتی کے لئے ہو) اور نہ بوڑھی بکری اور نہ عیب دار بجز اس کے جو صدقہ دینے والا چاہے۔ اور جمع[ع۶] نہ کیا جائے جدا جدا کو اور جدا جدا نہ کیا جائے مجتمع کو صدقہ کے اندیشہ سے۔ اور جو (ریوڑ) دو ساجھیوں کا ہوگا تو وہ دونوں آپس میں برابر برابر کا حساب کرلیں۔ اور چاندی میں جب پانچ اوقیے (یعنی دو سو درہم) تک پہنچ جائے دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصہ) ہے۔ شافعیؒ انس بن عیاض سے وہ موسیٰ ابن عُقبہ سے وہ نافع سے وہ ابن عمرؓ سے یہ کتاب (مکتوب) صدقہ ہے اور اونٹوں میں سے چوبیس میں، حسب روایت امام مالکؒ۔ میں کہتا ہوں کہ ہم نے المسوّی شرح موطا میں اس مکتوب کی شرح کردی ہے مذہب ابو حنیفہؒ اور مذہب شافعیؒ دونوں کے اعتبار سے۔ ابوبکر حسنؒ سے، عمرؓ نے ابوموسیٰؓ کو لکھا۔

ع۵ گھر میں پلی ہوئی بکریوں پر جن کو مول لے کر چارہ کھلایا جاتا ہے زکوٰۃ نہیں ہے ۱۲ مترجم ع۶ اس میں صدقہ دینے والے مالک اور لینے والے دونوں کے حق میں نہی کا احتمال ہے۔ مالک کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اس نے زکوٰۃ کے خوف سے اُن کو جدا جدا کر دیا یا دوسرے شخص کے اسی قدر مال کے ساتھ اپنے مال کو مخلوط کر دیا تاکہ اس کے ذمہ آدھی بکری واجب ہو۔ اور لینے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں۔ محصّل زکوٰۃ ان کو چالیس چالیس کے تین حصوں میں تقسیم کردے تاکہ تین بکریاں واجب ہو جائیں۔ یا یہ صورت تھی کہ چالیس متفرق بکریاں دو آدمیوں کی تھیں وہ اُن کو جمع کرلے تاکہ نصاب کامل ہو جائے ۱۲

فمازاد علی المأتین ففی کل اربعین درہمًا درہمٌ قلتُ معناہ عند ابی حنیفۃ لایؤخذ فی اقلّ من الاربعین اذازاد علی مأتینِ وعندالشافعی ہذا بیانَ الکسر ببیانِ مخرجہ مالکٌ والشافعی عن سُفیان بن عبداللہِ الثقفی ان عمربن الخطاب بعثہٗ مُصدِّقًا فکانَ یَعُدُّ علی الناسِ بالسخلِ فقالوا اَتعدُّ علینا بالسخلِ ولا تاخذ منہ شیئًا فلمّا قدِم علی عمربن الخطاب ذکرَ ذلک لہٗ فقال عمر نعم نعدُّ علیہم بالسخلۃ یحملُہا الراعی ولا ناخذھا ولا ناخذُ الاکولۃَ ولا الرُّبّٰا ولا الماخضَ ولا فحلَ الغنمِ وناخذُ الجذعۃَ والثنیّۃَ وذٰلکَ عدلٌ بینَ غِذآءِ الغنم وخیارِہٖ والسخلۃُ الصغیرۃُ حین تُنتجُ والرُّبّٰا التی قد وُضِعت فہی تُربّی ولدَھا والماخِضُ ہیَ الحامل والاکولۃ ہی شاۃُ اللحم التی تُسمَّنُ لِتُوکَلَ ابوبکر قالَ عُمر اذا وقفَ الرجلُ علیکم غنمہ

توجو کچھ دوسو (درہم) سے زیادہ ہو اُس میں ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہیں کہ جب دوسو سے بڑھے تو چالیس سے کم میں کیا جاتے اور شافعیؒ کے نزدیک بیانِ مخرج کے ساتھ یہ کسر کا بیان ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سفیان بن عبداللہ ثقفی سے کہ ان کو عمرؓ بن الخطاب نے مصدِّق (وصول کُنندہ صدقات) بناکر بھیجا، تو وہ لوگوں کے پاس جو بکری کے بچے تھے ان کو (نصاب میں) شمار کرتے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ہمارے بکری کے بچّوں کو (نصاب میں) شمار تو کر لیتے ہو اور ان میں سے کچھ لیتے نہیں ہو۔ تو جب سفیان عمرؓ بن الخطاب کے پاس آتے تو اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ نے کہا ہاں ہم ایسے بکری کے بچوں کو بھی شمار کرتے ہیں جن کو چرواہا اپنے اوپر اٹھاتا ہے اور ہم اس کو نہیں لیتے اور اس کو بھی نہیں لیتے جو اکولہ ہوتی اور نہ رُبّٰا کو لیتے ہیں اور نہ ماخض کو لیتے ہیں اور نہ بکریوں کو گابھن کرنے والے نر کو لیتے ہیں (یہ کیا تھوڑی سی رعایت ہے؟) ہم جذعہ (یعنی چھ ماہ سے زیادہ کی بھیڑ) اور ثنیّہ (یعنی ایک سال سے زیادہ کی بکری) کو لیتے ہیں اور یہ درمیانی درجہ ہے بکری کے چھوٹے بچوں اور اُن کے بہترین درجہ کی بکریوں کے مابین۔ سخلۃ چھوٹا سا بچہ جو حال میں پیدا ہوا ہو رُبّٰا جس نے بچے دیتے ہوں اور وہ اپنے بچوں کو پال رہی ہو ماخض جو گیابھن ہو۔ اکولہ گوشت والی بکری جس کو کھانے کے لئے موٹا کیا گیا ہو ابوبکر، عمرؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تمھارے سامنے بکریاں

ع۵ غذار جمع ہے غذی بروزن غنی کی جس کے معنے ہیں بکری کا بچہ۔ لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ نصاب زکوٰۃ میں جب کہ بکری کے چھوٹے سے بچہ کو بھی تم گنتی میں لے لیتے ہو تو بچوں کو زکوٰۃ میں لینا بھی چاہیئے۔ اس پر فرمایا کہ ہم بچہ کو شمار میں لیتے ہیں اور زکوٰۃ میں نہیں لیتے تو جو تمھارا بہترین مال یعنی عمدہ بکریاں ہوتی ہیں وہ بھی تو نہیں لیتے تو ہم نے زکوٰۃ میں اوسط درجہ کو اختیار کر لیا جو گھٹیا اور عمدہ کا درمیانی مرتبہ ہے۔ یہ بمقتضائے عدل کیا گیا ہے ۱۲

فأصدعوها صدعين ثم اختاروا من
النصف الآخر. ابو بكر عن مجاهد عن عمر ليس
في الخضراوات زكوٰة. الشافعي عن عمرو بن
دينار ان عمر بن الخطاب قال ابتغوا في
اموال اليتامى لا تستهلكها الزكوٰة. ابو بكر
عن الزهري ومكحول عن عمر نحوًا من ذلك
البيهقي سُئل عمر بن الخطاب أعلى
المملوك زكوٰة؟ قال لا قيل على من هي
فقال على مالكه. الشافعي عن ابن شهاب
ان ابابكر وعمر لم يكونا يأخذان الصدقة
نسيئة ولكن يبعثان عليها في الجدب
والخصب والسمن والعجف لأن اخذها
في كل عام من رسول الله صلى الله عليه
وسلم سنة. الشافعي روى عن عمر انه اخّر
الصدقة عام الرمادة ثم بعث مصدقًا
فأخذ عقالين عقالين وليس بثابت
الشافعي قد كانت النواضح على عهد
رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفائه فلم
أعلم احدًا روى ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم اخذ منها صدقة ولا احدًا من
خلفائه ولا شك ان شاء الله ان كان يكون
للرجل الخمس واكثر. مالك والشافعي
عن سليمان بن يسار ان اهل الشام
قالوا لابي عبيدة بن الجراح
خذ من خيلنا صدقة فابى

لے کر ٹکڑا ہو تو ان کو دو ٹکڑیوں میں کر دو نصف آخر میں سے تم
زکوٰۃ کے لئے منتخب کر لو۔ ابو بکر از مجاہد از عمرؓ فرمایا کہ سبزیوں
یعنی ترکاریوں، میووں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ شافعیؒ عمرو بن دینار
سے، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یتامیٰ کے اموال کو تجارت
میں لگاتے رہو، ایسا نہ ہو کہ ان کو زکوٰۃ ختم کر دے۔ ابو بکر
زہری و مکحول سے، عمرؓ سے حسب روایت مذکورہ۔ بیہقی عمرؓ
ابن الخطاب سے پوچھا گیا کیا مملوک پر زکوٰۃ ہے؟ کہا کہ نہیں!
کہا گیا کہ کس پر ہے؟ تو فرمایا کہ اس کے مالک پر۔ شافعیؒ ابن
شہاب سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ صدقہ میں ادھار قبول نہیں کیا
کرتے تھے یہ دونوں حضرات (وصول صدقات کے لئے) بھیجا
کرتے تھے قحط میں اور ارزانی میں اور فربہی کے زمانہ میں اور
لاغری کے زمانہ میں کیونکہ اس کا وصول کرنا ہر سال میں سنت
ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ شافعیؒ نے
روایت کیا عمرؓ سے کہ انھوں نے (ایک قحط کے سال) عام الرمادہ
میں صدقہ کو مؤخر کر دیا تھا پھر بھیجا صدقات لینے والوں کو
اور (دو سال کی زکوٰۃ) دو دو مہار شتر وصول کی۔ اور یہ ثابت
نہیں۔ شافعیؒ کہتے ہیں پانی لانے والے اونٹ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاءؓ کے عہد میں موجود تھے مگر میں
نہیں جانتا کہ کسی نے یہ روایت کیا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے یا آپ کے خلفاءؓ میں سے کسی نے ان میں سے
صدقہ وصول کیا ہو اور کوئی شک نہیں اگر اللہ چاہتا تو ایسا
ہوتا۔ بیشک ایک (پانی ڈھونے والے) آدمی کے پاس پانچ
اور اس سے زیادہ اونٹ ہوتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ سلیمان
ابن یسار سے، کہ اہل شام نے ابو عبیدہؓ بن الجراح سے کہا کہ ہمارے
گھوڑوں میں سے صدقہ لے لیجئے تو انھوں نے انکار کر دیا

ثم كتب الى عمر بن الخطاب فأبى عمر
ثم كلموه ايضا فكتب اليه عمر ان احبوا
فخذها منهم وارددها عليهم وارزق رقيقهم
قال مالك وارددها عليهم بقول على
فقرائهم ابو بكر عن شبل عن عمر نحوا من
ذلك الشافعي عن السائب بن يزيد ان
عمر امر ان يؤخذ من الفرس شاتين
او عشرة او عشرين درهما ابو بكر ان عمر
كان يؤتے بصدقة الخيل قلت وجه
الجمع انهم بذلوا صدقة خيلهم ورقيقهم
طوعا من غير ان تكون واجبا عليهم
فقبل عمر ذلك كذلك جمع الشافعي
وغيره وقال الشافعي سمعت بعض من
لا يقول بنصاب خمسة اوساق يقول
قد قام بالامر بعد النبي صلے الله عليه و
سلم ابو بكر وعمر وعثمان وعلي واخذوا
الصدقات في البلدان اخذا عاما
زمانا طويلا فما روي عنهم انهم قالوا
ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة ما رواه
عن النبي صلے الله عليه وسلم الا ابو سعيد
الخدري ثم اجاب الشافعي بما حاصله
ان الحديث صحيح من رواية ابي سعيد
و جابر موجود في كتاب عمرو

پھر ابو عبیدہ رضؓ نے عمر رضؓ بن الخطاب کو لکھا تو عمر رضؓ نے بھی انکار کر دیا۔ پھر لوگوں نے اُن سے وہی گفتگو کی تو عمر رضؓ نے لکھا کہ اگر یہ لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں تو اس کو ان لوگوں سے لو اور اس کو ان پر لوٹا دو اور اُن کے لونڈی غلاموں کو دے دو (کہ وہ اُن سے منتفع ہوں) مالکؒ کے قول کہ "اس کو ان پر لوٹا دو" کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے فقراء پر لوٹا دو۔ ابو بکر شبل سے وہ عمر رضؓ سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ سائب بن یزید سے، کہ عمر رضؓ نے حکم دیا کہ گھوڑے سے (صدقہ میں) دو بکریاں لے لیجائیں یا دس یا بیس درہم لے لیے جائیں۔ ابو بکر نے کہا کہ عمر رضؓ کے پاس گھوڑوں کا صدقہ لایا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع روایات کی یہ صورت ہے کہ انھوں نے اپنے گھوڑوں اور لونڈی غلاموں کا صدقہ اپنی خوشی سے نکالا بغیر اس کے کہ ان کے اوپر واجب ہو اور عمر رضؓ نے اس کو قبول کر لیا۔ اسی طرح جمع کیا شافعیؒ وغیرہ نے۔ اور کہا شافعیؒ نے کہ میں نے بعض ایسے لوگوں سے جو پانچ اوساق کے نصاب کے قائل نہیں ہیں سنا کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوتے ابو بکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور انھوں نے عام طور پر اور زمانۂ طویل تک شہروں میں صدقات وصول کئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں کیا گیا کہ انھوں نے یہ کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بجز ابو سعید خدری رضؓ کے کسی نے بھی روایت نہ کیا۔ پھر شافعیؒ نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے ابو سعیدؓ اور جابر رضؓ کی روایت سے جو عمرو

ع۵ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے یعنی تین سو بیس رطل کا ملک حجاز میں۔ اور ملکِ عراق میں چار سو اسی رطل کا ۱۲ مترجم

ابن حزم فوجب العمل به ولم یذکرہ عن
الائمۃ ان الحدیث ظهر فی زمانهم فتکلموا
فیه قلت بل ذکر مالک سنۃ اهل
المدینۃ علی ما روینا عن ابی سعید
البیهقی عن مطر الانصاری ان النبی
صلی اللہ علیه وسلم لم یکن یخرص
العرایا ولا ابوبکر ولا عمر قلت الاوجه
عندی ان المراد بالعرایا ما دون خمسۃ
اوسق وسیأتیک من حدیث مالک والشافعی
فی البیوع ما یشهد لذلک الشافعی فی
القدیم عن بشیر بن یسار ان عمر بن
الخطاب کان یبعث اباخیثمۃ خارصا (اندازہ کنندہ)
یخرص النخل فیأمرہ اذا وجد القوم فی
حائطهم ان یدع لهم قدر ما یأکلون البیهقی
عن عثمان بن عطاء الخراسانی ان عمر بن
الخطاب قال فیه العشر یعنی الزیتون اذا
بلغ خمسۃ اوسق من عصیرہ اخذ عشر
زیته البیهقی عن عمرو بن شعیب عن
ابیه عن جدہ ان رجلا جاء الی رسول
اللہ صلی اللہ علیه وسلم بعشور نحل له
وسأله ان یحمی وادیا یقال له سلبۃ
فحماہ له فلما ولی عمر کتب سفیان بن وهب
الی عمر بن الخطاب یسأله عن ذلک
فکتب عمر ان ادی الیک ما کان یؤدی

ابن حزم کی کتاب میں موجود ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور ائمہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے زمانہ میں ظاہر ہوئی ہو پھر انھوں نے اس میں کلام کیا ہو۔ میں کہتا ہوں بلکہ مالکؒ نے بربنار روایت ابو سعید اس کو اہل مدینہ کی سنت ذکر کیا ہے۔ بیہقی مطر الانصاری سے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرایا پر کَن (اندازہ) نہیں کرایا کرتے تھے اور نہ ابوبکرؓ اور نہ عمرؓ۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ عرایا سے مراد ہے وہ کہ جو پانچ وسق سے کم ہو۔ اور تمھارے سامنے مالکؒ اور شافعیؒ کی حدیث عنقریب بیوع کے باب میں آئے گی جو اس کی شہادت دیگی۔ شافعیؒ مسلک قدیم میں، بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ عمرؓ بن الخطاب ابو خیثمہ کو اندازہ کرنے والا بناکر بھیجا کرتے تھے جو کھجوروں کا اندازہ کرتے تھے اور ان کو یہ حکم دیتے تھے کہ اگر وہ کچھ لوگوں کو ان کے باغ میں پائیں تو اتنی مقدار چھوڑ دیں جو اُن کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ بیہقی عثمان ابن عطاء خراسانی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ اس میں دسواں حصہ ہے یعنی زیتون میں جب اس کا شیرہ (یعنی تیل) پانچ وسق تک پہنچ جاتے تو اس کے تیل کا دسواں حصہ لے لیا جائے۔ بیہقی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے شہد کا عشر لایا اور آپ سے درخواست کی کہ اس وادی کو جس کو سلبہ کہا جاتا تھا اس کے ٹھیکہ میں دیدیں تو آپؐ نے اس کو ٹھیکہ میں دیدیا۔ پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وہب نے عمرؓ بن خطاب کو خط لکھا جس میں اس کے بارے میں دریافت کیا تو عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ تم کو شہد کا

ع۵ عرایا جمع ہے عریہ کی جسکے معنے اس درخت خرما کے ہیں جو عاریۃً کسی محتاج کو دیا جائے کہ وہ اس کا پھل اپنے اوپر صرف کرے ۱۲

الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من
عشور نحلہ فاحم لہ سلبۃ والا فانما
ہو ذباب غیث یاکلہ من شاء (عام وادی ۱۲) قلت
ہذا مفسر لیس بعدہ اشتباہ فی العسل
الشافعی عن ابی عمرو بن حماس ان اباہ
قال مررت بعمر بن الخطاب وعلی عنقی
ادمۃ (جمع ادیم ۱۲) احملہا فقال عمر الا تؤدی
زکوتک یا حماس فقلت یا امیر المؤمنین
مالی غیر ہذا الذی علی ظہری واہبۃ فی
القرظ قال ذاک مال فضع فوضعتہا
بین یدیہ فحسبہا فوجدہا قد وجبت فیہا
الزکوۃ فاخذ منہا الزکوۃ مالک والشافعی
عن عائشۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ
وسلم انہا قالت مر علی عمر بن
الخطاب بغنم من الصدقۃ فرای
فیہا شاۃ حافلا (کثیر اللبن ۱۲) ذات ضرع (پستان ۱۲)
عظیم فقال عمر بن الخطاب ماہذہ الشاۃ
فقالوا شاۃ من الصدقۃ فقال عمر
ما اعطی ہذہ اہلہا وہم طائعون لاتفتنوا
الناس لاتاخذوا حزرات المسلمین (جمع حزرہ بمعنی مال عمدہ ۱۲)
نکبوا عن الطعام مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ قال سمعت عمر بن
الخطاب یقول حملت علی
فرس عتیق فی سبیل اللہ و
کان الرجل ہو الذی عندہ

دسواں حصہ ادا کرتا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
ادا کرتا رہا ہے تو سلبہ کو اس کے ٹھیکہ میں رہنے دو ورنہ
وہ بارش کی مکھیاں ہیں جو شخص ان میں سے کھانا چاہے کھائے
میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر شدہ ہے اس کے بعد شہد میں کوئی اشتباہ
نہیں ہے۔ شافعیؒ ابی عمرو بن حماس سے۔ کہ ان کے باپ نے کہا کہ
میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے گزرا اور میری گردن پر چند
کھالیں تھیں جن کو میں اٹھائے ہوئے تھا۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ اے حماس تو اپنی زکوٰۃ نہیں ادا کرتا تو میں نے کہا کہ اے
امیر المومنینؓ میرے پاس بجز اس کے جو میری پیٹھ پر ہے اور
ان چند کھالوں کے جو قرظ (پتوں) میں رکھی ہوتی ہیں اور
کچھ نہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی مال ہے۔ نیچے رکھ۔ تو میں نے ان کو
آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے ان کو ٹٹولا اور اس قابل
پایا کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے تو ان میں سے زکوٰۃ وصول
کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے عائشہؓ زوجۃ النبی صلے اللہ علیہ
وسلم سے کہ انھوں نے بیان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کا صدقہ
کی بکریوں پر گزر ہوا ان میں انھوں نے ایک دودھیل بکری
دیکھی جس کے بڑے بڑے تھن تھے تو عمرؓ بن الخطاب نے
کہا کہ یہ بکری کیسی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ صدقہ کی بکری ہے
تو عمرؓ نے کہا کہ جن لوگوں نے یہ بکری دی وہ خوشی سے
نہیں دی ہوگی۔ تم لوگوں کو تکلیف میں نہ ڈالنا اور
مسلمانوں کا بہترین مال نہ لے لینا۔ کھانے پینے کی چیزیں لینے
سے اعراض کرو۔ مالکؒ زید بن اسلمؒ سے وہ اپنے باپ سے،
کہا کہ میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے کہ کہتے تھے کہ میں نے
(ایک شخص کو) فی سبیل اللہ ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا دیا اور
وہ شخص بھی ان کے پاس موجود تھا اور اس نے (اس گھوڑے

قد اضاعه فاردت ان اشتريه منه
و ظننت انه بايعه برخص (ارزاں) قال
فسألت عن ذلك رسول الله صلى
الله عليه وسلم فقال لا تشتره و
ان اعطاكه بدرهم واحد فان
العائد في صدقته كالكلب يعود
في قيئه ابو بكر عن عبد الرحمن البيلماني
قال ابو بكر الصديق رض مما يوصي
به عمر من ادى الزكوٰة الى غير
ولاتها لم يقبل منه صدقة ولو
تصدق بالدنيا جميعا ابو بكر عن محمد
يعنى ابن سيرين كانت الصدقة
تدفع الى النبي صلى الله عليه و
سلم ومن امر به والى ابي بكر و
من امر به والى عمر ومن امر به و
الى عثمان ومن امر به فلما قتل عثمان
اختلفوا فمنهم من رأى ان
يدفعها اليهم ومن رأى يقسمها
هو الحديث ابو بكر عن عبد الملك بن
ابى بكر ان عمر قال احسب دينك
و ما عندك فاجمع ذلك جميعا
ثم زكه ابو بكر عن عمر في
قوله تعالى انما الصدقات
للفقراء فقال هم زمناء (برجا ماندگان)
اهل الكتاب

کی خدمت نہ کرکے) اُس کو خراب کردیا تھا۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ
میں اُس سے اُس گھوڑے کو خرید لوں اور میں نے گمان کیا تھا کہ
وہ اُس کو سستا بیچنے والا ہے۔ عمر رض نے فرمایا کہ میں نے اس کے
بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ تو آپ
نے فرمایا کہ اس کو نہ خریدنا اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم کو دینے لگے۔
کیونکہ اپنے صدقہ کو لوٹانے والا مثل اُس کتے کے ہے جو اپنی قے
کو چاٹنے لگتا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمن بیلمانی سے، کہا کہ ابو بکر صدیق رض
نے اُن وصیتوں میں سے جو عمر رض کو کی تھیں یہ بھی فرمایا کہ
جو زکوٰۃ کو والیٔ زکوٰۃ کو چھوڑ کر (جو منجانب خلیفہ مقرر ہوتا
ہے) دوسرے کو دے گا اُس کا کوئی صدقہ قبول (یعنی تسلیم)
نہ کیا جائے گا چاہے ساری دنیا صدقہ میں دیدے۔ ابو بکر محمد
یعنی ابن سیرین سے، صدقہ دیا جاتا تھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کو یا جس کو آپ نے اس پر مامور کیا اور ابو بکر رض کو دیا جاتا تھا
اور جس کو انھوں نے اس پر مامور کیا اور عمر رض کو اور جس کو
انھوں نے اس پر مامور کیا اور عثمان رض کو اور جس کو انھوں نے
اس پر مامور کیا۔ پھر جب عثمان رض قتل کردیئے گئے تو لوگ
مختلف الرائے ہوگئے۔ بعض کی رائے یہ ہوئی کہ ان ہی کو (یعنی
خلفاء رض اور ان کے مامورین ہی کو) دیا جائے۔ اور بعض کی
یہ رائے ہوئی کہ وہ خود اس کو تقسیم کردے، الحدیث۔ ابو بکر
عبدالملک بن ابی بکر سے کہ عمر رض نے فرمایا کہ اپنے قرض کا حساب
کر اور جو تیرے پاس ہے ان سب کو جمع کر (یعنی ملحوظ کرلے کہ
تیرے پاس کیا بچے گا) پھر اس کی زکوٰۃ دے۔ ابو بکر عمر رض سے
بابت ارشاد الٰہی اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاۗءِ (یعنی صدقات
فقراء کے لئے ہیں الخ) آپ نے فرمایا وہ فقراء اہل کتاب میں
کے زمناء ہیں (یعنی وہ معذورین جن کے ہاتھ پاؤں مارے گئے)

ابو بکر عن عطاء ان عمر کان یاخذ العَرَض
فی الصدقۃ من الوَرِق وغیرہا زاد فی
روایۃ ویعطیہا فی صنفٍ واحدٍ مما سمّی
اللہ ابو بکر عن عبد الرحمن بن عبد القاری
وکان علی بیت المال فی زمن عمر فکان
اذا خرج العطاء جمع عمر اموال التجار
فیحسب عاجلہا وآجلہا ثم یاخذ الزکوٰۃ
من الشاہد والغائب ابو بکر عن طارق
ان عمر بن الخطاب کان یعطیہم العطاء
ولا یزکیہ قلت اما قولہ لا یزکیہ
فمعناہ لا یاخذ من العطاء زکوٰۃ
لانہ لم یحل علیہ الحول من حین
قبضہ واما قولہ ثم یاخذ الزکوٰۃ فمعناہ
یاخذ زکوٰۃ اموال التجارۃ التی حال
علیہا الحول فی ایدیہم من مال
العطاء قولہ فیحسب عاجلہا وآجلہا
یعنی ما کان لہ دینًا مؤجلًا او معجلًا
علی احدٍ او موجودًا فی یدہ ابو بکر
عن الحسن قال عمر اذا تحولت الصدقۃ
الی غیر الذی تُصُدِّق علیہ فلا باس
ان یشتریہا ابو بکر عن زیاد بن حدیر
بعثنی عمر علی العشور وامرنی ان
لا افتش احدًا ابو بکر عن زیاد
ابن حدیر بعثنی عمر علی السواد
ونہانی ان اعشر

ابو بکر عطاء سے، کہ عمرؓ زکوٰۃ میں سامان اور پونجی ورق نقرہ وغیرہ
لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے اور اس کو ان ہی کو
دیا کرتے تھے جو اس ایک صنف میں داخل ہیں جن کو اللہ نے متعین
کر دیا ہے۔ ابو بکر عبد الرحمن بن عبد القاری سے اور یہ عمرؓ کے زمانہ
میں بیت المال پر متعین تھے۔ معمول یہ تھا کہ جب عطاء کا حساب
ہوتا تو عمرؓ تجار کے اموال کو جمع کرتے پھر حساب کرتے ان کے
جلد حاصل ہونے والے (قرض) کا اور دیر میں حاصل ہونے
والے کا، پھر زکوٰۃ لیتے حاضر اور غائب (مال) سے۔ ابو بکر طارق
سے، کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں کو وظائف دیتے تھے اور اس سے
زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ
عطاء (یعنی وظیفہ) میں سے زکوٰۃ نہیں لیتے تھے کیونکہ اس پر
سال نہیں گزرا ہوا ہوتا تھا جب سے وہ اس پر قابض ہوتے۔
اور (پچھلی حدیث عبد الرحمن بن عبد القاری میں) اس قول کا کہ
ثم یاخذ الزکوٰۃ (یعنی پھر زکوٰۃ لیتے) یہ مطلب ہے کہ ان
اموال تجارت کی زکوٰۃ لیتے جو مال عطاء میں سے ان کے قبضہ
میں ہوتا اور اس پر سال گزر چکا ہوتا اور قول فیحسب عاجلہا و
آجلہا کا یہ مطلب ہے کہ جو ان کا قرض کسی پر ہوتا دیر میں
وصول ہونے والا یا جلد وصول ہونے والا اس کا اور جو ان کے
قبضہ میں ہوتا ان سب کا حساب کرتے۔ ابو بکر حسن سے، عمرؓ نے
فرمایا کہ جب صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس سے نکل کر دوسرے
شخص کی ملک میں چلا جاتے تو اس کے خریدنے میں کوئی حرج
نہیں ہے۔ ابو بکر زیاد بن حدیر سے، مجھے لوگوں سے عشر کے
وصول کرنے پر عمرؓ نے بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں کسی کی تلاشی
نہ لوں۔ ابو بکر زیاد بن حدیر سے، مجھے عمرؓ نے سواد (عراق کے
زرعی علاقہ) پر بھیجا اور مجھے اس سے منع کیا کہ میں کسی مسلمان سے

مسلماً قلتُ العشور علی اہلِ الحرب و
نِصف العُشر علی اہلِ الذمّۃ و
رُبع العُشر زکوٰۃُ المسلمین آبوبکر عن
جماعۃ ان عمر بن الخطاب صالح
نصارٰے بنی تغلب علی آن یُضعّف
علیہم الزکوٰۃُ مرّتین آبوبکر عن الحسن
صاعُ عمر ثمانیۃُ ارطالٍ البیہقی
وغیرہ ان صاعَ النبی صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم و خلفآئہ خمسۃُ
ارطالٍ و ثُلث رطل قلتُ اہل
البلد اَعرف بصاعہم آبوبکر عن
الشعبی ان غلاماً من العرب وجد
ستوقۃً فیہا عشرۃُ آلافٍ
فأتی بہا عمر فأخذ منہا خُمسہا
الفین و اعطاہ ثمانیۃ الآفٍ

کتابُ الصّیام البیہقی عن ابن
ابی لیلی کان الرجل اذا افطر
فنامَت امرأتہ لم یأتہا و اذا
نامَ لم یَطعَم لم یطعم الی مثلہا
من القابلۃ حتے جاء عمر بن
الخطاب یُرید امرأتہ قالت
انی قد نِمتُ قال انما
تعتلّین فوقع بہا و جاء
رجلٌ من الانصار فاراد ان یطعم فقالوا
حتے نسخن لک شیئاً فنام فنزلت اُحِلّ لکمُ

عُشر وصول کروں۔ میں کہتا ہوں کہ عُشر ہوتے ہیں (یعنی دسواں
حصہ) اہلِ حرب پر اور نصف عُشر (بیسواں حصہ) اہلِ ذمہ پر
اور رُبع العُشر (چالیسواں حصہ) مسلمانوں کی زکوٰۃ ہے۔ ابوبکر
ایک جماعت سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے نصارائے بنی تغلب سے
اس امر پر مصالحت کی کہ ان پر زکوٰۃ لگائی جاتے دو مرتبہ کی
تضعیف سے (یعنی زکوٰۃ کا دوگنا لگایا جاتے جو بیسواں حصہ
ہوگا) ابوبکر حسن سے، عمرؓ کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔ بیہقی
وغیرہ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے خلفاءؓ
کا صاع پانچ اور ایک تہائی رطل کا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ
شہر اپنے صاع کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں۔ ابوبکر شعبی سے
کہ عرب میں کے ایک غلام نے ایک تھیلا پایا جس میں دس ہزار
تھے وہ اس کو عمرؓ کے پاس لایا تو اس میں سے اُنھوں نے
اس کا پانچواں حصہ دو ہزار لئے اور آٹھ ہزار اُس کو دیدیئے۔

کتاب الصّیام بیہقی ابو لیلے سے۔ (ابتداء میں معمول یہ تھا
کہ) جب کوئی شخص افطار کرلیتا پھر اس کی بیوی سوجاتی تو پھر
وہ اُس کے پاس نہیں جاتا تھا (یعنی جماع نہیں کرتا تھا۔)
اور جب کوئی سوگیا اور اس نے کھانا نہ کھایا تو وہ آئندہ رات
کے اسی کے مثل (یعنی سونے کے وقت) تک کھانا نہ کھائے گا
یہاں تک کہ (یہ واقعہ پیش آیا کہ) عمرؓ بن الخطاب نے اپنی
بی بی کے پاس آنے کا ارادہ کیا اُس نے کہا کہ میں تو سوگئی تھی
تو عمرؓ نے کہا کہ تو محض بہانہ کررہی ہے اور اس سے ہم بستر
ہوگئے۔ اور ایک شخص انصار میں کا آیا اور اس نے کھانے کا
ارادہ کیا۔ گھر والوں نے کہا کہ (ذرا ٹھہر جاؤ) ہم کچھ گرم
کردیں۔ وہ شخص سوگیا تو یہ آیت نازل ہوئی اُحِلَّ لکُم
لَیلَۃَ الصِّیامِ تا اِلَی الَّیلِ (۲: ۱۸۷) تم لوگوں کے واسطے

لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ اِلٰی قولہ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیْلِ قال ابوبکر ہشیم عن مُجالد عن الشعبی عن علیؓ انہ کان یخطب اذا حضر رمضانُ فیقول اَلَا لاتقدّموا الشہرَ اذا رأیتم الہلالَ فصوموا واذا رأیتم الہلالَ فافطروا فان اُغمیَ علیکم فاتموا العدّۃَ قال ابوبکر ہشیم عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عمر مثل ذلک اَلَا لاتقدّموا الشہرَ البیہقی روی مجالد عن الشعبی انّ عمرَ وعلیًا کانا ینہیان عن صوم الذی یُشک فیہ من رمضان ابوبکر عن سوید بن غفلۃ سمعتُ عمر یقول شہرٌ ثلثون وشہرٌ تسع وعشرون ابوبکر والبیہقی عن ابی وائل اتانا کتابُ عمر ان الاہلّۃَ بعضُہا اکبرُ من بعضٍ فاذا رأیتم الہلالَ نہارًا فلا تفطروا حتّٰی یشہدَ رجلان مسلمانِ انہما اَہلّاہ امسِ ابوبکر عن ابی لیلیٰ ان عمر بن الخطاب اجازَ شہادۃ رجلٍ

لعلہ فی لیلۃ ذات علّۃ ۱۲

روزے کی شب میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونا حلال کر دیا گیا کیونکہ وہ تمہارے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہیں اور تم ان کے (بجاتے) اوڑھنے بچھونے (کے) ہو۔ خدا تعالٰی کو اس کی خبر تھی کہ تم خیانت (کر) کے گناہ میں اپنے کو مبتلا کر رہے تھے (مگر) خیر اللہ تعالٰی نے تم پر عنایت فرمائی اور تم سے گناہ کو دھو دیا سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) تمہارے لئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اُس کا سامان کرو اور کھاؤ اور پیو (بھی) اس وقت تک کہ تم کو سفید خط (کہ عبارت ہے نور سے) صبح (صادق) کا متمیز ہو جاوے سیاہ خط سے۔ پھر (صبح صادق سے) رات تک روزہ کو پورا کر لیا کرو۔" ابوبکر نے کہا ہُشیم از مجالد از شعبی از علیؓ، کہ وہ خطبہ دیا کرتے تھے جب رمضان آتا تھا اور فرماتے کہ خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو جب تم ہلال کو دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم ہلال کو دیکھو تو افطار کرو۔ پھر اگر چاند تم سے چھپ جاتے (گرد و غبار یا ابر کی وجہ سے نظر نہ آتے) تو شمار پوری کرو۔ ابوبکر ہشیم از مجالد از شعبی از مسروق از عمرؓ مثل حدیث مذکور یعنی خبردار مہینے کو مقدم نہ کرو۔ بیہقی، مجالد نے روایت کیا شعبی سے کہ عمرؓ اور علیؓ دونوں منع کیا کرتے تھے اُس دن کے روزے سے جس میں شک کیا جاتے کہ یہ رمضان کا ہے۔ ابوبکر سُوَید بن غفلہ سے کہ میں نے عمرؓ سے سنا کہ کہتے تھے کہ کوئی مہینہ تیس (دن) کا اور کوئی مہینہ اُنتیس دن کا ہوتا ہے۔ ابوبکر اور بیہقی ابو وائل سے کہ ہمارے پاس عمرؓ کا مکتوب آیا کہ بعض ہلال بعض سے بڑے ہوتے ہیں تو جب تم ہلال کو دن میں دیکھ لو تو (رمضان کو ختم سمجھ کر) افطار نہ کرو جب تک دو مسلمان مرد یہ شہادت نہ دیں کہ اُن دونوں نے کل شام چاند دیکھا تھا۔ ابوبکر ابو لیلیٰ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جائز رکھا

فی الہلال الشافعی عن عاصم بن عمر
عن عمر بن الخطاب قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادبر النہار
واقبل اللیل وغربت الشمس فقد
افطر الصائم ابو بکر و البخاری و مسلم
نحوا من ذلک مالک و الشافعی عن
زید بن اسلم عن اخیہ خالد بن اسلم
ان عمر بن الخطاب افطر من رمضان
فی یوم ذی غیم ورأی ان قد امسی
و غابت الشمس فجاءہ رجل فقال
یا امیر المؤمنین قد طلعت الشمس
فقال عمر بن الخطاب یسیر (یعنی تدارک کی سہل است ۱۲) وقد
اجتہدنا قال مالک (فی بیان الیسیر ۱۲) و الشافعی قضاء
یوم مکانہ ابو بکر عن حنظلۃ شہدت عمر
ابن الخطاب فی رمضان و قرب الیہ
شراب فشرب بعض القوم وہم یرون
ان الشمس قد غربت ثم ارتقی المؤذن
فقال یا امیر المؤمنین واللہ للشمس
طالعۃ لم تغرب فقال عمر منعنا اللہ من
شرک مرتین او ثلثا یا ہؤلاء من کان افطر فلیصم
یوما مکان یوم ومن لم یکن افطر فلیتم حتی
تغرب الشمس واخرج البیہقی ذلک من طرق
ثم قال من قال فی ہذا الحدیث لا یقضی لا یصح قولہ
لان العدد (لے کثرۃ الرواۃ) اولی بالحفظ من الواحد ابو بکر عن الحسن
قال عمر اذا شک الرجلان فلیا کلا

ایک مرد کی شہادت کو ہلال کے بارے میں۔ شافعیؒ عاصم بن عمر
سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ جب دن جانے لگے اور رات آنے لگے اور آفتاب
غروب ہوجاتے تو روزے دار افطار کرے۔ ابوبکر اور بخاری اور
مسلم نے بھی ایسی ہی روایت کی۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید بن اسلم
سے وہ اپنے بھائی خالد بن اسلم سے کہ ایک ابر آلود دن میں
عمرؓ بن الخطاب نے روزہ افطار کیا اور سمجھے کہ شام ہوگئی اور سورج
غروب ہوگیا۔ پھر اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا
کہ اے امیر المومنین سورج ظاہر ہوگیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب
نے کہا کہ (اس کا تدارک) آسان ہے اور ہم تو کوشش کر چکے
ہیں۔ مالکؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ (آسان کے معنے ہیں) اس
کے بجائے ایک دن کی قضاء۔ ابوبکر نے حنظلہ سے کہ میں عمرؓ
ابن الخطاب کے پاس موجود تھا رمضان میں اور ان کے پاس
پینے کے لئے پانی رکھدیا گیا تھا تو بعض لوگوں نے پی لیا اور
وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پھر مؤذن اوپر
چڑھا اور اُس نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ واللہ سورج تو
نکل رہا ہے غروب نہیں ہوا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے دو
یا تین مرتبہ تو ہمیں تیرے شر سے بچایا ہے۔ اے لوگو جس نے
افطار کرلیا تھا اُس کو چاہیئے کہ اس دن کے بدلے میں ایک
دن کا روزہ رکھے اور جس نے نہیں افطار کیا تھا وہ پورا
کرے آفتاب کے غروب ہونے تک۔ اور بیہقی نے اس کو
چند طریقوں سے روایت کیا پھر کہا کہ جس نے اس حدیث میں
یہ کہا کہ قضا نہیں کیا جاتے گا اُس کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ
متعدد لوگوں کے حفظ کا زیادہ اعتبار ہے بہ نسبت ایک کے۔
ابوبکر حسنؒ سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جب دو آدمی شک کریں تو کھالیں

حتّٰى يَسْتَيقِنَا قلتُ و ذلك لقوله تعالىٰ
حتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ابو بكر عن جابر
ابن عبد الله عن عمر بن الخطاب قالَ
هَشَشْتُ يومًا الى المرأة فقبّلتُها و انا
صائمٌ فقالَ رسولُ الله صلى الله عليه
وسلم ارأيتَ لو تمضمضتَ بماء وانتَ
صائمٌ قلتُ لا بأسَ قالَ ففيمَ الشافعي
عن جابر بن عبد الله نحوا من ذلك ابو بكر
عن سعيد بن المسيّب ان عمر نهى عن
القبلة للصائم قلتُ فالاوّل يدلُّ على
جوازِ الصوم مع القبلة والثاني على
الكراهية التنزيهية ابو بكر عن عطاء
قال عمر لا تزالُ هذه الامّة بخيرٍ ما عجّلوا
الفطرَ الشافعي عن حميد بن عبد الرحمٰن
انّ عمر وعثمان كانا يصلّيانِ المغربَ
حين ينظرانِ الى الليل البهيم ثم يفطرانِ
بعد الصلوٰةِ و ذلك في رمضان
ابو بكر عن حميد نحوا من ذلك الّا
انه قال و يفطران قبل ان يصلّيا
ابو بكر عن سعيد بن المسيّب كان عمر
يكتبُ الى اُمرائه لا تكونوا من المسوّفين
لفطركم و لا تنتظروا بصلوتكم

یہاں تک کہ دونوں کو یقین ہو جاتے۔ میں کہتا ہوں اور یہ متعلق ہے حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے حتّٰی یتبیّن لکم الخیط الابیض الخ۔ ابو بکر جابر بن عبد اللہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک دن بیوی کی طرف سرخوشی کے ساتھ متوجہ ہوا اور اس کا بوسہ لے لیا حالانکہ میں روزے سے تھا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشویش کا اظہار کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر تم نے پانی سے کلّی کی حالانکہ تم روزہ دار ہو؟ میں نے کہا کہ کوئی اندیشہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر اس بات میں تردّد کیوں ہے۔ شافعیؒ نے جابر بن عبد اللہؓ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے روزہ دار کو بوسہ لینے سے روکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلی روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ بوسہ کے باوجود روزہ جائز ہو گا اور دوسری کراہت تنزیہی پر دلالت کرتی ہے۔
ابو بکر عطاء سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اس امت کے ساتھ خیر ہمیشہ رہے گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ شافعیؒ حمید بن عبد الرحمٰن سے عمرؓ اور عثمانؓ دونوں مغرب کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب دیکھ لیتے تھے تاریک رات کی طرف۔ پھر افطار کیا کرتے تھے بعد نماز کے اور یہ رمضان میں ہوتا تھا۔ ابو بکر حمید سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں مگر اس میں یہ کہا کہ دونوں افطار کرتے تھے نماز پڑھنے سے پہلے۔
ابو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اپنے اُمراء کو لکھا کرتے تھے کہ افطار میں تاخیر کرنے والے نہ بنو اور نہ اپنی نماز کے لئے ستاروں کی

ع۵ وجہ توفیق یہ ہے کہ غروب شمس ہوتے ہی پانی یا کھجور وغیرہ سے افطار کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے بعد فراغت کھانا کھاتے ۱۲ مترجم

اشتباك النجوم. ابو بكر عن الشعبی قال عمر ليس الصيام من الطعام والشراب وحده[۱۲] ولكن من الكذب والباطل واللغو والحلف. ابو بكر عن عبدالرحمٰن بن القاسم كان عمر لا يصومه يعنی يوم عاشوراء. ابو بكر عن ابی بكر بن عبدالرحمٰن ان عمر ارسل الى عبدالرحمٰن بن الحارث ليلة عاشوراء ان تسحر واصبح صائما. ابو بكر عن ابن عباس عن عمر لقد علمتم ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال فی ليلة القدر اطلبوها فی العشر الاواخر. ابو بكر عن زر كان عمر وحذيفة وابی لا يشكون فيها ليلة سبع وعشرين. ابو بكر عن قيس عن ابيه عن عمر لا باس بقضاء رمضان فی العشر يعنی عشر ذی الحجة. ابو بكر عن ابی عمرو الشيبانی بلغ عمر ان رجلا يصوم الدهر فعلاه بالدرة. ابو بكر عن ابن عمر ان عمر سرد الصوم قبل موته بسنتين. ابو بكر عن نافع[۱۲] قال عمر لو ادركنی النداء وانا بين رجليها لصمت او قال ما افطرت

جگمگاہٹ کا انتظار کرو۔ ابو بکر شعبی سے، عمرؓ نے فرمایا کہ روزہ تنہا کھانے پینے کا ہی نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ ۔۔۔ اور بیکار باتوں اور یاوہ گوئی اور (بات بات پر) قسمیں کھانے کا بھی ہوتا ہے۔ ابو بکر عبدالرحمٰن بن القاسم سے کہ عمرؓ اس کا روزہ نہیں رکھتے تھے یعنی یوم عاشوراء کا۔ ابو بکر ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے کہ عمرؓ نے عبدالرحمن بن الحارث کے پاس عاشوراء (یعنی دسں محرم) کی رات میں یہ پیغام بھیجا کہ سحری کھاؤ اور صبح کو روزہ رکھو۔ ابو بکر ابن عباسؓ سے وہ کہتے ہیں کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔ ابو بکر زرؓ (بن حُبَیش) سے کہ عمرؓ اور حذیفہؓ اور اُبیؓ اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے۔ ابو بکر قیس سے وہ اپنے باپ سے وہ عمرؓ سے، کہ کوئی حرج نہیں عشر میں یعنی ذی الحجہؓ کے دس دنوں میں اگر قضاء رمضان کی جاتے۔ ابو بکر ابو عمرو الشیبانی سے کہ عمرؓ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک شخص ہمیشہ (مسلسل) روزے رکھتا ہے تو انھوں نے (بلاکر) اُس کے دُرّہ[عـه] مارا۔ ابو بکر ابنِ عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی موت سے دو[۲] سال پہلے لگاتار روزے رکھے۔ ابو بکر نافعؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر نداء اپنے پاؤں چلتی ہوتی میرے پاس پہنچ جاتے[عـه] تو میں روزہ رکھ لوں گا یا یہ کہا کہ پھر میں کھانا نہ کھاؤں گا۔

[عـه] دِرّہ مارنے کا ظاہر تو تنبیہ ہے ترکِ سُنّت پر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے نفس میں صائم الدہر ہونے کا عُجب موجود ہو جس کا آپ نے اس طرح علاج کیا ہو۔ اہلِ نظر ہی اس راز کو سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے باطن پر ایک تصرّف تھا جس سے اس کو وہ فوائد پہنچے ہوں گے جو مدّۃ العمر کے روزوں سے نصیب نہیں ہو سکتے ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ [عـه] یعنے مؤذن کی آواز سُنتے ہی کھانا بند کر دیتا اور روزہ رکھ لیتا ہوں جب کوئی خبر براہ راست اعلان کرنیوالے کی آواز سُنکر معلوم ہو تو کہا جاتا ہے کہ خبر اپنے پاؤں چل کر ہم تک پہنچی۔ اگر دوسرے کے توسط سے پہنچی تو گویا وہ دوسرے کے پاؤں سے چلتی ہوئی آئی۔ وانا بین رجلیہا یعنی میں بلند آواز کی راہ میں ہوں جو

[۲] مجھ سے گزرتی ہوئی آگے بڑھی ۱۲ مترجم

ابوبکر عن قطبة بن مالک ان عمر رأے قوماً اعتکفوا فے المسجد وقد ستروا فانکرہ و قال ماھذا قالوا انما نستر علے طعامنا قال فاستروا فاذا طعمتم فاھتکوہ (دور کنید پردہ را) ابوبکر عن زید بن وھب کتب الینا عمر ان المرأۃ لاتصوم تطوعاً الّا باذن زوجھا ابوبکر عن عوف بن مالک الاشجعے قال عمر صیام یوم من غیر رمضان واطعام مساکین یعدل صیام یوم من رمضان قلت ھذا فے الذے افطر رمضان بعذر و اخر قضآءہ بغیر عذر حتے مضے رمضان آخر وعلیہ الشافعی ابوبکر عن خرشة بن الحر رأیت عمر یضرب اکف الناس فی رجب حتے یضعوھا فے الجفان ویقول کلوا فانما ھو شھر کان یعظمہ اھل الجاھلیة ابوبکر عن ابے عبید مولے بن ازھر شھدت العید مع عمر بن الخطاب فبدأ بالصلٰوۃ قبل الخطبة وقال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نھے عن صوم ھذین الیومین اما یوم الفطر فیوم فطرکم من صیامکم و اما یوم الاضحے فکلوا فیہ من نسککم (ذبائح) ابوبکر عن زیاد بن حدیر ما رأیت ادوم سواکا وھو صائم

ابوبکر قطبہ بن مالک سے کہ عمرؓ نے چند لوگوں کو دیکھا جنھوں نے مسجد میں اعتکاف کیا اور پردہ ڈال رکھا تھا تو اُس کو بُرا سمجھا اور فرمایا کہ یہ کیا ہے ؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم تو صرف اپنے کھانے پر پردہ ڈالتے ہیں۔ فرمایا تو پردہ ڈال لو اور جب کھا چکو تو اس کو ہٹا دو۔ ابوبکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھ کر بھیجا کہ عورت روزۂ نفل نہ رکھے مگر اپنے شوہر کی اجازت سے۔ ابوبکر عوف بن مالک الاشجعی سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا اور (اس کے ساتھ) مسکین کو کھانا کھلانا رمضان کے کسی دن کے روزے کے برابر ہو جاتے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُس شخص کے حق میں ہے جس نے رمضان کا روزہ نہ رکھا کسی عذر کی وجہ سے اور اُس کی قضاء کو مؤخر کر دیا بلغیر کسی عذر کے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی گزر گیا۔ اور یہی مطلب امام شافعیؒ نے لیا۔ ابوبکر خرشہ بن الحر سے، کہا کہ میں نے عمرؓ کو رجب کے مہینہ میں لوگوں کے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارتے ہوئے دیکھا حتےّ کہ انھوں نے اپنے ہاتھوں کو (کھانے کے) کونڈوں میں رکھ دیا اور فرما رہے تھے کہ کھاؤ یہ وہی مہینہ ہے جس کی تعظیم زمانۂ جاہلیت والے کیا کرتے تھے۔ ابوبکر ابو عبید مولےٰ بن ازہر سے، کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ عید میں موجود تھا۔ اُنھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دو دنوں کے روزے سے منع کیا ہے۔ رہا یوم الفطر تو وہ تمھارا روزوں سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کا دن ہے۔ رہا یوم الاضحےٰ تو اس دن میں اپنی قربانیوں میں سے کھاؤ۔ ابوبکر زیاد بن حدیر سے، میں نے روزہ دار ہونے کی حالت میں بہم مسواک کرنے والا عمرؓ سے

من عمر بن الخطّاب **کتابُ الحج** ابو بکر
عن شیخ قال عمر بن الخطاب مَن حجَّ
ہذا البیتَ لا یُرِیدُ غیرَہ خرج من ذنوبہ
کیوم ولدتہ اُمُّہٗ، آبو بکر عن مجاہد بینما
عمر جالسٌ عند البیتِ اذ قدِمَ رجالٌ
من العراق حُجّاجًا فطافوا بالبیتِ وسَعَوْا
بین الصفا والمروۃ فدعاہم عمر فقال
اَنَہزَکُمْ الیہ غیرہ فقالوا لا فقال
اَنُقبتُم محرمو قالوا نعم فقال اَدْبَرَ ثُمَّ قالوا
نعم قالَ اِمّا لَا فاستاْنِفُوا العملَ
آبو بکر عن موسے بن سَعید قال عمر تَلَقَّوُا
الحُجّاجَ والعُمّارَ والغُزاۃَ فلیدعوا لکم قبلَ
ان یتدنسُوا بالذنوب آبو بکر عن مجاہد قال عمر یغفر
للحاجّ ولمن استغفر لہ الحاجّ بقیۃَ ذی الحجۃِ
والمحرّم وصَفَر وعشر من شہر ربیع الاوّل
مالک عن سعید بن المسیّب ان عمر
ابن ابی سلمۃَ استاْذن عمر بن الخطّاب
ان یعتمرَ فی شوّالَ فاذِنَ لہٗ فاعتمرَ
ثمّ قَفَلَ الیٰ اہلہ ولم یحجّ البیہقی
انّ عمر بن الخطّاب قال انّ السبیل الزادُ
والراحلۃُ آبو بکر عن نبیۃ بنت محرز سمعت
عمر بن الخطّاب یقول اَحِجُّوا ہذہ
الذریۃَ ولا تاکلوا ارزاقہا و

زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ **کتاب الحج** آبو بکر ایک شیخ سے، کہا عمرؓ بن
الخطّاب نے کہ جس نے اس بیت کا حج کیا وہ اپنے گناہوں
سے نکل کر ایسا ہو گیا جیسا اُس دن تھا جس دن اُس کی ماں
نے اُس کو جَنا تھا۔ آبو بکر مجاہد سے، اس دَوران میں کہ عمرؓ
بیت اللہ کے نزدیک بیٹھے ہوتے تھے کہ کچھ لوگ عراق سے
حج کرنے کے لئے آپہنچے تو اُنھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا
اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو ان کو عمرؓ نے بُلایا اور
فرمایا کہ کیا تم کو حج کی طرف اس کے علاوہ اور کسی کام نے
آمادہ کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے
اونٹوں کے پاؤں گھِس گئے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں پھر کہا کہ اُن کی
پُشت بھی ماؤف ہو گئی؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ اگر (آنے کی)
اور کوئی وجہ نہیں تو اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔ عہ آبو بکر موسیٰ بن
سعید سے، کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ تم حاجیوں، عمرہ کرنے والوں اور غازیوں سے ان کے
گناہ میں ملوّث ہونے سے پہلے جا ملو تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ آبو بکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ حاجی
کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اُس کی بھی جس کے لئے حاجی نے دُعاءِ مغفرت کی بقیہ ایّام ذی الحجۃ
اور محرم اور صفر اور دس تاریخ ماہ ربیع الاوّل تک۔ مالکؒ سعید بن المسیب سے کہ عمر
ابن ابی سلمہ نے عمرؓ بن الخطّاب سے شوّال میں عمرہ کرنے کی اجازت
طلب کی تو آپ نے اُن کو اجازت دیدی تو اُنھوں نے عُمرہ
کیا۔ پھر اپنے اہل کے پاس واپس ہوتے اور حج نہیں کیا۔
بیہقیؒ، کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (آیۃ من استطاع
الیہ سبیلا میں) سبیلاً سے مراد زاد اور راحلہ ہے۔ آبو بکر
نبیۃ بنت محرز سے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ
اس ذُرّیۃ کو حج کراؤ اور اُن کے اموال نہ کھا جاؤ اس حال میں

عـہ یعنے تمہارے پچھلے برے اعمال سب بخش دیئے گئے، اب نئے سرے سے عمل شروع کرو ۲

تدعوا ازباقها في اعناقها. قيل الذرية ههنا النساء ۔ البغوی روی ان عمر اذن لازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی آخر حجۃ حجھا فبعث معھن عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن قلت اختلفوا فی المرأۃ اتخرج من غیر محرم فاحتج الشافعی بھذا علی انہ یجوز خروجھا من غیر محرم اذا کان معھا نسوۃ ثقات و للنفاۃ ان یقولوا فی الاثر انہ جعل معھن عثمان و عبدالرحمٰن بمعنی محافظتھن وتوقیرھن و ان کان معھن محارمھن واللہ اعلم البخاری عن ابن عمر لما فتح ھذان المصران عہ اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حد لاھل نجد قرنا و ھو جور عن طریقنا و انا ان اردنا قرنا شق علینا قال فانظروا حذوھا من طریقکم فحد لھم ذات عرق ابوبکر عن الحسن ان عمران بن حصین احرم من البصرۃ فقدم علی عمر فاغلظ لہ فقال یتحدث الناس ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احرم من الامصار

(بس) ان کے اموال کی رسیاں ہی ان کی گردنوں میں ڈالنے کے لئے باقی چھوڑو۔ کہا گیا کہ یہاں ذریۃ سے مراد عورتیں ہیں۔ بغوی نے روایت کیا کہ عمرؓ نے ازواجِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس آخری حج میں جو انھوں نے کیا تھا حج کی اجازت دی اور اُن کے ساتھ عثمانؓ بن عفان اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کے بارے میں اختلاف واقع ہوا کہ کیا وہ بغیر محرم کے سفر کرلے تو اس اثر سے امام شافعیؒ نے اس امر پر حجت پکڑی ہے کہ عورت کا سفر کرنا بغیر محرم کے جائز ہے جب کہ اس کے ہمراہ بہت سی ثقہ عورتیں ہوں۔ اور اس امر کی نفی کرنے والوں کے لئے اس اثر کے بارے میں یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ عمرؓ نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ کو اُن کی حفاظت اور اُن کی توقیر کے لئے بھیجا تھا اگرچہ اُن کے ساتھ اُن کے محارم بھی موجود تھے، واللہ اعلم۔ بخاری ابن عمرؓ سے، جب یہ دونوں شہر فتح کرلئے گئے تو لوگ عمرؓ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجد کے لئے "قرن" کو حد قرار دیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے دور ہٹا ہوا ہے اور اگر ہم لوگ قرن پہنچنے کا ارادہ کریں (اپنے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر) تو ہم پر مشقت آپڑتی ہے (کہ سفر طویل کرنا پڑے گا) فرمایا کہ اپنے راستہ میں قرن کا محاذی مقام دیکھ لو۔ تو آپ نے اُن کے لئے "ذاتِ عرق" کو حد قرار دیدیا۔ ابوبکر حسن سے کہ عمرانؓ بن حصین نے بصرہ سے احرام باندھا۔ جب عمرؓ سے ملے تو انھوں نے ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ لوگ باہم یہ گفتگو کریں گے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے شہروں سے احرام باندھا ہے (اور سمجھینگے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں بلکہ

عہ یعنی بصرہ اور کوفہ۔

ابو بکر عن مسلم بن سلمان انّ رجلاً
احرم من الکوفۃ فرآہ عمر سیّئ الھیئۃ
فاخذ بہ و جعل یدور بہ فی الحلق و
یقول انظروا الی ما صنع ھذا بنفسہ
و قد وسّع اللہ علیہ قلتُ معناہ
الکراھیۃ للمقتدٰی و لمن یخیف
علیہ ان یفوت حقوق الاحرام
ابو بکر عن زید بن اسلم عن ابیہ
انّ عمر وجد ریح طیب و
ھو بذی الحلیفۃ فقال ممّن ھذا
فقال معاویۃ منّی فقال
منک لعمری قال یا امیر
المؤمنین لا تعجل علیّ فانّ
امّ حبیبۃ طیّبتنی و اقسمت
علیّ قال و انا اقسم علیک
لترجعنّ الیھا و لتغسلنّہ
عنک کما طیّبتک قال فرجع
الیھا حتّی لحقھم ببعض الطریق
ابو بکر عن ابن عمر وجد عمر بن
الخطاب ریحاً عند الاحرام
فتوعّد صاحبھا فرجع معاویۃ
فالقی ملحفۃ (تہدید نمود ۱۲) کانت علیہ
یعنی مطیّبۃ

افضل ہے) ابوبکر مسلم بن سلمان سے کہ ایک شخص نے کوفہ سے احرام باندھ لیا تھا۔ تو عمرؓ نے اس کو بُری ہیئت میں دیکھ لیا تو اُس کو پکڑا اور بہت سے حلقوں میں اس کو گھماتے پھرے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ دیکھو اس شخص نے اپنے نفس کے ساتھ کیا سلوک کیا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس پر توسّع فرمایا تھا (کہ میقات سے احرام باندھتا تو اس کی ایسی بُری ہیئت نہ بنتی)۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ مُقتدٰی کے لئے کراہیت ہے (اس وجہ سے عمرانؓ بن حصین کو تنبیہ کی) اور ایسے شخص کے لئے (کراہیت ہے) جس سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ احرام کے حقوق کو پورا نہ کرے گا۔ ابو بکر زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ اسلم سے کہ عمرؓ نے جب کہ وہ ذوالحلیفہ میں تھے عطر کی خوشبو محسوس کی تو فرمایا کہ کس شخص سے یہ خوشبو آرہی ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ مجھ سے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہائیں واللہ تجھ سے؟ تو معاویہؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ مجھ پر رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ امّ حبیبہؓ نے (جو ازواجِ مطہراتؓ میں سے تھیں اور معاویہؓ کی بہن تھیں) میرے عطر مَل دیا اور مجھے قسم دی (کہ مَلواؤں تو میں مجبور ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کہ اب میں تجھے قسم دیدیتا ہوں کہ اب تو امّ حبیبہؓ کے پاس واپس جا تاکہ وہی خود اس عطر کو تجھ پر سے دھوئے جس طرح اُس نے تجھ پر مَلا تھا۔ (اسلمؓ نے) کہا کہ پھر معاویہؓ امّ حبیبہؓ کے پاس واپس ہوئے پھر لوگوں سے راستہ کے ایک حصّہ پر آکر ملے۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے، عمرؓ بن الخطاب نے احرام کے وقت خوشبو محسوس کی تو خوشبو والے کو دھمکایا۔ تو معاویہؓ واپس ہوئے اور جس کپڑے میں وہ لپٹے ہوتے تھے اُس کو اتار ڈالا یعنی وہ خوشبو لگا ہوا تھا

قلتُ لم یأخذ بہذا اہل الفقہ لِماَ صحّ عندہم من حدیث عائشۃ کأنّی انظر الٰی وَبِیْصِ الطیب فی مَفْرِقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدَ ثلٰثٍ من اِحرامِہ اَخرجہ الشیخانِ قلتُ والاَوجہُ اَن یقال استدامۃُ الطیب علی البدَن یجوزُ لاَنّ الدّرَن یُکَدِّرہٗ وعلَی الثّوبِ لایجوزُ لانّ الطّیبَ یبقٰی فی الثوبِ کماکان اوّلَ حالِہٖ ابوبکر عن المسور بن مخرمۃ کانت تلبیۃُ عمر لَبّیکَ اللّٰہمّ لبیک لاَشریکَ لکَ لبّیکَ انّ الحمدَ والنعمۃَ لکَ والملکَ لاشریکَ لکَ لبّیکَ مرغوبًا ومرہوبًا الیکَ لبیکَ ذا النّعماءِ والفضلِ الحسنِ (بالکرم الواسع ۱۲) ابوبکر عن القاسم قالَ عمر یا اہلَ مکّۃ مالِیَ اَراکم مُدّہنین (مدہن بالدہن ۱۲) والحاجّ شُعثًا غُبرًا (پراگندہ مو غبار آلود مو) اذا رأیتم ہلالَ ذی الحجۃ فاَہلّوا (احرام بندید ۱۲) ابوبکر عن عطاءٍ قدم عُمر بمکۃ فطافَ سبعًا ثمّ سعٰی ثمّ حلَّ فمکث اربعًا او خمسًا ثمّ اہلَّ بالحجّ فی العشر ثمّ جاءَ مرّۃً اُخرٰی فاَقام حلالًا حتّٰی اِذا کانَ یوم التّرویۃ اَہلَّ بالحجّ حین انبعثَ بہ بعیرُہٗ

میں کہتا ہوں کہ اس کو اہلِ فقہ نے نہیں لیا۔ کیونکہ عائشہ رضؓ کی یہ حدیث ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ "گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں آپؐ کے احرام سے تین دن گزرنے کے بعد خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں"۔ اس کو شیخین رضؓ نے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں کہ مناسب توجیہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بدن پر خوشبو کا لگا ہوا چھوڑ دینا جائز ہے کیونکہ میل کچیل اس کو خراب کر دیتا ہے اور کپڑے پر جائز نہیں کیونکہ خوشبو کپڑے پر اپنی حالتِ اوّل پر جیسی ہوتی ہے باقی رہتی ہے۔ ابوبکر مسور بن مخرمہ سے، کہ عمر رضؓ کا تلبیہ یہ تھا لبّیک اللّٰہمّ لبّیک الخ (ترجمہ) میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں یا اللہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، بیشک تمام نعمتیں آپ کے پاس ہیں اور مالکِ حقیقی آپ ہی ہیں۔ کوئی آپ کا شریک نہیں، میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ کی (رحمت کی) طرف مرغوب اور (آپ کے غضب سے) خوفزدہ ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اے وسیع کرم اور عمدہ فضل والے۔ ابوبکر قاسم سے، عمر رضؓ نے فرمایا کہ اے اہلِ مکہ کیا بات ہے کہ میں تم کو چکنے چپڑے دیکھتا ہوں حالانکہ حاجیوں کو بکھرے بال غبار آلود ہونا چاہیئے۔ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو تو تمہیں احرام باندھ لینا چاہیئے۔ ابوبکر عطاء سے، عمر رضؓ مکہ میں آئے تو انھوں نے سات مرتبہ طواف کیا پھر سعی کی پھر حلال ہو گئے۔ پھر ٹھہرے چار یا پانچ دن۔ پھر دسویں کو حج کا احرام باندھا۔ پھر ایک اور دفعہ مکہ میں آئے تو حلال رہ کر مقیم رہے یہاں تک کہ جب یوم الترویۃ آگیا (یعنی آٹھویں ذی الحجہ) تو حج کا احرام باندھا جب کہ اُن کا اونٹ ان کو لے کر اٹھ رہا

منطلقًا الى منىٰ قلت وجه الجمع ان الاوّل
استحباب لحاضری مکّة خاصة ابوبکر عن
محمد بن سیرین افرد اصحاب رسول الله
صلی الله علیه وسلم الحج بعده و
هم کانوا للسنّة اشد اتباعًا ابوبکر و
عمر وعثمان ابوبکر عن الاسود انّ ابابکر
وعمر جرّدا (الحج من العمرة ۱۲) ابوبکر عن ابی وائل خرجنا
حجّاجًا ومعنا الصبی بن معبد فاحرم
للحج فقدمنا الی عمر فذکر ذلک له
فقال هُدیت لسنة نبیک صلی الله
علیه وسلم ابوبکر عن طاوس عن ابن
عباس تمتّع رسول الله صلی الله علیه
وسلم وابوبکر وعمر وعثمان واوّل من
نهی عنها معاویة ابوبکر عن ابن عباس
سمعت عمر یقول لو اعتمرت ثم اعتمرت
ثم اعتمرت ثم حججت لتمتّعت ابوحنیفة
عن حماد عن ابراهیم عن عمر بن الخطاب انّه
انما نهی عن الافراد فاما القران فلا
قال محمد یعنی بقوله نهی عن الافراد افراد العمرة
احمد بن حنبل عن ابی سعید خطب عمر الناس
فقال ان الله عزّ وجلّ رخّص لنبیّه
ماشاء وان نبی الله قد مضی لسبیله
فاتمّوا الحج والعمرة لله کما امرکم
الله عزّ وجلّ

اور منیٰ کی طرف چل رہا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جمع کی صورت یہ
ہے کہ پہلا حکم (کہ جب ذی الحجّہ کا چاند دیکھ لو تو احرام باندھ لو)
استحباب ہے جو حاضرین مکّہ کے ساتھ خاص ہے۔ ابوبکر ابن سیرین
سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے اصحاب ابوبکر رضؓ
اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ نے حج کا افراد کیا ہے اور یہ سب سُنّت کا
سختی کے ساتھ اتباع کرنے والے تھے۔ ابوبکر اسود سے کہ ابوبکر رضؓ
وعمر رضؓ نے حج کو عمرے سے الگ ادا کیا۔ ابوبکر ابی وائل سے،
ہم حج کرنے کے لئے نکلے اور صبی بن معبد ہمارے ساتھ تھے
تو انھوں نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا پھر ہم عمر رضؓ کی طرف
آئے تو ان سے اس کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے (ابن معبد سے)
کہا کہ تم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی طرف ہدایت
کی گئی ہے۔ ابوبکر طاؤس سے وہ ابن عباس رضؓ سے کہ تمتّع کیا
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابوبکر رضؓ نے اور عمر رضؓ
اور عثمان رضؓ نے اور سب سے پہلے جس شخص نے اس سے روکا وہ
معاویہ رضؓ ہیں۔ ابوبکر ابن عباس رضؓ سے، میں نے عمر رضؓ سے سنا کہ یہ
فرماتے تھے کہ اگر تو نے عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا، پھر عمرہ کیا،
پھر حج کیا تو تو نے یقیناً تمتّع کیا۔ ابوحنیفہ رحؒ حماد سے وہ ابراہیم
سے، عمر بن الخطاب سے کہ انھوں نے افراد سے روکا ہے۔ رہا قِران
تو اس سے منع نہیں کیا۔ محمد رحؒ نے کہا کہ عمر رضؓ کے افراد سے منع
کرنے کے یہ معنے ہیں کہ افرادِ عمرہ سے منع کیا۔ احمد بن حنبل رحؒ
ابوسعید رضؓ سے کہ عمر رضؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی صلعم کو جس امر کی اس نے چاہا رخصت دی اور اللہ تعالیٰ
کے نبی صلعم اپنی راہ سے گزر گئے۔ اب تم حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے
اسی طرح پورا کرو جس طرح اللہ عزّ وجلّ نے تم کو حکم دیا ہے۔

ف اس روایت میں تمتّع سے یہ مراد ہے کہ اوّل آپ نے حج مفرد کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کو بھی اس میں شامل کر لیا ۱۲ مترجم

احمد بن حنبلؒ عن جابر بن عبداللہ تمتعنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مع
ابی بکر فلما ولی عمر بن الخطاب خطب
الناس فقال ان القرآن ھو القرآن و
ان رسول اللہ ھو الرسول کانا متعتان علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احدہما
متعۃ الحج و الاخریٰ متعۃ النساء
معناہ لیستا بعدہ ۔ مالک و ابو بکر عن ابن
عمر قال عمر افصلوا بین حجکم و عمرتکم
فان ذلک اتم لحج احدکم واتم لعمرتہ
ان یعتمر فی غیر اشھر الحج قلت و
ھذا اشد المواضع التی اختلف فیہا علی
عمر و الاوجہ عندی ان کل کلام لہ
محمل و کان عمر یختار الافراد و یرخص
فی التمتع و القران اما قول ابن عباس
تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و ابو بکر و عمر فمعناہ تقدیم طواف القدوم
قبل طواف الافاضۃ و جعل
السعی عقیب طواف القدوم و اما
قولہ رخص لنبیہ ما شاء فھو فسخ
الحج بالعمرۃ فذلک خاص بزمان
النبوۃ اراد بذلک النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ھدم مذھب الجاھلیۃ
من قولھم العمرۃ فی اشھر الحج

احمد بن حنبلؒ جابر بن عبداللہؓ سے کہا کہ ہم نے تمتع کیا رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکرؓ کے ساتھ پھر
جب خلیفہ ہوئے عمرؓ بن الخطاب تو اُنھوں نے لوگوں کو
خطبہ دیا اور فرمایا کہ بیشک قرآن (ہمیشہ کے لئے) وہی قرآن
ہے اور اللہ کے رسولؐ وہی رسول ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متعے تھے ایک متعہ حج اور دوسرا
عورتوں سے متعہ کرنا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ یہ دونوں آپ کے
بعد باقی نہیں رہے۔ مالکؒ اور ابوبکر ابن عمرؓ سے، کہا عمرؓ نے
کہ فصل کرو اپنے حج اور عمرے کے درمیان کیونکہ یہ بات (یعنی
فصل کرنا) تم میں کے ہر شخص کے حج کو پورا کرنے والی ہے اور
اس کے عمرے کو پورا کرنے والی یہ بات ہے کہ حج کے مہینوں کے
علاوہ دوسرے مہینوں میں عمرہ کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اُن
سخت موقعوں میں سے ہے جن میں عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف
کیا گیا ہے اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر کلام کا
ایک محمل ہوتا ہے اور (اس کلام کا محمل یہ ہے کہ) عمرؓ افراد
(صرف حج کرنا) کو پسند کرتے تھے اور تمتع اور قران میں
رخصت دیتے تھے۔ رہا قول ابن عباسؓ کا کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے تمتع کیا ہے تو اس کے
معنے ہیں طوافِ [ع۵] افاضہ سے پہلے طوافِ قدوم کرنا اور طواف
قدوم کے بعد سعی کرنا۔ رہا اُن کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ
کو جس امر کی چاہا رخصت دی تو اس سے مراد ہے عمرہ سے
حج کو فسخ کر دینا، تو یہ خاص ہے زمانۂ نبوت سے۔ ایسا کرنے
سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مذہب جاہلیت کی بیخ کنی کا
ارادہ فرمایا تھا یعنی اُن کے اس قول کا کہ حج کے مہینوں میں

ع۵ طوافِ افاضہ وہ طواف ہے جو منیٰ سے آکر کیا جاتا ہے اور بعد طواف پھر منیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ طوافِ قدوم وہ طواف ہے جو حاضری بیت اللہ کے متصل کیا جاتا ہے ۱۲ مترجم

من افجرِ الفجورِ و امّا الافرادُ الذی نُہیَ
عنہ فہو ترکُ طوافِ القدومِ ابوبکر
عن ابراہیم امر عمر بن الخطّاب صبیّ بن
معبد حیثُ قرن ان یذبح کبشاً۔ ابوبکر عن
ابن عمر قال عمر اذا اعتمر فی اشہر الحج
ثم اقام فہو متمتع فان رجع فلیس بمتمتع
ابوبکر عن یحیی بن الجزّار سُئل عمر عن
العمرۃ وہو بمکۃ من ایّ موضع اعتمر فقال
ایتِ علیّ بن ابی طالب فسئلہ فقال
علیٌّ حیث ابدأتَ یعنی من میقاتِ ارضہٖ
قال فاتے عمر فاخبرہٗ فقال ما اجدُ
لک الّا ماقال علیُّ بن ابی طالب
ابوبکر سُئل عمر عن العمرۃ بعد
الحج فقال ہی خیرٌ من لاشیٔ
قلتُ معناہ انّ العمرۃَ من
المیقاتِ افضلُ بکثیرٍ من العمرۃ من
التنعیم ونحوہ والعمرۃُ فی غیر اشہر الحج
افضلُ بکثیرٍ من العمرۃ فی اشہر الحج
ابوبکر عن وہب بن الاجدع سمع
عمر یقولُ اذا قدم الرجلُ حاجّاً فلیطُفْ
بالبیتِ سبعًا ثم یُصلّی عند المقام رکعتین
الشافعی عن حنظلۃ بن طاؤس سمعتُ
عُمر یقولُ اقلّوا الکلام فی
الطواف فانّما انتم فی صلوٰۃ الشافعی
عن عبد اللہ ابی یزید

عمرہ کرنا سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور رہا وہ افراد جس سے
منع کیا ہے تو وہ طوافِ قدوم کا چھوڑنا ہے۔ ابوبکر ابراہیم سے،
عمرؓ بن الخطاب نے صبی بن معبد کو جب انھوں نے قران کیا
تو یہ حکم دیا کہ وہ مینڈھا ذبح کریں۔ ابوبکر ابن عمرؓ سے، عمرؓ نے
کہا کہ جب کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کرکے مقیم رہا تو وہ متمتع
ہے اور اگر لوٹ گیا تو وہ متمتع نہیں۔ ابوبکر یحییٰ بن الجزار
سے، کہ عمرؓ سے جب کہ وہ مکّہ میں تھے عمرے کے بارے میں
سوال کیا گیا کہ کس موقع سے عمرہ کروں؟ تو انھوں نے کہا
کہ علیؓ بن ابی طالب کے پاس جاکر ان سے پوچھو تو علیؓ نے
کہا کہ جہاں سے تو نے اس کو شروع کیا ہے۔ آپ یہ مراد لے
رہے تھے کہ اپنی سرزمین کے میقات سے۔ کہا کہ پھر وہ شخص عمرؓ
کے پاس آیا اور آپ کو اس جواب کی خبر دی تو انھوں نے کہا کہ
بجز اس جواب کے جو علی بن ابی طالبؓ نے دیا میرے نزدیک
بھی اور کوئی جواب نہیں ہے۔ ابوبکر، عمرؓ سے اُس عمرے کے
بارے میں پوچھا گیا جو بعد حج کے کیا جاتے تو انھوں نے کہا کہ
نہ کرنے سے بہتر ہے۔ ... میں کہتا ہوں کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ عمرہ کرنا میقات سے اُن بہت سے عمروں سے افضل
ہے جو تنعیم وغیرہ سے کئے جاتیں اور عمرہ حج کے مہینوں کے سوا
دیگر ایام میں ان بہت سے عمروں سے افضل ہے جو ایامِ حج میں
کئے جائیں۔ ابوبکر وہب بن الاجدع سے کہ انھوں نے عمرؓ
سے سُنا کہ فرمارہے تھے کہ جب کوئی حج کے ارادہ سے آتے تو
اس کو چاہیئے کہ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے پھر مقام
(ابراہیم) کے قریب دو رکعت نماز پڑھے۔ شافعیؒ حنظلہ بن
طاؤس سے، میں نے عمرؓ سے سُنا کہ فرمارہے تھے کہ طواف میں
کلام کم کرو کہ درحقیقت تم نماز میں ہو۔ شافعیؒ عبد اللہ ابی یزید سے

عن أبيه سأل عمر شيخًا من بني زهرة فقال أخبرني عن بناء البيت فقال إن قريشًا كانت تقول ببناء البيت فعجزوا فتركوا بعضها في الحجر فقال له عمر صدق أبو بكر عن عبد الله بن عامر بن ربيعة ان عمر بن الخطاب رمل ما بين الحجر إلى الحجر أحمد بن حنبل عن زيد بن أسلم عن أبيه قال عمر فيما الرملان والكشف عن المناكب وقد أطأ الله الاسلام ونفى الكفر وأهله ومع ذلك لا ندع شيئًا كنا نفعل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم أبو بكر عن سويد بن غفلة ان عمر التزم الحجر وقبله أبو بكر عن عابس بن ربيعة استلم عمر الحجر وقبله وقال لولا إني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلك ما قبلتك أبو بكر عن يعلى بن أمية قال لي عمر أما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يستلم منها إلا الحجر قلت بلى قال فما لك به أسوة حسنة قلت بلى أبو بكر عن وهب بن الاجدع انه سمع عمر يقول

ان کے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے سے سوال کیا اُس سے کہا کہ مجھے بیت اللہ کی (موجودہ) عمارت کا حال بتاؤ تو اُس نے کہا کہ قریش بیت کی تعمیر کر رہے تھے۔ پھر عاجز ہو گئے اور اس کے ایک حصہ کو جو حِجر (یعنی حطیم) میں ہے چھوڑ دیا تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ سچ کہا۔ ابو بکر عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے رمل کیا حجر سے حجر تک (یعنی صفا اور مروہ کے درمیان)۔ احمد بن حنبلؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دونوں رمل اور مونڈھوں کا کھولنا کس لئے ہے جب کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کو مستحکم کر دیا اور کفر اور اہلِ کفر کو دھکیل دیا (تو اب سینہ تان کر قوت کا مظاہرہ کرنے کا موقع باقی نہیں رہا) اس کے باوجود ہم کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتے تھے۔ ابو بکر سُوَید بن غفلہ سے کہ عمرؓ حجر کو لپٹے اور اس کو بوسہ دیا۔ ابو بکر عابس بن ربیعہ سے کہ عمرؓ نے استلام[ع] حجر کیا اور اس کو بوسہ دیا اور کہا کہ اگر میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ ابو بکر یعلےٰ بن اُمیہ سے عمرؓ نے کہا کہ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے بجز حجر کے اس میں سے کسی کا استلام نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ بیشک! کہا کہ کیا پھر تیرے لئے یہ اچھی پیروی کرنے کے قابل بات نہیں؟ میں نے کہا کہ بیشک۔ ابو بکر وہب بن الاجدعؒ سے کہ انھوں نے سُنا عمرؓ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ

ع یعنی اس کو سلام کیا چوم کر یا ہاتھ لگا کر۔ یمن والے حجر کو مُحَیّاً کہا کرتے کیونکہ لوگ اس کو تحیۃ یعنی سلام کرتے بعضوں نے استلام کو کہا کہ وہ سِلام بکسر سین سے نکلا ہے جو جمع ہے سَلِمَۃ کی یعنی پتھر۔ عرب کہتے ہیں استلم الحجر پتھر کو چھوا اور اس کو ہاتھ لگایا کان ابن الزبیر یستلم کلھن عبد اللہ بن زبیرؓ کعبہ کے چاروں کونوں کو ہاتھ لگاتے (چومتے) کیونکہ انھوں نے کعبہ کو گرا کر حضرت ابراہیمؑ کے پایوں پر اُٹھا دیا تھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا تھا۔ لغات الحدیث

يَبْدَأُ بالصفا ويستقبلُ البيتَ ثم يكبّر سبع تكبيراتٍ بين كلّ تكبيرتين حمدُ اللہ وصلوٰةٌ على النبی صلے اللہ علیہ وسلم ومسئلةٌ لنفسہ وعلى المروة مثل ذٰلک ابوبکر عن بکر سعیتُ مع عمر فی بطن المسیل ابوبکر عن ابن سابط انّ عمر کان یجعل الذی (ای الموضع ۱۲) کانّہ مبرکُ البعیر على فخذہ الایمن یعنی فی المروة ابوبکر عن ہشام بن عروة عن ابیہ انّ عمر کان یلبّی على الصفا والمروة یشتدّ صوتہ ویُعرف صوتہ باللیل ولا یُرى وجہہ ابوبکر عن عروة ان ابابکر وعمر کانا یقدمان وہما مُہلّان بالحجّ فلا یَحِلُّ منہما حرامٌ الى یوم النحر ابوبکر عن علقمة والاسود عن عمر انّہ جمع بین الظہر والعصر بعرفات ثمّ وقف (فی عرفات ۱۲) ابوبکر عن الاسود عن عمر انّہ صلّاہما بجمع (مزدلفہ ۱۲) ابوبکر عن ابی عثمان النہدی انّہ صلّى مع عمر المغرب دُونَ جَمْعٍ (مع العشاء ۱۲) قلتُ فالاوّلُ (ای الجمع ۱۲) ہو الافضل المختار والثانی (ای عدم الجمع ۱۲) بیان آن لو ترک رجلٌ الجمعَ وصلّى کلّ صلوٰةٍ فی وقتہا المعہود جاز ابوبکر عن ابن ابی نجیح عن ابیہ سُئِل ابن عمر عن صوم یوم عرفة فقال حججتُ مع

شروع کی جاتے (سعی) صفا سے اور بیت اللہ کی طرف منہ کیا جاتے پھر سات مرتبہ تکبیرات کہی جاتیں۔ ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ کی حمد اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتے اور اپنی ذات کے لئے دُعاء کی جاتے اور مروہ پر بھی ایسا ہی کیا جاتے۔ ابوبکر بکر سے، میں نے عمرؓ کے ساتھ بطنِ مسیل میں سعی کی۔ ابوبکر ابنِ سابط سے کہ عمرؓ اس جگہ کو جو اُونٹ کے سینہ کی مانند ہے اپنی داتیں ران پر رکھتے تھے یعنی مروہ میں۔ ابوبکر ہشام ابن عروہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ تلبیہ کیا کرتے (یعنی لبّیک کہا کرتے) تھے صفا اور مروہ پر اور اُن کی آواز سخت ہوتی تھی اور رات میں اُن کی آواز پہچانی جاتی تھی اور صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ابوبکر عروہ سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں قدوم کیا کرتے اس حال میں کہ حج کا احرام باندھے ہوتے ہوتے تھے۔ تو ان دونوں سے کوئی حرام (یعنی وہ کام جو مُحرِم کے لئے ممنوع ہے) حلال نہیں ہوتا تھا یوم نحر تک۔ ابوبکر علقمہ اور اسود سے، کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ظہر و عصر کو جمع کیا عرفات میں پھر وقوف کیا (یعنی ٹھہرے)۔ ابوبکر اسود سے کہ عمرؓ نے دونوں نمازوں کو مُزدلفہ میں پڑھا جمع کے ساتھ۔ ابوبکر عثمان نہدی سے کہ اُنھوں نے عمرؓ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی بغیر جمع کے (یعنی عشاء کے ساتھ جمع نہیں کیا) میں کہتا ہوں کہ پہلی صورت (یعنی جمع) وہ افضل اور پسندیدہ ہے اور دوسری (یعنی جمع نہ کرنا) اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص نے جمع کو ترک کر دیا اور ہر نماز کو اپنے وقتِ معہود میں پڑھ لیا تو جائز ہے۔ ابوبکر ابنِ ابی نجیح سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ ابنِ عمرؓ سے سوال کیا گیا یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یَصُمْہ وحججتُ مع ابی بکر فلم یَصُمْہ وحججتُ مع عمر فلم یصُمْہ وحججتُ مع عثمانَ فلم یصُمْہ و انا لا اَصومُہ ولا آمرُ بہ ولا اَنہیٰ عنہ احمد بن حنبل عن عمرو بن میمون صلّٰی بنا عمر بن الخطاب بجَمْعٍ (مزدلفہ ۱۲) الصبحَ ثمّ وقفَ و قالَ ان المشرکینَ کانُوا لا یُفیضُونَ (روانہ نہ ہوتے ۱۲) حتّٰی تطلعَ الشمسُ و انّ رسولَ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم خالَفَہم ثمّ اَفَاضَ قبلَ اَن تطلعَ الشمسُ مالک عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر انّ عُمرَ خطبَ الناسَ بعرفۃ و علّمہم اَمرَ الحجّ فقالَ لہم فیما قال اذا جئتم مِنًی فمَن رمی الجمرۃَ فقد حَلّ لَہٗ ما حُرّم علے الحاجّ الاّ النسآءَ و الطّیبُ لا یَمَسُّ احدٌ نسآءً ولا طیبًا حتّٰی یطوف بالبیت مالک فی روایۃ اُخرٰی مثلہٗ الاّ انّہٗ قالَ مَن رمی الجمرۃَ و حلقَ او قصّرَ و نحرَ ہدیًا ان کانَ معَہٗ فقد حلّ الحدیث قلتُ ترک الفقہآءُ قولَہٗ و الطّیبَ لما صحّ عندہم من حدیث عائشۃَ وغیرہا انّ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلّم تطیّبَ قبل طوافِ الافاضۃِ ابوبکر عن ابن اسحٰق سئِل عکرمۃُ

حج کیا تو آپ نے یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے ابوبکرؓ کے ساتھ حج کیا تو اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عمرؓ کے ساتھ حج کیا تو اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا اُنھوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا اور میں خود روزہ نہیں رکھتا اور نہ اُس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اُس سے منع کرتا ہوں۔ احمد بن حنبلؒ عمرو بن میمون سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ہم کو جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھائی پھر وقفہ کیا اور فرمایا کہ مشرکین نہیں روانہ ہوا کرتے تھے جب تک آفتاب طلوع نہ ہوجاتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کیا ہے۔ پھر (عمرؓ) آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ہی روانہ ہوگئے۔ مالک عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عرفہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور ان کو حج کے امور کی تعلیم دی تو منجملہ اور ارشادات کے اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ جب تم مِنیٰ میں آجاؤ تو جس نے رمی جمرہ کرلی تو اُس کے لئے وہ کام حلال ہوگئے جو حُجّاج پر حرام ہوتے ہیں بجز عورتوں کے اور خوشبو کے۔ کوئی شخص نہ عورتوں کو چھوتے اور نہ خوشبو کو یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرلے۔ مالکؒ ایک دوسری روایت میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں بجز اس کے کہ اُنھوں نے کہا کہ جو رمی جمرہ کرلے اور حلق یا قصر کرلے (یعنی سر مُنڈوالے یا بال کٹوالے) اور ہدی کی قربانی کرلے اگر اس کے ساتھ ہو تو وہ حلال ہوگیا، آخر حدیث تک۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے قول والطّیب (یعنی خوشبو کو نہ چھوتے) پر عمل ترک کردیا کیونکہ اُن کے نزدیک حدیث عائشہؓ وغیرہا سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف افاضہ سے پہلے خوشبو لگائی ہے۔ ابوبکر ابن اسحٰق سے کہ عکرمہ سے

عن الاہلال متیٰ ینقطع فقال اہلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حتی رمی الجمرۃ وابوبکر وعمر۔ آبو بکر عن ابراہیم کان عمر یحج فلا یذبح شیئاً حتی یرجع آبو بکر عن عمرو بن میمون حججتُ مع عمر سنتین احدٰہما فی السّنۃ الّتی اُصیبَ فیہا کل ذٰلک یرمی جمرۃ العقبۃ من بطنِ الوادی۔ آبو بکر عن الاسود رآیتُ عمر بن الخطاب یرمی جمرۃ العقبۃ من فوقہا قیل معناہ یرمی اعلٰی شیٔ فیہا۔ والاوجہ عندی انّ الاوّل للاستحباب والثانی للجواز۔ مالک عن نافع عن ابن عمر انّ عمر قال من ضفر فلیحلق ولا تشبّہوا بالتلبید مالک عن سعید بن المسیب قال عمر من عقص رآسہ او ضفر او لبّد فقد وجب علیہ الحلاق مالک عن نافع عن ابن عمر انّ عمر بن الخطاب قال لایبیتنّ احدٌ من الحاجّ لیالی منیٰ من وراء العقبۃ مالک عن نافع زعموا انّ عمر بن الخطاب کان یبعث رجالاً یدخلون النّاس وراء العقبۃ

سوال کیا گیا اِہلال (یعنی تلبیہ) کے بارے میں کہ کب منقطع کیا جاتے۔ تو اُنھوں نے کہا کہ تلبیہ کہتے رہے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ تک اور ابوبکرؓ وعمرؓ۔ آبو بکر ابراہیم سے کہ عمرؓ حج کیا کرتے تھے اور واپس آنے تک کچھ ذبح نہیں کیا کرتے تھے۔ آبو بکر عمرو بن میمون سے کہ مَیں نے عمرؓ کے ساتھ دو سال حج کیا ان میں سے ایک سال وہ تھا جس میں اُن پر زخم لگایا گیا تھا۔ ہر سال میں اُنھوں نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی بطنِ وادی سے۔ آبو بکر اسود سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرتے ہوتے دیکھا اُس کے اُوپر سے۔ کہا گیا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ رمی کر رہے تھے اُسکی بلند جگہ پر (سے)۔ اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ پہلا عمل اِستحباب کے لئے ہے اور دوسرا جواز کے لئے۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص بالوں کو گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ مُنڈوائے اور تم اہلِ تلبید کی مشابہت نہ کرو۔ مالکؒ سعید بن المسیب سے، عمرؓ نے فرمایا کہ جس نے سر کا جوڑا باندھا یا گوندھا یا گوند سے بالوں کو جمایا ہو تو اُس کو منڈوانا واجب ہے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ حاجیوں میں سے کوئی شخص مِنیٰ کی راتوں میں سے رات نہ گزارے عقبہ سے پرے۔ مالکؒ نافع سے کہ اُنھوں نے گمان کیا کہ عمرؓ بن الخطاب کچھ مَردوں کو بھیجا کرتے تھے جو لوگوں کو عقبہ کے پیچھے داخل کیا کرتے تھے۔

آبو بکر عن جعفر عن ابیہ انّ النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم وابابکر وعمر کانوا یمشون الی الجمار آبو بکر عن السّائب رآیتُ

آبو بکر جعفر سے وہ اپنے باپ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ جمار کی طرف پیدل جایا کرتے تھے۔ آبو بکر سائب سے، میں نے دیکھا

ع ضفر کے معنے ہیں بالوں کو گوندھنا اور ان کو لپیٹ کر جوڑا بنانا یعنی جو شخص بال گوندھے ہوتے ہو اس کو چاہیئے کہ مُنڈوانے کے وقت مُنڈوائے اور قصر نہ کرے اور ولا تشبّہوا بالتلبید کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت نہ کرو بالوں کے باقی رکھنے میں اہلِ تلبید کی اور تلبید یہ ہے کہ اپنے سر پر گوند وغیرہ کوئی شئی مَل لیجائے تاکہ بال مجتمع ہو جائیں بکھریں نہیں

۴ ہوتے نہ رہیں ۱۲

عمر بن الخطاب رأى رجلاً يقود بامرأته على
بعير في الجمرة فعلاها بالدرة إنكاراً لركوبها
مالك أنه بلغه أن عمر بن الخطاب كان
يقف عند الجمرتين وقوفاً طويلاً حتى يمل
القائم أبو بكر عن سليمان بن ربيعة نظرنا عمر
فأتى الجمرة الثالثة فرماها ولم يقف
عندها مالك عن يحيى بن سعيد بلغه أن عمر
ابن الخطاب خرج الغد من يوم النحر حين ارتفع
النهار شيئاً فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج
الثانية من يومه ذلك حين ارتفع النهار
فكبر فكبر الناس بتكبيره ثم خرج حين زالت
الشمس فكبر فكبر الناس بتكبيره حتى يتصل
التكبير ويبلغ البيت فعرف الناس أن قد
يرمي أبو بكر عن عطاء أن عمر رخص للرعاء
أن يبيتوا أعلى منى أبو بكر عن عبد الله
ابن مسعود صليت مع النبي صلى
الله عليه وسلم ركعتين يعني بمنى
ومع أبي بكر ومع عمر ركعتين أبو بكر
عن عمران بن حصين وعن ابن عمر وعن
أنس نحواً من ذلك أبو بكر عن عمرو بن
شعيب أن عمر جمع بمنى أبو بكر عن الزهري
أن عمر صلى بالحصبة للجمعة ولم يجمع يعني
صلاها ظهراً أبو بكر عن عمرو بن
دينار أن النبي صلى الله عليه
وسلم وأبا بكر وعمر كانوا

عمر رض بن الخطاب کو کہ اُنھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی بیوی
کو اُونٹ پر جمرہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو اُس عمر رض کو درہ سے مارا
کیونکہ آپ نے اس عورت کے سوار ہونے کو ناپسند کیا۔ مالکؒ ان کو یہ بات پہنچی کہ
عمر رض بن الخطاب جمرتین کے نزدیک اتنا طویل وقوف کرتے تھے
کہ ایک کھڑا ہونے والا تھک جاتا تھا۔ ابو بکر سلیمان بن ربیعہ سے
کہ ہم نے دیکھا عمر رض کو وہ جمرہ ثالثہ کے پاس آئے اور اس پر
رمی کی اور اس کے پاس نہیں ٹھہرے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے
ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمر رض بن الخطاب یوم نحر سے اگلے دن (رمی
کے لئے) نکلے جب سورج کچھ اُونچا ہو گیا تھا تو آپ نے
تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی پھر دوسری
مرتبہ اسی دن نکلے جب سورج بلند ہو گیا تھا پھر انھوں نے
تکبیر کہی اور سب لوگوں نے ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی۔ پھر
نکلے جب سورج ڈھل گیا تو تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کی
تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی یہاں تک کہ تکبیر کا سلسلہ متصل ہو کر
بیت اللہ تک پہنچ جاتا پھر لوگ پہچان لیتے کہ عمر رض رمی کے
لئے نکلے ہیں۔ ابو بکر عطاء سے کہ عمر رض نے رخصت دی چرواہوں
کو کہ وہ رات گزاریں منیٰ کے بالائی حصہ میں۔ ابو بکر عبداللہ
ابن مسعود رض سے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
دو رکعت نماز پڑھی یعنی منیٰ میں اور ابو بکر رض کے ساتھ اور عمر رض
کے ساتھ دو رکعتیں۔ ابو بکر عمران بن حصین سے اور ابن عمر رض سے
اور انس رض سے اسی روایت کے مطابق۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے
کہ عمر رض نے نماز جمعہ پڑھی منیٰ میں۔ ابو بکر زہری سے کہ عمر رض نے
حصبہ میں جمعہ کے لئے نماز پڑھی اور جمعہ نہیں پڑھا یعنی
اس کے بجائے ظہر کی نماز پڑھی۔ ابو بکر عمرو بن دینار سے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض و عمر رض محصب میں ایک

يحتسبون مالك عن ابن عمر ان عمر بن
الخطاب قال لا يصدرن احد من
الحاج حتى يطوف بالبيت فان آخر
النسك الطواف بالبيت مالك عن
يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب
رد رجلاً من مر الظهران لم يكن ودع
البيت حتى ودع ابوبكر عن عطاء
طاف عمر بن الخطاب بعد الفجر ثم
ركب حتى اذا اتى ذات طوى نزل
فلما طلعت الشمس وارتفعت صلى
ركعتين ثم قال ركعتان مكان ركعتين
ابوبكر و ابوداود عن الحارث بن عبدالله
ابن اوس الثقفي سالت عمر بن الخطاب
عن المراة تطوف بالبيت ثم تحيض فقال
ليكن آخر عهدها بالبيت فقال الحارث
كذلك افتاني رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال عمر اربت بيديك سالتني
عن شئ سالت عنه رسول الله صلى الله
عليه وسلم كيما اخالفه ابوبكر عن القاسم بن
محمد في امراة زارت البيت يوم النحر ثم حاضت
قبل النفر قال يرحم الله عمر كان اصحاب
محمد صلى الله عليه وسلم يقولون
قد فرغت الا عمر فانه كان
يقول يكون آخر عهدها بالبيت
قلت ترك اهل العلم قول عمر ههنا

ساعت آنکھ لگا یا کرتے تھے۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے فرمایا کہ کوئی شخص حاجیوں میں سے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹے
یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرے۔ کیونکہ آخر نسک بیت اللہ
کا طواف ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
ایک شخص کو لوٹایا مرّ الظہران سے جس نے بیت کو وداع نہ کیا
تھا (یعنی طواف وداع نہ کیا تھا) یہاں تک کہ اس نے
طواف وداع کیا ابوبکر عطاء سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے بعد نماز
فجر کے طواف کیا پھر سوار ہو گئے۔ جب ذاتِ طُوی پر آئے
تو اُترے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اونچا ہوا تو دو رکعتیں
پڑھیں پھر فرمایا کہ یہ دو رکعتیں دو رکعتوں کی جگہ ہیں (جو
طواف کے بعد نہیں پڑھی تھیں)۔ ابوبکر اور ابوداؤد حارث
ابن عبداللہ بن اوس ثقفی سے کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب سے
سوال کیا ایسی عورت کے بارے میں جو بیت اللہ کا طواف کرتی
ہے پھر حائضہ ہو گئی تو فرمایا کہ اس کا آخری کام طواف بیت
ہی ہونا چاہیئے تو حارث نے کہا کہ اسی طرح مجھے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ دیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو
نے اپنے دین میں شک کیا کہ تو نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکا تھا کہ دیکھے کہ
میں کیا اُس کے خلاف کہتا ہوں۔ ابوبکر قاسم بن محمد سے، ایسی
عورت کے بارے میں جس نے بیت کی زیارت کی یوم النحر میں۔
پھر کوچ کرنے سے پہلے حائضہ ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ رحم
کرے اللہ تعالیٰ عمرؓ پر اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہتے
تھے کہ وہ (حج سے) فارغ ہو گئی سوائے عمرؓ کے کہ وہ یہ
کہتے تھے کہ اس کا آخری کام بیت کا طواف ہونا چاہیئے۔
میں کہتا ہوں کہ اہلِ علم نے یہاں عمرؓ کے قول کو ترک کر دیا

لما ثبت عندهم من قصة صفية وغيرها
والاوجه عندي انها تسن لها ان تقيم
بمكة حتى تودع البيت الا عند حاجة
لا تجد منها بدا ابو بكر عن ابن عمر ان
عمر نهى ان يحرم المحرم في الثوب
المصبوغ بالورس والزعفران مالك
عن ابي الغطفان المري ان اباه
طريفا تزوج امرأة وهو محرم فرد
عمر نكاحه ابو بكر عن ابن عمر كنا نكون
بالخليج من البحر بالجحفة فننغامس فيه
وعمر ينظر الينا فما يعيب ذلك علينا
ونحن محرمون مالك عن عطاء
ابن ابي رباح ان عمر بن الخطاب
قال ليعلى بن امية وهو
يصب على عمر بن الخطاب ماء
وهو يغتسل اصبب على راسي
اصبب فلن يزيده الماء الا شعثا
ابو بكر عن الحسن ان عمر بن الخطاب
كان لا يرى باسا بلحم الطير
اذا صيد لغيره يعني في
الاحرام ابو حنيفة عن ابي
سلمة عن رجل عن ابي هريرة
مررت في البحرين فسألوني
عن لحم الصيد يصيده الحلال
هل يصلح للمحرم ان يأكله

اس بنا پر جو اُن کو صفیہؓ وغیرہا کے قصہ سے ثابت ہوا۔
اور میرے نزدیک زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ اس کے لئے
مسنون یہ ہے کہ وہ مکہ میں قیام کرے تاآنکہ طواف وداع
کرے۔ مگر ایسی حاجت کے وقت کہ جس کے بغیر چارہ نہ ہو
(رخصت ہے)۔ ابو بکر ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے منع کیا اس سے
کہ احرام باندھنے والا ایسے کپڑے کا احرام باندھے جو ورس
اور زعفران سے رنگا ہوا ہو (ورس ایک گھاس ہے جس کے
پانی سے کپڑے رنگتے تھے)۔ مالکؒ ابو غطفان مُرّی سے کہ ان
کے باپ نے راہ چلتے ہوئے جب کہ وہ محرم تھے ایک عورت
سے نکاح کر لیا تو عمرؓ نے اُن کے نکاح کو رد کر دیا۔ ابو بکر ابن
عمرؓ سے کہ ہم دریا کی خلیج میں ہوتے تھے جحفہ میں اور
ہم اس میں غوطے لگاتے تھے اور عمرؓ ہماری طرف دیکھتے
رہتے تھے اور اس کو ہمارے لئے معیوب نہیں قرار دیتے تھے
حالانکہ ہم محرم ہوتے تھے۔ مالکؒ عطاء بن ابی رباح سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے یعلی بن اُمیّہ سے فرمایا جب کہ وہ عمرؓ
ابن الخطاب پر پانی ڈال رہے تھے اور وہ غسل کر رہے تھے
کہ میرے سر پر (پانی) ڈال، گرا، پانی ڈالنے سے تو بال
زیادہ پراگندہ ہوتے ہیں (یعنی احرام میں نہانا کوئی زینت
نہیں کہ منع ہو)۔ ابو بکر حسنؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب ایسے
پرندے کے گوشت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جس کو
کسی دوسرے (غیر محرم) کیلئے شکار کیا گیا ہو یعنی حالتِ احرام میں (محرم
کھا سکتا ہے)۔ ابو حنیفہؒ ابو سلمہ سے وہ ایک شخص سے وہ
ابو ہریرہؓ سے کہ میرا گزر بحرین میں ہوا۔ وہاں کے لوگوں
نے مجھ سے سوال کیا اس شکار کے گوشت کے بارے میں جس کو
غیر محرم شکار کرے کیا وہ محرم کے لئے جائز ہے کہ اس کو کھائے

فأفتيتهم بأكله و في نفسي منه شيء
ثم قدمت على عمر بن الخطاب فذكرت
له ما قلت لهم فقال لو قلت غير
ذلك لم تقل بين اثنين ما بقيت
مالك عن ربيعة بن عبد الله بن
الهدير انه رأى عمر بن الخطاب
يقرد بعيرا له في الطين بالسقيا
و هو محرم مالك عن ابي الزبير
المكي عن جابر بن عبد الله ان
عمر بن الخطاب قضى في الضبع
بكبش و في الغزال بعنز و في
الارنب بعناق و في اليربوع
بجفرة مالك عن عبد الملك بن قرير
عن محمد بن سيرين ان رجلا جاء الى
عمر بن الخطاب فقال اني اجريت
انا و صاحب لي فرسين نستبق الى ثغرة
ثنية فاصبنا ظبيا و نحن محرمان
فماذا ترى فقال عمر لرجل الى
جنبه تعال حتى احكم انا و انت
قال فحكما عليه بعنز فولى
الرجل و هو يقول هذا امير
المؤمنين لم يستطع ان يحكم في
ظبي حتى دعا رجلا يحكم معه فسمع
عمر قول الرجل

تو میں نے اُن کو فتوٰی اُس کے کھا لینے کا دیا اور میرے دل
میں اس سے کچھ خدشہ تھا پھر میں عمرؓ کے پاس پہنچا تو اُن سے
اس کا ذکر کیا۔ تو کہا کہ اگر تو اس کے خلاف جواب دیتا تو اپنی
مدتِ حیات تک دو آدمیوں کے مابین بھی کچھ نہ بول سکتا
(یعنی میں فتوائے دینے سے روک دیتا)۔ مالک ربیعہ بن عبد اللہ
ابن الہدیر سے کہ اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا کہ وہ
اپنے اونٹ کی چیچڑیاں توڑ کر مٹی میں ڈال رہے تھے سقیا
میں جب کہ وہ محرم تھے۔ مالک ابو زبیر مکی سے وہ جابر بن عبد اللہ
سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا بجّو (کفتار) کے مارنے
کے بارے میں مینڈھے کا اور ہرن کے بارے میں بکری کا اور
خرگوش کے بارے میں بکری کے بچہ کا جو ایک سال سے کم ہو
اور جنگلی چوہا مارنے میں چار مہینے کا بکری کا بچہ دیا جاتے۔
مالک رحمہ عبد الملک بن قریر سے وہ محمد بن سیرین سے کہ ایک شخص
عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے اور
میرے ایک ساتھی نے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک گھاٹی کے منہ کی طرف
نیزہ بازی کی تو ہم نے ایک ہرن کا شکار کر لیا اور ہم دونوں
مُحرم تھے تو آپ اس میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو عمرؓ نے ایک
صاحب سے کہا جو اُن کے پہلو کی طرف تھے کہ آؤ میں اور تم
دونوں اس کا فیصلہ کریں تو دونوں نے فیصلہ کیا ایک
بکری دینے کا تو وہ شخص پشت پھیر کر یہ کہتا ہوا جانے لگا کہ
یہ امیر المؤمنین ہیں جو اس پر بھی قادر نہ ہوئے کہ ہرن کے
بارے میں خود فیصلہ کر دیں یہاں تک کہ دوسرے شخص کو بلایا
کہ وہ ان کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے۔ اس شخص کی بات
حضرت عمرؓ نے سن لی تو آپ نے اس (کو بلا کر اُس) سے فرمایا کہ

ع۵ یہ قصہ بکر بن عبد اللہ المزنی کی روایت سے جلد ثانی صفحہ ۶۱ پر گزرا اس میں شاۃ مذکور ہے ۱۲ اشتیاق احمد

فسألہ هل تقرء سورۃ المائدۃ قال
لا قال فهل تعرف هذا الرجل الذي
حكم معي فقال لا فقال عمر لو
اخبرتني انك تقرء المائدۃ لاوجعتك
ضربا ثم قال ان الله تبارك
و تعالى يقول في كتابه يحكم به
ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة
و هذا عبد الرحمن بن عوف.
مالك عن زيد بن اسلم ان
رجلا جاء الى عمر بن الخطاب
فقال يا امير المؤمنين
اني اصبت جرادات بسوطي
و انا محرم فقال له عمر
اطعم قبضة من طعام مالك
عن يحيى بن سعيد ان رجلا
جاء الى عمر بن الخطاب فسأله
عن جرادة قتلها و هو
محرم فقال عمر لكعب
تعال حتى نحكم فقال كعب
درهم فقال عمر لكعب انك لتجد
الدراهم لتمرة خير من
جرادة ابو بكر عن الحكم عن
شيخ من اهل مكة ان حماما
كان على البيت فذرقت
على يد عمر

کیا تو سورۂ مائدہ پڑھ سکتا ہے ؟ (یعنی تجھے یاد ہے) اس نے
کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس شخص کو پہچانتا ہے جس نے
میرے ساتھ مل کر فیصلہ کیا تو اس نے کہا نہیں۔ اس کے بعد
عمرؓ نے کہا کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تجھے سورۂ مائدہ یاد ہے تو
میں تجھے مار مار کر تڑپا دیتا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی
کتاب میں فرماتے ہیں يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا
بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۵:۹۵۔ (اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل
مت کرو جب کہ تم حالتِ احرام میں ہو اور جو شخص تم میں
اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی
جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے
جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں بصورت
قربانی جو ...... نیاز کے طور پر کعبہ تک
پہنچائی جاتی ہے) اور یہ عبدالرحمن بن عوفؓ ہیں۔ مالکؒ
زید بن اسلم سے کہ ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا
اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین، میں نے اپنے کوڑے
سے چند ٹڈیاں مار دیں حالانکہ میں محرم ہوں (اس کی پاداش
کیا ہے ؟) تو اس سے انہوں نے کہا کہ ایک مٹھی کھانا
(کسی مسکین کو) کھلا دے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے کہ ایک
شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے ان سے
ایک ٹڈی کی پاداش کے بارے میں سوال کیا جس کو اس نے
محرم ہونے کی حالت میں مار دیا تھا تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ
آؤ اس کا فیصلہ کریں تو کعبؓ نے کہا کہ ایک درہم تو عمرؓ نے کعبؓ سے کہا کہ (معلوم ہوتا ہے) تمہارے
پاس بہت سے درہم ہیں یقیناً ایک کھجور جرادہ (ٹڈی) سے بہتر ہے۔ ابوبکر
حکم سے وہ اہل مکہ میں کے ایک بوڑھے سے کہ ایک مکان
کے اوپر ایک کبوتر تھا وہ عمرؓ کے ہاتھ پر آ گرا تو انہوں نے

فاشارَ بیدہٖ فطارَ فوقع علی بعض بیوتِ اہل مکّۃ فجاءت حیّۃٌ فاکلتہ فحکم عُمرُ علیٰ نفسہٖ شاۃً ابوبکر عن سعید بن المسیّب انّ رجلاً اتی عمر متمتعاً قد فاتہ الصّوم فی العشر فقالَ لہٗ اِذبح شاۃً قال لیسَ عندی قال سَلْ قومکَ قالَ لیسَ ہٰہنا احدٌ من قومی قالَ فاعطِہ یا مُعیقیبُ عن شاۃٍ ابوبکر عن مجاہد قال عُمرُ مَن اَہدیٰ ہدیًا تطوّعًا فعطبَ ینحرہُ المحرمُ ولایاکل منہ (عجزعن السیر۱۲) شیئًا وان اَکلَ فعلیہ البدلُ ابوبکر عن ابی ملیکۃ قال عُمرُ لاتُقیموا بعد النفرِ الّا ثلاثًا۔ مالک عن یحیٰی بن سعید انّہ قالَ اخبرنی سلیمان بن یسارٍ انّ ابا ایّوب الانصاری خرجَ حاجًّا حتّی اذا کانَ بالنازیۃ (نام چشمہ ۱۲) من طریقِ مکّۃ اَضلّ رواحلہ وانّہ قدمَ علی عمر بن الخطّاب یوم النحر فذکر لہٗ ذٰلک فقالَ عمر بن الخطاب اصنعْ ما یصنعُ المعتمر ثمّ قد حللتَ فاذا ادرککَ الحجُّ قابلاً فاحجُجْ واہدِ مااستیسر من الہدیِ مالک عن نافع عن سُلیمان بن یسار اَنّ ہبار بن الاسود جاءَ یوم النحر وعمر بن الخطاب ینحرُ

اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ اُڑ کر مکّہ والوں کے ایک گھر پر جاگرا پھر ایک سانپ نے آکر اس کبوتر کو کھالیا تو عمرؓ نے فیصلہ کیا اپنی ذات پر ایک بکری دینے کا۔ ابوبکر سعید بن المسیب سے کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا جو متمتع تھا اور اس کا دسویں کا روزہ فوت ہو گیا تھا تو اُنھوں نے اُس سے فرمایا کہ ایک بکری ذبح کر۔ اُس نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے تو فرمایا کہ اپنی قوم سے مانگ لے تو اُس نے کہا کہ یہاں میری قوم کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے معیقیب اس کو ایک بکری دیدے۔ (مُعَیقیب صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بیت المال کا افسرِ اعلیٰ بنایا تھا)۔ ابوبکر مجاہد سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی ہدی لے جا رہا ہو بطور تطوّع کے (یعنی اللہ کے نام پر قربانی دینے کے لئے) اور وہ چوپایہ چلنے سے عاجز ہو گیا تو مُحرم اُس کو ذبح کر دے اور اُس میں سے کچھ کھاتے نہیں۔ اگر کچھ کھالے تو اُس پر اُسکا بدل لازم ہوگا۔ ابوبکر ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوچ ہو جانے کے بعد قیام نہ کرو مگر تین دن۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے اُنھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی سلیمان بن یسار نے کہ ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے۔ جب (چشمہ) نازیہ پر پہنچے جو مکہ کے راستہ میں ہے تو ان کی سواریاں گم ہو گئیں، اور اس طرح وہ یوم النحر میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور اُن سے سرگزشت بیان کی۔ تو عمرؓ نے کہا کہ وہ کیجئے جو عمرہ کرنیوالا کرتا ہے پھر آپ حلال ہو جائیں گے۔ پھر جب سالِ آئندہ حج کا زمانہ آئے تو حج کیجئے اور جو ہدی میسّر آجائے وہ بھیجئے۔ مالکؒ نافع سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ ہبار بن الاسود یوم النحر میں اُس وقت آئے جب کہ عمرؓ بن الخطاب اپنی ہدی کو

هَدْيَهٗ فقال يا امير المؤمنين اَخْطَأْنَا العِدَّةَ كُنَّا نَرٰى اَنَّ هٰذَا اليوم يومُ عرفة فقال عمر اذهب الٰى مكّة فطُفْ انتَ وَمَنْ مَعَكَ وَانْحَرُوْا هديًا ان كان معكم ثم احْلقوا او اقصروا وارجعوا فاذا كان عامٌ قابلٌ فحجُّوا واهدوا فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فی الحج وسبعةٍ اذا رجع۔ ابو بكر عن عطاء بن السائب كان عمر يأمر رجلا فيحدو۔ ابو بكر عن اسلم سمع عمر بن الخطاب رجلاً بفلاةٍ من الارض وهو يحدو بغناء الركبان فقال عمر انّ هذا من زاد الراكب ابو بكر عن عبد الله بن عامر خرجتُ مع عمر بن الخطاب فما رأيته مضطربا فسطاطا حتّٰى رجع قيل له باىّ شیء كان يستظلّ قال كان يطرح النطع على الشجرة فيستظل به۔ كتاب البيوع مالك ان عمر بن الخطاب قال لا يبيع فی سوقنا الّا من تفقّه فی الدين قلتُ معناه وجوب علم احكام البيوع على من يباشر التجارة الشافعی عن ابن عباس بلغ عمر بن الخطاب انّ رجلاً باع خمرًا فقال قاتل الله فلانًا باع الخمر اما علم انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قاتل الله اليهود حُرِّمت عليهم الشحوم

ذبح کر رہے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم سے تاریخ کے حساب میں چوک ہوگئی۔ ہم خیال کر رہے تھے کہ آج کا دن یوم عرفہ ہے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم مکہ کی طرف جاؤ اور طواف کرو تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں اور کوئی ہدی اگر تمہارے ساتھ ہے اس کی قربانی کرو۔ پھر حلق کرو اور قصر کرو اور لوٹ جاؤ۔ پھر جب آئندہ سال آئے تو حج کرو اور ہدی لے کر آؤ جس کو تم میں ہدی نہ میسّر ہو وہ تین دن روزے رکھے زمانہ حج میں اور سات روزے جب لوٹے۔ ابو بکر عطاء بن السائب سے کہ عمرؓ کسی شخص کو حکم دیتے اور وہ حُدی (اونٹوں کا گانا) پڑھتا۔ ابو بکر اسلم سے کہ انھوں نے سنا عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جو وسیع بیابان میں سفر کرتے ہوئے شتر سواروں کا گانا گایا کرتا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شتر سوار کا توشہ ہے۔ ابو بکر عبداللہ بن عامر سے کہ میں نے سفر کیا ہے عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ میں نے ان کو خیمہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا واپسی تک۔ ان سے کہا گیا کہ پھر کس چیز سے سایہ کا انتظام کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ چمڑے کا دسترخوان درخت پر ڈال دیتے اور اس سے سایہ لیتے تھے۔ کتاب البیوع۔ مالکؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں کوئی تجارت نہ کرے بجز ایسے شخص کے جو دین میں سمجھ رکھتا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے ہیں خرید و فروخت کے احکام کے علم کا واجب ہونا اس شخص پر جو تجارت کرتا ہو۔ شافعیؒ ابن عباسؓ سے کہ عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے شراب کو فروخت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا ہلاک کرے فلاں کو اس نے شراب کو بیچا۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہلاک کرے یہود کو۔ ان کے اوپر چربیاں حرام کی گئیں تو انھوں نے

فحملوه فباعوه الشافعی عن روایة الزعفرانی عنه ان عمر قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا قال الشافعی ان عمر قال البیع صفقة او خیار ثم ضعفه الشافعی جداً قال وتاویله ان یجیء البیع صفقة بعد ما تفرق او خیار قلت ویحتمل ان یکون معناه البیع اما صفقة (عقد) نافذة او خیار قاطع للبیع البیهقی عن الشعبی اخذ عمر بن الخطاب فرساً من رجل علی سوم (بارادہ خریداری) فحمل علیه رجلاً فعطب عنده فخاصمه الرجل فقال اجعل بینی و بینک رجلاً فقال الرجل انی ارضی بشریح العراقی فاتوا شریحاً فقال شریح لعمر اخذته صحیحاً سالماً وانت له ضامن حتی ترده صحیحاً سالماً فاعجب القاضی عمر بن الخطاب فبعثه قاضیاً قلت احتج الشافعی بهذه القصة علی ان الماخوذ بسوم الشراء مضمون مالک عن زید بن اسلم عن عطاء ابن یسار ان معاویة بن ابی سفیان باع سقایة من ذهب او ورق باکثر من وزنها (ظرف آب) فقال له ابو الدرداء

اُس کو پگھلا کر روغن بنایا اور پھر اس کو فروخت کیا۔ شافعیؒ اُن سے زعفرانی کی روایت ہے، کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیچنے اور خرید والا دونوں صاحب اختیار ہوتے ہیں (یعنی بیع کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں) جب تک جدا جدا نہ ہو جائیں۔ شافعیؒ کہ عمرؓ نے فرمایا کہ بیع ایک معاملہ (سودا) ہے یا اختیار ہے۔ پھر شافعیؒ نے اس کو ضعیف کہا زوردار طور پر۔ اور اگر صحیح ہو تو اس کی تاویل یہ ہے کہ بیع سودا کرنے کی صورت میں، اس کے بعد تفرق ہے یا خیار۔ میں کہتا ہوں کہ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنے یہ ہوں کہ بیع یا ایک عقد ہے نافذ ہونے والا یا خیار ہے بیع کو ختم کر دینے والا۔ بیہقی شعبی سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک شخص سے ایک گھوڑا لیا قیمت چکانے کے لئے پھر اُس پر ایک شخص کو سوار کیا، پھر وہ اس شخص کے پاس ہلاک ہو گیا۔ اس پر اس شخص نے عمرؓ سے جھگڑا کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ تو میرے اور اپنے درمیان ایک شخص کو (حکم) تجویز کر لے تو اُس نے کہا کہ میں شریح عراقی پر راضی ہوں تو دونوں شریح کے پاس گئے۔ شریح نے عمرؓ سے کہا کہ آپ نے اس سے صحیح سالم لیا تھا اور آپ اُس کے ضامن (ذمہ دار) ہیں کہ اس کو صحیح و سالم واپس کریں تو تعجب میں ڈال دیا قاضی نے عمرؓ بن الخطاب کو تو اُنھوں نے شریح کو قاضی بنا کر بھیجا۔ میں کہتا ہوں کہ اس قصہ سے حجت پکڑی ہے امام شافعیؒ نے اس بات پر کہ خرید کے واسطے قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے جو چیز مشتری لے گا وہ اس کی ضمانت میں ہو گی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے ایک پانی کا برتن جو سونے یا چاندی کا تھا اُس کے وزن سے زیادہ پر بیچا تو اُن سے ابو الدرداءؓ نے کہا کہ

سمعتُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ینہیٰ عن مثل ہذا الاّ مثلاً بمثلٍ فقالَ
لہٗ معاویۃُ ما اریٰ بمثل ہذا
بأساً فقال ابو الدرداء من یعذرنی (عذر من بیان کند)
من معاویۃ انا اُخبرہ عن
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویخبرنی
عن رأیہ لا اُساکنک بارضٍ انت
بہا ثم قدم ابو الدرداء علےٰ عمر بن
الخطاب فذکر لہٗ ذلک فکتب عمر
ابن الخطاب الیٰ معاویۃ بن ابی سفیان
ان لا تبیعَ مثل ذلک الاّ مثلاً
بمثلٍ وزناً بوزنٍ مالک عن
نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال لا تبیعوا الذہب بالذہب الاّ
مثلاً بمثل ولا تُشِفّوا[1] بعضہا علےٰ بعضٍ
ولا تبیعوا الورق بالورق الاّ مثلاً بمثل
ولا تُشِفّوا بعضہا علےٰ بعض ولا تبیعوا
الورق بالذہب احدہما غائبٌ والآخر
ناجزٌ (حاضر) وان استنظرک (اے طلب کند مہلت بقدر) ان یلج بیتہ
فلا تُنظِرہ انی اخافُ علیکم الرّماء (زیادہ ۱۲) و
الرماء ہو الربوٰا مالک عن عبداللہ بن دینار عن
ابن عمر نحواً من ذلک مالک عن ابن شہاب عن
مالک بن اوس انہ التمس صرفاً بمأۃ دینارٍ قال فدعانی

میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ اس
طرح کی بیع سے منع کرتے تھے بجز مثل بمثل کے۔ تو ان
سے معاویہؓ نے کہا کہ میں اس طرح کی بیع میں کوئی حرج نہیں
دیکھتا۔ تو ابوالدرداءؓ نے کہا کہ کون میرا طرفدار ہوگا معاویہ
کے مقابلہ پر میں اس کو خبر دیتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کی روایت سے اور وہ مجھے خبر دیتا ہے اپنی رائے کی،
تیرے ساتھ میں اس سرزمین میں بھی نہیں رہوں گا جہاں
تو رہتا ہے۔ پھر ابوالدرداءؓ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے
اور اُن سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے معاویہؓ بن
ابی سفیان کو لکھا کہ وہ اس قسم کی بیع نہ کرے مگر مثل بمثل
اور وزن بوزن۔ مالکؒ نافعؒ سے وہ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن
الخطاب نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے نہ بیچو مگر مثل
بمثل اور اس کو ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ اور نہ
بیچو چاندی کو چاندی کے بدلے میں مگر مثل بمثل اور اس کو
ایک دوسرے سے نہ بڑھاؤ نہ گھٹاؤ۔ اور نہ بیچو چاندی کو سونے
کے بدلے میں کہ ان میں سے ایک غائب ہو اور دوسری حاضر
اور اگر کوئی اتنی بھی مہلت طلب کرے کہ وہ اپنے گھر میں
داخل ہو جائے (اور وہاں سے لے آئے) تو اس کو مہلت نہ
دو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم زیادتی میں نہ مبتلا ہو جاؤ اور
زیادتی ہی ربوٰا (سود) ہوتی ہے۔ مالکؒ عبداللہ بن دینار
سے وہ ابن عمرؓ سے پچھلی روایت کی طرح۔ مالکؒ ابن شہاب سے
وہ مالک بن اوس سے کہ انھوں نے تلاش کیا چاندی کے
سکّوں کو ایک سو دینار کے بدلے میں کہا کہ پھر مجھے پکارا

[1] لاتُشِفّوا اے لاتزیدوا۔ یہ شف بالکسر سے بنا ہے جس کے معنے کمی زیادتی کرنے کے ہیں ۱۲

طلحةُ بن عبید اللہ فتراوضنا حتے اصطرف مِنّی و اخذ الذّھب یقلّبُھا فی یدیہ ثمّ قال حتے یأتی خازِنی من الغابۃ[1] وعمر بن الخطاب یسمعُ فقال واللہ لا تفارِقہ حتے تأخذ منہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذّھب بالورق ربوًا اِلّا ھَاءَ و ھاءَ[2] والبُرّ بالبُرّ ربوًا اِلّا ھاءَ و ھاءَ والتمر بالتّمر ربوًا اِلّا ھاءَ و ھاءَ والشّعیر بالشعیر ربوًا اِلّا ھاءَ و ھاءَ۔ ابن ماجۃ انّ عمر قال انّ النّبیّ صلی اللہ علیہ وسلم تُوفّی و لم یُبیّنُ الرّبوٰا فدعُوا الرّبوٰا و الرّیبۃ ھذا او نحوہ ابو بکر عن سعید بن المسیّب قال عمر لا تُسْلِمُوا[3] فی فراخٍ حتے یبلُغَ قلتُ معناہ عند مالک وغیرہ النّھی عن بیع الزّرع حتے یشتدَّ الحَبُّ ومثلہ بیع التّمر حتے یبدوَ صلاحہ والِاسلام ھُنا الاشتراء قبل وجود المَبیع و معناہ عند ابی حنیفۃ

طلحہ بن عبید اللہ نے تو ہم نے آپس میں[1] نرخ طے کر لیا یہاں تک کہ انھوں نے مجھ سے مال لے لیا اور انھوں نے اس سونے (کے دیناروں) کو اپنے ہاتھوں میں الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ پھر فرمایا کہ (سکوں کی ادائگی میں کچھ وقت لگے گا) یہاں تک کہ میرا خزانچی جنگل سے آجائے اور عمرؓ بن الخطاب سُن رہے تھے کہنے لگے واللہ اس سے جدا نہ ہونا یہاں تک کہ تو اس سے وصول کرے۔ پھر کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سونا چاندی کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست (یعنی بلا توقف) اور گیہوں گیہوں کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور کھجور کھجور کے بدلے میں ربوا ہے مگر دست بدست اور جو بعوض جو ربوا ہے مگر دست بدست[2]۔ ابن ماجہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ نے ربوا کو کھول کر بیان نہیں فرمایا تو تم سود کو چھوڑ دو اور جس چیز میں سود کا شبہ ہو اس کو بھی، یہ یا اسی کی مانند۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہا عمرؓ نے کہ سَلَم کا معاملہ نہ کرو کم زراعت میں جب تک پوری بالیدگی تک نہ پہنچ جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے مالکؒ وغیرہ کے نزدیک کھیتی کی بیع سے روکنا ہے یہاں تک کہ اس کا بیج سخت ہو جائے اور اسی کی مانند ہے بیع کھجور کی یہاں تک کہ اس کی پختگی ظاہر ہو جائے اور اسلام کے معنے یہاں پر خرید نا ہے بیع کے وجود سے پہلے (اس کو بیع سَلَم[3] کہتے ہیں) اور اس کے معنے امام ابو حنیفہ

[1] تراوض کے معنے ہیں نرمی کرنا اور ایک دوسرے کو کسی کام پر آمادہ کرنا جیسا کہ بائع اور مشتری میں اکثر اتفاق ہوتا ہے۔ اصطرف منّی کے معنے ہیں کہ میرے ساتھ بیع صرف کر لی ۱۲ [2] ھاء وھاء کے مدّ اور قصر میں، پھر اسکی ترکیب میں، نیز اسکے معنے میں اختلاف ہے اور مشہور مد کے ساتھ ہے اور یہ حال واقع ہوا ہے اور اسکے معنے ہیں لے اور دے۔ یعنی بیع جائز نہیں ہے مگر اس حال میں کہ جانبین سے تقابض ہو جائے مجلس سے متفرق ہونے سے پہلے ۱۲

[3] سلم باعتبار لغت تسلیم سے بنا ہوا اسم ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں یہ معنے ہیں کہ کسی شے کی بیع کرنا اس معاہدہ کے ساتھ کہ دی ہوئی رقم قرض ہوگی بائع کے ذمہ اُن شرائط کے ساتھ جو شریعت میں معتبر ہیں۔ ہندی زبان میں اس کو بدھنی کہتے ہیں اور کبھی "سلف" بھی اسی معنی میں

ازالہ ح ۱۲ مشتاق

النہی عن السلم قبل وجود المسلم فیہ مالک
عن نافع عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب
قال من باع عبدا و لہ مال فمالہ للبائع
الا ان یشترط المبتاع روی مثل
ذلک عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وصحح البخاری کلتا الروایتین
قالہ البیہقی مالک عن نافع ان حکیم
ابن حزام ابتاع طعاما امر بہ عمر بن الخطاب
للناس فباع حکیم الطعام قبل ان
یستوفیہ فبلغ ذلک عمر بن الخطاب
فردہ علیہ قال ولا تبع طعاما ابتعتہ
حتی تستوفیہ مالک عن ابن شہاب
عن عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ بن
مسعود ان عبداللہ بن مسعود ابتاع جاریۃ
من امرأتہ الثقفیۃ واشترطت علیہ انک
ان بعتہا فہی لی بالثمن الذی تبیعہا بہ
فسأل عبداللہ بن مسعود عن ذلک عمر بن
الخطاب فقال عمر بن الخطاب لا تقربہا و
فیہا شرط لاحد البغوی عن ابن ابی اوفی
کنا نسلف فی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وعمر فی الحنطۃ
والشعیر والتمر والزبیب الی قوم ما ہو
عندہم مالک عن یونس بن یوسف عن
سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب مر بحاطب
ابن ابی بلتعۃ وہو یبیع زبیبا لہ فی السوق

کے نزدیک سلم سے روکنا ہے اس شے کے وجود میں آنے سے پہلے جس کے بارے میں سلم کیا جاتے۔ مالکؒ نافعؒ سے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام کو فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ بیچنے والے کا ہے بجز اس کے کہ خریدنے والا شرط کرلے۔ اسی کے مثل روایت کیا گیا ہے ابن عمرؓ سے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اور بخاری نے دونوں روایتوں کو صحیح کہا ہے یہ بیہقی کا قول ہے۔ مالکؒ نافع سے کہ حکیم بن حزام نے غلّہ خریدا جس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں کے لئے (تقسیم کرنے کا) حکم دیا تھا پھر حکیم نے وہ غلّہ فروخت کردیا قبل اس کے کہ اس کو وصول کریں۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچی تو ان کو اس بیع سے روک دیا۔ فرمایا کہ جو غلّہ تم خریدو اس کو نہ بیچو یہاں تک کہ تم اس کو وصول کرلو (یعنی قبضہ کرلو)۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک جاریہ خریدی اپنی ایک ثقفیہ عورت سے اور اس نے ان پر یہ شرط لگائی کہ اگر تم اس کو بیچو تو وہ میرے ہاتھ بیچو اس قیمت پر جس پر تم اس کو بیچو گے۔ پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اس سے قربت نہ کرنا اور اس میں شرط ہے کسی کے لئے (اس لئے بیع تام نہیں ہوتی)۔ بغوی ابن ابی اوفیؓ سے ہم پیشگی دیا کرتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد میں گیہوں اور جو اور کھجور اور زبیب کے بارے میں ایسی قوم کو کہ ان کے پاس (سردست) وہ چیز موجود نہ ہوتی تھی۔ مالکؒ یونس بن یوسف سے وہ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب گزرے حاطب بن ابی بلتعہ پر اور وہ اپنی کشمش بازار میں فروخت کر رہے تھے

فقالَ له عمر بن الخطاب اما ان تزيدَ في السعرِ واما ان ترفعَ من سوقنا الشافعي عن القاسم بن محمد عن عمر انه مرّ بحاطب بسوق المصلّٰى وبين يديه غرارتان فيهما زبيبٌ فسأله عن سعره فسعر له مدين بكل درهم فقالَ له عمر قد حدثتُ بعيرٍ مقبلةٍ من الطائف تحملُ زبيبًا وهم يعتبرون بسعرك فاما ان ترفعَ في السعرِ واما ان تدخلَ زبيبك البيتَ فتبيعهُ كيف شئتَ فلما رجع عمر حاسبَ نفسه ثم اتى حاطبًا في داره فقالَ له انّ الذي قلتُ ليس بعزمةٍ مني ولا قضاءٍ انما هو شيءٌ اردتُ به الخيرَ لاهل البلدِ فحيثُ شئتَ فبع وكيفَ شئتَ فبع مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب قال لا حكرة في سوقنا لا يعمدُ رجالٌ بايديهم فضولٌ من اذهاب الى رزق من ارزاقِ الله نزلَ بساحتنا فيحتكرونه علينا ولكن ايما جالبٍ جلبَ على عمودِ كبده في الشتاءِ والصيفِ فذلك ضيفُ عمر فليبعْ كيف شاء وليمسكْ كيف شاء مالك والبغوي ان عمر بن الخطاب خطبَ فقالَ ان الاسيفع اسيفع جهينةَ رضي من دينه وامانته

تو اُن سے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ یا تو تم نرخ میں اضافہ کرو اور یا ہمارے بازار سے اٹھ جاؤ۔ شافعیؒ قاسم بن محمد سے وہ عمرؓ سے کہ ان کا گزر ... حاطب پر ہوا سوق المصلیٰ میں اور ان کے سامنے دو گونیں تھیں جن میں کشمش (سوکھے ہوئے انگور) بھری ہوئی تھی تو اُن سے ان کا بھاؤ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک درہم میں ڈیڑھ مُد تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ مجھ سے ایک قافلہ کا ذکر کیا گیا ہے جو طائف سے کشمش لے کر آرہا ہے اور وہ لوگ اعتبار کرتے ہیں تمہارے بھاؤ کا تو یا تو تم اپنے بھاؤ میں اضافہ کرو اور یا اس کشمش کو اپنے گھر میں لے رکھو پھر جس طرح چاہو بیچو۔ پھر جب عمرؓ واپس ہوئے تو انھوں نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا۔ پھر حاطب کے پاس اُن کے گھر پہنچے اور اُن سے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا تھا وہ میری طرف سے پختہ بات نہیں اور نہ کوئی فیصلہ ہے۔ وہ صرف ایک ایسی چیز ہے جس سے میں نے اہلِ شہر کی بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ سو تم جہاں چاہو اور جس طرح چاہو بیچو۔ مالکؒ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ہمارے بازار میں احتکار نہ ہوگا (احتکار یہ ہے کہ غلّہ کو بیع سے روک رکھا جائے گرانی کے انتظار میں) اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں زیادہ مال و زر ہے وہ اللہ کے اُن رزقوں کو جو ہماری بستی پر نازل ہوتے خرید ڈالنے کا قصد کر کے ہم پر تنگی نہ ڈالیں ہاں مگر جو باہر سے مال لانے والا تکلیف کے ساتھ لاد کر لایا سردی اور گرمی میں وہ عمرؓ کا مہمان ہے وہ جس طرح چاہے بیچے اور جتنا چاہے روک رکھے۔ مالکؒ اور بغوی، کہ عمرؓ بن الخطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اُسیفع (بدلے ہوئے رنگ والا) جہینہ (قبیلہ) کا اُسیفع ہے یہ اپنے دین اور امانت سے اس پر راضی ہو گیا کہ

بان يقال سبق الحاج وانه ادان
معرضًا فاصبح قد دين به فمن كان
له دين فليأتنا بالغداة نقسم
ماله بين غرمائه واياكم والدين
فان اوله هم وآخره حرب مالك
انه بلغه ان عمر بن الخطاب قال
في رجل اسلف طعامًا على ان يعطيه
اياه في بلد آخر فكره ذلك عمر
ابن الخطاب وقال اين الحمل مالك
عن زيد بن اسلم عن ابيه في قصة
خروج عبد الله وعبيد الله الى
العراق واسلاف (اپنے فاروق) ابي موسى اياهما
واشترائهما بذلك المال متاعًا وربحهما
في ذلك المال قال عمر اكل الجيش
اسلفه مثل ما اسلفكما قالا لا
فقال عمر بن الخطاب ابنا امير
المؤمنين فاسلفكما ادّيا المال
وربحه فاما عبد الله فسكت
واما عبيد الله فقال ما ينبغي
لك يا امير المؤمنين هذا
لو نقص المال او هلك ضمناه
فقال ادّياه فقال رجل من
جلسائه يا امير المؤمنين لو جعلته
قراضًا فقال عمر قد جعلته قراضًا (مضاربۃ)
فاخذ عمر رأس المال ونصف ربحه

یوں کہا جائے کہ سب حاجیوں پر سبقت لے گیا اور اس نے لاپرواہی
کے ساتھ بہت قرض لے ڈالا نتیجہ یہ ہوا کہ قرض نے اس کو دیوالیہ
کر دیا تو اس کے ذمہ جس جس کا قرض ہے وہ ہمارے پاس صبح کو
آجائیں ہم اس کے مال کو اس کے قرض خواہوں پر تقسیم کریں گے۔
خبردار تم سب لوگ قرض سے بچنا اس کا پہلا سرا فکر اور تشویش
ہے اور آخر کا لڑائی۔ مالکؒ نے فرمایا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن
الخطاب نے ایک شخص کے بارے میں جس نے دوسرے کو غلہ
اس شرط پر قرض دیا تھا کہ وہ اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے،
یہ بات عمرؓ بن الخطاب کو ناگوار ہوئی تھی فرمایا کہ ڈھونے
کا حق کہاں ہے؟ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے
بیان کرتے ہیں کہ (حضرت فاروقؓ کے صاحبزادوں) عبد اللہ
و عبید اللہ کی جہادِ عراق کے لئے روانگی اور ابو موسیٰ کا ان دونوں
کو قرض دیدینا اور ان کا اس مال سے سامان خرید کر لیتے جانا
اور پھر اس مال سے نفع ہونا، اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تمام
لشکر کو اس نے اسی طرح قرض دیا جس طرح تمہیں دیا انھوں
نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ (اس کے پیش نظر
یہ تھا کہ یہ) امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں تو تم دونوں کو قرض
دیدیا۔ تم دونوں مال کو ادا کرو اور اس کے نفع کو بھی۔ اب
عبد اللہ تو خاموش رہے۔ رہے عبید اللہ تو انھوں نے کہا کہ
اے امیر المؤمنین یہ فیصلہ تو آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔
اگر مال گھٹ جاتا یا ہلاک ہوجاتا تو اس کے ضامن ہم ہی ہوتے
آپ نے فرمایا نہیں اس کو ادا کرو۔ اس پر آپ کے جلیسوں میں سے
ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین بہتر ہوتا اگر اس کو مضاربۃ
قرار دیدیا جاتا۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا میں اس کو مضاربۃ
قرار دیتا ہوں۔ تو عمرؓ نے راس المال اور اس کا آدھا نفع لے لیا

وانذا نصف ربح المال قال المزنی وجہ
جعل عمر نصف ربح ابنیہ للمسلمین عندی
انہما اجابا قول عمر عن طیب انفسہما البخاری
والبغوی ان عمر عامل الناس علی انہ ان
جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر (النصف) وان
جاءوا بالبذر فلہم کذا البغوی ان الصعب
ابن جثامۃ قال سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا حمی الا للہ و رسولہ
قال الزہری و قد کان لعمر بن الخطاب
حمی بلغنی انہ کان یحمیہ لابل الصدقۃ
مالک والشافعی عن زید بن اسلم عن
ابیہ ان عمر بن الخطاب استعمل مولی
یقال لہ ہنی مالک عن زید بن
اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب
استعمل مولی لہ یدعی ہنیا علی
الحمی فقال یا ہنی اضمم جناحک (ای دستہ خود کوتاہ دار) عن
الناس واتق دعوۃ المظلوم فان
دعوۃ المظلوم مجابۃ وادخل رب
الصریمۃ (ع) والغنیمۃ وایاک ونعم ابن
عفان و ابن عوف فانہما ان
تہلک ماشیتہما یرجعا الی المدینۃ
الی زرع و نخل و ان رب
الصریمۃ و الغنیمۃ ان تہلک
ماشیتہ

اور اس مال کا آدھا نفع ان دونوں نے لیا۔ مزنی نے کہا کہ حضرت عمرؓ کا اپنے بیٹوں کے نفع کا نصف حصہ مسلمانوں کے لئے قرار دینے کی وجہ ان دونوں کا اپنی خوشی سے حضرت عمرؓ کے ارشاد کو قبول کر لینا ہے۔ بخاری اور بغوی، عمرؓ نے لوگوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ اگر عمرؓ نے اپنے پاس سے بیج دیا تو پیداوار کا نصف حصہ انکا ہوگا اور اگر بیج وہ خود لائے تو اُس نصف کے وہ خود حقدار ہوں گے۔ بغوی، صعبؓ بن جثامہ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چراگاہ نہیں ہے مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے۔ زہریؒ نے کہا اور عمرؓ بن الخطاب کی ایک چراگاہ تھی مجھے یہ خبر پہنچی کہ وہ اس میں صدقہ کے اونٹوں کو چراتے تھے۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عامل بنایا (چراگاہ پر) اپنے ایک آزاد کردہ کو جس کو ہُنَیّ کہا جاتا تھا۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے چراگاہ پر عامل بنایا اپنے ایک آزاد کردہ کو جس کو ہُنَیّ سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اے ہُنَیّ! عام لوگوں سے اپنا ہاتھ کوتاہ رکھنا (یعنی درگزر کرنا اور ایذا نہ پہنچانا) اور مظلوم کی بددعاء سے بچتے رہنا کیونکہ مظلوم کی دعاء مقبول ہوتی ہے۔ اور اونٹوں اور بکریوں کے چھوٹے گلوں والے کو داخل ہونے دینا اور خبردار ابن عفان اور ابن عوف کے چوپاؤں کو نہ آنے دینا کیونکہ وہ دونوں (اس حیثیت کے ہیں کہ) اگر ان کا چوپایہ ہلاک ہو جائے تو وہ اپنے کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور اونٹ اور بکریوں کے چھوٹے گلے والے کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس کا چوپایہ ہلاک ہو گا تو

ع صرمہ کسر کے ساتھ اونٹوں کا گلہ جن کی تعداد بیس سے تیس تک ہو۔ صریمہ اس کی تصغیر ہے ۱۲

يأتني ببنيه فيقول يا امير المؤمنين افتاركهم انا لا ابالك فالماء والكلاء ايسر علي من الذهب والورق وايم الله انهم ليرون ان قد ظلمتهم انها لبلادهم ومياههم قاتلوا عليها في الجاهلية واسلموا عليها في الاسلام والذي نفسي بيده لولا المال الذي احمل عليه في سبيل الله ما حميت عليهم من بلادهم شبرا. البغوي روي ان عمر حمى السرف والربذة قلت وجه التطبيق عند الشافعي والجمهور ان الحمى لمصلحة نفسه حرام ولنعم بيت المال ولمصلحة ضعفة المسلمين جائز وهو معنى قوله صلى الله عليه وسلم لا حمى الا لله ولرسوله. البغوي روي عن عمر انه اقطع واشترط العمارة ثلث سنين. ابو بكر عن الحكم قال عمر من ملك ذا رحم محرم فهو حر. ابو بكر عن الزهري قضى ابو بكر وعمر ان لم يحز فلا شيء له يعني الهبة. ابو بكر عن عكرمة بن خالد المخزومي ان رجلا كاتب عبده على

وہ میرے پاس اپنی اولاد کو لے کر آجائے گا اور کہے گا کہ اے امیر المؤمنین کیا میں ان کو چھوڑنے والا ہوں (یعنی ان کی پرورش کو) میں تیری (یعنی تیرے حکم کی) پرواہ نہ کروں گا. تو پانی اور گھاس میرے لئے آسان ہے ان کو سونا چاندی دینے سے (جو مجھے ان کو دینا پڑے گا) اور خدا کی قسم یہ لوگ ضرور خیال کرتے ہیں کہ (چراگاہ پر قبضہ کر کے میں نے ان پر ظلم کیا) درحقیقت یہ ان کے شہر ہیں اور ان ہی کے پانی ہیں ان پر تو جاہلیت میں انھوں نے قتال کیا ہے اور اسلام میں آکر انھوں نے ان کے بارے میں اطاعت قبول کر لی اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ مال نہ ہوتا جس پر میں لوگوں کو سوار کر کے اللہ کے راستہ میں بھیجتا ہوں تو میں ان کے شہروں میں سے ایک بالشت زمین کو بھی اپنی چراگاہ نہ بناتا. بغوی، روایت کیا گیا کہ عمرؓ نے چراگاہ بنایا سرف اور زبدہ کو. میں کہتا ہوں کہ شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک وجہ تطبیق یہ ہے کہ (کسی قطعہ زمین کو) چراگاہ بنا لینا اپنی ذاتی مصلحت کے لئے حرام ہے اور بیت المال کے جانوروں کے لئے اور ضعفاء مسلمین کی مصلحت کے لئے جائز ہے اور یہی معنے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کہ کوئی چراگاہ نہیں مگر اللہ کے لئے اور اس کے رسولؐ کے لئے. بغوی، روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ انھوں نے زمین جاگیر دی اور شرط کیا کہ تین سال میں اس کو سرسبز کر دیا جائے. ابو بکر حکم سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جو کسی ذی رحم محرم کا مالک ہو گا تو وہ آزاد ہے. ابو بکر زہری سے کہ فیصلہ کیا ابو بکرؓ و عمرؓ نے کہ اگر قبضہ نہ کیا تو اُس کے (یعنی موہوب لہٗ کے) لئے کچھ نہیں. مراد لیتے ہیں ہبہ سے. ابو بکر عکرمہ بن خالد المخزومی سے کہ ایک شخص نے مکاتب کیا اپنے ایک غلام کو اس پر کہ

غلامین یصنعان مثل صناعتہ فارتفعا الی عمر بن الخطاب فقال ان لم یجئک بغلامین یصنعان مثل صناعتہ فردہ الی الرق ابو بکر عن انس اتانا کتاب عمر و نحن بارض فارس ان لا تبیعوا السیوف فیہا حلقۃ فضۃ بالدراہم ابو بکر عن حزام بن ہشام الجراحی عن ابیہ شہدت عمر بن الخطاب باع ابلاً من ابل الصدقۃ فیمن یزید ابو بکر عن مجاہد بن ابی عیاض قال عمر اذا مررت ببستان فکل ولا تتخذہ خبنۃ (جمع کردن در بارچہ) ابو بکر عن عبید اللہ قال عمر من احتکر طعاماً ثم تصدق برأس مالہ و الربح لم یکفر عنہ الشافعی ان انس بن مالک کاتب غلاماً لہ علی نجوم الی اجل فاراد المکاتب تعجیلہا لیعتق فامتنع انس من قبولہا و قال لا اخذہا الا عند محلہا (میعادہا) فاتی المکاتب عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فقال عمر ان انسا یرید المیراث فامرہ

وہ ایسے دو غلام لاتے کہ وہ دونوں بھی اسی کی مانند کام کرتے ہوں۔ (جو غلام وہ لایا وہ اس جیسا کام نہ کرتے تھے اس پر) ان دونوں نے اپنا معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش کیا تو فرمایا کہ اگر یہ ایسے دو غلام تیرے پاس نہیں لایا جو اس کے کام کی مثل کام کرتے ہوں تو اس کو پھر غلامی کی طرف لوٹا لے۔ ابو بکر انس سے، ہمارے پاس عمرؓ کا خط پہنچا اور ہم سرزمین فارس میں تھے (جس میں لکھا تھا) کہ ایسی تلواروں کو نہ فروخت کرو درہموں کے بدلے میں جن میں چاندی کا حلقہ ہو۔ ابو بکر حزام بن ہشام الجراحی سے وہ اپنے باپ سے کہا کہ میں عمرؓ بن الخطاب کے پاس موجود تھا جب انھوں نے اونٹ فروخت کیا صدقہ کے اونٹوں میں سے " من یزید " (کون زیادہ دیتا ہے) کے طور پر (یعنی نیلام کیا)۔ ابو بکر مجاہد بن ابی عیاض سے، کہا عمرؓ نے جب تو کسی باغ سے گزرے تو پھل کھالے اور گٹھڑی باندھ کر نہ لا۔ ابو بکر عبید اللہ سے کہ عمرؓ نے کہا کہ جس نے مہنگا بیچنے کے لئے غلہ روکا پھر اس نے اصل مال اور نفع سب صدقہ کر دیا (اس پر بھی) اس (فعل بد) کی مکافات نہ ہوگی۔ شافعیؒ، کہ انسؓ بن مالک نے اپنے ایک غلام کو مکاتب کیا ستاروں کے حساب سے ایک مدت معینہ کی شرط پر (کہ بالاقساط ادائگی رقم معینہ کرتا رہے) پھر ارادہ کیا مکاتب نے اس کو جلد ادا کرنے کا تاکہ وہ آزاد ہو جائے اور انسؓ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نہیں لوں گا مگر اس موقع پر۔ تو مکاتب نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچ کر ان سے واقعہ بیان کیا۔ تو عمرؓ نے کہا کہ انسؓ ارادہ کر رہا ہے میراث کا۔ تو اس کو حکم دیا کہ وہ مقررہ

ع یعنی اس لئے وہ پوری رقم ایک مرتبہ نہیں لیتا کہ وہ چاہتا ہے کہ طول عرصہ لگائے کہ تو مر جائے تو وہ وارث بنکر تمام اندوختہ وصول کر سکے ۱۲ مترجم

فأخذ لہ منہ واعتقہ ذکرہ البیہقی فی باب
اذا اتاہ بحقہ قبل محلہ ولا ضرر علیہ فی
اخذہ البیہقی عن ابی العوام البصری
کتب عمر الی ابی موسی الاشعری والصلح
جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما
او حرم حلالا الشافعی ان عمر بن الخطاب
اعطی مال یتیم مضاربۃ البیہقی عن ابن
عمر ان عمر بن الخطاب قال ایما رجل
اکری کراء فجاوز صاحبہ ذا الحلیفۃ
فقد وجب کراہ ولا ضمان علیہ قال
البیہقی یرید تقبض ما اکتری
فیکون علیہ الکراء حالا ولا ضمان
علیہ فیما اکتری اذا لم یتعد مالک
والشافعی عن ابن عمر ان عمر بن
الخطاب قال من احیی ارضا میتۃ
فہی لہ مالک والشافعی ان الضحاک
ابن خلیفۃ ساق خلیجا لہ من العریض
فاراد ان یمر بہ فی ارض محمد بن
مسلمۃ فابی فکلم فیہ الضحاک
عمر بن الخطاب فدعا عمر ابن مسلمۃ
فامرہ ان یخلی سبیلہ فقال محمد
ابن مسلمۃ لا فقال لم تمنع اخاک
ما ینفعہ وہو لک نافع تشرب
منہ اولا و آخرا ولا یضرک
فقال محمد

مال لے آتے)، وہ مال اس سے لے کر اس کو آزاد کر دیا، اس کو ذکر کیا بیہقی نے باب اذا اتاہ بحقہ الخ میں یعنی جب مکاتب اس کا پورا حق ادا کر دے اس کا مقرر کردہ موقع آنے سے پہلے اور اس کے لینے میں اس کا نقصان نہ ہو"۔ بیہقی ابی العوام بصری سے کہ عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اور صلح کرانا جائز ہے مسلمانوں کے درمیان بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام بنائے۔ شافعیؒ کہ عمرؓ بن الخطاب نے یتیم کا مال مضاربت پر دیا (یعنی ساجھے کی تجارت میں)۔ بیہقی، مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی سواری کا جانور کرایہ پر دیا اور اس کا صاحب (یعنی کرایہ دار) ذوالحلیفہ سے گزر گیا تو اس کا کرایہ واجب ہو گیا اور اس پر کوئی ضمان نہیں۔ بیہقی نے کہا کہ جس چیز کو کرایہ پر لیا اس پر قبضہ کرنا مراد ہے تو اس پر کرایہ فوراً ہی واجب ہو جاتے گا اور اس (مالک) پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس رقم کے متعلق جو کرایہ کی مقرر ہوئی ہے جب کہ وہ (پورا فاصلہ) طے نہ کرے۔ مالک اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ جس نے زندہ کیا مردہ زمین کو تو وہ اسی کی ہو گئی۔ مالکؒ اور شافعیؒ، کہ ضحاک بن خلیفہ نے عُرَیض سے پانی کا ایک نالا نکالا اور ارادہ کیا کہ محمد ابن مسلمہ کی زمین سے گزار کر لے جائے محمدؓ نے انکار کر دیا تو اس کے بارے میں ضحاک نے عمرؓ بن الخطاب سے گفتگو کی تو عمرؓ نے ابن مسلمہ کو بلایا اور اس کو حکم دیا کہ اس کا راستہ چھوڑ دے تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ نہیں تو عمرؓ نے کہا کہ تو کیوں اپنے بھائی کو اس کام سے روکتا ہے جو اس کو نفع پہنچائیگا حالانکہ وہ تیرے لئے بھی نافع ہے تو اس سے پانی پیتے گا اول بھی اور آخر بھی اور وہ تجھے نقصان نہیں پہنچاتا۔ پھر محمد نے

لا فقالَ عمر واللہ لیمرَّنَّ بہ ولو علٰی بطنِکَ الشافعی عن ابن عمر انّ عمر قال یارسولَ اللہ انّی اصَبتُ من خیبر مالاً لم اُصِبْ مالاً قطّ اَعجبَ الیَّ او اَعظم عندی منہ فقالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئتَ حبّستَ اَصْلَہ وسَبَّلتَ ثمرہ فتصدَّقَ بہ عُمَر انّہ لایُباعُ اصلُہا ولایُوہَبُ ولایُورَث وتصدَّقَ بہا فی الفقرآء وفی القربٰی فی سبیلِ اللہ وابنِ السبیلِ والضّیفِ لاجُنَاحَ علٰی مَن وَلِیَہا اَن یاکل منہا بالمعروف اویُطعِمَ صدیقَہ غیرمتموِّلٍ فیہ وفی روایۃ غیرمُتاثّلٍ مالاً مالک والشافعی عن مَروان بن الحکم اَن عمر ابن الخطّاب قال مَن وہبَ ہبۃً لِصلۃِ رحِمٍ او علٰی وجہ صدقۃٍ فانّہ لایَرجِعُ فیہا ومَن وہبَ ہبۃً یرٰی انّہ انّما ارادَ الثوابَ فہو علٰی ہبتہ یرجع عنہا اِن لَم یرضَ فیہا مالک والشافعی عن معٰویۃ بن عبداللہ بن بدر الجُہنی ان اباہ اخبرہ انّہ نزلَ منزلَ قومٍ بطریقِ الشّام فوجَدَ صُرّۃً فیہا ثمانونَ دیناراً فذکر ذٰلکَ لعمر بن الخطاب فقالَ عرِّفہا علٰی ابواب المساجدِ واذکرہا لمَن یقدم مِن الشّامِ

کہاکہ نہیں تو عمرؓ نے کہاکہ واللہ وہ ضرور اس کو گزارے گا چاہے تیرے پیٹ کے اُوپر سے گزارے۔ شافعیؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ مجھے خیبر سے ایسا مال حاصل ہوا کہ اتنا پسندیدہ یا جو میرے نزدیک ایسا اعلیٰ ہو کبھی نہیں ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ اگر تم چاہو تو اُس کی اصل کو اپنی مِلک میں رکھو اور اُس کے پھل کو فی سبیل اللہ کردو تو اس کو عمرؓ نے صدقہ کردیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ درخت نہ فروخت کیے جائیں اور نہ ہبہ کیے جائیں اور نہ وراثت میں محسوب ہوں اور فقراء میں اور قریبی رشتہ داروں میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں میں (اس کا پھل) تقسیم ہوتا رہے اور جو اس کا متولّی بنے اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اس میں سے مناسب طور پر کھاتے یا اپنے دوست کو کھِلاتے بغیر اس کے کہ اس سے دولتمند بنے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ مال جمع کرنے والا بنے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مروان بن الحکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایاکہ جس نے کچھ ہبہ کیا صلہ رحمی (حقِ قرابت) کی وجہ سے یا بطور صدقہ تو اُس سے رجوع کا حق نہیں رکھتا اور جس نے کوئی چیز ہبہ کی یہ دیکھتے ہوتے کہ اُس نے صرف ثواب کا ارادہ کیا تو وہ اپنے ہبہ پر (مختار) رہے گا، اگر وہ اس سے خوش نہ ہو تو رجوع کرسکتا ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ معاویہ بن عبداللہ بن بدر الجُہنی سے کہ اس کے باپ نے اُس کو خبر دی کہ وہ ایسے مقام پر اُترے جہاں (سفر میں) شام کے راستہ میں لوگ اُترتے ہیں وہاں اُس نے ایک تھیلی پائی جس میں اَسّی دینار تھے تو اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایاکہ مساجد کے دروازوں پر اس کی تعریف کرو (یعنی کیفیت بیان کرو) اور جو لوگ شام سے آئیں اُن سے اُس کا ذکر کرو۔

سَنَۃً فاذا مضت السنۃ فشأنک بہا زَادَ فی روایۃٍ فان عرفت فذٰلک والّا فہی لک وانّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا بذٰلک مالک عن ابن شہاب کانت ضوالُّ الابل فی زمان عمر بن الخطاب ابلاً مؤبّلۃً تناتج لا یمسّہا احدٌ حتی اذا کان زمان عثمان ابن عفان امر بمعرفتہا وتعریفہا فاذا جآء صاحبہا اعطی ثمنہا مالک والشافعی عن ابن شہاب عن سُنین ابی جمیلۃ رجل من بنی سلیم انہ وجد منبوذًا فی زمان عمر بن الخطاب فجآء بہ عمر بن الخطاب فقال ما حملک علی اخذ ہذہ النسمۃ قال وجدتہا ضائعۃً فاخذتہا فقال لہ عریفُہ یا امیر المؤمنین انہ رجلٌ صالحٌ قال کذٰلک قال نعم قال عمر اذہب فہو حرٌّ ولک ولآءہ وعلینا نفقتُہ یعنی لک ولآءہ ای نصرتہ والقیامُ بحفظہ

کتاب النکاح

ابوبکر عن طاؤس قال عمر لرجل ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ او فجورٌ ابوبکر عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر قال عمر ابتغوا الغنیٰ فی البآءۃ الشافعی بلغنا

ایک سال تک۔ پھر جب سال گزر جائے تو اس پر تمھیں اختیار ہے اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر وہ پہچان لی جائے تو فبہا ورنہ پھر وہ تمھاری ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بھٹکتے ہوتے پھرنے والے اونٹ دودھ اور نسل کے لئے رُکے رہتے تھے ان سے بچّے لئے جاتے تھے اور ان کو (کام لینے کے لئے) کوئی نہیں چھوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب عثمانؓ بن عفان کا زمانہ آیا اُنھوں نے ان کی معرفت اور تعریف کا حکم دیا (کہ ان کے حلیہ رنگ وغیرہ کا اعلان کیا جاتے) تو جب اُن کا مالک آجاتا تو اُس کو دیدیتے جاتے مالکؒ اور شافعیؒ ابن شہاب سے وہ روایت کرتے ہیں سُنین ابی جمیلہ سے جو بنی سلیم میں کا ایک شخص تھا کہ اُس نے ایک پڑا ہوا بچّہ پایا عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں تو وہ اس کو عمرؓ ابن الخطاب کے پاس لے کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھیں کس بات نے آمادہ کیا اس جان کے لے لینے پر اُس نے کہا کہ میں نے اس کو اس حالت میں پایا کہ یہ ضائع ہونے والا تھا اس لئے اس کو اُٹھا لایا۔ اُس کے میر محلّہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ مرد صالح ہے۔ فرمایا کیا واقعی ایسا ہی ہے اُس نے کہا ہاں تو عمرؓ نے کہا جاؤ یہ آزاد ہے اور تجھ کو اس کی ولایت حاصل رہے گی اور ہمارے ذمہ اس کا خرچ ہے۔ تیرے لئے اس کی ولایت سے یہ مراد ہے کہ اس کی مدد اور اس کی حفاظت کرتے رہنا۔

کتاب النکاح

ابوبکر طاؤس سے کہ عمرؓ نے ایک شخص سے کہا کہ نکاح سے کوئی چیز تجھے نہیں روکتی بجز عجز (نامردی) یا بدکاری کے۔ ابوبکر ابراہیم بن محمد بن المنتشر سے کہ عمرؓ نے کہا کہ دولتمندی کو تلاش کرو نکاح میں۔ شافعیؒ کو یہ بات پہنچی کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما رأيت مثل من ترك النكاح بعد هذه الآية إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ. ابو بكر عن هشام عن ابيه قال عمر لا تكرهوا فتياتكم على الدميم من الرجال فانهن يحببن من ذلك ما تحبون. ابو بكر عن عاصم قال عمر بن الخطاب عليكم بالابكار من النساء فانهن اعذب افواها و افتح ارحاما و ارضى باليسير. ابو بكر عن محمد بن سيرين قال عمر بن الخطاب ما بقي من اخلاق الجاهلية شيء الا اني لست ابالي اي النساء نكحت و ايهم انكحت. ابو بكر عن ابراهيم ابن محمد بن طلحة قال عمر لامنعن فروج ذوات الاحساب من النساء الا من الاكفاء. قلت وجه التطبيق ان الكفاءة حق الزوجة و وليها لئلا يلزمهما العار فان اسقطا حقهما لرعاية مصلحة دينية فذلك محبوب مندوب اليه. ابو بكر عن عبد الرحمن بن معبد ان عمر رد نكاح امرأة نكحت بغير اذن وليها. ابو بكر عن طاوس عن عمر قال لا نكاح الا

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کی مثل نہیں دیکھا جس نے اس آیت کے بعد نکاح کو ترک کیا اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ الخ (۲۴: ۳۲) اگر یہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو مالدار کر دے گا" آبو بکر ہشام سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو حقیر مردوں سے نکاح پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ بھی محبوب رکھتی ہیں اس بارے میں اُس چیز کو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔ آبو بکر عاصم سے کہا عمرؓ ابن الخطاب نے کہ کنواری عورتوں سے نکاح کو ترجیح دو کہ ان کے منہ شیریں ہوتے ہیں (یعنی اچھی خوشبو والے) اور رحم کھلے ہوئے ہوتے ہیں (حمل قبول کرنے کے لئے) اور تھوڑے سے پر بہت راضی ہونے والی ہوتی ہیں۔ آبو بکر محمد بن سیرین سے کہ کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جاہلیت کے اخلاق میں سے (مجھ میں) کوئی بات باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ میں پروا نہیں کرتا کہ کس قسم کی عورت سے میں نے نکاح کیا اور کس قسم کے مرد کا نکاح کرایا۔ آبو بکر ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا عمرؓ نے کہ میں ضرور حسب والی (خاندانی) عورتوں کی شرمگاہوں کو روکوں گا مگر اکفاء (برابر کے خاندان والے لوگوں) سے۔

میں کہتا ہوں کہ (اس میں اور پچھلی حدیث میں) وجہ تطبیق یہ ہے کہ کفاءۃ (یعنی برابر کے خاندان کا ہونا) زوجہ کا اور اس کے ولی کا حق ہے تاکہ ان دونوں کو عار نہ لاحق ہو۔ پھر اگر ان دونوں نے کسی مصلحتِ دینیہ کی رعایت سے اپنے حق کو ساقط کر دیا تو یہ محبوب اور پسندیدہ بات ہو گی۔ آبو بکر عبدالرحمٰن بن معبد سے کہ عمرؓ نے ایک ایسی عورت کا نکاح رد کر دیا جس نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کیا تھا۔ آبو بکر طاؤس سے وہ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ نکاح نہیں ہوتا مگر

بولیٍّ ابو بکر عن عمرو بن ابی سفیان قالَ عمر لا تُنکحُ المرأۃ الّا باذنِ ولیّھا و ان نکحت عشرۃً اوباذنِ سُلطانٍ ابو بکر عن طاؤس اُتیَ عمر بامرأۃٍ قد حملتْ فقالت تزوّجنی فلانٌ فقالَ انّی تزوّجتُھا بشھادۃِ من اُمّی واُختی ففرّق بینھما و درأ عنھما الحدّ وقال لانکاح الّا بولیٍّ ابو بکر عن عکرمۃ بن خالد جمعتِ الطریقُ رَکْباً فجعلتْ امرأۃٌ منھم ثَیِّبٌ امرَھا الیٰ رجلٍ من القوم غیر ولیّھا فانکحَا رجلاً فجلدَ عمر النّاکحَ و المُنْکِحَ ففرّق بینھما ابو بکر عن بکر تزوّجتْ امرأۃٌ بغیر ولیّ و لا بیّنۃٍ فکُتِبَ الیٰ عمر فکتبَ ان تُجلدَ مائۃً وکتبَ الی الامصارِ ایّ امرأۃٍ تزوّجتْ بغیر ولیٍّ فھی بمنزلۃِ الزّانیۃِ ابو بکر عن ابراھیم قال عمر تُستأمرُ الیتیمۃُ فی نفسھا فرضاھا ان تسکت مالکٌ والشافعی عن المسیّب قالَ عمر بن الخطاب لا یُنکحُ المرأۃ الّا باذنِ ولیّھا او ذی الرّأیِ من اھلھا او السّلطانِ مالکٌ والشافعی عن ابی الزّبیر ان عمر اُتیَ بنکاحٍ لم یَشھدْ علیہ الّا رجلٌ و امرأۃٌ

ولی کی رضا سے۔ ابو بکر عمرو بن ابی سفیان سے کہ عمرؓ نے کہا کہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اس کے ولی کی اجازت سے اگرچہ وہ دس نکاح کر چکی ہو یا سلطان کی اجازت سے۔ ابو بکر طاؤس سے کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو حاملہ تھی اُس نے کہا مجھ سے نکاح کیا فلاں نے پھر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اپنی ماں اور بہن کی شہادت پر تو آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور اُن پر حدِّ زنا جاری نہیں کی اور فرمایا کہ نکاح بغیر ولی نہیں ہوتا۔ ابو بکر عکرمہ بن خالد سے کہ شتر سواروں سے راستہ بھر گیا تھا اُن میں سے ایک بیوہ عورت نے اپنا معاملہ (نکاح) قوم میں کے ایک شخص کے ساتھ متعلق کر دیا جو اس کا ولی نہیں تھا (یعنی اس کو اختیار دیدیا) اُس نے اُس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دیا۔ تو عمرؓ نے نکاح کرنے والے اور نکاح کرانے والے کے کوڑے مارے اور دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ابو بکر راوی ہیں بکر سے کہ ایک عورت نے نکاح کر لیا بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے۔ یہ واقعہ عمرؓ کو لکھ کر بھیجا گیا تو اُنھوں نے لکھا کہ اُس کے سَو کوڑے مارے جائیں اور شہروں میں لکھ کر بھیجا کہ جو عورت بغیر ولی کے نکاح کرے تو وہ بمنزلۂ زانیہ کے ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے کہ عمرؓ نے کہا کہ یتیم لڑکی سے اُس کی ذات کے بارے میں اجازت طلب کی جائے تو اُس کی رضامندی یہ ہے کہ وہ سکوت کرے۔ مالکؒ اور شافعیؒ مسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے مگر اُس کے ولی یا اُس کے اہل میں سے کسی صاحب رائے یا بادشاہ کی اجازت سے۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابو الزبیر سے کہ عمرؓ کے سامنے ایک نکاح کا واقعہ ذکر کیا گیا جس پر کوئی گواہ نہ تھا بجز ایک مرد اور ایک عورت کے

فقال ہذا نکاح السر و لا أجیزہ ولو
تقدمت فیہ لرجمت الشافعی عن الحسن و
سعید بن المسیب ان عمر قال لا نکاح الا
بولی و شاہدی عدل قال الشافعی و
الذی روی حجاج بن ارطاۃ عن عطاء
مبتدا عن عمر انہ اجاز شہادۃ النساء مع الرجل
فی النکاح منقطع خبر و الحجاج لا یحتج بہ
الشافعی و احمد بن حنبل فی خطبۃ عمر
بالجابیۃ قولہ و لا یخلون الرجل بامرأۃ
فان الشیطان ثالثہما ابو بکر عن حمید
ابن عبد الرحمن قال عمر الا لا یلج رجل
علی امرأۃ الا وہی ذات محرم منہ
قیل حموہا قال حموہا الموت البیہقی
برادر شوہر یا دیگر اقرباء او
روینا عن عمر بن الخطاب کتب الی
ابی عبیدۃ بن الجراح اما بعد فانہ بلغنی
ان النساء المسلمات یدخلن الحمامات
و معہن نساء اہل الکتاب فامنع
ذلک و حل (حائل شو) دونہ و فی روایۃ فانہ
لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ و الیوم الآخر
ان تنظر الی عورتہا الا اہل ملتہا ابو بکر
عن سعید بن المسیب قال عمر ایما عبد
نکح حرۃ فقد اعتق نصفہ و ایما
حر نکح امۃ فقد ارق نصفہ
ابو بکر عن عمر انہ نہی ان یتزوج
العربی الامۃ　　ابو بکر

تو فرمایا کہ یہ پوشیدہ نکاح ہے اور میں اس کو جائز نہیں قرار دیتا ہوں
اور اگر یہ میرے سامنے پیش آتا تو میں ضرور رجم کر دیتا۔ شافعیؒ
حسن سے اور سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نکاح نہیں ہوتا بغیر
ولی اور دو شاہد عدل کے۔ کہا شافعیؒ نے اور وہ روایت جو عطاء
سے کی ہے حجاج بن ارطاۃ نے کہ عمرؓ نے نکاح کے بارے میں
عورتوں کی شہادت کو مرد کے ساتھ جائز رکھا ہے منقطع ہے
اور حجاج ایسا شخص ہے جس کی روایت حجت نہیں ہے۔ شافعی
اور احمد بن حنبلؒ نے عمرؓ کے خطبہ میں جو جابیہ میں دیا تھا ان کا
یہ قول روایت کیا ہے اور کوئی شخص ہرگز خلوت نہ کرے کسی
غیر عورت کے ساتھ کہ ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔
ابو بکر حمید بن عبد الرحمن سے کہا عمرؓ نے کہ خبردار کوئی مرد کسی
عورت کے پاس نہ داخل ہو مگر اس صورت میں کہ وہ اس کی
محرم ہو۔ کہا گیا کہ دیور (اور جیٹھ) بھی، کہا کہ دیور موت ہے۔
بیہقی، ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ
انہوں نے ابو عبیدہؓ بن الجراح کو لکھا اما بعد مجھے یہ اطلاع
پہنچی کہ مسلمان عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں اور ان کے
ساتھ اہل کتاب کی عورتیں ہوتی ہیں تو اس کو منع کر دو اور
تم اس میں روک بن جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی
ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی
ہو یہ حلال نہیں کہ اس کے ستر کو کوئی عورت دیکھے بجز اس
عورت کے جو اس کی ہم مذہب ہو۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے
کہ عمرؓ نے کہا کہ جس غلام نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا اس کا
نصف آزاد ہو گیا اور جس آزاد نے باندی سے نکاح کر لیا اس کا
نصف غلام ہو گیا۔ ابو بکر عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں
نے منع کیا اس سے کہ کوئی عرب باشندہ باندی سے نکاح کرے۔ ابو بکر

عن شقیق تزوّج حُذیفۃُ یہودیۃً فکتب الیہ عمر اَنْ خَلِّ سبیلہا فکتبَ الیہ ان کانت حراماً خلّیتُ سبیلہا فکتبَ الیہ انّی لا اَزْعَمُ انّہا حرام و لٰکنّی اَخافُ اَن یَتَعَاطَوا المؤمنات منہنّ (بخشم آوردن ازواج ۱۲) اَبو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن حُذیفۃَ بن الیمان انّہ تزوّج یہودیّۃً بالمدائن فکتبَ الیہ عمر بن الخطاب اَنْ خلّ سبیلہا فکتبَ الیہ اَحرامٌ ہی یا امیر المومنین فکتبَ الیہ اَعْزِم علیکَ ان لا تضعَ کتابی حتّٰی تُخَلِّیَ سبیلہا فانّی اخاف اَن یقتدِیَ بک المسلمونَ فیختاروا نسآءَ اہلِ الذمّۃ لجمالہنّ وکفٰی بذلک فتنۃً لنسآءِ المسلمین اَبو بکر عن عبید اللّٰہ ابن عبد اللّٰہ عن اَبیہ سُئِلَ عمر عن جمعِ الاُمّ و ابنتہا من مِلکِ الیمین فقال (الرجلُ ۱۲) لا اُحبُّ ان اُجیزہما جمیعاً۔ اَبو بکر عن ابی نضرۃ جآءَ رجلٌ الٰی عُمر فقالَ انّ لی ولیدۃً (جاریۃ ۱۲) وابنتہا و انہما قد اَعْجَبَتا نی افاطاُ ہما قالَ آیۃٌ اَحلّت (یعنے او ما ملکت ۱۲) و آیۃٌ حرّمت (ان تجمعوا ۱۲)

شقیق سے، حُذیفہ رضؓ نے نکاح کیا ایک یہودی عورت سے تو ان کو عمر رضؓ نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو حذیفہ رضؓ نے اُن کو لکھا کہ اگر حرام ہو تو میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ پھر عمر رضؓ نے ان کو لکھا کہ میں یہ نہیں سمجھتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ (ازواج) مؤمنات کو اپنے (جمال کی وجہ) سے غصّہ دلائیں گی (جس سے وہ تکلیف میں مبتلا ہوں گی)۔ ابو حنیفہ رحؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حذیفہ بن الیمان سے کہ اُنھوں نے مدائن میں ایک یہودیہ سے نکاح کرلیا۔ تو ان کو عمر رضؓ بن الخطاب نے لکھا کہ اس کو چھوڑ دو تو اُنھوں نے لکھا کہ کیا وہ حرام ہے اے امیر المؤمنین تو عمر رضؓ نے پھر اُن کو لکھا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ یہ میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اُس کو چھوڑ دو۔ ..... کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مسلمان تمھاری اقتدار کرینگے اور وہ اہلِ ذمہ کی عورتوں کو اُن کے جمال کی وجہ سے اختیار کرنے لگیں گے اور یہ بات مسلمان عورتوں کے مُبتلاء فتنہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ ابو بکر عبید اللہ ابن عبد اللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمر رضؓ سے سوال کیا گیا ماں اور اُس کی بیٹی کو جو مِلک یمین میں ہوں (یعنی دونوں کسی کی باندیاں ہوں) جمع کرنے کے بارے میں (یعنی دونوں سے مجامعت کرسکتا ہے یا نہیں) تو فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دوں۔ ابو بکر ابو نضرہ سے کہ ایک شخص عمر رضؓ کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میری مِلک میں ایک جاریہ ہے اور اُس کی بیٹی ہے اور وہ دونوں مجھے بہت پسند ہیں تو کیا میں دونوں سے جماع کرسکتا ہوں؟ تو فرمایا کہ ایک آیت (یعنی او ما ملکت ایمانکم) تو حلال کرتی ہے، اور ایک آیت (اَن تجمعوا الخ) حرام کرتی ہے۔

اما انا فلم اکن اقرب ہذا قلت نازع البغوی فی ذلک فقال قولہ وان تجمعوا اخص فی ہذا الحکم من قولہ او ما ملکت ایمانکم لان الآیۃ الاولی فی بیان ما حرم علینا و قولہ او ما ملکت ایمانکم فی الامر بحسن الاستمتاع و مثل ذلک لا یعم والاوجہ عندی ان قولہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین فی سیاق المنکوحات انما ارید بہ الجمع بالنکاح لانہ معلوم ان الجمع فی البیت والجمع فی الملک من غیر وطی لیس بمحرم فلابد للجمع المنہی عنہ من محل وما ہو الا النکاح فی سیاق الآیۃ وقولہ تعالیٰ والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فی بیان ما احل اللہ فکان عمر بن الخطاب اراد ان آیۃ وان تجمعوا حرمت من طریق القیاس الجلی الاماء علی المنکوحات وقولہ والذین ہم لفروجہم حافظون احلت من جہۃ العموم واللہ اعلم ابو بکر عن عبد الرحمٰن بن غنم عن عمر قال لہا شرطہا قال رجل اذا تطلقنا فقال عمر ان مقاطع الحقوق عند الشروط البیہقی

میرا اپنا حال یہ ہے کہ میں ایسے کام کے قریب بھی جانے والا نہ ہوں گا (جس میں مظنہ حرام موجود ہو)۔ میں کہتا ہوں کہ بغوی نے اس میں نزاع کیا ہے۔ کہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَاَنْ تَجْمَعُوْا اس حکم میں اخص ہے ارشاد او ما ملکت ایمانکم سے کیونکہ پہلی آیت اُس کے بیان میں ہے جس کو اللہ نے ہم پر حرام کیا ہے اور ارشاد او ما ملکت ایمانکم خوبی کے ساتھ حکم قبول کرنے کے بارے میں ؏ ہے اور اس جیسی بات میں عموم نہیں ہوا کرتا۔ اور میرے نزدیک یہ بات ہے کہ ارشادِ حق تعو واَنْ تجمعوا بین الاختین منکوحات کے سیاق میں ہے اور اس سے مراد لیا گیا ہے نکاح سے جمع کرنا اس لئے کہ یہ بات واضح ہے کہ گھر میں جمع کرنا یا مِلک میں جمع کرنا بغیر مجامعت حرام نہیں ہے تو ضروری ہے کہ جمع سے مراد وہ جمع ہو جو منہی عنہ ہو ایک خاص موقع سے اور وہ نکاح کے سوا سیاق آیت میں اور کوئی موقع نہیں۔ اور ارشاد حق جل شانہ والذین ہم لفروجھم حفظون الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانہم اُن کے بیان میں ہے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ تو عمرؓ بن الخطاب کی مُراد یہ تھی کہ آیت وَاَنْ تَجْمَعُوْا نے منکوحات پر قیاس جلی کے ساتھ باندیوں کو بھی حرام کر دیا اور ارشاد وَالذین ھم لفروجھم حفظون نے عموم کی جہت سے حلال کیا ہے، واللہ اعلم۔ ابو بکر عبد الرحمٰن بن غنم سے وہ عمرؓ سے کہ فرمایا کہ اُس (عورت) کے لئے اُس کی شرط (کا حق) ہے۔ مرد نے کہا کہ جب ہم دونوں بخندہ پیشانی ملتے ہوں تو عمرؓ نے کہا کہ شروط کے سامنے حقوق قطع ہو جاتے ہیں۔ بیہقی، ہم نے

؏ یہ آیت مومنین کے اس وصف کے بیان میں نازل ہوتی ہے کہ وہ نکاح کے بارے میں اللہ کے حکم سے کہ کن سے نکاح کرنا چاہیئے اور کن سے نہ کرنا چاہیئے تجاوز نہیں کرتے اور یہ دو بہنوں کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی (چہ جائیکہ ماں اور بیٹی کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرے) ۱۲ واضح ہے کہ

سو یہاں دو آیتوں میں خلط ملط ہو گیا ہے۔ ایک آیت سورۃ نساء کی ہے جسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ اور ایک اور آیت ہے سورۃ المؤمنون کی، اسکے الفاظ ہیں اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ دونوں کا

رُوِّینا عن عمر بن الخطاب فی رجل تزوّج امرأۃً وشرط لہا أن لا یخرجہا قالَ فوضع عنہ الشرطَ وقالَ المرأۃُ مع زوجہا

ابو بکر عن زید بن وہب کتب الینا عمر أن الاعرابی لا ینکح المہاجرۃَ حتی یخرجہا من دار الہجرۃ

قلتُ ذہب الاوزاعی واحمد واسحٰق الی الاول فاذا اراد أن یخرجہا امر بالطلاق وابو حنیفۃ والشافعی الی الثانی والاول اوثق من حدیث عمر

الشافعی عن عبد اللہ ابن عتبۃ عن عمر بن الخطاب انہ قال ینکح العبد امرأتین ویطلق تطلیقتین وتعتد الأمۃُ حیضتین فان لم تکن تحیض فشہرین او شہرا ونصفا

ابو بکر عن الحکم اجمع اصحابُ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی ان المملوک لا یجمع من النساء فوق اثنتین

مالک والشافعی عن سعید بن المسیب وعن سلیمان بن یسار ان طلیحۃ الاسدیۃ کانت تحت رشید الثقفی فطلقہا فنکحت فی عدتہا فضربہا عمر بن الخطاب وضرب زوجہا بالمخفقۃ ضربات وفرق بینہما ثم قال عمر بن الخطاب ایما امرأۃ نکحت فی عدتہا فان کان زوجہا الذی تزوجہا لم یدخل بہا فرق بینہما ثم اعتدت بقیۃ عدتہا من زوجہا الاول ثم کان الآخر

روایت کیا گیا ہے عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں کہ جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے یہ شرط منظور کر لی کہ اس کو (شہر سے) باہر نہیں لے جائے گا۔ کہا کہ عمرؓ نے اس سے یہ شرط ہٹا دی اور فرمایا کہ عورت شوہر کے ساتھ رہتی ہے۔ ابو بکر زید بن وہب سے کہ ہم کو عمرؓ نے لکھا کہ اعرابی (یعنی دیہات کا مرد) کسی مہاجر عورت سے نکاح نہ کرے کہ اس کو دار الہجرت سے نکال لیجائے۔ میں کہتا ہوں کہ اوزاعیؒ اور احمدؒ اور اسحٰقؒ پہلے قول کی طرف گئے ہیں تو جب ارادہ کرے گا اس کو نکال لے جانے کا تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، اور ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ دوسرے قول کی طرف۔ اور حدیث عمرؓ میں سے پہلا قول زیادہ قابلِ وثوق ہے۔ شافعیؒ عبد اللہ بن عتبہ سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور دو طلاق دے سکتا ہے اور باندی عدت گزارے گی دو حیض۔ پھر اگر اس کو حیض نہیں آتا تو دو مہینے یا ڈیڑھ مہینہ۔ ابو بکر حکم سے، اصحابِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ مملوک (غلام) دو سے زیادہ عورتوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسار سے کہ طلیحہ اسدیہ رشید ثقفی کے نکاح میں تھی۔ اس نے اس کو طلاق دیدی تو اس نے اپنی عدت میں نکاح کر لیا تو اس کے اور اس کے شوہر کے عمرؓ ابن الخطاب نے کئی دُرّے مارے اور دونوں میں تفریق کر دی۔ پھر کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ جو عورت اپنی عدت میں نکاح کر لے تو اگر اس کا شوہر جس سے اس نے نکاح کیا ہے اس کے پاس نہیں گیا تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر وہ اپنی بقیہ عدت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی۔ پھر دوسرا شوہر اپنا

خاطباً من الخطاب وان كان دخل
بها فرق بينهما ثم اعتدت بقية
عدتها من زوجها الاول ثم اعتدت
من الآخر ثم لا يجتمعان ابداً او
قال سعيد بن المسيب لها مهرها
بما استحل منها قال البيهقي قال
الشافعي في القديم لا يجتمعان ابداً
ثم رجع و ذكر الثوري في جامعه
ان عمر رجع عن ذلك مالك
عن ابي الزبير المكي ان رجلاً خطب
الى رجل اختہ فذكر انها قد
كانت احدثت فبلغ ذلك عمر
ابن الخطاب فضربه او كاد يضربه ثم
قال مالك و للخبر ابو بكر عن
طارق بن شهاب ان رجلاً زوج
ابنته فقالت اخشى ان
افضحك اني قد بغيت فاتت
عمر فقال اليس قد تابت قال
نعم قال فتزوجها قلت تمسك به
من قال بجواز نكاح الزانية وفيه نظر
لانه يحتمل ان لا يكون زناها معلوماً
بالبينة و لا راها الزوج على
تلك الحالة فهذه حالة عمياء
و الاصل هو استصحاب
البراءة

رشتہ بھیجنے والا ہو گا رشتہ بھیجنے والوں میں سے۔ اور اگر وہ اُس کے پاس جا چکا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے پھر عورت اُس بقیہ عدّت کو پورا کرے جو پہلے شوہر سے تھی پھر دوسرے کی عدّت گزارے آئندہ یہ دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے اور کہا سعید بن المسیب نے کہ عورت کو اپنے مہر کا حق ہے اُس کام کی وجہ سے جس کو مرد نے اُس عورت کے ساتھ اپنے لئے حلال کر لیا تھا۔ بیہقی نے کہا کہ شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ یہ کبھی جمع نہیں ہوں گے پھر اُنھوں نے رجوع کر لیا۔ اور ثوریؒ نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے کہ عمرؓ نے اس سے رجوع کر لیا۔ مالکؒ ابو زبیر مکیؒ سے کہ ایک شخص نے ایک آدمی کے پاس اُس کی بہن سے پیغام بھیجا۔ تو اُس نے بتایا کہ وہ عورت گناہ کر چکی ہے۔ یہ بات عمرؓ بن الخطاب تک پہنچ گئی تو اُس کو آپ نے مارا یا مارنے والے تھے۔ پھر فرمایا تجھے یہ خبر پہنچانے سے کیا غرض؟ ابو بکر طارق بن شہاب سے کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہا۔ تو اُس نے کہا کہ میں اس سے ڈرتی ہوں کہ تم کو رسوا کروں کیونکہ میں درحقیقت بُرائی (یعنی زنا) میں مبتلا ہو چکی ہوں تو وہ عمرؓ کے پاس آیا اور اُن سے اس بات کا ذکر کیا) تو آپ نے فرمایا کہ کیا اُس نے توبہ نہیں کی؟ (اُس نے کہا کہ ہاں (کر چکی ہے) تو فرمایا کہ اس کا نکاح کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ جو نکاح زانیہ کے جواز کے قائل ہیں انھوں نے اسی سے حجت پکڑی ہے۔ اور اس میں کلام ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ اُس کا زنا شہادات سے معلوم نہ ہوا اور نہ اس کو (ہونے والے) شوہر نے اس حالت میں دیکھا ہو یہ ایک (غیر واضح) اندھی حالت ہے اور اصل (ہر نفس کیلئے) پاکدامنی کے ساتھ متصف ہونا ہے۔ (جبتک

فلقول عمر بن الخطاب مصدر غير هذا الذي زعموه والحديث الثاني تأويله ان المنهي عنه هو نكاح الزانية غير التائبة فاذا تابت فالتائب من الذنب كمن لا ذنب له، ابو بكر عن الحسن ان رجلا تزوج امرأة فأسر ذلك فكان يختلف اليها في منزلها فرآه جار لها فقذفه بها فخاصمه الى عمر بن الخطاب فقال يا امير المؤمنين هذا كان يدخل على جارتي ولا اعلمه تزوجها فقال له ما تقول فقال تزوجت امرأة على شيء دون فأخفيت ذلك قال فمن شهدكم قال اشهدت بعض اهلها قال فدرأ الحد عن قاذفه وقال اعلنوا هذا النكاح وحصنوا هذه الفروج ابو بكر عن محمد بن سيرين نبئت ان عمر كان اذا سمع صوتا انكره وسأل عنه فان قيل عرس او ختان اقره البغوي روي ان عمر وعثمان دعيا الى طعام فأجابا فلما خرجا قال عمر لعثمان لقد شهدت طعاما وددت اني لم اشهده قال وما ذاك قال وخشيت ان يكون جعل

اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہو دوسرا حکم نہیں لگایا جائے گا) تو عمرؓ بن الخطاب کے قول کے لئے اس کے سوا جس کا انھوں نے گمان کیا ہے کوئی دوسرا مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جس سے روکا گیا ہے وہ اُس زانیہ کا نکاح ہے جس نے توبہ نہ کی ہو پھر جب اُس نے توبہ کر لی تو گناہ سے توبہ کرنے والا اُس شخص کی مانند ہے جس پر کوئی گناہ نہیں۔ ابو بکر حسن سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ اُس عورت کے گھر میں آیا جایا کرتا تھا تو اُس کو اس عورت کے ایک ہمسایہ نے دیکھا اور اس کے خلاف عمرؓ بن الخطاب سے شکایت کی کہ اے امیر المومنین یہ میری ایک ہمسایہ کے پاس آتا رہا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس نے اُس سے نکاح کیا۔ تو آپ نے اُس (مدعا علیہ) سے کہا کہ تو کیا کہتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے عورت سے ایک قلیل مہر پر نکاح کیا اور اس کو مخفی رکھا۔ آپ نے کہا کہ نکاح پر تمہارا گواہ کون تھا تو اس نے کہا کہ میں نے عورت کے بعض رشتہ دار کو گواہ بنایا تھا۔ کہا کہ آپ نے تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی۔ فرمایا کہ اس نکاح کا اعلان کردو اور ان شرمگاہوں کو (بدکاری سے) بچاؤ۔ ابو بکر محمد بن سیرین سے، مجھے خبر دی گئی کہ عمرؓ جب (اونچی) آواز سنتے تو ان کو ناگواری ہوتی اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے پھر اگر کہا جاتا کہ شادی ہے یا ختنہ ہے تو کوئی باز پرس نہ کرتے۔ بغوی، روایت کیا گیا ہے کہ عمرؓ اور عثمانؓ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ دونوں نے قبول کر لی۔ جب دونوں نکلے تو عمرؓ نے عثمانؓ سے کہا کہ میں بیشک کھانے پر حاضر ہو گیا مگر مجھے اچھا یہ معلوم ہوا کہ نہ حاضر ہوتا۔ عثمانؓ نے کہا اور اس کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ اندیشہ ہو گیا کہ کھانا از راہ فخر (و نمائش)

مباہاۃً ابوبکر و البغوی عن ابی العجفاء
السلمی عن عمر قال لا تغالوا فی (مبالغہ و زیادتی نہ کیجئے)
مہور النساء فانہا لو کانت مکرمۃً
فی الدنیا او تقوی عند اللہ لکان
احقکم بہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ما زوّج بنتًا من بناتہ و لا تزوّج شیئًا
من نسائہ الا علی اثنتی عشر اوقیۃ
ابوبکر عن ابن سیرین ان عمر رخّص ان
تصدق (مہر کردہ شود) المرأۃ الفین الشافعی عن محمد
ابن سیرین ان الاشعث بن قیس صحب
رجلاً فرأی امرأتہ فاعجبتہ فتوفی
فی الطریق فخطبہا الاشعث
ابن قیس فابت ان تتزوجہ
الا علی حکمہا فتزوجہا علی
حکمہا ثم طلقہا قبل ان
تحکم فقال احکمی فقالت احکم
فلانًا و فلانًا رقیقًا کانوا
لابیہ من تلادہ فقال
غیر ہؤلاء فابت فاتی عمر
فقال یا امیر المؤمنین عجزت
ثلث مرات قال ما ہن
قال عشقت امرأۃ قال
ہذا ما لا تملک قال
ثم تزوجتہا

نہ بنایا گیا ہو۔ ابوبکر اور بغوی ابوالعجفاء سلمی سے وہ عمرؓ سے فرمایا
کہ عورتوں کے مہروں کی گراں مقدار نہ کرو کیونکہ یہ اگر بڑائی
کی بات ہوتی دُنیا میں یا تقوےٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو
اس کے سب سے زیادہ حقدار محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپؐ
نے اپنی بیٹیوں میں سے کسی بیٹی کا نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی ازواج
میں سے کسی سے نکاح کا کچھ معاملہ کیا مگر بارہ اوقیہ (چاندی) پر
(ایک اوقیہ چالیس درہم کا تھا اس لئے بارہ اوقیہ کے چار سو
اسی درہم ہوئے۔ بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ ہے یعنی
پانچسو درہم)۔ ابوبکر ابن سیرین سے کہ عمرؓ نے اس بات کی اجازت
دی کہ مہر دو ہزار درہم مقرر کیا جائے۔ شافعیؒ محمد بن سیرین سے
کہ اشعث بن قیس (سفر میں) ایک شخص کے ساتھی بنے۔ انھوں
نے اُس کی بیوی کو دیکھا تو ان کو اچھی معلوم ہوتی۔ اس شخص
کا راستہ میں انتقال ہو گیا تو اشعث بن قیس نے اُس کو نکاح
کا پیغام دیا تو اُس نے نکاح سے انکار کر دیا بجز اس شرط کے
کہ مہر اس کے حکم کے مطابق ہو گا۔ (کہ وہ جو کچھ مانگے اس کو
دینا ہو گا)۔۔۔ اُس نے اس پر نکاح کر لیا کہ مہر اس کے حکم کے
مطابق ہو گا۔۔۔ پھر اس کو طلاق دیدی قبل اس کے کہ وہ
حکم کرے۔ اس کے بعد کہا کہ حکم کر (یعنی بتا کہ مہر کیا دیا جائے)
اُس نے کہا کہ میں یہ حکم کرتی ہوں کہ فلاں فلاں غلام دو۔ یہ
غلام اُس کے باپ کے مال میں سے اُس کو ملے تھے تو اُس نے
کہا کہ ان کے بجائے اور کچھ لے لے تو اس نے انکار کر دیا تو
وہ عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میں تین مرتبہ
عاجز ہوا ہوں۔ فرمایا وہ کیا ہیں تو انھوں نے کہا کہ (ایک واقعہ
یہ ہوا کہ) میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ ایسی بات
ہے جس پر تمھیں اختیار نہیں ہے۔ کہا کہ پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا

على حكمها ثم طلقتها قبل أن تحكم
فقال عمر امرأة من المسلمين
قال الشافعي يعني لها مهر امرأة من
المسلمين أبو بكر عن النخعي عن عمر
نحو ذلك إلا أنه قال أرضها
أرضها أبو بكر عن ابن سيرين نحو
ذلك إلا أنه قال لها مهر نسائها
مالك و الشافعي عن سعيد بن المسيب
أن عمر بن الخطاب قضى بالمرأة
تزوجها الرجل أنها إذا أرخيت الستور
فقد وجب الصداق كان
الشافعي في القديم يقول بقول
عمر و يقول عمر أعلم بكتاب الله
و قد يجوز أن يكون إنما أراد
الله بالتي طلقت قبل أن
تمس التي لم تخل بينه و بين
نفسها ثم رجع في الجديد إلى أن
المهر إنما يجب كاملا بالمسيس و اعتمد على
ظاهر الكتاب قلت يمكن الجمع بين
قول عمر و بين ظاهر
الكتاب فنقول إذا
تصادقا على أنه لم يمسها
فالقول بظاهر الكتاب
و إن قالت مسني و قال
لم أمسها فإن

اُس کے حکم (اختیارِ مہر) پر۔ پھر میں نے اُس کو طلاق دیدی
پہلے اس سے کہ وہ حکم (یعنی تعیین مہر) کرے۔ تو عمرؓ نے فرمایا
کہ وہ ایک عورت ہے مسلمانوں میں سے۔ شافعیؒ نے کہا کہ عمرؓ
کی مراد یہ تھی کہ اُس کا مہر عام مسلمان عورت کے برابر ہے۔
ابو بکر نخعی سے اور وہ روایت کرتے ہیں عمرؓ سے اسی کے مطابق
بجز اس کے کہ انھوں نے کہا کہ اُس عورت کو راضی کرو اُس کو
راضی کرو۔ ابو بکر ابن سیرین سے اسی طرح روایت کرتے ہیں
مگر یہ کہ اُنھوں نے کہا کہ اُس کا مہر اُس (کے خاندان کی)
عورتوں کے برابر ہوگا۔ (عمرؓ کی مراد میں یہ اختلاف واقع
ہوا) مالکؒ اور شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے
عورت کے لئے جب کہ کوئی شخص اس سے نکاح کرلے یہ فیصلہ
کیا کہ جب پردے لٹکا دیئے گئے تو مہر واجب ہو گیا۔ شافعیؒ اپنے
شروع کے زمانہ میں عمرؓ کے قول پر چلتے اور کہا کرتے تھے کہ عمرؓ
کتاب اللہ کے بہت بڑے عالم تھے اور یہ بات جائز ہے کہ (آیت
لا جناح علیکم اِن طلقتم النساء مالم تمسوھن میں) اللہ
تعالیٰ نے "اُن کو چھونے سے پہلے طلاق دیئے جانے" سے
ایسی عورت مُراد لی ہو جس کی ابھی تک شوہر کے ساتھ خلوت
نہ ہوئی ہو۔ پھر جدید یعنی بعد کے قول میں شافعیؒ نے اس قول
کی طرف رجوع کر لیا کہ مہر کامل چھونے سے واجب ہوتا ہے
اور اُنھوں نے آیت کے ظاہر پر عمل کیا۔ میں کہتا ہوں کہ قولِ
عمرؓ اور آیت کے ظاہر معنے میں جمع ممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ
جب دونوں (مرد و عورت) اس بات کی تصدیق کریں کہ مرد
نے عورت کو نہیں چھوا تو ظاہر کتاب پر عمل ہوگا۔ اور اگر (اختلاف
واقع ہو گیا) عورت نے کہا کہ مجھے چھوا ہے اور مرد نے کہا کہ
میں نے اس کو نہیں چھوا تو (اب فیصلہ یوں ہوگا کہ) اگر

أرخيت الستور صدقت بيمينها وإن لم ترخ الستور صدق بيمينه لان الظاهر مع هذه في المسئلة الأولى ومع هذا في الثانية فأظن أن هذا معنى قول عمر الشافعي عن طاؤس ان ابا الصهباء قال لابن عباس انما كانت الثلاث على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم تجعل واحدة وابي بكر وثلاث سنين من امارة عمر فقال ابن عباس نعم مسلم عن طاؤس عن ابن عباس كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا في امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم قلت في هذا الحديث اشكال قوي لان النسخ لا يتصور بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم وانقطاع الوحي فحكى البغوي للعلماء ثلاث تاويلات احدها معناه قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق ان قصد الايقاع بكل لفظة تقع الثلاث وان قصد التاكيد فواحدة كانوا في الزمن الاول يصدقون في انهم ارادوا واحدة فلما رأى

ان پر پردے لٹکائے گئے تھے تو عورت کی قسم کی تصدیق کیجائیگی اور اگر پردے نہیں لٹکائے گئے تو مرد کی قسم کی تصدیق کیجائیگی کیونکہ (معنے آیت کا) ظاہر پہلی صورت میں (یعنی جب پردے لٹکائے گئے تھے) عورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت میں (یعنی جب پردے نہیں لٹکائے گئے) مرد کے ساتھ ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ عمرؓ کے ارشاد کا یہ مطلب ہے۔ شافعیؒ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ ابو الصہباء نے ابن عباسؓ سے کہا کہ تین (طلاقیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک طلاق قرار دی جاتی تھی اور ابو بکرؓ کے عہد میں بھی، اور عمرؓ کے ابتدائے امارت کے تین سال تک (اسی پر عمل ہوتا رہا) تو ابن عباسؓ نے کہا ہاں۔ مسلم طاؤس سے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ لوگوں نے عجلت کرنا شروع کر دیا اس امر میں جس میں ان کو مہلت دی گئی تھی تو کیوں نہ ہم ان پر اس کو جاری کر دیں (یعنی تین طلاق کو تین ہی قرار دیں)۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں قوی اشکال ہے کیونکہ کسی حکم کے منسوخ ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اور وحی کے منقطع ہونے کے بعد تصور نہیں کیا جا سکتا اس پر بغویؒ نے علماء سے تین تاویلات نقل کی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اس کے کہنے سے کہ "تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق" اگر ارادہ کیا ہر لفظ سے طلاق واقع کرنے کا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر تاکید کا ارادہ کیا تو ایک پڑے گی اور لوگوں کی ابتدائی زمانہ میں اس امر کی تصدیق کر لی جاتی تھی کہ انھوں نے ایک کا ارادہ کیا تھا۔ پھر جب عمرؓ

۲۷
۱

عمر فی زمانہٖ اُموراً انکرہا الزمہم الثلٰث
ثانیہا معناہ طلاقُ الرجل لغیر المدخول
بہا انتِ طالق ثلاثاً لفظاً واحداً ذہب
اصحابُ عبد اللہ بن عباس انہا واحدۃٌ
و قولُ عمرؓ و علیہ جمہور اہل العلم انہا
ثلاثٌ ثالثہا معناہ انتِ بتۃٌ
کانَ عمر رآہا واحدۃً فلما تتابَع
الناسُ الزمہم الثلاثَ والاوجہ
عندی ان معناہ ان قولہ تعالٰی
الطلاقُ مرّتانِ یحتملُ وجہینِ احدہما
ان یُعدّ انتِ طالق ثلٰثاً مرۃً واحدۃً
لانّہ ارسلَ الکلمۃ دفعۃً واحدۃً و
الثانی ان ینظر الی المعنی کانّہ
اراد ان یقولَ انتِ طالق ثم یقولُ
انتِ طالقٌ ثم یقول انتِ طالقٌ
فاختصرَ کلامہ و قال انتِ طالقٌ
ثلٰثاً فہو دفعۃٌ واحدۃٌ فی الظاہر
ثلاثُ دفعاتٍ فی المعنی فکانَ
الناسُ فی زمان النبیِّ صلی
اللہ علیہ وسلم لم ینکشف لہم الامرُ
و لا سألوا النبیَّ صلی اللہ علیہ
وسلم عن ذٰلک فکانوا کثیراً ما
یذہبونَ الی الاحتمالِ الاوّلِ
و کذٰلک فی زمانِ الصدیق

نے اپنے زمانہ میں ایسے امور کو دیکھا جو اُن کو منکر معلوم ہوئے تو اُنھوں نے اُن پر لازم کردیا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے پاس نہیں گیا یہ کہہ کر کہ انتِ طالقٌ ثلاثاً (تجھ پر تین طلاق یعنی) ایک ہی لفظ کے ساتھ تو عبد اللہ بن عباس رضؓ کے اصحاب اس طرف گئے کہ وہ ایک طلاق ہے اور عمر رضؓ کا قول اور اسی کی طرف سب اہلِ علم گئے یہ ہے کہ وہ تین ہیں۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ اس "امر" کے معنے ہیں انتِ بتۃٌ (تو مجھ سے کٹی ہوئی ہے) عمر رضؓ اس کو ایک طلاق قرار دیا کرتے تھے جب لوگ پے درپے ایسا کہنے لگے تو اُنھوں نے ان پر تین طلاق لازم کردیں۔ اور میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد الطلاقُ مرّتانِ دو صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ قول انتِ طالقٌ ثلاثاً (یعنی تجھ پر تین طلاق) کو مرتبۃً واحدہ شمار کیا جائے کیونکہ ایک ہی مرتبہ میں یہ کلمہ چلتا کیا ہے۔ دوسری صورت محتملہ یہ ہے کہ معنے پر نظر کیجائے گویا اُس نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ انتِ طالقٌ (تجھ پر طلاق) پھر کہتا انتِ طالقٌ، پھر کہتا انتِ طالقٌ اب اُس نے کلام کو مختصر کیا اور یوں کہدیا کہ انتِ طالقٌ ثلاثاً تو وہ دفعۃً واحدہ ہے ظاہر میں اور تین دفعات ہوئیں معنے کے اعتبار سے تو لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس حال میں تھے کہ ان پر اس امر کا (یعنی دو مذکورہ وجہوں کا) انکشاف نہ ہوا تھا اور نہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا (کہ ایک احتمال کی تعیین ہوجاتی) تو لوگ زیادہ تر احتمال اوّل کیطرف جاتے رہے اور ایسا ہی حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ میں

فلما كان عمر و رفعت اليه المسئلة افتاهم
بالمعنى الثاني وصرح بذلك ولم
يدع محلا للخلاف ولما قلنا نظائر
كثيرة فسرها اهل العلم كنحو ما
فسرنا منها حديث بيع امهات الاولاد
في زمان النبي صلى الله
عليه وسلم وابي بكر ثم نهى
عمر عنه الشافعي عن المطلب
ابن حنطب انه طلق امرأته
البتة ثم اتى عمر بن الخطاب
فذكر ذلك له فقال له عمر ما
حملك على ذلك فقال
قلته فتلا عمر ولو انهم فعلوا
ما يوعظون به لكان خيرا لهم و
اشد تثبيتا قال ما حملك على
ذلك قال قلته قال عمر امسك
عليك امرأتك فان الواحدة
لا تبين الشافعي عن سليمان
ابن يسار ان رجلا من بني
زريق طلق امرأته البتة
فقال عمر ما اردت بذلك قال
أتراني اقيم على حرام و
النساء كثير واحلفه فحلف
قال الشافعي اراه فردها
عليه قال الشافعي معنى قوله

ہوتا رہا پھر جب عمرؓ کا دور آیا اور یہ مسئلہ (خصوصیت سے)
اُن کے سامنے پیش ہوا تو اُنھوں نے معنے ثانی کے ساتھ ان کو
فتوٰے دیا اور اس کے ساتھ تصریح کردی اور خلاف کے لئے کوئی
موقع باقی نہ چھوڑا۔ اور جو بات ہم نے کہی ہے اُس کی بہت سی
نظیریں موجود ہیں جن کی اہلِ علم نے اسی نہج پر تفسیر کی ہے
جس نہج پر ہم نے کی ہے۔ اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس
میں اُمّ ولد باندیوں کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ کے
زمانہ میں بیع ہوتے رہنے کا بیان ہے پھر عمرؓ نے اس سے
منع کر دیا۔ شافعیؒ مطّلب ابن حنطب سے روایت کرتے ہیں
کہ اُنھوں نے اپنی عورت کو انتِ بتّۃ والی طلاق دی پھر وہ
عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچے اور ان سے اس کا ذکر کیا تو عمرؓ
نے اُن سے پوچھا کہ تجھے یہ کلمہ کہنے پر کس خیال نے اُبھارا تو
انھوں نے کہا کہ میں نے بس یہ کلمہ کہدیا تو عمرؓ نے یہ آیت تلاوت
کی وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ الخ (۴: ۶۶ = اور اگر یہ لوگ
جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے
لئے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا") (پھر)
کہا کہ ایسا کہنے پر تجھے کس خیال نے اُبھارا۔ اُنھوں نے کہا کہ بس
میں نے یہ کہدیا تو عمرؓ نے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر روکے
رکھ کیونکہ ایک طلاق بائن نہیں بناتی۔ شافعیؒ سلیمان بن
یسار سے کہ بنی زُریق میں کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو انتِ
بتّۃ والی طلاق دی تو عمرؓ نے کہا کہ تو نے اس سے کیا
ارادہ کیا تھا تو اُس نے کہا کہ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ میں حرام
پر قائم رہوں گا حالانکہ عورتیں بہت ہیں تو آپ نے اُس سے
حلف لیا تو اس نے حلف کیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ میرا خیال یہ
ہے کہ عمرؓ نے عورت کو اُس پر لوٹا دیا۔ شافعیؒ نے کہا کہ اسکے قول

قلتہٗ خرج منّی بلا نیّۃٍ وتلاوۃُ عمر الآیۃَ انّہ لو طلّق ولم یذکرِ النّیۃَ کان خیرًا فانّہا کلمۃٌ محدثۃٌ فلمّا اخبرہ انہ لم یُرد بہ زیادۃً علی الطّلاق اَلزمہ واحدۃ
مالک عن یحییٰ بن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃٍ فقدت زوجہا فلم تدرِ این ہو فانہا تنتظر اربع سنین ثم تعتدُّ اربعۃ اشہرٍ وعشرًا ثم تحلُّ قال مالک وادرکتُ بعض النّاس ینکرون الّذی قال بعضُ النّاس علی عمر بن الخطاب انّہ قالَ یخیّرَ زوجُہا الاوّلُ اذا جآء فی صَدَاقِہا اوفی امرأتہٖ قالَ مالک وبلغنی انّ عمر بن الخطاب قالَ فی المرأۃ یطلّقہا زوجُہا وہو غائب عنہا ثم یُراجعہا فلا یبلُغُہا رجعتہٗ وقد بلغہا طلاقہٗ ایاہا فتزوّجتْ انّہ اِن دخل بہا زوجُہا الآخر او لم یدخل بہا فلا سبیلَ لزوجہا الاوّلِ الذی کان طلّقہا۔
الیہا ابو بکر عن سعید بن المسیّب ان عمر بن الخطاب وعثمانَ بن عفّان قالا فی امرأۃِ المفقود تربّصُ اربعَ سنین وتعتدُّ اربعۃَ اشہر و

قُلتُہٗ (کہ میں نے یہ کہدیا) کے معنے یہ ہیں کہ یہ کلمہ میری زبان سے بغیر کسی نیت کے نکلا ہے اور عمرؓ کے آیت کو تلاوت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اگر طلاق دیتا اور نیّت کا ذکر نہ کرتا تو بہتر ہوتا کیونکہ وہ (بتّہ) ایک بنایا ہوا کلمہ ہے تو جب اُس نے خبر دی کہ اس نے اس کلمہ سے طلاق پر زیادتی کا ارادہ نہیں کیا تھا تو اس پر ایک طلاق لازم کی۔ مالکؒ یحیی بن سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر گم ہوجائے اور وہ نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار سال انتظار کرے پھر چار مہینے دس دن کی عدّت گزارے اس کے بعد حلال ہو جائے گی۔ مالکؒ نے کہا اور میں نے بعض ایسے لوگوں کو پایا ہے جو اس بات کا انکار کرتے ہیں جس کو بعض لوگوں نے عمرؓ ابن الخطاب کی طرف منسوب کیا ہے کہ اُنھوں نے پہلے شوہر کو اختیار دیا ہے جب وہ آجائے اُس عورت کے مہر یا اپنی عورت میں (کہ وہ چاہے اپنے دیتے ہوئے مہر لے لے یا عورت کو لیجائے) اور مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک ایسی عورت کے بارے میں جس کو اُس کا شوہر اس حال میں طلاق دیتا ہے کہ وہ اس سے غائب ہے (یعنی کسی دوسرے شہر میں ہے) پھر اس سے مراجعت کرلیتا ہے مگر اس مراجعت کی اطلاع اس عورت کو نہ پہنچی اور طلاق کی پہنچ چکی تھی، پھر اس عورت نے نکاح کرلیا تو عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اب تو دوسرا شوہر اُس کے پاس گیا ہو یا نہ گیا ہو پہلے شوہر کے پاس جس نے اس کو طلاق دیدی تھی اُس عورت کے جانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں نے گم شدہ شوہر کی بیوی کے بارے میں حکم دیا کہ چار سال انتظار کرے اور پھر چار مہینے دس دن عدت

عشراً آبو بکر عن سعید بن المسیّب ان عمر و عثمان قالا ان جآء زوجھا خُیِّرَ بینَ امرأتہ و بینَ الصَّداق الاوّل آبو بکر عن الشعبی سُئِلَ عمر عن رجل غابَ عن امرأتہ فبلغھا انہ مات فتزوّجت ثم جآء الزّوجُ الاَوّل فقالَ عُمر یخیّرَ الزوجُ الاوّلُ بینَ الصَّداق و امرأتہ فان اختارَ الصَّداق ترکھا مع الزوج الآخر و انْ شآء اختارَ امرأتہ و قال علیؓ لھا الصداقُ بما استحلَّ الآخرُ من فرجھا و یُفرَّق بینہ و بینھا ثم تعتدُّ ثلث حِیَض ثم تردُّ الی الاوّلِ قلتُ لم یأخذ بہ الشّافعیُّ فی الجدید و قالَ کیفَ یُؤخذ بعضُ الحدیث و یُترک بعضُہ یُعرِّضُ بمالکؒ (یعنے ایں قول شافعیؒ تعریض است) و الاوجہ عندی ان المفقودلہ وجھانِ یدخل بھما حالہُ فی عمومات الشّرع احدھما انہ فوّت الاِمساکَ بالمعروف فوجبَ علیہ التسریح بالاِحسانِ

گزارے۔ آبو بکر سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ اور عثمانؓ دونوں نے کہا کہ اگر اس کا شوہر آجائے تو اختیار دیا جائے گا مہر اور عورت کے درمیان اُس پہلے شوہر کو۔ آبو بکر شعبی سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے غائب ہو گیا اور اس عورت کو یہ خبر ملی کہ وہ مر گیا تو اُس نے کسی سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا پہلا شوہر آگیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ زوجِ اوّل کو مہر اور اس کی عورت کے درمیان اختیار دیا جائے گا تو اگر اُس نے مہر لے لینے کو اختیار کر لیا تو اُس عورت کو دوسرے شوہر کے پاس چھوڑ دیا جائے گا اور اگر وہ چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کر لے۔ اور علیؓ نے کہا کہ (اس صورت میں) عورت کو مہر لینے کا حق ہو گا۔ کیونکہ اس دوسرے شوہر نے اُس کی فرج کو اپنے لئے حلال کیا ہے اور اُس (دوسرے شوہر) کے اور عورت کے درمیان تفریق کی جائے گی پھر وہ تین حیض عدّت گزارے گی اس کے بعد پہلے شوہر کے پاس لوٹا دی جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو شافعیؒ نے اپنے جدید (یعنی بعد کے) دورِ اجتہاد میں قبول نہیں کیا اور کہا کہ کیسے یہ بات درست ہو گی کہ بعض حدیث کو لے لیا جائے اور بعض حدیث کو ترک کر دیا جائے۔ یہ تعریض کرتے ہیں امام مالکؒ پر (جو تخییر کے خلاف ہیں)۔ اور بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مفقود کی دو حیثیتیں ہیں دونوں کے اعتبار سے اسکا حال عام قواعدِ شرع میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے کہ اُس نے فوت کر دیا امساک بالمعروف کو (یعنی نیک سلوک کے ساتھ عورت کو اپنی ذات پر روکنا جس پر فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا ہے) تو واجب ہو گیا اس پر تسریح بالاحسان (یعنی خوبی کے ساتھ اس کو آزاد

فلما ان قصر فی التسریح ناب
الشرع عنہ کما ینوب القاضی فی
بیع مال المماطل و ثانیہما انہ
میت فی ظاہر الحال و نحن
نحکم بالظاہر و علی الاول
قول مالک اصوب لانہ محکوم
علیہ بالتفریق بینہ و بین
زوجتہ فکان کالمطلق لہا
فلا یرجع الیہ الا ان عدتہا
کعدۃ المتوفی زوجہا عنہا
لان الزوج غائب بمنزلۃ
المیت و لہ نظائر کامرأۃ
المجنون و امرأۃ المعسر و
علی الثانی حکمہ بمنزلۃ من
بلغہا نعی زوجہا فاعتدت
ثم تزوجت ثم حضر الزوج فکان
بناء فرقتہا علی خبر کاذب فرد
علیہا ما زعمت و اظن عمر
قد وجہ الحکم الی الامرین
بمنزلۃ القولین للمجتہد
فان ذہب القاضی الی
الاول فالامر علی قضاء
مالک و ان ذہب الی
الثانی
فالامر

کردینا جس پر اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ (۲: ۲۲۹) دلالت کرتا
ہے) تو جب کہ اس نے تسریح میں تقصیر کی تو شریعت (عورت
کو اس کے تقید سے آزاد کرنے میں) اس کی قائم مقام بن گئی
جس طرح قاضی قائم مقام بن جاتا ہے ماطل کے مال کے بیچنے
میں (ماطل اس کو کہتے ہیں جو قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول
کرتا ہو)۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ ظاہر حال میں میت
ہے اور ہم حکم لگاتے ہیں ظاہر پر (یہ قاعدہ شرعیہ ہے نحن
نحکم بالظواہر واللہ اعلم بالسرائر)۔ اور بنا بر اول مالکؒ کا
قول زیادہ قرین صواب ہے کیونکہ اس میں حکم دیا گیا ہے
اس شخص کے اور اس کی زوجہ کے درمیان تفریق کا۔ تو یہ
شخص اس عورت کے حق میں مثل طلاق دینے والے کے بن
گیا کہ اب یہ اس کی جانب رجوع نہیں کرے گا۔ الا یہ کہ
اس کی عدت اس عورت کی عدت کی مانند ہو گی جس کا شوہر
مرجائے۔ کیونکہ شوہر غائب ہے وہ میت کے مرتبہ میں ہے
اور اس کی نظیریں موجود ہیں مثلاً مجنون کی بیوی اور نادار محض
کی بیوی۔ اور بر بنا ثانی اُس کا حکم اُس شخص کے مرتبہ
میں ہے جس کی موت کی خبر اس کی بیوی کو ملی تو اس نے
عدت گزاری پھر نکاح کرلیا اس کے بعد شوہر آگیا۔ تو اس
کی فرقت کی بنا جھوٹی خبر پر تھی تو جو گمان اس عورت
نے کرلیا تھا اب اس کو اس پر رد کردیا گیا اور عمرؓ پر میں یہ
گمان کرتا ہوں کہ انھوں نے حکم کو دونوں امر کی طرف متوجہ
کیا۔ یہ اس درجہ کی بات ہے جیسے ایک مجتہد کے (کسی مسئلہ
میں) دو قول ہوتے ہیں۔ تو اگر قاضی پہلی صورت کی طرف
جائے گا تو حکم امام مالکؒ کے فیصلہ کے مطابق دے گا اور
اگر دوسری صورت کی طرف جائے گا تو اسکے مطابق حکم دیگا

علےٰ ما روے اکثرہم عن عمر واللہ
اعلم بحقیقۃ الحال مالک عن القاسم بن
محمد انّ رجلاً جعل امرأتہ علیہ کظہر امّہ
ان ہو تزوّجہا فامرہ عمر بن الخطاب
ان ہو تزوّجہا ان لایقربہا حتّٰی یکفّر
کفارۃ المظاہر قلت تعلّق بہ الحنفیۃ
فی مسئلۃ اضافۃ الطلاق بالملک قبل
ان یتزوّج ولعلّ عمر بن الخطاب
اجازہا مجاز الیمین فالبون بین الطلاق
والظہار باینٌ مالک عن یحیی بن
سعید عن سعید بن المسیّب ان
عمر بن الخطاب قال ایّما امرأۃٍ
طُلّقت فحاضت حیضۃً او حیضتین
ثم رفعتہا حیضتہا (ای دورشد ۱۲) فانہا تنتظر تسعۃ
اشہرٍ فان بان بہا حملٌ فذاک
والّا اعتدّت بعد التسعۃ الاشہر
ثلٰثۃ اشہر ثم حلّت مالک عن ابی
ہریرۃ سمعت عمر بن الخطاب یقول
ایّما امرأۃٍ طلّقہا زوجہا تطلیقۃً
واحدۃً او تطلیقتین ثم ترکہا حتّٰی
تحلّ وتنکح زوجاً غیرہ فیموت
عنہا او یطلّقہا ثم ینکحہا

جو اکثر رُواۃ نے عمرؓ سے روایت کیا ہے، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال.
مالکؒ قاسم بن محمد سے کہ ایک شخص نے بنا دیا (یعنی کہدیا) اپنی
عورت کو ماں کی پُشت کے برابر اگر اُس نے اس عورت سے
نکاح کیا تو اس کو عمرؓ بن الخطاب نے حکم دیا کہ اگر اس نے اس عورت
سے نکاح کیا تو اس سے مقاربت نہ کرے جب تک ظہار کرنے والے کا
کفارہ نہ ادا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ حنفیہ اس حدیث سے لٹکے ہیں
(یعنی اس سے احتجاج کرتے ہیں) اس مسئلہ میں کہ نکاح سے پہلے
ہی کوئی شخص طلاق کو چسپاں کر ڈالے کسی فعل پر جو عورت کے
اختیار میں ہے اور غالباً عمرؓ بن الخطاب نے اس کو یمین کے مقام
پر رکھ کر حکم (کفارۂ ظہار کا) دیا ہے تو طلاق اور ظہار کے درمیان
میں جو بُعد ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ (اگر وہ شخص انتِ علیّ کظہر
اُمّی کے ساتھ اِن تزوّجتکِ نہ کہتا تو ایک لغو بات سمجھی جاتی اور
کفارۂ مظاہر کا اس کو حکم نہ دیا جاتا) مالکؒ یحیی بن سعید سے
اور وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس عورت
کو طلاق دی جائے پھر وہ حائضہ ہو جائے ایک حیض یا دو حیض
تک پھر اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو وہ انتظار کرے نو
مہینے تک پھر اگر ظاہر ہو گیا کہ اس کو حمل ہے تو فبہا ورنہ بعد
اُن نو مہینوں کے تین مہینے عدّت گزارے پھر حلال ہو جائیگی
مالکؒ ابوہریرہؓ سے کہ میں نے سُنا عمرؓ بن الخطاب سے کہتے
تھے کہ جس عورت کو اُس کے شوہر نے ایک یا دو طلاق دیں
پھر اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ حلال ہو جاتی ہے اور اُس
کے سوا کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے پھر دوسرا شوہر
مرجاتا ہے یا اس کو طلاق دیدیتا ہے اور پھر اُس سے پہلا شوہر

ف۵ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ "تو میری ماں کے برابر ہے" یا "میرے لئے ماں کی برابر ہے" وغیرہ اور اس سے اس کی مُراد عورت کو چھوڑنا
نہ ہو بلکہ اس سے صرف صحبت کرنا اپنے اوپر حرام کرنے کے ارادے سے کہا تو اس کو ظہار کہتے ہیں ۱۲ مترجم

زوجہا الاول فانہا یکون عندہٗ علٰے ما بقی من طلاقہا مالک عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب قال ایما ولیدۃٍ (جاریۃ) ولدت من سیدہا فانہ لا یبیعہا و لا یہبہا و لا یورثہا و ہو یستمتع بہا فاذا مات فہی حرۃٌ مالک انہ بلغہ ان عمر ابن الخطاب اتتہ ولیدۃٌ قد ضربہا سیدہا بنارٍ او اصابہا فاعتقہا قلت و یشہد لہ حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قضیۃ سندر مولٰی زنباع و یشہد لہ المعقول (دلیل عقلی) لان العبد ذو جہتین مالٌ فی بعض الحقوق و نفسٌ فی بعضہا و لذٰلک جازت مکاتبتہ فلما ظلم السید عبدہ و تجاوز حکم اللہ فیہ ظہرت جہۃ کونہ نفسًا و کمنت (مخفیت) جہۃ کونہ مالاً فوجبت الدیۃ ثم عوض عنہا العتق لان العتق یقع عوضًا عن المال و تولّٰی الشرع ذٰلک کما تولّٰی فی وضع الدیۃ حیث امتنع القصاص ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب فی الرجل ینعٰی (وفات) لہ امرأتہ فتتزوج ثم یقدم الاول قال یخیر الاول

نکاح کر لیتا ہے تو وہ عورت اُس کے پاس رہے گی باقی رہی ہوئی طلاق کے حساب پر۔ مالکؒ ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس کنیز کے اُس کے آقا سے کوئی بچہ پیدا ہو گیا تو اب وہ اُس کو نہ بیع کرے گا اور نہ اُس کو ہبہ کرے گا اور نہ اُس کو ترکہ بنائے گا وہ اُس سے (اپنی زندگی میں) فائدہ حاصل کرتا رہے پھر جب مرے گا تو وہ آزاد ہو جائے گی۔ مالکؒ کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک باندی آئی جس کو اُس کے آقا نے آگ سے مارا تھا یا اُس کو آگ میں ڈالا تھا تو انھوں نے اُس کو آزاد کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد ہے حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سُندُر کے قضیہ میں جو زنباع کا غلام تھا (زنباع نے اس کی ناک کاٹ دی تھی جب یہ اس حال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے آزاد کر دیا تھا) اور دلیل عقلی بھی اس کی مؤید ہے کیونکہ غلام کی دو جہت ہیں وہ بعض حقوق کے اعتبار سے ایک مال ہے اور بعض کے اعتبار سے ایک نفس ہے اور اسی اعتبار سے اُس کی مکاتبت جائز ہوتی تو جب آقا نے اپنے غلام پر ظلم کیا اور وہ اُس کے بارے میں اللہ کے حکم سے تجاوز کر گیا تو اُس کے نفس ہونے کی جہت ظاہر پر آگئی اور اُس کے مال ہونے کی جہت چھپ گئی تو دیت واجب ہو گئی پھر اس دیت کا معاوضہ بنایا گیا عتق (آزادی) کیونکہ مال کے بدلے میں عتق واقع ہوتا ہے۔ اور شرع اس کی متولی ہوتی جس طرح متولی ہوتی ہے دیت کے قائم کرنے میں جب قصاص ممتنع ہو جائے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص کے بارے میں جس کی موت کی خبر پہنچا دی گئی اُس کی بیوی کو۔ پھر وہ نکاح کر لیتی ہے پھر پہلا آجاتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ پہلے کو اختیار دیا جائے

فان شاء امرأته و ان شاء الصداق
محمد بن الحسن بلغنا عن عمر و علی
و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن
ابی وقاص و حذیفة انهم لم یجعلوا
بیعها طلاقها ابو حنیفة عن حماد عن
ابراهیم ان عمر بن الخطاب اتته
امرأة فقالت طلقنی زوجی فحضت
حیضتین و دخلت فی الثالثة حتی
اذا انقطع دمی و دخلت مغتسلی
و وضعت ثوبی اتانی فقال
قد راجعتک قبل ان افیض علی
الماء فقال عمر لعبد الله بن مسعود
قل فیها فقال یا امیر المومنین اراه
احق برجعتها لانها حائض بعد مالم
تحل لها الصلوة قال عمر وانا اری
ذلک فردها علی زوجها وقال
کنیف ملو علما ابو حنیفة عن
ظرف ۱۲
حماد عن ابراهیم ان ابا کنف طلق
امرأته تطلیقة ثم غاب فاشهد
علی رجعتها ولم یبلغها ذلک حتی تزوجت
فجاء و قد هیئت لتزف الی
زوجها فاتی عمر بن الخطاب
مرة الثانی ۱۲
فذکر ذلک له فکتب الی عامله
ان ادرکتها و لم یدخل

وہ اگر چاہے اپنی بیوی لے لے اور اگر چاہے تو مہر لے لے۔ محمدؒ ابن الحسن، ہم کو روایت پہنچی عمرؓ سے اور علیؓ و عبدالرحمنؓ ابن عوف و سعد بن ابی وقاصؓ اور حذیفہؓ سے کہ اُنھوں نے جاریہ کی بیع کو اُس کی طلاق[۵] قرار نہیں دیا۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی تو میں نے دو حیض پورے کر دیئے اور تیسرے میں داخل ہو گئی یہاں تک کہ جب میرا خون منقطع ہو گیا اور میں غسل کی جگہ پہنچ گئی اور میں نے اپنے کپڑے بھی اُتار دیئے تو وہ میرے پاس آیا اور اُس نے کہا پہلے اس سے کہ میں اپنے اُوپر پانی بہاؤں کہ میں نے تجھ سے مراجعت کر لی تو عمرؓ نے کہا عبداللہؓ بن مسعود سے کہ اس بارے میں بولو۔ تو اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین میری اس کے بارے میں یہ رائے ہے کہ اس سے رجعت کا اس کو حقدار قرار دیا جائے کیونکہ یہ عورت حائضہ ہے جب تک اُس پر نماز حلال نہ ہو جائے تو عمرؓ نے کہا اور میری بھی یہی رائے ہے تو اُس کو شوہر پر واپس کر دیا۔ اور (ابن مسعودؓ کے حق میں) فرمایا کہ ایک برتن علم سے بھرا ہوا ہے۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ ابو کنف نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی پھر غائب ہو گیا پھر اُس نے اس سے رجعت پر گواہ بنائے اور اُس عورت کو یہ اطلاع نہیں پہنچائی یہاں تک کہ اُس نے نکاح کر لیا۔ پھر وہ ایسے وقت پر آیا جب کہ وہ اس کے لئے تیار کر دی گئی تھی کہ اپنے شوہر کے ساتھ شب باش ہو تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس بات کا ذکر کیا تو اُنھوں نے اپنے عامل کو لکھا کہ اگر تم اس عورت کو اس حال میں پاؤ کہ اُس کا شوہر اُسکے پاس

۵ے یعنی آقا کا جاریہ کو بیع کرنا اُس کے حق میں طلاق نہ ہو گا بلکہ اُس کا نکاح جیسا پہلے تھا اسی طرح باقی رہے گا ۱۲

بها فهو احق [الاول ۱۲] بها و ان وجدتها
قد دخل بها فهي امرأته [الثانی ۱۲] قال
فوجدها ليلة البناء فوقع عليها
[ای زوج ثانی زن را در شب زفاف یافت پس صحبت نمود ۱۲]
و غدا الى عامل عمر فاخبر فعلم
انه جاء بامر مبين وبهذا الاسناد
عن على بن ابى طالب انه كان
يقول اذا طلق الرجل امرأته ثم
اشهد على رجعتها قبل ان
يمضى عدتها و لم يعلمها ذلك
حتى انقضت عدتها و تزوجت
فانه يفرق بينها و بين زوجها
الآخر و لها الصداق بما استحل
من فرجها وهى امرأة الاول ترد
اليه و لا يقربها حتى تنقضى
عدتها من الآخر ابو حنيفة عن
اسماعيل بن مسلم المكى عن الحسن
عن عمر بن الخطاب ان امرأة
اتته فاخبرته ان زوجها
لا يصل [یجامع ۱۲] اليها فاجله حولا
فلما انقضى الحول و لم يصل اليها
خيرها فاختارت نفسها ففرق
بينهما عمر و جعلها تطليقا
باتنا ابو بكر عن ابى قلابة
عن عمر اذا اعتقت الامة
فلها الخيار

نہ گیا ہو تو اُس کا پہلا شوہر زیادہ حقدار ہے اور اگر اس حال میں پاؤ کہ وہ اس کے پاس جا چکا ہے تو پھر وہ اُسی کی بیوی ہے۔ کہا (راوی نے) کہ پھر شوہر نے اس کو شب باشی کی رات میں پالیا اور اس سے مقاربت کر لی اور صبح کو عمر رضؓ کے عامل کے پاس جا کر اس کی خبر دیدی اور عامل کو یہ علم ہو گیا کہ وہ ایک واضح بات لیکر آیا ہے (جس پر ثبوت طلب کرنے کی حاجت نہیں) اور اسی اسناد سے مروی ہے علی رضؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے پھر اُس سے رجعت پر اُس کی عدّت گزرنے سے پہلے گواہ بنالے اور اُس نے عورت کو اطلاع نہ کی ہو یہاں تک کہ اس کی عدّت بھی پوری ہو گئی اور اُس نے (کسی سے) نکاح کر لیا تو اس صورت میں اُس عورت اور دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کرائی جائے گی اور اُس کو (اس دوسرے شوہر سے) مہر کا حق ہے اس وجہ سے کہ اس کی فرج کو اپنے اُوپر حلال کیا اور یہ بیوی ہو گی پہلے شوہر کی اُسی کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہ اُس سے جب تک دوسرے سے الگ ہونے کی عدّت پوری نہ کر لے گی مقاربت نہ کرے۔ ابو حنیفہؒ اسمٰعیل بن مسلم المکی سے وہ حسنؒ سے وہ عمر رضؓ بن الخطاب سے کہ ایک عورت نے اُن کے پاس آ کر یہ بیان کیا کہ اُس کا شوہر اُس سے نہیں ملتا (یعنی جماع نہیں کرتا)، تو اُنھوں نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی تو جب سال گزر گیا اور وہ اس سے نہ ملا تو عمر رضؓ نے عورت کو اختیار دیدیا تو اس نے اُس سے جُدا ہونا پسند کیا تو آپ نے دونوں میں تفریق کر دی اور اس کو طلاق بائن قرار دیا۔ ابو بکر ابو قلابہ سے، وہ عمر رضؓ سے کہ فرمایا کہ جب لونڈی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہے جبتک

مالم یطأہا ابو بکر عن سعید بن المسیّب ان ابابکر وعمر کانا یکرہان العزل ویامران الناس بالغسل منہ ابو بکر عن مکحول قلت للزہری اما علمت عمر حتی انقضی اجلہ و ابن مسعود بالعراق حتی انقضی اجلہ وعثمان ابن عفّان کانوا یستبرئون الامۃ بحیضۃ حتی کان معاویۃ فکان یقول حیضتان فقال الزہری و انا ازیدک عبادۃ بن الصّامت ابو بکر عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر باع عبد الرحمٰن بن عوف جاریۃ لہ کان یقع علیہا قبل ان یستبرءہا فظہر بہا حمل عند الذی اشتراہا فخاصمہ الی عمر فقال عمر کنت تقع علیہا قال نعم قال فبعتہا قبل ان تستبرءہا قال نعم قال ماکنت لذلک بخلیق فدعا القافۃ فنظروا لہ فالحقوہ بہ ابو بکر عن ابراہیم عن عمر قال المتلاعنان یفرق

اس سے وطی نہ کیجائے[عہ]۔ ابو بکر سعید بن المسیّب سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں عزل[عسہ] کو بُرا سمجھتے تھے اور لوگوں کو اس سے غسل کا حکم دیتے تھے۔ ابو بکر مکحول سے کہ مَیں نے زہری سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ عمرؓ اپنی مَوت کے وقت تک اور ابن مسعودؓ عراق میں اپنی مَوت کے وقت تک اور عثمانؓ بن عفان سب باندی سے ایک حیض کے ساتھ استبراء[سہ] کرتے تھے یہاں تک کہ معاویہؓ کا دَور آیا تو وہ دو حیض کہا کرتے تھے تو زہری نے کہا کہ اور میں تمہارے بیان پر عبادہؓ بن الصامت کا اضافہ کرتا ہوں۔ ابو بکر عُبَید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ فروخت کیا عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے اپنی ایک ایسی باندی کو جس سے مقاربت کیا کرتے تھے قبل اس کے کہ اس کا استبراء کریں تو خریدار کے پاس جانے کے بعد اُس کا حمل ظاہر ہوگیا تو وہ عمرؓ کے پاس دعویدار ہوا۔ عمرؓ نے (عبد الرحمٰنؓ بن عوف سے) پوچھا کہ کیا تم اس سے جماع کیا کرتے تھے؟ اُنھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ پھر تم نے اُس کو بیچ دیا قبل اس کے کہ اس کا استبراء کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہاں تو، آپ نے فرمایا ایسا کرنا زیبا نہ تھا۔ پھر قیافہ شناسوں کو بُلایا تو اُنھوں نے اس پر غور کیا پھر اُس کو عبد الرحمٰنؓ ہی کا قرار دیا۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ لعان[للعہ] کرنے والے مرد و عورت

عہ اس ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اگر اپنی باندی کا کسی غلام سے نکاح کر دیا تھا تو آزاد ہونے کے بعد اس کو فسخ نکاح کا اختیار اس صورت میں ہے کہ اس نے اس سے جماع نہ کیا ہو ۱۲ مترجم عسہ عزل یہ ہے کہ انزال سے پہلے ہی عورت سے جُدا ہوجاتے ۱۲ مترجم سہ یہ اندازہ کرنا کہ اس کو حمل تو نہیں ہے استبراء ہے جس کی تصدیق ایک باندی کے لئے مذکورہ اکابر ایک حیض سے کرتے تھے اور معاویہؓ دو حیض سے ۱۲ مترجم للعہ جب کوئی اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو لڑکا پیدا ہو اس کو کہے کہ یہ میرا نہیں ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی اور شرعی حاکم کے سامنے استغاثہ کرے۔ تو حاکم دونو سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے قسم لیجائیگی اس طرح کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت مَیں نے اس پر لگائی ہے اس میں سچّا ہوں چار دفعہ اسی طرح کہکر پانچویں دفعہ کہے کہ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ پھر عورت چار دفعہ یہ کہے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے یہ اس میں جھوٹا ہے۔ پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچّا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے۔ اس قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔ ۲

۲ حاکم دونوں میں جُدائی کر دے گا اور طلاق بائن پڑ جائیگی۔ لڑکا ماں کے حوالے کر دیا جائے گا باپ کا نہ کہا جائے گا ۱۲ مترجم

حضرت عمرؓ [illegible] :

بینہما و لا یجتمعان ابدًا ابوبکر عن الحسن لما فتحت تُستر اصاب ابوموسٰی سبایا فکتبَ الیہ عُمر لا یَقَعُ احدٌ علٰی امرأۃٍ حتّٰی تضعَ و لا تشرکوا المشرکین فی اَولادِہم فانّ الماءَ تمامُ الولدِ ابوبکر عن قَبِیْصَۃَ بن ذُوَیبٍ قالَ عُمر حَصِّنُوہنّ او لا تُحَصِّنُوہنّ لا تَلِدُ امرأۃٌ علٰی فراش اَحدکم اِلاّ اُلحقتُہ بہ یعنی السرارے ابوبکر عن الشعبی عن عمر اذا اقرّ بولدٍ مرّۃً واحدۃً فلیسَ لہٗ ان یَنْفِیَہٗ ابوبکر عن سلیمان بن یسار ان عمر بن الخطاب رُفِعَ الیہ خصیٌّ تزوّج امرأۃً ولم یُعلِمْہا ففرّقَ بینہما ابوبکر عن ہشام بن عروۃ ان امرأۃً سألتْ اِبْنَہا اَن یُزوّجہا فکرِہَ ذلکَ و ذہب الٰی عمر فقالَ لہٗ عُمر زَوِّجہا فو الذی نفس عمر بیدہٖ لو انّ حَنْتَمۃَ بنتِ ہشامٍ یعنی عُمرُ اُمَّ نفسِہٖ سألتْنی ان اُزوّجہا لزَوَّجْتُہَا فزوّجَ الرجلُ اُمّہٗ ابوبکر عن حارثۃ بن مضرّب قالَ عمر استعینُوا علٰی النسآءِ بالعُرٰی اِن احدٰہن اذا کثرت ثیابُہا و حَسُنَتْ زینتُہا

کے درمیان تفریق کردی جاتے وہ دونوں کبھی جمع نہ ہوں گے۔ ابوبکر حسن سے، کہ جب تستر فتح ہوگیا تو بہت سے قیدی ابو موسیٰ رضؓ کے ہاتھ آئے تو اُن کو عمر رضؓ نے لکھا کہ کوئی شخص کسی قیدی عورت سے ہمبستر نہ ہو جبتک کہ اس کا وضع حمل نہ ہوجائے اور تم مشرکین کے ساتھ اُن کی اولاد میں شرکت نہ کرنا کہ آب منی بچے میں نشو و نما اور بڑھوتری کا سبب ہوتا ہے۔ ابوبکر قبیصہ بن ذُوَیب سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ تم اُن کی پاکدامنی کا بچاؤ کرو یا نہ کرو کوئی بھی عورت تم میں سے کسی کے فرش پر بچہ نہ جنے گی مگر میں اس کو اُسی شخص کا قرار دوں گا (عورت سے) عمر رضؓ کی مُراد اُن باندیوں سے تھی جو جماع کے لئے مخصوص کرلی جاتی ہیں۔ ابوبکر شعبی سے وہ عمر رضؓ سے کہ جب کوئی ایک مرتبہ کسی لڑکے کے بارے میں اقرار کرلے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اُس کی نفی کرے۔ ابوبکر سلیمان ابن یسار سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب کے سامنے ایک خصی پیش کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو اپنا حال نہ بتایا تھا تو آپ نے دونوں میں تفریق کرادی۔ ابوبکر ہشام ابن عروہ سے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے سے سوال کیا کہ وہ اُس کا نکاح کرائے تو اس کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ عمر رضؓ کی طرف گیا تو اُس سے عمر رضؓ نے کہا کہ اُس کا نکاح کرا! قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں عمر رضؓ کی جان ہے اگر حنتمہ بنتِ ہشام، یہ عمر رضؓ نے اپنی والدہ کا نام لیا، مجھ سے سوال کرتی کہ میں اُس کا نکاح کراؤں تو ضرور کرادیتا۔ تو اُس شخص نے اپنی ماں کا نکاح کرادیا۔ ابوبکر حارثہ بن مضرب سے کہ عمر رضؓ نے فرمایا کہ عورتوں کی سترپوشی (یعنی بقدر ضرورت لباس) پر ان کی اعانت کرو (مگر اس میں زیادتی نہ کرو) جب اُن میں سے کسی کے پاس بہت کپڑے ہوجاتے ہیں اور سامانِ زینت وافر

اعجبہا الخروج ابو بکر عن انس کان عمر اذا اتی رجل قد طلق امرأتہ ثلثاً فی مجلس اوجعہ ضرباً و فرق بینہما ابو بکر عن زید بن وہب ان رجلاً بطالاً کان بالمدینۃ طلق امرأتہ الفا فرجع الی عمر فقال کنت العب فعلا عمر رأسہ بالدرۃ و فرق بینہما ابو بکر عن عمرو بن شعیب وجدنا فی کتاب عبد اللہ بن عمرو عن عمر اذا عبث المجنون بامرأتہ طلق علیہ ولیہ ابو بکر عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کتبت الی عمر فی رجل مجنون یخاف ان یقتل امرأتہ فکتب الی ان اجلہ سنۃ یتداوی ابو بکر عن ابی لبید ان عمر اجاز طلاق السکران بشہادۃ نسوۃ ابو بکر عن عطاء اتی ابن مسعود ... رجل قال لامرأتہ حبلک علی غاربک فکتب ابن مسعود الی عمر فکتب عمر مرہ فلیوافنی بالموسم فوافاہ بالموسم فارسل الی علی فقال لہ علی انشدک باللہ ما نویت قال امرأتی ففرق بینہما ابو بکر عن الاوزاعی ان عمر ابن الخطاب لم یرہ شیئاً یعنی طلاق المکرہ ابو بکر عن عمرو

ہو جاتا ہے تو باہر نکلنا اُسے اچھا لگتا ہے۔ . . ابو بکر انس رض سے، جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیتا اور حضرت عمر رض کے پاس آتا تو وہ اس کو خوب پیٹتے اور دونوں کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔ ابو بکر زید بن وہب سے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ شخص تھا اُس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیں پھر وہ عمر رض کی طرف آیا اور کہا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا تو عمر رض نے اس کے درہ مارا اور دونوں میں تفریق کر دی۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے، ہم نے عبد اللہ بن عمرو کے ایک مکتوب میں دیکھا کہ عمر رض سے مروی ہے کہ جب مجنون اپنی بیوی کے ساتھ ناشائستہ حرکات کرنے لگے تو اُس کا ولی اس کو طلاق دیدے۔ ابو بکر عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ میں نے عمر رض کو ایک مجنون کے بارے میں لکھا جس سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کو قتل کر دے گا تو مجھے لکھا کہ اس کو ایک سال کی مُہلت دو کہ وہ علاج کرالے۔ ابو بکر ابی لبید سے کہ عمر رض نے مدہوش آدمی کی طلاق کو عورتوں کی شہادت پر نافذ کیا۔ ابو بکر عطاء سے کہ ابن مسعود رض کے سامنے ایک شخص کا معاملہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ حبلک علی غاربک (تیری رسّی تیرے کندھے پر ہے) تو ابن مسعود رض نے عمر رض کو لکھا۔ عمر رض نے لکھا کہ اس کو حکم دو کہ موسم پر (یعنی زمانہ حج میں) مجھ سے ملے تو وہ موسم (حج) پر آپ سے ملا۔ آپ نے اس کو علی رض کے پاس بھیجدیا تو اس سے علی رض نے کہا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے کیا نیت کی تھی؟ تو اُس نے کہا کہ اپنی بیوی کی۔ تو علی رض نے دونوں میں تفریق کر دی۔ ابو بکر اوزاعی سے کہ عمر رض بن الخطاب نے اس کو کوئی چیز نہیں خیال کیا یعنی طلاق مُکرَہ کو (یعنی جس کو طلاق پر مجبور کیا گیا) ابو بکر عمرو

ابن شعيب عن ابيه عن جده ان رجلاً
تزوّج امرأةً علىٰ خالتها فضربه
عمر و فرّق بينهما آبو بكر ان غلاماً
فجر بجارية فظهر بالجارية حملٌ فرُفِعَ
الى عمر بن الخطّاب فاعترفا
فجلدهما و حرص ان يجمع بينهما
فأبى الغلامُ آبو بكر عن عاصم بن
عُمر و خرج ناسٌ من اهلِ
العراق فلمّا قدموا على عمر
قالَ من انتم قالوا من
اهلِ العراق قال فبإذنٍ جئتم
قالوا نعم فسألوا عمّا يحلُّ للرّجل
من امرأته و هي حائضٌ فقالَ
سألتموني عن خصالٍ ما سألني عنهنّ
احدٌ بعد أن سألتُ رسولَ الله صلى
الله عليه وسلّم فقالَ امّا للرّجل من امرأته
و هي حائضٌ فله ما فوقَ الإزار آبو بكر
عن الحسن قال عمر لا رضاعَ بعد
الفصال آبو بكر عن ابن عُمر
قالَ عمر لو تقدّمتُ فيها لرجمتُ
يعني المتعة آبو بكر عن سعيد بن المسيّب
انه قالَ رحم الله عمر لولا انه نهى عن
المتعة صارَ الزنا جهاراً آبو بكر عن
قبيصة بن جابر عن عُمر
قالَ لا أوتى

ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ اُن کے دادا سے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اُس کی خالہ پر (یعنی بیوی کی بھانجی سے) تو اُس کو عمرؓ نے مارا اور دونوں میں تفریق کردی۔ آبو بکر کہ ایک غلام نے بدکاری کی ایک لونڈی سے تو لونڈی کا حمل ظاہر ہوگیا پھر یہ معاملہ عمرؓ بن الخطاب کے سامنے پیش ہوا تو دونوں نے اقرار کرلیا پھر آپ نے دونوں کے کوڑے لگوائے اور رغبت دلوائی کہ دونوں کو جمع کردیں (یعنی دونوں کا نکاح کردیں) تو غلام نے انکار کردیا۔ آبو بکر عاصم بن عمرؓ سے۔۔۔ کچھ لوگوں نے عراق والوں میں سے سفر کیا جب وہ عمرؓ سے ملے تو اُنھوں نے کہا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ اہل عراق میں سے ہیں۔ فرمایا کیا تم اجازت کے ساتھ آئے ہو (یعنی ہم سے ملنے کی اجازت لے چکے ہو؟) اُنھوں نے کہا ہاں! پھر اُنھوں نے اس بارے میں سوال کیا کہ ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو کس حد تک متمتع ہونا حلال ہے تو فرمایا کہ تم نے مجھ سے ایسی باتوں میں سے ایک کا سوال کیا کہ ان کے بارے میں جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اب تک کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ پھر فرمایا ایک مرد کے لئے اپنی عورت سے جب کہ وہ حائضہ ہو ازار (لنگی، پاجامہ وغیرہ) سے اُوپر حلال ہے۔ آبو بکر حسن سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ دُودھ چھڑانے کے بعد رضاعت (معتبر) نہیں (یعنی اس سے رشتہ حرام نہیں ہوتا)۔ آبو بکر ابن عمرؓ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آیا تو میں سنگسار کردوں گا۔ آپ کی مُراد مُتعہ تھا۔ آبو بکر سعید بن المسیّب سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ عمرؓ پر اللہ رحمت نازل کرے اگر وہ مُتعہ سے نہ روکتے تو کُھلم کُھلا زنا ہونے لگتا۔ آبو بکر قبیصہ ابن جابرؓ سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ میرے پاس نہیں لایا جائیگا

بمحلّلٍ او محلّلٍ لہ، الاّ رجمتہما۔ ابو بکر عن سعید بن المسیّب انّ عمر استشار علیّ بن ابی طالب و زید بن ثابت قال زید قد حلّت و قال علیؓ اربعۃ اشہرٍ و عشرًا قال زید ارایتَ ان کانت نسیئًا قال علیؓ فآخر الاجلین قال عمر لو وضعت ذا بطنہا و زوجہا علی نعشہٖ لم یدخل حفرتہ لکانت قد حلّت۔ ابو بکر عن سالم سمعتُ رجلاً من الانصار یحدّث ابن عمر یقول سمعتُ اباک یقول لو وضعت المتوفّٰی عنہا زوجہا ذا بطنہا وہو علی السریر فقد حلّت۔ ابو بکر عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ قال عمر ما استفاد رجلٌ او قال عبد بعد ایمانٍ باللّٰہ خیرًا من امرأۃٍ حسنۃ الخلق ودودٍ ولودٍ وما استفاد رجلٌ بعد الکفر باللّٰہ شرًّا من امرأۃ سیّئۃ الخلق حدیدۃ اللسان ثم قال انّ منہنّ غُنمًا لا یجذی منہ وانّ منہنّ غُلًّا لا یفدی منہ۔ ابو بکر انّ رجلاً من بنی تیم اللّٰہ کان جمع بین اُختین فی الجاہلیۃ فلمّا یفرق بین واحدۃٍ منہما حتّٰی کان فی خلافۃ عمر

کوئی حلالہ کرنے والا یا جس کے لئے حلالہ کیا گیا مگر میں دونوں کو سنگسار کردوں گا۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے، کہ عمرؓ نے مشورہ کیا علیؓ بن ابی طالب اور زید بن ثابتؓ سے[1]، زیدؓ نے کہا کہ حلال ہوگئی مگر علیؓ نے کہا کہ چار مہینے اور دس دن۔ زیدؓ نے کہا کہ اگر عورت پر دن چڑھ رہے ہوں تو[2]، علیؓ نے کہا کہ پھر دونوں (محتمل) مدتوں میں سے آخری مدت۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر اس عورت کا وضع حمل ہوجائے اور اس کے شوہر کی لاش ابھی رکھی ہو اور قبر میں داخل بھی نہ کی گئی ہو تو وہ یقینًا حلال ہوچکی ہے۔ ابو بکر سالم سے کہ میں نے انصار میں کے ایک شخص سے سُنا جو ابن عمرؓ سے بات کرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں نے تمہارے باپ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر بعد وفات چھوڑجانے والے کی بیوی کا وضع حمل ہوجائے اور وہ ابھی تخت پر ہے (یعنی دفن نہیں ہوا) تو وہ حلال ہوگئی۔ ابو بکر معاویہ بن قرہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں کمایا کسی شخص نے یا کہا کہ کسی بندہ نے ایمان باللہ (کی سب سے بڑی خیر) کے بعد کسی چیز کو جو بہتر ہو ایسی عورت سے جو اچھی عادت والی محبت کرنے والی بچے جننے والی ہو اور نہیں کمایا کسی شخص نے کفر باللہ کے بعد (جو سب سے بڑا شر ہے) کسی شئے کو جو بدتر ہو ایسی عورت سے جو بدخلق ہو، تیز زبان ہو، پھر فرمایا کہ بیشک ان میں سے بعض تو بڑی غنیمت ہوتی ہیں کہ کوئی عطا ان کا معاوضہ نہیں ہوسکتی اور بعض اُن میں سے گلے کا طوق ہیں کہ کسی فدیہ سے اُن سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ آبو بکر کہ بنی تیم اللہ کا ایک شخص تھا جس نے جاہلیت کے زمانہ میں دو بہنوں کو جمع کرلیا تھا تو جب اسلام آیا اس نے ان میں سے کسی کو جدا نہ کیا یہاں تک کہ وہ خلافت عمرؓ میں بھی (اسی حال پر) رہا

[1] یعنی ایسی عورت کی مدت کے بارے میں جسکے [illegible] حیض آنے میں تاخیر ہو اور وہ حاملہ ہو اور چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد ولادت ہو۔[2]

وانہ رفع شانہ الی عمر فارسل الیہ عمر فقال اختر احدیہما واللہ لئن قربت الاخری لاضربن رأسک ابو بکر عن مسروق جاء رجل الی عمر فقال انی جعلت امر امرأتی بیدہا فطلقت نفسہا ثلثاً فقال عمر لعبد اللہ ما تقول فقال عبد اللہ واحدۃ وہو املک بہا فقال عمر و انا ایضاً اری ذلک ابو بکر عن علقمۃ عن عبد اللہ ان رجلاً جعل امر امرأتہ بیدہا فطلقت نفسہا ثلثاً قال ہی واحدۃ ثم لقی عمر فقال نعم ما رأیت ابو بکر عن زاذان کنا جلوساً عند علی فسئل عن الخیار فقال سألنی عنہا امیر المؤمنین عمر فقلت ان اختارت نفسہا فواحدۃ بائنۃ و ان اختارت زوجہا فواحدۃ و ہو احق بہا فقال لیس کما قلت ان اختارت زوجہا

اور اس کے حال کو عمرؓ سے بیان کیا گیا تو عمرؓ نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کر واللہ اگر دوسری تیرے پاس آئی تو میں تیرا سر پیٹ دوں گا۔ ابو بکر مسروق سے کہ ایک شخص نے عمرؓ سے آکر کہا کہ مَیں نے اپنی بیوی کا معاملہ اُس کے اختیار میں دیدیا تھا تو اُس نے اپنی ذات کو تین طلاقیں دیدیں تو عمرؓ نے عبد اللہؓ (ابن عباسؓ) سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تو عبد اللہؓ نے کہا کہ ایک (پڑی) اور اسی کا اس نے اُس کو اختیار دیا تھا تو عمرؓ نے کہا اور میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں۔ ابو بکر علقمہ سے وہ عبد اللہؓ سے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا معاملہ اُسی کے اختیار میں دیدیا تو اس نے اپنی ذات کو تین طلاق دیدی تو اُس نے کہا کہ یہ ایک ہی ہے پھر وہ عمرؓ سے ملا تو انھوں نے فرمایا کہ تو نے جو رائے قائم کی وہ ٹھیک ہے۔ ابو بکر زاذان سے کہ ہم علیؓ کے پاس بیٹھے تھے تو اُن سے سوال کیا گیا اختیار کے بارے میں تو اُنھوں نے کہا کہ مجھ سے یہ سوال کیا تھا امیر المؤمنین عمرؓ نے تو میں نے کہا کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک (طلاق رجعی) اور وہ اس سے رجعت کا حقدار ہے تو عمرؓ نے کہا جواب وہ نہیں جو تم نے کہا۔ اگر اُس نے اختیار کیا اپنے شوہر کو

ع۵ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خیار کی ایک خاص صورت پر کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق البتۃ۔ ان شئت اس صورت میں علی رضی اللہ عنہ نے جب کہ عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جدا ہونے کا فیصلہ کیا تو لفظ کنایہ "البتۃ" کے اعتبار سے جب کہ اس سے معنی طلاق مراد ہونے پر لفظ طالق دلالت کر رہا ہے طلاق بائنہ کا فیصلہ تجویز کیا اور شوہر ..... کو اختیار کرنے کی صورت میں طلاق رجعی کا اس لئے کہ ان کی نظر میں خیار کا تعلق صرف البتۃ سے ہے اور طلاق کی صراحت کلام میں موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں خیار کا تعلق صرف ایک جز البتۃ سے نہیں ہے۔ ان کے نزدیک طلاق کے نفاذ میں انت طالق اصل ہے۔ البتۃ صرف اس کی توثیق کے لئے ہے اس لفظ سے بولنے والے کی نیت دوسری تیسری طلاق کی نہیں تھی اس لئے خیار کا تعلق صرف انت طالق سے ہے تو اگر عورت الگ ہونے کو اختیار کرے گی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ اگر شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو کوئی طلاق نہ پڑے گی نہ بائنہ اور نہ رجعی۔ اور زید بن ثابت نے جدائی کی صورت میں لفظ البتۃ سے بائن ہونے کا اور لفظ طالق سے اس پر ایک طلاق بڑھا کر تین طلاق کی رائے دی اور شوہر کے ساتھ رہنے کی صورت میں خیار کا تعلق صرف انت طالق سے رکھا اس لئے البتۃ کے پیش نظر ایک طلاق بائن کا حکم لگایا واللہ اعلم ۱۲ اشتیاق احمد عفی اللہ عنہ

فلا شیٔ وان اختارت نفسہا فواحدۃٌ و ہو احق بہا فلم اجد بدًّا من متابعۃ امیر المؤمنین فلما ولیت و اتیت فی الفروج رجعت الی ماکنت اعرف فقیل لہ، رأیکما فی الجماعۃ احب الینا من رأیک فی الفرقۃ فضحک علیٌّ و قال اما انہ ارسل الی زید بن ثابت فسألہ فقال ان اختارت نفسہا فثلاثٌ و ان اختارت زوجہا فواحدۃٌ بائنۃٌ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عروۃ بن المغیرۃ ابتلی بہا و ہو امیر الکوفۃ فارسل الی شریح و قال قل فی رجل قال لامرأتہ انت طالق البتۃ فقال قال فیہا عمر واحدۃٌ و ہو املک بہا و قال علی بن ابی طالب ہی ثلاثٌ قال قل فیہا انت قال قد قالا فیہا قال اعزم علیک الا قلت فیہا قال شریح اری قولہ انت طالقٌ طلاقًا قد خرج و اری قولہ البتۃ بدعۃً اقف عند بدعتہ فان نوی ثلثًا فثلاثٌ و ان نوی واحدۃً فواحدۃٌ بائنٌ و ہو خاطب

تو کوئی شے نہیں۔ اگر اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک (طلاق واقع ہوگی) اور وہ اس سے رجوع کا حقدار ہے۔ اسکے بعد میرے لئے امیر المؤمنین کی متابعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ پھر جب میں خود صاحب اختیار ہو گیا اور بدّت کے بعد فروج کے قضایا پر غور کیا تو میں نے پھر اپنی اُسی رائے کی طرف رجوع کیا جو میں رکھتا تھا۔ اس پر اُن سے کہا گیا کہ ہم کو تم دونوں کی وہ رائے پسند ہے جس کا انجام جمع ہو جانا ہے بہ نسبت آپ کی اس رائے کے جو تفریق کا سبب ہے تو علیؓ ہنسے اور فرمایا کہ سُن لو اُنھوں نے (یعنی عمرؓ نے) زید بن ثابتؓ کو بھی بُلایا اور اُن سے پوچھا تھا تو اُنھوں نے یہ کہا تھا کہ اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو تین طلاق اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ۔ ابو حنیفہؒ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عُروہ بن المغیرہ اس میں مُبتلا ہو گئے جب کہ وہ کوفہ کے امیر تھے تو اُنھوں نے قاضی شریح کو بُلایا اور کہا کہ ایسے شخص کے بارے میں بتائیے جس نے اپنی بیوی کو کہدیا انتِ طالق البتۃ تو اُنھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں عمرؓ نے کہا کہ ایک طلاق پڑے گی اور وہ اس سے رجعت کا مالک ہے اور علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ تین طلاق ہیں۔ عُروہ نے کہا کہ اس کے بارے میں آپ کہئے۔ تو اُنھوں نے کہا وہ دونوں اس میں کہہ چکے ہیں۔ عُروہ نے کہا کہ میرا منشا۔ تو آپ سے یہ ہے کہ آپ خود اپنی رائے بیان کریں۔ تو شُریح نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ اس کا قول انتِ طالقٌ نکل چکا اور اس کے قول البتۃ کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک اضافہ ہے۔ اس اضافہ پر ہم توقّف کریں گے اگر اس نے نیّت کی ہے تین کی تو تین کا حکم دیا جائے اور اگر اس نے ایک کی نیت کی تو ایک بائن طلاق ہوگی اور وہ (رجوع کرنے کا مالک نہ ہوگا) خاطب (یعنی رشتہ بھیجنے والا) ہوگا

ابو بکر عن عمر و عبد اللہ انہما قالا امرکِ
بیدکِ و اختاری سواءٌ ابو بکر عن عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان عمر
ابن الخطاب وعثمان بن عفان قالا ایما
رجلٍ ملّکَ امرأتہ امرہا وخیّرہا فافترق
من ذلک المجلس فلم تحدث فیہ
شیئاً فامرہا الیٰ زوجہا ابو بکر عن المطلب
ابن حنطب عن عمر انہ جعل البتۃ
تطلیقۃً وزوجہا املک بہا ابو بکر عن
حمید بن ہلال وغیرہ عن عمر نحواً
من ذلک ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ قالا فی الخلیۃ تطلیقۃٌ
وہو املک برجعتہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البریۃ قالا تطلیقۃٌ
وہو املک بہا ابو بکر عن ابراہیم عن
عمر و عبد اللہ فی البائن تطلیقۃٌ وہو
املک برجعتہا ابو بکر عن المنہال عن
عمر فی رجل طلّق امرأتہ تطلیقتین ثم
قال انتِ علیَّ حرامٌ فقال عمر ما ہیَ
باہونہنّ ابو بکر عن الضحاک ان ابا بکر و
(التحریم بهذه الکلمة)
عمر وابن مسعود قالوا من قال لامرأتہ ہی علیَّ
حرامٌ فلیست علیہ بحرامٍ وعلیہ کفارۃُ
یمینٍ ابو بکر عن الحسن قالت امرأۃٌ
لزوجہا اراحنی اللہُ منک او
نحواً من ہذا

(عورت منظور کرے یا رد کرے)۔ ابو بکر عمرؓ سے اور عبد اللہؓ سے کہ
ان دونوں نے کہا کہ امرکِ بیدکِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے)
اور اختاری (تو صاحب اختیار ہوجا) برابر ہیں۔ ابو بکر عمرو
ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ بن
الخطاب اور عثمانؓ بن عفان نے کہا کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو
اُس کے امر (طلاق) کا مالک بنادیا اور اُس کو اختیار دیدیا پھر وہ
اس مجلس سے جدا ہوگیا اور عورت نے اس کے بارے میں کوئی
بات نہ کی تو اُس عورت کا امر اُسکے شوہر کی طرف چلا جائے گا۔
ابو بکر مطلب بن حنطب سے وہ عمرؓ سے کہ اُنھوں نے البتۃ کو ایک
طلاق قرار دیا اور شوہر کو اس سے رجعت کا حقدار بنایا۔ ابو بکر
حُمید بن ہلال وغیرہ سے وہ عمرؓ سے مثل اسی روایت کے۔
ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ
خلیّۃ میں ایک طلاق واقع ہوگی اور شوہر کو اُس سے رجعت
کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہؓ سے بریّۃ
کے بارے میں دونوں نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس کو
اس سے رجعت کا اختیار ہے۔ ابو بکر ابراہیم سے وہ عمرؓ اور عبد اللہ
سے کہ بائن میں ایک طلاق ہے اور وہ اسکے رجعت کا مالک ہے۔
ابو بکر منہال سے وہ عمرؓ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے
اپنی بیوی کو ۲ دو طلاقیں دیں پھر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو عمرؓ
نے کہا کہ یہ کلمہ اُن سے کچھ ہلکا نہیں ہے۔ ابو بکر ضحاک سے کہ
ابو بکرؓ اور عمرؓ اور ابن مسعودؓ سب نے کہا کہ جس نے اپنی بیوی سے
کہا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ اُس پر حرام نہیں ہے اور اس پر
کفارہ قسم کا لازم ہے (بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو)
ابو بکر حسنؒ سے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا اراحنی اللّٰہ
منک (اللہ تعالیٰ تجھ سے مجھے راحت دے) یا کوئی دوسرا جملہ اسی طرح کا

فقال نعم فنعم فنعم فأتى عمر بن
الخطاب فذكر ذلك له فقال عمر تريد
ان اتحملها عنك هي بك هي بك ابوبكر
عن سالم والقاسم وعبيد الله بن عبد الله
ابن عمر قالوا قال عمر انما الطلاق بيد
من يحل له الفرج يعنى ان العبد
اذا اذن له مولاه في النكاح فالطلاق
بيد العبد لا بيد المولى ابوبكر عن
يزيد بن علقمة ان رجلا من بني تغلب
يقال له عبادة بن النعمان كان
تحته امرأة من بني تميم
فاسلمت فدعاه عمر فقال اما
ان تسلم واما ان انتزعها منك
فابى ان يسلم فنزعها منه عمر
ابوبكر عن الحسن عن عمر في الرجل
له امرأة فيسئل ألك امرأة فيقول
لا انه قال كذبة ابوبكر عن عمرو
ابن شعيب كان عمر وابو الدرداء
ومعاذ يقولون ترجع اليه (المرأة الزوج) على
ما بقى يعنى الرجل يطلق امرأته
تطليقة او تطليقتين فتزوج
ثم ترجع اليه على كم
تكون عنده ابوبكر عن ابي
هريرة عن عمر على ما (طلاقا)
بقي من الطلاق

تو شوہر نے کہا ہاں! ہاں!! ضرور!!! پھر وہ پہنچا عمرؓ بن الخطاب
کے پاس اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا (اور اس تشویش کا کہ طلاق
تو واقع نہیں ہو گئی)، تو عمرؓ نے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ (تیرے ہاں!
ہاں!! کہنے کی تفسیر کا) تیری طرف سے میں بوجھ برداشت کروں
(تو سن اس ہاں ہاں کا مفہوم کہ وہ یہ ہے کہ) وہ عورت ہے
تیرے ساتھ وہ عورت ہے تیرے ساتھ۔ ابوبکر سالم سے اور قاسم
اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ سے سب نے بیان کیا کہ عمرؓ نے فرمایا
کہ طلاق اسی شخص کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے فرج حلال
ہے۔ یعنی یہ کہ غلام کو جب اس کے آقا نے نکاح کی اجازت دیدی
تو طلاق غلام کے اختیار میں ہے آقا کے اختیار میں نہیں۔ ابوبکر
یزید بن علقمہ سے کہ بنی تغلب میں کا ایک شخص تھا جس کو عبادہ
ابن النعمان کہا جاتا تھا، اس کے تحت میں بنی تمیم کی ایک عورت
تھی۔ پھر وہ اسلام لے آئی تو اس شخص کو عمرؓ نے بلایا اور فرمایا
(اب دو صورتیں ہیں) یا تو تو اسلام قبول کرے اور یا یہ کہ
میں اس کو تجھ سے کھینچ کر الگ کردوں تو اس نے اسلام قبول
کرنے سے انکار کر دیا تو عمرؓ نے عورت کو اس سے الگ کر لیا۔
ابوبکر حسنؒ سے وہ عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں جس کے
بیوی موجود تھی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا تیرے پاس بیوی
ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایک جھوٹ
ہے (اس سے طلاق نہیں پڑے گی)۔ ابوبکر عمرو بن شعیب سے
کہ عمرؓ اور ابو درداءؓ اور معاذؓ اس کے قائل ہیں کہ وہ اس کی
طرف لوٹائی جائے گی باقی ماندہ پر یعنی کوئی شخص جو اپنی
بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدیتا ہے پھر وہ نکاح کر لیتی ہے پھر
لوٹتی ہے اس کی طرف تو اس شخص کے پاس کتنی طلاق کا حق
ہو گا۔ ابوبکر ابو ہریرہؓ سے وہ عمرؓ سے باقیماندہ طلاق پر (حسب

ابو بکر عن سعید بن المسیب عن عمر قال اربع
جائزۃ علی کل حال العتق والطلاق و
النکاح والنذر یعنی سواء کان جادًّا او
ہازلًا ابو بکر عن کثیر مولی ابن سمرۃ ان
عمر اُتی بامرأۃ ناشزۃ فقال لزوجہا
اخلعہا ابو بکر عن عبد اللہ بن شہاب الخولانی
شہدت عمر بن الخطاب اُتی فی خُلع
کان بین رجل و امرأتہ فاجازہ یعنی
یجوز الخلع دون السلطان ابو بکر عن
عبد اللہ بن رباح ان عمر قال اخلعہا
بادون عقاصہا ابو بکر عن ابراہیم قال
عمر بن الخطاب لا ندع کتاب ربنا و
سنۃ نبینا بقول المرأۃ المطلقۃ ثلثًا
لہا السکنی والنفقۃ ابو بکر عن الشعبی
فی الرجل یطلق امرأتہ فجاء آخر فتزوجہا
فی العدۃ قال عمر یفرق بینہما وتکمل
عدتہا الاول وتستأنف من ہذا عدۃ
جدیدۃ ویجعل الصداق فی بیت المال و
لا یتزوجہا الثانی ابدًا ویصیر الاول
خاطبًا من الخطاب ابو بکر عن ابراہیم
ابن میسرۃ عن عمر قال لا یقربہا
حتی ینظر أبہا حمل اذ لا
یعنی الامۃ اذا زوجہا مولاہا
فمات الزوج

توضیح مذکور)۔ ابو بکر سعید بن المسیب سے وہ عمرؓ سے، فرمایا کہ چار چیزیں ہر حال میں نافذ ہوتی ہیں: عتق (آزادی) اور طلاق اور نکاح اور نذر یعنی برابر ہے کہ وہ شخص سنجیدگی سے کہنے والا ہے یا مسخرے پن سے۔ ابو بکر کثیر مولی ابن سمرہ سے کہ عمرؓ کے پاس ایک لڑاکا عورت لائی گئی تو آپ نے اُس کے شوہر سے فرمایا کہ اس سے خلع کرلے۔ ابو بکر عبد اللہ بن شہاب الخولانی سے کہ میں حاضر تھا عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب ایک خلع کا معاملہ ایک مرد اور اس کی عورت کا اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اُس کو جائز رکھا۔ یعنی خلع جائز ہے بغیر سلطان (کے حکم) کے۔ ابو بکر عبد اللہ بن رباح سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اُس (عورت) سے خلع کرلے اس کی چوٹی کے ماسوا سے۔ ابو بکر ابراہیم سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت نہیں چھوڑیں گے جس کو تین طلاق دی گئی ہیں اُس کے لئے رہنے کا گھر بھی ہے اور نفقہ بھی۔
ابو بکر شعبی سے، ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر دوسرا شخص آکر اس عورت سے عدت کے زمانہ میں نکاح کرلیتا ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کیجائے اور عورت اپنی پہلی عدت پوری کرے اور پھر از سر نو دوسری عدت پوری کرے اور مہر کو بیت المال میں داخل کیا جائے اور وہ دوسرا شوہر کبھی اس سے نکاح نہ کرے اور پہلا شوہر دوسرے رشتہ بھیجنے والوں میں سے ایک رشتہ بھیجنے والا ہوگا۔
ابو بکر ابراہیم بن میسرہ سے وہ عمرؓ سے فرمایا کہ وہ اس سے قریب نہ ہو یہاں تک کہ پہلے یہ دیکھ لے کہ کیا اُس کو حمل ہے یعنی باندی سے جب کہ اُس کے آقا نے اُس کا نکاح کردیا ہو اور اُس کا شوہر مرگیا ہو۔

ع۵ مطلب یہ ہے کہ خلع کرلے اور عورت سے اُس کا تمام مال لے لے کہ بجز سر کی چوٹی کے کہ اُس کے پاس کچھ باقی نہ رہے ۱۲

آبوبکر عن سعید والحسن قالا أجّل عمر بن
الخطّاب العِنّینَ سَنَۃً فان استطاعہا
والاّ فرق بینہما وعلیہ العِدّۃ آبوبکر عن
سعید بن المسیّب ردّ عمر نسوۃً المتوفّے عنہنّ
ازواجہنّ من البیداء فمنعہنّ الحجّ آبوبکر عن
الحکم کان عمر و عبداللّٰہ یقولان لا تنتقلُ
یعنے المتوفّے عنہا زوجہا الشافعی عن مالک
انہ بلغہ انہ کُتِب الیٰ عمر بن الخطّاب من
العراق انّ رجلاً قال لامرأتہ حَبلُکِ علیٰ
غاربِکِ فکتبَ عمر الیٰ عاملہ ان مُرہُ ان
یُوافِیَنے فی الموسم فبینا عمر بن الخطاب
یطوفُ بالبیتِ اذ لقیہ الرجلُ فسلّم علیہ
فقالَ مَن اَنتَ فقالَ انا الّذے امرتَ
ان یُجلبَ علیک قالَ انشدک بربِّ
ہذا البیت ہل اردتَ بقولک حبلُکِ علیٰ
غاربکِ الطّلاقَ فقالَ الرّجل لو استحلفتنی (سوگند میدادی)
فی غیر ہذا المکان ما صدّقتک اردتُ الفراقَ
فقال عمر ہو ما اردتَ البیہقی عن
الثورے عن حماد عن ابراہیم عن عمر
ابن الخطاب انہ کان یقول فے
الخلیّۃِ والبریّۃِ والبتّۃِ والبائنۃِ
واحدۃٌ وہو احقّ بہا البیہقی
عن الثورے عن حماد عن
ابراہیم انّ عمر و ابنِ مسعودٍ
کانا یقولانِ

آبوبکر سعید اور حسن سے ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے عِنّین (نامرد) کو
ایک سال کی مہلت دی پھر اگر وہ قادر ہوگیا تو فبہا ورنہ دونوں
میں تفریق کردی جاتی اور اس پر عدّت لازم ہوگی۔ آبوبکر سعید
ابن المسیّب سے ہے کہ عمرؓ نے ایسی عورتوں کو جن کے شوہروں کا
انتقال ہوگیا تھا بیداء سے واپس کردیا اور اُن کو حج سے روک
دیا۔ آبوبکر حکم سے ہے کہ عمرؓ اور عبداللہؓ کہا کرتے تھے کہ منتقل
نہ ہو (کسی دوسری جگہ) یعنی جس کا شوہر مرگیا ہو۔ شافعیؒ
مالکؒ سے کہ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب کو عراق
سے لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا حبلکِ علیٰ
غاربکِ (تیری رسّی تیرے کندھے پر) تو عمرؓ نے اپنے عامل
کو لکھا کہ اُس کو حکم دو کہ وہ موسم حج میں مجھ سے آکر ملے تو
اس دَوران میں کہ عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے جب کہ
وہ شخص اُن سے ملا اور اُن کو سلام کیا۔ تو اُنھوں نے پوچھا
کہ تُو کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں وہی ہوں جس کے بارے
میں آپ نے حکم دیا تھا.............. کہ آپ کے پاس
بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اس بیت کے رب کی قسم
دیتا ہوں کہ کیا تو نے اپنے اس قول سے یعنی حبلکِ علیٰ غاربکِ
سے طلاق کی نیت کی تھی؟ تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ مجھے
اس مکان کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں حلف دیتے تو مَیں
آپ سے سچ نہ کہتا، مَیں نے علیحدہ کرنے کی نیت ہی سے کہا تھا،
تو عمرؓ نے فرمایا کہ تیری نیت ہی فیصلہ ہے۔ بیہقی ثوریؒ سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے
خلیّۃ میں اور بریّۃ میں اور بتّۃ میں اور بائنۃ میں ایک طلاق
ہے اور وہ اُس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ بیہقی ثوری سے
وہ حماد سے وہ ابراہیم سے کہ عمرؓ اور ابنِ مسعودؓ کہا کرتے تھے

اذا خیر لها فاختارت نفسها فهی واحدۃ و هو احق بها و ان اختارت زوجها فلا شیٔ الشافعی تعلیقا و البیهقی مسندا روی عن عمر ابن الخطاب ان رجلا تدلی یأخذ عسلا فجاءته امرأته فوقفت علی الحبل فحلفت لتقطعنه او لتطلقنی ثلثا فذکر الله و الاسلام فابت الا ذلک فطلقها ثلثا فلما ظهر اتی عمر بن الخطاب فذکر ما کان منها الیه و منه الیها فقال ارجع الی امرأتک فلیس هو بطلاق البیهقی روی عن عمر لیس الرجل بامیر علی نفسه اذا جوعت او اوثقت او ضربت الشافعی عن ابن المسیب کان عمر یقول ان تربص اربعۃ اشهر فی تطلیقۃ و هو املک بردها ما دامت فی عدتها الشافعی عن عبدالله ابن ابی یزید عن ابیه ارسل عمر الی شیخ من بنی زهرۃ فسأله عن ولاد الجاهلیۃ فقال اما النطفۃ فمن فلان و اما الولد فهو علی فراش فلان فقال صدقت و لکن قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم

جب شوہر نے بیوی کو اختیار دیدیا اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا (آزاد ہونے پر) تو ایک طلاق ہو گی اور وہ اس پر (رجوع کا) حق رکھتا ہے۔ اور اگر اُس نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا تو کچھ نہیں ہے۔ شافعیؒ نے تعلیقاً روایت کیا اور بیہقی نے مسنداً کہ روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے کہ ایک شخص (کسی غار میں) لٹک کر شہد حاصل کرنے لگا تو اُس کے پاس اُس کی بیوی آئی اور رسّی پر (جس کے ذریعہ سے وہ غار میں لٹک رہا تھا) کھڑی ہو گئی اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ تو مجھے تین طلاق دے ورنہ میں اس رسّی کو ضرور کاٹ دوں گی تو اس نے اللہ کا اور اسلام کا واسطہ دیا مگر وہ نہ مانی بجز اس صورت کے تو اس نے اس کو تین طلاق دیدیں۔ پھر جب وہ باہر آگیا تو وہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس پہنچا اور جو کچھ معاملہ عورت کی طرف سے اس کے ساتھ اور اس کی طرف سے عورت کے ساتھ ہوا تھا بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ اپنی بیوی کے پاس لوٹ جا، یہ کوئی طلاق نہیں ہے۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنی ذات پر امیر (باختیار خود) نہ ہو گا جب کہ بھوکا رکھا جائے یا باندھا جائے یا پیٹا جائے۔ شافعیؒ ابن المسیب سے کہ عمرؓ فرمایا کرتے تھے (ایلاء کے بارے میں) کہ چار ماہ (بیوی کے ساتھ ہم بستری سے) رُک جانا ایک طلاق ہے اور وہ اس کے رجوع کا اختیار رکھتا ہے جب تک عورت عدّت میں رہے۔ شافعیؒ عبداللہ بن ابی یزید سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے بنی زہرہ کے ایک بوڑھے کو بلا کر اُس سے ناجائز اولاد کے تعینِ نسب کی بابت جاہلیت کا دستور پوچھا تو اُس نے کہا کہ نطفہ تو فلاں کی طرف سے، رہا بچہ تو وہ فلاں کے فرش پر (کہا جاتا تھا) تو عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بالولد للفراش (لے للزوج یعنی صاحب الفراش ۱۲) ۔ مالک والشافعی عن ابن عمر جاء رجل الی عمر بن الخطاب فقال كانت لی ولیدۃ اطأها فعمدت امرأتی الیها فارضعتها فدخلت علیها فقالت دونک فقد واللہ ارضعتها فقال عمر اوجعها و ائت جاریتک فانما الرضاعۃ رضاعۃ الصغیر مالک انه بلغه ان عمر بن الخطاب وهب لابنه جاریۃ فقال لا تمسها فانی قد کشفتها (برہنہ کردہ ام ۱۲) قال ابو حنیفۃ النظر الی الفرج یحرم و قال الشافعی لا قال البیہقی ویشبه ان یکون الجماع هو المراد بالکشف فان اهل المروات یکنون عن الجماع بمثل هذا البیہقی من طریق سفیان الثوری کتب عامل لعمر الی عمر ان ناسا ممن قبلنا یدعون السامرۃ (الیہود ۱۲) یسبتون السبت و یقرؤن التوراۃ و لا یؤمنون بیوم البعث فما یری امیر المؤمنین فی ذبائحهم قال فکتب هم طائفۃ من اهل الکتاب ذبائحهم ذبائح اهل الکتاب الشافعی عن عمر انه قال ما نصاری (لے بنی تغلب ۱۲) العرب باهل الکتاب و لا یحل لنا ذبائحهم و ما انا بتارکهم حتی یسلموا او اضرب اعناقهم مالک و الشافعی عن عروۃ رضؓ

نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ بچہ (صاحب) فراش کے لئے (یعنی شوہر کا ہی) ہوگا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن عمرؓ سے کہ ایک شخص نے عمرؓ ابن الخطاب سے آکر کہا کہ میری ایک باندی ہے جس سے میں مجامعت کرتا رہا اُس کے ساتھ میری بیوی نے یہ اقدام کیا کہ اُس کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر میں اُس پر داخل ہوا تو بیوی نے کہا کہ اس سے الگ رہنا واللہ میں نے اس کو اپنا دودھ پلایا ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اُس کو پیٹ اور اپنی لونڈی کے پاس جا کیونکہ رضاعت (قابلِ اعتبار) صرف بچے ہی کی رضاعت ہے۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بیٹے کو ایک جاریہ عطا کی اور فرمایا کہ اس کو چھونا مت کہ میں اس کو برہنہ کر چکا ہوں ابو حنیفہؒ نے کہا کہ فرج کو دیکھنا حرام کر دیتا ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ نہیں۔ بیہقیؒ نے کہا اور قرینِ قیاس یہ ہے کہ برہنہ کرنے سے مراد جماع کرنا ہی ہے کہ شائستہ مزاج لوگ جماع کے لئے اسی طرح کے کنایات بولتے ہیں۔ بیہقیؒ سفیان ثوریؒ کی روایت سے کہ عمرؓ کے ایک عامل نے اُن کو لکھا کہ جو ہم سے پہلے تھے ان میں سے کچھ لوگوں کو سامرہ کہا جاتا تھا وہ سنیچر کے دن عبادت کیا کرتے اور توریت پڑھا کرتے تھے اور یوم قیامت پر ایمان نہیں لاتے تھے تو امیر المؤمنین ان لوگوں کے ذبیحوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ کہا کہ اس پر عمرؓ نے لکھا کہ وہ لوگ اہلِ کتاب ہی میں کا ایک گروہ ہے اُن کے ذبیحے اہلِ کتاب کے ذبیحے ہیں۔ شافعیؒ عمرؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ عرب کے نصاریٰ (یعنی بنی تغلب) اہلِ کتاب نہیں ہیں اور ہمارے لئے ان کے ذبیحے حلال نہیں ہیں اور میں ان کو چھوڑنے والا نہیں یہاں تک کہ یہ لوگ یا تو اسلام قبول کریں یا میں ان کی گردنیں ماردوں۔ مالکؒ اور شافعیؒ عروہ سے

عن خولۃ بنتِ حکیم دخلتُ علی عمر بن الخطاب فقالت ان ربیعۃ بن اُمیّۃ استمتع بامرأۃٍ مولّدۃٍ فحملَتْ منہ فخرج عمر رضؓ یجرُّ ردآءہ فزعًا (متحولا من حال الی الاخرى ۱۲) فقالَ ہٰذہ المتعۃُ ولو کنت تقدّمتُ فیہ لرجمتُ الشافعی عن ابن سیرین انّ امرأۃ طلّقہا زوجہا ثلثاً وکان مسکینٌ اعرابیٌّ یقعد بباب المسجد فجاءتہ امرأۃٌ فقالتْ ہل لکَ فی امرأۃٍ تنکحہا فتبیتَ معہا اللیلۃَ وتصبحُ فتفارقُہَا فقالَ نعم فکانَ ذٰلک فقالتْ لہٗ امرأتہٗ انک اذا اصبحتَ فانہم سیقولون لکَ فارِقْہا فلا تفعلْ ذٰلک فانّی مقیمۃٌ لک ماترٰی واذہبْ الی عمرَ فلمّا اصبحت اتوہ واتوہا فقالت کلِّموہ فانتم جئتُم بہ فکلّموہ فابٰی فانطلق الیٰ عُمر فقالَ الزم امرأتکَ فان رابوکَ بریبٍ فأتِنی فارسلَ الی المرأۃ التی مشتْ لذٰلک فنکّلَ بہا (عقوبت کرو اور ۱۲) ثم کان یغدو علی عمر ویروحُ فی حُلّۃٍ فیقول الحمد للّٰہِ الذی کساکَ یا ذا الرقعتین

وہ خولہ بنتِ حکیم سے کہ وہ عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس پہنچی اور کہا کہ ربیعہ بن اُمیّہ نے تمتُّع کیا تھا ایک مولّدہ عـہ سے پھر وہ اس سے حاملہ ہو گئی تو عمر رضؓ اِس طرح نکلے کہ اپنی چادر کھینچ رہے تھے بیچینی سے پھر کہا کہ یہ متعہ ہے اور اگر مجھے پہلے اس کی اطلاع ہو جاتی تو مَیں ضرور رجم کرتا۔ شافعیؒ ابن سیرینؒ سے کہ ایک عورت کو اُس کے شوہر نے تین طلاق دیں اور ایک نادار دیہاتی مسجد کے دروازے پر بیٹھا کرتا تھا تو اس کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ کیا تجھے ایسی عورت میں دلچسپی ہے جو تجھ سے نکاح کرے اور تو آج رات اُس کے ساتھ سوئے اور صبح کو اُس سے مفارقت کر لے ؛ اس نے کہا کہ ہاں ! تو ایسا ہو گیا (رات میں) اُس کی بیوی نے اُس سے کہا کہ جب صبح ہو جائے گی تو یہ لوگ تجھ سے کہیں گے کہ اس سے جُدا ہو (یعنے طلاق دے) مگر تو ایسا نہ کرنا کیونکہ میں تیری کفالت کروں گی جیسا کہ ... تو دیکھ رہا ہے اور تو عمر رضؓ کے پاس پہنچ جانا۔ جب صبح ہوتی تو لوگ اس شخص کے پاس آئے اور عورت کے پاس پہنچے۔ تو عورت نے کہا کہ تم اُس سے بات کرو تم ہی اُس کو لے کر آئے تھے تو اُنھوں نے اُس سے گفتگو کی۔ اُس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ عمر رضؓ کے پاس پہنچ گیا۔ تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے تعلّق پر جا رہ۔ اگر وہ لوگ تجھے پریشانی میں ڈالیں تو میرے پاس آجانا۔ پھر اس عورت کو بُلوایا جو اس کام کے لئے چلی پھری تھی تو آپ نے اس کو سزا دی۔ اس کے بعد وہ شخص صبح و شام حضرت عمر رضؓ کے پاس اچھے لباس میں آتا رہتا تھا اور وہ فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے جس نے اے ذوالرقعتین (یعنے اے پیوند لگے ہوئے دو کپڑوں والے)

عـہ مولّدہ بروزن معظمہ وہ ہے جو عرب میں پیدا ہوئی اور اُن کی اولاد کے ساتھ اس نے تربیت پائی ۱۲

حُلّۃً تغدو فیہا و تروح الشافعی عن مجاہد عن عمر نحوًا من ذالک الشافعی عن جعفر بن محمد عن ابیہ انّ علیًّا و عمر قالا لا یَنکِح المُحرم و لا یُنکِح فاِن نکح فنکاحہ باطل مالک والشافعی عن ابن المسیّب قالَ عمر بن الخطّاب اَیُّما رجل تزوّج امرأۃً و بہا جنونٌ او برصٌ فمسّہا فلہا صَداقُہا کاملًا و ذلک لزوجہا غُرم علٰی وَلِیّہا (تاوان ۱۲) البیہقی عن ابراہیم ابن سعد عن اَبیہ اَنّ عمر بن الخطّاب کتبَ الیٰ بعضِ عُمّالہ اَن اَعطِ الناس علٰی تعلیم القرآن فکتبَ الیہ انکَ کتبتَ الیّ اَعطِ النّاسَ علٰی تعلیم القرآن فیعلّمہ مَن لیسَ لہٗ فیہ رغبۃٌ اِلّا رغبۃ فی الجُعل فکتب الیہ اَن اَعطِہم علی المروّۃ و الصّحابۃ اَبو حنیفۃ عن یزید ابن عبد الرحمٰن عن الأسود اَنّہ اَعتق مملوکًا لہٗ بینہٗ و بینَ اِخوۃ لہٗ صغارٍ (ای مشترکا بینہ و بین اخوتہ ۱۲) فذکر ذالک لعمر بن الخطاب فامرہ اَن یقوّمہ و یُرجئہ حتّی یُدرکَ الصِّبیۃُ فان

تجھے اچھا جوڑا پہنایا جس میں تو صبح و شام آتا جاتا ہے۔ شافعیؒ مجاہد سے وہ عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ شافعیؒ جعفر ابن محمد سے وہ اپنے باپ سے کہ علیؓ و عمرؓ دونوں نے کہا کہ مُحرِم (جو احرام باندھنے والا ہو) نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرائے اگر اُس نے نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔ مالکؒ اور شافعیؒ ابن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جس شخص نے نکاح کیا کسی ایسی عورت سے جس کو جنون یا برص ہے پھر اس کو چھوا تو اس عورت کو پورے مہر کا حق ہوگا۔ اور اس عورت کے شوہر کو حق ہوگا مہر کے برابر تاوان لینے کا اُس عورت کے وَلی سے۔ بیہقیؒ ابراہیم بن سعدؒ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے اپنے بعض عاملوں کو لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں (یعنے معلّموں) کو عطیات (وظائف) دو۔ تو عامل نے اُن کو لکھا کہ آپ نے مجھے لکھا ہے کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو عطیات دو تو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) قرآن کی تعلیم وہ لوگ دیں گے جن کو اس خدمت سے رغبت نہ ہوگی ان کو رغبت صرف اپنے معاوضہ سے ہوگی (حالانکہ تعلیم قرآن اللہ کے واسطے ہونی چاہیئے تو اس معاوضہ کو ادا کرنے کی وجہ جواز کیا ہوگی) تو ان کو عمرؓ نے لکھا کہ ان کو بربناء مروّت (کہ وہ ایک خدمت اسلامی کرتے ہیں ہم کو ان کی خدمت کرنی چاہیئے) و بربناء صحابت (کہ وہ خدمتِ اسلام میں تمہارے ساتھی ہیں) دو۔ ابو حنیفہؒ یزید بن عبد الرحمٰن سے وہ اسود سے کہ انھوں نے آزاد کیا ایک مملوک کو جو کہ ان کا اور ان کے کم عمر بھائیوں کا مشترک تھا۔ پھر انھوں نے عمرؓ بن الخطّاب سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے ان کو حکم دیا کہ اس کی قیمت کا اندازہ کرو اور اس کو لڑکوں کے بالغ ہونے تک روک[ع] لو پھر اگر وہ

ع یہ لفظ اِرجاء سے بنا ہے اس کے معنے ہیں تاخیر کرنا اور روک لینا۔ یعنی غلام کو روک لیا جائے جب تک کم عمر بھائی بالغ ہوں ۱۲

شاءُوا اَعتقوا وان شاءوا ضمنوا مالک انہ بلغہ ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قضیٰ احدہما فی امراۃ غرّت رجلاً بنفسہا وذکرت انہا حرۃ فولدت لہ اولاداً فقضیٰ ان یُفدی ولدہ بمثلہم مالک عن سلیمان بن یسار عن عبد اللہ بن اُمیۃ ان امراۃ ہلک عنہا زوجہا فاعتدت اربعۃ اشہر وعشراً ثم تزوجت حین حلّت فمکثت عند زوجہا اربعۃ اشہر ونصف شہر ثم ولدت ولداً تاماً فجاء زوجہا الی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فدعا عمر نسوۃ من نساء الجاہلیۃ قدماء فسألہن عن ذلک فقالت امراۃ منہن انا اخبرک عن ہذہ المراۃ ہلک عنہا زوجہا حین حملت فاہریقت علیہ الدماء فحشّ ولدہا فی بطنہا فلما اصابہا زوجہا الذی نکحہا واصاب الولد الماء تحرّک الولد فی بطنہا فصدقہا عمر بن الخطاب وفرّق بینہما وقال عمر لم یبلغنی عنکما الا خیر والحق الولد بالاوّل مالک عن یحییٰ بن سعید عن سلیمان ابن یسار ان عمر بن الخطاب کان یُلیط اولاد الجاہلیۃ بمن

چاہیں تو اس کو آزاد کریں اور اگر چاہیں ضمان لیں۔ مالکؒ ان کو یہ روایت پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان دونوں میں سے ایک نے ایک عورت کے متعلق جس نے اپنے بارے میں ایک شخص کو دھوکا دیا اور یہ ذکر کیا تھا کہ وہ آزاد ہے پھر اس کے بچے بھی اس نے جنے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اولاد کا فدیہ جاریہ کے مالک کو اُن ہی کے مانند دے۔ مالکؒ سلیمان بن یسار سے وہ عبداللہ بن اُمیہ سے کہ ایک عورت کا شوہر مرگیا تو اس نے چار مہینے دس دن کا زمانہ عدت پورا کرکے جب حلال ہوگئی تو نکاح کرلیا۔ اب وہ اپنے شوہر کے پاس ساڑھے چار مہینے رہی تھی کہ اس کے ایک پورا بچہ پیدا ہوگیا۔ تو اس کا شوہر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا۔ تو عمرؓ نے زمانہ جاہلیت کی پرانی عمر کی عورتوں میں سے کئی عورتوں کو بلایا اور اُن سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ اس عورت کا حال آپ کو میں بتاتی ہوں اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر مرگیا جب کہ یہ حاملہ ہوئی۔ تو اس (حمل) پر خون حیض بہتے رہے (بجائے اس کے کہ وہ بند ہوکر بچہ کا جزو بنیں) تو اس کے پیٹ میں اس کا بچہ سوکھ گیا۔ پھر جب اُس کا شوہر جس نے اُس سے نکاح کیا اُس سے ہم بستر ہوا اور بچہ پر پانی (یعنی آبِ منی) پہنچا تو اس کے پیٹ میں بچہ نے حرکت کی اور وہ بڑھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اُس کی تصدیق کی اور ان دونوں کے درمیان تفریق کردی اور عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں کے متعلق میرے پاس بجز خیر کے اور کوئی بات نہیں پہنچی۔ اور بچے کو آپ نے پہلے شوہر کا قرار دیا۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے کہ عمرؓ بن الخطاب زمانہ جاہلیت کی اولاد کو اُسی کے ساتھ متعلق کردیتے تھے

ادّعاهم في الإسلام فأتى رجلان
كلاهما يدّعي ولد امرأة فدعا
عمر قائفاً فنظر إليهما فقال
القائف لقد اشتركا فيه فضربه
عمر بن الخطاب بالدرّة ثم دعا
المرأة فقال لها أخبريني خبرك
فقالت كان هذا لأحد الرجلين
يأتيني وهي في إبل لأهلها
فلا يفارقها حتى يظنّ
وتظنّ أنه قد استمرّ بها
حبل ثم انصرف عنها فأهريقت
عليه دماء ثم خلف عليها
هذا تعني الآخر فلا أدري من
أيّهما هو قال فكبّر القائف
فقال عمر للغلام وال أيّهما
شئت. مالك عن ابن عمر أن عمر
ابن الخطاب قال ما بال رجال
يطؤون ولائدهم ثم يعزلونهنّ لا
تأتيني وليدة يعترف سيّدها
أن قد ألمّ بها إلا ألحقت به
ولدها فاعزلوا بعد ذلك أو
اتركوا.

كتاب احكام الخلافة والقضاء

جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُن کا مدعی ہوتا تھا۔ تو اُن کے پاس دو آدمی آتے جو ایک عورت کے لڑکے پر اپنا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کر رہے تھے تو عمرؓ نے ایک قیافہ داں کو بُلایا اُس نے (لڑکے کو دیکھ کر) اُن دونوں آدمیوں کو دیکھا پھر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں دونوں مُشترک ہیں تو عمرؓ نے اُس کے دُرّہ مارا پھر اُس عورت کو بُلایا اور اُس سے کہا کہ تو مجھ سے پورا حال بیان کر۔ تو اُس نے کہا کہ یہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہے جو میرے پاس آیا کرتا تھا اس حال میں کہ وہ بندی (یعنی میں) اُونٹوں میں رہتی تھی جو اس کے (یعنی میرے) رشتہ دار کے تھے۔ وہ شخص اُس سے (یعنی مجھ سے) جُدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے گمان کر لیا یا عورت نے گمان کر لیا کہ اب اس پر حاملہ ہونے کا دور گزرنے لگا۔ پھر پھر وہ اُس سے (یعنی مجھ سے) پھر گیا اسکے بعد اس پر خون بہے (یعنی حیض کے خون آتے رہے) پھر اُس شخص کا قائم مقام اس عورت پر (یعنی مجھ پر) یہ شخص بنا۔ اُس کی مُراد دوسرے دعویدار سے تھی تو اب میں نہیں جانتی کہ یہ لڑکا دونوں میں سے کس کا ہے۔ کہا کہ پھر تو اُس قیافہ داں نے تکبیر کہی (اس خوشی سے کہ اُس کی بات بن گئی) تو عمرؓ نے اُس لڑکے سے کہا کہ تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے پسند کر لے۔ مالکؒ ابنِ عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ کیا ہو گیا لوگوں کو کہ اپنی باندیوں کے ساتھ وطی (جماع) کرتے ہیں پھر اُن سے عزل کرتے ہیں (یاد رکھو) کوئی باندی جو میرے پاس آکر یہ اقرار کریگی کہ اُسکے آقا نے اُس سے مباشرت کی ہے میں اسکے بچے کو اُس شخص کے ساتھ ضرور ملحق کروں گا اس کے بعد تم عزلؔ کر دیا چھوڑ دو۔

باب احکامِ خلافت و قضاء

عہ کسی عورت سے اس طرح جماع کرنے کو عزل کہتے ہیں کہ انزال کے وقت ذکر کو باہر نکال لے اور منی باہر گرائے تاکہ عورت کو حمل نہ رہے ۱۲ مترجم

الدار قطنی ان عمر بن الخطاب کتب
الی ابی موسی الاشعری اما
بعد فان القضاء فریضۃ محکمۃ
وسنۃ متبعۃ فافہم اذا ادلی
الیک بحجۃ وانفذ الحق اذا
وضح فانہ لا ینفع تکلم بحق
لا نفاذ لہ وآس بین الناس فی
وجہک ومجلسک وعدلک حتی
لا ییأس الضعیف من عدلک ولا
یطمع الشریف فی حیفک البینۃ
علی من ادعی والیمین علی
من انکر والصلح جائز بین المسلمین
الا صلحا احل حراما او حرم
حلالا لا یمنعک قضاء قضیتہ بالامس
فراجعت فیہ نفسک وہدیت فیہ
لرشدک ان تراجع الحق فان الحق
قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی
فی الباطل الفہم الفہم فیما
یختلج فی صدرک مما لم یبلغک
فی الکتاب او السنۃ واعرف الامثال
والاشباہ ثم قس الامور عند
ذلک فاعمد الی احبہا عند
اللہ عز وجل واشبہہا
بالحق فیما تری واجعل
لمن ادعی بینۃ

دار قطنی نے روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا اما بعد درحقیقت قضاء ایک فریضہ قطعی اور سنتِ جاریہ ہے۔ جب تمہارے سامنے (کوئی فریق مدعی یا مدعیٰ علیہ) کوئی حجت پیش کرے تو اس کو سمجھو اور جب تم پر حق واضح ہو جائے تو اس کا نفاذ کرو کیونکہ صرف زبان سے کسی بات کو حق کہدینا جب کہ اس کا نفاذ نہ ہو بے فائدہ ہے۔ لوگوں کے درمیان متوجہ ہونے میں اور اپنے پاس بیٹھنے کے مقام میں اور انصاف کرنے میں برابری کو قائم رکھو کہ کوئی کمزور تمہارے عدل سے ناامید نہ ہو جائے اور کوئی صاحب شرافت تم سے کمزور پر ظلم کی طمع نہ کرے۔ گواہ پیش کرنا اس شخص کے ذمہ ہے جس نے دعویٰ کیا ہو اور قسم اس پر ہے جس نے انکار کیا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے بجز ایسی صلح کے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کردے اور تم کو ایسی قضاء جس کو تم نے آج شام میں فیصل کیا ہے پھر تم نے اس پر اپنے دل میں غور کیا اور تم پر اس کے بارے میں بھلائی کی راہ کشادہ کردی گئی اس بات سے مانع نہ ہونی چاہیئے کہ تم حق کی طرف رجوع کرلو کیونکہ حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کرلینا بہتر ہے باطل پر مدت گزارنے سے۔ سمجھ سے کام لو سمجھ سے کام لو ایسے امر کے بارے میں جس سے تمہارے سینہ میں خلش پیدا ہو جو ایسا ہو کہ اس کے بارے میں کتاب اور سنت میں سے کچھ (واضح طور پر) تمہارے پاس نہیں پہنچا اور ایسی صورت میں پیش آمدہ مسئلہ کے) مشابہ اور اس کے مماثل امور کو پہچانو پھر (پیش آمدہ) امور کو ایسی صورت میں ان پر قیاس کرلو۔ پھر (اگر تعدد پیدا ہو جائے تو) جو صورت تمہاری رائے میں اللہ عزوجل کے نزدیک پسندیدہ محسوس ہو اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اس کو اختیار کرلو۔ اور مدعی کے لئے گواہ پیش کرنے کی

أَمَدًا يَنْتَهِي إِلَيْهِ فَإِنْ أَحْضَرَ بَيِّنَةً أَخَذْتَ لَهُ بِحَقِّهِ وَإِلَّا وَجَّهْتَ الْقَضَاءَ عَلَيْهِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَجْلَى لِلْعَمَى وَأَبْلَغُ فِي الْعُذْرِ وَالْمُسْلِمُونَ عُدُولٌ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا مَجْلُودًا فِي حَدٍّ أَوْ مُجَرَّبًا فِي شَهَادَةِ زُورٍ أَوْ ظَنِينًا فِي وَلَاءٍ أَوْ وِرَاثَةٍ إِنَّ اللّٰهَ تَوَلَّى مِنْكُمُ السَّرَائِرَ وَدَرَأَ عَنْكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَإِيَّاكَ وَالْقَلَقَ وَالضَّجَرَ وَالتَّأَذِّيَ بِالنَّاسِ وَالتَّنَكُّرَ لِلْخُصُومِ فِي مَوَاطِنِ الْحَقِّ الَّتِي يُوجِبُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ بِهَا الْأَجْرَ وَيُحْسِنُ بِهَا الذُّخْرَ فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ لَهُ نِيَّتَهُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ وَلَوْ عَلَىٰ نَفْسِهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ تَزَيَّنَ لِلنَّاسِ بِمَا يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ مِنْهُ غَيْرَ ذٰلِكَ يَشِينُهُ اللّٰهُ فَمَا ظَنُّكَ بِثَوَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَاجِلِ رِزْقِهِ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِهِ

آخری مدت مقرر کردو پھر اگر اس نے گواہ حاضر کردیئے تو اس کے حق میں فیصلہ کردو ورنہ فیصلہ اس کے خلاف کردو کہ یہ اصول گمراہی کو واضح کرنے والا اور (اس کے خلاف فیصلہ کرنے میں خواہ وہ حق پر ہو) تم کو پورے طور پر معذور رکھنے والا ہے۔ اور تمام مسلمانوں میں سے بعض بعض کے مقابلہ پر عدول ہیں۔ (یعنی ہر مسلمان کی صفتِ اصلیہ عدالت ہے اس کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں) بجز اس شخص کے جس کے کسی حد کی بناء پر کوڑے مارے گئے ہوں یا اس کا کسی جھوٹی شہادت میں تجربہ ہو چکا ہو یا وہ کسی حق میں یا وراثت میں متہم ہو۔ بیشک جو تم سے چھپی ہوتی باتیں ہیں وہ بحوالۂ خدا ہیں اور تم پر سے اس نے مواخذہ ہٹا دیا شہادات سے اور تم کو بچنا چاہیئے لوگوں کو بے قراری اور تنگ دلی اور تکلیف میں ڈالنے سے اور جھگڑنے والوں کے مقابلہ پر حق کے مواقع میں جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ اجر کو واجب کردیتا اور ان کو بہتر ذخیرۂ آخرت بنا دیتا ہے: (لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنا خُلق) بدل دینے سے بچو کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اچھی نیت رکھے گا اگرچہ (حق کی پیروی کی بناء پر) اس کو اپنی ذات کے خلاف فیصلہ دینا پڑے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے مابین (حاکمیت و محکومیت کے) علاقہ کے لئے خود کافی ہو جائے گا۔ اور جو شخص اپنے ظاہر کو لوگوں کے لئے آراستہ کرے گا اس (باطنی) حال کے مقابلہ پر جو اس کے خلاف ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کردے گا، تو تمہارا (اس صورت میں) کیا گمان ہے اللہ عزوجل کے ثواب اور اس کے جلد ملنے والے رزق اور اس کی رحمت کے بارے میں کہ وہ قابلِ ترجیح ہیں یا دنیاوی جاہ و منزلت؟

والسلام علیک. شرح یقال أدلی دلوہ ارسلہا و دلاہا اخرجہا و الظنین بالظاء المتہم و بالضاد البخیل و الاول المقصود و القلق ضیق الصدر و رجل قلق سيء الخلق و اغلق الامر اذا لم ینفسح و غلق الرہن اذا لم یجد مخلصہا و الشین العیب. البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ان لا یقضی الا امیر فانہ اہیب للظالم و لشاہد الزور. البغوی قال عمر لابن مسعود الم ابلغنی انک تقضی ولست بامیر قال بلی قال فول حارہا من تولی قارہا. البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری ایاک و الضجر والغضب و القلق والتاذی بالناس عند الخصومۃ و اذا جلس عندک الخصمان فرأیت احدہما یتعمد الظلم فاوجع رأسہ. البغوی کتب عمر الی ابی موسی الاشعری لا یمنعک قضاء قضیتہ ثم راجعت فیہ نفسک فہدیت لرشدہ ان تنقضہ فان

والسلام علیک. شرح کہا جاتا ہے أدلی دلوہ بمعنے ڈول کو چلتا کیا اور اس کو لٹکایا اور اس کو نکالا. اور ظنین ظاء کے ساتھ بمعنے متہم آتا ہے اور ضاد کے ساتھ بخل کے معنے میں ہے اور یہاں مقصود پہلی صورت ہے. اور قلق کے معنے ہیں سینہ کا تنگ ہونا اور بولا جاتا ہے رجل قلق یعنی بدخلق آدمی اور اغلق الامر جب کہ معاملہ غیر واضح ہو اور غلق الرہن جب کہ چھٹکارا نہ پاتے، اور شین کے معنے ہیں عیب. بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ سوائے امیر کے کوئی فیصلہ نہ کرے کیونکہ وہ (صاحب اختیار ہونے کی وجہ سے) ظالم کو زیادہ مرعوب کرنیوالا ہوگا اور اس شخص کو جو جھوٹی شہادت دیتا ہے. بغوی، عمرؓ نے ابن مسعودؓ سے کہا کہ دیکھو مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم قضایا کے فیصلے کرتے ہو دراں حالیکہ تم امیر نہیں ہو. انھوں نے کہا کہ بیشک. فرمایا تو مالک بنا اس کے ضرر کا اسی شخص کو جو کہ مالک ہے اس کے منافع کا (یعنی قضایا امیر کے حوالے کردیا کرو). بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ تنگدلی سے اور بے قرار کرنے اور غصہ اور بدخوئی اور لوگوں کو مقدمات کی سماعت کے وقت اذیت دینے سے بچو. اور جب تمہارے پاس مدعی و مدعا علیہ بیٹھے ہوں اور تم ان میں سے ایک کو دیکھو کہ وہ ظلم کا قصد کر رہا ہے تو اس کا سر پیٹ دو. بغوی، عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ اس فیصلہ پر جو تم دے چکے ہو پھر تم نے اس کے بارے میں اپنے نفس کی طرف مراجعت کی پھر تم کو اس امر میں اچھی بات کی طرف ہدایت ہوگئی اس فیصلہ کو توڑ دینے سے کوئی بات مانع نہ ہونی چاہیے کیونکہ

ع۵ یہ لفظ تمام موجودہ نسخوں میں غین معجمہ کے ساتھ لکھا ہے اور پچھلی عبارت میں کہیں یہ مذکور نہیں ہوا. اگر بجائے غین کے قاف مانا جائے تو کتب لغت میں اس کے معنے وہ نہیں بنتے جو مذکور ہوتے تو میرے نزدیک یہ عبارت زوائد میں سے ہے ۱۲ محشی کتاب.

الحق قديم لا ينقضه شئ والرجوع الى
الحق خير من التمادي في الباطل قال
البغوي هذا اذا تبين له الخطاء بنص كتاب
او سنة او اجماع فاما اذا قضى باجتهاد
ثم تغير اجتهاده الى غيره فلا ينقضه
ولا يقضي بعده فيها بما تغير اليه اجتهاده
البغوي عن الزهري انه قال كان
مجلس عمر مغتصا (ممتلئا) من القراء شبابا
كانوا او كهولا فربما استشارهم فيقول
لا يمنعن احدكم ان يشير برأيه فان
العلم ليس على قدم السن ولا حداثته
ولكن الله يضعه حيث يشاء البغوي
قال عمر بن الخطاب ان اناسا كانوا
يؤخذون بالوحي على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم وان الوحي
قد انقطع وانما ناخذ الآن بما ظهر لنا
من اعمالكم فمن اظهر لنا خيرا
امناه وقربناه وليس الينا من
سريرته شئ الله يحاسبه
في سريرته ومن اظهر لنا سوء لم نامنه
ولم نصدقه وان قال ان سريرته
حسنة البغوي روى عن سعيد بن
المسيب ان عمر بن الخطاب لما جلد الثلاثة الذين
شهدوا على المغيرة بن شعبة استتابهم
فرجع اثنان فقبل شهادتهما

حق پائدار ہے اور حق کی طرف رجوع کر لینا بہتر ہے باطل پر مدت
گزارنے سے۔ بغوی نے کہا کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ
قاضی پر نص کتاب یا سنت یا اجماع سے اپنے فیصلہ کا صحیح نہ
ہونا واضح ہو جاتے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ اس نے فیصلہ
اپنے اجتہاد سے کیا پھر اس کا اجتہاد بدل گیا دوسری رائے کی
طرف تو پہلے فیصلہ کو نہ توڑے گا اور اس کے بعد اس بدلی ہوئی
اجتہادی رائے کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا۔ بغوی زہری سے
انھوں نے کہا کہ عمرؓ کی مجلس قراء سے بھری رہتی تھی جوان
بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی اور بسا اوقات اُن سے مشورہ
لیتے تو فرماتے کہ تم میں سے کسی کو مشورے میں اپنی رائے کے
بیان کرنے سے رُکنا نہ چاہیے کیونکہ علم پرانی عمر یا نئی عمر پر موقوف
نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ علم کو جہاں چاہتا ہے رکھدیتا ہے۔
بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں پر وحی کے ذریعہ سے گرفت ہوتی
تھی اور اب وحی منقطع ہو چکی ہے، اب ہم تمہارے اُن اعمال
کو لیتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوتے تو جس نے ہمارے سامنے خیر کو
ظاہر کیا تو ہم اس پر مطمئن ہو جاتے اور اُس کو اپنا مقرب بناتے
ہیں اور اس کے باطن کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اُس کے
باطن کا محاسبہ اللہ کرے گا اور جس نے ہمارے سامنے بُرائی کا
اظہار کیا اُس پر ہم مطمئن نہیں ہوتے اور نہ اُس کی تصدیق
کرتے ہیں اگرچہ وہ یہ کہے کہ اُس کا باطن اچھا ہے۔ بغوی، روایت
ہے سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب اُن تین آدمیوں
کے کوڑے لگوائے جنھوں نے مغیرہ بن شعبہ پر گواہی دی
تھی اور ان سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا تو ان میں سے دو نے
تو رجوع کر لیا تو اُن کو (آئندہ کے لئے) مقبول الشہادت قرار دیا

وأبىٰ ابوبكرة ان يرجع فردّ شهادته، ويقال انّ عمر قال لابى بكرة تب تقبل شهادتك او ان تتب قبلت شهادتك مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيّب انّ عمر بن الخطاب اختصم اليه مسلم ويهودى فرآى عمر بن الخطّاب ان الحقّ لليهودى فقضىٰ له عمر فقال له اليهودىّ والله لقد قضيت بالحقّ فضربه عمر بالدرّة ثم قال وما يدريك فقال اليهودىّ انا نجد انّه ليس قاضٍ يقضى بالحقّ الّا كان عن يمينه ملك وعن شماله ملك يسدّدانه ويوفّقانه للحقّ ما دام مع الحقّ فاذا ترك الحقّ عرجا وتركاه مالك عن ربيعة بن ابى عبد الرحمن انّه قال قدم على عمر بن الخطّاب رجل من اهل العراق فقال لقد جئتك لامرٍ ماله رأس ولا ذنب قال عمر ما هو قال شهادات الزّور ظهرت بارضنا فقال عمر او قد كان ذلك قال نعم قال عمر والله لا يؤسر رجل فى الاسلام بغير العدول مالك انّه بلغه انّ عمر بن الخطّاب قال لا يجوز شهادة خصيم ولا ظنين۔ مالك عن عمر بن يحيى المازنى عن ابيه انّه قال

اور ابوبکرہ نے انکار کیا کہ وہ اس سے رجوع کرے تو ان کو مردود الشّہادۃ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرہ سے فرمایا کہ تو توبہ کر تو ہم تیری شہادت قبول کرلیا کرینگے یا یوں فرمایا تھا کہ اگر تُو توبہ کرلے گا تو ہم تیری شہادت قبول کرلیں گے۔ مالکؒ یحییٰ ابن سعید سے وہ سعید بن المسیّب سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی اپنا جھگڑا لے گئے تو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا کہ حق یہودی کے لئے ثابت ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا تو اُن سے یہودی نے کہا کہ خدا کی قسم آپ نے (منشائے) حق کے مطابق فیصلہ کیا۔ تو عمرؓ نے اس کے دِرّہ مارا۔ اور کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا۔ تو یہودی نے کہا کہ ہم (اپنی کتابوں میں) پاتے ہیں کہ کوئی ایسا قاضی نہیں جو حق کے مطابق فیصلہ کرے مگر اسکے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے یہ دونوں اس کو حق پر جماتے اور اس کی توفیق دلاتے رہتے ہیں جب تک وہ حق کے ساتھ رہتا ہے پھر جب وہ حق کو ترک کردیتا ہے تو وہ اُڑ جاتے اور اس کو چھوڑ جاتے ہیں۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اُنھوں نے کہا کہ اہلِ عراق میں سے ایک شخص عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ایسے امر کی وجہ سے آیا ہوں جس کے نہ سَر ہے اور نہ دُم۔ عمرؓ نے کہا کہ وہ کیا ہے تو اُس نے کہا جھوٹی شہادت ہماری سرزمین پر غالب آگئی۔ تو عمرؓ نے کہا کیا واقعی ایسا ہوگیا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں تو عمرؓ نے کہا کہ اسلام میں کوئی شخص غیر عدُول کی شہادت پر ماخوذ نہیں ہوتا۔ مالکؒ نے کہا کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ مدعی۔۔۔۔ کی شہادت جائز نہیں اور نہ مُتہم کی۔ مالکؒ روایت ہے عمر بن یحییٰ مازنی سے وہ اپنے باپ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ ان کے

كان فى حائط جده ربيع لعبد الرحمن بن عوف
فاراد عبد الرحمن بن عوف ان يحوّله الى
ناحية من الحائط هى اقرب الى ارضه
فمنعه صاحب الحائط فكلم عبد الرحمن بن عوف
عمر بن الخطاب فى ذلك فقضى عمر لعبد الرحمن
ابن عوف بتحويله قلت كان عمر يريد ان
المنع فيما لا يتعلق به ضرر مشاقة ومكابرة
لا يتبع وانما الخصومات التى يقضى فيها ما فيه
نفع وضرر معتد به عند العقلاء. مالك
عن هشام بن عروة عن ابيه عن يحيى
ابن عبد الرحمان بن حاطب ان رقيقا
لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزينة
فانتحروها فرفع ذلك الى عمر بن الخطاب
فأمر عمر كثير بن الصلت ان يقطع ايديهم
ثم قال له عمر اراك تجيعهم ثم قال
عمر والله لاغرمنك غرما يشق عليك
ثم قال للمزنى كم ثمن ناقتك فقال
المزنى كنت والله امنعها من اربعمائة
درهم فقال اعطه ثمان مائة درهم قال
مالك وليس على هذا العمل عندنا فى تضعيف
القيمة قلت اصل ذلك ان عمر كان يعزر
بالمال وفى ذلك احاديث كثيرة مرفوعة
وموقوفة. مالك عن ابن شهاب عن
عروة بن الزبير عن عبد الرحمن
ابن عبد القاري

دادا کے باغ میں ایک پانی کی گول تھی عبدالرحمن بن عوف کی تو
عبدالرحمن بن عوف نے ارادہ کیا کہ اس کو باغ کے ایک گوشہ کی
طرف بدل دیں جو اُن کی زمین سے قریب ہے تو باغ والے نے
اُن کو اس سے روک دیا تو اس بارے میں عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے
عمرؓ سے گفتگو کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن رضؓ بن عوف کے
لئے اُس کو بدل دینے کا فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمرؓ کا نقطہ
نظر یہ تھا کہ روک لگانا ایسی چیز پر جس سے کوئی ضرر متعلق نہ
ہو بنا برلالچ وہٹ دھرمی قابل لحاظ امر نہیں ہے اور ایسے
ہی جھگڑوں کو عقلاء کے نزدیک قابل شمار سمجھا جاتا ہے جن کا
فیصلہ اس نظر سے کیا جاتا ہے کہ ان میں کسی کا نفع یا نقصان
ہو۔ مالکؒ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ یحییٰ بن عبدالرحمن
ابن حاطب سے کہ مُزینہ کے ایک شخص کی ناقہ کو حاطب کے
غلاموں نے چُراکر ذبح کر لیا۔ پھر یہ قضیہ عمرؓ بن الخطاب کے
سامنے پیش ہوا تو عمرؓ نے حکم دیا کثیر بن الصلت کو ان کے
ہاتھ کاٹ دے۔ پھر کثیر سے عمرؓ نے فرمایا (سابق حکم کے بجائے)
میری رائے یہ ہے کہ ان کو سخت سزا دے پھر عمرؓ نے فرمایا کہ (اے
حاطب!) میں تجھ پر اتنا تاوان ڈالوں گا جو تجھ پر شاق گزرے
اس کے بعد مزنی سے پوچھا کہ تیری اونٹنی کی کیا قیمت تھی
تو مزنی نے کہا کہ میں واللہ اس کو چار سو درہم میں نہیں دے
رہا تھا۔ تو انھوں نے (حاطب سے) فرمایا کہ اس کو آٹھ سو درہم
دے۔ مالکؒ نے کہا اور ہمارے نزدیک اس پر عمل نہیں ہے کہ قیمت
کا دُگنا دلوایا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل اس کی یہ ہے کہ
عمرؓ کبھی مالی سزا دیا کرتے تھے (یعنی جرمانہ) اور اس کے ثبوت
میں بہت سی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں۔ مالکؒ ابن شہاب سے
وہ عروہ بن الزبیر سے وہ عبدالرحمن بن عبد القاری سے کہ

ان عمر بن الخطاب قال ما بال رجال ینحلون ابناءهم نحلا ثم یمسکونها (یملکون) فان مات ابن احدهم قال مالی بیدی لم اعطہ احدا وان مات هو قال هو لابنی قد کنت اعطیتہ ایاہ من نحل نحلۃ فلم یحزها الذی نحلہا حتی یکون ان مات لورثتہ (یقبضہا) فهی باطل مالک عن داود ابن الحصین عن ابی غطفان المری ان عمر بن الخطاب قال من وهب هبۃ لصلۃ رحم او علی وجہ صدقۃ فانہ لا یرجع فیها ومن وهب هبۃ یری انہ انما اراد بہ الثواب فهو علی هبتہ یرجع فیها اذا لم یرض منها مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد ابن عمرو بن حزم عن ابیہ ان عمرو ابن سلیم الزرقی اخبرہ انہ قیل لعمر بن الخطاب ان هٰهنا غلاما یفاعا (بلند بالا) لم یحتلم من غسان ووارثہ بالشام وهو ذو مال ولیس لہ هٰهنا الا بنت عم فقال لہ عمر فلیوص لها قال فاوصی لها بمال یقال لہ بئر جشم قال عمرو بن سلیم فبیع ذلک المال بثلاثین الف درهم وبنت عمہ التی اوصی لها هی ام عمرو بن سلیم الزرقی

عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنے بیٹوں کو عطیہ دیتے ہیں پھر اس کو روک لیتے ہیں تو اگر ان لوگوں میں سے کسی کا بیٹا مرگیا تو کہدیتے ہیں کہ میرے قبضہ میں (اس کی) کوئی چیز نہیں (تاکہ اس کے وارثوں کو وہ شے نہ ملے) میں نے اُس کو کوئی چیز نہیں دی ہے اور اگر وہ خود مرنے لگیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز میرے بیٹے کی ہے میں نے اس کو دیدی تھی۔ جو شخص کسی کو عطیہ دے اور اس کو اُس دی ہوئی شے پر ایسا قبضہ نہ دے کہ اگر وہ مرجائے تو وہ چیز اُس کے وارثوں کو ملے تو یہ (ہبہ) باطل ہے۔ مالکؒ داؤد بن الحُصین سے وہ ابو غطفان مُرّی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحم یا صدقہ کے طور پر کچھ ہبہ کرے تو وہ اس صورت میں رجوع نہ کرے گا اور جو شخص کچھ ہبہ کرے اور اس کی دیدیہ ہو کہ اس نے اس سے ثواب آخرت کا ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے ہبہ پر (صاحب اختیار) رہے گا۔ جب وہ اس پر راضی نہ رہے تو اُس کو واپس لے لیگا۔

مالکؒ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرو بن سلیم الزرقی نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے غسان میں کا جس کا قد دراز ہے اور وہ بالغ نہیں ہوا اور اس کا وارث شام میں ہے اور وہ لڑکا صاحب مال ہے اور یہاں اُس کی صرف ایک چچا کی بیٹی ہے تو اس بارے میں عمرؓ نے کہا کہ اس لڑکے کو چاہیئے کہ وہ اس کے حق میں وصیت کر دے۔ کہا کہ پھر اُس نے اُس بنت عم کے حق میں ایک مال (یعنی جائداد) کی وصیت کر دی جس کو بیر جشم کہا جاتا تھا۔ عمرو بن سلیم نے کہا کہ پھر یہ جائداد تیس ہزار درہم میں فروخت کی گئی اور اُس کی وہ چچا کی بیٹی جسکے حق میں اُس نے وصیت کی تھی وہ اُمّ عمرو بن سلیم الزرقی ہے۔

مالک عن عمر بن عبد الرحمن بن دلاف
المزنی ان رجلاً من جهينة كان
يسبق الحاج فيشترى الرواحل
فيغلى بها ثم يسرع السير فيسبق
الحاج فافلس فرفع امره الى عمر
ابن الخطاب فقال اما بعد ايها الناس
فان الاسيفع اسيفع جهينة رضى
من دينه وامانته بان يقال سبق
الحاج الا وانه ادان معرضا
فاصبح قد رين به فمن كان له عليه
دين فليأتنا بالغداة نقسم ماله بينهم
واياكم والدين فان اوله هم وآخره
حرب **الحدود** مالک عن عبد الرحمن
ابن محمد بن عبد القاری عن ابيه
انه قال قدم على عمر بن الخطاب رجل
من قبل ابى موسى الاشعرى فسأله
عن الناس فاخبره ثم قال له عمر
هل فيكم من مغربة خبر فقال نعم
رجل كفر بعد اسلامه فما فعلتم به قال
قربناه فضربنا عنقه فقال
عمر افلا حبستموه ثلثا
واطعمتموه كل يوم رغيفا و
استتبتموه لعله يتوب ويراجع
امر الله تعالى ثم قال عمر
اللهم انى لم احضر

مالک عمر بن عبد الرحمن بن دلاف المزنی سے کہ جہینہ میں کا ایک شخص تھا جو کہ حاجیوں سے پہلے پہنچ کر کجاوے خرید لیا کرتا تھا اور اُن کو گراں قیمت پر فروخت کرتا پھر سُرعت کے ساتھ روانہ ہوتا اور حجاج سے آگے بڑھ جاتا۔ پھر وہ مفلس ہوگیا اور اس کا معاملہ عمر رض بن الخطاب کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے (لوگوں کے اجتماع سے) کہا اما بعد اے لوگو! بیشک اُسیفع (جس کا رنگ فرط مشقت سے سیاہی مائل ہو جاتے) جہینہ کا اسیفع ہے وہ اپنے دین اور امانت میں سے اتنی بات پر راضی ہو گیا کہ یہ کہا جاتے کہ وہ حجاج پر سبقت لے گیا۔ سُن لو اُس نے (ادائگی کی یا قول ناصح کی) پرواہ نہ کرتے ہوتے قرض لئے۔ اب قرضوں نے اُس کو گھیر لیا ہے تو جس کا اُس کے ذمہ قرض ہو وہ ہمارے پاس صبح کو آجاتے ہم اس کے مال کو اُن پر تقسیم کرینگے۔ اور خبردار تم لوگ قرض سے بچو کیونکہ اس کا شروع بھی رنج و غم ہے اور اس کا آخر لڑائی ہوتا ہے۔ **حدود**۔ مالک رح عبد الرحمن ابن محمد بن عبد القاری سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب کے پاس ایک شخص آیا ابو موسیٰ اشعری رض کی طرف سے تو عمر رض نے اُس سے لوگوں کا حال دریافت کیا اور اُس نے اُن کو خبر دی۔ پھر اُس سے عمر رض نے کہا کہ کیا تم میں کوئی نئی (خاص) خبر بھی ہے تو اُس نے کہا ہاں! ایک شخص اسلام کے بعد کافر ہوگیا۔ فرمایا کہ پھر تم نے اُس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اُس نے کہا کہ ہم نے اس کو اپنے پاس بلوا کر اُس کی گردن ماردی۔ تو عمر رض نے کہا کہ کیا تم نے اس کو تین دن قید میں نہیں رکھا اور ہر دن میں ایک روٹی بھی اُس کو دیتے اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کرتے شاید وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف مراجعت بھی کر لیتا۔ پھر عمر رض نے کہا یا اللہ نہ میں وہاں موجود تھا

ولم آمر و لم أرض إذ بلغني مالك عن
ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله عن
ابن عباس سمعت عمر يقول الرجم في
كتاب الله حق على من زنى من الرجال
والنساء إذا أحصن إذا قامت البينة أو
كان الحبل أو الاعتراف مالك عن يحيى
ابن سعيد عن سعيد بن المسيب في قصة
وفاة عمر أنه قال إياكم أن تهلكوا عن
آية الرجم أن يقول قائل إنا لا نجد حدين
في كتاب الله فقد رجم رسول الله
صلى الله عليه وسلم ورجمنا والذي نفسي
بيده لولا أن يقول الناس زاد عمر بن
الخطاب في كتاب الله لكتبتها الشيخ
والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة
فإنا قد قرأناها مالك عن يحيى بن سعيد عن
سليمان بن يسار عن أبي واقد الليثي أن
عمر بن الخطاب أتاه رجل وهو بالشام فذكر
له أن وجد مع امرأته رجلا فبعث عمر بن
الخطاب أبا واقد الليثي إلى امرأته يسألها
عن ذلك فأتاها وعندها نسوة
حولها فذكر لها الذي قال زوجها
لعمر بن الخطاب وأخبرها أنها لا تؤاخذ
بقوله وجعل يلقنها أشباه ذلك
لتنزع فأبت أن تنزع وتمت
على الاعتراف

اور نہ میں نے حکم دیا اور نہ میں جب مجھے اطلاع پہنچی راضی ہوا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عُبید اللہ بن عبد اللہ سے وہ ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے عمرؓ سے سنا جو کہہ رہے تھے کہ رجم (سنگسار کرنا) کتاب اللہ میں واجب ہے اُس شخص پر جو زنا کرے مَردوں میں سے اور عورتوں میں سے جب گنوارے نہ ہوں، جب شہادت قائم ہو چکی ہو یا حمل رہ گیا ہو یا زنا کا اقرار کر لیا ہو۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن المسیب سے عمرؓ کی وفات کے قصہ میں (فرمایا) کہ تم کو آیتِ رجم کے بارے میں ہلاک ہونے سے بچا رہنا چاہیئے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم دو حدوں کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے رجم کیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ یہ خیال کرینگے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں یہ ضرور لکھ دیتا الشیخ والشیخۃ الخ (بوڑھا اور بڑھیا جب زنا کریں تو دونوں کو سنگسار کر دو) کیونکہ ہم نے اس کی قرارت کی ہے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ سلیمان بن یسار سے وہ ابو واقد اللیثی سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس جب کہ وہ شام میں تھے ایک شخص آیا اور اُس نے اُن سے یہ ذکر کیا کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو پایا تو عمرؓ بن الخطاب نے ابو واقد اللیثی کو اُس کی عورت کے پاس بھیجا کہ وہ اس عورت سے اس کے بارے میں سوال کریں تو وہ اس کے پاس آئے اور اس عورت کے پاس اور عورتیں اس کے گرد موجود تھیں تو ابو واقد نے اس عورت سے وہ بات بیان کی جو اس کے شوہر نے کہی تھی عمرؓ بن الخطاب سے اور اس کو یہ بھی بتا دیا کہ اس سے شوہر کے قول کی بنا پر گرفت نہ کی جائے گی اور اُس کو اسی قسم کی باتیں تلقین کرتے رہے تاکہ وہ عورت اقرار سے نکل جاتے تو اُس نے منحرف ہونے سے انکار کر دیا اور اقرار پر جم گئی

فَاَمَرَ بِہَا عُمَرُ فَرُجِمَتْ مالک عن نافع انّ عبداً کان یَقُوْمُ علٰی رقیق الخُمُسِ و انّہ استکرہ جاریۃً من ذلک الرقیق فوقع بہا فجلدہ عمر بن الخطاب ونفاہ ولم یجلد الولیدۃ لانہ استکرہہا۔ مالک عن یحیٰی بن سعید ان سلیمان بن یسار اخبرہ ان عبداللہ ابن عیاش بن ابی ربیعۃ المخزومی قال امرنی عمر بن الخطاب فی فتیۃٍ من قریش فجلدنا وَلائدَ من ولائد الامارۃ خمسین خمسین فی الزنا۔ مالک عن ابی الزناد عن عبداللہ بن عامر بن ربیعۃ ادرکتُ عمر بن الخطاب وعثمان ابن عفان والخلفآء ہلم جرًّا فما رأیتُ احدًا جلد عبدًا فی فریۃٍ اکثر من اربعین۔ مالک عن ابی الرجال عن امّہ عمرۃ ان رجلین استبّا فی زمان عمر بن الخطاب فقال احدہما للآخر واللہ ما ابی بزانٍ ولا اُمّی بزانیۃٍ فاستشار فی ذلک عُمر بن الخطاب فقال قائل مدح اباہ و اُمّہ وقال آخرون قد کان لِابیہ و اُمّہ مدحٌ غیر ہذا نرٰی ان تجلدہ الحدّ فجلدہ عمر بن الخطاب الحدّ ثمانین۔ مالک عن ربیعۃ بن ابی عبدالرحمٰن ان عمر بن الخطاب قال لرجلٍ خرج بجاریۃٍ لامرأتہ معہ فی سفرٍ فاصابہا فغارتْ امرأتُہ فذکرتْ ذالک

تو عمرؓ نے اُسکے بارے میں حکم دیا پھر وہ سنگسار کی گئی۔ مالکؒ نافع سے کہ ایک غلام پہرہ دیا کرتا تھا خُمس کے مملوکوں پر اور اُس نے اُن میں سے ایک لونڈی پر زبردستی کر کے اُس سے زنا کیا تو عمرؓ ابن الخطاب نے اُس کے کوڑے لگوائے اور اُس کو شہر بدر کر دیا اور اُس لڑکی کے کوڑے نہیں لگوائے کیونکہ...... اس پر زبردستی کی گئی تھی۔ مالکؒ یحیٰی بن سعید سے کہ سلیمان بن یسار نے اُن کو خبر دی کہ عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ مجھ کو چند جوانانِ قریش کے عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا تو ہم نے پچاس پچاس کوڑے مارے زنا کے بارے میں بہت سی لونڈیوں کے امارت (یعنی خمس) کی لونڈیوں میں سے۔ مالکؒ ابوالزناد سے وہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے کہ مَیں نے پایا عمرؓ بن الخطاب کو اور عثمانؓ بن عفان کو اور دیگر خلفاء کو نام بنام آگے تک سمجھ لو تو مَیں نے کِسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے کِسی غلام کے افتراء کی بناء پر چالیس کوڑوں سے زیادہ مارے ہوں۔ مالکؒ ابو الرجال سے وہ اپنی ماں عمرہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو گالی دی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ نہ میرا باپ زانی تھا اور نہ میری ماں زانیہ تھی۔ تو اس کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب نے مشورہ کیا۔ تو ایک کہنے والے نے کہا کہ اُس نے اپنے باپ اور ماں کی مدح کی ہے اور دوسرے لوگوں نے کہا کہ اس کے باپ اور ماں کے لئے مدح کی بات اور بھی تھی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو حد کے کوڑے مارے جائیں۔ تو عمرؓ بن الخطاب نے حد کے اسّی کوڑے لگوائے۔ مالکؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے کہ ایک شخص اپنی بیوی کی باندی کو اپنے ساتھ لے کر ایک سفر میں نکلا اور اس سے ہم بستر ہو گیا۔ اس سے اُس کی بیوی کو غیرت آئی اور اُس نے اس کا ذکر

لعمر بن الخطاب فسأله عن ذٰلك فقال
وهبتها لي فقال عمر لتأتيني بالبيّنة
او لأرمينّك بأحجارك قال فاعترفت
امرأته انّها وهبتها له مالك عن ابن
شهاب عن سائب بن يزيد ان عبدالله
ابن عمرو الحضرمي جاء بغلام له الى عمر
ابن الخطّاب فقال اقطع يد غلامي هذا
فانه سرق فقال له عمر ماذا سرق قال
سرق مرآة لامرأتي ثمنها ستّون
درهمًا فقال عمر ارسله فليس عليه
قطع خادمكم سرق متاعكم (من غير حرز ۱۲) مالك عن
ابن شهاب عن سائب بن يزيد انّه
اخبره انّ عمر بن الخطّاب خرج عليهم
فقال انّي وجدت من فلان ريح شراب
فزعم انه شرب الطلاء وانا سائل عمّا
شرب فان كان يسكر جلدته الحدّ فجلده
عمر بن الخطّاب الحدّ تامًّا مالك عن يزيد
الديلي ان عمر بن الخطاب استشار في
الخمر يشربها الرجل فقال له علي
ابن ابي طالب نرى ان تجلده
ثمانين فانّه اذا شرب سكر و
اذا سكر هذى

عمرؓ بن الخطاب سے کردیا تو اس شخص سے انہوں نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اُس نے باندی کو مجھے ہبہ کردیا تھا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے سامنے گواہ لانا ہوں گے ورنہ میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا۔ کہا کہ پھر اُس کی بیوی نے اقرار کرلیا کہ اُس نے اُس باندی کو اُس شخص کے لئے ہبہ کردیا تھا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے ایک غلام کو عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر آئے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے تو اُن سے عمرؓ نے کہا کہ اس نے کیا چوری کی ہے تو انہوں نے کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے اوپر قطع نہیں ہے تمہارا خادم ہے تمہاری ہی چیز کو اس نے چرایا۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انہوں نے ان کو خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب ان پر نکلے اور فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بو محسوس کررہا ہوں اور وہ یہ دعویٰ کررہا ہے کہ اس نے طلاءؔ پیا ہے۔ اور میں تحقیق کررہا ہوں کہ اس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا تو میں اس پر حد کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ عمرؓ بن الخطاب نے اُس کے پورے کوڑے حد کے لگوائے۔

مالکؒ یزید الدیلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے شراب کے بارے میں جو کوئی شخص پیے مشورہ طلب کیا تو ان سے علی بن ابی طالب نے کہا کہ اس کے اسّی کوڑے لگوائے جائیں کیونکہ وہ شخص جب پیئے گا تو مدہوش ہوگا اور جب مدہوش ہوگا تو ہذیان کی باتیں بکے گا

ع۵ طلاء اصل میں اس روغن کو کہتے ہیں جو اونٹوں پر مَلا جاتا ہے یعنی تارکول یا ڈامر۔ چونکہ انگور کا وہ شیرہ جو اتنا پکایا جاتے کہ اس کا دو ثلث جل جائے اور ایک ثلث باقی رہ جاتے وہ اتنا گاڑھا ہوجاتا ہے جیسا تارکول ہوتا ہے تو اس کو بھی طلاء کہنے لگے۔ یہ مسکر نہیں ہوتا۔ اس لئے حلال ہے۔ لیکن لوگ دھوکہ دینے لگے کہ گاڑھی شراب کو طلاء کے نام سے پینے لگے ایسے لوگوں پر حد جاری کی گئی ۱۲

واذا ھذے افترے او کما قال فجلدہ
عمر فی الخمر ثمانین البغوی فی قصۃ
جلد الولید بن عقبۃ فی الخمر قول علیؓ
جلد النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین و
جلد ابوبکر اربعین و عمر ثمانین و کلٌّ
سُنّۃٌ وھذا احبّ الیّ یعنی
الاربعین مالکؒ عن ابن شہاب ان عمر
ابن الخطاب وعثمان بن عفان وعبداللہ
ابن عمر قد جلدوا عبیدھم نصف حدّ
الحرّ فی الخمر مالکؒ عن داود بن الحصین
عن واقد بن عمر بن سعد بن معاذ انّہ اخبرہ
عن محمود بن لَبِید الانصاری ان عمر
الخطاب حین قدم الشام شکے الیہ
اہل الشام وباء الارض وثقلہا وقالوا
لا یصلحنا الّا ھذا الشراب فقال عمر
اشربوا العسل فقالوا لا یصلحنا العسل
فقال رجل من اہل الارض ہل لک أن
نجعل لک من ھذا الشراب شیئا لا یسکر
قال نعم فطبخوہ حتّے ذھب منہ
الثلثان وبقی الثلث فاتوا بہ عمر
فادخل فیہ عمر اصبعہ ثم رفع یدہ
فتبعہا یتمطّط فقال ھذا الطلاء ھذا
مثل طلاء الابل فامرہم عمر ان
یشربوہ فقال لہ عبادۃ بن الصامت
أحللتہا واللہ فقال عمر کلّا واللہ

اور جب ہذیان ہوگا تو افترا کرے گا (یعنی گالیاں بکے گا) یا جیسا
کہ آپ نے فرمایا تو عمرؓ نے شراب کی بنا پر اس کے اسّی کوڑے
لگوائے۔ بغوی ولید بن عقبہ کے شراب کی علت پر کوڑے لگوانے
کے قصہ میں علیؓ کا قول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس
کوڑے لگوائے اور ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگوائے اور عمرؓ نے
اسّی اور ہر ایک سنت یعنی صحیح طریقہ ہے اور یہ مجھے پسند ہے یعنی
چالیس۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ
ابن عفان اور عبداللہ بن عمرؓ نے شراب کی حد کے بارے میں
اپنے غلاموں کے بہ نسبت آزاد لوگوں کے آدھی تعداد کوڑے
لگوائے۔ مالکؒ داؤد بن الحصین سے وہ واقد بن عمرؓ بن سعد
ابن معاذ سے کہ ان کو خبر پہنچی محمود بن لبید الانصاری سے کہ
عمرؓ بن الخطاب جب شام پہنچے تو اہل شام نے اُن سے شکایت
کی ملک میں وبار پھیلنے اور اس سے سستی پیدا ہونے کی اور
انھوں نے کہا ہمیں کوئی چیز مفید نہیں پڑتی بجز اس مشروب
کے۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ شہد پیو تو انھوں نے کہا کہ ہمیں شہد
نہیں پڑتا۔ تو اس سرزمین کے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم آپ کو
اس شراب ہی سے ایسی چیز بنا کر دیں . . . . . .
. . . . . جو نشہ نہ کرے تو عمرؓ نے کہا کہ ہاں۔ تو لوگوں نے
اس کو پکایا یہاں تک کہ اس میں سے دو تہائی جاتا رہا اور
ایک تہائی باقی رہ گیا پھر اس کو عمرؓ کے پاس لے کر آئے تو
عمرؓ نے اس میں اپنی انگلی ڈبوئی۔ پھر اپنے ہاتھ کو اُٹھایا تو
اُس کے ساتھ تار کھنچتا ہوا آیا تو فرمایا کہ یہ تو طلاء ہے یہ
تو مثل اُونٹ کے (مرہم) طلاء کے ہے تو عمرؓ نے ان کو حکم
دیدیا کہ اس کو پی لیں۔ تو ان سے عبادہ بن الصامت نے کہا کہ
واللہ کیا آپ نے اس کو حلال کر دیا تو عمرؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں واللہ۔

؎ عبادہ بن صامتؓ کو اس پر شراب کا [illegible] نہیں دی ۱۲ مترجم

اللّٰهمّ انّی لا اُحِلّ لهم شیئاً حرّمته علیهم ولا اُحرّم شیئاً احللته لهم البغوی روی انّ رجلین تشاتما (دشنام دادن یک دیگر را) عند ابی بکر فلم یقل لهما شیئاً وتشاتما عند عمر فأدّبهما فی الجراح مالک بلغه ان عمر بن الخطّاب قوّم الدیة علی اهل القریٰ فجعلها علی اهل الذهب الف دینار وعلی اهل الورق اثنی عشر الف درهما مالک عن ابن شهاب عن عراک بن مالک وسلیمان ابن یسار انّ رجلاً من بنی سعد بن لیث أجریٰ (دوانید) فرسًا فوطیٔ (پامال کرد) علی اصبع رجل من جهینة فنزی فیها فمات فقال عمر ابن الخطاب للذین ادّعی علیهم أتحلفون بالله خمسین یمینًا ما مات منها فابوا وتحرّجوا فقال للآخرین اتحلفون انتم فابوا فقضی عمر بشطر (نصف) الدیة علی السعدیین قال مالک ولیس العمل علی هذا وقال الشافعی نحوًا من ذلک قلت انّ البدایة امّا بالمدّعیٰ علیهم فالظن انّ عمر بن الخطاب کان عنده انه یجوز ان یبدأ بهؤلاء وهؤلاء فالبدایة بالمدعیٰ علیهم هو القیاس والبدایة بالمدعین محوّل عن القیاس احتیاطًا لامر القتل

اے اللہ! میں اُن کے لئے کوئی ایسی چیز حلال نہیں کرتا جس کو تو نے اُن پر حرام کیا اور کوئی ایسی چیز اُن پر حرام نہیں کرتا جس کو تو نے ان پر حلال کیا ہے۔ بغویؒ، روایت کیا گیا کہ ابوبکرؓ کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا تو اُنھوں نے اُن کو کچھ نہ کہا اور (دو آدمیوں نے) ایک دوسرے کو بُرا کہا عمرؓ کے پاس تو انھوں نے (دونوں کو) ایک دوسرے کو گالی دینے پر تادیب کی (مار کر یا ڈانٹ کر)۔ مالکؒ، ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت قرار دی بستی والوں پر تو اس کو سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عراک بن مالک اور سلیمان بن یسار سے کہ بنی سعد بن لیث میں کے ایک شخص نے گھوڑا دوڑایا تو اُس نے جُہینہ کے ایک شخص کی اُنگلی کو پامال کر دیا تو اس سے اُس کے تمام بدن کا خون نکل گیا اور وہ مر گیا تو عمرؓ بن الخطاب نے ان لوگوں سے کہا جن پر دعویٰ کیا گیا تھا کہ کیا تم اللہ کی پچاس قسمیں کھاؤ گے اس پر کہ وہ اس (صدمہ) سے نہیں مرا تو اُنھوں نے انکار کیا اور وہ رُک گئے۔ پھر آپ نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ کیا تم قسم کھاؤ گے، تو اُنھوں نے انکار کر دیا تو عمرؓ نے بنی سعد والوں کے اُوپر نصف دیّت کا فیصلہ کیا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس پر عمل نہیں ہے (یعنی اس پر کہ اوّل مدّعا علیہ سے بیان لیا جاتے)۔ شافعیؒ نے بھی ایسا ہی کہا۔ میں کہتا ہوں کہ (مقدمہ کی) ابتداء کرنا مدعیٰ علیہم سے تو میرا ظن یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کا مسلک یہ تھا کہ وہ جائز رکھتے تھے کہ ابتداء کی جائے اِن سے یا اُن سے۔

لہٰذا امر قتل میں احتیاط کے طور پر مدعا علیہم سے ابتداء کرنا قیاس کے مطابق ہے اور مدعیوں سے ابتداء کرنا قیاس کے خلاف ہے۔

وأما قضاؤه بنصف الدية على السعديين
فيجري فيه ما قال البغوي في حديث جرير
ابن عبدالله بعث رسول الله صلى الله عليه
وسلم سرية إلى خثعم فاعتصم ناس منهم بالسجود
فأسرع فيهم القتل فبلغ ذلك النبي
صلى الله عليه وسلم فأمر بنصف العقل
الحديث فقال (البغوي) أمر بنصف الدية استطابة
لأنفس أهليهم أو زجرا للمسلمين في ترك
التثبت عند وقوع الشبهة والأوجه عندي
أنه على طريق الصلح يشهد له كتاب عمر إلى
أبي عبيدة واحرص على الصلح إذا لم يستبين
لك القضاء. مالك عن زيد بن أسلم عن مسلم
ابن جندب عن أسلم مولى عمر أن عمر بن الخطاب
قضى في الضرس بجمل وفي الترقوة بجمل
وفي الضلع بجمل. مالك عن ابن شهاب أن
عمر بن الخطاب نشد (نشد = داد) الناس بمنى من كان
عنده علم من الدية أن يخبرني فقام الضحاك
ابن سفيان الكلابي فقال كتب إلي
رسول الله صلى الله عليه وسلم أن ورّث
امرأة أشيم الضبابي من دية زوجها فقال له
عمر بن الخطاب ادخل الخباء حتى آتيك فلما
نزل عمر بن الخطاب أخبره الضحاك فقضى
بذلك عمر بن الخطاب قال ابن شهاب وكان
قتل أشيم خطأ. مالك عن
يحيى بن سعيد

رہا بنی سعد والوں پر آپ کا نصف دیت کا فیصلہ کرنا تو اس میں وہ
بات جاری ہوتی ہے جس کو بغوی رح نے ذکر کیا ہے جریر بن عبداللہ رض
کی حدیث میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ خثعم پر
ایک سریہ بھیجا تو اُن میں سے کچھ لوگوں نے اپنا بچاؤ سجدہ کرکے کیا
تو جلد بازی سے کام لیکر انھیں فوراً قتل کر دیا گیا پھر جب اس واقعہ کی
اطلاع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے نصف دیت دینے
کا حکم دیا، آخر حدیث تک۔ تو اس پر بغوی رح نے کہا کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے اہل خثعم کے دل رکھنے کے لئے اور مسلمانوں کو تنبیہ
کرنے کے لئے کہ شبہ کے موقع پر ثابت قدمی کو اُنھوں نے ترک کر دیا
تھا نصف دیت کا حکم دیا۔ اور بہتر وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ
(عمر رض کا فیصلہ) صلح کے طریق پر تھا۔ اس پر شاہد ہے عمر رض کا
مکتوب ابو عبیدہ رض کے نام کہ جب تم پر فیصلہ پورے طور پر واضح
نہ ہو تو باہمی صلح کرانے پر حریص بن جاؤ۔ مالک رح زید بن اسلم
سے وہ مسلم بن جندب سے وہ اسلم مولیٰ عمر رض سے کہ عمر رض بن الخطاب
نے داڑھ (توڑنے) پر فیصلہ کیا ایک اونٹ دینے کا اور ہنسلی اور
ایک اونٹ کا۔ مالک رح ابن شہاب سے کہ عمر رض بن الخطاب نے منیٰ
میں لوگوں کو قسم دی کہ جس شخص کے پاس دیت کے بارے میں
کوئی علم ہو وہ مجھے خبر دے۔ تو ضحاک بن سفیان الکلابی کھڑے
ہوتے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
مجھے لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت
میں وارث قرار دو۔ تو اُن سے عمر رض بن الخطاب نے کہا کہ تم خیمہ
میں داخل ہو جاؤ (اور ٹھہرو) یہاں تک کہ میں تمھارے پاس
آؤں۔ تو جب عمر رض بن الخطاب آتے تو اُن کو پھر ضحاک نے
خبر دی تو عمر رض بن الخطاب نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ ابن
شہاب نے کہا کہ اشیم کا قتل خطاءً ہوا تھا۔ مالک رح یحییٰ بن سعید سے

عن عمرو بن شعیب ان رجلاً من بنی مدلج یقال
لہ قتادۃ حذف ابنہ بسیف فاصاب ساقہ
فنزی فی جرحہ فمات فقدم سراقۃ بن جعشم
علی عمر بن الخطاب فذکر ذلک لہ فقال لہ
عمر اعدد علی ماء قدید عشرین ومائۃ بعیر
حتی اقدم علیک فلما قدم عمر اخذ من تلک
الابل ثلثین حقۃ وثلثین جذعۃ واربعین
خلفۃ ثم قال این اخو المقتول قال ھا
انا ذا فقال خذھا فان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال لیس للقاتل شیء مالک
عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان
عمر بن الخطاب قتل نفراً خمسۃ او سبعۃ
برجل واحد قتلوہ قتل غیلۃ وقال عمر
لو تمالأ علیہ اہل صنعاء لقتلتہم جمیعاً
البیہقی روینا عن عمر بن الخطاب انہ
قتل ثلثۃ نفر بامرأۃ اقادھم بہا
الشافعی اخبرنا محمد بن الحسن اخبرنا ابو حنیفۃ
عن حماد عن ابراہیم ان رجلاً من بکر
بن وائل قتل رجلاً من اہل الحیرۃ فکتب فیہ عمر بن
الخطاب ان یدفع الی اولیاء
المقتول فان شاؤا قتلوا و
ان شاؤا عفوا فدفع الرجل
الی رجل یقال لہ حنین
من اہل الحیرۃ

وہ عمرو بن شعیب سے کہ بنی مدلج کے ایک شخص نے جس کو قتادہ
کہا جاتا تھا اپنے بیٹے کو تلوار ماری جو اس کی پنڈلی پر لگی
تو اس کے زخم سے تمام بدن کا خون نکل گیا پھر وہ مرگیا تو
سراقہ بن جعشم عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ
کا ذکر کیا۔ تو اس سے عمرؓ نے فرمایا کہ آب (یعنی مقام) قدید
پر ایک سو بیس اونٹ تیار رکھ یہاں تک کہ میں تیرے پاس پہنچوں
تو جب عمرؓ پہنچے تو انہوں نے ان اونٹوں میں سے تیس حقہ
لئے اور تیس جذعہ اور چالیس خلفہ (یعنی حاملہ)۔ پھر فرمایا
مقتول کا بھائی کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ میں موجود ہوں تو
کہا کہ یہ سب لے لے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ قاتل کے لئے کچھ نہیں۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے وہ
سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے (صنعاء کے) پانچ
یا سات آدمیوں کو قتل کیا ایک شخص کی وجہ سے جس کو انہوں
نے دھوکہ سے قتل کیا تھا اور عمرؓ نے فرمایا کہ اگر اس قتل
پر سب اہل صنعاء جمع ہوجاتے تو میں ان سب کو قتل کردیتا۔
بیہقیؒ ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کہ
انہوں نے تین آدمیوں کو قتل کیا ایک عورت کے بارے میں
ان سے اس کے قتل کا قصاص لیا۔ شافعیؒ، ہم کو خبر دی محمد
ابن الحسن نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حماد سے
انہوں نے سنا ابراہیم سے کہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے
اہل حیرہ کے ایک شخص کو قتل کردیا تو اس کے بارے میں عمرؓ
ابن الخطاب نے لکھا کہ اس شخص کو مقتول کے اولیاء کو دیدیا جائے
وہ اگر چاہیں تو اس کو قتل کردیں اور اگر چاہیں تو معاف کردیں۔
تو اس شخص کو اہل حیرہ کے ایک شخص کو جس کو حنین کہا جاتا تھا

ع۵ حقہ وہ اونٹ ہے جو تین سال کا ہو کر چوتھے سال میں داخل ہوجائے اور جذعہ وہ اونٹ ہے جو چار سال کا ہو کر پانچویں میں داخل ہوجائے ۱۲ مترجم

فقتله فكتب عمر بعد ذلك ان كان الرجل
لم يُقتل فلا تقتلوه فرأوا ان عمر بن
الخطاب اراد ان يُرضيهم من الدية و
ناظر الشافعيؒ في ذلك بكلام مبسوط
وكان فيما قال قلنا افرأيت لو كتب ان
اقتلوه و قُتِل و لم يرجع عنه أكان
يكون في احدٍ مع النبي صلى الله
عليه وسلم حجة قال لا قلنا أرأيت
لو لم يكن فيه عن النبي صلى الله عليه
وسلم شيئ يُقيم الحجة عليك و لم
يكن فيه الا ما قال عمر ما كان
عمر يحكم بحكم ثم يرجع عنه الا عن
علمٍ بلغه هو اولى من قوله
فنقوله حين رجع اولى (الاولی ۱۲) ان تصير
اليه قال فلعله اراد ان يُرضيه
بالدية قلنا فلعله اراد ان يخيفه
بالقتل ولا يقتله قال ليس هذا في
الحديث قلنا وليس ما قلت في
الحديث البيهقي روينا عن مكحول
في قتل عبادة بن الصامت
نبطيا و قول عمر اجلس للقصاص
فقال زيد بن ثابت أتقيد
عبدك من اخيك

دیدیا گیا تو اس نے اس کو قتل کردیا۔ پھر اس کے بعد عمرؓ نے لکھا
کہ اگر وہ شخص قتل نہ کیا گیا ہو تو اس کو قتل نہ کرو۔ تو ان کی
رائے یہ ہوئی کہ عمرؓ بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ ان کو دیت پر
راضی کرلیں اور شافعیؒ نے اس بارے میں مناظرہ[ف] کیا بسوط کلام
کے ساتھ اور جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ ہم[ھ] نے کہا کہ کیا آپ
نے اس پر غور کیا کہ اگر عمرؓ نے لکھدیا ہوتا کہ اس کو قتل کردو اور
اس سے انھوں نے رجوع نہ کیا ہوتا تو کیا یہ بات کسی کے بارے
میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے پیش نظر حجت بن جاتی؟
کہا کہ نہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر اس بارے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سے کوئی ایسی بات ثابت نہ ہوتی جس کو تم اپنے اوپر حجت قرار
دیتے اور اس بارے میں سوائے اس کے جو عمرؓ نے کہا اور کوئی
بات مروی نہ ہوتی۔ تو عمرؓ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ ایک خاص حکم دیتے
پھر اس سے رجوع کرتے بجز اس صورت میں کہ ان کو کوئی ایسا علم پہنچے جو
ان کے قول اول سے اولیٰ ہو۔ تو ان کا قول جس کی جانب انھوں
نے رجوع کیا اولیٰ ہے کہ اس کو قابل حجت بنایا جائے۔ کہا کہ
یہ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے ارادہ کیا ہو کہ ولی مقتول کو راضی
کرلیں گے دیت پر۔ ہم نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انھوں نے
اس کو قتل کا ڈراوا دیا ہو اور قتل کرنا نہ چاہتے ہوں۔ کہا کہ
یہ بات حدیث میں نہیں ہے۔ ہم نے کہا جو کچھ آپ نے کہا (کہ دیت
پر راضی کرنے کا ارادہ کیا ہوگا) وہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔
بیہقیؒ: ہم سے مکحول سے روایت کی گئی ایک نبطی (غلام) کو
عبادہ بن الصامت نے قتل کردیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے
کہا.... کہ قصاص کے لئے بیٹھ تو زیدؓ بن ثابت نے کہا کہ
کیا آپ اپنے ایک غلام کے خون کا بدلہ اپنے ایک بھائی سے لیتے ہیں

ف کس سے مناظرہ کیا اس کی کوئی صراحت کسی نسخہ میں موجود نہیں شاید محمد بن الحسن سے مناظرہ کیا ہو ۱۲ ھ یعنی شافعیؒ نے کہا ۱۲

فترک عمر القود وقضی علیه بالدیة قال و رُوینا فی مثل هذه القصة فقال ابو عبیدة بن الجراح ارأیت لو قتل عبداً لہ اکنت قاتلہ فصمت عمر بن الخطاب الشافعی منقطعاً و البیهقی موصولاً عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان ابابکر و عمر کانا لا یقتلان الحر بقتل العبد البیهقی عن الاحنف بن قیس عن عمر و علی فی الحر یقتل العبد قالا ثمنه بالغاً ما بلغ البیهقی فی قصة المدلجی عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال عمر لولا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یقاد الاب من ابنه لقتلته هلم دیته فأتاه بها فدفعها الی ورثته و ترک اباه البیهقی عن عرفجة عن عمر مرفوعاً لیس علی الوالد قود من ولده البیهقی قال البخاری فی الترجمة و ذکره ابن المنذر یذکر عن عمر بن الخطاب انه قال یقاد المرأة من الرجل فی کل عمد یبلغ نفسه فما دونها البیهقی رُوینا عن عمر بن الخطاب فیما کتب عمر بن عبدالعزیز یقاد المملوک من المملوک فی کل عمد یبلغ نفسه فما دون ذلک البیهقی و رُوینا عن عمر بن الخطاب

تو عمرؓ نے قصاص کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن پر دیت کو قائم کیا۔ کہا اور ہم سے اسی قصہ کے مانند واقعہ میں یہ روایت کیا گیا کہ پھر ابو عبیدہؓ ابن الجراح نے کہا کہ کیا آپ نے اس پر غور کیا کہ اگر وہ اپنے غلام کو قتل کر دیتا تو کیا آپ اس کو قتل کر دیتے؟ تو عمرؓ بن الخطاب خاموش ہو گئے۔ شافعیؒ نے منقطع اور بیہقی نے موصول روایت کی ہے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ آزاد کو غلام کے قتل کے بدلے میں قتل نہیں کیا کرتے تھے۔ بیہقی احنف بن قیس سے وہ عمرؓ اور علیؓ سے ایسے آزاد شخص کے بارے میں جو غلام کو قتل کر دے تو دونوں نے اُس کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا جو کسی حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی مدلجی کے قصہ میں (جو گزر چکا ہے) عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اُن کے دادا سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ باپ کا خون نہیں بہایا جاتے گا بیٹے کے قتل پر تو میں اس کو قتل کر دیتا۔ اس کی دیت لے کر آ۔ تو وہ دیت لیکر آیا تو اس کو اُس کے وارثوں کو دیدی اور اُس کے باپ کو چھوڑ دیا۔ بیہقی عرفجہ سے وہ عمرؓ سے مرفوعاً، بیٹے کے قتل پر باپ کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بیہقی، بخاری نے ترجمہ میں کہا اور اس کو ذکر کیا ابن المنذر نے جو بیان کرتے ہیں عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے کہا کہ بیوی کے خون کا بدلہ لیا جاتے گا شوہر سے ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جس پر بھی اس کا نفس جا پہنچے جان لینے پر یا اُس سے کم درجہ پر۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے اُس مکتوب میں جو عمرؒ بن عبدالعزیز نے لکھا تھا کہ مملوک کے خون پر مملوک کا خون بہایا جاتے گا ہر (قتل یا ضرب) عمد پر جو اس کی جان لینے تک پہنچ جاتے یا اس سے کم درجہ پر۔ بیہقی اور ہم سے روایت کیا گیا عمرؓ بن الخطاب سے

ما دلّ علیٰ وجوب القصاص بالضرب بالعصا وغیرہ
اذا کان مثلہ یقتل البیہقی رُوینا عن ابن
شہاب انّ ابا بکر الصدّیق وعمر بن الخطاب و
عثمان بن عفّان اَعطَوا القوَدَ من انفسِہم
فلم یُستَقَدْ منہم وہم سلاطینُ الشافعی عن ابن
شہاب وعن مکحول وعن عطاء قالوا ادرکنا الناس
علیٰ انّ دیۃ المسلم الحرّ علیٰ عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ من الابل فقوّم عمر
ابن الخطاب تلک الدیۃ علیٰ اہل القریٰ الف دینار
او اثنا عشر الف درہم ودیۃ الحرّۃ المسلمۃ اذا کانت
من اہل القریٰ خمسمائۃ دینار او ستّۃ آلاف درہم
فاذا کان الذی اصابہا من الاعراب فدیتہا
خمسون من الابل لا یکلّف الاعرابی الذہب و
الورق محمد بن الحسن انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر
الشعبی عن عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال
علیٰ اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم
وعلیٰ اہل الذہب الف دینار وعلیٰ اہل البقر
مائتا بقرۃ وعلیٰ اہل الابل مائۃ من الابل و
علیٰ اہل الغنم الفا شاۃ وعلیٰ اہل الحُلَل مائتا
حُلّۃ قال محمد وبہذا کلّہ ناخذ وکان ابو حنیفۃ
یاخذ من ذلک بالابل والدراہم والدنانیر
الشافعی قال محمد بن الحسن بلغنا عن عمر بن الخطاب انّہ
فرض علیٰ اہل الذہب الف دینار وعلیٰ اہل الورق
عشرۃ آلاف درہم حدّثنا بذلک ابو حنیفۃ عن
الہیثم عن الشعبی عن عمر بن الخطاب و زاد

جس کا مضمون دلالت کرتا ہے قصاص کے واجب ہونے پر لاٹھی
وغیرہ سے مارنے پر جب کہ اُس جیسا (آلۂ ضرب)، مار ڈالتا ہو۔ بیہقی
روایت کیا گیا ہم سے ابن شہاب سے کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمرؓ بن
الخطاب اور عثمانؓ بن عفان سب نے اس حال میں کہ وہ سلاطین
تھے قصاص کا حق عطا کیا اپنے نفسوں سے تو اُن سے قصاص
نہیں طلب کیا گیا۔ شافعیؒ ابن شہاب اور مکحول اور عطاء سے
سب نے کہا کہ ہم نے لوگوں کو اس (عمل)، پر پایا کہ آزاد مسلمان
مرد کی دیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سَو
اونٹ تھے تو قیمت مقرر کی ابن الخطاب نے اس دیت کی شہر
والوں پر ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم اور آزاد مسلمان عورت کی
دیت جب کہ وہ شہر والوں میں سے ہو پانچ سَو دینار یا چھ ہزار
درہم۔ پھر اگر وہ شخص جس پر اُفتاد واقع ہوئی اعراب میں سے
ہے تو اُس کی دیت پچاس اُونٹ ہے۔ اعرابی کو سونے چاندی
کا مکلف نہیں کیا گیا۔ محمدؒ بن الحسن ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ
نے بروایتِ ہیثم از عامر شعبی از عبیدۃ السلمانی از عمرؓ بن الخطاب
کہ اُنھوں نے کہا کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درہم
ہیں اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور گائے والوں پر
دو سَو گائیں اور اونٹ والوں پر سَو اونٹ اور بکری والوں
پر دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں پر دو سَو جوڑے۔ محمدؒ
نے کہا اس کُل کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ابو حنیفہؒ ان میں سے
اونٹوں اور درہموں اور دیناروں کو لیتے ہیں۔ شافعیؒ، کہا محمدؒ
ابن الحسن نے ہم کو پہنچا عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے قرار
دیا سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر دس
ہزار درہم ہم سے یہ حدیث بیان کی ابو حنیفہؒ نے ہیثم سے انھوں
نے شعبی سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے اور یہ اضافہ کیا کہ

على أهل البقر مائتي بقرة وعلى أهل الابل
مائة من الابل وعلى أهل الغنم ألفي شاة
قال محمد بن الحسن وقال أهل المدينة ان عمر
فرض الدية على أهل الورق اثني عشر الف درهم
وساق الكلام الى ان قال ونحن فيما نظن
أعلم بفريضة عمر بن الخطاب من أهل المدينة
لان الدراهم على أهل العراق قال محمد وصدق
أهل المدينة ان عمر بن الخطاب فرض من الدية
اثني عشر الفا ولكنه فرضها اثني عشر الف درهم
وزن ستة اخبرنا الثوري عن مغيرة
الضبي عن ابراهيم قال كانت الدية الابل
فجعلت الابل الصغير والكبير كل بعير مائة و
عشرين درهما وزن ستة فذلك اثني
عشرة آلاف درهم قال الشافعي فقلت لمحمد
ابن الحسن أتقول ان الدية اثنا عشر
الف درهم وزن ستة فقال لا فقلت من
أين زعمت ان كنت اعلم بالدية من
أهل الحجاز لان عمر قضى فيها
بشيء لا تقضي به قال لم يكونوا يحسبون
قلت أفترى شيئا تجعله
اصلا في الحكم وانت تزعم ان من روي
عنه لا يعرف ما قضى به الشافعي اخبرنا
محمد اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم ان
عمر بن الخطاب أتي برجل قد
قتل عمدا فامر بقتله

گائے والوں پر دو سو گائیں اور اونٹ والوں پر سو اونٹ اور
بکری والوں پر دو ہزار بکریاں ۔ کہا محمد بن الحسن نے اور اہلِ مدینہ
نے کہا کہ عمرؓ نے دیت قرار دی چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم اور
اور کلام کو آگے بڑھایا یہاں تک کہ کہا کہ اور ہم (اہلِ عراق) جس
چیز کا گمان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ عمرؓ کے فریضہ کو بہ نسبت اہلِ مدینہ
کے ہم زیادہ جانتے ہیں کیونکہ دراہم اہلِ عراق پر مقرر کئے گئے ہیں
کہا محمدؒ نے کہ بیشک اہلِ مدینہ نے سچ کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے
دیت مقرر کی ہے بارہ ہزار، لیکن انھوں نے دیت کو بارہ ہزار درہم
چھ (دوانگ والے) وزن کے مقرر کئے۔ مجھے خبر دی ثوری نے
مغیرہ ضبی سے انھوں نے ابراہیم سے کہ دیت اونٹ کی ہوتی تھی
تو چھوٹے بڑے اونٹوں کی (اوسط) قیمت قرار دی گئی ایک سو
بیس درہم چھ کے وزن سے تو اس حساب سے اونٹوں کی قیمت
بارہ ہزار درہم ہوتی۔ شافعیؒ نے کہا کہ پھر میں نے محمد بن الحسن
سے کہا کہ کیا آپ بوزن چھ (دانگ) دیت بارہ ہزار درہم کہتے
ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ نہیں! تو میں نے کہا کہ پھر آپ یہ کیسے
گمان کرتے ہیں کہ آپ اہلِ حجاز سے زیادہ دیت کا علم رکھتے ہیں
کیونکہ عمرؓ نے اس کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے آپ اس پر فیصلہ
نہیں کرتے تو انھوں نے کہا کہ وہ (اہلِ حجاز) اچھا فیصلہ نہیں
کرتے۔ میں نے کہا کہ کیا پھر آپ کوئی ایسی روایت بیان کریں گے
جس کو آپ حکم میں اصل قرار دیتے ہوں کیونکہ آپ گمان کرتے
ہیں کہ جس شخص سے روایت کی جارہی ہے وہ خود نہیں پہچانتا
اس بات کو جس کا اس نے فیصلہ کیا۔ شافعیؒ ہم کو خبر دی محمدؒ
نے کہا ہم کو خبر دی ابو حنیفہؒ نے حمادؒ سے انھوں نے ابراہیم سے
کہا کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے قتل عمد
کیا تھا تو انھوں نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے بعد بعض

عفیٰ بعض الاولیاء فامر بقتلہ فقال
ابن مسعود کانت النفس لھم جمیعاً
فلما عفیٰ ہذا احیا النفس فلا یستطیع
ان یاخذ حقہ حتی یاخذ حق غیرہ
قال فما ترٰی قال اریٰ ان تجعل
الدیۃ علیہ فی مالہ و ترفع حصۃ الذی
عفیٰ فقال عمر و انا اریٰ ذلک البیہقی
عن الاعمش عن زید بن وہب قال
وجد رجل عند امرأتہ رجلاً فقتلہا
فرفع ذلک الی عمر بن الخطاب
فوجد علیہا بعض اخوتہا فتصدق
علیہ بنصیبہ فامر عمر رضی اللہ عنہ سائرھم
بالدیۃ البیہقی روی عن عمر ان
رجلاً قتل رجلاً فقالت اخت
المقتول وہی امرأۃ القاتل عفوت
عن حقی من زوجی فقال عمر
عتق الرجل من القتل البیہقی روی
عن عمر انہ قال عمد الصبی و خطاءہ سواء
یعنی للعمد حکم الخطاء البیہقی عن
ابن فراس خطبنا عمر فقال انی
لم ابعث عمالی یضربون ابشارکم
ولا یاخذوا اموالکم فمن فعل
بہ غیر ذلک

اولیاء نے معاف کر دیا پھر عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ نفس اُن (سب اولیاء مقتول) کے لئے تھا۔ تو جب اس نے معاف کر دیا تو نفس کو زندگی کا حق دیدیا تو اب وہ استطاعت نہیں رکھتا کہ اپنے حق کو حاصل کرے جب تک کہ غیر کے حق کو بھی نہ حاصل کرلے۔ؔ عمرؓ نے کہا کہ پھر تم کیا رائے رکھتے ہو۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس پر دیت قائم کریں اس کے مال میں سے اور کم کر دیں حصہ اس شخص کا جس نے معاف کر دیا تو عمرؓ نے کہا اور میری رائے بھی یہی ہے۔ بیہقی اعمش سے وہ زید بن وہب سے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ ایک شخص کو پایا تو اُس کو (یعنی بیوی کو) قتل کر دیا تو یہ مقدمہ عمرؓ بن الخطّاب کے سامنے پیش ہوا تو اس عورت پر اس کے بعض بھائیوں کو غصہ آیا اور انھوں نے اپنا حصہ اُس شخص پر صدقہ کر دیا تو عمرؓ نے حکم دیا بقیہ اولیاء مقتولہ کو دیت دیئے جانے کا۔ بیہقی مروی ہے عمرؓ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ تو مقتول کی بہن نے کہا اور وہ قاتل کی بیوی تھی کہ میں نے اپنا حصہ اپنے شوہر سے معاف کر دیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ یہ شخص قتل سے بچا لیا گیا۔ بیہقی روایت کیا گیا عمرؓ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ لڑکے کا عمد اور خطاء برابر ہے یعنی عمد خطاء کے حکم میں ہے۔ بیہقی ابن فراس سے کہ ہم کو خطبہ دیا عمرؓ نے اور فرمایا کہ میں نے اپنے عمّال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تمہاری کھالوں کو پیٹیں اور نہ اس لئے کہ وہ تمہارے اموال کو چھینیں تو جس شخص کے ساتھ اُس (کام) کے سوا جو اُن کے سپرد کیا گیا) دوسرا معاملہ کیا گیا ہو

ع۵ یعنی معاف کرنے والا دوسروں کا حق لئے بغیر اپنا حق حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ قتل کی صورت میں اُس کا حق ختم ہو رہا ہے اور معاف کرنے کی صورت میں دوسروں کا حق ضائع ہوتا ہے ۱۲

فليرفعه إليّ أُقِصُّه منه فقال عمرو
ابن العاص لو أنّ رجلاً (قصاص خواہم گرفت) أدّب بعض
رعيته أتقصّه منه قال إي والذي
نفسي بيده لأقصّنّه منه وقد رأيت
النبيّ صلى الله عليه وسلم أقتصّ من
نفسه البيهقي عن عطاء عن عمر
لا أُقيد من العظام يعني غير
السنّ البيهقي روينا عن عمر و
عليّ أنهما قالا من قتله حدٌّ
فلا عقل له وقالا الذي يموت
في القصاص لا دية له البيهقي
عن مجاهد أنّ عمر بن الخطاب
قضى فيمن قُتل في الحرم أو
في شهر الحرام أو هو محرم بالدية
وثلث الدية الشافعي قرأنا على
مالك لم نعلم أحدًا من الأئمة
في القديم والحديث قضى فيما دون
الموضحة بشيء زاد بعض أصحابه عنه
وهو والله يغفر لنا وله يروي
عن إمامين عظيمين من المسلمين عمر
وعثمان أنهما قضيا فيما
دون الموضحة بشيء موقت ثم
قيل يحتمل أنهما

اس کو چاہیے کہ اس کو میرے سامنے پیش کرے میں اُس عامل سے
اُس کا بدلہ لوں گا تو عمروؓ بن العاص نے کہا کہ اگر کسی شخص نے
اپنی رعیت میں سے کسی کی تادیب کی تو کیا آپ اُس سے اُس کا
بدلہ لیں گے۔ فرمایا کہ ہاں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے میں اُس سے ضرور بدلہ لوں گا اور میں نے
تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس
سے قصاص لیا۔ بیہقی عطاء سے وہ عمرؓ سے کہ میں ہڈیوں؏ کا
قصاص نہیں لیتا یعنی دانتوں کے علاوہ۔ بیہقیؒ، ہم سے
روایت کیا گیا عمرؓ سے اور علیؓ سے کہ دونوں نے کہا کہ جس کو
قتل کر دیا "حد" نے اُس کا کوئی قصاص نہیں اور دونوں نے
فرمایا جو شخص قصاص میں مرجائے (اور "حد کے قتل کرنے" سے
بھی یہی مراد ہے) اُس کی کوئی دیت نہیں۔ بیہقی مجاہدؒ سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے ایسے شخص کے بارے میں جو حرم میں قتل کیا
گیا یا شہر حرام میں (یعنی ان مہینوں میں جو اشہر حرم میں داخل
ہیں) یا وہ محرم ہو فیصلہ دیا ایک اور ایک تہائی دیت کا۔ شافعیؒ
کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو مالکؒ کے سامنے پڑھا اور ہم کسی کو
ائمہ قدیم اور جدید میں سے نہیں جانتے کہ انھوں نے فیصلہ
دیا ہو موضحہ سے کم کسی زخم کی دیت کا (موضحہ کے معنے وہ
زخم جو سر یا چہرہ میں لگا ہو اور اُس سے ہڈی نظر آنے
لگی ہو)۔ .... بعض اصحاب
شافعیؒ نے ان کی روایت پر یہ اضافہ کیا اور وہ "اللہ تعالے ہماری
اور ان کی مغفرت کرے" روایت کرتے ہیں مسلمانوں کے دو بڑے
اماموں عمرؓ و عثمانؓ سے کہ ان دونوں نے موضحہ سے کم ایک زخم کی بابت کچھ
شے موقّت کا فیصلہ دیا۔ پھر کہا گیا کہ احتمال ہے ان دونوں نے

؏ یعنی ایسی جنایت کا قصاص نہیں لیتا جو ہڈیوں پر واقع ہو ۱۲

قضیا بطریق الحکومۃ واللہ اعلم البیہقی روی
عن عمر انہ قال والاسنان سواء الضرس
والثنیۃ کانہ رجع الیہ البیہقی عن سعید
ابن المسیب کان عمر یفاوت بین الاصابع
حتی وجد کتاب آل عمرو بن حزم یذکرون
انہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیما
ہنالک من الاصابع عشر عشر قال الشافعی
ولم یقبلوا کتاب آل عمرو بن حزم حتی ثبت
عندہم انہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قلت والاصل فی تقدیر الدیات کتاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی روی
عن عمرو بن حزم وقد اثبتہ عمر بن الخطاب و
اخذ بہ الشافعی عن محمد عن محمد بن ابان عن
عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب انہما قالا
عقل المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل الشافعی
اخبرنا فضیل بن عیاض عن منصور بن المعتمر عن
ثابت الحداد عن ابن المسیب ان عمر بن الخطاب
قضی فی دیۃ الیہودی والنصرانی باربعۃ
آلاف وفی دیۃ المجوسی بثمان مائۃ درہم
الشافعی یروی عن عمر بن الخطاب وعلی
فی العبد یقتل قیمتہ بالغۃ ما بلغت البیہقی
من طریق الثوری عن حماد عن ابراہیم ان
الزبیر وعلیا اختصما فی موالی لصفیۃ الی
عمر بن الخطاب فقضی بالمیراث للزبیر و
العقل علی علی البیہقی عن الشعبی

بطریق حکومت (یعنی بطور سیاست) فیصلہ دیا ہو واللہ اعلم۔ بیہقی روایت
کیا گیا عمرؓ سے کہ انھوں نے فرمایا کہ سب دانت برابر ہیں ڈاڑھیں
ہوں یا سامنے کے دانت گویا انھوں نے اس کی طرف رجوع کرلیا۔
بیہقی، سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ انگلیوں کی درمیان (دیت میں) تفاوت کیا کرتے تھے
یہاں تک کہ جب آل عمرو بن حزم کا مکتوب اُن کے سامنے آیا جس
کے بارے میں وہ یہ ذکر کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس سے آیا تھا اور اس میں انگلیوں کے لئے دس دس تحریر
ہے۔ شافعیؒ نے کہا اور انھوں نے قبول نہ کیا آل عمرو بن حزم
کے مکتوب کو یہاں تک کہ ان کے نزدیک ثابت ہوگیا کہ یہ مکتوب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دیات کے
اندازہ کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب جو عمرو
ابن حزم سے روایت کیا گیا بنیادی چیز ہے اور عمرؓ بن الخطاب نے
اس کو ثابت قرار دیا اور اس کو معمول بنایا۔ شافعیؒ محمدؒ سے
وہ محمد بن ابان سے وہ ابراہیم سے وہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ
ابن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت
کے آدھے کے برابر ہوگی۔ شافعیؒ خبر دی ہم کو فضیل بن عیاض
نے منصور بن المعتمر سے وہ ثابت الحداد سے وہ ابن المسیب سے کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فیصلہ کیا یہودی اور نصرانی کی دیت کے
بارے میں چار چار ہزار درہم اور مجوس کی دیت کے بارے میں
آٹھ سو درہم۔ شافعیؒ، روایت کیا جاتا ہے عمرؓ بن الخطاب سے
اور علیؓ سے غلام کے بارے میں جو قتل کیا جائے اُس کی دیت اُس
کی قیمت کے برابر ہوگی جس حد تک بھی پہنچے۔ بیہقی بسند ثوری
حماد سے وہ ابراہیم سے کہ زبیرؓ اور علیؓ صفیہؓ کے موالی کے بارے
میں اپنا جھگڑا عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے گئے تو انھوں نے میراث
کا فیصلہ کیا زبیر کے لئے اور دیت قائم کی علیؓ پر۔ بیہقی شعبی سے

انہ قال جعل عمر بن الخطاب الدیۃ فی ثلث
سنین ثلثی الدیۃ فی سنتین وثلث الدیۃ
فی سنۃ الشافعی عن سفیان عن عمرو
عن طاؤس ان عمر بن الخطاب قال
اُذکِّرُ اللّٰہَ امرأً سمع من النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فی الجنین شیئاً فقام
حمل بن مالک بن النابغۃ فقال کنتُ
بین جاریتین لی فضرب احدیٰہما الاُخریٰ
بمسطح فالقت جنیناً میتاً فقضٰی فیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغُرّۃ
فقال عمر کدنا ان نقضی فی مثل
ہذا برأینا البیہقی عن شہر بن حوشب ان
عُمر صاح بامرأۃ فاسقطت فاعتق
عمر غُرّۃً البیہقی عن زید بن اسلم
انّ عمر قوّم الغرّۃ خمسین دیناراً الشافعی
عن سفیان عن منصور عن الشعبی انّ عُمر
ابن الخطاب کتب فی قتیلٍ وُجِدَ فی
خیران ووداعۃ ان یقاس مابین قریتین
فالی ایّہما کان اقرب اخرج الیہ منہم
خمسین رجلاً حتی یُوَافوہ بمکّۃ فادخلہم الحجر
فاحلفہم ثمّ قضیٰ علیہم بالدیۃ فقالوا
ماوقت اموالنا ایماننا ولا ایماننا اموالنا
فقال عمر کذلک الامرُ قال الشافعی وقال
غیر السفیان عن عاصم الاحول عن الشعبی
قال عمر بن الخطاب حقنت ایمانکم دماءکم

انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیت کی ادائگی کو تین سال میں
کردیا دو تہائی دیت دو سال میں اور ایک تہائی دیت ایک سال
میں۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو سے وہ طاؤس سے کہ عمرؓ بن الخطاب
نے کہا کہ میں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اُس شخص کو جس نے کچھ سُنا ہو نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے جنین کے بارے میں تو کھڑے ہوئے
حمل بن مالک بن النابغہ اور انھوں نے کہا کہ میرے پاس دو جاریہ
تھیں۔ اُن میں سے ایک نے دوسری کے خیمہ کی چوب کھینچ
ماری تو اُس کے پیٹ کا بچہ مرکر گرگیا تو اُس کے بارے میں رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ایک بردے کا، تو عمرؓ نے
کہا کہ ہم یہی فیصلہ اپنی رائے سے کرنے والے تھے۔ بیہقی شہر
ابن حوشب سے کہ عمرؓ نے ایک عورت کو ڈانٹا تو اُس کا (خوف
سے) اسقاط ہوگیا تو عمرؓ نے ایک بردہ آزاد کیا۔ بیہقی زید بن
اسلم سے کہ عمرؓ نے ایک غرّہ (یعنی بردے) کی قیمت پچاس
دینار قرار دی۔ شافعیؒ سفیان سے وہ منصور سے وہ شعبی سے کہ عمرؓ
ابن الخطاب نے ایک مقتول کے بارے میں لکھا جو کہ خیران اور
وداعہ کے درمیان پایا گیا تھا کہ دونوں قریوں کے درمیان
فصل کا اندازہ کیا جائے۔ ان دونوں میں سے وہ مقتول جسکے
قریب ہو ان میں سے پچاس آدمیوں کو نکال کر اُن کے پاس
مکہ میں بھیجیں تو (جب وہ پہنچے تو) ان کو حجر (یعنی حطیم) میں
داخل کیا۔ پھر اُن کو حلف دیا۔ پھر اُن پر دیت کا فیصلہ کیا تو
انھوں نے کہا نہ پورا کیا (یعنی نہ بچایا) ہمارے اموال نے
ہماری قسموں کو اور نہ ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو تو عمرؓ
نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہے۔ کہا شافعیؒ نے اور سفیان کے سوا
دوسرے راوی نے بروایت عاصم الاحول شعبیؒ سے نقل کیا کہ
عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ تمہاری قسموں نے تمہارے خونوں کو بچا لیا

ولا يبطل دم امرئ مسلم ثم ضعّف الشافعی الحديث جدًا وقال انما هو عن الشعبی عن الحارث الاعور والحارث الاعور كذّاب ثم قال الشافعی سافرتُ الی خيران ووداعة اربعة عشر سفرًا اسألهم عن حكم عمر بن الخطاب فی القتيل واُحكی لهم ما رُوی عنه فقالوا انّ هذا شیئٌ ما كان ببلدنا قطّ قال الشافعی والعرب احفظ شیئ لامر كان الشافعی عن سعيد بن المسيّب انّ عمر بن الخطاب كان يقول الدية للعاقلة ولا ترث المرأة من دية زوجها شيئًا حتى اخبره الضحّاك بن سفيان انّ النبیّ صلی الله عليه وسلم كتب اليه ان يُورِّثَ امرأة اشيم الضبابی من دية زوجها فرجع اليه عمر الشافعی عن سفيان عن عمرو ابن دينار انّه سمع بجالة يقول كتب عمر ان اقتلوا كلّ ساحرٍ وساحرةٍ قال فقتلنا ثلاث سواحر **قسمة الغنيمة والفئ والصّدقات** الشافعی عن طارق ابن شهاب قال امدّ اهلُ الكوفة اهلَ البصرة وعليهم عمّارُ بن ياسر فجاؤا وقد غنموا فكتب عمر ان الغنيمة لمن شهد الوقعة (غنیمت یافتند)[1] قال وروی عن عمر انّه كتب الی سعدٍ فی جيشٍ لحق بعد ما غنم ان يقسم له ان جاءوا قبل ان يدفن القتلی ثم ضعّفه الشافعی

اور ایک مسلمان کا خون رائگاں نہ گیا۔ پھر شافعیؒ نے اس حدیث کو بہت ضعیف کہا کہ وہ مروی ہے شعبی سے بروایت حارث الاعور اور حارث اعور کذّاب ہے۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ مَیں نے خیران اور وداعہ کے چودہ[1] سفر کیے اور لوگوں سے اُس مقتول کے بارے میں عمرؓ بن الخطاب کے حکم کے متعلق سوال کرتا رہا اور اُن سے جو روایت کی گئی اُس کو بھی اُن کو سناتا رہا تو لوگوں نے یہ جواب دیا کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ کبھی ہمارے شہر میں نہیں ہوئی۔ اور شافعیؒ نے کہا کہ عرب ایسے واقعہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ شافعیؒ سعید بن المسیب سے کہ عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دیت دادیہالی رشتہ والوں کے لئے ہے اور بیوی اپنے شوہر کی دیت میں سے کسی حصّہ کی وارث نہ ہوگی یہاں تک کہ ان کو خبر دی ضحاک بن سفیان نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اُس کے شوہر کی دیت میں وارث بناؤ، تو عمرؓ نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ شافعیؒ سفیان سے وہ عمرو بن دینار سے کہ اُنھوں نے سُنا بجالہ سے وہ کہتے تھے کہ عمرؓ نے لکھا کہ ہر ایک جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ کہا کہ پھر ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا۔ **عمرؓ کا غنیمت و صدقات اور فئے کو تقسیم کرنا۔** شافعیؒ طارق بن شہاب سے کہا کہ امداد کی اہلِ کوفہ نے اہلِ بصرہ کی اور ان پر عمار بن یاسر امیر تھے تو وہ آئے اور اُنھوں نے مالِ غنیمت حاصل کیا تو عمرؓ نے لکھا کہ غنیمت اس کے لئے ہے جو جنگ میں شریک ہوا۔ کہا کہ عمرؓ سے ایک روایت یہ کی گئی ہے کہ اُنھوں نے سعدؓ کو اُس لشکر کے بارے میں لکھا جو اُن سے ملا بعد اس کے کہ وہ غنیمت جمع کر چکے تھے کہ اس کو غنیمت کی تقسیم میں شریک کریں اگر وہ مقتولین کے دفن سے پہلے پہنچ گئے ہوں۔ پھر شافعیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا۔ شافعیؒ

والبخاری وغیرہما عن الزہری عن مالک
ابن اوس سمعت عمر بن الخطاب یقول و
العباس و علی بن ابی طالب یختصمان الیہ
فی اموال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
عمر کانت اموال بنی النضیر مما افاء اللہ (غنیمت داد)
علی رسولہ مما لم یوجف علیہم المسلمون
بخیل ولا رکاب (نہ راندند) فکانت لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خالصۃ دون المسلمین و
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق
منہا علی اہلہ نفقۃ سنۃ فما فضل جعلہ
فی الکراع والسلاح عدۃ (سامان) فی سبیل اللہ
الحدیث بطولہ قال الشافعی فی مسئلۃ السلب
للقاتل عارضنا معارض فذکر ان عمر بن الخطاب
قال انا کنا لا نخمس السلب وان سلب
البراء قد بلغ شیئا کثیرا ولا ارانی الا
خامسہ ثم اجاب بان ہذہ الروایۃ لیست من
روایتنا وان سلمنا فاذا ثبت عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بابی ہو وامی شیئ لم یجز
ترکہ ولم یستثن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلیل
السلب ولا کثیرہ ثم قد قضی سعد فی زمانہ
بالسلب الکثیر للقاتل قلت و بعد
ہذا کلہ فانما مفاد تلک الروایۃ ان
السلب لا یخمس وہو للقاتل الا اذا کان
شیئا کثیرا جدا خلاف العادۃ
المعہودۃ

اور بخاری رح وغیرہما زہری سے وہ مالک بن اوس سے کہ میں
نے عمر رض بن الخطاب سے سنا جب کہ عباس رض اور علی رض بن ابی طالب اموال
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنا جھگڑا لے کر ان کے پاس
آئے تو عمر رض نے کہا کہ بنی نضیر کے اموال ایسے اموال میں سے تھے جو
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ؐ کو غنیمت میں عطا فرماتے تھے جن پر مسلمانوں
نے نہ اونٹ دوڑاتے اور نہ گھوڑے تو وہ خالص رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کے لئے تھے ان میں مسلمان حصہ دار نہ تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اپنے اہل پر خرچ کیا کرتے تھے
ایک سال کے مصارف. پھر جو کچھ مال بچ رہتا اس کو گھوڑوں
اور ہتھیاروں کی خریداری پر صرف کرتے اللہ کی راہ میں جہاد کی
تیاری کے لئے۔ آخر حدیث تک مع اس کی طوالت کے. شافعی رح
نے کہا اس مسئلہ میں کہ مقتول سے لیا ہوا مال قاتل کے لئے ہے
ایک معارض نے ہم سے معارضہ کیا اور ذکر کیا کہ عمر رض بن الخطاب
نے فرمایا کہ مقتول سے لئے ہوئے مال میں سے خمس نہیں لیتے
اور براء کا سلب (یعنی چھینا ہوا مال) ایک بڑی مقدار تک پہنچ
گیا ہے اور میری رائے تو یہ ہے کہ میں اس سے خمس وصول کروں.
پھر شافعی رح نے جواب دیا کہ یہ روایت ہماری روایت میں سے نہیں
ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" ایک بات ثابت ہوگئی تو
اس کو چھوڑنا جائز نہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی استثناء
نہیں فرمایا قلیل سلب کا اور نہ کثیر سلب کا. پھر سعد رض نے اپنے زمانہ
میں قاتل کے لئے سلب کثیر کا فیصلہ کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس تمام
کلام کے بعد کہ مفاد اس تمام روایت کا یہ ہے کہ سلب (یعنی
مقتول سے چھینے ہوئے سامان) میں سے خمس نہ لیا جائے گا اور وہ
قاتل کا ہوگا مگر جب کہ وہ عادت معہودہ کے خلاف بہت ہی زیادہ ہو

ففيه اثبات ان السلب للقاتل لا يخمس بقي
البحث في الاستثناء فقط ولعل عمر خص بالمعتاد
لانه بمنزلة الحقيقة العرفية والله اعلم محمد
ابن الحسن عن ابي حنيفة عن عبد الله بن داود
عن المنذر بن ابي حمصة قال بعثه عمر الى
جيش في مصر فاصابوا غنائم فقسم للفارس
سهمين وللراجل سهما فرضي بذلك عمر قال
محمد وهذا قول ابي حنيفة ولسنا ناخذ بهذا
ولكنا نرى للفارس ثلثة اسهم سهما له
وسهمين لفرسه وروى ابو يوسف عن ابي حنيفة
نحوا من ذلك ثم قال كان ابو حنيفة ياخذ بهذا
الحديث ويجعل للفرس سهما وللرجل سهما وما
جاء من الآثار في الاحاديث ان للفرس
سهمين وللرجل سهما اكثر من ذلك واوثق
والعامة عليه قال ابو يوسف الكلبي محمد بن
السائب حدثني عن ابي صالح عن ابن عباس
ان الخمس كان في عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم على خمسة اسهم لله وللرسول
سهم ولذي القربى سهم واليتامى والمساكين
وابن السبيل ثلثة اسهم ثم قسمه ابو بكر
الصديق وعمر الفاروق وعثمان ذو
النورين رضي الله تعالى عنهم على ثلثة اسهم
وسقط سهم الرسول وسهم ذوي
القربى وقسم على الثلثة الباقين
ثم قسمه علي بن ابي طالب

تو اس میں اس امر کا اثبات موجود ہے کہ سلب قاتل کا ہوتا ہے اس میں سے خمس نہیں نکلتا۔ فقط استثنا میں بحث باقی رہ جاتی ہے اور شاید عمرؓ نے اس کو خاص کیا ہو اُس مقدار کے ساتھ جو عادۃً حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ حقیقتِ عرفیہ کے مرتبہ میں ہے، واللہ اعلم۔ محمد ابن الحسن ابو حنیفہؒ سے وہ عبداللہ بن داؤد سے وہ منذر بن ابی حمصہ سے کہا کہ ان کو عمرؓ نے ایک لشکر کی طرف مصر میں بھیجا۔ اُن کو غنیمتیں دستیاب ہوئیں تو اُنھوں نے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ تقسیم کیا۔ اور اس تقسیم پر عمرؓ راضی ہوئے۔ کہا محمدؒ نے یہ قول ہے ابو حنیفہؒ کا اور ہم نے اس کو نہیں لیا اور ہم یہ رائے رکھتے تھے کہ سوار کے لئے تین حصے ہیں ایک حصہ سوار کا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کے۔ اور روایت کیا ابو یوسفؒ نے ابو حنیفہؒ سے اسی طور پر۔ پھر کہا کہ ابو حنیفہؒ اس حدیث کو لیا کرتے تھے اور گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور سوار کے لئے ایک حصہ لگایا کرتے تھے اور جو آثار میں سے احادیث میں آیا ہے کہ گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ وہ اس سے زیادہ ہے اور زیادہ مضبوط ہے اور عمل عامہ اسی پر ہے۔ کہا ابو یوسفؒ نے کہ محمد بن السائب کلبی نے مجھ سے حدیث بیان کی ابو صالح کی روایت سے وہ ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خمس کے پانچ سہام کئے جاتے تھے اللہ اور رسولؐ کا ایک حصہ اور ذوی القربیٰ کا ایک حصہ اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے تین حصے۔ پھر خمس کو ابو بکر صدیقؓ اور عمر الفاروقؓ اور عثمانؓ ذی النورین رضی اللہ عنہم نے تین سہام پر تقسیم کیا اور حصہ رسولؐ کا اور حصہ ذوی القربیٰ کا ساقط کر دیا گیا اور اس کو باقی تینوں پر تقسیم کیا گیا پھر اس کو علیؓ بن ابی طالب نے اسی طرح تقسیم کیا

علی ما قسمہ علیہ ابوبکر و عمر و عثمانؓ و قد روی لنا عن عبداللہ بن العباس انہ قال عرض علینا عمر بن الخطاب ان یزوج من الخمس ایمنا و یقضی منہ عن مغرمنا فابینا الا ان یسلمہ لنا وابی ذلک علینا ابو یوسف اخبرنے محمد بن اسحاق عن ابی جعفر قلت لہ ما کان رای علیؓ فی الخمس قال کان رایہ فیہ رای اہل بیتہ ولکنہ کرہ ان یخالف ابا بکر و عمر ابو یوسف حدثنی محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ قال سمعت علیا یقول قلت یا رسول اللہ ان رایت ان تولینی حقنا من الخمس فاقسمہ حیاتک کی لا ینازعنا احد بعدک فافعل ففعل قال فولانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقسمتہ حیوتہ ثم ولانیہ عمر فقسمتہ حتی اذا کانت آخر سنۃ عمر بن الخطاب فاتاہ مال کثیر فعزل حقنا ثم ارسل الی فقال خذہ فاقسمہ فقلت یا امیر المومنین بنا عنہ العام غنی و بالمسلمین الیہ حاجۃ فردہ علیہم تلک السنۃ ولم یدعنا الیہ احد بعد

جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ نے کیا تھا۔ اور ہم سے روایت کیا گیا عبداللہ بن عباسؓ سے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے سامنے عمرؓ بن الخطاب نے یہ تجویز رکھی کہ وہ خمس میں سے ہماری بے شوہر کی عورتوں کے نکاح کرائیں اور اس سے ہمارے قرضوں کو ادا کریں تو ہم نے اس سے انکار کیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس کام کو ہمارے سپرد کریں اور اس کا انھوں نے ہم سے انکار کردیا۔ ابو یوسفؒ مجھ کو خبر دی محمد بن اسحٰقؒ نے وہ روایت کرتے ہیں ابو جعفرؒ سے کہ میں نے ان سے کہا کہ خمس کے بارے میں علیؓ کی رائے کیا تھی؟ انھوں نے کہا کہ اس بارے میں ان کی رائے وہی تھی جو ان کے اہل بیت کی تھی لیکن انھوں نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی مخالفت کریں۔ ابو یوسفؒ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے سنا علیؓ سے کہ کہتے تھے کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ ہمارے خمس کے حق پر مجھے متولی بنا دیں کہ میں آپؐ کی حیات میں اس کو تقسیم کرتا رہوں تاکہ آپؐ کے بعد کوئی ہم سے جھگڑا نہ کرے، تو بنا دیجئے تو آپؐ نے ایسا کیا۔ کہا کہ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر متولی بنایا اور میں آپؐ کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھ ہی کو متولی بنایا عمرؓ نے تو میں اس کو ان کی زندگی میں تقسیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب عمرؓ بن الخطاب کا آخری سال آیا تو ان کے پاس بہت مال آیا تو انھوں نے ہمارا حق نکالا پھر مجھے بلوایا اور کہا کہ اس کو لے لو اور تقسیم کرو تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ ہم کو اس سال اس کی ضرورت نہیں اور مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے۔ تو انھوں نے اس کو عام مسلمانوں پر اس سال تقسیم کردیا۔ اور عمرؓ بن الخطاب کے بعد کسی نے

عمر بن الخطّاب حتّٰی قمتُ مقامی
ہٰذا فلقینی العباسُ بن عبد المطّلب
بعدَ خروجی من عند عمر بن الخطّاب
فقالَ یا علیُّ لقد حرمتَنا الغداۃَ
شیئاً لایُردُّ علینا ابداً الٰی یوم القیٰمۃ
ابو یوسف حدّثنی محمّد بن اسحٰق عن الزہری
انّ نجدۃ کتبَ الٰی ابن عباس یسأله عن
سہم ذوی القربیٰ لمَنْ ہو فکتبَ الیہ
ابن عباس کتبتَ الیَّ تسألنی عن سہمِ
ذوی القربیٰ لمن ہو وہو لنا وان عمر
ابن الخطاب دعانا الٰی ان ینکحَ منہ
اَیّمنا ویقضی منہ عن غریمنا ویخدم منہ
عائلنا فاَبَینا اِلّا ان یُسلِمہ لنا فابٰی
ذٰلک علینا ابو یوسف حدثنی عطاء بن
السائب انّ عمر بن عبد العزیز بعث
بسہم الرسول وسہم ذوی القربیٰ الٰی
بنی ہاشمٍ قال ابو یوسف کانَ ابو حنیفۃ و
اکثر فقہائنا یرونَ ان یقسمہ الخلیفۃُ
علٰی ما قسمہ ابو بکر و عمر و عثمان و
علیٌّ رضی اللہ تعالٰی عنہم الشافعی
قال بعض الناس لیس لذوی القربیٰ
من الخمس شیئٌ قال ابن عُیَینۃ روی انّ
محمّد بن اسحٰق قالَ سألتُ ابا جعفر محمد بن علیٍّ
ما صنعَ علیٌّ فی الخمس فقالَ سلکَ بہ طریقَ
ابی بکر و عمر وکان یکرہ ان یؤخذ

(حاشیہ: خادم دیں — عیالدار مارا)

ہم کو اس کام کے لئے نہیں بلایا یہاں تک کہ میں جب کہ عمرؓ بن الخطاب کے پاس سے نکل کر آیا اور اسی مقام پر کھڑا تھا کہ مجھ سے عباسؓ ابن عبد المطلب ملے اور کہا کہ اے علیؓ! تو نے ہمیں ایسی چیز سے محروم کر دیا ہے جو اب کبھی قیامت تک ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے گی۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحٰق نے زہریؒ سے کہ نجدہ نے خط لکھا ابن عباسؓ کو جس میں ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کس کا ہے تو ان کو ابن عباسؓ نے لکھا کہ تم نے مجھے لکھا آپ مجھ سے ذوی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کس کا ہے۔ اور وہ ہمارا ہے حال یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے ہم کو اس طرف دعوت دی تھی کہ وہ اس سے ہماری بے شوہر عورتوں کے نکاح کریں اور ہمارے قرضداروں کا قرض ادا کریں اور جو ہم میں عیالدار ہیں اس سے ان کو خادم عطا کریں تو ہم نے انکار کر دیا بجز اس صورت کے کہ وہ اس مال کو ہمارے سپرد کر دیں تو اس سے انھوں نے انکار کر دیا۔ ابو یوسفؒ، مجھ سے حدیث بیان کی عطاء ابن السائب نے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم کو بھیجا۔ کہا ابو یوسفؒ نے کہ ابو حنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہاءؒ یہ رائے رکھتے تھے کہ اس کو خلیفہ اسی طور پر تقسیم کرے جس طرح اس کو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ، بعض لوگوں نے کہا کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں کوئی حق نہیں۔ ابن عُیَینہؒ نے کہا روایت کیا گیا کہ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ علیؓ نے خمس میں کیا کیا تھا تو انھوں نے کہا کہ وہ خمس میں ابو بکرؓ و عمرؓ کے طریقہ پر چلے تھے اور وہ اس سے کراہت کرتے تھے کہ ان پر ان دونوں کے

عليه خلافهما قلت يريد القائل انه كالاجماع على سقوط سهمهم ثم رد الشافعي عليه بكلام بسوط و كان مما قال فقيل له هل علمت ان ابابكر قسم على الحر والعبد و سوى بين الناس و قسم عمر فلم يجعل للعبد شيئا و فضل بعض الناس على بعض و قسم علي فلم يجعل للعبد شيئا و سوى بين الناس قال نعم قلت افتعلم خالفهما قال نعم قلت او تعلم ان عمر قال لاتباع امهات الاولاد و خالفه علي قال نعم قلت او تعلم عليا خالف ابابكر في الجد قال نعم ثم قال الشافعي اخبرنا عن جعفر بن محمد عن ابيه ان حسنا و حسينا و ابن عباس و عبد الله بن جعفر سألوا عليا نصيبهم من الخمس فقال هو لكم حق و لكني محارب معاوية فان شئتم تركتم حقكم فيه قال في الجديد فاخبرت بهذا الحديث عبد العزيز بن محمد فقال صدق هكذا كان جعفر يحدثه افما حدثكه عن ابيه عن جده

خلاف عمل کرنے پر گرفت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے حصّوں کا سقوط گویا اجماع کے مرتبہ میں آگیا۔ پھر شافعیؒ نے اس پر بسوط کلام کرتے ہوئے رد کیا ہے اور اس میں سے انھوں نے ایک بات یہ فرمائی کہ پھر اس (قائل سے کہا گیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ ابوبکرؓ نے آزادوں اور غلاموں پر سب پر تقسیم کیا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا تھا اور عمرؓ نے اس طرح تقسیم کیا کہ غلام کا کوئی حصّہ نہیں رکھا اور بعض لوگوں کو بعض سے زیادہ دیا اور علیؓ نے تقسیم کیا تو انھوں نے غلام کا کوئی حصّہ نہیں لگایا اور سب لوگوں کو برابر برابر دیا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ پھر تم جانتے ہو کہ انھوں نے دونوں کے خلاف کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ عمرؓ نے کہا تھا کہ جو امّ ولد ہیں وہ نہ فروخت کی جائیں اور علیؓ نے اس کے خلاف کیا۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا تم جانتے علیؓ کو کہ انھوں نے ابوبکرؓ کے خلاف کیا جدّ کے بارے میں تو کہا کہ ہاں (تو یہ بات کیسے قرین قیاس مانی جائے کہ علیؓ نے خمس کی تقسیم ابوبکر و عمر کے طریقہ پر کراہت کی تھی جبکہ بہت سی باتوں میں ان کا عمل شیخینؓ کے خلاف ثابت ہے) پھر کہا شافعیؒ نے کہ ہم کو خبر ملی جعفر بن محمدؒ سے ان کو اپنے باپ سے کہ حسنؓ اور حسینؓ اور ابن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے خمس میں سے اپنے حصّوں کا سوال علیؓ سے کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ تمھارا حق ہے لیکن میں معاویہؓ سے لڑ رہا ہوں تو اگر تم چاہو تو اس (ضرورت کے موقع) میں اپنے حق کو ترک کر دو۔ کہا (شافعیؒ نے) جدید میں کہ پھر میں نے اس حدیث کی خبر دی عبدالعزیز بن محمدؒ کو تو انھوں نے کہا کہ سچ کہا جعفرؒ اسی طرح اس کو بیان کیا کرتے تھے تو کیا آپ سے انھوں نے یہ حدیث اپنے باپ اور دادا کی روایت سے بیان نہیں کی۔

قلتُ لا قال ما أخبرهُ الا عن جدّه
قال الشافعی أ جعفرٌ اعرفُ و اوثق
بحدیث ابیہ او ابن اسحٰق قالَ
بل جعفر ثم قال الشافعی انا ابراهیم
ابن محمد عن مطر الوراق و رجل لم یُسمّہ
کلاهما عن الحکم بن عتیبة عن
عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قال لقیتُ
علیًّا عند أحجار الزیت فقلتُ بأبی
أنت و اُمّی ما فعل ابوبکر فی حقّکم
اہلِ البیت من الخُمس فقالَ علیٌّ اما
ابوبکر رحمه الله فلم یکن فی زمانه اخماسٌ
و ماکان فقد اوفاناه و اما عمر فلم یزل
یُعطینا حتّیٰ جاءہ مال السوس و الاهواز
و قال الاهواز او مال الفارس انا
اشکُّ فقال فی حدیث مطر او فی
حدیث الآخر فقالَ عمر فی المسلمین
خلّةٌ حاجةٌ فان احببتم ترکتم حقّکم فجعلناه
فی خلّةِ المسلمین حتّیٰ یاتینا مالٌ
فاوفیکم حقّکم منه فقال العباسُ
لا تُطمعہ فی حقّنا فقلتُ لہ یا ابا الفضل
ألسنا احقّ من اجاب امیرالمؤمنین
و رفع خلّة المسلمین فتوفّی عمر
قبلَ ان یاتیہ مالٌ فیقضیناہ
و قال الحکم فی حدیث
مطر او الآخر

میں نے کہا نہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا اس کو مگر
ان کے دادا سے۔ کہا شافعیؒ نے کہ جعفر اپنے باپ کی حدیث کے
زیادہ پہچاننے والے اور زیادہ پختہ کار ہیں یا ابن اسحٰق، انھوں
نے کہا کہ جعفر۔ پھر شافعیؒ نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابراہیم بن
محمدؒ نے مطرالوراق اور ایک اور شخص سے جس کا نام نہیں لیا۔
دونوں نے روایت کیا حکم بن عتیبہ سے انھوں نے عبدالرحمٰن
ابن ابی لیلیٰ سے انھوں نے کہا کہ میں نے ملاقات کی علیؓ
سے احجار الزیت کے نزدیک تو میں نے کہا کہ میرے ماں باپ
آپ پر قربان ہوں، آپ سے اہلِ بیت کے حق میں جو خمس میں
ہے ابوبکرؓ نے کیا معاملہ کیا تھا۔ تو علیؓ نے کہا، ابوبکر رحمہ اللہ
کے بارے میں تو یہ بات ہے کہ ان کے زمانہ میں اخماس تھے ہی
نہیں اور جو کچھ تھا (یعنی جو اُن کے زمانہ میں مال آیا تھا) اُنھوں نے
اُس کو پورا ادا کیا۔ رہے عمرؓ تو وہ ہمیشہ ہم کو دیتے رہے یہاں
تک کہ اُن کے پاس سوس اور اہواز کا مال آیا، یا کہا اہواز کا
یا فارس کا مال آیا مجھے شک ہے، پھر کہا حدیث مطر میں
ہے یا دوسری حدیث میں، بہرحال عمرؓ نے کہا بہت سے مسلمان
حاجتمند ہیں اگر تم بخوشی اپنے حق کو چھوڑ دو تو ہم اس کو مسلمانو
کی حاجت میں صرف کردیں یہاں تک کہ ہمارے پاس اور مال
آجائے اور میں اس میں سے تمہارے حق کو پورا کردوں۔ اس پر
عباسؓ نے (مجھ سے) کہا تم اُن کو ہمارے حق میں طمع نہ دلاؤ۔
میں نے اُن سے کہا اے ابوالفضل (یہ عباسؓ کی کنیت ہے)
کیا امیرالمؤمنینؓ کی بات کو ماننے اور مسلمانوں کی حاجت روائی
کرنے کا سب سے زیادہ حق ہم پر نہیں ہے۔ اس کے بعد قبل اس
کے کہ عمرؓ کے پاس مال آتے اور وہ ہم کو وہ حق پورا ادا کریں اُن کی
وفات ہوگئی۔ اور حکم نے مطر کی حدیث میں کہا یا دوسرے شخص نے

ان عمر قال لکم حق و لا یبلغ علمی اذ اکثر ان یکون لکم کلہ فان شئتم اعطیتکم منہ بقدر ما اری لکم فابیناہ علیہ الا کلہ فابی ان یعطینا کلہ البیہقی عن ابن عباس ان نجدۃ الحروری کتب الیہ فی سہم ذوی القربیٰ نحوا مما ذکر ابو یوسف ثم قال الشافعی قال یعنی ذلک القائل فکیف یقسم سہم ذوی القربیٰ ولیست الروایۃ فیہ عن ابی بکر و عمر متواطئۃ قلت ہذا قول من لا علم لہ ثبت فی ہذا الحدیث عن ابی بکر انہ اعطاہموہ وعمر حتی کثر المال ثم اختلف عنہ فی الکثرۃ ارأیت مذہب اہل العلم فی القدیم والحدیث اذا کان الشیٔ منصوصا فی کتاب اللہ مبینا علی لسان رسول صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ الیس یستغنی عن ان یسأل عما بعدہ الیس تعلم ان فرض اللہ علی اہل العلم اتباعہ قال بلیٰ قلت فتجد سہم ذوی القربیٰ مفروضا فی آیتین من کتاب اللہ مبینا علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبفعلہ باثبت ما یکون من اخبار الناس من وجہین احدہما ثقۃ المخبرین عنہ و اتصال خبرہم

کہ عمرؓ نے کہا کہ تمہارا حق ہے اور میرا علم اس حد پر نہیں پہنچا کہ اگر مال کثیر ہو جائے تو وہ سب تمہارے لئے ہو جائے تو اگر تم چاہو تو میں اس میں سے جتنا تمہارے لئے مناسب سمجھوں تم کو دیدوں تو ہم نے ان سے کل مال سے کم لینے سے انکار کر دیا تو انھوں نے کل مال دینے..... سے انکار کر دیا۔ بیہقیؒ ابن عباسؓ سے کہ نجدۃ الحروری نے ان کو لکھا ذوی القربیٰ کے حصوں کے بارے میں۔ اسی طور پر جس کا ذکر ابو یوسفؒ نے کیا ہے۔ پھر کہا شافعیؒ نے کہ کہا یعنی اس کہنے والے نے تو کیونکر ذوی القربیٰ کا حصہ تقسیم کیا جائے گا حالانکہ اس میں کوئی روایت ابو بکرؓ و عمرؓ سے ایسی نہیں جو باہم موافقت رکھتی ہو، میں نے کہا کہ یہ قول اس کا ہے جس کو علم نہیں۔ اس حدیث میں ابو بکرؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ان کو خمس عطا کیا اور عمرؓ نے بھی یہاں تک کہ مال کی کثرت ہوئی پھر کثرتِ مال کے بعد ان سے اختلاف کیا گیا۔ کیا تم جانتے ہو اہلِ علم کے مذہب کو قدیم زمانہ کے اور بعد کے زمانہ کے کہ جب کوئی شئے منصوص ہوتی ہے کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان یا آپؐ کے فعل سے صاف واضح شدہ بھی ہو کیا وہ اس سے مستغنی نہیں کہ اس کے بعد اس کے بارے میں کوئی سوال کیا جائے۔ کیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم پر ان کا اتباع فرض کیا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تم کتاب اللہ کی دو آیتوں میں پاتے ہو کہ ذوی القربیٰ کے حصے فرض کئے گئے ہیں اور خوب واضح شدہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اور آپؐ کے فعل سے جس کے بارے میں لوگوں کی ایسی خبریں موجود ہیں جن کے ثبوت کی پختگی کی دو وجہیں موجود ہیں۔ ایک ان میں سے آپؐ سے خبر دینے والوں کا ثقہ ہونا اور ان کی خبروں کا متصل ہونا

وانہم کلّہم اہل قرابۃٍ لرسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الزہری من اَخوالہ وابن المسیّب من اَخوال ابیہ وجُبَیر بن مطعم ابن عمّہ وکلّہم قریب منہ فی جِذمِ النسب وہُم یخبرونک مع قرابتہم وشرفہم انّہم مُخرَجون منہ وانّ غیرہم مخصوصٌ بہ ویخبرکَ انّہ طلبہ ہو وعثمان فمتے تجد سُنّۃً اثبت لفرض الکتاب وصحۃ المخبرین من ہٰذہ السُّنۃ التی لم یُعارِضہامن رسولِ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُعارض بخلافہا قلتُ ہٰذا کلام الفریقین فتأمّل فیہ جدًّا والاوجہ عندی ان عمرَ ابن الخطّاب کان یَرٰے سہمَ ذوی القُربٰے ثابتًا ماضیًا بعدَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم ولم یکن یَرٰے ان لہم خمسَ الخمسِ کاملاً بل کان یرٰے ذٰلک الے الامام یُعطیہم باجتہادِہ کما روٰے ابویوسف والبیہقے وغیرہما عن ابنِ عباسٍ ولیس للشافعے حدیثٌ صریحٌ یدلُّ علے انّ النبے صلے اللہ علیہ وسلّم وخُلفاءہ کانوا یُعطون ذوی القربٰے خمسَ الخمسِ لاینقصونَ منہ ولا لابے یوسف نصٌّ صریحٌ صحیحٌ انّ ابا بکر وعُمر

اور (دوسری وجہ) یہ ہے کہ وہ سب کے سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلِ قرابت ہیں. زُہری آپؐ کے اَخوال میں سے (یعنی ماموں کی اولاد) اور ابن المسیب آپؐ کے باپ کے اَخوال میں سے اور جُبَیر بن مُطعم آپؐ کے ابنِ عم اور سب کے سب آپؐ سے قریب ہیں اصلِ نسب میں اور وہ تم کو خبر دیے رہے ہیں اپنی قرابت اور شرافت کے ساتھ کہ ان کو اس (دیئے جانے والوں کے زمرے) سے نکال دیا گیا اور دوسرے لوگوں کو اس سے مخصوص کر دیا گیا اور وہ تم کو یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی اُن کو بُلایا اور عثمانؓ نے بھی۔ پھر تم کب ایسی سنت پاؤ گے جو کتاب سے فرضیت کے ثبوت میں اور صحتِ مخبرین کے اعتبار سے اس سُنّت سے زیادہ پختگی رکھنے والی ہو، جس کے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی معارض (قول یا فعل) ثابت نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہے فریقین کا کلام اس میں بخوبی غور کر لینا چاہیئے۔ اور میرے نزدیک مناسب توجیہ یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب یہ رائے رکھتے تھے کہ ذوی القربٰے کا حصّہ ثابت ہے جاری رہنے والا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اور یہ رائے نہیں رکھتے تھے کہ ان کا حِصّہ خُمس کا پُورا پانچواں حِصّہ ہے، بلکہ اس کو امام کی رائے پر موقوف سمجھتے تھے جو اُن کو اپنے اجتہاد سے عطا کرے۔ جیساکہ ابویوسفؒ اور بیہقیؒ وغیرہما نے ابنِ عباسؓ سے روایت کیا۔ اور شافعیؒ کے پاس کوئی ایسی حدیث صریح نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خُلفاء ذوی القُربٰے کو خُمس کا پورا پانچواں حصہ دیا کرتے تھے، اس میں کچھ کمی نہ کرتے تھے۔ اور نہ ابویوسفؒ کے پاس کوئی نص صریح موجود ہے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے

أسقطا سهم ذوي القربى بالكلية والكلبي ضعيف عند أهل الحديث لا شك في ذلك ووجه التطبيق بين الروايتين المختلفتين في العلة التي عرضها عمر على علي في ترك سهمهم أن الأمرين صحيح حط نصيبهم مما كانوا يزعمون أنه حقهم وحثهم على بذل ما لهم من الحق عنده إلى الفقراء في أيام الحاجة. أبو يوسف رحمه الله حدثني بعض مشيختنا عن يزيد بن أبي حبيب أن عمر رضي الله عنه كتب إلى سعد حين افتتح العراق أما بعد فقد بلغني كتابك تذكر أن الناس سألوك أن تقسم بينهم مغانمهم وما أفاء الله عليهم فإذا أتاك كتابي هذا فانظر ما أجلب الناس به عليك إلى العسكر من كراع أو مال فاقسمه بين من حضر من المسلمين واترك الأرضين والأنهار لعمالها ليكون ذلك من أعطيات المسلمين فإنك إن قسمتها بين من حضر لم يكن لمن بعدهم شيء وقد كنت أمرتك أن تدعو من لقيت إلى الإسلام فمن أسلم واستجاب لك قبل القتال فهو رجل من المسلمين له

ذوی القربیٰ کے حصہ کو بالکلیہ ساقط کر دیا تھا اور کلبی اہلِ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اور دونوں مختلف روایتوں کے درمیان وجہ تطبیق اس علت میں نظر کرنے سے واضح ہوتی ہے جس کو عمرؓ نے علیؓ کے سامنے پیش کی اُن کے حصہ کے ترک کے بارے میں کہ دونوں امر صحیح ہیں اُن کے حصہ میں سے کمی کرنا بھی جس کے بارے میں ان کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ ان کا حق ہے اور اُن کا اپنے مال کو فقراء پر ایام حاجت میں خرچ کرنے پر برانگیختہ کرنا بھی جو اُن کے نزدیک حق میں سے تھا (جس کا اعتراف حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ سے کیا تھا)۔ ابو یوسف رحمہ اللہ، مجھ سے حدیث بیان کی میرے ایک شیخ نے یزید بن ابی حبیب سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعدؓ کو خط لکھا جب انھوں نے عراق کو فتح کیا اما بعد میرے پاس تمہارا خط پہنچا جس میں تم ذکر کرتے ہو کہ لوگوں نے تم سے درخواست کی کہ تم ان پر ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کر دو اور جو کچھ اُن کو اللہ نے بغیر جنگ کے دیا ہے۔ تو جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان چیزوں پر نظر کرو جو لوگ تمہارے پاس لشکر کی طرف گھوڑے یا اور مال لے کر آتے ہیں تو اُس کو مسلمانوں کے سامنے جو تمہارے پاس حاضر ہوں تقسیم کر دو اور زمینوں اور نہروں کو اُن کے عمّال کے پاس چھوڑ دو تاکہ یہ چیزیں مسلمانوں کو عطیات کے لئے باقی رہیں کیونکہ تم نے اگر اُن کو بھی حاضرین پر تقسیم کر دیا تو بعد والوں کے لئے کوئی شے باقی نہ رہے گی اور میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم جس کا سامنا کرو اس کو اسلام کی دعوت دو تو جو شخص مسلمان ہو جائے اور تمہاری دعوت قبول کر لے قتال سے پہلے تو وہ مسلمانوں میں کا ایک شخص ہے اُس کا حق وہی ہے جو دوسرے

مالہم وعلیہ ماعلیہم ولہ سہمہ فی الاسلام
ومن اجاب بعد القتال و بعد الھزیمۃ
فھو رجل من المسلمین و مالہ لاھل الاسلام
لانھم قد احرزوہ قبل اسلامہ
فھذا امری و عھدی ابو یوسف
حدثنی غیر واحد من علماء اھل المدینۃ
قالوا لما قدم علی عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ جیش العراق من قبل
سعد بن ابی وقاص شاور اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی تدوین
الدواوین و قد کان اتبع رای
ابی بکر رضی اللہ عنہ فی التسویۃ
بین الناس فلما جاء فتح العراق
شاور الناس فی التفضیل
ورای انہ الرای فاشار علیہ
بذلک من راٰہ و شاورھم فی قسمۃ
الارضین التی افاء اللہ علی
المسلمین من ارض العراق والشام
فتکلم قوم فیھا واراد وا ان یقسم لھم
حقوقھم و ما فتحوا فقال عمر
رضی اللہ عنہ فکیف بمن
یاتی من المسلمین فیجدون
الارض بعلوجھا قد قسمت
و ورثت عن الآباء و حیزت
ما ھذا

مسلمانوں کا ہے اور اس کے اوپر وہی حق ہے جو عام مسلمانوں پر
ہے اور اسلام میں اس کا حصّہ بھی لگے گا اور جو شخص بعد قتال
اور بعد ہزیمت کے دعوت قبول کرلے تو وہ (بھی اب) مسلمانو
میں کا ایک شخص ہے اور اس کا مال اہلِ اسلام کا ہے (اُس کی
واپسی نہ ہوگی) کیونکہ مسلمانوں نے اُس پر قبضہ کیا اُس کے اسلام
لانے سے پہلے۔ تو یہ میرا حکم ہے اور میری طرف سے تم پر ذمہ داری
ہے۔ ابو یوسفؒ ایک سے زیادہ عُلماء اہلِ مدینہ نے مجھ سے روایت
کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ جب سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس سے
عراق کا لشکر عمرؓ بن الخطاب کے پاس آیا تو اُنھوں نے اصحابِ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے رجسٹروں کے مُرتب کرنے کے بارے
میں مشورہ کیا اور (پہلے آپ) سب لوگوں کو مساوی رکھنے
میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اتباع کرچکے تھے۔ پھر جب
عراق سے فتوحات آئیں تو لوگوں سے بعض کو فضیلت دینے
کے بارے میں مشورہ کیا اور آپ نے دیکھا کہ عام رائے یہی ہے جس
سے آپ نے رائے لی اُس نے اسی طرف اشارہ کیا اور آپ نے
سرزمین عراق وشام کی زمینوں کی تقسیم کے بارے میں اُن سے
مشورہ کیا جن زمینوں کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمادیا
تھا تو ایک قوم نے اس کے بارے میں گفتگو کی اور اُنھوں
نے یہ تجویز کیا کہ ان (مجاہدین) کے حقوق اور اُن کے فتح کرنے کا
لحاظ کرتے ہوئے اُن کو بھی ان پر تقسیم کردیا جائے تو عمر رضی
اللہ عنہ نے کہا اس صورت میں ہم اُن مسلمانوں کے ساتھ کیا
کریں گے جو (آئندہ) آئیں گے اور تمام سرزمین کو اس حال میں
پائیں گے کہ وہ اُن رگبروں سمیت (جو اس زمین میں ممتاز مقام
رکھتے تھے) تقسیم ہوچکی اور آبائی ترکہ کی طرح وہ اُن کے وارث
قرار دیئے جاچکے اور وہ ان پر ذی اختیار بنائے جاچکے۔ میری یہ رائے

برأيي فقال له عبدالرحمن بن عوف فما
الرأي ما الارض والعلوج الا مما أفاء
الله عليهم فقال عمر ما هو الا كما تقول و
لست أرى ذلك والله لا يفتح بعدي
بلد فيكون فيه كبير نيل بل عسى أن
يكون كلا على المسلمين فاذا قسمت
ارض العراق بعلوجها وارض الشام بعلوجها
فما يسد به الثغور وما يكون للذرية و
الارامل بهذا البلد وبغيره وان اهل
الشام والعراق أكثروا على عمر وقالوا
لا تقف ما أفاء الله علينا بأسيافنا على
قوم لم يحضروا ولم يشهدوا ولابناء (وفي نسخة لمن)
قوم ولابناء ابنائهم لم يحضروا فكان
عمر رضي الله عنه لا يزيد
على ان يقول هذا رأيي
قالوا فاستشر فاستشار المهاجرين
الاولين فاختلفوا فاما عبدالرحمن
ابن عوف رضي الله عنه فكان
رأيه ان يقسم لهم حقوقهم و
رأي عثمان وعلي وطلحة
رأي عمر رضي الله عنهم
اجمعين فارسل الى عشرة
من الانصار خمسة من
الاوس وخمسة
من الخزرج

نہیں ہے۔ تو اُن سے عبدالرحمن رضؓ بن عوف نے کہا پھر کیا رائے ہے
زمین اور وہاں کے سُکّان تو مما افاء اللہ علیہم " (یعنی جو کچھ
اللہ نے اُن کو غنیمت میں دیا) میں داخل ہیں۔ تو عمر رضؓ نے کہا کہ
وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو اور میں یہ رائے (کہ زمینوں
کو زمینداروں سمیت تقسیم کر دیا جائے اس لئے) مناسب نہیں
سمجھتا کہ واللہ میرے بعد کوئی ایسا ملک فتح نہ ہوگا جس میں
کوئی بڑی آمدنی ہو بلکہ قیاس یہ ہے کہ وہ ایک بوجھ ہوگا
مسلمانوں پر تو جب عراق تقسیم کر دیا گیا مع اُس کے زمیندارو
کے اور سرزمین شام بھی تقسیم کر دی گئی زمینداروں سمیت
تو تم کس (خزانہ) سے سرحدوں کو مضبوط کروگے اور کہاں سے
امداد دے سکوگے اس شہر اور دوسرے مقام کے بچوں اور
بیکس عورتوں کو۔ اور حال یہ پیش آیا کہ اہلِ شام و عراق نے
(یعنی ان مجاہدین نے جو وہاں سے آتے تھے) عمر رضؓ کے ساتھ
بہت کہا سنی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہماری
تلواروں کے ذریعہ سے ہم کو غنیمت میں دیا ہے اُس کو آپ اُن
لوگوں پر وقف نہ کیجئے جو موجود نہیں ہیں اور نہ وہ میدان میں
نکلے اور اس قوم کی اولاد پر وقف نہ کیجئے اور نہ اُن کی اولاد
پر وقف کریں جو موجود بھی نہیں ہیں مگر عمر رضی اللہ عنہ اسی
قول پر جمے رہے کہ میری رائے تو وہی ہے۔ اُن لوگوں نے کہا تو
(مسلمانوں سے) مشورہ کر لیجئے۔ اس پر آپ نے مہاجرینِ اوّلین
سے مشورہ کیا تو وہ مختلف الرائے ہو گئے۔ عبدالرحمن رضؓ بن عوف
کی رائے یہ تھی کہ یہ ان کے حصے اُن پر تقسیم کر دیئے جائیں اور
عثمان رضؓ اور علی رضؓ اور طلحہ رضؓ کی رائے وہی تھی جو عمر رضؓ کی رائے
تھی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد عمر رضؓ نے انصار میں سے
دس آدمیوں کو بلایا، پانچ قبیلہ اوس کے اور پانچ قبیلہ خزرج کے

من کبرآئهم و اشرافهم فلما اجتمعوا
حمد الله و اثنیٰ علیه بما هو اهله
و مستحقه ثم قال انی لم ازعجکم
الا لان تشرکوا فی امانتی فیما
حملت من امورکم فانی واحد
کاحدکم و انتم الیوم تقرون بالحق
خالفنی من خالفنی و وافقنی من
وافقنی و لست ارید ان تتبعوا الذی
هو هوائی معکم من الله کتاب
ینطق بالحق فوالله لئن کنت نطقت
بامر اریده ما اردت به الا الحق
قالوا قد نسمع یا امیر المؤمنین
و قال قد سمعتم کلام هؤلاء
القوم الذین زعموا انی اظلمهم
حقوقهم وانی اعوذ بالله ان ارکب
ظلماً لئن کنت ظلمتهم شیئاً هو
لهم و اعطیته غیرهم لقد شقیت
ولکن رأیت انه لم یبق شیئ
یفتح بعد ارض کسریٰ و قد
غنمنا الله اموالهم و ارضهم و
علوجهم فقسمت ما غنموا من مال
اوردته بین اهله و اخرجت
الخمس فوجهته علیٰ وجهه
و انا فی توجیهه و
رأیت

جو انصار کے بڑے اور اشراف میں سے تھے جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد کی اور اس کی ثنا پڑھی جس کا وہ اہل و مستحق ہے۔ پھر کہا کہ میں نے آپ صاحبان کو صرف اس لئے تکلیف دی کہ مجھ پر آپ کے امور کے بارے میں جو ایک امانت کا بوجھ ہے اُس کے تحمل میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ میں تم ہی جیسا ایک شخص ہوں اور آج تم کو حق پر جمنا ہو گا جس کو مجھ سے اختلاف ہوا اُس نے اختلاف کیا اور جس نے موافقت کی اُس نے موافقت کا اظہار کیا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگ اس بات کا اتباع کرو جو میری خواہش ہو۔ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو حق بات بتاتی ہے۔ خدا کی قسم جو کچھ میں زبان پر لاتا رہا ہوں اس امر کے بارے میں جس کا میں ارادہ کر رہا ہوں میں نے اُس سے کسی شئے کا ارادہ نہیں کیا بجز حق کے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم سن رہے ہیں اے امیر المؤمنین۔ اور آپ نے کہا کہ تم سن چکے ہو اس قوم کا کلام جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں ان کے حقوق کے ساتھ ظلم کر رہا ہوں اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ ظلم کا مرتکب بنوں بخدا اگر میں نے ان پر ظلم کیا کسی ایسی شئے کے بارے میں جو اُن کی ہے اور میں نے اُس کو دوسرے لوگوں کو دیدیا تو میں درحقیقت بدکردار ہوں گا۔ لیکن میں نے یہ دیکھا کہ اب کوئی چیز باقی نہیں رہی سرزمین کسریٰ کے بعد جس کو فتح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اموال اور اُن کی زمینیں اور اُن کے زمینداروں کو ہمیں غنیمت میں دیا تو جو کچھ مال غنیمت میں آیا میں نے اُس کو تقسیم کر دیا اور حقداروں کو اس کا وارث بنا دیا اور میں نے خمس نکالا تو اُس کو بھی اُس کے مصارف میں پہنچا دیا اور میں اس کام میں ابھی تک لگ رہا ہوں اور میں نے یہ رائے قائم کی

أن أحبس الأرضين بعلوجها وأضع
عليهم فيها الخراج وفي رقابهم
الجزية يؤدونها فيكون فيئا
للمسلمين المقاتلة والذرية ولمن
يأتي بعدهم أرأيتم هذه الثغور
لا بد لها من رجال يلزمونها أرأيتم
هذه المدن العظام كالشام و
الجزيرة والكوفة والبصرة ومصر
لا بد لها من أن تشحن بالجيوش وإدرار
العطاء عليهم [illegible]
هؤلاء إذا قسمت الأرضين والعلوج
فقالوا جميعا الرأي رأيك
[illegible] ما قلت وما رأيت إن لم
تشحن هذه الثغور وهذه المدن
بالرجال وتجري عليهم [illegible]
به رجع أهل الكفر إلى مدنهم
فقال قد بان لي الأمر فمن
رجل له جزالة وعقل يضع
الأرض مواضعها ويضع على العلوج
ما يحتملون فاجتمعوا له على
عثمان بن حنيف وقالوا تبعثه إلى
أهم من ذلك فإن له بصرا و
عقلا وتجربة فأسرع إليه
عمر فولاه مساحة أرض
السواد

کہ زمینوں کو اُن کے کاشتکاروں سمیت روک لوں اور ان زمینوں
کے بارے میں اُن پر خراج (یعنی سرکاری لگان) اور اُن کی
گردنوں پر اتنا جزیہ (ٹیکس) جس کو وہ بخوشی ادا کرسکیں
قائم کردوں تو یہ ایک شے (یعنی مستقل ذریعۂ آمدنی) مسلمانوں
کے لئے ہوگی لڑنے والی جماعت کے لئے، مسلمانوں کی اولاد
کے لئے اور اُن مسلمانوں کے لئے جو اُن کے بعد آنے والے ہیں۔
کیا تم نے ان ملکی سرحدوں پر غور کیا کہ اُن کی حفاظت کے لئے ایسے
لوگوں کی ضرورت ہے [illegible]
[illegible]
پر اور کوفہ و بصرہ اور مصر پر کہ ضرورت ہے کہ ان کو لشکروں سے
بھر دیا جائے اور لشکر والوں کو وظائف دیئے جائیں تو ان لوگوں
کو کہاں سے دیا جائے گا جب کہ یہ زمینیں اور اُن کے کاشتکار
تقسیم کردیئے جائیں گے۔ تو سب نے کہا کہ بس رائے آپ ہی کی رائے
ہے جو کچھ آپ نے کہا اور جو رائے قائم کی وہ بہت مناسب ہے۔
اگر ان سرحدوں کو لوگوں سے نہ بھرا گیا اور ان شہروں میں فوجوں
کو نہ بٹھایا گیا جن کے لئے امداد کا اجراء بھی ضروری ہوگا جس سے
وہ قوت حاصل کریں تو اہل کفر پھر اپنے شہروں کی طرف
لوٹ آئیں گے۔ اس کے بعد عمرؓ نے فرمایا کہ اب معاملہ واضح ہو چکا
ہے تو اب بتلائے وہ کون ایسا شخص ہے جس میں [illegible]
اور عقل ہو جو زمین پر لگان قائم کرے اور [illegible]
پر اتنا ٹیکس قائم کرے جس کو وہ برداشت [illegible] آپ کے
سامنے متفق الرائے ہوتے ہوئے [illegible] پیش کیا اور انھوں نے
عرض کیا کہ آپ ان کو اس سے بھی زیادہ اہم کام پر بھیج سکتے
ہیں کیونکہ وہ صاحب بصیرت و صاحب عقل و تجربہ کار ہیں۔ تو عمرؓ نے
فوراً ہی اُن کو (عراق و شام کی) مزروعہ زمینوں کا پیمائش بندوبست

فأدّت جبايةُ سوادِ الكوفة قبلَ أن
يموتَ عمر بعامٍ مائة ألف ألفٍ و
الدرهمُ يومئذ درهمٌ ودانقان ونصفٌ
كانت الدراهمُ يومئذ وزن الدرهم
مثل وزنِ المثقال وحدّثني الليث بن
سعد عن حبيب بن ابي ثابت ان اصحابَ
رسولِ الله صلى الله عليه وسلم و
جماعةَ المسلمين ارادوا عمر بن الخطّاب
ان يُقسم الشامَ كما قسم رسولُ الله
صلى الله عليه وسلم خيبر وانّه كان
اشدَّ الناس عليه في ذلك الزبير بن
العوام وبلالُ بن رباح فقالَ عمر
إذنْ اترككم مَن بعدَكم من المسلمين
لاشيَ لهم ثم قالَ اللّهمّ اكفني
بلالاً واصحابَه قال ورأى المسلمونَ
انّ الطاعونَ الذي اصابهم بعمواس
كانَ عن دعوة عمر قالَ وتركهم
عمر ذمةً يؤدّونَ الخراج الى المسلمين
وحدّثني محمد بن اسحق عن الزهري
ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه استشار
الناسَ في السواد حين افتتح فرأى
عامتهم ان يَقسمه وكانَ بلالُ بن
رباح من اشدّهم في ذلك وكانَ
رأى عمر أن يتركه ولا يقسمه
فقالَ اللّهمّ اكفني بلالاً

بنادیا تو اراضی کوفہ کی مالگذاری عمرؓ کے انتقال سے ایک سال قبل تک دس کروڑ درہم تک پہنچ گئی اور اُس زمانہ کا درہم (بعد کے دور کے) ایک درہم اور اڑھائی دانگ کے برابر تھا۔ درہم اُس زمانہ میں ایسے ہوتے تھے کہ درہم کا وزن مثقال کے وزن جیسا ہوتا تھا۔ اور مجھ سے روایت کیا لیث بن سعد نے حبیب بن ابی ثابت سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ عمرؓ بن الخطّاب سے شام کو تقسیم کرائیں جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں عمرؓ کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ سختی کرنے والے زُبیر بن العوام اور بلال بن رباح تھے تو عمرؓ نے کہا کہ پھر تو میں تمھارے بعد آنے والے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑوں گا کہ اُن کے لئے کچھ بھی نہ ہوگا۔ پھر عمرؓ نے دُعاء کی کہ یا اللہ بلالؓ اور اُس کے ساتھیو کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا۔۔ کہا (حبیب بن ابی ثابت نے) کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ عمواس میں جو طاعون ان پر پڑا وہ عمرؓ کی دُعاء کے نتیجہ میں پڑا تھا۔ اور کہا کہ عمرؓ نے اُن (شہروں کے قدیم باشندوں) کو ذمّی بنا کر چھوڑ دیا کہ وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں۔ اور مجھ سے روایت کیا محمد ابن اسحٰق نے زُہری سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے لوگوں سے اراضی مزروعہ کے بارے میں مشورہ کیا جب (عراق و شام کی) فتح ہوگئی تو عام لوگوں کی رائے یہ ہوگئی کہ وہ ان کو (لڑنے والوں پر) تقسیم کردیں۔ اور بلال بن رباح اُن (تقسیم اراضی کا مطالبہ کرنے والوں) میں اس بارے میں سب سے زیادہ سخت تھے اور عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور تقسیم نہ کریں تو عمرؓ نے دُعاء کی کہ یا اللہ بلالؓ کے مقابلہ پر تو میرے لئے کافی ہوجا

ومكثوا في ذلك يومين او ثلثا او دون ذلك ثم قال عمر اني قد وجدت حجة قال الله عز وجل في كتابه وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ حتى فرغ من شان بني النضير فهذه عامة في القرى كلها ثم قال مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ثم قال لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ثم لم يرض حتى خلط بهم غيرهم فقال وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ

اور یہ لوگ اس (جھگڑے) میں دو دن یا تین دن یا اس سے کچھ کم لگے رہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ میں حجت پا چکا ہوں۔ اللہ عز وجل نے اپنی کتاب میں فرمایا وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ تا قَدِيْرٌ ۝ (۵۹ : ۶)

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان سے دلوایا سو تم نے نہ اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" یہاں تک کہ فارغ ہوگیا بنو نضیر کے تصفیہ سے تو اب یہ عام ہے تمام بستیوں کے بارے میں، پھر فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ تا شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (۵۹ : ۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسولؐ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوادے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (آپؐ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجاوے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے۔" پھر فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ تا الصّٰدِقُوْنَ ۝ (۵۹ : ۸) ان حاجتمند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں۔" پھر حق تعالیٰ نے اس پر بس نہیں کر دیا بلکہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا چنانچہ فرمایا وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ تا هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي
صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا
وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ
بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ
نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
فهٰذا فيما بلغنا والله اعلم في الانصار
خاصةً ثم لم يرض حتى خلط بهم
غيرهم فقال وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ
لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ فكانت هٰذه عامةً
لمن جاء بعدهم فقد صار هٰذا الفيء بين
هٰؤلاء جميعًا فكيف نقسمه لهٰؤلاء
وندع من تخلّف بغير قسم فاجمع
على ترك التقسيم وجمع خراجه ابو يوسف
الذي رأى عمر رضي الله عنه من
الامتناع من قسمة الارضين بين
من افتتحها عند ما عرّفه الله
ما كان في كتابه من بيان ذٰلك
توفيقٌ من الله تعالى كان
له فيما صنع
فيه

(۵۹ : ۹) اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار الاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" تو یہ اس علم کے مطابق ہے جو ہم کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے خاص طور پر انصار کے حق میں ہے، پھر اس پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اُن کے ساتھ دوسروں کو بھی شامل کیا اور فرمایا وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ تا رَحِيمٌ ۝ (۵۹ : ۱۰)۔ اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" تو یہ آیت عام ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اُن کے بعد آئے تو یہ فے اُن سب کے لئے ہے تو ہم اس کو اِن ہی لوگوں پر کیسے تقسیم کر دیں اور بعد والوں کو بغیر حصّہ کے چھوڑ دیں تو تقسیم کے ترک پر صحابہ کا اجماع ہو گیا اور اس کے خراج کے جمع کرنے پر۔ ابو یوسف رحمہ اللہ، جو رائے قائم فرمائی عمر رضی اللہ عنہ نے کہ زمینوں کو اُن لوگوں پر تقسیم ہونے سے روکا جائے جنھوں نے ان کو فتح کیا اس حجت کو پیش نظر رکھ کر جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہ توفیق تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اُن کو دی گئی، اس میں جو کچھ اُنھوں نے کیا

كانت الخيرة لجميع المسلمين و فيما
رأى من جمع خراج ذلك وقسمته
بين المسلمين عموم النفع لجماعتهم
لان هذا لو لم يكن موقوفا على الناس
في الاعطيات و الارزاق ولم
تشحن الثغور ولم تقوى الجيوش
على المسير في الجهاد و لما
امن برجوع اهل الكفر اليهم
اذا خلت من المقاتلة و المرتزقة
و الله اعلم بالخير حيث كان
قال الشافعي الدور و الارضون
مما تصالحوا عليه وقف للمسلمين
يستغل غلتها في كل عام قال
و احسب ما تركه من بلاد اهل الشرك
هكذا او شئ استطاب انفس
من ظهر عليه بخيل و ركاب فتركوه
كما استطاب رسول الله صلى الله
عليه وسلم انفس اهل سبي
هوازن فتركوا حقوقهم قال و
في حديث جرير بن عبد الله
عن عمر انه عوض منه من
حقه و يشبه قول جرير عن
عمر لولا اني قاسم
مسئول
لتركتم

تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور جو رائے اُنھوں نے قائم کی کہ اس کا خراج جمع کیا جائے اور اس کو مسلمانوں پر تقسیم کیا جاتا رہے جماعتِ مسلمین کے لئے اس کا عام نفع تھا کیونکہ اس کو اگر عام مسلمانوں پر عطایا اور وظائف کے وقف شدہ نہ قرار دی جاتی تو سرحدوں کی حفاظت کے لئے لشکر متعین نہ ہوسکتا اور جہاد پر روانگی کے لئے لشکروں کو طاقت نہ پہنچائی جاسکتی اور کبھی اہلِ کفر کے اپنے شہروں کی طرف واپسی سے بے فکری نہ حاصل ہوسکتی جب کہ وہ شہر خالی ہوتے جنگی مردوں اور وظائف پانے والے لوگوں سے اور اللہ تعالیٰ خیر کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے وہ جہاں بھی ہو۔ شافعیؒ نے کہا کہ مکانات اور زمینیں جن پر باہمی صلح ہوئی ہو مسلمانوں کے لئے وقف ہے اُن کی آمدنی ہر سال جمع کی جائے گی اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اہلِ شرک کے چھوڑے ہوئے شہر اسی طرح کے تھے اور کچھ ایسی زمین تھی جس میں عمرؓ نے ان لوگوں کے نفسوں کی رضامندی چاہی جو کہ گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر (یعنی جنگ سے) اس پر غالب ہوئے تو اُنھوں نے اُس شے (سے اپنے حقوق) کو چھوڑ دیا جیسا کہ رضامندی حاصل کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے جن کے پاس ہوازن کے قیدی تھے تو اُنھوں نے اپنے حقوق کو ترک کر دیا تھا (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر رضامند ہو کر ان کو آزاد کر دیا تھا) کہا (امام شافعیؒ نے) اور جریر بن عبد اللہؓ کی حدیث میں عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ان کو ان کے حق کا بدلہ دیدیا تھا اور مشابہ ہے قول جریرؓ کے جو عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں جس سے باز پُرس بھی ہوگی تو میں تم کو چھوڑ دیتا

علیٰ ما قسمتُ لکم اَن یکونَ قسم لھم بلادَ
صلحٍ مع بلادِ ایجافٍ فرداً قسم الصلح
و عوّض من بلاد الایجاف بالخیل و
الرکاب ثلثٌ والاوجہ عندی ان الفارس
و الروم کانوا متسلّطین علیٰ ملّاک الارض
یاخذون منھم الخراج ولم یکونوا ملّاکَ
الارض و زرّاعھا ولا ورثوھا عن آبائھم
و اجدادھم فقاتل المسلمون اولئک المتغلّبین
حتی دفعوھم عن سواد الشام والعراق واما
ملّاک الارض و علوجھا الذین کانوا
یزرعونھا و یسکنونھا و ورثوھا عن آبائھم
فاکثرھم صلحوا المسلمین والتزموا
الخراج و بعضھم ظاھروا الروم والفارس
و قاتلوا معھم فاشتبہ الامر علی الناس
فظنّ عوامھم انّ الاراضی مغنومۃ لوجود
المقاتلۃ فی الجملۃ و فطن الخواصّ
بانّ المقاتلۃ انما کانت مع
المتسلّطین المتغلّبین و اما اہل
الارض الذین ھم ملّاکھا و سکّانھا
فانّ اکثرھم صالحوا المسلمین و افتتحھا
المسلمون صلحاً من غیر
ایجافِ خیلٍ و لا رکابٍ و
انما اوجفوا

اس پر جو تمہارے لئے کیا جا چکا ہے کہ بلادِ صلح مع بلادِ ایجاف
اُن (عام مسلمانوں) کے حصہ میں آئے۔ پھر عمرؓ نے صلح سے قبضہ
کئے ہوئے علاقہ کو تو الگ کر لیا اور بلادِ ایجاف کا جن پر گھوڑوں
اور اونٹوں سے لڑائی ہوتی بدلہ دے دیا۔ میں کہتا ہوں اور معقول
وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ فارس اور روم متسلّط تھے زمین کے
مالکوں پر اور ان سے خراج لیا کرتے تھے اور فارس و روم والے
خود زمین کے مالک نہ تھے اور نہ اُس کو زراعت کرنے والے تھے
اور نہ اُن کو ان کے باپ اور دادا سے وراثت میں ملی تھی تو مسلمانوں
نے ان غلبہ پانے والوں فارس اور روم سے قتال کیا یہاں تک
کہ ان کو دھکیل دیا شام اور عراق کے سرسبز علاقہ سے۔ رہے
زمینوں کے مالک اور اُن کے باشندے جو اُن زمینوں کی زراعت
کرتے اور اُن پر رہتے تھے اور اپنے باپ دادا سے اُن کے وارث
بنتے آتے تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے مصالحت
کر لی اور خراج کا دیتے رہنا منظور کر لیا اور ان میں کے بعض لوگوں
نے روم اور فارس کو مدد دی اور اُن کے ساتھ مل کر (مسلمانوں
سے) قتال کیا تو لوگوں پر یہ امر مشتبہ ہو گیا اور عام لوگوں کو
یہ گمان ہو گیا کہ تمام زمینیں غنیمت میں آئی ہوئی ہیں کہ فی الجملہ
سب ہی کے لئے قتال وجود میں آیا۔ لیکن خواص نے یہ سمجھ لیا
کہ مقاتلہ تو متسلّطین اور متغلّبین (یعنی فارس اور روم والوں)
سے ہوا تھا، رہے زمین والے جو کہ ان کے مالک، اور اُن کے باشندے
تھے تو ان میں کے اکثر لوگوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی
اور اُس کو مسلمانوں نے بغیر اس کے کہ اس میں گھوڑے اور اونٹ
دوڑائیں صلح سے فتح کیا تھا اور ایجاف (یعنی جنگ) تو اُن دوسرے

عہ یہ قول بریدہ ہے۔ علیٰ ما قسمتُ لکم پر عمرؓ کا قول ختم ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خیبر میں ہوا تھا کہ جو حصہ فتح ہوا تھا ایجاف خیل
و رکاب سے وہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ میں اسی تقسیم کو تم پر چھوڑ دیتا ہوں ۱۲ مترجم

علیٰ غیرہم ممن تغلّب علیہم فلذلک تلا
عمر آیۃ الفئ فی ہذہ المسئلۃ واما القلیل
منہم الذین قاتلوا المسلمین علیٰ اراضیہم
مع جنود فارس والروم فاراضیہم مغنومۃٌ
استطاب نفوسہم عنہا عمر بن الخطاب
حین اراد ایقاف السواد فمن لم یطب نفسًا
عوّضہ وان کان الامر علیٰ ماذہب
الیہ ابو یوسف فسواد العراق والشام
محوّل عن سنن الاموال المغنومۃ مخصوص
من عموم قولہ تعالیٰ واعلموا انما
غنمتم من شیءٍ باجماع الصحابۃ و
بما فہموا من حدیث النبیّ صلی اللہ
علیہ وسلم مقتضیٰ کلامہ فی فتح
فارس والروم واما غیرہا من البلاد
فعلیٰ ما قال الشافعی علیٰ نوعین احدہما
ما افاء اللہ تعالیٰ من غیر ایجاف خیل
ولا رکاب ویجعل خزانۃً للغزاۃ کما
صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بنصف خیبر الذی اصابہ من غیر
ایجاف وکما صنع بالنضیر وفدک [نام قریہ ایست از خیبر ۱۲]
والثانی ما افاء اللہ تعالیٰ بایجاف
الخیل والرکاب فیقسم علیہم کما
صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بنصف خیبر الذی اصابہ عنوۃً وہذا
الذی ذہبنا الیہ

لوگوں سے ہوا تھا جنھوں نے ان (باشندوں اور کاشتکاروں)
پر غلبہ حاصل کیا تھا اسی لئے عمرؓ نے آیتِ فئے کی تلاوت کی
اس مسئلہ میں۔ رہے ان میں کے وہ تھوڑے سے لوگ جنھوں
نے اپنی زمینوں پر فارس اور روم کے لشکروں کے ساتھ مل کر
مسلمانوں سے قتال کیا تھا تو ان کی زمینیں مالِ غنیمت تھیں
اُن کی ذوات سے عمر رضی اللہ عنہ نے جب پورے علاقہ کو وقف
قرار دیدینے کا ارادہ کیا تو رضامندی حاصل کی تو جو بخوشی آمادہ
نہ ہوا اُس کو معاوضہ دیدیا۔ اور اگر بات وہ ہو جس کی طرف
ابو یوسفؒ گئے ہیں تو عراق اور شام کا علاقہ اموالِ غنیمت
کے طریقوں سے (دوسرے اصول کی طرف) ہٹایا گیا اور خاص
کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے عموم سے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ الخ (۸: ۴۱) اور اس بات کو جان لو کہ جو شئے
(کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ الخ"
بذریعہ اجماع صحابہؓ کے اور حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
فارس اور روم کی فتح کے بارے میں جو آپ کے مقتضائے کلام کو
اصحاب نے سمجھا تھا۔ رہے ان کے سوا دوسرے شہر تو جیسا کہ امام
شافعیؒ نے کہا وہ دو قسم کے ہیں۔ ایکؔ ایسے کہ جو اللہ تعالیٰ نے
عطا کئے بغیر ایجافِ خیل ورکاب کے (یعنی بغیر مقاتلہ) اور یہ بنائے
جائیں گے خزانہ غازیوں کے لئے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے نصف خیبر کے ساتھ کیا جو بغیر لڑے ہاتھ لگا تھا
اور جیسا کہ آپ نے نضیر اور فدک [خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے ۱۲] کے ساتھ کیا۔ دوسرے ایسے جن کو
اللہ تعالےٰ نے ایجافِ خیل ورکاب سے دیئے (یعنے مجاہدین کو لڑائی
کرنا پڑی) تو یہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے اس نصف حصّہ کے ساتھ عمل کیا جو
آپؐ کے قبضہ میں لڑائی سے آیا تھا۔ اور یہ تحقیق جس کی طرف ہم گئے ہیں

مدلولُ ظاهر ما رواه مالكٌ والشافعي
عن زيد بن اسلم عن ابيه قالَ
عمر لولا آخر المسلمين ما فُتِحَتْ مدينةٌ
الاّ قسمتُها كما قسم رسولُ الله صلى الله
عليه وسلم خيبرَ الشافعي تعليقًا عن جرير
ابن عبدالله عن عمر لولا انّي قاسم مسئول
لتركتكم على ما قُسِم لكم فبهذه الرواية
يتعيّن حملها على المفتوح عنوةً فان
رسول الله صلى الله عليه وسلم ما قسم
عليهم الاّ المفتوح عنوةً ولكن ظهر
لعمرَ و جمهور الصحابة مصلحة اقتضت
ترك قسمةِ المفتوح عنوةً وجعلَه
خزانةً للغزاة عُدّةً للسلاح و
الكراع الشافعي عن الزهري عن
مالك بن اوس ان عمر قالَ
ما احدٌ الاّ له في هذا المال حقٌّ
أُعطيه او مُنِعه الاّ ما ملكت ايمانكم
الشافعي عن ابن المنكدر عن مالك
ابن اوس قالَ عمر لئن عِشتُ
ليأتينّ الراعي بسرو حمير حقّه
ثم اوّلَ الشافعيُّ كلام عمر
فقالَ معناه ما احدٌ من اهل
الفيء الذين يغزون الاّ وله
حقٌّ في مال الفيء او الصدقة
قالَ

مدلول ہے اُس ظاہر روایت کا جس کو مالکؒ اور شافعیؒ نے روایت کیا زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بعد کے مسلمان (جن کے حق کی صراحت والذین جاؤا من بعدہم میں فرما دی گئی) نہ ہوتے (یعنی ان کا حق پیش نظر نہ ہوتا) تو کوئی شہر فتح نہ ہوتا مگر میں اس کو اسی طرح تقسیم کرتا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔ شافعیؒ تعلیقاً جریر بن عبداللہؓ سے وہ عمرؓ سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں ایسا تقسیم کرنے والا ہوں کہ مسئول بھی ہوں تو میں تم کو اس تقسیم پر چھوڑ دیتا جو تمہارے لئے کی گئی تھی۔ تو اس روایت سے اُس کا ایسی اراضی پر محمول ہونا متعین ہو جاتا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی زمینیں اُن کو تقسیم کی تھیں جو جنگ سے فتح ہوئی تھیں۔ لیکن عمرؓ اور جمہور صحابہؓ پر ایسی مصلحت کا ظہور ہوا جو لڑائی سے فتح کی ہوئی زمینوں کی تقسیم کے ترک کی مقتضی ہوئی اور اُس کو غازیوں کے لئے خزانہ اور سامانِ جہاد یعنی ہتھیاروں اور سواریوں وغیرہ کی فراہمی کے لئے روکنے کی مقتضی ہوئی۔ شافعیؒ زہری سے وہ مالکؒ ابن اوس سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں مگر اس کا اس مال میں حق ہے اس کو دیا جائے یا روکا جائے بجز اُن لوگوں کے جو تمہاری ملک میں ہیں (یعنی غلام اور لونڈی)۔ شافعیؒ ابن المنکدرؒ سے وہ مالک بن اوس سے کہ عمرؓ نے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو سرو حمیر کے ایک چرواہے کے پاس اُس کا حق ضرور پہنچ جائے گا۔ پھر شافعیؒ نے عمرؓ کے کلام کی تاویل کی اور کہا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اہلِ فے میں سے جو جہاد کرتے ہیں کوئی شخص نہیں مگر مالِ فے یا صدقہ میں اُس کا حق ہے۔ کہا اور جو

والذے احفظ عن اہل العلم ان الاعراب
لا یعطون من الفیٔ قلت الاوجہ عندی
ان الاختلاف بین عمل النبی صلے اللہ
علیہ وسلم وابی بکر وبین عمل عمر فی قسم
الفیٔ منشاۂ اختلاف قلۃ الفیٔ وکثرتہ
وقد اشار عمر الی ان آیۃ الفیٔ شملت
جمیع المسلمین لم تترک منہم شیئا ولکن
المرعی فی التقسیم تقدیم الاحوج فالاحوج
البیہقی عن حارثۃ بن مضرب العبدی
قال عمر انی انزلت نفسی من مال اللہ بمنزلۃ
والی الیتیم ان استغنیت استعففت و
ان افتقرت اکلت بالمعروف الشافعی
عن الاحنف بن قیس ان عمر قیل لہ فی امۃ
مرت فقال انہا لا تحل لی انہا من مال
اللہ و قال اخبرکم بما استحل من مال
اللہ او قال بما یحل لی استحل منہ
حلتین حلۃ الشتاء وحلۃ القیظ وما
احج علیہ واعتمر وقوتی وقوت
عیالی کقوت رجل من قریش لا من
اغنیائہم ولا من فقرائہم ثم انا
بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما
اصابہم الشافعی اخبرنا غیر
واحد من اہل العلم انہ لما قدم علی عمر بن
الخطاب بما اصیب بالعراق قال لہ
صاحب بیت المال انا ادخلہ

بات اہل علم کی مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ اعراب کو فے میں سے نہیں
دیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بڑی وجہ یہ ہے کہ
جو اختلاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضہ کے عمل اور عمر رضہ کے
عمل کے درمیان فے کی تقسیم میں ہے اُس کا منشاء فے کی قلت
وکثرت ہے اور عمر رضہ اشارہ کر چکے ہیں اس طرف کہ آیت فے جملہ
مسلمین کو شامل ہے اُن سے کوئی شے ترک نہیں کی گئی لیکن تقسیم
میں جس بات کی رعایت رکھی گئی وہ زیادہ حاجتمند کو پھر اُس
سے کم حاجتمند کو مقدم کر دینا ہے۔ بیہقی حارثہ بن مضرب العبدی
سے عمر رضہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کے مال میں والیٔ
یتیم کے مرتبہ میں رکھا ہے اگر میں مستغنی ہوا تو نہ لیا اور اگر
ضرورتمند ہوا تو کھا لیا عام طریقہ کے مطابق۔ شافعیؒ احنف
ابن قیس سے کہ عمر رضہ سے ایک کنیز کے بارے میں کہا گیا جو گزری (کہ
آپ اس کو اپنے زیر تصرف رکھیں) تو فرمایا کہ یہ میرے لئے حلال
نہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے اور کہا کہ میں تم کو خبر
دیتا ہوں کہ اللہ کے مال میں سے میں کیا حلال قرار دیتا ہوں
یا یہ فرمایا کہ میرے لئے کیا حلال ہے۔ میں اس میں سے حلال
رکھتا ہوں دو جوڑے ایک جوڑا سردی کا اور ایک جوڑا گرمی
کا اور ایسا (سواری کا) جانور جس پر سوار ہو کر میں حج
کرلوں اور عمرہ کرلوں اور میرا کھانا قریش کے ایک عام آدمی
کے مانند ہے نہ اُن میں کے مالداروں کے مانند اور نہ فقراء کے۔
پھر اس کے بعد میں مسلمانوں میں کا ایک شخص ہوں جو
مصیبت ان پر آئے گی (قحط وغیرہ کی) وہ مجھ پر بھی آئے گی۔
شافعیؒ ہم کو ایک سے زیادہ اہل علم نے خبر دی کہ جب وہ
اموال جو عراق میں ہاتھ لگے تھے عمر رضہ بن الخطاب کے پاس آئے
تو اُن سے بیت المال کے منتظم نے کہا کہ میں اس کو بیت المال میں

بیت المال قال لا و رب الکعبۃ
لا یُؤوِیْہِ تحت سقفِ بیتٍ حتی
اَقسِمَہٗ فامر بہ فوُضِعَ فی المسجد و
وُضِعَت علیہ الانطاعُ و حرسہ رجالٌ
من المہاجرین والانصار فلما اصبح
غدا معہ العباسُ بن عبد المطلب و
عبد الرحمن بن عوف آخذا بید
احدِہما او احدُہما آخذٌ بیدہ فلما رأوہ
کشفوا الانطاعَ عن الاموال فرأی
منظرًا لم یَرَ مثلہٗ، رأی الذہبَ
فیہ والیاقوتَ والزبرجدَ واللؤلؤ یتلألأ
فبکیٰ فقال لہٗ احدُہما انہ واللہ ما ہو
بیوم بکاءٍ ولکنہ یوم شکرٍ وسرورٍ
فقال انی واللہ ما ذہبتُ حیث
ذہبتَ ولکنہ واللہ ما کثر ہذا قط
فی قومٍ الا وقع بأسہم بینہم ثم
اقبل علی القبلۃ ورفع یدیہ الی
السماء وقال اللہم انی اعوذ بک
ان اکون مستدرَجا فانی اسمعک
تقول سنستدرجہم من حیث لا یعلمون
ثم قال این سراقۃ بن
جعشم فاُتی بہ اشعرَ الذراعین
دقیقہما فاعطاہ سوارَی
کسری بن ہرمز وقال
البسہما

داخل کروں؟ فرمایا کہ نہیں قسم ہے رب کعبہ کی کہ اس کو دسنگوا کر رکھنا تو در کنار) بیت کی چھت کے نیچے بھی نہ جگہ دی جائے گی مجھے یہ تقسیم کر دینا ہے۔ تو آپ کے حکم کے مطابق وہ مسجد میں رکھدیا گیا اور اس کے اوپر چرمی فرش ڈال دیتے گئے اور مہاجرین وانصار میں کے مردوں نے اُس پر پہرہ دیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو ان کے ساتھ عباس بن عبد المطلب اور عبد الرحمن بن عوف ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوتے یا ان دونوں میں سے ایک حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوتے آتے۔ جب اُنھوں نے اُس انبار کو دیکھا اور چرمی فرش اموال کے اُوپر سے اُٹھاتے تو ایسا منظر دیکھا جو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اُس میں سونا تھا اور یاقوت اور زمرد اور موتی چمک رہے تھے تو عمرؓ رونے لگے تو اُن سے ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ واللہ یہ رونے کا دن نہیں ہے بلکہ یہ یوم شکر و مسرت ہے تو عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ میں وہاں نہیں گیا جہاں تم گئے ہو لیکن حقیقت یہ ہے (جس پر میری نظر پہنچی) کہ واللہ اس کی کثرت کسی قوم میں نہیں ہوتی مگر ان کے مابین خانہ جنگی اور لڑائی واقع ہو گئی..... پھر قبلہ کی طرف رخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے اور کہا کہ اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں مُستدرَج بننے سے (یعنی کہ مجھے ڈھیل دی گئی ہو) کیونکہ میں نے آپ کا یہ ارشاد سنا ہے سَنَستدرِجُہُم الخ (۶۸: ۴۴)

ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لیجا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔" پھر فرمایا کہاں ہے سُراقہ بن جعشم (یعنی سُراقہ بن مالک بن جعشم) تو اس کو لایا گیا اس حال میں کہ اُس کے دونوں پتلے پتلے بازوؤں پر بہت بال تھے تو اس کو کسریٰ بن ہرمز کے کنگن دیئے اور کہا کہ ان دونوں کو پہن تو

فنفعل سراقة بن مالک فقال قل الله
اکبر قال الله اکبر قال قل الحمد
لله الذی سلبهما کسرٰی بن
ہرمز والبسهما سراقة بن مالک بن
جعشم اعرابیا من بنی مدلج وجعل
یقلب بعض ذلک بعضا فقال
ان الذی ادی هذا لامین فقال
له رجل انا اخبرک انت امین الله
وهم یؤدون الیک ما ادیت الیٰ
الله فاذا رتعت رتعوا قال
(اگر تو بھی چرے ایسا ہی وہ کھاوینگے ۱۲)
صدقت ثم فرقه قال الشافعی و
انما البسهما سراقة بن مالک لان النبی
صلی الله علیه وسلم قال لسراقة
وقد نظر الی ذراعه کانی بک قد
لبست سوارے کسرٰی قال ولم
یجعل له الا سوارین قال الشافعی
اخبرنا الثقة من اهل المدینة قال
انفق عمر بن الخطاب رضی الله عنه علی
اهل الرمادة حتی وقع مطر فترحلوا فخرج
علیهم عمر راکبا فرسا ینظر الیهم وهم یترحلون
بظعائنهم فدمعت عیناه فقال رجل
من بنی محارب بن خصفة اشهد
انها انحسرت عنک
(ماندہ و کردہ از تو ۱۲)
ولست بابن

سراقہ بن مالک نے تعمیل کی تو فرمایا کہ کہہ اللہ اکبر۔ سراقہ نے کہا اللہ اکبر۔ فرمایا کہ کہہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کو کسرٰے بن ہرمز سے چھینا اور ان کو سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنایا جو کہ بنی مدلج میں کا ایک دیہاتی ہے۔ پھر ان میں کی بعض چیزوں کو الٹنا پلٹنا شروع کیا اور فرمایا بیشک جس شخص نے اس کو ادا کیا (یعنی لاکر دیا) وہ ضرور امانت دار ہے تو اُن سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور وہ لوگ آپ کو ادا کرتے رہیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ کو ادا کرتے رہیں گے۔ پھر جب تم کھانا شروع کرو گے تو وہ بھی کھانے لگیں گے۔ فرمایا کہ تو نے سچ کہا۔ پھر اس کو تقسیم کردیا۔ کہا شافعی رح نے کہ اُن (کنگنوں) کو سراقہ بن مالک کو اس بنا پر پہنایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا اُس کے بازوؤں پر نظر کرتے ہوئے کہ گویا میں تیرے ساتھ ہوں اور تو نے کسرٰے کے کنگن پہن رکھے ہیں۔ کہا کہ اس کے حصہ میں اور کچھ نہیں لگایا بجز ان کنگنوں کے۔ کہا شافعی رح نے کہ ہم کو خبر دی مدینہ والوں میں کے ایک ثقہ نے کہا کہ عمر رض بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (قحط زدگان) اہل[ع۵] رمادہ پر خرچ کیا یہاں تک کہ بارش ہوگئی تو ان لوگوں نے کوچ کیا تو ان کی طرف عمر رض گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے، ان کو دیکھ رہے تھے اور وہ اپنی (ہودوں میں بیٹھنے والی) عورتوں کے ساتھ کوچ کر رہے تھے تو اُن کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں تو ایک شخص جو بنی محارب بن حفصہ کا تھا بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس جماعت نے آپ کی طرف سے رنج نہیں اٹھایا (کیونکہ آپ ان پر بہت خرچ کرتے رہے ہیں) اور آپ کسی باندی کے

ع۵ یہ ایک قحط کا نام ہے جو حضرت فاروق رض کے عہد میں پڑا تھا اور چونکہ اس زمانہ میں لوگوں کا رنگ خاکستری ہو گیا تھا اس لئے رمادہ کہا گیا ۱۲

أمية فقال له عمر ويلك ذلك لو كنت أنفقت
من مالي او مال الخطاب انما انفقت عليهم
من مال الله عزّ وجلّ الشافعي عن ابي جعفر
ابن محمد بن علي ان عمر رضي الله عنه لما دوّن
الدواوين قال لهم بمن ترون ان ابدأ
فقيل له ابدأ بالأقرب فالأقرب بك قال
ذكرتموني بل ابدأ بالاقرب فالاقرب
من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
الشافعي اخبرني غير واحد من اهل العلم من
قبائل قريش ان عمر بن الخطاب لما كثر
المال في زمانه اجمع على ان يدوّن الدواوين
فاستشار فقال بمن ترون ان ابدأ
فقال له رجل ابدأ بالأقرب فالأقرب
بك فقال ذكرتموني بل ابدأ بالأقرب
فالأقرب من رسول الله صلى الله
عليه وسلم فبدأ ببني هاشم قال
الشافعي واخبرني غير واحد من اهل
العلم والصدق من اهل المدينة
ومكة من قبائل قريش وغيرهم و
كان بعضهم احسن اقتصاصا للحديث
من بعض وقد زاد بعضهم على
بعض في الحديث ان عمر رضي
الله عنه لما دوّن الدواوين قال
ابدأ ببني هاشم ثم
قال

بیٹے نہیں ہیں (کہ تنگ ظرف ہوتے) تو اس سے عمرؓ نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے یہ کہنے کا موقع اس وقت تھا کہ میں ان پر اپنے مال میں سے یا اپنے باپ خطاب کے مال میں سے خرچ کرتا، میں نے تو ان پر اللہ عزّ وجلّ کے مال میں سے خرچ کیا ہے۔ شافعیؒ ابو جعفر ابن محمد بن علی سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹروں کی تدوین کی تو (صحابہؓ سے) کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے میں کس نام سے اس کو شروع کروں تو آپ سے کہا گیا کہ اس سے شروع کیجئے جو آپ سے قریب تر ہو پھر اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کر دیا۔ نہیں بلکہ شروع کرتا ہوں اس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب ہو پھر اس کے بعد جو آپ سے قریب تر ہو۔ کہا شافعیؒ نے کہ مجھے قبائل قریش کے ایک سے زیادہ اہل علم نے خبر دی کہ عمرؓ بن الخطاب نے جب ان کے زمانہ میں مال کی کثرت ہو گئی اس بات پر اجماع کیا کہ (دفتر قائم کریں اور) رجسٹروں کو تیار کریں پھر لوگوں سے مشورہ طلب کیا اور فرمایا کہ کس شخص کے بارے میں تمہاری رائے ہے کہ اس سے ابتداء کروں تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ جو آپ سے قریب تر ہو پھر جو قریب تر ہو اس سے شروع کیجئے تو فرمایا کہ تم نے میرا ذکر کیا؛ بلکہ میں شروع کرتا ہوں اس سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہو پھر جو نسبۃً قریب تر ہو تو شروع کیا بنی ہاشم سے۔ کہا شافعیؒ اور مجھے خبر دی اہل مدینہ میں کے متعدد اہل علم وصدق نے اور مکہ کے قریش وغیرہ قبائل کے لوگوں نے اور ان میں بعض بعض کی بہ نسبت حدیث کو خوبی کے ساتھ بیان کرنے والے تھے اور ان میں سے بعض نے بعض کی حدیث سے کچھ زیادہ بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب رجسٹر مرتب کئے تو کہا کہ میں شروع کرتا ہوں بنی ہاشم سے پھر کہا کہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطیھم و بنی المطلب فاذا کانت السن فی الہاشمی قدمہ علی المطلبی واذا کانت فی المطلبی قدمہ علی الہاشمی فوضع الدیوان علی ذلک واعطاھم عطاء القبیلۃ الواحدۃ ثم استوت لہ عبد شمس و نوفل فی جذم النسب فقال عبد شمس اخوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ وامہ دون نوفل فقدمہم ثم دعا بنی نوفل یتلونہم ثم استوت لہ عبد العزی و عبد الدار فقال فی بنی اسد بن عبد العزی اصہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فیہم من المطیبین وقال بعضہم ہم من حلف الفضول وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قیل ذکر سابقۃ فقدمہم علی بنی عبد الدار ثم دعا بنی عبد الدار یتلونہم ثم انفردت لہ زہرۃ فدعاہا یتلو عبد الدار ثم استوت لہ تیم و مخزوم فقال

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ بنی ہاشم کو دے رہے تھے اور بنی المطلب کو تو جب کوئی بڑی عمر کا ہاشمی میں سے ہوتا تو اس کو مقدم کرتے مطلبی پر اور جب مطلبی میں ہوتا تو اس کو مقدم کرتے ہاشمی پر تو عمرؓ نے دفتر کی بنیاد اسی طریق پر رکھی اور ان (بنو ہاشم و بنو المطلب) کو عطا کیا قبیلہ واحدہ کی عطا۔ پھر ان کے سامنے عبد شمس اور نوفل اصل نسب میں برابر کے درجہ میں آئے تو کہا کہ عبد شمس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہوتے ہیں باپ اور ماں دونوں کی جانب سے نہ کہ نوفل تو ان کو مقدم کردیا۔ پھر ان کے پیچھے متصل نوفل کو بلایا پھر ان کے برابر معلوم ہوئے عبد العزیٰ اور عبد الدار تو فرمایا کہ بنی اسد بن عبد العزیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار (داماد و خسر وغیرہ) ہیں اور ان میں آمیزش بعض مطیبین کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حلف فضول میں سے ہیں اور ان دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا گیا کہ آپ نے ذکر کیا سابقہ کا (یعنی اسلام کی طرف سبقت اور سابقہ خدمات اسلام کا)، تو ان کو عبد الدار سے مقدم کیا۔ پھر بلایا ان کے بعد متصلاً بنی عبد الدار کو پھر اکیلے رہ گئے ان کے سامنے بنی زہرہ تو ان کو بلایا عبد الدار کے بعد۔ پھر ان کے سامنے آئے تیم اور مخزوم تو بنی تیم کے بارے

ع۵ عبد مناف کے بیٹوں نے عبد الدار کے لوگوں سے بعض کام لینے چاہے جیسے کعبہ کی دربانی، حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ عبد الدار کے لوگوں نے انکار کیا۔ اب ہر فریق نے اپنے اپنے دوست قبیلوں سے معاہدہ کیا۔ عبد الدار کے طرفدار جو قبائل تھے ان کو "احلاف" کہتے تھے جو یہ چھ قبیلے تھے عبد الدار، جمح، مخزوم، عدی، کعب، سہم۔ عبد مناف کے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک پیالہ خوشبو سے بھرا ہوا لاتے اور اپنے دوست قبیلوں سے کہا کہ اس میں ہاتھ ڈبو کر عہد کرو، تین قبیلے ان کے شریک ہوتے اسد، زہرہ، اور تیم انہوں نے ہاتھ ڈبوتے اور مسجد میں عہد مؤکد کیا ان کو "مطیبین" کہنے لگے یعنی خوشبو لگائے گئے ۱۲ ع۵ جرہم قبیلہ کے لوگوں نے ایک عہد کیا تھا کہ ہم ہر حال میں انصاف پر قائم رہیں گے، کمزور کا حق زور آور سے دلوائیں گے اور غریب الوطن پردیسی کا شہر کے باشندے اور ترس سے۔ چونکہ ان حلف کرنے والوں میں سے ہر ایک کا نام فضل تھا، کوئی فضل بن حارث کوئی فضل بن وداعہ کوئی فضل بن فضالہ اس لئے اس کو حلف فضول کہنے لگے ۱۲

فی بنی تیم انہم من حلف الفضول و المطیبین وفیہما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قیل ذکر سابقۃ و قیل ذکر صہرًا فقدمہم علی مخزوم ثم دعا مخزومًا بتلوہم ثم استوت لہ سہم و جمح و عدی بن کعب فقیل ابدأ بعدی فقال بل اُقِرُّ نفسی حیث کنت فان الاسلام دخل وامرنا و امر بنی سہم واحد و لکن انظروا بنی جمح و سہم فقیل قدّم بنی جمح ثم دعا بنی سہم و کان دیوان عدی و سہم مختلطا کالدعوۃ الواحدۃ فلما خلصت الیہ دعوتہ کبّر تکبیرۃ عالیۃ ثم قال الحمد للہ الذی اوصل الی حظی من رسولہ ثم دعا بنی عامر بن لؤی قال الشافعی فقال بعضہم ان ابا عبیدۃ بن عبد اللہ بن الجراح الفہری لما رای من یتقدم علیہ فقال اکلّ ہؤلاء تدعوا امامی فقال یا ابا عبیدۃ اصبر کما صبرت او کلّم قومک فمن قدّمک منہم علی نفسہ لم امنعہ فاما انا و بنو عدی فنقدمک ان احببت علی انفسنا قال فقدّم معاویۃ بعد بنی الحارث بن فہر ففصل بہم بین بنی عبد مناف و اسد بن عبد العزی و شجر بین بنی سہم و عدی شیء فی زمان المہدی فافترقوا فامر المہدی ببنی عدی

ہیں کہاکہ یہ حلف الفضول میں سے ہیں اور مطیبین میں سے بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے تھے اور کہا گیا کہ ان کے سابقہ کا بھی ذکر کیا اور کہا گیا کہ آپ نے صہر کا ذکر کیا تو ان کو مقدم کیا مخزوم پر۔ پھر ان کے بعد مخزوم کو بلایا تو ان کے برابر آگئے سہم اور جمح اور عدی بن کعب تو کہا گیا کہ عدی سے ابتدا کی جائے (عمرؓ اسی خاندان سے تھے) تو فرمایا کہ میں تو اپنی ذات کو جہاں تھا وہیں رکھوں گا۔ کیونکہ جب اسلام داخل ہوا تو ہمارا معاملہ اور بنی سہم کا ایک مرتبہ میں تھا۔ لیکن بنی جمح و بنی سہم میں غور کرو تو کہا گیا کہ بنی جمح کو مقدم کیجئے۔ پھر آپؓ نے بلایا بنی سہم کو اور رجسٹر عدی اور سہم کا مثل دعوت واحدہ کے مخلوط تھا تو جب کہ دعوت کا نمبر اُن کی ذات پر پہنچا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور پھر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے پہنچا دیا میرے حصہ کو میری طرف اپنے رسولؐ کی جانب سے پھر بلایا بنی عامر بن لؤی کو شافعیؒ نے فرمایا تو اُن میں سے بعض نے کہا کہ ابو عُبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح فہری نے جب اُس شخص کو دیکھا جو اُن پر مقدم ہو رہا تھا تو کہا کہ کیا آپ ان سب کو میرے آگے بلائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو عُبیدہ صبر کرو جیسا کہ میں نے صبر کیا یا اپنی قوم سے بات کر لو تو جو اُن میں سے تم کو اپنی ذات پر مقدم کرے میں اس کو منع نہ کروں گا۔ رہے میں اور بنو عدی تو اگر تم پسند کرو تو ہم تم کو اپنی ذوات پر مقدم کر دیں گے۔ کہا پھر مقدم کیا بعد میں معاویہ نے بنی الحارث بن فہر کو اور ان کو درمیان میں کر دیا بنی عبد مناف اور اسد بن عبد العزی کے اور مہدی کے زمانہ میں کچھ اختلاف ہوا بنی سہم اور عدی کے درمیان اور یہ متفرق ہو گئے تو حکم دیا مہدی نے بنی عدی کے بارے میں

فقدم موالی سہم وجمح للسابقۃ فیہم
قال الشافعی فاذا فرغ من قریش قدم
الانصار علی قبائل العرب کلہا لمکانہا
من الاسلام قال الشافعی الناس عباد
اللہ فاولٰہم بان یکون مقدما اقربہم
بخیرۃ اللہ لرسالاتہ ومستودع امانتہ
خاتم النبیین وخیر خلق رب العالمین محمد
صلی اللہ علیہ وسلم الشافعی روی
لیث بن ابی سلیم عن عطاء عن عمر
ابن الخطاب فی ہذہ الآیۃ یعنی آیۃ الصدقات
ایما صنف من ہذہ اعطیتہ اجزاک
ثم ضعفہ فقال منقطع بین عطاء
وعمر ولیث غیر قوی وفی الحدیث
المرفوع ان اللہ لم یرض بحکم نبی و
لا غیرہ فی الصدقات حتی حکم ہو فیہا
فجزأہا ثمانیۃ اجزاء قلت معنی
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم جزأہا
ثمانیۃ اجزاء شرعہا لثمانیۃ اصناف
ولیس فیہ تسویۃ الاقسام ولا انہ یجب
تقسیم کل صدقۃ الی ثمانیۃ اجزاء
واللہ اعلم الشافعی عن یحیی بن عبداللہ
ابن مالک عن ابیہ انہ سألہ ارأیت الابل
التی کان یحمل علیہا عمر الغزاۃ
وعثمان بعدہ قال اخبرنی ابی
انہا ابل الجزیۃ

تو وہ مقدم کیے گئے سہم اور جمح پر عدی کے سابقہ کردار کی بنا پر۔ کہا شافعیؒ نے کہ پھر جب عمرؓ فارغ ہوئے قریش سے تو تمام قبائلِ عرب پر انصار کو ان کے اسلام میں خاص مقام ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔ کہا شافعیؒ نے کہ سب لوگ اللہ کے بندے ہیں تو سب پر مقدم بننے کا حق اسی کو ہوگا جو سب سے زیادہ قریب ہو اُن کے ساتھ جو اللہ کے برگزیدہ ہیں اُس کے پیغاموں کے لئے جن کے سپرد اللہ نے اپنی امانت کی ہے یعنی خاتم النبیین، رب العالمین کی مخلوق میں سب سے بہتر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ شافعیؒ، روایت کیا لیث بن ابی سُلیم نے عطاء سے اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے اس آیت میں یعنی آیتِ صدقات میں کہ تو نے ان میں سے جس صنف کو بھی صدقہ دیدیا تیرے لئے کافی ہے۔ پھر اس حدیث کو ضعیف کہا اور فرمایا کہ یہ منقطع ہے عطاء اور عمرؓ کے درمیان اور لیث قوی نہیں ہے اور حدیث مرفوع میں ہے کہ اللہ تعالےٰ صدقات کے بارے میں کسی نبی یا غیر نبی کے حکم پر راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کے بارے میں اُس نے خود حکم فرمایا اور اس کو آٹھ اجزاء پر کاٹ دیا۔ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد جزأھا ثمانیۃ اجزاء کا مفہوم آٹھ اصناف (صدقات) کی مشروعیت کا بیان فرمانا ہے اس میں اقسام کی برابری مقصود نہیں اور نہ یہ بات ہے کہ آپ ہر صدقہ کی تقسیم آٹھ اجزاء پر واجب کر رہے ہیں واللہ اعلم۔ شافعیؒ یحیے بن عبداللہ بن مالک سے وہ اپنے باپ سے کہ اُنھوں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے ان اونٹوں کو دیکھا ہے جن کے اوپر عمرؓ غازیوں کو سوار کیا کرتے تھے اور عمرؓ کے بعد عثمانؓ؟ کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ وہ جزیہ کے اونٹ تھے

التی بعث بہا معاویۃ وعمرو بن العاص احتج بہ الشافعی علی انہ لیس لاہل الفیٔ فی الصدقۃ حق وفیہ نظر لما روی الشافعی ان عدی بن حاتم جاء ابابکر احسبہ قال بثلث مائۃ من الابل من صدقات قومہ فاعطاہ ابو بکر منہا ثلثین بعیرا وامرہ ان یلحق بخالد ابن الولید بمن اطاعہ من قومہ فجاءہ بزہاء الف رجل وابلی بلاء حسنا قلت اَوّل الشافعی بانہ سہم المؤلفۃ قلوبہم الذین یعطون من الصدقات لمعنی الاعانۃ علی اخذ الصدقات والاوجہ عندی انہ اعطاہم علی انہم من الغزاۃ لقولہ تعالی فی آیۃ الصدقات وفی سبیل اللہ قال الشافعی اخبرنا الثقۃ من اصحابنا عن عبد اللہ ابن ابی عبد اللہ بن ابی یحیی عن سعید بن ابی ہند قال بعث عبد الملک بن مروان بعد المجاعۃ بعطاء اہل المدینۃ وکتب الی والی الیمامۃ ان یحمل من الیمامۃ الی المدینۃ الف الف درہم یتم بہا عطاءہم فلما قدم المال الی المدینۃ ابوا ان یاخذوہ وقالوا اتطعمنا اوساخ الناس وما لا یصلح لنا لا ناخذہ ابدا فبلغ ذلک عبد الملک فردہ وقال لا یزال فی القوم

جن کو معاویہؓ نے اور عمرو بن العاص نے بھیجا تھا۔ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اہلِ فیٔ کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور اس میں کلام ہے اس حدیث کی رُو سے جس کو شافعیؒ نے روایت کیا ہے کہ عدیؓ بن حاتم ابو بکرؓ کے پاس آئے مَیں خیال کرتا ہوں کہ کہا تین سو اونٹ اپنی قوم میں سے صدقات میں کے لائے تو ان کو ابو بکرؓ نے اُن میں سے تیس اونٹ دیتے اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اُن لوگوں کو ساتھ لے کر جو اُن کی قوم میں سے اُن کی اطاعت کریں خالدؓ بن الولید سے جا ملیں تو عدیؓ خالدؓ کے پاس ایک ہزار آدمیوں کے قریب لے کر پہنچے اور انھوں نے عمدہ جانفشانی سے کام کیا۔ مَیں کہتا ہوں کہ شافعیؒ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ وہ اُن لوگوں کا حصّہ تھا جن کی تالیفِ قلوب کی جاتی تھی، اُن کو صدقات میں سے دیا جاتا تھا جس سے مُراد تھی صدقات لینے پر ان کی اعانت، اور میرے نزدیک اچھی وجہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے ان کو دیتے اس بنا پر کہ وہ غازیوں میں سے تھے بنا بر ارشاد حق تعالیٰ آیتِ صدقات میں "وَفِي سَبِيلِ اللهِ" کہا شافعیؒ نے ہمارے اصحاب میں سے ایک ثقہ نے ہم کو خبر دی عبد اللہ بن ابی عبد اللہ بن ابی یحیٰے سے وہ سعید بن ابی ہند سے کہ عبد الملک بن مَروان نے تنگ حالی (بھوک اور فاقوں کے پھیل جانے) کے بعد اہلِ مدینہ کے وظائف بھیجے اور والی یمامہ کو لکھا کہ یمامہ سے مدینہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے کہ جس سے اُن کے وظائف پورے ہو جائیں تو جب مال مدینہ پہنچا تو انھوں نے اُس کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا تم ہمیں لوگوں کے مَیل کچیل (صدقات) کھلاتے ہو اور جو چیز ہمارے لئے صالح نہ ہو ہم اس کو کبھی نہ لیں گے۔ تو اس کی اطلاع عبد الملک کو پہنچی تو اُس نے وہ مال واپس منگا لیا اور کہا کہ قوم میں جو کچھ

بقیۃ" ما فعلوا ہکذا قال قلتُ لسعید بن ہند و من کان یومئذٍ یتکلّم قال اَوَّلُہم سعید بن المسیّب و ابو بکر بن عبد الرحمٰن وخارجۃُ بن زید و عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ فی رجالٍ کثیرٍ قال الشافعی قولہم لا یصلح لنا ای لا یحلّ لنا اَن نأخذ الصدقۃ ونحن اہلُ الفیٔ و لیس لاہل الفیٔ فی الصدقۃ حقٌّ ولا ینقل عن قومٍ الی غیرہم قلتُ و الاوجہ عندی انہم ردّوا ما کان باسم الحاجۃ والفقر دونَ اسم الغزو وذلک انہم ما کانوا یریدونَ الخروجَ للجہاد یومئذٍ مالک عن ابن شہاب قال بلغنی انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ الجزیۃ من مجوس البحرین وانّ عمرَ بن الخطاب اخذہا من مجوس فارس وان عثمان رضہ اخذہا من البربر (نام قوم) مالک عن جعفر بن محمد بن علی عن ابیہ ان عمر بن الخطاب ذکر المجوس فقال ما ادری کیف اصنعُ فی امرہم فقال عبد الرحمٰن بن عوف اشہد لسمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سُنّوا بہم سُنّۃَ اہل الکتاب مالک عن نافع عن اسلم مولی عمر بن الخطاب انّ عمر بن الخطاب ضرب الجزیۃَ علی اہل الذہب اربعۃ دنانیر وعلی اہل الورق اربعین درہما مع ذلک ارزاقُ المسلمین و ضیافۃُ ثلثۃ ایام مالک عن زید ابن اسلم عن ابیہ

اُنھوں نے کیا اس کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ ایسا ہی کچھ کہا تھا۔ (راوی نے) کہا کہ میں نے سعید بن ابی ہند سے کہا کہ اُس دن کس نے گفتگو کی تھی؟ کہا کہ ان میں کے پہلے شخص سعید بن المسیّب اور ابو بکر بن عبد الرحمٰن اور خارجہ بن زید اور عُبید اللہ بن عبد اللہ ابن عتبہ تھے بہت سے لوگوں میں۔ شافعیؒ نے کہا کہ ان کا قول لا یصلح لنا (جو ہمارے لئے صالح نہ ہو) یعنی ہمارے لئے حلال نہیں ہے کہ ہم صدقہ لیں اس حال میں کہ ہم اہلِ فَے ہیں اور اہلِ فَے کا صدقہ میں حق نہیں ہے اور وہ ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک اس کی معقول وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اس چیز کو لوٹایا جو حاجت اور فقر کے نام پر بھیجا گیا تھا جہاد کے نام کو چھوڑ کر، اور یہ اس لئے کہ وہ اُس دن جہاد کے لئے خروج کا ارادہ نہیں کر رہے تھے۔ مالکؒ ابن شہاب سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا بحرین کے مجوس سے اور یہ کہ عمرؓ بن الخطاب نے جزیہ لیا مجوس فارس سے اور عثمانؓ نے جزیہ لیا بربر (قوم) سے۔ مالکؒ جعفر بن محمد بن علی سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے مجوس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ ان کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کروں۔ تو عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرما رہے تھے کہ ان کے ساتھ وہ طریقہ اختیار کرو جو اہلِ کتاب کے ساتھ کرتے ہو۔ مالکؒ نافع سے وہ اسلم مولے عمرؓ بن الخطاب سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جزیہ قائم کیا سونے والوں پر چار دینار اور چاندی والوں پر چالیس درہم، اس کے ساتھ مسلمانوں کے ارزاق اور تین دن کی مہمانی۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ اپنے باپ سے کہ

انہ قال لعمر بن الخطاب ان فی الظہر ناقۃً عمیاءَ
فقال عمر ادفعہا الی اہل بیت ینتفعون بہا
قالَ فقلتُ وہی عمیاءُ قال یُقطرونہا بالابل
قال فقلتُ کیف تاکل من الارض قال فقال
عمر امن نعم الجزیۃ ہی ام من نعم الصدقۃِ
فقلتُ بل من نعم الجزیۃ فقال عمر اردتم
واللہِ اکلہا فقلتُ ان علیہا وسم نعم
الجزیۃ فامر بہا عمر فنحرت وکانت عندہ
صحافٌ تسعٌ فلاتکونُ فاکہۃٌ ولاطریفۃٌ الاّ
جعل منہا فی تلک الصحاف فیبعثُ
بہا الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ویکون الذی یبعثُ بہ الی حفصۃَ ابنتہِ
من آخر ذلک فان کانَ فیہ نقصانٌ
کانَ فی حظِّ حفصۃَ قال فجعلَ فی
تلک الصحاف من لحم تلک الجزور فبعث
بہا الی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم
امر بما بقی من لحم تلک الجزور فصنع فدعا
المہاجرینَ والانصارَ قلتُ احتج بہ
الشافعی علی ان عمر کان یسمُ وسمینِ
وسمَ جزیۃٍ ووسمَ صدقۃٍ مالک عن
ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ
ان عمر بن الخطاب کان یاخذُ من
النبط من الحنطۃِ والزیتِ نصفَ
العشر یرید بذلک ان یکثُر الحملُ الی
المدینۃِ ویاخذ من القطنیۃِ العُشرَ

اُنھوں نے کہا عمرؓ بن الخطاب سے کہ سواری کے اونٹوں میں ایک اونٹنی اندھی ہے تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو کسی کنبہ کو دیدو کہ وہ اس سے نفع اُٹھائیں۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اندھی ہے تو فرمایا کہ وہ اس کو اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ زمین سے کیسے کھائے گی۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے کہا کہ وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے جانوروں میں سے تو میں نے کہا کہ جزیہ کے جانوروں میں سے تو عمرؓ نے کہا کہ واللہ تم نے اُس کے کھانے کا ارادہ کرلیا ہے تو میں نے کہا کہ اس کے اوپر تو جزیہ کا نشان لگا ہوا ہے۔ پھر عمرؓ نے اس کے بارے میں اجازت دیدی اور وہ ذبح کرلی گئی۔ اور اُن کے پاس نو طباق تھے تو جب بھی کچھ پھل ہوتے تھے یا اچھی چیز تو وہ ان طباقوں میں ان کو بھر کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جس طباق میں اپنی بیٹی حفصہؓ کو بھیجا کرتے تھے وہ ان میں سے آخر کا ہوتا تھا۔ تو اگر اس میں (یعنی تقسیم کرنے میں) کمی ہو جاتی تھی تو وہ حفصہؓ کے حصہ میں ہوتی تھی، کہا کہ پھر ان طباقوں میں اس مذبوحہ اونٹنی کے گوشت کو رکھ کر ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ پھر اونٹنی کے بقیہ گوشت کے بارے میں حکم دیا جو تیار کیا گیا پھر مہاجرین و انصار کی دعوت کی۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے شافعیؒ نے اس بات پر دلیل پکڑی ہے کہ عمرؓ (اونٹوں پر) دو قسم کے نشان لگایا کرتے تھے ایک نشان صدقہ کا اور ایک نشان جزیہ کا۔
مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ اپنے باپ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نبطی (قوم) سے گیہوں اور روغن زیتون میں سے بیسواں حصہ لیا کرتے تھے اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ کثرت کے ساتھ اشیاء مدینہ میں پہنچتی رہیں اور قطنیہ میں سے دسواں

مالک عن ابن شہاب عن السائب بن یزید انہ قال کنت عاملاً مع عبداللہ بن عتبۃ بن مسعود علی سوق المدینۃ فی زمان عمر بن الخطاب فکنا ناخذ من النبط العشر مالک انہ سال ابن شہاب علی ای وجہ کان یاخذ عمر بن الخطاب من النبط العشر فقال ابن شہاب کان ذلک یوخذ منہم فی الجاہلیۃ فالزمہم ذلک عمر رضی اللہ عنہ مالک والشافعی عن زید بن اسلم قال شرب عمر بن الخطاب لبناً فاعجبہ فسال الذی سقاہ من این ہذا اللبن فاخبرہ انہ ورد علی ماء قد سماہ فاذا نعم من الصدقۃ وہم یسقون فحلبوا لی من البانہا فجعلتہ فی سقائی فہو ہذا فادخل عمر بن الخطاب یدہ (فی فمہ) فاستقاءہ احتج بہ الشافعی علی ان الوالی لیس لہ فی الصدقۃ نصیب۔ **الفرائض** الدارمی عن مورق العجلی قال عمر بن الخطاب تعلموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلمون القرآن الدارمی عن ابراہیم قال عمر تعلموا الفرائض فانہا من دینکم البیہقی روینا عن عمر بن الخطاب انہ خطب الناس بالجابیۃ فقال من اراد ان یسال عن الفرائض فلیات زید بن ثابت قلت فیہ کرامۃ لعمر رض لان الفرائض علی ہذا التفصیل والبیان لم یرو الا عن زید بن ثابت

حصہ لیتے تھے (یعنی مسور، چنا اور لوبیا وغیرہ کی دالوں میں سے)۔ مالکؒ، ابن شہاب سے وہ سائب بن یزید سے انھوں نے کہا کہ میں عمرؓ ابن الخطاب کے زمانہ میں عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے ساتھ مدینہ کے بازار پر عامل تھا تو ہم نبطی لوگوں سے دسواں حصہ لیا کرتے تھے۔ مالکؒ انھوں نے سوال کیا ابن شہاب سے کہ کس وجہ سے عمرؓ بن الخطاب نبطیوں سے عُشر لیا کرتے تھے تو ابن شہاب نے کہا کہ یہ وہ ہے جو اُن سے زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ان پر لازم رکھا۔ مالکؒ اور شافعیؒ زید ابن اسلم سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے دودھ پیا اور اس کو پسند کیا پھر جس نے ان کو پلایا تھا اُس سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس کا جانا ہوا ایک قبیلہ میں جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے اونٹ تھے اور وہ پانی پی رہے تھے تو ان لوگوں نے ان میں سے میرے لئے دودھ دوہا تو میں نے اُس کو اپنے برتن میں بھر لیا تھا تو وہ دودھ یہی تھا تو عمرؓ بن الخطاب نے اپنا ہاتھ (مُنھ میں) ڈالا اور قے کر دی۔ اس سے شافعیؒ نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ والی کا صدقہ میں حصہ نہیں ہے۔ **فرائض** دارمی نے روایت کیا مورق عجلی سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا سیکھو فرائض کو اور لُغت کو اور احادیث کو جس طرح تم قرآن کو سیکھتے ہو۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ فرائض کو سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین میں سے ہے۔ بیہقی ہم کو روایت پہنچی عمرؓ بن الخطاب سے کہ انھوں نے جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اس میں کہا کہ جو شخص فرائض کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ زید بن ثابتؓ کے پاس پہنچے۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں عمرؓ کی ایک کرامت ہے کیونکہ فرائض کی اس تفصیل اور بیان کے ساتھ بجز زید بن ثابتؓ کے اور کسی سے روایت نہیں کی

واسنادُ اہل المدینۃ الیہ عن ابی الزناد عن خارجۃ بن زید عن ابیہ علّق مالک روایتہٗ ونسبہٗ الی اہل المدینۃ۔ الدارمی عن ابراہیم قال عبدُ اللہِ (ابن مسعودؓ) کانَ عُمر اذا سلکَ طریقًا وجدناہ سہلاً وانہ قال فی زوجٍ و اَبوین للزوج النصفُ ولِلاُمّ ثُلثُ ما بَقِیَ۔ الدارمی عن ابراہیم قال عبداللہ کان عمر اذا سلکَ طریقًا اتبعْناہ فیہ وجدناہ سہلاً و انّہ قضٰی فی امرأۃٍ وابوَین من اربعۃٍ فاَعْطَی المرأۃَ الربعَ و الاُمّ ثلثَ ما بقی و الابَ سہمَین۔ الدارمی عن ابراہیم فی زوجٍ واُمّ واخوۃٍ لأبٍ و اُمّ واخوۃٍ لِاُمّ قالَ کانَ عمر و عبداللہ و زید یُشرکون وقالَ عمر لم یَزِدْہم الاب اِلاّ قُربًا۔ الدارمی عن ابی سعید والبخاری عن ابن عباسٍ و عبداللہ بن الزّبیر اَنّ ابابکر الصّدیق جعلَ الجدّ اَبًا۔ الدارمی عن الشعبی کان عمر یقاسم الجدَّ مع الاَخِ و الاخوَین فاذا زادوا اَعطاہ الثلثَ وکان یعطِیہ مع الولد السدسَ۔ الدّارمی عن یحیی بن سعید ان عمر کانَ کتبَ میراثَ الجدّ حتّے اذا طُعنَ دعا بہ فمحاہ ثم قالَ ستَرَوْنَ رأیکم فیہ۔ الدارمی عن مروان بن الحکم انّ عمر بن الخطّاب

گئی ہیں۔ اور اُن کی طرف اہلِ مدینہ کی روایت ہے ابوزناد سے وہ روایت کرتے ہیں خارجہ بن زید سے وہ اپنے باپ سے۔ ان کی روایت کو مالکؒ نے تعلیقاً لیا ہے اور اس کو اہلِ مدینہ کی طرف نسبت کیا ہے۔

دارمی، ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ (ابنِ مسعود) نے کہ عمرؓ کی یہ شان تھی کہ جب وہ کسی راہ پر چلے تو ہم نے اُس کو نرم ہموار پایا اور اُنھوں نے فرمایا شوہر اور ماں، باپ کے بارے میں کہ شوہر کے لئے (ترکہ کا) نصف اور ماں کے لئے باقی ماندہ کا ایک تہائی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عبداللہؓ نے کہ عمرؓ جب کسی راہ پر چلے اس میں ہم نے اُن کا اتباع کیا تو ہم نے اس کو نرم وہموار پایا اور اُنھوں نے فیصلہ کیا بیوی اور ماں باپ کے بارے میں چار (سہاموں) سے۔ بیوی کو دیا ایک چوتھائی اور ماں کو باقی ماندہ کا ایک تہائی (یعنی ایک حصّہ) اور باپ کو دو حصے۔ دارمی ابراہیم سے شوہر اور ماں اور باپ و ماں شریک بھائیوں اور ماں شریک بھائیوں میں، کہا کہ عمرؓ اور عبداللہؓ اور زیدؓ سب کو (میراث میں) شریک رکھتے تھے اور عمرؓ نے کہا کہ باپ نے ان میں بجز بیضہ چیرنے کے کوئی زیادتی نہیں کی۔ دارمی نے روایت کی ابوسعیدؓ سے اور بخاری نے ابن عباسؓ اور عبداللہؓ بن زبیر سے کہ ابوبکر صدیقؓ نے دادا کو باپ قرار دیا۔ دارمی شعبی سے کہ عمرؓ تقسیم میں شامل رکھتے تھے دادا کو مع ایک بھائی اور دو بھائیوں کے۔ پھر جب (دو سے) زیادہ ہوتے تو دادا کو ایک تہائی دیتے تھے اور اس کو بیٹے کے ہوتے ہوتے چھٹا حصّہ دیتے تھے۔ دارمی یحییٰ بن سعید سے کہ عمرؓ نے لکھ چھوڑا تھا دادا کی میراث کو یہاں تک کہ جب مجروح کئے گئے تو اُس تحریر کو منگا کر مٹا دیا پھر کہا تم عنقریب اس کے بارے میں اپنی رائے (خود) دیکھ لوگے (یعنی متعین کر لوگے)۔ دارمی مروان بن حکم سے کہ عمرؓ بن الخطاب

لما طعن استشارهم في الجد فقال اني كنت
رأيت في الجد رأيا فان رأيتم ان تتبعوه
فاتبعوه فقال له عثمان ان نتبع رأيك
فانه رشد وان نتبع رأي الشيخ (يعني ابابكر) فلنعم
ذو الرأي كان. الدارمي عن الزهري
قال جاءت جدة ام اب او ام ام
الى ابي بكر فقالت ان ابن ابني او
ابن ابنتي توفي وبلغني ان لي نصيبا
فما لي فقال ابو بكر ما سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال فيها
شيئا وسأسأل الناس فلما صلى
الظهر قال ايكم سمع رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال في
الجدة شيئا فقال المغيرة بن شعبة
انا قال ماذا قال قال اعطاها
رسول الله صلى الله عليه وسلم
سدسا قال أيعلم ذلك
احد غيرك فقال محمد بن مسلمة
صدق فاعطاها ابو بكر السدس فجاءت
الى عمر مثلها فقال ما ادري
ما سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال فيها شيئا وسأسأل
الناس فحدثوه بحديث المغيرة بن
شعبة ومحمد بن مسلمة فقال عمر
ايكما خلت به فلها السدس فان

جب مجروح کیا گیا تو انھوں نے دادا کے بارے میں اصحاب سے مشورہ طلب کیا پھر فرمایا کہ میں دادا کے بارے میں ایک رائے قائم کرچکا تھا۔ پھر اگر تمھاری رائے ہو کہ تم اس کا اتباع کرو تو اس کا اتباع کرلینا تو ان سے عثمانؓ نے کہا کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو وہ بھلائی ہے اور اگر ہم اتباع کریں شیخ (ابوبکرؓ) کی رائے کا تو وہ بھی بہترین صاحب رائے تھے۔ دارمی بروایت زہری کہا ابوبکرؓ کے پاس ایک جدہ آئی جو باپ کی ماں (یعنی دادی) تھی یا ماں کی ماں (یعنی نانی) تھی تو اس نے کہا کہ میرا بیٹے کا بیٹا (یعنی پوتا) یا بیٹی کا بیٹا (یعنی نواسہ) وفات پاگیا اور مجھے یہ اطلاع ہوتی کہ (میراث میں) میرا حصہ ہے تو وہ کیا ہے؟ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے معلوم کروں گا تو جب ظہر کی نماز پڑھ لی تو لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے جدہ کے حق میں کچھ فرمایا۔ تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میں نے۔ فرمایا کہ کیا فرمایا تھا؟ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھٹا حصہ دیا تھا فرمایا کہ کیا اس واقعہ کو تمھارے سوا کوئی اور بھی جانتا ہے؟ تو محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ انھوں نے سچ کہا۔ تو ابوبکرؓ نے اس کو چھٹا حصہ دیا۔ پھر عمرؓ کے پاس اسی کے مانند (ایک جدہ) آئی۔ تو انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ اس کے بارے میں آپؐ نے کچھ فرمایا ہو اور میں عنقریب لوگوں سے پوچھوں گا، تو لوگوں نے ان سے مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ کی حدیث کو بیان کیا تو عمرؓ نے فرمایا کہ تم دونوں (دادی اور نانی) میں جو تنہا ہو تو اس کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اگر تم

اجتمعتما فہو بینکما الدارمی عن الشعبی قال سُئل ابو بکر عن الکلالۃ فقال انی ساقول فیہا برأیی فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ فمنی ومن الشیطان أراہ ماخلا الوالد والولد فلما استخلف عمر قال انی لاستحیی اللہ ان ارد شیئا قالہ ابو بکر الدارمی عن عاصم بن عمر بن قتادۃ ان عمر بن الخطاب التمس من یرث ابن الدحداحۃ فلم یجد وارثا فدفع مال ابن الدحداحۃ الی اخوال ابن الدحداحۃ الدارمی عن الشعبی عن زیاد اتی عمر فی عم لام وخال فاعطی العم للام الثلثین واعطی الخال الثلث الدارمی عن الحسن ان عمر بن الخطاب اعطی الخالۃ الثلث والعمۃ الثلثین الدارمی عن الضحاک بن قیس ان عمر قضی فی اہل طاعون عمواس اول طاعون فی الاسلام انہم اذا کانوا من قبل الاب سواء فبنو الام احق واذا کان بعضہم اقرب من بعض بأب فہم احق بالمال الدارمی عن سلیمان بن یسار عن محمد بن الاشعث ان عمۃ لہ توفیت یہودیۃ بالیمن فذکر ذلک لعمر بن الخطاب فقال یرثہا اقرب الناس الیہا من اہل دینہا الدارمی عن ابن شہاب مثلہ الدارمی عن ابراہیم قال عمر بن الخطاب اہل الشرک لا نرثہم

دونوں جمع ہوجاؤ تو وہ تم دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دارمی شعبی سے کہا کہ ابوبکرؓ سے سوال کیا گیا کلالہ کے متعلق۔ فرمایا کہ میں اس کے بارے میں عنقریب اپنی رائے سے کہوں گا تو اگر وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کلالہ وہ ہے جو نہ باپ چھوڑے اور نہ بیٹا۔ تو جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے کہا کہ مجھے اللہ کے سامنے شرم آتی ہے کہ میں کسی ایسی بات کو رد کردوں جس کو ابوبکرؓ نے کہا ہو۔ دارمی عاصم بن عمر بن قتادہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے جستجو کی کہ ابن الدحداحہ کا کون وارث ہوگا تو کوئی وارث نہ پایا تو ابن الدحداحہ کا مال ابن الدحداحہ کے ماموؤں کو دے دیا۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے زیاد سے کہ عمرؓ کے پاس لایا گیا مسئلہ باپ کے ماں شریک (اخیافی) بھائی اور ماموں کا تو ماں شریک چچا کو دو ثلث عطا کئے اور ماموں کو ایک ثلث۔ دارمی حسن سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دیا خالہ کو ایک تہائی اور پھوپھی کو دو تہائی۔ دارمی ضحاک بن قیس سے کہ عمرؓ نے فیصلہ کیا طاعون عمواس والوں میں جو کہ اسلام میں پہلا طاعون تھا کہ وہ (پس ماندگان) جب کہ باپ کی جانب سے برابر ہوں تو ماں کی اولاد حقدار ہوگی اور جب ان میں کے بعض زیادہ قریب ہوں بعض سے باپ کی طرف سے تو مال کے وہ زیادہ حقدار ہیں۔ دارمی سلیمان بن یسار سے وہ محمد بن الاشعث سے کہ ان کی پھوپھی کا یمن میں بحالت یہودیت انتقال ہوگیا تو انھوں نے اس کا ذکر عمرؓ بن الخطاب سے کیا تو فرمایا کہ اس کے وارث اس کے دین والوں میں سے وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ اس کا قریب ہوگا۔ دارمی ابن شہاب سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ بن الخطاب نے کہ اہل شرک کے نہ ہم وارث

ولا یرثونا الدارمی عن الشعبی انّ ابابکر و عمر قالا لایتوارث اہل ملّتین الدّارمی عن انس بن سیرین قال عمر ابن الخطاب لایتوارث ملّتان شتّیٰ و لایحجب من لایرث الدّارمی عن الشعبی عن عمر و علیّ و زید قال و احسبہ قد ذکر عبداللہ ایضًا قالوا الولاء للکبر یعنون بالکبر ماکان اقرب باب و امّ الدارمی عن الشعبی عن عمر و علیّ و زید قالوا الدّیۃ تورث کما یورث المال خطاءہ و عمدہ الدّارمی عن الشّعبی قال عمر لا یرث قاتل خطاءٍ و لاعمدٍ الدارمی عن الشّعبی کتب عمر بن الخطّاب الیٰ شریح ان لایورث الحمیل الاببیّنۃٍ و ان جارت فی خرقتھا الدارمی عن ابی عثمان قال عمر الصّدقۃ و السّائبۃ

ہوں گے اور نہ وہ ہمارے وارث ہوں گے۔ دارمی شعبی سے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں نے فرمایا کہ دو ملّتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ دارمی انس بن سیرین سے، کہا عمرؓ بن الخطّاب نے کہ دو مختلف ملّتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے اور وہ شخص حاجب نہ ہوگا جو وارث نہ ہوگا (یعنی ممنوع الارث دوسرے کا حاجب نہ ہوگا)۔ دارمی شعبی سے، مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے اور میرا گمان ہے کہ عبداللہ کا بھی ذکر کیا ان سب نے کہا کہ ولاء[ع۱] آزاد کرنے والے کے بڑے یعنی قریب تر وارث کا حق ہوگی (یعنی اعلیٰ وارث کی مثلاً بیٹے کے ہوتے ہوئے جو اعلیٰ ہے پوتے کو نہ ملے گی) وہ کُبر سے یہ مراد لیتے کہ جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے کسی کا قریب تر ہو۔ دارمی شعبی سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ اور زیدؓ سے سب نے کہا کہ دیت میں وراثت جاری کی جائے گی جیسا کہ مال میں وراثت جاری کی جاتی ہے، خطاء کی دیت اور عمد کی دیت دونوں میں۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ نے فرمایا کہ وارث نہ ہوگا قاتلِ خطاء اور نہ قاتلِ عمد۔ دارمی شعبی سے، عمرؓ بن الخطاب نے شریح کو لکھا کہ اُٹھا کر لائے[ع۲] ہوئے کا کوئی وارث نہ قرار دیا جائے بغیر گواہی کے چاہے کوئی عورت اُس کے نہالچے میں لاتی ہو۔ دارمی ابو عثمان سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ صدقہ اور سائبہ دونوں

ع۱ ولاء ایک حق ہے جو آزاد کرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام یا لونڈی پر حاصل ہوتا ہے یعنی اگر وہ مرجائے تو آزاد کرنے والا بھی اس کا ایک وارث ہوتا ہے کُبر بضم کاف و سکونِ با، موحّدہ کسی مرد کی اولاد میں جو سب سے بڑا ہو ۱۲ مترجم ع۲ حمیل اُٹھا کر لایا ہوا بچہ۔ یعنی جو طفلک معصوم دارالاسلام میں لایا جائے (اس کے ماں باپ اور عزیز و اقارب کا حال معلوم نہ ہو، یا مجہول النسب ہو) پھر کوئی بربنا، قرابت اس کے ترکہ کا دعوٰے کرے تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہ کی جائیگی اس کا ترکہ اس کے موالی ہی کا حق ہوگا ۱۲ مترجم ۳ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو مطلق العنان کر دی گئی ہو۔ اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا کہ جب کوئی سفر سے بعافیت واپس آتا یا بیماری سے تندرست ہوتا تو کہتا ناقتی سائبۃ یعنی میری اونٹنی سائبہ ہے اب نہ اس کا کوئی دودھ دوہیگا اور نہ سوار ہوگا جیسے ہندو قوم میں سانڈ چھوڑ دیتے جاتے ہیں یہ بُتوں اور اوتاروں کی مَنّت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح غلام کو بھی سائبہ یا صدقہ کہدیا جاتا تھا تو وہ آزاد ہو جاتا تھا پھر نہ وہ اس کا وارث ہوتا اور نہ اُس کی دیت دیتا۔ اس کا یہ مطلب (بقیہ صفحہ ۵۰۳ پر)

يوم بهما قلت يعني اذا اعتق بهاتين اللفظتين
فهما معتقان في الحال ليسا من المدبّرين
الدارمي عن يحيى بن سعيد ان عمر قال
ايما حرٍّ تزوّج امةً فقد ارقّ نصفه (اے جزوہ و ہو الولد)
و ايما عبدٍ تزوّج حرّةً فقد اعتق
نصفه قال الدارمي يعني الولد الدارمي
عن ابراهيم عن عمر و عليٍّ و زيدٍ قالوا
الولاء للكبر و لا يرث النساء من
الولاء الّا ما اعتقن او ما كاتبن۔
الدارمي عن الشعبي عن عمر و
عليٍّ و زيد قالوا الوالد يجرّ
ولاء ولده الدارمي عن ابراهيم
قال عمر اذا كانت الحرّة تحت المملوك
فولدت له غلاما فانه يعتق بعتق امه
و ولاءه لموالي امه فاذا اعتق (العبد)
جرّ الولاء الى موالي ابيه (والده) الدارمي
عن العلاء بن زياد ان رجلا سال عمر
ابن الخطاب فقال ان وارثي
كلالة فاوصي بالنصف قال لا
قال فالثلث قال لا قال
فالربع قال لا قال فالخمس
قال لا حتّى صار الى العشر
فقال اوص بالعشر

اُسی دن (جس دن میں ان کا تکلم کیا)۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ جب کسی نے آزاد کیا ان دونوں لفظوں سے (یعنی کسی نے انتِ صدقۃ کہکر آزاد کیا اور کسی نے انتِ سائبۃ کہکر آزاد کیا) تو وہ دونوں فوراً آزاد ہو جائیں گے مُدبَّر نہیں ہوں گے۔ دارمی یحییٰ ابن سعید سے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ جس آزاد نے باندی سے نکاح کیا تو اُس نے اپنے نصف کو غلام کیا اور جس غلام نے نکاح کیا کسی آزاد عورت سے تو اُس کا نصف آزاد ہو گیا۔ دارمی نے کہا کہ مُراد لیا ہے (نصف سے) لڑکے کو۔ دارمی ابراہیم سے وہ عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ ولاء سب سے بڑے کے لئے ہے اور عورتیں وارث نہیں ہوتیں ولاء سے مگر اُس کی جس کو وہ خود آزاد کریں یا مکاتب بنائیں۔ دارمی، شعبی سے مروی ہے عمرؓ سے اور علیؓ سے اور زیدؓ سے، سب نے کہا کہ والد کھینچ لیتا ہے ولاء اپنے بیٹے کی۔ دارمی ابراہیم سے، کہا عمرؓ نے کہ جب آزاد شدہ عورت مملوک کے تحت میں ہوگی اور وہ اُس کا بچہ جنے تو ماں کے آزاد ہونے کی وجہ سے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کی ماں کے موالی کے لئے ہو گی۔ پھر جب وہ مملوک آزاد کر دیا جائے تو ولاء کو کھینچ لیگا اُس کے باپ کے موالی کی طرف۔ دارمی علاء بن زیاد سے کہ ایک شخص نے سوال کیا عمرؓ بن الخطاب سے اور کہا کہ میرے وارث کلالہ ہیں تو کیا میں نصف مال کے لئے وصیت کردوں؟ کہا نہیں۔ کہا تو ثلث کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا کہ ربع کے لئے؟ کہا نہیں۔ کہا تو خمس کے لئے؟ کہا نہیں۔ یہاں تک کہ (یوں ہی گھٹاتے گھٹاتے) عشر تک پہنچ گیا، تو کہا کہ عشر کی وصیت کردے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۲) بھی ہے کہ جو شخص خیرات کرے یا بردے کو سائبہ کرے تو پھر ان کو آخرت ہی کے دن کے لئے رکھے کہ دونوں سے منفعت کا دن وہی ہے۔ اب دنیا میں ان سے منفعت نہ اٹھائے ۱۲ مترجم از لغات الحدیث

قلتُ معناه ماروی عن الشعبی انّما کانوا یُوصُون بالخُمس والرُبع وکان الثُلث منتھیَ الجارِحِ الدارمی عن عبد اللہ بن ابی ربیعۃ انّ عمر بن الخطّاب قال یُحدِثُ الرجل فی وصیّتہ ماشاء وملاکُ الوصیۃ آخرُھا

من ابواب شتّی

مالک عن ابن شہاب انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب قالَ مالک قال ابن شہاب ففحصَ عن ذٰلک عمر بن الخطّاب حتّی اَتاہ الثَلجُ والیقینُ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالَ لایجتمع دینانِ فی جزیرۃ العرب فاجلا یہود خیبرَ قال مالک وقد اجلا عمر رضہ ابن الخطّاب یہودَ نجران وفدک فامّا یہودَ خیبر فخرجوا منہا لیسَ لھم من الثمر ولا من الارض شئٌ وامّا یہود فدک فکانَ لھم نصف الثمر ونصف الارض لاَنّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانَ صالحھم علٰی نصفِ الثمر ونصفِ الاَرض فاقام لھم عمر بن الخطّاب قیمۃً من ذھب وورقٍ وابلٍ وحبالٍ واَقتابٍ ثم اَعطاھم القیمۃَ واَجلاھم منہا مالک عن یحییٰ بن سعید عن عبد الرحمٰن بن القاسم ان اسلم مولیٰ عمرُ ابن الخطّاب اخبرہ انہ زارَ عبدَ اللہِ بن عیاشِ المخزومی فرآی عندہ نبیذًا وھو بطریق مکۃَ فقالَ لہٗ اسلمُ انّ ھٰذا الشراب یحبّہٗ عمر بن الخطّاب فحمل عبدُ اللہ بن عیاش المخزومی قدحًا عظیمًا

میں کہتا ہوں کہ اس کے معنے یہ ہیں جو روایت کیا گیا ہے شعبی سے کہ لوگ وصیّت خُمس اور رُبع ہی کی کیا کرتے تھے اور ثُلث منتہیٰ ہوتا تھا (وصیّت کی طرف) جُھک جانے والے کا۔ دارمی عبد اللہ ابن ربیعہ سے کہ عمر رضہ بن الخطّاب نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی وصیّت میں جو باتیں چاہے کرے مگر وصیّت کی معتبر بات آخری ہی ہوگی۔

متفرّق ابواب سے۔

مالک رحؒ ابنِ شہاب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔ مالک رحؒ نے کہا کہ ابنِ شہاب نے فرمایا کہ عمر رضہ بن الخطّاب نے اس کا کھوج لگایا یہاں تک کہ ان کو اطمینانِ قلب اور یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو دین جزیرۃ العرب میں جمع نہ ہوں گے تو اُنھوں نے یہود خیبر کو جلا وطن کر دیا۔ مالک رحؒ نے کہا اور عمر رضہ بن الخطّاب نے نجران اور فدک کے یہود کو بھی جلا وطن کیا تھا۔ رہے یہود خیبر تو وہ اس طرح وہاں سے نکلے کہ نہ اُن کا وہاں کوئی پھل تھا اور نہ زمین کا کوئی حصّہ۔ رہے یہودِ فدک تو اُن کا آدھا پھل تھا اور آدھی زمین، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے مصالحت کرلی تھی آدھے پھل اور آدھی زمین پر تو ان پر عمر رضہ بن الخطّاب نے سونے اور چاندی اور اونٹوں اور رسّیوں اور کاٹھیوں کی صورت میں قیمت مقرر کردی تھی۔ پھر اُن کو قیمت دیدی اور وہاں سے نکال دیا۔ مالک رحؒ یحییٰ بن سعید سے وہ عبد الرحمٰن ابن القاسم سے کہ اسلم مولیٰ عمر رضہ بن الخطّاب نے ان کو خبر دی کہ اسلم نے ملاقات کی عبد اللہ بن عیاش مخزومی سے تو ان کے پاس نبیذ دیکھی جب کہ وہ مکّہ کے راستہ میں تھے تو ان سے اسلم نے کہا کہ اس شربت کو عمر رضہ بن الخطّاب پسند کرتے ہیں تو عبد اللہ ابن عیاش مخزومی نے ایک بڑا بادیہ (بھر کر) اُٹھایا اور اُس کو

فجاء به الی عمر بن الخطاب فوضعه فی یده فقربه عمر الی فیه ثم رفع رأسه فقال ان هذا الشراب طیب فشرب منه ثم ناوله رجلاً عن یمینه فلما ادبر عبد الله ناداه عمر بن الخطاب فقال انت القائل لمکة خیر من المدینة فقال عبد الله فقلت هی حرم الله وامنه وفیها بیته فقال عمر لا اقول فی بیت الله ولا فی حرمه شیئاً ثم قال عمر انت القائل لمکة خیر من المدینة قال فقلت هی حرم الله وامنه وفیها بیته فقال عمر لا اقول فی حرم الله ولا فی بیته شیئاً ثم انصرف مالک عن ابن شهاب عن عبد الحمید بن عبد الرحمن ابن زید بن الخطاب عن عبد الله بن الحارث ابن نوفل عن عبد الله بن عباس ان عمر بن الخطاب خرج الی الشام حتی اذا کان بسرغ لقیه امراء الاجناد ابو عبیدة بن الجراح واصحابه فاخبروه ان الوباء قد وقع بالشام قال ابن عباس قال عمر ابن الخطاب ادع لی المهاجرین الاولین فدعاهم فاستشارهم و اخبرهم ان الوباء قد وقع بالشام فاختلفوا فقال بعضهم قد خرجت لامر ولا نری ان ترجع عنه وقال بعضهم

عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے کر پہنچے اور اس کو ان کے ہاتھ پر رکھدیا تو عمرؓ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا کہ بیشک یہ شربت عمدہ ہے پھر اس میں سے پیا پھر اس کو ایک شخص کو دے دیا جو اُن کے داہنی طرف تھا۔ پھر جب عبد اللہ پیٹھ پھیر کر چلے تو ان کو عمرؓ بن الخطاب نے پکارا اور کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ مکہ بہتر ہے مدینہ سے، تو عبد اللہؓ نے کہا کہ میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اس کا امن ہے اور اس میں اُس کا گھر ہے۔ تو عمرؓ نے کہا کہ میں بیت اللہ کے بارے میں اور اُس کے حرم کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ پھر عمرؓ نے (اعادۂ سوال کرتے ہوئے) کہا کہ کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ مکہ بہتر ہے مدینہ سے۔ کہا کہ پھر میں نے کہا کہ وہ اللہ کا حرم ہے اور اس کا امن ہے اور اس میں اُس کا گھر ہے تو پھر عمرؓ نے کہا کہ میں اللہ کے حرم اور اس کے گھر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں، پھر وہ چلدیے۔ مالک ابن شہاب سے وہ عبد الحمید بن عبد الرحمن ابن زید بن الخطاب سے وہ عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے وہ عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے یہاں تک کہ جب سرغ پہنچے (سرغ شام کے قریب مغیثہ اور تبوک کے درمیان ایک مقام ہے) تو ان سے لشکروں کے اُمراء نے ملاقات کی یعنی ابو عُبیدہ بن الجراح اور ان کے اصحاب نے اور اُنھوں نے اُن کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میرے پاس مہاجرینِ اوّلین کو لاؤ، تو اُن کو بُلایا پھر عمرؓ نے اُن سے مشورہ لیا اور ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو ان میں اختلاف ہو گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں اور ہماری یہ رائے نہیں کہ آپ اس سے لوٹ جائیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ

معك بقية الناس و اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم ولا نرى ان
تقدمهم على هذا الوباء فقال ارتفعوا عنى
ثم قال ادع لى الانصار فدعوتهم
فاستشارهم فسلكوا سبيل المهاجرين
و اختلفوا كاختلافهم فقال ارتفعوا عنى
ثم قال ادع لى من كان ههنا
من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح
فدعوتهم فلم يختلف عليه منهم رجلان
فقالوا نرى ان ترجع بالناس و
لا تقدمهم على هذا الوباء فنادى
عمر بن الخطاب انى مصبح على
ظهر فاصبحوا عليه فقال ابو عبيدة
أفرارا من قدر الله فقال
عمر لو غيرك قالها يا ابا عبيدة نعم
نفر من قدر الله الى قدر الله
ارأيت لو كانت لك ابل فهبطت
واديا له عدوتان احداهما مخصبة
و الاخرى جدبة اليس ان رعيت
الخصبة رعيتها بقدر الله و
ان رعيت الجدبة رعيتها بقدر الله
قال فجاء عبد الرحمن بن عوف و
كان غائبا فى بعض حاجته فقال ان
عندى من هذا علما سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم

بقیہ لوگ اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہماری رائے نہیں ہے کہ آپ ان کو لئے ہوتے اس وبا پر پہنچ جائیں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے آپ سب اُٹھ جائیں۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس انصار کو لاؤ، تو ان کو بُلا کر اُن سے مشورہ لیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی راہ پر چلے اور یہ بھی مختلف الرائے ہوگئے جیسے وہ ہوتے تھے۔ پھر آپ نے اُن سے فرمایا کہ اب آپ سب اُٹھ جائیں۔ پھر کہا کہ میرے پاس اُن مشائخ قریش کو لاؤ جو فتح (مکہ سے قبل) کے مہاجرین میں سے یہاں موجود ہیں تو میں اُن کو بُلا کر لایا تو اُن میں دو آدمی بھی مختلف الرائے نہیں ہوتے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس ہو جائیں اور ان کو اس وبا پر نہ لے جائیں، تو عمرؓ بن الخطاب نے اعلان کرادیا کہ ہم صبح کو اونٹوں کی پُشت پر سوار ہو جائیں گے (یعنی واپس ہونے کے لئے) تو سب لوگ صبح کو آپ کے پاس پہنچ گئے۔ تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہا ہے؟ تو عمرؓ نے کہا کہ کاش یہ بات تمہارے سوا اے ابو عبیدہؓ کوئی دوسرا شخص کہتا۔ (جواب یہ ہے کہ) ہاں ہم اللہ کی قدر سے اللہ ہی کی قدر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ایسی وادی میں اُترو جس کی دو جانب ہوں اُن میں سے ایک تو سرسبز ہو اور دوسری خشک قحط زدہ تو کیا یہ بات نہیں کہ اگر تم نے ارادہ کیا سرسبز کا تو تم نے اس کا ارادہ اللہ کی تقدیر سے کیا اور اگر ارادہ کیا خشک جانب کا تو وہ ارادہ بھی اللہ کی تقدیر سے کیا، کہا کہ پھر آگئے عبدالرحمن بن عوفؓ اور وہ اپنی کسی حاجت کی وجہ سے غائب تھے تو انھوں نے کہا کہ میرے پاس اس باب میں علم موجود ہے۔ میں نے سُنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

يقول اذا سمعتم به (الوباء) بارض فلا تقدموا عليه
واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا
فرارًا منه قال فحمد الله عمر ثم انصرف
مالك عن ابن شهاب عن عبد الله بن عامر
ابن ربيعة ان عمر بن الخطاب خرج الى
الشام فلما جاء سرغ بلغه ان الوباء قد
وقع بالشام فاخبره عبد الرحمن بن عوف
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا
عليه واذا وقع وانتم بها فلا
تخرجوا فرارًا منه فرجع عمر بن
الخطاب من سرغ مالك عن ابن شهاب
عن سالم بن عبد الله ان عمر بن الخطاب
انما رجع بالناس عن حديث عبد الرحمن
ابن عوف مالك انه قال بلغني ان عمر بن الخطاب
قال لبيت بركبة (موضع بالحجاز) احب الي من عشرة
ابيات بالشام قال مالك يريد لطول
الاعمار والبقاء ولشدة الوباء بالشام مالك
عن زيد بن ابي انيسة عن عبد الحميد بن عبد الرحمن
ابن زيد بن الخطاب انه اخبره عن مسلم بن يسار
الجهني ان عمر بن الخطاب سئل عن هذه
الآية وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ
مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ

آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم اس (وبا) کو کسی زمین پر سنو تو اس پر
پیش قدمیؔ نہ کرو اور اگر وبا واقع ہو جائے زمین میں جب کہ وہاں
موجود ہو تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ کہا کہ پھر عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا
کیا اور واپس ہو گئے۔ مالکؒ ابن شہاب سے وہ عبداللہ بن عامر
ابن ربیعہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب شام کی طرف نکلے جب سرغ میں
پہنچے تو ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ شام میں وبا واقع ہو گئی ہے تو
ان کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی زمین میں وبا کو سنو تو اس پر نہ
جاؤ اور جب واقع ہو جائے اس حال میں کہ تم وہاں موجود ہو
اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ تو عمرؓ بن الخطاب سرغ سے واپس ہو گئے۔
مالکؒ ابن شہاب سے وہ سالم بن عبداللہؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب
لوگوں کو صرف عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی حدیث کی وجہ سے لوٹا کر
لائے۔ مالکؒ، انھوں نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب
نے فرمایا کہ رکبہ کا (جو حجاز میں ایک موضع ہے) ایک گھر مجھے
شام کے دس گھروں سے زیادہ عزیز ہے۔ کہا مالکؒ نے کہ مراد
یہ لے رہے تھے کہ (رکبہ کا ایک گھر) بوجہ عمروں کی درازی و
بقاء کے (عزیز ہے) اور شام میں شدتِ وباء کی وجہ سے (دس
گھر عزیز نہیں ہیں)۔ مالکؒ زید بن ابی انیسہ سے وہ عبدالحمید
ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے کہ انھوں نے ان کو خبر دی
مسلم بن یسار الجہنی کی روایت سے کہ عمرؓ بن الخطاب سے
پوچھا گیا اس آیت کے بارے میں وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي
آدَمَ تا غٰفِلِينَ ٥ (٧: ١٧٢) اور جب آپ کے رب نے
اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی

ع٥ اس لئے کہ وبا کبھی عذاب ہوتی ہے اُس قوم پر تو ایسی جگہ جانا عذابِ الٰہی پر جرأت ہوگی اور اس کو حقیر جاننا۔ رہا وبا پھیلنے کی صورت میں عدم خروج
کا حکم تو وہ اس جہت سے ہے کہ مریضوں کے دل نہ ٹوٹیں اور ان کے علاج کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے ۱۲

وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوْا بَلٰى ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ فقال عمر بن الخطاب سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم يُسْئَلُ عنها فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالے خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ فاستخرج منہ ذریۃً فقال خلقتُ ہٰؤلاء للجنۃ وبعمل اہل الجنۃ یعملون ثم مسح ظہرہ فاستخرج منہ ذریۃً فقال ہٰؤلاء للنار وبعمل اہل النار یعملون فقال رجلٌ یا رسول اللہ ففیم العمل فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالے اذا خلق العبد للجنۃ استعملہ بعمل اہل الجنۃ حتے یموت علے عمل من اعمال اہل الجنۃ فیدخلہ بہ الجنۃ واذا خلق العبد للنار استعملہ بعمل اہل النار حتے یموت علے عمل من اعمال اہل النار فیدخلہ بہ النار محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن عبد الاعلے التیمی عن ابیہ عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال بینا ہو یخطب الناس بالجابیۃ اذ قال فی خطبتہ ان اللہ یُضِلُّ مَن یشآء ویہدی مَن یشآء فقال قسٌّ من تلک القسوس ما یقول امیر المؤمنین قالوا یقول

کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں ہم (سب اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے۔" تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپؐ سے اس کے بارے میں پوچھا جارہا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر اپنا دایاں ہاتھ اُس کی پُشت پر پھیرا اور اُس سے ذریت کو نکالا پھر کہا کہ مَیں نے اُن کو پیدا کیا جنّت کے لئے اور یہ عمل اہل جنّت پر کاربند ہوں گے پھر اُس کی پُشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے ذُرّیت کو نکالا اور کہا کہ میں نے ان کو پیدا کیا نار کے لئے اور یہ عملِ اہلِ نار پر کاربند ہوں گے تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ پھر عمل کس مرتبہ میں رہا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جب بندے کو جنّت کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ جنّت پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ جنّت کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اس کو اس عمل کے سبب سے جنّت میں داخل کرے گا اور جب بندے کو نار کے لئے پیدا کیا تو اس کو عملِ اہلِ نار پر کاربند کیا یہاں تک کہ وہ اہلِ نار کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے پھر وہ اُس کو اس عمل کے سبب سے نار میں داخل کرے گا۔ محمدؒ نے کہا خبر دی ہم کو ابو حنیفہؒ نے عبد الاعلیٰ تیمی سے وہ اپنے باپ سے اُنھوں نے عمرؓ ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس دَوران میں کہ وہ جابیہ میں لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ اُنھوں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو وہاں کے پادریوں میں سے ایک پادری نے (لوگوں سے پوچھا) کہ امیر المومنینؓ کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ

ان الله يضل من يشاء ويهدي من يشاء
فقال بركشت (پیشوا ترسایان) الله اعدل من ان يضل
احداً فبلغت عمر بن الخطاب رضي الله عنه
فقال بل الله اضلك والله لولا عهد لك
لضربت عنقك اخرج الامام ابو القاسم
اسمعيل بن محمد بن الفضل الطلحي في كتاب الحجة
في بيان المحجة عن عبد الله بن الحارث بن
نوفل قال لما قدم عمر بن الخطاب رضي
الله عنه الجابية قام يخطب الناس و
عنده الجاثليق يترجم له ما يقول
عمر فلما قال عمر من يضلل
الله فلا هادي له وفي رواية فلما قال عمر
يضل الله من يشاء ويهدي من يشاء
نفض الجاثليق ثوبه كهيئة المنكر لذلك
فقال عمر ما يقول فكرهوا ان يذكروا
له الذي عنى بذلك ثم عاد عمر فقال ذلك
ففعل الجاثليق مثلها فقال عمر ما
يقول فقيل يا امير المؤمنين يزعم ان
الله لا يضل احداً فقال عمر كذبت
يا عدو الله بل الله خلقك وهو اضلك
وهو يدخلك النار ان شاء الله والله
لولا عقد لك لضربت عنقك ان الله
عزوجل حين خلق الخلق

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُس نے کہا کہ معاذ اللہ خدا اعدل (یعنی بہت انصاف کرنے والا ہے اور بالاتر ہے اس سے کہ وہ کسی کو گمراہ کرے. پھر یہ بات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا بلکہ اللہ ہی نے تجھے گمراہ کیا ہے. واللہ اگر تم سے عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن ماردیتا. اخذ کیا امام ابو القاسم اسمٰعیل بن محمد بن الفضل الطلحی نے کتاب الحجۃ فی بیان المحجۃ میں، مروی ہے عبد اللہ بن الحارث بن نوفل سے کہا کہ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تشریف لائے تو کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور ان کے پاس جاثلیق تھا جو کہ ترجمہ کرتا جاتا تھا اس تقریر کا جو عمر رضؓ کہتے تھے تو جب عمر رضؓ نے کہا کہ جس کو اللہ گمراہ کرے اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر رضؓ نے کہا "گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے" تو جاثلیق نے اپنا کپڑا جھٹکا اس بات کے منکر کی ہیئت کی طرح تو عمر رضؓ نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے، تو لوگوں نے اس بات سے کراہت کی کہ آپ سے ذکر کریں کہ اس حرکت سے اُس کی مراد کیا تھی پھر عمر رضؓ نے اعادہ کلام کیا تو پھر جاثلیق نے وہی حرکت کی پھر عمر رضؓ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے تو کہا گیا کہ اے امیر المومنین یہ شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا. تو عمر رضؓ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن! تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تجھے اللہ ہی نے پیدا کیا اور اسی نے تجھے گمراہ کیا اور وہی انشاء اللہ تعالیٰ تجھے نار میں داخل کرے گا. واللہ اگر تیرے ساتھ عہد نہ ہو چکا ہوتا تو میں تیری گردن ماردیتا. بیشک اللہ عزوجل نے جب مخلوق کو پیدا کیا

عہ جاثلیق: شام کے فتح کے ساتھ بھی رئیس نصاریٰ جو انطاکیہ کے بطریق کا ماتحت ہوتا تھا. جاثلیق کے ماتحت کو مطران کہتے تھے. پھر مطران کے ماتحت ہر شہر میں اسقف ہوتے تھے اور اسقف کے ماتحت قسیس ہوتے تھے اور قسیس کے ماتحت شماس ہوتے تھے ۱۲

خلق اہل الجنۃ وما ہم عاملون وخلق اہل النار وما یعملون ثم قال ہٰؤلاء لہٰذہ وہٰؤلاء لہٰذہ فقال عبداللہ بن الحارث فتفرق الناس وہم لا یختلفون فی القدر وأخرج ایضاً عن سعید بن المسیب قال قام عمر بن الخطاب فی الناس فقال ایہا الناس الا ان اصحاب الرأی اعداء السنۃ اعیتہم الاحادیث ان یحفظوہا وتفلتت منہم ان یعوہا واستحیوا اذا سألہم الناس ان یقولوا لا ندری فعاندوا السنن برأیہم فضلوا واضلوا کثیرا والذی نفس عمر بیدہ ما قبض اللہ نبیہ ولا رفع الوحی عنہم حتی اغناہم عن الرأی ولو کان الدین یؤخذ بالرأی لکان اسفل الخف احق بالمسح من ظہرہ فایاک وایاہم وأخرج عن عامر بن سعد عن ابیہ قال وقف عمر بن الخطاب بالجابیۃ فقال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا فقال من اراد بحبوحۃ الجنۃ فعلیہ بالجماعۃ فان الشیطان مع الفذ قال اہل اللغۃ بحبوحۃ الجنۃ وسطہا والفذ الفرد وقال ابو القاسم تعلیقا

تو اہلِ جنت کو پیدا کیا اور ان اعمال کو جو وہ کرتے ہیں اور پیدا کیا اہلِ نار کو اور اُن اعمال کو جو وہ کرتے ہیں. پھر فرمایا کہ یہ سب اس کے لئے اور یہ سب اس کے لئے۔ پھر کہا عبداللہ بن الحارث نے کہ اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے اور وہ قدر میں اختلاف نہیں کرتے تھے۔ اور نیز روایت کیا سعید بن المسیب سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب لوگوں میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے لوگو یاد رکھو کہ اصحاب رائے (یعنی آفتابِ نبوت کی روشنی کو چھوڑ کر اپنی عقل کے چراغ سے دیکھنے والے) سنت کے دشمن ہیں عاجز کر دیا اُن کو احادیث نے کہ وہ ان کو حفظ کرتے اور چھوٹ گئیں اُن سے کہ وہ ان کو اپنی یاد میں قائم رکھتے اور جب اُن سے لوگ (کوئی مسئلہ) پوچھتے ہیں تو وہ یہ کہنے سے شرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تو یہ لوگ اپنی رائے سے (مسئلوں کے جواب دے کر) سنت کے ساتھ دشمنی کرنے لگے تو گمراہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو وفات نہیں دی اور نہ اُن سے وحی کو مرتفع کیا جب تک کہ ان کو رائے سے مستغنی نہ کر دیا اور اگر دین رائے سے اخذ کیا جاتا تو موزے کا تلا مسح کے لئے زیادہ مناسب ہوتا بہ نسبت اُوپر کے حصہ کے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں سے بچو۔ اور روایت کیا عامر بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے، کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے جابیہ میں (خطبہ کے لئے) کھڑے ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص وسطِ جنت میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اُس کے اُوپر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے کیونکہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ کہا اہلِ لغت نے کہ بحبوحۃ الجنۃ کے معنے ہیں وسطِ جنت اور فذ، اکیلا۔ اور کہا ابو القاسم نے تعلیقاً کہ عمرؓ بن

قال عمر بن الخطاب على المنبر ان هذا
القرآن كلام الله واخرج عن الحسن
قال جاء اعرابي الى عمر فقال يا امير المؤمنين
علمني الدين قال تشهد ان لا اله
الا الله وان محمدا رسول الله و
تقيم الصلوٰة وتؤتي الزكوٰة وتحج البيت
وتصوم رمضان وعليك بالعلانية و
اياك والسر وكل ما تستحيي منه فان
كان لقيت الله فقل امرني بهذا
عمر واخرج عن عمرو بن ميمون عن
عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم كان يتعوذ من عذاب
القبر واخرج عن ابي شهم عن عمر
ابن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم كيف انت اذا كنت في اربعة
اذرع في ذراعين ورأيت منكرا ونكيرا
قال قلت يارسول الله وما منكر ونكير
قال فتانا القبر يبحثان الارض
بانيابهما ويطآن في اشعارهما اصواتهما
كالرعد القاصف وابصارهما كالبرق الخاطف
معهما مرزبة لو اجتمع عليها اهل منى لم
يطيقوا رفعها هي ايسر عليهما من عصاي هذه
قال قلت يارسول الله وانا على حالي هذه قال
نعم قلت اذا اكفيكهما واخرج عن طارق
ابن شهاب عن عمر بن الخطاب قال قال

الخطاب نے منبر پر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور روایت اخذ کی حسنؓ سے کہا کہ ایک اعرابی آیا عمرؓ کے پاس اور بولا کہ اے امیر المومنینؓ مجھے دین سکھاؤ۔ فرمایا کہ (دین یہ ہے کہ) تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اور رمضان میں روزے رکھے اور تجھ پر لازم ہے (دین کی بات) علانیہ کرنا اور چھپ کر کرنے سے بچ اور ہر ایسی (دین کی بات چھپ کر کرنے سے) جس (کے اظہار) سے تجھے شرم آتی ہو۔ پھر اگر اس حال میں تو اللہ تعالیٰ سے ملے تو کہدیجیے کہ مجھے یہ حکم عمرؓ نے دیا تھا۔ اور روایت کی عمرو بن میمون سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اور روایت کی ابی شہم سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تو چار ہاتھ (لمبی) اور دو ہاتھ (گہری) زمین میں دفن ہو گا اور تو مُنکر اور نکیر کو دیکھے گا۔ مَیں نے کہا یارسول اللہ اور منکر و نکیر کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ قبر کے دو امتحان لینے والے ہیں زمین کو اپنے دانتوں سے کھود ڈالتے ہیں اور اپنے (دراز) بالوں میں چلتے ہیں اُن دونوں کی آوازیں گرجنے والے رعد کی مانند ہیں اور ان کی نگاہیں چمکنے والی بجلی جیسی، اُن دونوں کے پاس (اتنا بھاری) ہتھوڑا (یا گُرز) ہو گا کہ اگر تمام اہل منیٰ اکٹھے ہو کر اُٹھائیں تو اُس کو نہ اٹھا سکیں۔ اور اس کا اُٹھانا ان پر اس میرے عصا سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کہا کہ مَیں نے کہا کہ یارسول اللہ اور مَیں اپنے اسی حال پر ہونگا فرمایا کہ ہاں مَیں نے کہا کہ پھر تو آپؐ کی طرف سے میں اُن سے نبٹ لوں گا۔ اور روایت کیا طارق بن شہاب سے وہ عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بُعِثتُ داعیًا و مُبلّغًا لیس الیَّ من الهدیٰ شیٔ و خُلِق ابلیس مُزیّنًا و لیس الیہ من الضلالۃ شیٔ " و اخرج عن ابی ہریرۃ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتجالسوا اصحاب القدر و لاتفاتحوہم (ابتدا بکلام مکنید) احمد بن حنبل قال حدثنا ہُشیم اخبرنا علی بن زید عن یوسف ابن مہران عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب و قال ہُشیم مرّۃً خطبنا فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ فذکر الرجم فقال لاتُخدعنّ عنہ فانہ حدٌّ من حدود اللہ الا انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد رجم و رجمنا بعدہ ولولا ان یقول قائلون زاد عُمر فی کتاب اللہ مالیس منہ لکتبتہ فی ناحیۃ من المصحف شہد عمر بن الخطاب قال ہُشیم مرّۃً و عبدالرحمٰن بن عوف و فلان و فلان انّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد رجم و رجمنا من بعدہ و انّہ سیکون من بعدکم قوم یکذّبون بالرجم و بالدجال و بالشفاعۃ و بعذاب القبر و بقوم یخرجون من النار بعد ما امتحشوا (احترقوا) مالک انہ بلغہ انّ عمر ابن الخطاب قال انّی لاُحِبُّ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میں بھیجا گیا ہوں داعی اور مبلغ بنا کر میرے قبضہ میں ہدایت پر لانا کچھ نہیں اور ابلیس پیدا کیا گیا مزین بنا کر (کہ دنیا کی زینت دکھا کر اس پر فریفتہ کرنے کی کوشش کرے) اور اس کے قبضہ میں گمراہی کا کچھ اختیار نہیں (ہدایت و ضلالت دونوں پر اللہ ہی کا اختیار ہے)۔ اور روایت کیا ابوہریرہؓ سے انھوں نے عمرؓ بن الخطاب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اصحاب قدر کے ساتھ ہمنشینی نہ اختیار کرو (یعنی قدریہ گروہ کے لوگوں سے) اور نہ ان کے ساتھ آغاز کلام کرو۔ احمد بن حنبلؒ کہا ہم سے حدیث بیان کی ہُشیم نے، کہا کہ ہم کو خبر دی علی بن زید نے یوسف بن مہران سے انھوں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ دیا عمرؓ بن الخطاب نے اور ہشیم نے ایک مرتبہ یوں کہا کہ خطبہ دیا ہم کو پھر اللہ کی حمد اور اس کی ثنا کی پھر رجم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑنا کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ یاد رکھو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپؐ کے بعد رجم کیا ہے اور اگر (یہ اندیشہ نہ ہوتا) کہ کہنے والے یہ کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں ایسی بات بڑھا دی جو اس میں نہیں تھی تو میں مصحف کے کسی جانب میں یہ لکھ دیتا کہ اس بات کا گواہ عمرؓ بن الخطاب ہے۔ اور ہُشیم نے ایک مرتبہ کہا اور عبدالرحمن بن عوف اور فلاں و فلاں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی ان کے بعد رجم کیا اور تمہارے بعد عنقریب ایسی قوم ہو گی جو جھٹلائیں گے رجم کو اور دجال (کے ظہور) کو اور شفاعت کو اور عذاب قبر کو اور اُس قوم کے وجود کو جو جہنم سے نکلیں گے بعد اس کے کہ وہ جل چکے ہوں گے۔ مالکؒ، یہ کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب نے کہا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ

أن أنظر إلى القارئ ابيض الثياب مالك عن
ايوب بن ابي تميمة السختياني عن ابن سيرين
قال قال عمر بن الخطاب اذا اوسع الله عليكم فاوسعوا
على انفسكم جمع رجل عليه ثيابه مالك عن
اسحق بن ابي طلحة انه قال قال انس بن مالك
رأيت عمر بن الخطاب وهو يومئذ امير المؤمنين
وقد رقع بين كتفيه برقع ثلث لبد بعضها
فوق بعض مالك عن نافع عن عبد الله بن
عمر ان عمر بن الخطاب رأى حلة سيراء عند
باب المسجد فقال يا رسول الله لو اشتريت هذه
الحلة فلبستها يوم الجمعة وللوفد اذا قدموا
عليك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انما يلبس هذه من لا خلاق له في الآخرة ثم جاء
رسول الله صلى الله عليه وسلم منها حلل فاعطى
عمر بن الخطاب منها حلة فقال عمر يا رسول الله
كسوتنيها وقد قلت في حلة عطارد ما قلت
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم اكسكها
لتلبسها فكساها عمر اخا له مشركا بمكة
مالك انه بلغه ان عمر بن الخطاب وعلي بن
ابي طالب وعثمان بن عفان كانوا يشربون
قياما مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر
ابن الخطاب كان يأكل خبزا بسمن
فدعا رجلا من اهل البادية فجعل
يأكل ويتتبع باللقمة

کہ قاری کو سفید کپڑے پہنے ہوتے دیکھوں۔ مالکؒ ایوب بن ابی تمیمہ
سختیانی سے وہ ابن سیرین سے، کہا کہ فرمایا عمرؓ بن الخطاب نے
کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم پر وسعت کر دی ہے تو تم بھی اپنے نفسوں
پر وسعت کرو چاہیئے کہ آدمی اپنے اوپر (ضروری) کپڑے جمع کرے
(یعنی پہنے)۔ مالکؒ اسحٰق بن ابی طلحہ سے انھوں نے کہا کہ انسؓ
ابن مالکؓ نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو دیکھا اور وہ اس
زمانہ میں امیرالمؤمنین تھے اس حال میں کہ انھوں نے اپنے مونڈھوں
کے درمیان اُوپر تلے تین پیوند لگا رکھے تھے۔ مالکؒ نافع سے وہ
عبداللہ بن عمرؓ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے دروازۂ مسجد کے قریب
ایک جوڑا سیرآء[ع۵] دیکھا تو کہا کہ یا رسول اللہؐ اس کو آپ خرید لیجئے
اور جمعہ کے دن پہن لیا کرتے اور ایسے موقع پر جب کہ باہر کے
وفود آپؐ کے پاس آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس کو ایسا شخص ہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی
حصّہ نہ ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُن
میں سے چند جوڑے آگئے تو ان میں سے ایک جوڑا آپؐ نے
عمرؓ بن الخطاب کو دیا تو عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ یہ آپ مجھے
عطا فرما رہے ہیں حالانکہ عطارد کے جوڑے کے بارے میں فرمایا
تھا جو کچھ فرمایا تھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
نے تم کو اس لئے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو تو عمرؓ نے
وہ اپنے ایک بھائی کو دیدیا جو مُشرک تھا مکہ میں۔ مالکؒ سے کہ ان کو
یہ خبر پہنچی کہ عمرؓ بن الخطاب اور علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ
ابن عفان سب کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ مالکؒ یحییٰ بن سعید سے
کہ عمرؓ بن الخطاب گھی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے تو آپ نے
ایک شخص کو جو اہلِ بادیہ میں سے تھا بلا لیا اس نے پے درپے لقمہ

ع۵ سین کے زیر اور یا تحتانی کے زیر کے ساتھ، ایک قسم کی یمنی چادر کہ جس میں زرد خطوط ریشمی دھاگے کے لگے ہوتے یا خالص زرد ہوتی تھی ۱۲ مترجم

وَضَہَرَ الصحفۃَ فقالَ لہٗ عمر کانک مُقفِرٌ (گرسنہ ۱۲) (دسمہا ۱۲)
فقالَ واللّٰہِ ما اکلتُ سمنًا ولا رأیتُ
اُکلاتِہٖ (تقیمہ ۱۲) منذ کذا وکذا فقال عمر لاآکلُ السمنَ
حتّٰی یُحیِیَ الناسُ من اَولِ ما یُحیَونَ (بمطر ۱۲)
مالکؒ عن اسحٰق بن عبداللّٰہ بن ابی طلحۃ
عن انس بن مالک قال رأیتُ عمر بن
الخطاب وہو یومئذ یُطرح لہٗ صاعٌ من
تمرٍ فیأکلہ حتّٰی یأکل حَشَفَہا (بدترین خرما ۱۲) مالکؒ عن
عبداللّٰہ بن دینار عن عبداللّٰہ بن
عُمرَ انّہٗ قال سُئل عمر بن الخطّاب
عن الجَرادِ فقالَ وَدِدتُ اَن عندی
قَفعَۃً (زنبیل خورد بے گوشہ ۱۲) فآکُلُ منہ مالکؒ عن یحیی
ابن سعیدٍ انّ عمر بن الخطّاب قالَ
ایّاکم واللحمَ فانّ لہٗ ضراوۃً کضراوۃِ الخمر
مالکؒ عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب
ادرک جابر بن عبداللّٰہ ومعہ حمالُ اللحم
فقالَ ماہذا فقال یا امیرَ المؤمنین قَرِمنا
الی اللحم فاشتریتُ بدرہم لحماً فقالَ
مایُرِیدُ احدکم اَن یَطوِیَ بطنَہٗ عن جارِہٖ
او ابن عمہ این تذہب عنک ہٰذہ الآیۃ
اَذْہَبتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِی حَیَاتِکُمُ الدُّنیَا
وَاسْتَمتَعتُم بِہَا. مالکؒ عن اسحٰق بن

کھانے شروع کر دیئے اور پیالہ کو لپٹ گیا تو اس سے عمرؓ نے کہا گویا کہ تو بھوکا ہے تو اس نے کہا کہ واللہ میں نے اتنے اور اتنے زمانہ سے گھی نہیں کھایا اور نہ اس کے لقمے دیکھے تو عمرؓ نے کہا کہ میں گھی نہیں کھاؤں گا جبتک کہ لوگوں پر پہلے خوب بارش نہ ہولے (جس سے ان میں جان آجائے)۔ مالکؒ اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انسؓ بن مالک سے کہا کہ میں نے عمرؓ بن الخطّاب کو دیکھا اس حال میں کہ اس دن کہ ان کے سامنے ایک صاع کھجور ڈال دی جاتی تھی تو وہ اس کو کھاتے تھے یہاں تک کہ ان میں کے خراب دالوں کو بھی۔ مالکؒ عبداللہ بن دینار سے وہ عبداللہ ابن عمرؓ سے انھوں نے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب سے ٹڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میرے پاس ایک تھیلا ہو جس میں سے ان کو کھاتا رہوں۔ مالکؒ یحیےٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ بچو گوشت پر (مداومت) سے کہ اس کا بھی ایک چسکا (یعنی لت) ہے جیسا شراب کا چسکا ہوتا ہے۔ مالکؒ یحیےٰ بن سعید سے کہ عمرؓ بن الخطّاب نے جابرؓ بن عبداللہ کو پایا اس حال میں کہ ان کے ساتھ ایک بوجھ (یعنی بندھا ہوا پوٹلا) گوشت کا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؓ ہمارا گوشت کو دل چاہا تو میں نے ایک درہم کا گوشت خرید لیا تو فرمایا کہ تم میں کوئی یہ ارادہ نہیں کرتا کہ اپنے پیٹ کو تہ کر رکھے اپنے پڑوسی اور ابن عم کی خاطر داری کیلئے۔ کہاں جاتی رہی تمھارے پاس سے یہ آیت اَذْہَبتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ الخ (۴۶: ۲۰) "تم اپنی من بھاتی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور ان کو خوب برت چکے"۔ مالکؒ اسحٰق بن

ع۵ بعض روایات میں سمن کے بجائے سمین ہے یعنی لاآکل السمین حتّٰی یُحیا الناس من اول ما یُحیَون کہ میں فربہ (چربی دار) گوشت اس وقت تک نہیں جب تک لوگوں میں زندگی نہیں آلیتی یعنی اچھی طرح بارش نہیں ہوتی ایسی پہلی بارش ہونے کے بعد کھاؤں گا۔ ۱۲ اشتیاق احمد عفی عنہ

عبداللہ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک انّہ
سمع عمر بن الخطاب وسلّم علیہ رجلٌ فردّ
علیہ السلام ثم سأل عمر الرجل کیف انت
فقال احمد الیک اللہ فقال عمر جزاک اللہ
ذٰلک الذی اردت منک مالک عن ربیعۃ
ابن ابی عبدالرحمٰن عن غیر واحد من علماءھم ان
اباموسی الاشعری جاء یستاذن علی عمر
ابن الخطاب فاستاذن ثلثًا ثم رجع
فارسل عمر بن الخطاب فی اثرہ فقال
مالک لم تدخل فقال ابوموسی الاشعری
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول الاستیذان ثلث فان اذن لک
فادخل والا فارجع فقال عمر بن الخطاب
ومن یعلم ھذا لئن لم تاتنی بمن یعلم
ذٰلک لافعلنّ بک کذا وکذا فخرج
ابوموسی حتی جاء مجلسًا فی المسجد یقال
مجلس الانصار فقال انی اخبرت عمر
ابن الخطاب انی سمعت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یقول الاستیذان ثلث
فان اذن لک فادخل والا فارجع
فقال لئن لم تاتنی بمن یعلم ھذا
لافعلن بک کذا وکذا فان کان سمع
ذٰلک احد منکم فلیقم معی فقالوا
لابی سعید الخدری قم معہ و
کان ابوسعید اصغرھم

عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس رضؓ بن مالک سے کہ انھوں نے سُنا
عمر رضؓ بن الخطاب سے اور ان کو ایک شخص نے سلام کیا تھا پھر
اُنھوں نے سلام کا جواب دے کر اُس سے سوال کیا تھا کہ تم کیسے ہو
تو اُس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کا شکر کرتا ہوں تو اُنھوں
نے کہا جزاک اللہ یہی وہ بات ہے جو میں تم سے سُننا چاہتا تھا۔
مالک رحؒ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے اور انھوں نے اپنے میں کے
ایک سے زیادہ علماء سے سُنا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور عمر رضؓ بن
الخطاب سے ملاقات کی اجازت طلب کی (جواب نہ ملا) تو تین
مرتبہ اجازت طلب کر کے واپس ہوئے تو عمر رضؓ بن الخطاب نے
ان کے پیچھے آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ کیا ہوا کہ تم اندر نہیں آئے
تو ابوموسیٰ اشعری رضؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ استیذان تین ہونے چاہئیں
(یعنی تین مرتبہ اجازت مانگی جائے) پھر اگر تم کو اجازت دیدی
جائے تو داخل ہوجاؤ ورنہ لوٹ جاؤ تو عمر رضؓ بن الخطاب نے
فرمایا کہ اس کو اور کون جانتا ہے۔ اگر تم کوئی ایسا شخص میرے
پاس نہ لائے جو اس بات کو جانتا ہو تو میں تمہارے ساتھ ضرور
ایسا اور ایسا کروں گا۔ تو ابوموسیٰ رضؓ نکلے یہاں تک کہ انصار
کی ایک مجلس میں پہنچے جو مسجد میں ہوتی تھی جس کو مجلس الانصار
کہا جاتا تھا اور کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطاب کو خبر دی کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ
استیذان تین ہونے چاہئیں پھر اگر تم کو اجازت دیدی جائے تو
داخل ہوجاؤ ورنہ لوٹ جاؤ تو اُنھوں نے کہا کہ اگر تو میرے پاس
کوئی ایسا شخص نہ لائے گا جو یہ بات جانتا ہو تو میں تیرے ساتھ
ضرور ایسا اور ایسا کروں گا تو اگر تم میں سے بھی کسی نے یہ ارشاد
سُنا ہو تو وہ اٹھ کر میرے ساتھ چلے۔ ان لوگوں نے ابوسعید خدریؓ سے فرمایا
کہ ان کے ساتھ چلو اور ابوسعیدؓ ان سب میں چھوٹے تھے

فقام معه فاخبر ذلك عمر بن الخطاب فقال عمر لابی موسیٰ اما انی لم اتهمك ولكنی خشيت ان يتقول الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ارسل الى عمر بن الخطاب بعطاء فرده عمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم رددته فقال يا رسول الله اليس قد اخبرتنا ان خيرا لاحدنا ان لا ياخذ من احد شيئا فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك عن المسئلة فاما ما كان من غير مسئلة فانما رزق يرزقكه الله فقال عمر بن الخطاب اما والذي نفسي بيده لا اسأل احدا شيئا ولا ياتيني شيء من غير مسئلة الا اخذته مالك عن عبد الله بن ابي مليكة ان عمر بن الخطاب مر بامراة مجذومة وهي تطوف بالبيت فقال لها يا امة الله لا توذي الناس لو جلست في بيتك فجلست في بيتها فمر بها رجل بعد ذلك فقال لها ان الذي كان نهاك قد مات فاخرجي فقالت ما كنت لاطيعه حيا واعصيه ميتا مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب قال لرجل ما اسمك فقال جمرة

وہ اُٹھ کر اُن کے ساتھ ہوئے اور عمرؓ بن الخطاب کو اس کی خبر دی۔ تو عمرؓ نے ابوموسیٰؓ سے کہا سمجھ لو کہ میں نے تم کو متہم نہیں سمجھا تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ (اس طرح) لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹی باتیں منسوب نہ کرنے لگیں۔ مالکؒ زید بن اسلم سے وہ عطاء بن یسار سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن الخطاب کے پاس کچھ مال بھیجا تو عمرؓ نے اس کو واپس کر دیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اُس کو کیوں واپس کیا تو اُنھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپؐ نے ہم کو خبر نہیں دی تھی کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ لے تو اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بات سوال کرنے سے متعلق تھی، رہی وہ چیز جو بغیر سوال کے آئے وہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالےٰ تم کو عطا فرماتا ہے تو عمرؓ بن الخطاب نے کہا اب قسم ہے اُس ذات کی میرا نفس جس کے ہاتھ میں ہے میں کسی سے کسی شے کا سوال نہ کروں گا اور میرے پاس بغیر مانگے کوئی چیز نہیں آئے گی مگر میں اُس کو لے لونگا۔ مالکؒ عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے کہ عمرؓ بن الخطاب کا گزر ایک کوڑھی عورت پر ہوا اس حال میں کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی تو اُس سے عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کی بندی لوگوں کو تکلیف نہ دے اچھا تھا کہ تو اپنے گھر میں بیٹھ رہتی، تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ رہی تو اُس کے بعد اُس پر ایک شخص کا گزر ہوا اُس نے اس عورت سے کہا کہ جس نے تجھے منع کیا تھا وہ مر چکا ہے اب نکلنے لگ۔ تو اُس نے کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ وہ زندہ ہوں تو اُن کی اطاعت کروں اور مر جائیں تو نافرمانی کروں مالکؒ یحییٰ بن سعیدؒ سے کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک شخص سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ تو اُس نے کہا جمرہ (جمرہ کے لغوی معنے

قال ابن من قال ابن شهاب قال
ممن قال من الحرقة (قبیلہ از قضاعہ) قال أين مسكنك
قال بحرة النار قال بأيها قال بذات
لظى فقال عمر أدرك أهلك فقد احترقوا
قال فكان كما قال عمر بن الخطاب مالك
انه بلغه ان عمر بن الخطاب اراد الخروج
الى العراق فقال له كعب الاحبار
لا تخرج اليها يا امير المؤمنين فان بها
تسعة أعشار السحر و بها فسقة الجن و
بها داء العضال مالك انه بلغه ان امة
كانت لعبد الله بن عمر بن الخطاب
رآها عمر بن الخطاب و قد تهيأت بهيئة
الحرائر فدخل على ابنته حفصة
فقال الم ار جارية اخيك تجوس الناس
و قد تهيأت بهيئة الحرائر وانكر ذلك
عمر مالك عن اسحق بن عبد الله بن
ابي طلحة عن انس بن مالك قال
سمعت عمر بن الخطاب و خرجت معه
حتى دخل حائطا فسمعته وهو يقول وبيني
وبينه جدار وهو في جوف الحائط
عمر بن الخطاب امير المؤمنين
بخ بخ يا ابن الخطاب لتتقين
الله او ليعذبنك. البغوي توضأ
عمر من ماء في
جرة (جرۃ سبوچہ ۱۲) نصرانية

ہیں چنگاری) پوچھا کس کا بیٹا ہے تو اس نے کہا کہ شہاب کا بیٹا ہوں (شہاب کے معنے ہیں انگارا) پوچھا کس قبیلہ سے کہا حرقہ سے (قضاعہ کا ایک قبیلہ۔ اس کے لغوی معنے بھی جلے ہوئے کے ہیں) پوچھا کہ تیرا مسکن کہاں ہے۔ اس نے کہا حرۃ النار میں (اس کے معنے ہیں آگ کی گرمی) پوچھا اس کا خاص مقام کونسا ہے تو اس نے کہا ذات لظیٰ (لظیٰ کے معنے ہیں آگ کا شعلہ) تو عمرؓ نے کہا کہ اپنے گھروالوں کے پاس پہنچ کہ وہ جل گئے ہیں۔ راوی نے کہا کہ وہی ہوا جو عمرؓ بن الخطاب نے کہا تھا۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ جب عمرؓ بن الخطاب نے عراق کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے کعب الاحبار نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ اس طرف نہ جائیے کیونکہ دس میں سے نو حصہ سحر وہاں ہے اور فاسقین جنات ہیں اور وہاں عسیر العلاج بیماری بھی ہے۔ مالکؒ، کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی ایک باندی تھی اس کو عمرؓ بن الخطاب نے دیکھا اور اس نے آزاد عورتوں کی وضع قطع اختیار کر رکھی تھی۔ پھر وہ اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ کیا میں تیرے بھائی کی کنیز کو نہیں دیکھتا کہ وہ لوگوں کو گھورتی ہے اور اس نے آزاد عورتوں کی وضع بنا رکھی ہے اور عمرؓ نے اس کو برا محسوس کیا۔ مالکؒ اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے وہ انس بن مالک سے کہا میں نے سنا عمرؓ بن الخطاب کو اس حال میں کہ میں ان کے ساتھ نکلا تھا یہاں تک کہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا اور میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل تھی اور وہ باغ کے بیچ میں تھے کہ عمر خطاب کا بیٹا مومنین کا امیر! واہ وا، واہ وا!! اے خطاب کے بیٹے تجھے اللہ سے ڈرتے رہنا ہوگا ورنہ وہ تجھے ضرور عذاب دے گا۔ بغوی، عمرؓ نے ایسے پانی سے وضو کیا جو ایک نصرانی عورت کے گھڑے میں کا تھا۔

البغوی قال عمر بن الخطاب کلوا الجبن
مما یصنع اہل الکتاب البغوی قال عمر و
ابن عباس الذکوٰۃ فی الحلق واللبۃ
وزاد عمر و لا تعجلوا الانفس ان تزھق
معناہ لا تسلخہا بعد ذبحہا مالم یفارقہا
الروح البغوی قال عمر بن الخطاب
لا تنخلوا الدقیق فانہ کلہ طعام۔ البغوی
قال عمر عام الرمادۃ لقد ھممت ان
انزل علی اہل کل بیت مثل عددھم
فان الرجل لایھلک علی نصف بطنہ
البخاری وغیرہ عن ابن عمر خطب عمر
ابن الخطاب علی منبر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد نزل
تحریم الخمر وھی من خمسۃ اشیاء
العنب والتمر والحنطۃ والشعیر والعسل
والخمر ما خامر العقل وثلاث وددت ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یفارقنا حتی
یعھد الینا عھدا الجد والکلالۃ وابواب
من ابواب الربوا البغوی قال السائب بن
یزید ان عمر قال انی وجدت من فلان
ریح شراب فزعم انہ شرب الطلاء و
انا سائل عما شرب فان کان یسکر
جلدتہ الحد فجلدہ الحد تاما البغوی
روی ان عمر بن الخطاب قال
لشاب یمس ازارہ الارض ابن اخی

بغوی، عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ اہل کتاب جو پنیر بناتے ہیں
وہ .... کھاؤ۔ بغوی، کہا عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کہ ذبح
حلق اور دگدگی میں ہوتا ہے اور عمرؓ نے یہ زیادہ کیا کہ جانوں
کے ساتھ جلدی نہ کرو کہ وہ نکل جائیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ذبح
کے بعد جب تک اُس سے روح مفارقت نہ کرجائے اُس کی کھال نہ
اُتارو۔ بغوی، کہا عمرؓ بن الخطاب نے آٹے کو مت چھانو
کیونکہ اس کا سب کا سب طعام (یعنی کھانے کی چیز ہے)۔ بغوی،
عمرؓ نے کہا عام الرمادہ میں (ایک قحط کے سال کا نام) میں نے
یہ عزم کیا ہے کہ اُتار دوں (یعنی مہمان بنادوں) ہر گھر والوں پر
(قحط زدہ لوگوں کو) ان کے شمار کے برابر (کہ وہ اپنی آدھی
خوراک ان کو کھلائیں) کیونکہ آدھا پیٹ بھرنے سے انسان
ہلاک نہیں ہوتا۔ بخاری وغیرہ ابن عمرؓ سے، عمرؓ بن الخطاب
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اس میں
فرمایا کہ خمر کی حُرمت نازل ہوچکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے
بنتی ہے انگور سے اور کھجور سے اور گیہوں سے اور جَو سے اور شہد
سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو چھپا دے اور تین چیزیں ہیں کہ
میری دِلی رغبت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے
جُدا نہ ہوتے یہاں تک کہ اُن کے مفصّل حکم ہم کو دیدیتے جدّ
اور کلالہ اور چند ابواب سُود کے ابواب میں سے۔ بغوی، سائب
ابن یزید نے کہا کہ عمرؓ نے فرمایا کہ میں فلاں سے شراب کی بُو
محسوس کرتا ہوں اُس کا دعویٰ یہ ہے کہ اُس نے طلاء پیا ہے اور
میں تحقیق کر رہا ہوں کہ اُس نے کیا پیا ہے تو اگر اس کو نشہ ہوگیا
تو میں حد میں اس کے کوڑے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس کے پورے
کوڑے لگوائے۔ بغوی، روایت کیا کہ عمرؓ بن الخطاب نے ایک
نوجوان سے جس کی لُنگی زمین سے چھو رہی تھی فرمایا کہ اے بھتیجے

ارفع ثوبک فانہ اَنقٰی (پاک دارندہ تر ۱۲) لثوبک واَتقٰی لربک۔ البغوی ان عمر رأی علی رجل ثوبا معصفرا فقال دعوا ہذہ البراقات (زینت دہندہ ۱۲) للنساء۔ البخاری وغیرہ عن ابن الزبیر قال سمعت عمر بن الخطاب یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ۔ البغوی عن ابی عثمان النہدی یقول اتانا کتاب عمر ابن الخطاب ونحن باذربیجان مع عتبۃ ابن فرقد امابعد فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الحریر الا ہکذا واشار باصبعیہ السبابۃ والوسطی البغوی عن سوید ابن غفلۃ ان عمر بن الخطاب خطب بالجابیۃ فقال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس الحریر الا موضع اصبع او اصبعین اوثلاث اواربع وقال قتادۃ رخص عمر فی موضع اصبع واصبعین وثلاث واربع من اعلام الحریر البغوی عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای علی عمر قمیصا ابیض فقال اجدید قمیصک ہذا ام غسیل فقال جدید فقال البس جدیدا و عش حمیدا ومت شہیدا البغوی عن الحسن قال خطب عمر وہو خلیفۃ وعلیہ ازار فیہ اثنا عشر رقعۃ البغوی عن ابی عثمان النہدی یقول اتانا کتاب عمر ونحن باذربیجان مع عتبۃ بن فرقد امابعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا

اپنا کپڑا اونچا کر کہ ایسا کرنا کپڑے کی پاکیزگی کا سبب ہوگا اور اللہ سے تقوے کا موجب بھی۔ بغوی کہ عمر رضؓ نے ایک شخص کے بدن پر کسم میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا کہ اس سنگار کو عورتوں کے لئے چھوڑو۔ بخاری وغیرہ ابن الزبیر سے کہا کہ میں نے عمر رضؓ بن الخطاب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریر (باریک ریشمی کپڑا) نہ پہنو جو شخص اس کو دنیا میں پہن لے گا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔ بغوی، ابو عثمان نہدی سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عتبہ بن فرقد کی معرفت عمر رضؓ بن الخطاب کا خط آذربائیجان میں پہنچا (لکھا تھا)۔ امابعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حریر سے منع کیا ہے۔ بجز اس طرح کے اور اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا۔ (یعنی اتنی دھاریوں کی اجازت ہے)۔ بغوی سوید بن غفلہ سے کہ عمر رضؓ بن الخطاب نے جابیہ میں خطبہ دیا فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حریر کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر بقدر ایک یا دو انگل یا تین یا چار انگل کے (یعنی اتنی دھاری کی اجازت ہے)۔ اور کہا قتادہ رضؓ نے کہ عمر رضؓ نے ریشمی دھاریوں کی ایک انگل یا دو یا تین یا چار انگل رکھنے کی جگہ کے بقدر رخصت دی ہے۔ بغوی ابن عمر رضؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر رضؓ کے بدن پر سفید قمیص دیکھی تو پوچھا کہ یہ تمہاری قمیص نئی ہے یا دُھلی ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی ہے تو فرمایا کہ نیا پہنو اور قابل تعریف زندگی بسر کرو اور شہادت کی موت مرو۔ بغوی حسن رحؒ سے، انھوں نے کہا کہ خطبہ دیا عمر رضؓ نے اور وہ خلیفہ تھے اور ان کے بدن پر جو لنگی تھی اس میں بارہ پیوند تھے۔ بغوی رحؒ ابو عثمان نہدی سے، کہتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر رضؓ کا یہ مکتوب پہنچا معرفت عتبہ بن فرقد کے جب کہ ہم آذربائیجان میں تھے۔ امابعد لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنو

وَأَلْقُوا الخفاف وَ النقوا السراويلات و عليكم
بلباس أبيكم اسمعيل و اياكم و التنعم و زي
العجم و عليكم بالشمس فانها حمام العرب و
وتمعددوا و اخشوشنوا واخشوشبوا و
اخلولقوا و اعطوا الركب اسنتها و انزوا
نزوا وارموا الاغراض وفي رواية وانزوا
على ظهور الخيل نزوا و استقبلوا بوجوهكم
الشمس فانها حمامات العرب قوله تمعددوا
قيل هو من التمعدد بمعنى الغلظ يقال
تمعدد اذا شب و غلظ وقيل معناه تشبهوا
بعيش معد و كانوا اهل غلظ وتقشف
يقول كونوا مثلهم و دعوا التنعم و زي
العجم و اخشوشنوا اراد الخشونة في
الملبس و المطعم قوله و اخشوشبوا بالباء
فهو من الصلابة يقال اخشوشب
الرجل اذا كان صلبا و يروى بالجيم
من الجشب و هي الخشونة في المطعم
البغوي عن ابن سيرين ان عمر بن
الخطاب رأى على رجل خاتما من
ذهب فامره ان يلقيه فقال
زياد يا امير المؤمنين ان خاتمي من
حديد قال ذاك انتن و انتن
البغوي عن ابن عمر قال اتخذ
رسول الله صلى الله
عليه وسلم

اور موزوں کو صاف رکھو اور پاجاموں کو صاف رکھو اور تمہارے لئے ضروری ہے اپنے باپ اسمٰعیلؑ کا لباس اور بچو عجم کی عیاشی اور لباس کی ہیئت سے اور تم پر ضروری ہے دھوپ کھانا کہ دھوپ عرب کا حمام ہے اور جفاکش رہو، موٹا جھوٹا (کپڑا اور کھانا) استعمال کرو اور سخت بنو اور سواری کو لازم رکھو۔ سواری کے جانوروں کو ان کا راتب دیتے رہو اور (ورزش جسمانی کے لئے) کُودا کرو اور تیر اندازی (کی مشق) کیا کرو نشانوں کے اوپر اور ایک روایت میں ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ پر اُچھل کر سوار ہوا کرو اور اپنے چہروں کو دھوپ کے سامنے رکھا کرو کہ وہ عرب کا حمام ہے۔ اُن کا قول تَمَعْدَدُوا کہا گیا ہے کہ وہ مشتق ہے تَمَعْدُدْ سے جس کے معنے غلظ یعنی موٹا ہونا ہے۔ کہا جاتا ہے تَمَعْدَدَ جب کہ جوان اور فربہ ہو جاتے۔ اور کہا گیا کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ مَعَدّ (ابن عدنان) کی (جفاکش) زندگی کے ساتھ مشابہت رکھو اور یہ لوگ بہت مضبوطی اور قناعت والے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کے جیسے بنو اور عیش پسندی اور عجم کے بھیس کو چھوڑو اور اخشوشنوا میں خشونت سے لباس اور کھانے کی خشونت مُراد ہے اور ان کا قول اخشوشبوا با ر کے ساتھ تو یہ صلابت (سختی) کے معنے میں ہے کہا جاتا ہے اخشوشب الرجل جب کہ سخت ہو اور ایک روایت جیم سے ہے (یعنی اجشوشبوا) جو جشب سے مشتق ہوگا جس کے معنے کھانے میں خشونت کے ہیں۔ بغوی ابن سیرین سے کہ عمرؓ ابن الخطاب نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوتے دیکھا تو اس کو حکم دیا کہ اس کو ڈال دے۔ تو زیاد نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میری انگوٹھی لوہے کی ہے فرمایا کہ یہ بدبودار ہے اور سڑجاتی ہے۔ بغوی ابن عمرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خاتماً من ورق. وكان في يده ثم كان
بعده في يد أبي بكر ثم كان بعده في يد
عمر ثم كان بعده في يد عثمان حتى وقع
بعده في بير أريس نقشه محمد رسول الله
البغوي ان عمر بن الخطاب كان يتطيب
بالمسك وروي انه أوصى في غسله
ان لا يقربوه مسكاً وكان الحسن يكره
المسك للميت ولا يكرهه للحي البغوي
سئل انس بن مالك هل خضب رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال لم يشنه
الشيب ولكن خضب ابوبكر بالحنآء
والكتم وخضب عمر بالحنآء البغوي
عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم
كان لا يتنور فاذا اكثر شعره حلقه
وروي عن سعيد عن قتادة ان
النبي صلى الله عليه وسلم لم يتنور
ولا ابوبكر ولا عمر ولا عثمان البغوي
عن جبير بن نفير قال قرئ علينا كتاب
عمر بن الخطاب بالشام ولا يدخل الرجل
الحمام الا بمئزر ولا تدخله
المرأة الا من سقم واجعلوا
اللهو في ثلثة اشيآء الخيل
والنسآء والنضال البغوي قال
عمر بن الخطاب لرجل من النصارى
صنع له طعاماً بالشام ودعاه

ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی وہ آپؐ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی
پھر آپؐ کے بعد ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہتی تھی پھر اُن کے بعد عمرؓ
کے ہاتھ میں۔ پھر بعد میں عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک
کہ پھر بعد کچھ زمانہ کے بیر اریس میں گر گئی۔ اُس کا نقش تھا
محمد رسول اللہ۔ بغویؒ، یہ کہ عمرؓ بن الخطاب مشک کی خوشبو
لگایا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ اُنھوں نے اپنے غسل کے بارے
میں وصیت کی تھی کہ مشک اُن کے قریب بھی نہ لائی جائے۔
اور حسنؒ مشک کو میت کے لئے مکروہ سمجھتے تھے اور زندہ کے
لئے مکروہ نہ سمجھتے تھے۔ بغویؒ، انسؓ بن مالک سے پوچھا
گیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا تو اُنھوں
نے کہا کہ ان میں (سفیدی کا) عیب پیدا نہیں کیا تھا بڑھاپے
نے۔ لیکن ابوبکرؓ نے مہندی اور وسمہ سے کیا اور عمرؓ نے
خضاب کیا مہندی سے۔ بغویؒ انسؓ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نورے (یعنی چونے وہرتال) کا استعمال (بال اُتارنے کے لئے)
نہیں کرتے تھے۔ جب بال زیادہ ہوجاتے تو آپؐ اُن کو مونڈ
دیا کرتے تھے۔ اور روایت کیا گیا سعید سے وہ قتادہؓ سے کہ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم نے نورے کا استعمال نہیں کیا اور نہ ابوبکرؓ
نے اور نہ عمرؓ نے اور نہ عثمانؓ نے۔ بغوی جبیر بن نفیر سے،
کہا کہ ہم کو شام میں عمرؓ بن الخطاب کا خط سُنایا گیا (جس میں
یہ ہدایات تھیں) اور کوئی شخص (مرد) حمام میں بغیر تہبند باندھے
داخل نہ ہو اور بغیر کسی بیماری (سے علاج کی وجہ) کے کوئی
عورت (عام) حمام میں نہ داخل ہو۔ کھیل (دل لگی) تین چیزوں میں
(محدود) رکھو، گھوڑوں میں، عورتوں میں، تیراندازی
میں۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب نے شام میں ایک عیسائی سے
جس نے اُن کے لئے کھانا بنا کر ان کی دعوت کی تھی فرمایا کہ

اِنّا لاندخلُ کنائسکم من اجلِ الصُّوَرِ التی فیہا البغوی عن ایّوب عن نافع قال بلغ عُمر انّ صفیّۃ امرأۃ عبداللّٰہ ابن عمر سترت بیوتہا بقرامٍ او غیرہ اَہداہ لہا عبدُاللّٰہ بن عمر فذہب عمر وہو یُرید اَن یَہتکہ فبلغہم فنزعوہ البغوی ان صفوان بن امیّۃ تزوّج فدعا عمرَ ابنَ الخطّاب الی بیتہ واذا بیتُہ قد سُتِر بہٰذہ الاُدُم المنقوشۃ فقالَ عمر لو کنتم جعلتم مکانَ ہٰذا مُسُوحًا کان اَحملَ للغبارِ من ہٰذا البغوی ان عمر ابن الخطّاب شکیٰ الیہ رجلٌ ما تلقیٰ امرأتُہ لہ من اہراقۃ الدم فقال رجلٌ لو کانَ یحلُّ لِی منہا مایحلُّ لکَ لقطعتُہ فقالَ عمر بایّ شیٍٔ فقالَ ہو ذا عِرقٌ فلوکُوِیَ ذہب فبرأت فقالَ عمر ولا یُذہبہ غیرُہا قالَ لا قال عمر البسوہا ثوبًا وشقّوا الموضعَ الذی یُرید وعالجہا البغوی روی عن عمر انّہ قالَ تعلّموا من النّجوم ماتعرفون بہ القبلۃَ والطریق ثم اَمسِکُوا البغوی کتب عمر الیٰ ابی موسیٰ الاشعری امابعد فانّی اٰمرکم بما امرکم بہ القرآنُ وانہاکم

ہم تمہارے گرجاؤں میں بوجہ اُن تصویروں کے داخل نہیں ہوتے جو اُن میں بنی ہوتی ہیں۔ بغویؒ ایوب سے وہ نافعؒ سے، کہا کہ عمرؓ کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہؒ نے اپنے گھر میں منقّش پردہ یا کوئی اور ایسی ہی چیز لٹکائی ہے جو ہدیۃً ان کو عبداللہ بن عمرؓ نے دی ہے تو عمرؓ پہنچے اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ اُس کو اُتار دیں تو اُن کو اس کی خبر مل گئی اور انھوں نے (عمرؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی) اُس کو کھینچ لیا۔ بغویؒ روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہؓ نے نکاح کیا اور عمرؓ کو اپنے گھر میں بلایا اور ان کے گھر میں اسی منقّش چمڑے کا پردہ لٹکا ہوا تھا تو عمرؓ نے کہا کہ اگر تم اس کی جگہ ایک کمبل لٹکا دیتے تو وہ اس سے زیادہ غبار کو روکنے والا ہوتا۔ بغویؒ عمرؓ بن الخطاب سے ایک شخص نے اپنی بیوی کے مرض کا حال بیان کیا جو اس کو خون کے جاری ہونے کا لاحق ہو رہا تھا تو اُس سے ایک شخص نے کہا کہ اگر میرے لئے اس عورت کے ساتھ وہ بات حلال ہوتی جو تیرے لئے ہے تو میں اس خون کو قطع کر دیتا تو عمرؓ نے کہا کہ کس چیز سے؟ تو اُس نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ ایک رگ ہے اُس کو اگر داغ دیدیا جائے تو یہ مرض جاتا رہے گا پھر وہ تندرست ہو جائے گی تو عمرؓ نے کہا کہ اس کو بند کرنے کی اور کوئی تدبیر نہیں ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ اُس کو کپڑا اُڑھاؤ اور اس مقام پر سے اُس کو پھاڑ دو جس کا یہ ارادہ کرتا ہے۔ اور اس نے اُس عورت کا علاج کیا۔ بغویؒ، روایت کیا گیا ہے عمرؓ سے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ علمِ نجوم میں سے اتنا حصّہ سیکھ لو جس کے ذریعہ سے قبلہ کو اور راستہ کو پہچان لو پھر رُک جاؤ (ختم کر دو)۔ بغویؒ، عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا امابعد میں تم کو اُن باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا تم کو قرآن نے حکم دیا اور اُن باتوں

عما نهيكم عنه محمد صلى الله عليه وسلم و
آمركم باتباع الفقه والسنة والتفهم
في العربية واذا رأى احدكم رؤيا
فليقصها على اخيه فليقل خيرا لنا و
شرا لاعدائنا البغوي عن قتادة قال
جاء رجل الى عمر بن الخطاب فقال
اني رأيت كأني اعشبت ثم اجدبت
فقال عمر انت رجل تؤمن ثم
تكفر ثم تموت كافرا فقال الرجل
لم ار شيئا فقال عمر قد قضي
لك ما قضي لصاحب يوسف البغوي
قال ايوب عن نافع اوغيره قال
كان عمال عمر اذا كتبوا اليه بدؤا
بانفسهم قال وجدت كتابا من
النعمان بن مقرن الى عبد الله امير
المؤمنين قال زياد ما كان هؤلاء الا
الاعراب البغوي عن تميم بن سلمة
قال لما قدم عمر الشام استقبله
ابو عبيدة بن الجراح فاخذ
بيده فقبلها قال تميم كانوا
يرون انها
سنة

سے منع کرتا ہوں جن سے تم کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور
میں تم کو فقہ اور سُنّت کے اتباع کا اور عربیت میں سمجھ پیدا کرنے کا
حکم دیتا ہوں اور جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے پھر اس کو
اپنے بھائی سے بیان کرے تو چاہیئے کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہمارے لئے
اچھا ہے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بُرا ہے۔ بغوی رح قتادہ رضؓ سے
کہا کہ ایک شخص آیا عمر رضؓ بن الخطاب کے پاس اور کہا کہ میں نے
دیکھا کہ گویا میں صاحب گیاہ ہوگیا (یعنی میرے بدن پر خوب
گھاس اُگ آئی یا گھاس سے بھری ہوئی زمین میں پہنچ گیا)
پھر مجھ پر خشک سالی آپڑی۔ تو عمر رضؓ نے کہا تو ایسا شخص ہے
جو ایمان رکھتا ہے پھر تو کافر ہو جائے گا پھر مرے گا کافر ہونے
کی حالت میں۔ تو اُس شخص نے کہا کہ مَیں نے تو کچھ نہیں دیکھا
تو عمر رضؓ نے کہا کہ تیرے لئے فیصلہ ہو چکا جو فیصلہ ہوا تھا یوسفؑ
کے (قید خانہ کے) ساتھی کے لئے۔ بغوی رح کہا ایوب نے روایت
ہے نافع رح وغیرہ سے کہا کہ عمر رضؓ کے عاملوں کی عادت تھی کہ
جب اُن کی طرف بھیجنے کے لئے کوئی خط لکھتے تو اپنے نفوس سے
خط کی ابتدا کرتے کہا کہ میں نے ایک خط اس طرح کا پایا من
النعمان بن مقران الخ (یہ خط نعمان بن مقرن کی طرف سے
ہے، اللہ کے بندے امیر المؤمنین کے نام) زیاد نے کہا کہ ایسے لوگ
اعرابؔ ہی ہوتے تھے (اس طرف اشارہ کیا کہ ادب کے خلاف کرتے
تھے)۔ بغوی رح تمیم بن سلمہ سے کہا کہ جب عمر رضؓ شام تشریف لے گئے
تو ابو عبیدہ رضؓ بن الجراح نے ان کا استقبال کیا تو ان کا ہاتھ پکڑا
پھر اس کو بوسہ دیا۔ تمیم نے کہا کہ اصحاب کی رائے یہ تھی کہ یہ سنت ہے

ع۵ جو تخیلات نفس ناطقہ بیداری میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے وہ اس رؤیا کے مرتبہ میں ہیں جو سونے کی حالت میں انسان دیکھتا ہے۔ وہ بیداری کے خواب ہوتے ہیں جو سونے کے زمانہ کے خوابوں کی طرح قابل تاویل ہیں، قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے جب شاہی ساقی اور باورچی نے اپنے اپنے رؤیا بیان کئے تو تعبیر سُننے کے بعد باورچی نے بھی اس کو اپنا خواب ہونے سے انکار کیا تو یوسفؑ نے فرمایا کہ اب انکار لاحاصل ہے "قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِی فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ" "قضی لصاحب یوسف" سے اس جانب اشارہ مقصود ہے ۱۲

ه۵ اعراب کے معنے دیہاتی اور گنوار کے بھی ہیں، اور فصحاء و بلغاء کے بھی ۱۲

البغوی قال حمید بن زنجویہ یکرہ التسمی باسماء
الملائکۃ مثل جبرئیل و میکائیل لان عمر بن
الخطاب قد کرہ ذلک ولم یاتنا عن احد
من الصحابۃ ولا التابعین انہ سمی ولدا
باسم احد منہم البغوی عن الشعبی عن مسروق
قال سالنی عمر رضی اللہ عنہ مسروق ابن
من قلت مسروق بن الاجدع قال
الاجدع اسم شیطان انت مسروق بن
عبدالرحمن البغوی ان رجلا خطب فاکثر
فقال عمر ان کثیرا من الخطب من
شقاشق[۵] الشیطان شبہ الذی یتفیہق
شقشقہ بالکسر ریہ شتر کہ وقت مستی از دہان بیرون آرد ۱۲
فی کلامہ ولا یبالی بما قال من صدق
او کذب بالشیطان البغوی کان عمر لا ینکر
النصب والحداء ونحوہا وہذا آخر ما یسر
نوعی از سرود اعراب کہ ... باشد و حداء سرود کہ بدان شتر رانند ۱۲
اللہ تعالیٰ لنا من تدوین مذہب امیر
المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
فی ہذہ الحالۃ والحمد للہ اولا و
آخرا و ظاہرا و باطنا وصلی اللہ علیٰ
خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ہر چند آنچہ نوشتیم بغایت مختصر است بہ
نسبت مذہب فاروق اعظم رضی اللہ
عنہ اگر تتبع کتب

بغوی، کہا حمید بن زنجویہ نے کہ فرشتوں کے نام پر نام رکھنا مکروہ
ہے مثل جبرئیل و میکائیل کے کیونکہ عمرؓ بن الخطاب نے اس کو
مکروہ قرار دیا اور صحابہؓ وتابعینؒ میں کسی کی نسبت ہمارے
پاس کوئی ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنی کسی اولاد
کا نام ان میں سے کسی کے نام پر رکھا ہو۔ بغویؒ شعبیؒ سے
وہ مسروقؒ سے، کہا مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا
کہ مسروق کس کا بیٹا ہے۔ میں نے کہا کہ مسروق اجدع کا
بیٹا تو انہوں نے کہا کہ اجدع شیطان کا نام ہے تو مسروق
ابن عبدالرحمن ہے۔ بغوی، ایک شخص نے خطبہ دیا اور بہت
بولا تو عمرؓ نے فرمایا کہ بہت سے خطبے شیطانی بَڑ میں سے
ہوتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو جو اپنے کلام میں سخن سازی
کے درپے ہوتا ہے اپنے قول میں سچ اور جھوٹ کی پرواہ نہیں
کرتا اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ بغوی عمر رضی اللہ عنہ نصب
اور حُدی اور اسی طرح کی باتوں کا انکار نہیں کرتے تھے (یہ
اونٹ کو مست کرنے والے گانوں کے نام ہیں)۔ یہ اس مضمون کا
آخر ہے جس کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر آسان کردیا امیر
المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مسلک مدوّن کرنے
کے سلسلہ میں۔ اور قابلِ تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے
جو اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی وصلے
اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہ نسبت مذہب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ
کے اگرچہ وہ نہایت مختصر ہے اور کتابوں میں کما حقہ تلاش و جستجو

---

۵ شقاشق۔ جمع ہے شقشقہ کی۔ اونٹ کے بڑبڑانے اور آواز کرنے کو شقشقہ کہتے ہیں اور اس لوتھڑے کو بھی شقشقہ کہتے ہیں جو کہ اونٹ اپنے منہ سے مستی اور جماع کی خواہش کے وقت نکالتا ہے کہتے ہیں کہ یہ خاصہ عربی اونٹ کا ہے ۱۲ لغات الحدیث

بکار بریم دو ثلث بران مزید شود و اگر تصحیح و تسقیم روایات و ترجیح بعض بر بعض و بیان آنچہ سلف دران باب تکلم کردہ اند علیٰ ما ینبغی بتقدیم رسانیم مجلدی ضخیم بہم رسد و اینہمہ در حالتِ راہنہ [موجودہ ۱۲] میسر نیست لیکن [سطر ۱۲] برای اثبات آنچہ در صدر مقالہ تقریر نمودیم کہ نسبتِ مجتہدین با فاروقِ اعظم رضہ مانند نسبتِ مجتہد منتسب مطلق است با مجتہد مستقل و مذہب فاروقِ اعظم رضہ بمنزلۂ متن است و مذاہب اربعہ بمنزلۂ شروح الیٰ غیر ذٰلک مما بسطنا فی صدر المقالۃ کافی است دل خالی از تعصب و گوشِ شنوا می باید و بس چون آن این مبحث بحمد اللہ و حسن توفیقہ باتمام رسید مصلحت آن نماید کہ دو نکتہ دیگر کہ باستقراء تمام و از تتبع گوشہاے سخن و فحاویِ آثار شناختہ ایم بآن ملحق کنیم۔

نکتۂ اُولےٰ در زمانِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مردمان در ہمہ انواعِ علوم چشم برجمالِ آنحضرت و گوش بآوازِ وے صلے اللہ علیہ وسلم بودہ اند ہرچہ پیش می آمد از مصالحِ جہاد و ہدنہ [صلح ۱۲] و عقد جزیہ و احکامِ فقہیہ و علومِ زہدیہ ہمہ ازان حضرت استفسار می نمودند گویا الیوم از شکم مادر بظہور آمدہ اند چہ علومِ رسمیہ و تجربیہ کہ پیش از بعثتِ سید الرسل علیہ افضل الصلوات

کی جائے تو اس پر دو ثلث کا اضافہ ہو جائے اور اگر روایات کی صحت و سقم پر کلام کیا جاتے اور بعض روایت کو بعض پر ترجیح دینے اور ان امور کے بیان کرنے پر بقدر مناسب اقدام کیا جائے جن پر سلف نے اس باب میں کلام کیا ہے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے اور یہ سب کام کرنا اس حالت میں جس میں کہ ہم گرفتار ہیں دشوار ہے لیکن اس بات کے ثابت کرنے کے لئے جس کی تقریر ہم اس مقالہ کی ابتداء میں کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کی نسبت فاروقِ اعظم رضہ کے ساتھ وہ ہے جو مجتہد منتسب مطلق کی نسبت ہوتی ہے مجتہدِ مستقل کے ساتھ اور فاروقِ اعظم رضہ کا مذہب بمنزلہ متن کے ہے اور مذاہب اربعہ اس کی شروح کے مرتبہ میں ہیں اور دیگر امور جن کو ہم نے ابتداء مقالہ میں مفصل ذکر کیا ہے، (جو کچھ ہم نے جمع کر دیا ہے) کافی ہے البتہ ایسا دل ہونا چاہیئے جو تعصب سے خالی ہو اور ایسے کان ہونے چاہئیں جو سننے والے ہوں اور بس۔ جب یہ مبحث بحمد اللہ اس کی حُسنِ توفیق سے اتمام کو پہنچ گیا تو اب مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم اس کے ساتھ دو نکتے اور ملحق کر دیں جن کو ہم نے تمام احادیث کے مجموعہ کو پیشِ نظر لا کر اور بات کے گوشوں پر اور آثار کے انداز کلام کو سامنے رکھ کر پہچانا ہے۔

نکتۂ اُولےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علوم کی تمام انواع میں لوگوں کی آنکھیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال پر اور اُن کے کان آپ کی آواز پر لگے رہتے تھے جو کچھ بھی پیش آتا تھا از قسم مصالحِ جہاد و مصالحت و عقد جزیہ و احکام فقہیہ و علوم تزکیۂ نفس سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پوچھتے تھے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں کیا علومِ رسمیہ و تجربیہ جو کہ حضرت سید الرسل علیہ افضل الصلوات

والتسلیمات معلوم ایشان بود ہمہ در سطوتِ فیوضِ نازلہ از جانب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ متلاشی گشتہ در ہر باب غیر انتظار حکم حضرت مخبر صادق وخلیفہ ایشان نبود چون نوبتِ خلافتِ خاصہ رسید شیخین رضہ در مجالس متعددہ تمیز و تفریق در منصب نبوت و منصب خلافت بیان نمودند و فے الجملہ طریقِ مشاورت در مسائلِ اجتہادیہ وتتبع احادیث از مظانّ آن کشادہ شد معہذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجالِ مخالفت نبود در جمیع این امور شذر و مذر نمیرفتند بدون استطلاع رائی خلیفہ کارے را مصمم نمے ساختند لہٰذا درین عصر اختلافِ مذاہب و تشتّتِ آرا واقع نشد ہمہ بر یک مذہب متفق و بر یک راہ مجتمع و آن مذہب خلیفہ ورائے او بود روایتِ احادیث و فتوےٰ و قضا و مواعظ مقصور بود در خلیفہ یا کسے کہ نائبِ خلیفہ باشد بامراو قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامور او مختال تکبر و قال عمرؓ فے الفتاوٰی والقضاء وَلِّ حارّھا من تولّے قارّھا چون نوبت خلافت حضرت مرتضےٰ رسید بحکم تقدیر الٰہی تفرق امّت پدید آمد و اکثر بلدان از طاعتِ خلیفہ بر آمدند انگاہ حیرت گونہ بعلماء و فقہاء

والتسلیمات کی بعثت کے پہلے سے اُن لوگوں کو معلوم تھے وہ سب مدبّر السمٰوات والارض جلّت قدرتہٗ کی جانب سے نازل ہونے والے فیوض کے غلبہ و قہر میں نابود ہو گئے تھے۔ ان صاحبان کا ہر باب میں بجز اس کے کہ مخبر صادق کی بارگاہ سے صادر ہونیوالے حکم کا انتظار کریں کوئی اور معمول نہ تھا۔ جب خلافتِ خاصہ کی نوبت پہنچی تو شیخین رضہ نے متعدد مجالس میں منصبِ نبوّت اور منصبِ خلافت میں تمیز اور تفریق بیان فرمائی اور مسائل اجتہادیہ میں مشاورۃ اور احادیث کے تتبع کی جہاں مظنّۂ اجتہاد موجود ہو راہ فی الجملہ کشادہ ہو گئی۔ اس کے بعد کسی چیز پر خلیفہ کے عزم کر لینے کے بعد کسی کو مخالفت کی مجال نہ تھی۔ ان تمام امور میں اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتے تھے۔ خلیفہ کی رائے سے مطلع ہوئے بغیر کسی کام کو مصمم نہیں کرتے تھے اس لئے اس زمانے میں اختلاف مذاہب اور آراء میں اختلاف واقع نہیں ہوا۔ سب لوگ ایک مذہب پر متفق اور ایک راہ پر مجتمع تھے اور وہ بھی خلیفہ کا مذہب اور اس کی رائے۔ احادیث کی روایت اور فتوے کا دینا مواعظ کا بیان کرنا محدود تھا خلیفہ میں یا جو اس کے حکم سے خلیفہ کا نائب ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعظ و قصص کوئی شخص نہ کہے گا بجز تین کے، امیر ہو یا جس کو حکم دیا گیا ہو یا متکبر (اپنے کو عالم سمجھنے والا) اور عمر رضہ نے فتاوٰی اور قضاء کے بارے میں فرمایا وَلِّ حارّھا من تولّی قارّھا (یہ ارشاد حضرت ابن مسعود رضہ سے اُن کو فتاوٰی سے روکنے کے لئے فرمایا تھا کہ تکلیف دہ کام ان ہی کے لئے چھوڑ دو جو اس سے راحت پانے والے ہیں)

جب حضرت مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی نوبت پہنچی تو تقدیر الٰہی کے حکم سے اُمت میں تفرقہ پیدا ہو گیا اور اکثر شہر خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گئے۔ اس موقع پر علماء و فقہاء ایک گونہ مبتلائے حیرت

روئے داو ہنوز انتظار داشتند کہ امروز و فردا خلافت منتظم گردد چون ایام خلافتِ خاصہ بالکلیہ منقرض شد و خلافتِ عامہ ظہور نمود و صورتِ اجتماع بہم آمد و علماء در ہر بلدے مشغول بافادہ شدند ابن عباس رض در مکہ فتوئ میدہد و حدیث روایت میکند و تفسیر قرآن می نماید و عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ ابن عمر رض در مدینہ حدیث را روایت می نمایند و یارانِ خاص و اولاد و اقاربِ ایشان از ایشان اخذِ فقہ می کنند و ابوہریرہ رض اوقاتِ خود را بر اکثارِ روایتِ حدیث مصروف می سازد و فقہائے مدینہ ازوے یاد میگرند و ابوسعید خدری و جابر رض و غیر ایشان نیز علےٰ قدر الحال روایت می کنند و انس رض و عمران بن حصین در بصرہ و براء ابن عازب بحدیث و اصحابِ عبداللہ بن مسعود رض بفقہ در کوفہ مشغول می شوند و عبداللہ بن عمرو ابن العاص و ابو درداء و ابو امامہ باہلی و غیرہم در شام روایت می نمایند بالجملہ ہر ناحیہ صحابی یا تابعی بمقامِ افادہ در آمد و جماعۃ بحکم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم ازوے اخذ نمودند زیرا کہ تقدیم خلیفہ منصوب در فقہ بر سائر فقہاء امت و در مقاماتِ صوفیہ بر سائر صالحین امت مسلم نبود و اشتغالِ خلیفہ بافادات نہ چون اشتغالِ خلفاء پیشین بود بالجملہ درین ایام اختلاف در فتاوٰی پیدا شد یکے را بر دیگرے اطلاع نہ و اگر اطلاع شدہ مذاکرہ

ہو گئے مگر پھر بھی وہ انتظار کرتے رہے کہ آج کل میں خلافت منتظم ہو جاتے۔ جب ”خلافتِ خاصہ“ کے ایام بالکلیہ ختم ہو گئے تو ”خلافتِ عامہ“ نے ظہور کیا اور اجتماع کی صورت بنی اور علماء ہر شہر میں فائدہ رسانی میں مشغول ہو گئے۔ ابن عباس رض مکہ میں فتوائے بھی دیتے تھے اور حدیث کی روایت اور تفسیر قرآن بھی کرتے تھے اور عائشہ صدیقہ رض و عبداللہ بن عمر رض مدینہ میں حدیث کی روایت کرتے تھے اور اُن کے یارانِ خاص اور اولاد و اقارب اُن سے فقہ اخذ کرتے تھے۔ اور ابوہریرہ رض بکثرت روایت حدیث پر اپنے اوقات کو مصروف رکھتے اور فقہاء مدینہ اُن سے یاد کرتے رہتے تھے۔ ابوسعید خدری رض اور جابر رض اور دیگر حضرات بھی اپنے حال کے بقدر روایت کرتے تھے۔ اور انس رض و عمران بن حصین رض بصرہ میں اور براء بن عازب رض حدیث میں اور عبداللہ رض ابن مسعود کے اصحاب کوفہ میں فقہ کے ساتھ مشغول ہو گئے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رض اور ابو درداء رض اور ابو امامہ باہلی رض وغیرہم شام میں روایت کرتے رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر علاقہ میں کوئی صحابی رض یا تابعی رح مقامِ افادہ پر آئے اور ایک جماعت نے بحکم ”اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم“ (میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرلو گے ہدایت یافتہ بن جاؤ گے) اُن سے اخذ کیا۔ کیونکہ خلیفہ منصوب کا (جس کو منصبِ خلافت پر متمکن کر دیا گیا ہو) فقہ میں تمام اُمت سے پیش قدم ہونا اور مقاماتِ صوفیہ میں تمام صالحین اُمت پر اس کا مقدم ہونا مسلم نہیں رہا اور خلیفہ کا افادات میں مشغول ہونا مثل پہلے خلفاء کے مشغول رہنے کے نہیں واقع ہوا۔ الغرض ان ایام میں فتاوٰے میں اختلاف پیدا ہوا، ایک کو دوسرے کی رائے کی اطلاع نہیں ہوتی اور اگر اطلاع ہوتی تو باہمی گفتگو کی

واقع نہ واگر مذاکرہ بمیان آمد ازاحۂ شبہ وخروج از مضیق اختلاف بقضائے اتفاق میسّر نہ بسیارے از احادیث خبر واحد روایت فرد عن فرد بہم رسید واگر تتبع کنی روایتِ علماء صحابہؓ کہ پیش از انقراض خلافتِ خاصّہ از عالم گزشتہ اند بغایت کم یابی وجمعے کہ بعد ایام خلافت ماندہ اند ہرچہ روایت کردہ اند بعد ایام خلافتِ خاصّہ روایت کردہ اند حدیث بسیارے ازیں جماعہ مُرسل است واسطۂ صحابی دیگر ہست مگر از جہتِ اختصار راہِ ارسال سپردہ اند لیکن مرسلِ صحابی حکم متصل دارد اخرج مسلم عن معاویۃ بن ابے سفیانؓ قال علیکم من الاحادیث بما کان فی زمان عمرؓ بن الخطّاب فانہ کان یُخیفُ النّاسَ فی اللہِ عزّ وجلّ اوکما قال وروے عن ابن مسعودؓ انہ قال مَن کان مُستنًّا فلیستنّ بمَن قد ماتَ فان الحیّ لایُؤمَن علیہ الفتنۃُ اولئک اصحابُ محمّد صلے اللہ علیہ وسلّم کانوا افضلَ ہٰذہ الاُمّۃِ اَبرّہا قلوبًا واَعمقہا علماً واقلّہا تکلّفاً اختارہم اللہ لصحبۃِ نبیّہٖ ولاقامۃِ دینہٖ فاعرفوا لہم فضلہم واتبعوہم علےٰ اثرہم وتمسّکوا بما استطعتم من اخلاقہم وسیرہم فانہم کانوا علےٰ الہدیٰ المستقیم ومعلوم است کہ ابنِ مسعودؓ در آخر خلافتِ ذی النّورینؓ از عالم رفتہ وقال الشافعیؒ

نوبت نہ آئی۔ اور اگر مذاکرہ کی نوبت آئی بھی تو شبہ کا دفعیہ اور تنگنائے اختلاف سے فضائے اتفاق میں نکلنا میسّر نہ ہوا (ہر ایک اپنی اپنی رائے پر قائم رہا)۔ خبرِ واحد کی قسم کی بہت سی احادیث جن میں ایک فرد کی روایت ایک فرد سے ہے جمع ہوگئیں، اور اگر تم جستجو کروگے تو ایسے علماء صحابہؓ کی روایتیں جو کہ خلافتِ خاصہ کے منقطع ہونے سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئے بہت کم پاؤ اور اُن لوگوں نے جو کہ بعد ایام خلافت باقی رہے جو کچھ روایت کیا ہے ایامِ خلافت خاصہ کے بعد روایت کیا ہے۔ اس جماعت کی بہت سی حدیثیں مُرسل ہیں، دوسرے صحابی کا واسطہ بھی ہے مگر بنا بر اختصار ارسال کی راہ اختیار کرلی لیکن صحابی کی مُرسل حدیث متّصل کا حکم رکھتی ہے۔ مسلم نے روایت کیا معاویہ بن ابی سفیان سے کہ اُنھوں نے کہا کہ تمھیں اُن احادیث کو لینا چاہیے جو عمرؓ بن الخطّاب کی زمانہ کی ہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے رہتے تھے یا اور کسی طرح کہا۔ اور مروی ہے ابن مسعودؓ سے کہ اُنھوں نے کہا کہ "جو شخص سُنّت کو اخذ کرنا چاہے تو چاہیے کہ سنت کو اخذ کرے اُس سے جو مرچکا ہے کیونکہ زندہ فتنہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہیں، وہ اصحابِ محمّد صلے اللہ علیہ وسلّم تھے جو اس امت کے سب سے افضل حضرات تھے۔ نیکی میں اُن کے قلوب بہت بڑھے ہوئے تھے ان کا علم سب سے گہرا تھا ان میں تکلّف سب سے کم تھا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے چُن لیا تھا تو اُن کی فضیلت کو پہچانو اور ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہو اور جہاں تک ہوسکے اُن کے اخلاق اور اُن کی سیرتوں کو دلیل بناتے رہو کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو سیدھی راہ پر تھے"۔ اور یہ معلوم ہے کہ ابن مسعودؓ ذی النّورینؓ کی آخر خلافت میں دُنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ اور امام شافعیؒ

اذا صِرْنا فی التقلیدِ فقولُ الائمۃ ابی بکر و عمر وعثمانَ قال فی القدیم و علیٍّ احبُّ الینا من قولِ غیرہم ہرچند جمیع صحابہ عدول اندو روایتِ ایشان مقبول و عمل بموجب آنچہ بروایتِ صدوق از ایشان ثابت شود لازم اما و رمیان آنچہ از حدیث و فقہ در زمن فاروقِ اعظم رضؓ بود و آنچہ بعد وی حادث شدہ فرق مابین السمٰوات والارض است بیت آسمان نسبت بعرش آمد فرود ٭ ورنہ بس عالیست پیشِ خاک تود نکتۂ ثانیہ باستقراءِ تام معلوم شد کہ فاروقِ اعظم رضؓ نظرِ دقیق در تفریق میانِ احادیث کہ بہ تبلیغِ شرائع و تکمیلِ افرادِ بشر تعلّق دارد از غیر آن مصروف می ساخت لہٰذا احادیثِ شمائلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واحادیثِ سُننِ زوائد در لباس و عادات کمتر روایت میکرد بدو (۲) وجہ یکی (۱) آنکہ اینہا از علومِ تکلیفیّہ تشریعیہ نیست یحتمل کہ چون اہتمام تام بروایتِ آن بکار برند بعض اشیاء از سُننِ زوائد بسُننِ ہدیٰ مشتبہ گردد و یحتمل کہ شغل قوم باین احادیث از شغل بشرائع مانع آید دیگر (۲) آنکہ جمعے کہ بشرف صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ بودند در زمانِ فاروقِ اعظم رضؓ بسیار بودند احتیاج بتعلیم این اشیاء واقع نشد واخرج الدارمی عن الشعبی عن قرظۃ قال بعث عمر بن الخطاب رہطًا من الانصار الی الکوفۃ فبعثنی معہم

نے کہا کہ جب ہم تقلید کو اختیار کرینگے تو ائمہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ (اور پہلے دور میں علیؓ کا نام بھی کہتے تھے) کے اقوال ہم کو زیادہ محبوب ہیں دوسروں کے قول سے۔ ہرچند کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں اور اُن کی روایتیں مقبول اور جو کچھ بروایتِ صدوق اُن سے ثابت ہوا اس پر عمل بھی لازم ہے مگر حدیث و فقہ کے بارے میں جو کچھ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں ہو چکا ہے اُس میں اور جو کچھ اُن کے بعد حادث ہوا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بیت آسمان نسبت بعرش الخ (ترجمہ) آسمان بہ نسبت عرش کے نیچا ہے۔ ورنہ اس تودۂ خاک (یعنی زمین) سے تو بہت بلند ہے۔

نکتۂ ثانیہ۔ پورے غور و خوض سے معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظمؓ اُن احادیث کو جو تبلیغِ احکامِ شرع اور افرادِ بشر کی تکمیل سے تعلّق رکھتی ہیں دوسری قسم کی احادیث سے جدا کرنے میں نظرِ دقیق سے کام لیتے تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شمائل کی احادیث اور سُننِ زوائد کی احادیث جو لباس و عادات سے متعلق ہیں کمتر روایت کرتے تھے دو (۲) وجہ سے ایک یہ کہ یہ علومِ تکلیفیّہ شرعیہ میں سے نہیں ہیں، احتمال ہوتا ہے کہ جب ایسی روایتوں میں پورا اہتمام عمل میں لایا گیا تو بعض اشیاء جو سُننِ زوائد میں سے ہیں سُننِ ہدیٰ سے مشتبہ ہوجائیں گی۔ اور یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان احادیث میں قوم کی مشغولیت شرائع کی مشغولیت سے مانع ہوجائے گی۔ دوسری (۲) وجہ یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف ہوئے تھے وہ فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ میں بہت تھے ان اشیاء کی تعلیم کی حاجت ہی واقع نہیں ہوئی۔ دارمی نے روایت کیا شعبی سے انھوں نے قرظہ سے کہا کہ عمرؓ بن الخطاب نے انصار کا ایک قافلہ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بھیجا تھا تو عمرؓ نے

فجعل یمشی معنا حتی اتی صِرارَ و صرارٌ ماءٌ فی طریق مکۃ فجعل ینفض الغبار عن رجلیہ ثم قال انکم تاتون الکوفۃ فتاتون قوماً لہم ازیزٌ بالقرآن فیاتونکم فیقولون قدم اصحاب محمد فیاتونکم فیسألونکم عن الحدیث فاقلّوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا شریککم قال ابو محمد ھو الدارمی معناہ عندی الحدیث عن ایام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس السنن و الفرائض قلت والاوجہ عندی ان معناہ الحدیث عن الشمائل والعادات مما لم یتعلق بہ حکم شرعی او معناہ الحدیث علی سبیل الظن فیما لم یتثبت فیہ ولم یجتہد فی حفظہ عند التحمل او الاداء۔ و ہمچنین از فاروق اعظم رض اہتمام بصیغ ادعیہ موقتہ باوقات خاصہ یا مسببہ باسباب معینہ کمتر بظہور انجامید گویا میدانست کہ مدار فضائل مخ این ادعیہ است یعنی التجا بجناب قدس و توجہ باو و منشاء آن توکل است و شکر و سپاس بر مقامات آخرج ابوداؤد عن سہل بن معاذ بن انس عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

ہمارے ساتھ چلنا شروع کیا یہاں تک کہ صرار آگئے اور صرار ایک پانی ہے مکہ کے راستہ میں تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں سے غبار جھاڑنا شروع کیا۔ پھر کہا کہ تم لوگ کوفہ پہنچو گے اور ایسے لوگوں سے ملو گے جو (خشیتِ الٰہی سے) قرآن کو بھرّاتی ہوئی آواز سے پڑھنے والے ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آئیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں تو وہ تمہارے پاس آکر تم سے حدیث کے بارے میں سوال کرینگے تو تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایتیں نقل کرنے میں کمی کرنا اور میں تمہارا شریک ہوں۔ ابو محمد یعنی دارمی نے کہا کہ میرے نزدیک اس کے (یعنی حدیث کے بارے میں سوال کرنے کے) یہ معنی ہیں کہ ایسی حدیث مراد ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کے احوال سے تعلق رکھتی ہو نہ کہ سُنن اور فرائض سے تعلق رکھنے والی۔ میں کہتا ہوں کہ بہتر توجیہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایسی حدیث جو شمائل (خصائل طبعی) اور عادات کے بارے میں ہو، جس سے کوئی شرعی حکم متعلق نہ ہو یا اس کے معنے ایسی حدیث کے ہیں جس میں پختگی حاصل نہ ہو اور پوری کوشش نہ کی گئی ہو اس کے حفظ میں اس کے حاصل ہونے کے وقت اور انداز بیان کے سمجھنے میں۔ اور اسی طرح فاروقِ اعظم رض سے ایسی دعاؤں کے مخصوص الفاظ کے اہتمام میں جو اوقاتِ خاصہ کے ساتھ مخصوص ہیں یا اسبابِ معیّنہ میں سے کسی سبب کے ساتھ مُسبّب ہیں کمتر کوشش ظہور میں آئی ہے۔ گویا وہ یہ جانتے تھے کہ فضائل کا مدار ان دعاؤں کے مغز پر ہے، یعنی بارگاہِ اقدس میں التجا اور اس کی طرف توجہ اور اس کا منشاء توکّل ہے اور شکر اور اللہ کی حمد کرنا مناسب مواقع پر۔ ابو داؤد نے روایت کیا سہل بن معاذ ابن انس رض سے، وہ اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

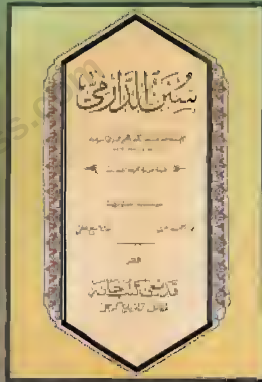
مَن اَکَلَ طعاماً ثم قالَ الحمدُ للہ الذی اطعمنی ہٰذا الطعامَ ورزقنیہ من غیر حولٍ منّی ولا قوۃٍ غفر لہٗ ما تقدّم من ذنبہ ومن لبس ثوباً فقال الحمدُ للہ الذی کسانی ہٰذا ورزقنیہ من غیر حولٍ منّی ولا قوۃٍ غُفِر لہٗ ما تقدّم من ذنبہ وما تأخّر پس گویا فاروقِ اعظم رض درمثلِ این حدیث مدارِ افضلیت نظر دوختن بمسبّب اسباب وارستہ و انداختنِ اسباب از نظرِ اعتبار انگاشتہ نہ خصوصِ این کلماتِ مبارکات وگویا تشریعِ خصوصیۃِ این کلمات بنسبتِ ابرار است وتشریعِ مخّ واصول ومنشاءِ آن برائے سابقین۔

کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو" تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوتے وہ سب معاف کر دیتے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد للہ الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اسکے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو" تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیتے جائیں گے۔ تو گویا فاروقِ اعظم رض نے اس جیسی حدیث میں افضلیت کا مدار مسبّبِ اسباب پر نظر کا جمانا سمجھا اور اسباب کا نظرِ اعتبار سے ساقط کرنا خیال کیا، نہ کہ ان کلماتِ مبارکات کی خصوصیت۔ اور گویا ان کلمات کی خصوصیّت کی تشریع..... ابرار (یعنی عام صالحین) کے لئے ہے اور ان کلمات کے مغز اور اصول اور منشاء کی تشریع سابقین (مقربین) کے لئے ہے۔

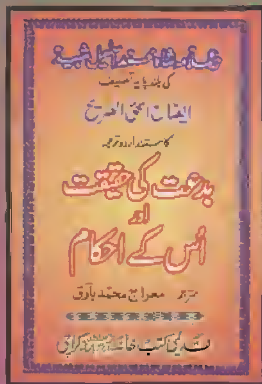
الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ آج بیوم چہارشنبہ مورخہ ۷ رمضان ۱۳۸۳ھ کو جلد ثالثؒ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ سے بمقام دیوبند فراغت ہوئی اور اسکے بعد جلد رابع شروع کر دی گئی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین۔ **اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ**

قدیمی کتب خانہ - آرام باغ مقابل - کراچی ۱





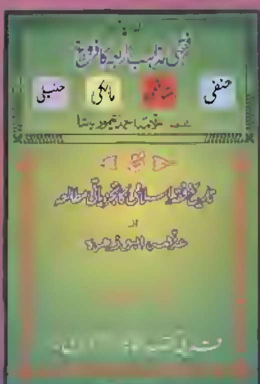










قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی